

اور یہ بول گیا ہی مجیب سوال آچھے سلسلے میں کریں گے کہ اس کا فائدہ  
اور وہاں سے ہمارا جواب پھر غارت کر لیتے ہیں (افسوس)

فَإِنْ سَأَلْتَهُمْ فِيمَا  
بَيْنَ يَدَيْهِمْ فَيَقُولُوا  
لَمْ يَكُنْ لَنَا بِلَاغٌ إِلَى  
الرَّسُولِ فَقُلْ هُوَ الَّذِي  
ذَرَأَكُمْ فِيهَا فَأَنصَبُوا  
أَعْيُنَكُمْ عَلَى يَتَاهَا



شهادة العالمية (میں نے اور)

شہزادۃ العالیہ (بی بی) کے

طلباء کے لئے ایک نادر علمی تحفہ

# مِفْتَاحُ الْجَمَّاحِ

جَلَّ سِوَا الْأَشْءِ

صحیح بخاری و مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد  
نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، مؤطا، ابن

جلد اول

تالیف و ترتیب:

صاحبزادہ مفتی محمد عبد القوی

ایم فل (سندھ یونیورسٹی) ایل ایل ایم (یونیورسٹی مدنیہ منورہ)

کتابت: محکمہ برسات چاؤ پیدہ ملتان



# الانتساب

اپنے والدین کریمین کے نام۔!

جنکے

علمی و عملی تربیت۔ اور دُعائے سحرگاہی۔ نے  
مجھ ایسے کھوپڑیہ کو اس قابل بنا یا کہ ضیوف الرحمن  
دینی تلاذہ کی خدمت میں ایک مفید تالیف پیش کر سکوں۔

الاہلۃ — میں اپنی اس تالیف کو ان عظیم محسنین اُمت، فقہاء  
و محدثین برکت — کے حضور — پیش کرتا ہوں۔

جنکے — محمد ثانی،  
فقاہت و درایت نے اُمت مسلمہ کے قلوب اذہان  
کو فرامین نبویؐ کے نور سے نور فرمایا — خصوصاً  
امام المحدثین — سیدنا ابوہریرہؓ لا عبد الرحمن بن عمر  
اور

امام الفقہاء سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاهما





## رفقائے کار

صاحبزادہ محمد ابو بکر (نائبہ نشر و اشاعت)  
صاحبزادہ محمد عبد المعنی — مولوی عبد الباقی  
عاطف محمد عبد القوی ناصر — مولانا علی الدین  
خورشید احمد معاویہ — عبد الحق رحمانی  
مولانا عبدالرحیم مبارک — قلیف محمد عثمان جھنگوی

نام کتاب ..... منافع النہاج  
مؤلف ..... مولانا مفتی عبد القوی  
تعداد کتاب ..... ایک سو ۲۱۰۰  
کتابت ..... محمد یوسف بادین خان  
طباعت بار اول — ۱۳۰۵ھ تعداد ۲۱۰۰  
طباعت ۲۲ ویں بار ۱۳۱۴ھ تعداد ۱۱۰۰

## ہماری کتب لینے کے پتے

### انڈیا میں :-

- ۱۔ مکتبہ دارالعلوم، دیوبند یوپی، بھارت
- ۲۔ مکتبہ رضائے مصطفیٰ، بریلی، بھارت
- مکتبہ امدادیہ، سہارن پور، یوپی، بھارت
- بنگلہ دیش میں :-

- ۱۔ مکتبہ خانہ امدادیہ، چوک بازار، ڈھاکہ
- ۲۔ الجامعہ الاسلامیہ، پوٹیا، چٹاگانگ

### سعودی عرب :-

- ۱۔ مکتبہ امدادیہ، باب العمرہ، مکتہ مکرمہ
- ۲۔ مکتبہ الجباز، باب البعیدی، مدینہ منورہ

### انگلینڈ میں :-

- ۱۔ دارالعلوم - العربیہ الاسلامیہ،  
ہولکمب، بری، انگلینڈ
- ۲۔ مولانا مفتی محمد اسلم، راوہرم مسجد  
چیل واک، ایس یارک، انگلینڈ
- ۳۔ بھائی محمد اشرف کشمیری ساوتھ ہال مسجد، لندن
- ۴۔ ہالم مسجد، لندن



# فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۹	۳۔ حالات سیدنا سلمان فارسی		<u>مبادیات ۱</u>
۱۵۰	۴۔ ابو ہریرہ	۴	فہرست
۲۰۲	۵۔ ابو العالیہ	۹	ترجمہ المؤلف
۲۰۲	۶۔ یزید الدانی	۲۱	کلمۃ المؤلف
۳۶۷	۷۔ ابو موسیٰ اشعری	۲۳	مزوری ہدایات
۵۸۰	۸۔ حذیفہ		<u>حالات مصنفین :</u>
۱۹۴	۹۔ یحییٰ بن سعید بن یزید	۲۷	۱۔ حالات امام بخاریؒ
	<u>اصول حدیث :</u>	۴۱	۲۔ حالات امام مسلمؒ
۹۱	۱۔ اصطلاحات حدیث	۴۸	۳۔ حالات امام مالکؒ
۹۶	۲۔ اقسام کتب حدیث	۵۴	۴۔ حالات امام عسکریؒ
۹۹	۳۔ تدوین حدیث	۶۰	۵۔ حالات امام ترمذیؒ
۱۰۵	۴۔ جمیعت حدیث	۶۷	۶۔ حالات امام ابو داؤدؒ
	<u>کتاب الطہارۃ :</u>	۷۴	۷۔ حالات امام نسائیؒ
۱۱۳	۱۔ لا تقبل صلوٰۃ بغير طہور	۸۱	۸۔ حالات امام ابن ماجہؒ
۱۱۹	۲۔ غسل الطہور	۸۵	۹۔ حالات امام محمدؒ
۱۲۵	۳۔ هذا حدیث حسن صحیح		<u>حالات رواۃ حدیث :</u>
۱۲۹	۴۔ انظر اب حدیث فرید بن ارقم	۱۳۴	۱۔ حالات سیدنا انس بن مالکؓ
۱۳۹	۵۔ استقبال و استقبال قبلہ	۱۴۴	۲۔ ابو یوسف انصاریؒ



صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢١٩	٢٢٢ - بول الصبي	١٢٥	٦ - تعداد اجزاء
٢٢٣	٢٢٥ - غسل يوم الجمعة	١٥٠	٧ - اضطراب حديث زيد بن جباب
٢٢٤	٢٢٦ - مسح على الخفين	١٥٣	٨ - استنزه من البول
٢٣٠	٢٢٧ - سُنيت مسح خفين	١٥٦	٩ - طهارة رنجاسة ماء
٢٣١	٢٢٨ - مسائل مسح خفين	١٦٥	١٠ - طلت وحرمت ميتة البحر
٢٣٢	٢٢٩ - مسح على العمامة	١٤٢	١١ - بول مار يوكل لحمه
٢٣٤	٢٣٠ - حكم نجاسة منى	١٤٦	١٢ - الوضوء من مس الذكر
٢٣٣	٢٣١ - مسائل مستأضة	١٨٠	١٣ - الوضوء بفضل المرأة
٢٥٢	٢٣٢ - اجازات تحميم	١٨٣	١٤ - الوضوء بالنبيذ
	<b>ابواب الصلوة</b>	١٨٨	١٥ - تسبى على الوضوء
٢٩١	١ - مواقيت صلاة	١٩٠	نظر لحادى
٢٨١	٢ - جمع بين الصلوتين	١٩١	١٦ - مس امرأة وتقبيل
٢٨٦	٣ - الاذان والاقامة	١٩٢	مرأة
٢٩٦	٤ - اذان قبل الوقت	١٩٢	قال ابوداؤد
	٥ -	١٩٢	يحيى بن سعيد اور ابن مغيرة كاتعارف
٢٩٩	٦ - الصلوة بالجماعة	١٩٦	١٧ - الوضوء من الدم
٣٠٢	٧ - مسألة ما بين	١٩٨	١٨ - الوضوء من النوم
٣١٠	٨ - عدم جبر تسبى	٢٠١	نوم انبياء
٣١٣	٩ - رفع يدين	٢٠٢	قال ابوداؤد
٣٢٦	١٠ - فاتحة خلف الامام	٢٠٣	١٩ - الوضوء بسورا طيب
٣٢٦	١١ - ركيفة فاتحة سورة	٢٠٤	٢٠ - اسباغ الوضوء
٣٢٨	١٢ - صلاة القاعد والناكم	٢١٢	٢١ - الصلوة بوضوء واحد
٣٢٠	١٣ - سجدة سهو	٢١٢	٢٢ - حكم اكسال
٣٢٣	١٤ - قنوت فى الصبح	٢١٤	٢٣ - نوم جنبى



صفحة	عنوان	صفحة	عنوان
٢١٢	٥ - زكاة المستق	٢٢٥	١٥ - الكلام في الصلاة
٢١٨	٦ - زكاة مال اليتيم	٢٥١	١٦ - تعديل اركان
٢٢١	٧ - مسئلة الركاز والكسز	٢٥٢	١٧ - مسئلة الوتر
٢٢٤	٨ - الخمر	٢٥٤	١٨ - وجوب وتر
	<u>ابواب الصوم :</u>	٢٥٩	١٩ - ركعات تراويح
٢٢١	١ - اختلاف مطالع	٢٦١	٢٠ - قضاء صلاة مبسوق
٢٢٦	٢ - صوم سفر	٢٦٢	٢١ - مفسر في خلف المنفل
٢٢٨	٣ - جنات صائم	٢٦٥	٢٢ - زيارة قبور اوليا
	<u>كتاب الحج :</u>	٢٦٤	٢٣ - قطع صلاة بوجه مرور
٢٢٢	١ - اقسام حج	٢٦٩	٢٤ - كلام وصلاة عند الخطبة
٢٢٦	٢ - مسئلة الاحصار	٢٤٢	٢٥ - جمعة في القرى
٢٥٠	٣ - سعي بين الصفا والمروة	٢٤٦	٢٦ - جمعة قبل الزوال
٢٥٢	٤ - اشعار وتقليد	٢٤٩	٢٧ - صلاة الكسوف
٢٥٥	٥ - نكاح محرم	٢٨٢	٢٨ - مقدار سفر
	<u>ابواب النكاح والطلاق :</u>	٢٨٢	٢٩ - قسمة صلاة مسافر
٢٩١	١ - النكاح الاثني	٢٨٥	٣٠ - مسجدة تلاوت
٢٩٨	٢ - غير مفروض وغير مدغول كما حكم	٢٨٤	٣١ - تسديد سجود قرآن
٢٩٠	٣ - مهر نكاح	٢٨٩	٣٢ - فاسبانه نماز جنازة
٢٩١	٤ - مسائل متفرقة	٢٩١	٣٣ - صلاة العيد
٢٩١	٥ - نكاح شغار		<u>ابواب الزكاة :</u>
٢٩٢	٦ - عسزل	٢٩٥	١ - زكاة ابل وجميع وتفرق
٢٩٤	٧ - حرمت رضاعت ومقدار رضاعت	٢٠٢	٢ - زكاة النبل
٢٩٨		٢٠٥	٣ - مسئلة العشر
		٢١٠	٤ - زكاة مال مستفاد



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	<u>کتاب المزارعت</u>	۲۸۲	۸۔ الشفعة والکفی المطلقة
۵۴۱	۱۔ مزارعت و مساقات	۲۸۶	۹۔ مطلقہ منصوبہ و غیر منصوبہ
۵۴۲	<u>کتاب الجنائز</u>		<u>کتاب البیوع</u>
۵۴۴	۱۔ مسائل تکفین	۲۹۰	۱۔ بیع کی غیر شرعی اقسام
	<u>کتاب الایمان</u>	۲۹۴	۲۔ بیع الیموان بالیموان
۵۴۶	۱۔ نذر معصیت	۲۹۷	۳۔ بیع بعد التأبیر (بیونہ کاری)
۵۴۹	۲۔ کفارہ قبل الحنث	۲۹۹	۴۔ خیاری مجلس
	<u>کتاب الضحایا</u>	۵۰۵	۵۔ بیع مقراة
۵۵۱	۱۔ زکوة الجنین	۵۱۰	۶۔ بیع بالشرط
	<u>کتاب المذباح</u>	۵۱۵	۷۔ استغاث بالمرهون
۵۵۲	۱۔ دانتوں اور ناخنوں سے ذبح	۵۱۸	۸۔ بیع قلادہ ذهب
	<u>کتاب الحقیقہ</u>	۵۲۰	۹۔ مسئلہ افلا میں مشتری
۵۵۵	۱۔ مسائل حقیقہ	۵۲۳	۱۰۔ الخراج بالضمان
	<u>کتاب الجہاد</u>	۵۲۴	۱۱۔ تعریف و احکام تدلیس
۵۵۷	۱۔ قتال و جہاد	۵۲۵	۱۲۔ رجوع فی الصیہ
	<u>کتاب القناء</u>	۵۲۹	۱۳۔ عمری
۵۵۸	۱۔ قضا بمبین و شاہد	۵۳۱	۱۴۔ ربئی
۵۶۰	۲۔ تنقیذ قضا قاضی	۵۳۲	۱۵۔ عاریہ
	<u>کتاب اللباس</u>	۵۳۴	۱۶۔ احکام
۵۶۲	۱۔ حکم حیر	۵۳۶	۱۷۔ حکم عرایا
۵۶۴	۲۔ حکم اسبال ازار		<u>کتاب الشفعة</u>
	<u>کتاب الحدود</u>	۵۳۳	۱۔ مسائل شفعہ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۸۲	کتاب الديات :	۵۶۵	۱۔ استغلالِ خسر
۵۸۳	۱۔ مسائل ویت	۵۶۷	۲۔ حد شاربِ خسر
۵۸۶	۲۔ اقسام قتل		کتاب التفسیر :
	۳۔ مسائل قسامت	۵۶۹	۱۔ ترجمہ حدیث
	کتاب القطع :	۵۷۱	۱۔ تشریح و شان نزول
۵۸۷	۱۔ مسائل نقطہ	۵۷۲	۲۔ ترجمہ و مسئلہ نکاحِ زانیہ
۵۹۰	۲۔ لا عدوی ولا صفر ولا حاتمہ	۵۷۷	۳۔ تشریح حدیث
۵۹۲	۳۔ ترجمہ و تشریح حدیث	۵۷۹	۵۔ حدیث امانہ
		۵۸۱	۶۔ ترجمہ و تشریح حدیث

# رسالہ ابیات علم میراث

مؤلف :- استاذ العلماء شیخ شریعت مفتی محمد عبد القادر

جس میں ذوی الفروض کے حصص کو فارسی اور اردو میں نظم کیا گیا ہے۔ نیز علم فرائض کو بہت ہی سہل اور اچھے انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ طلباء اساتذہ، وکلاء اور دانشور حضرات کے لئے بہترین تحقیقی علمی مجموعہ



مکتبہ دارالعلوم

عجینہ، قادیان آباد، ملتان، پاکستان



# ترجمہ امولف عالمگیری

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر ہندوپاک میں جن بندگان خدا نے دینِ حدی کی خدمات جلیلہ سرانجام دیں ان میں خاندانِ عبید اللہی ملتانیاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس خاندانِ عباد الرحمن کے مورثِ اعلیٰ (جن کا خلقِ ایشیخ السید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا) عراق تبلیغی مہم کے تحت سرزمینِ ہند میں تشریف لائے اور پیر شیخ جیلانی کی نسبت سے پیر قادری کہلائے۔ پھر یہی لقب اس خاندان کا قومی عنوان بن گیا۔ اگرچہ یہ خاندان اپنے موجودہ مذہبی شخص کے اعتبار سے حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ تاہم حضرت سے قبل بھی ان کے آباء کرام کی بھرپور دینی خدمات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت کے تہجد اچھ حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رحمۃ اللہ نے ایک رسالہ بزبانِ فارسی شیر و شکر تصنیف فرما کر خلقِ خدا کی مذہبی رہنمائی فرمائی۔

نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم مولانا قدرة اللہ سے حاصل کی بعد ازاں مولانا گل محمد صاحب سے مکمل مذہبی تعلیم حاصل کی

**حضرت مولانا شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ**

حضرت نے زندگی بھر خلقِ خدا کو توحید باری تعالیٰ کا عملی درس دیا جس کی وجہ سے "موتو متحد ہیں" کے نام سے مشہور ہوئے۔

توہم پرستی اور شرک و بدعت کے خلاف موثر ترین جہاد فرمایا۔ طالبینِ دینِ حدی کے لئے مدرسہ عبیدر کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم فرمائی اور سالیکن راہِ خدا کی تربیت کے لئے خانقاہی نظام کا بھی خاطر خواہ انتظام فرمایا۔

اور یہی حسین السراج خاندانِ عبید اللہی کا طرہ امتیاز رہا اور آج بھی ہے۔

در کفہ جہم شریعت در کفہ سندان عشق  
ہر جو سنا کے نہاند بام و سندان بافتن

مشائخِ چشت میں آپ کا نام نامی اکم گرامی خشنود و تابندہ ہے اور اس سلسلہ عالیہ میں آپ حضرت مولانا محبوب اللہ خواجہ خدا بخش خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد ہیں۔ طویل مدۃ تک اپنے شیخ کی ملازمت و مرافقت اختیار فرمائی اور تصوف و سلوک کی تمام تر منازل اپنے شیخ کی نگرانی میں طے فرمائیں۔

**آپ کا مسلک**

بنابر تقویٰ و ورع دریائی پانی استعمال فرمایا۔ زندگی بھر پگھوڑے کی سواری فرمائی جس کی وجہ سے

**زہد و تقویٰ**



”خامیہ دالے پڑ کھلائے۔ نذرانوں کے استعمال میں سنت امتیاز فرمائی۔ اور ان کا مصروف دینی امور پر اخراجات کو تسر دیا۔ عبادت و ریاضت شائق کھائے پوری زندگی کو وقف رکھا۔ فقر اختیار کیا یہ عالم تھا کہ تمام عمر اپنے اوپر وجوب زکوٰۃ نہ ہونے دیا جو کچھ آیا راہ فدا میں صرف فرمادیا۔

## تصنیفات

آپ کو تقسیم و تخریم برابر کا مکمل تھا۔ چنانچہ بے شمار منظوم و منثور کتب آپ کی علمی و باہست کا نثر ہونا ثبوت ہیں۔ جن میں سے تحفہ زماں منظوم، ایات علم میراث، الہام الصواب، اصول حافیۃ، شرح مفصل، رسالہ فی السماع والبیعة، رسالہ فی التصوف، دیوان عبیدیہ، رد الضالین، رسالہ تلایہ، عیوب النفس منظوم، رسالہ نحو، وصیت نامہ، نفیقہ بشرح توفیقہ، سیر دلبراں، رسالہ فی قبول الہدایا والنفوذ، سیر السما مشہور ہیں۔

علاوہ ازیں تین مساجد عظیم جامع مسجد جھنگ صدر (۱۲) جامع مسجد قدیر آباد ملتان - (۱۳) جامع مسجد خیر پور شریف مامیوالی — اور ایک عظیم دینی درس گاہ بمع خانقاہ معلیٰ اپنے فرزند ارشد حضرت مولانا مفتی اعظم صندائش محمد عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی راہِ اجرو ثواب بطور صدقہ جاریہ چھوڑ گئے۔

## وفات

نصف صدی سے نائیک محکم دس و تدریس کی معروف و معروف ترین زندگی گزار کر ۶ جمادی الاولیٰ بروز جمعہ ۱۳۸۶ کو بمر ۸۹ سال رحلت فرمائی۔ آپ کی تاریخ وفات حَیَّانَ التَّحْقِیْنِ فِی جَنَّتِی اور اِذَا اِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ عند الوفا آپ نے اپنے والد صالح اِیْشَیْخِ مَوْلَانَا مفتی محمد عبدالرحمن کو فرمایا کہ میں نے ہمیشہ مشکوک و شبہ مال سے اجتناب و احتراز کی کیا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے کفن و دفن میں میری کائی کا مال طیب صرف ہو۔ چنانچہ پائیس روپے میں نے اپنے مال ملال سے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ انہی سے سیری تجہیز و تکفین کرنا۔

۵ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

## شہادۂ عادلۃ

مجلس ندوۃ العلماء العام کے امین عام السید حضرت مولانا محمد عبدالحی الحسنی (جو کہ نامور محقق اور مورخ جلیل عالم نبیل السید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے والد محترم تھے) نے اپنی مشہور آفاق عربی کتاب ”نزهة الخواطر“ کی جڑ نامن میں چودھویں صدی کے علماء ہند کا جو تذکرہ فرمایا ہے اس کے صفحہ ۲۱۰ پر حضرت مولانا علامہ الفہام سائیکس محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ ملانی کا تذکرہ شاندار تعارف کے ساتھ مندرجہ ذیل عبارت میں فرمایا جو کہ من و عن درج کی جاتی ہے۔

## ایشخ عبید اللہ الملانی

الشیخ الصالح عبید اللہ بن قدرة اللہ الحنفی الملانی احد مشائخ

الچشتیہ ولد ونشأ بملتان وقرأ العلم علی والدہ ثم اخذ عن

المولوی گل محمد وقرأ علیہ سائر الکتب الدرسیتہ ودرس وافاد مده طویلہ بمہ نیتہ ملتان ثم اخذ



الطريقة عند الشيخ عندا بختش الخیر پور سے و توفی الشیخۃ بعدہ ۲۰۰۰ھ عند خلقت کثیر  
من العلماء والشاخر، وكان شیخاً جلیلاً مهاباً، رفیع القدر، کبیراً المنزلۃ عظیم المورع والعزیز  
لہ مصنفات عدیدۃ توفی یوم الجمعۃ لست خلون من جمادی الاولی سنۃ خمس وثلاث

(بکمال نزہۃ الخیر پور سے ۲۰۰۰ھ)

ماتہ والقت بیدینۃ ملتان —

## شیخ طریقت مفتی اعظم ہند محمد عبدالرحمن ملتانى ثم العربی

حضرت موصوف نے اپنے والد محترم کی اتباع میں نہ صرف اس دینی کام کو کا حقہ سنبھالا بلکہ مزید پیٹلایا۔ خصوصاً شعبہ  
افتد کو اس قدر ترقی دی کہ پورے ہندوستان کے علماء کرام نے آپ کے فتاویٰ پر بھرپور اعتماد کیا۔ اور اسی نسبت سے لفظ مفتی  
خاندان عبیدیر رحمانیہ کا مشہور لقب بن گیا اور اس کے ساتھ ہی خانقاہی نظام بھی حضرت کے حسن تدبیر اور روحانی تصرف سے  
بہم عروج کو پہنچا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی اور دنیاوی وہ سرفرازی عطا فرمائی کہ دلیان ریاست آپ کے حضور  
وامری کو باعث فخر و مباهات سمجھتے تھے، آپ کا حلقہ ارادت عظیم ہند کے دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔

چنانچہ آپ ۱۳۲۹ھ میں جب سفر سعادت حج کے لئے عازم ہوئے تو بمبئی کے مخلصین آپ کے دیدار کے لئے  
منعرب ہوئے۔ لہذا ان کے دُور اشتیاق کے پیش نظر آپ نے بمبئی بندرگاہ سے بحری سفر کا آغاز فرمایا۔

بایں ہمہ یہ امور تدریسی خدمات میں مائل نہ ہو سکے۔ اور مدرسہ عبیدیر رحمانیہ (جو کہ بیرون بوہڑ گیٹ  
محکمہ قدیر آباد ملتان میں منتقل ہو چکا تھا) کے غریب الدیار طلباء کرام کے لئے اپنے گھر اندرون  
بوہڑ گیٹ سے طعام سربر خود اٹھا کر لاتے اور تقسیم فرماتے۔ تمام کتب متداولہ کی تعلیم خود دیتے۔ چنانچہ بے شمار فاضل  
علماء کرام نے آپ سے کسب فیض اور اکتساب علم کیا۔

## تدریسی مصروفیات

حضرت کے تلامذہ | بے شمار علماء کرام کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ چند مشہور حضرات یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت مولانا فیض محمد شاہ جمالی ڈیرہ غازیخان جو کہ آپ کے خلیفہ بھی ہیں۔ حضرت مولانا محمد  
اکرم صاحب داصو استاد جھنگ۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب صدر مدرس خیر المدارس (جنہیں حضرت مولانا خیر محمد  
صاحب باندرہری نور اللہ مرقدہ بانی خیر المدارس نے امام النجوا کا لقب دیا تھا) نے حضرت سے کافیہ اور شرح جامی پڑھی،  
اس کا ذکر حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے تہذیبِ نعت کے طور پر فاضل مؤلف کتاب مولانا قاضی محمد عبدالقوی  
صاحب سے خود فرمایا۔ ۲۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کوٹ طاہر شریف ضلع شیخوپورہ۔ ۳۔ مولانا عبدالحق صاحب سیٹ پوری  
۶۔ حضرت پیر مسو شاہ صاحب شہر سلطان مظفر گڑھ۔ علاوہ ازیں مشہور صوفی اور سرکاری شاعر حضرت خواجہ غلام



صاحب کوٹ مٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے فلسفہ اور منطق کی کتب پڑھیں۔

**تصنیفات** وہابیہ ۱۰۰۰  
ایضاً ۱۹۹  
۱۳۳۳ یہ رسالہ کا تاریخی نام ہے جس کے کل عدد ۳۰۱ جلدیں ہیں اور یہی سترہ

اپنے لائق اور جوان سال فرزند حضرت مولانا محمد عبدالمکیم صاحب شہید کی وفات پر بذاتے ایصالِ ثواب تصنیف فرمایا۔ ان کے ایصالِ ثواب کے لئے متعدد کمپنیاں بھی کھدوائے۔

(۴) وصیتہ رحمانیہ - علاوہ ازیں متعدد رساں مختلف تصنیف فرمائے۔

**وفات** ۱۳۲۹ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے واپسی پر ہندو مقدس سے دغائی تہا ز پر سوار ہوئے جب جہاز دو دن کا سفر کر چکا تھا تو بروز جمعہ ۲۴ محرم ۱۳۲۹ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کی کرامت کا ظہور ہوا کہ جہاز کے کپتان نے آپ کو سمندر سپرد کرنے کی بجائے جہاز رخ واپس ہندو مقدس کی طرف موڑ دیا اور دو دن کے بعد بروز جمعۃ المبارک ہندو مقدس کے شہر مقدس قبرستان جنت الرزق میں آپ کے جسدِ خاکی کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

پہنچی وہیں پر خاک جہاں کا خمیر تھا۔

**زہد و قناعت** آپ کی اس غیر معمولی تدفین کی وجہ سے اس قبرستان کا نام شیخ عبدالرحمن ہندی مشہور ہو گیا۔ پوری زندگی سادگی میں گزاری اور دنیاوی مشاغل میں اختصار کا سبق دیا چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

۵ کارِ ذنب کے تمام ذکر و تذکرہ گیریہ مختصر گیریہ چنانچہ اسے کرامت ہی سمجھئے کہ آپ کی تاریخ وفات بھی مختصر نکلی۔ نیز آپ کی تاریخ وفات ۱۳۳۱ھ بھی ہے جو کہ آپ کی دینی جہدِ مسلسل پر دل ہے۔ آپ کی وفات پر آپ کے بالین فرزند ارشد حضرت مفتی محمد عبدالمکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ متاثر ہوئے مگر مدۂ عمر کو حروفِ ابجد کے اعتبار سے لفظِ کامل سے بیان فرمایا۔ جو کہ آپ کی زندگی کے کمال اور آپ کے اوصافِ کاملہ پر دل ہے۔ نیز اپنے والد محترم کی وفات پر عربی اشعار تصنیف فرمائے جن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

کامل الحلم وجامع الخیرات  
آخرا حج شہزاد فمات  
لیلۃ الجمعة ھمنا قدبات  
لافتصار احب فی الحالات  
من کرامات صاحب الحسنة

حضرة القبلہ دام فی الجنات  
بجمل کان معمرہ کامل  
فی المحرم بسابع عشرین  
ھکذا قلت مختصر فی ارخہ  
انتقالہ ودفنہ قد کان

لہ اشاعۃ الی قبرہ



آپ کا تذکرہ نزہۃ الخواطر میں درج ذیل عبارت کے ساتھ موجود ہے۔ الشیخ عبد الرحمن ملتانی  
 الشیخ الفاضل عبد الرحمن بن عبید اللہ بن قلدرة اللہ الحبشی الملتانی أحد العلماء المبرزين  
 في الفقه والاصول اخذ عن والده وعن غيره من العلماء ثم اخذ الطريقة عن ابيه  
 ولا زمه ملائمة طويبة ودرس وافتاد وكان على قدم ابيه في العلم والعمل  
 (بحوالہ نزہۃ الخواطر - جز ثامن ص ۲۳۳)

نیز گلشن ابرار کتاب میں حضرت صاحبزادہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا ہے  
 حضرت الشیخ مفتی محمد عبدالرحمن صاحب ملتانی ثم العزلی  
 حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعظیم صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے فرزند جلیل مولانا مفتی محمد عبدالعظیم رحمۃ اللہ علیہ ممکن ہوئے۔ آپ نے فنون کی تمام کتب متداولہ اور فقہ و حدیث اپنے  
 آبائی مدرسہ کے تعلیمی ماحول میں رہ کر اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ درس و تدریس کے اعتبار سے بھی آپ کی شخصیت نابغہ  
 روزگار تھی۔ کہ فلسفہ و منطق کی اکثر کتب آپ کو از بڑیا دتھیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ کسی طالب علم نے کسی درجہ سے عبارت  
 ترک کی تو آپ نے عبارت متروکہ کو حفظ پڑھ کر پوری عبارت کو مبرور فرمادیا۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت ہے چند ایک کا ذکر بالا اختصار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت کے  
 آپ کے تلامذہ | آبائی حالات سے آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ فائدان غیرہ رحمانیہ نے فروعی اختلافات سے  
 بالاتر ہو کر دین کی خدمت کی جس کی وجہ سے ہر کتاب و فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اُمت نے آپ سے اکتساب فیض  
 کیا اور دیوبندی، بریلوی وغیرہ مقلد علماء کو اہم کی کثیر تعداد آپ کے تلامذہ میں شامل ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم باعمل حضرت  
 مولانا عبدالنواب صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے بھی ہیں) جنہوں نے  
 آپ سے شرح بامی وغیرہ پڑھی۔

استاذ السلاطین حضرت مولانا خیر محمد صاحب کھل حمزہ والے جو آخر عمر مقیم مکہ مکرمہ ہوئے اور مدرسہ حرم محترم رہے  
 رحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ (سبحانی آباد) مولانا کبیب اللہ گمانوی اور مشہور بریلوی عالم دین  
 مولانا برخوردار صاحب ملتانی رحمہم اللہ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خلفاء صاحبین | آپ کے خلفاء کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جن میں پیر فضل شاہ صاحب قریشی قصبہ پیر عبدالرحمن  
 جھنگ، مولانا محمد منظور صاحب واموی جھنگ، حضرت محمد سعید صاحب۔ باریں سرگودھا۔ پیر نعمت اللہ شاہ صاحب  
 مخدوم رخیہ ملتان اور بنید وقت سید السادات حضرت پیر مبارک شاہ صاحب بغدادی رحمۃ اللہ علیہم عبدالکیم ملتان بھی  
 شامل ہیں۔



**مرکز ملت** اپنے آباء کی روایتِ صالحہ کے مطابق آپ بھی اُمت میں اتحاد کے نزدیک رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مکتب کے علماء کرام آپ کا احترام فرماتے۔ ملتان شریف میں ایک دفعہ مذہبی انتشار پیدا ہوا۔ تو حضرت ہی کی ذہنی گرامی تھی جو مدت اُمت کا نشان بن کر ابھری اور تمام علماء ملتان کے شدید تقاضہ پر آپ نے عام خاص باغ میں نماز عید پڑھائی اور ہر مکتب شکر کے لوگوں نے آپ کی اقتدار میں نماز عید ادا کی۔

**حضرت مدنی کی تقریر کی صدارت** مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کی باغ حضرت مدنی نے دیکھی تھی۔ دو دفعہ آپ نے صدارت فرمائی۔ اور ایسے ہی مولانا خیر محمد صاحب بالاندھری کی تقریر کی بھی آپ نے صدارت سنبھالی۔

**اہم واقعہ** علاقہ شجاع آباد کا ایک شخص حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب فتویٰ دریافت کرنے گیا تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمایا: میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی ملتان میں حضرت مفتی محمد عبد الحلیم صاحب موجود تھے۔ ان سے دریافت کر لیتے۔

**امیر شریعت** حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بنہاری رحمۃ اللہ علیہ عید اور جمعہ اکثر و بیشتر آپ ہی کی مسجد قدیر آباد میں آکر اُدا فرمایا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ آپ کی اور آپ کے آباء کرام کی امتداد پسندی کا نتیجہ تھا۔ اس کے باوجود راجہ حق سے انحراف کر نوالے کو آپ نے کبھی معاف نہیں فرمایا، چنانچہ ایک مشہور غالی مقرر پر اس کے غلو کی وجہ سے آپ نے کھڑے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

**اعلاء کلمۃ الحق** میراث کے بارے میں جب انگریزوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہیں کون سا قانون چاہیے قرآنی یا انگریزی؟ تو حضرت کی قیادت میں قرآنی قانون پر مسلمانوں کو آمادہ کرنے کے لئے علماء کرام کے ایک وفد میں بھرپور جدوجہد سنبھالی جس میں شیخ ابی سعد حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی اور مولانا سید غلام حسین مظفر گڑھی بھی شامل تھے۔

**اہل ملتان کی آپ سے عقیدت** اہل ملتان کو آپ سے دلہانہ عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ وضو فرما رہے تھے تو مخدوم فرید حسین صاحب (مخدوم سجاد حسین شریعتی صاحب کے والد) نے فریاد عقیدت میں مستعمل پانی کا پلو بھر کر منہ اور بدن پر مل لیا۔ آپ کی جب وفات ہوئی تو مخدوم صد الدین شاہ صاحب (مخدوم شوکت حسین گیلانی مرحوم کے دادا) نے در بدر سے ایچ میں کہا کہ مغفرت کا ایک ہی سہارا تھا کہ ہم مرے تو حضرت مفتی صاحب ہمارا جنازہ پڑھائیں گے۔ لیکن آج اس سہارے سے بھی محروم ہو گئے۔

**تصنیفات** آپ نے مختلف رسائل تصنیف فرمائے جن میں سالہا سال علم میراث، رسالۃ المناقب العالیہ، المعصرت العاد یہ وغیرہ مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں تاریخی قطعات اور اشعار بھی آپ کے بے شمار ہیں اپنی تاریخ ولادت کے بارے میں آپ فرماتے تھے۔ سن تولد فقیر۔ چہ مستحق کرامت ۱۲۷۷ھ ہے۔







سعدت زیارتِ عربین شریفین | آپ نے قریباً پچودر حج اور بے شمار عمرہ ادا فرمائے ہیں اور زیارتِ عربین شریفین کی نعمت آپ کے رگِ اریشہ میں موجزن ہے

تربیتِ صالحہ | یہ آپ ہی کی تربیتِ صالحہ کا نتیجہ ہے کہ آپ کے ہر چہ صابراذگان فارغ التحصیل عالمِ دین حافظِ قرآن اور جودِ طبع کے مالک ہیں۔ اندرونِ خانہ بھی تمام مستورات، حافظات و سالکات پر حتیٰ کہ بچوں، نواسے اولاد و صغار تک بھی حفظِ قرآن کی دولت سے مالا مال ہیں۔

سائخہ رحلت | المصطفیٰ شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقدوس رحمہ اللہ نے زندگی بھر تبلیغی سلسلہ میں امداد فرمائے۔ چنانچہ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ کے تیسرے جمعہ جنتِ سے فراغت کے بعد اسی تبلیغی مہم کے تحت اسلام آباد کا سفر فرمایا اور ۲۶ ذوالقعدہ کو اپنے سعادت مند نواسے پروفیسر اقبال سعید صاحب کے ہمراہ کار میں عمان دہلی فرما گئے۔ انوار سے کچھ اگے مختصر تکلیف ہوئی اور ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۸۵ء کو انیس کو بمقام راوی میں آپ کا ایک دھماکا ہوا۔ بوقتِ وفات خود بھی سورۃ یس کی تلاوت فرمائی اور اپنے نواسے کو سورۃ یس کی تلاوت کے لئے فرما دیا۔ تدفین قرآن اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خاندانِ جمید یہ کاسر پرست اعلیٰ اور آسمانِ چشت کا نیر تاباں زندگی کے آخری ہمیشہ کے لئے مغرب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بروزِ خمیس ۱۵ بجے آپ کی نماز جنازہ باغِ لانگے خاں میں آپ کے جانشین اور فرزند اکبر حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقدوس صاحب نے پڑھائی۔ آپ کے چار صاحبزادے اور مولف موصوف سمیت دو پوتے عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے جس کی وجہ سے یہ حضرات شریک ہو سکے۔ مولف موصوف نے آپ کے لئے بطور ایصالِ ثواب کیا اور ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۸۵ء بروز خمیس شام کو مقبرہ شہداء میں آپ کو اپنے مکرّم حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب شہید کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ آپ کی تاریخِ ولادت ممتاز الیہ اور راقم الحروف نے آپ کی تاریخِ وفات کا مختار الحمید نکالی اور کان مدۃ العمر ہے۔ نیز راقم الحروف نے ایک شعر بھی تاریخِ وفات سے متعلق تصنیف کیا ہے۔

سہر اعدائے حضرتم چون بڑی یغفر اللہ لک عجب گفتی  
یغفر اللہ لک کے عدد ۱۳۸۵ بنتے ہیں اور اعداد کے پہلے حرف الف کا ایک عدد مذکورہ اعداد سے مہنہ کرنا  
وگا۔ بعد میں ۱۳۸۵ھ بچیں گے جو کہ حضرت کاسر پرست وصال ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مرقہ کو روضۃ من روضۃ الجنۃ بنائے۔

روح حضرت درجناں دل شاد باد

خاندانِ حضرتم، آباد باد







## وارث‌مندی رشد و هدایت

**وارث شمسہ رشد و ہدایت**  
پنچاچھریں سلسلہ میں ۵۰ مجرم الحرام شمسہ کو ایک مختصر مگر باوقار تقدیر کا وسیع ایک مختصر ہونی میں ہر  
علماء و صلحاء کے علاوہ ہزاروں مریدین و متوسلین نے انصافاً قدوسیہ نے شرکت کی۔ اس میں روح پروردگار اور وقت امیر  
ماحول میں سلاسل اربعہ کے مشائخ و صلحاء نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کی کلام پوشی فرمائی جس سے آپ دہم شریعت کے  
ساتھ ساتھ دہمائے طریقت کے منصب جلیل پر فائز ہوئے۔

—: ترجمہ: المؤلف : —

حضرت مفتی صاحب مظلہ العالی کے دو بیٹے بہادر نوجوان فرزند ارجمند ہیں۔

(۱) مؤلف کتاب مولانا قاضی محمد عبدالقوی صاحب (۲) بنابر سامعہ ازہ محمد عبدالغنی صاحب شکیل

مولانا قاضی محمد عبدالقوی صاحب شب جمعہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقدوس صاحب مجدد مولف موصوف نے تاریخی نام غلام قادر اور نور نور شید نکالے۔  
خاندانی، مذہبی اور علمی ماحول میں آنکھ کھولی اور اکثر دہشت گرد قبضہ فتنوں اپنے مدرسہ میں پڑھیں۔

بعد ازیں فنون کی کتب عالیہ عرصہ تین سال تک مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھیں اور ہر سال سماجی، شش ماہی اور سالانہ امتحانات میں تمام طلبہ سے زیادہ نمبر لے کر ————— مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے انعامات و اکرامات بلکہ سرفراز ہوئے ————— دورہ مدیث آغاز سال میں جامعہ خیر المدارس ملتان اور بعد میں بفرمان ————— مولانا مفتی محمود صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا۔ وفاق المدارس کے تحت امتحان لے کر نمایاں حیثیت حاصل کر کے پنجاب ہجر میں آئے اور انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے۔

قاضی کورس

فارغ التحصیل ہوتے ہی مولانا قاضی محمد عبد القدوس قاضی کورس کرنے فیصل آباد تشریف لے گئے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے قاضی کورس کے اعلان پر علمائے اہل سنت نے اسلامی نظام کے نفاذ کو آسان بنانے کے لئے متعدد جگہوں پر قضاۃ کرام کی عملی تجربہ گاہ اور تعلیم قضا کے شعبے کھول دیئے۔ چنانچہ فیصل آباد میں بھی اسی نوعیت کا کورس حکومت سعودیہ کے تعاون سے شروع ہوا۔ اور قاضی کورس کے لئے ۱۹۸۱ء میں ۵۰ مہ فضا کرام (جن میں مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل فضلاء و دکلاء اور پروفیسر حضرات بھی شامل تھے) میں سے انتخاب بعد از امتحان داخلہ عمل میں لایا گیا۔ اس مجلس ممتحنہ میں حضرت مولانا تاج محمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

مولانا جاح محمود کی مبصیرت | ابداز  
مؤلف موصوف، مولانا ابوالحسن قاسمی مرحوم، مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام



مناں کے بہادر مولانا آج نمودار صاحب کو بلنے گئے تو مولانا نے فرمایا کہ میں نے اس نوجوان کو پرکھ لیا ہے۔ یہ جو برکت الی معلوم ہوتا ہے چودہ برس بعد میں فرمائیے گی۔ ہم لوگ تو گورکنار ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ لوگوں سے امیدیں وابستہ ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پانچ ماہ فیصل آباد میں قضا کی ٹریننگ مکالمہ کی اس دوران میں امتحان ہوئے جس کے نتیجہ میں اکتیس فاضل ایسے منتخب ہوئے جنہیں معبد القضا مدینہ منورہ بمبئی کا انتظام کیا گیا، کیونکہ فیصل آباد کا یہ معبد القضا بھی حکومت کے تعاون سے قائم تھا۔ فاضل مؤلف علماء کرام میں دوری حیثیت حاصل کر کے منتخب ہوئے اور مدینہ منورہ میں تین ماہ کا کورس کیا، جہاں اردن، مصر وغیرہ اسلامی ممالک کے سکالرز کے چکر رز حضرات نے تعلیم دی اور آخر میں سند فراغ اور دستار بندی گورنر مدینہ اور چیف جسٹس ہائی کورٹ مدینہ منورہ (جو کہ حرم نبوی کے امام بھی تھے) کے ہاتھوں ہوئی۔

**امیر شریعت** | ستید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک رفو سید السادات ستید مبارک شاہ صاحب بغدادی کی بیمار پرسی کے لئے جامعہ عبیدہ رحمانیہ شریف لائے تو مولانا محمد عبدالقوی صاحب (جو اس وقت بالکل چھوٹے تھے) بھی موجود تھے۔ حضرت شاہ صاحب کافی دیر تک مولانا محمد عبدالقوی صاحب کو دیکھتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ اس بچہ کی آنکھ مجھے ایک مدبر و فقیہ کی آنکھ محسوس ہو رہی ہے۔ خدا اس کی عمر دراز فرمائے۔ اور دینی علمی خدمات کے لئے اسے منتخب فرمائے۔ آمین!

**علمی استعدادات** | مؤلف موصوف مذکورہ دینی استعدادات کے ساتھ ساتھ فاضل فارسی بی اے بھی کیا۔ اور قدرتی طور پر ذہن رسا اور ہودت طبع کے مالک ہیں اور بزرگوں کے اس سبیل اسلم وارشد کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت میں مکمل اتحاد و اتفاق ہو اور باہمی فروغی نزاعات کا اختتام ہو اور علمی طور پر اس عظیم اتحاد کے لئے کوشش ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک خالص مذہبی جماعت بنانے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے آمین۔

**مؤلف کی اضافی دینی مصروفیات** | مولانا قاضی محمد عبدالقوی صاحب تدریس کتب اور تصنیف و تالیف کے علاوہ اضافی دینی و مذہبی مصروفیات بھی رکھتے ہیں۔

۱۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجلس علمائے پاکستان اجو کہ پاکستان اور دیگر ممالک کے معروف علماء کرام کی ایک عالمی شہرت رکھنے والی عظیم مذہبی اسلامی جماعت ہے اگے موبائی سیکرٹری کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ اور اسی جماعت کے نمائندہ وفد میں شمولیت کرتے ہوئے مؤلف موصوف نے متعدد بیرونی ممالک کے اسفار کئے جس میں عراق، اردن، کویت، مصر، سعودی اور امارات میں منعقد ہونیوالی بین الاقوامی اسلامی کانفرنسوں میں شمولیت فرمائی۔ اور اسلامی یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور کتب خانوں سے استفادہ کیا۔

۲۔ اسلامی ممالک کے علماء و سکالرز حضرات سے علمی مباحث کے سلسلہ میں مفید ملاقاتیں اور افادہ و استفادہ کی غرض سے بوقتاً بوقتاً ان کی مجالس میں شمولیت۔ یہ موصوف کا دلچسپ شغل ہے۔

۳۔ اسی مشن کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مؤلف موصوف نے عالمی سطح پر تحفظ ختم نبوت کے تحت



مصدقہ ہونے والی ختم نبوت کاغز نس بندی میں شمولیت فرمائی اور بڑائی کے متعدد ورثہ شہر وال میں اسلامی احکامات سے متعلق  
 لکھا جو کہ بعد ازاں مولف موصوف کی علمی استعداد کو اجاگر کرنے کے لئے ایک مضامین ذریعہ ثابت ہوئے جسکی وجہ سے وہ  
 مدار کرم کے حلقہ میں مولف کا تعارف ایک مذہبی محقق کی حیثیت سے بھی ہوا۔

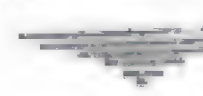
**ذرائع ابلاغ میں دینی خدمات** | آج کے اس مشین دور میں انسان نے اپنے کھوئے نظموں کو کام کرنے کے  
 جہاں تصانیف کتب، اجرا، رسائل و اخبارات اس قدر ایا جہ وہاں دین  
 ٹیلی ویژن کا اپنا ایک خاص مقام ہے۔ چنانچہ مدار کرم نے ان ہر دو قومی ذریعہ ابلاغ میں دینی تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے  
 بھر پور حصہ لیا مولف مولف اس سلسلہ میں بھی پیش پیش ہیں اور ریڈیو پاکستان ملتان میں مؤثر طور پر تفسیر قرآن پاک  
 درس حدیث اور دیگر مذہبی تقاریر کے مقدس عنوانات پر سرائیکی اردو ہندی و کراموں میں تبلیغ دین کی خدمات سر انجام دے  
 ہیں۔ چنانچہ قاضی محترم کی بلند تقاریر، اہل نظر اور صاحب ذوق حضرات سے بھر پور انداز میں وہ تحسین حاصل کر رہے ہیں  
 جو کہ ایک اچھا شگون ہے۔ اہم زدن

**پی ایچ ڈی میں داخلہ** | مولف موصوف اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں ایم اے کے شعبہ میں داخل ہوئے  
 کے تحت المسائل النبی التفت علیہا الامۃ الاولیاء کے موضوع پر ایک  
 انٹرمیڈیٹ لکھ رہے ہیں جس میں ائمہ اربعہ کے متفق علیہ مسائل پر مشتمل ایک جدید انداز میں علمی اور ادبی مواد کا استحصا ہوگا  
 جو کہ علماء و فضلاء کے لئے یقیناً ایک نوکھی اور نادر الوقوع جدید تحقیق ثابت ہوگی۔ جس پر مولف موصوف علوم ہدیہ  
 کی معرفت منہجی ڈگری پی ایچ ڈی کے قابل ہو جائیں گے۔  
 آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف مولفنا قاضی محمد عبدالقوی کے علم و عمل میں مزید ترقی اور برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جسد جہاں آیین باد،  
 بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے کہ مولانا محمد عبدالقوی صاحب کی سات سالہ بچی جی حافظہ قرآن پاک ہے۔ وہ اپنے استاد  
 مولانا محمد عبدالقوی صاحب کو بزرگوں کی تمناؤں کا مصداق اور دعاؤں کا ثمر بنائے۔ فاضل مولف کے ہر علمی مزہ کچھ بٹے  
 کی بجائے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں کہ ہر قاری، مولانا صاحب کی ذہانت اور لکھتے رہی کا اندازہ زیر نظر علمی و ادبیوں سے بخوبی  
 لگا سکتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نامہ ان صبیہ دہانہ کو مزید دینی خدمات کا حوصلہ اور توفیق بخشے۔ آمین۔  
 واخبر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

خادم العلوم مدار العلوم علیہ رحمۃ اللہ  
 یوم الثلاثاء ۵ جمادی الآخری ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء

راؤ مولانا ابو معاویہ محمد سعید ضیاء





# کَلِمَةٌ مِنْ أَمَلٍ

— الحمد لله الذي خلق الانسان من ماء ثمان وشر فيه على كل مخلوق وحيوان والحمد للخلق والبيان لاظهار ما في الفؤاد والجنان وجعل دار الدنيا مقاما للابتلاء والامتحان لكل مكلف من الانس والجان وصير الفوز فيه سببا للوصول الى نعيم الجنان ومرفاة للاوتفاء الى العز والغفران والصلاة والسلام على رسول الله صاحب الجود وعظيم الاحسان الذي اتانا بالمعجزات الباهرة والفرقان هو اشرف الخلق ممن يكون وممن كان وها هو لجميع الانس والجان ورحيم للعالمين في كل حين وان وشفيع للمذنبين يوم لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن والسلام على انما واجه الطاهرات هن الثقات لاهل الاسلام والايمان وعلى اله واصحابه الطاهرين الذين هم معيار وبرهان للصداقة والايقان وعلى الائمة الاربعة الهداة لا سيما الامام الاعظم النعمان ومن تبعهم باحسان من الفقهاء والفقهاء والعرفان ومن المحدثين ذوى الضبط والافتقار الى يوم الحشر والميزان —

**اما بعد** ، کافی عرصہ سے بندہ حقیر تقصیر کے دل میں اس بات کا اشتیاق تھا کہ طلباء دورہ مدینہ کیلئے ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جو صحاح ستہ کی امتحانی مضامین کے حل کے لئے ایک جامع کلید ثابت ہو۔ نیز طلبہ کرام ذہنی تشنگی کا شکار ہوئے بغیر شہادۃ العالمیہ کے امتحان میں اچھے سے اچھے نمبر حاصل کر سکیں مگر اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے پیش نظر ایک زمانہ تک تو اس کا خیال دامن اشتیاق سے متجاوز نہ ہو سکا۔ نیز بندہ ناچیز کئی سال تک علمی و تدریسی میدان میں ماندن ملک اور بیرون ملک مصروف عمل جس کے دوران کئی بار یہ جذبہ غل ذہن میں چنگاری کی طرح چمکا تو بھی گرج بکھ گیا لیکن کل اُمور بوقتہ دھین — احباب کے تقاضے اور تلامذہ کے اصرار کے پیش نظر آج سے ایک سال قبل تجرباتی حیثیت سے "الخیر" جریدہ میں اشتہار دیا گیا جس کے بعد طلباء نے مسلسل بالشافہ اور بالمراسلہ رابطہ قائم رکھا اور شدید تقاضا کیا۔ اس کے باوجود بھی ایک عرصہ تک میں توقف و تردد کا شکار رہا۔ کیونکہ اپنی علمی کم بائی کا احساس دامن گیر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حسیم و کریم ذات کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو ضیوف الرحمن دینی تلامذہ و احباب کے تقاضے کبھی پورے نہ ہوتے اور نہ ہی میرے جذبہ صادق کو اس باب تکسین مہیا ہوتے۔ میں نے اپنی تالیف کو انتہائی عجلت سے ترتیب دیا ہے۔ نیز ذہن و قلب کی اسودگی



بھی مجھے نصیب نہ تھی اور نہ فکر و نظر بھی پریشان تھے۔

۵ خاطر مسلسل است پریشان چوڑا لعل یار

میںم مکن کہ در شب ہجران نوشتہ ایم

نتیجہ یہ کہ اپنی کم استطاعتی اور بے بضاعتی کی بناء پر خطا و سہو کا احتمال ہی نہیں بلکہ وقوع کا معترف ہوں بالخصوص اردو ادب کے اعتبار سے۔ ۷

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

غواص کو مطلب ہے گہر سے نہ صدف سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۚ ہمارے احباب کو ان اوراق میں اگر کوئی حسن و خوبی دکھائی دے تو اسے محض رب ارض و سماء کے لطف و احسان کا کرشمہ سمجھا جائے اور اگر کوئی خامی، غلطی اور کوتاہی ہو تو اس کا ذمہ دار ہمارے نفس خطا کار کو متصور کیا جائے۔ کیونکہ قلم کے اس سفر میں ہمارے پاس جذبہ جنتاب اور خدمت اہل علم کے سوا اور کوئی زادِ راہ نہ تھا، صرف فضل خداوندی، ہمارا واحد سرمایہ تھا، جس کی رحمتوں سے ذہن کی گڑھیں کھلتی ہیں اور نہ فکر و نظر کے عقد سے حل ہوتے ہیں۔ قلم میں پرہیزگار کی جنبش پیدا ہوتی ہے اور در ماندہ انسانیت کو شرف قبول کی نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔

ذیل میں ہم اپنی اس تالیف کے بارے میں چند سطور بطور تعریف نہیں بطور تعارف لکھ رہے ہیں تاکہ قارئین کرام کو ہمارے جیب و گریباں کی درجہ جوتوں کا اندازہ ہو سکے۔ اور وہ جگر لخت لخت کا بھارتیہ لکھیں۔

(۱) اردو عبارت کو سادہ سہل، عام فہم اور سلیس بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے تاکہ مضامین میں شگفتگی بھی اور جامعیت بھی اُوار کی بے ساختگی بھی ہو اور الفاظ کا حسن بھی۔ تاکہ ہر نوع کی استعداد رکھنے والے طلباء و احباب مستفید ہو سکیں۔ نیز طلباء کے اسلوب تحریر میں نکھار پیدا ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔

۲۔ ہر مسئلہ کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے جن میں سے حصہ اول مفہام و اہمیت کے نام سے اور حصہ ثانی کشف المعضلات کے عنوان سے معنون ہے اور ہر دو حصوں میں پرچہ جات حد فاصل ہیں۔ حصہ اول میں تعاریف، اساتذہ اور درویش اساتذہ حدیث کو بالاستیعاب تحریر کیا گیا ہے اور حصہ ثانی میں ان بقیہ استعمانی مباحث کو لکھا گیا ہے جو عام طور پر اساتذہ حدیث اپنے درس میں بیان نہیں فرماتے جبکہ مستنین حضرات کی نظر میں وہ مباحث انتہائی ضروری ہیں اور ان کے بارے میں استہان میں پونچھا گیا ہے۔

(۳) اس تالیف کو سنن کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے، اور جملہ کتب احادیث کے صفحات کا اندراج مسئلہ الباب کے ہمراہ کر دیا گیا ہے تاکہ طلباء کو مراجعت میں آسانی رہے۔

(۴) دلائل، جوابات اور وجوہ ترجیح کے لئے میں استیعاب سے کام لیا گیا ہے

(۵) دلائل، جوابات اور وجوہ ترجیح کے شروع میں رد لفظی عنوان قائم کیا گیا ہے جس میں مابعد آنے والے مکمل جوہر کا خلاصہ ہوتا ہے



ناک طلباء کو یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

۶۱) انظر طحاویؒ کو استیعاباً اور قال ابون ذکوانؒ کہ انتخاباً مل کیا گیا ہے جس سے تالیف کی افادیت واضح ہے۔ نیز امتحان میں نمبروں کا اضافہ یقینی ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہماری یہ تالیف طلباء کو مسائل مبہوش میں تمام کتب و قرائیس سے بے نیاز کر دیگی اور امتحانی نکتہ پر سے بہترین معاون و مساعد ثابت ہوگی۔ الغرض میں نے یہ کوشش کی ہے کہ یہ کتابچہ اس قابل ہو جائے کہ یہ ذکی اور فہیم فضلا کے لئے بھی مفید ہو اور متوسط و غبی طلباء کے لئے بھی۔ اور اسے نہ ہی اہل نظر، نظر انداز کر سکیں اور نہ ہی قاضائے پس انداز۔

آخر میں ان احباب کا سراپا سپاس ہوں جنہوں نے میری ہر قدم پر رہنمائی فرمائی اور مجھے اپنی برابر و ناضلانہ آراء سے نوازا۔

مفتی، مدرسہ دینی مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری۔ استاذ محترم حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب دینی معلم مشفق مولانا محمد سعید صاحب ضیاء، برادر مخلص مولانا محمد انور صاحب کے ذوق علمی اور فکر فقہی کا ممنون احسان ہوں کہ جن کے مشورے و نصائح میری اس تالیف کے معنوی و باطنی حسن میں نگار کا باعث بنے۔ فی اللہ درہم و علی اللہ اجرہم

نیز ناظرین و طلباء سے ملتخص ہوں کہ اگر بندہ ناچیز کی کسی لغزش پر اطلاع پادیں تو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے اور میں ایسے حضرات کا تادم حیات دینی و ملی خیر خواہی پر شکر گزار رہوں گا۔ نیز احباب و ناظرین باصفائے مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ بندہ ناچیز کو اپنی دعوات و مسامحہ میں ضرور یاد رکھیں اور خصوصاً اس بات کی دعا کریں کہ مقام الغیب، قادر مطلق اور علیم و مہیر ذات اس علمی و ملی کاوش کو صدقہ جاریہ اور الباقیات الصالحات کی فہرست میں داخل فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے۔ و ما تو فیہی

اَللّٰہُ بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَالِیْہِ اَنِیْبُ -

ازادہ ہوی و افق المقصد  
علی السید المصطفیٰ احمد  
آشنائے عمر

و مالی فیہ سوی انی  
و ارجو الخواب بکث الصلوۃ

محمد عبد القوی شہزادہ

معلم دارالعلوم عبیدہ رحمانیہ قدیر آباد ملتان  
۶، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۷، فروری ۱۹۸۵ء  
بروز بدھ بوقت دوپہر ۲ بجے دن

اشاعت : ۲۲ فریں - بار





- ۱۔ پرچہ حل کرنے سے پہلے ایک بار اس پر ضرور نظر ڈالنے تاکہ پرچہ صحیح حل ہو سکے۔
- ۲۔ مشکل سوالات عام طور پر بہت زیادہ وقت لیتے ہیں جبکہ آسان سوالات مقبوضہ وقت لیتے ہیں۔ اس لئے آسان سوالات پہلے حل کرنے چاہئیں اور مشکل سوالات بعد میں۔
- ۳۔ کتابی عبارات یا سوال کے مضمون کو کبھی جوابی کاپی پر لکھنے کی کوشش نہ کریں۔
- ۴۔ ہر سوال کا نمبر اور اس کے اجزاء کو صحیح اور واضح طور پر لکھئے، مثلاً سوال نمبر ۱۱: (ب) (ز)
- ۵۔ پرچہ وقت مقرر سے دس پندرہ منٹ پہلے ختم کر لیجئے تاکہ اس پر آپ بہ آسانی نظر ثانی کر سکیں۔
- ۶۔ پرچہ حل کرنے کے لئے زیادہ بار ایک نب استعمال نہ کریں اور نہ ہی خوش فطی پر اپنا وقت ضائع کریں بلکہ صاف اور واضح جواب دیں۔
- ۷۔ پرچہ کی دونوں جانب مناسب حاشیہ چھوڑ بنے تاکہ نمبر درج کرنے میں ممتنع کو وقت محسوس نہ ہو۔
- ۸۔ جوابات کی کاپی اپنے نگران کے حوالے کرنے سے پہلے اس بات کا بخوبی اندازہ لگالیجئے کہ ردال نمبر مقررہ جگہ پر لکھ دیا گیا ہے یا نہیں۔
- ۹۔ کاپی کے آخری صفحہ پر خاص خاص باتیں تحریر کریں اور مستودہ اور رت کے ذریعہ میں محفوظ کر لیں۔ اوپر مستودہ (یعنی رت) علی قائم کر کے بعد میں کانٹے کاٹ لیں (X) اوپر سے نیچے تک کھینچ دیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔
- ۱۰۔ ہر پرچہ میں تین سوال مستقل کچھ اجزاء ہوں گے جن میں سے تین اجزاء کا حل ضروری ہے۔ یعنی ہر سوال کا ایک حصہ حل کرنا ہوگا۔

مرتبہ ہذا:

مولانا محمد عبدالغنی شکیل

فاضل شہادۃ العالیہ — پاکستان

فاضل عربی، فاضل فارسی الیغی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# حالات مُصَنِّفِينَ صَحَاحِ

تسعة



الرقم ١١٠٠-٣-١١

مَكْتَبَةُ دَارِ الْجَلَفِ

مَجِبَرِيَّة، قَدِير آباد، مُلْكَان، بَلُكَّان



# فهرست

- ۱- ترجمه الامام البخاری ..... ۲۴
- صیغ بخاری ..... ۳۳
- ۲- ترجمه الامام مسلم ..... ۳۱
- صیغ مسلم ..... ۳۳
- ۳- ترجمه امام مالک ..... ۴۸
- ۴- ترجمه الامام محمد ..... ۵۲
- ۵- ترجمه الامام الترمذی ..... ۶۰
- ۶- ترجمه الامام ابی ذر ..... ۶۶
- ۷- ترجمه الامام النسائی ..... ۷۳
- ۸- ترجمه الامام ابن ماجه ..... ۸۱
- ۹- ترجمه الامام الطحاوی ..... ۸۵

# ۱۔ ترجمۃ الامام البخاری

۱۔ نام :- محمد اذ کنیت :- ابو عبد اللہ۔ نسب :- محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ۔  
 ۲۔ نسبت :- آپکی دو نسبتیں معروف ہیں۔ ۱۔ بنی ساری (بوجہ ولادت) ۲۔ جعفی (چونکہ آپکے جد امجد سیدنا  
 مغیرہ، بنجارا کے گورنر جناب یحییٰ جعفی کے دستِ حق پرست پر ایمان لائے تو اس نسبت ولایتی کے سبب  
 آپ کا خاندان جعفی کہلایا۔

۳۔ لقب :- مُتَّقِیْنِ اُمّت اور فقہائِ اُمّت نے مندرجہ ذیل تعریفی کلمات سے امام مؤمنوں کی تحسین فرمائی ہے  
 ۱۔ امیر المؤمنین فی الحدیث۔ ۲۔ نابصر الاحادیث النبویہ۔ ۳۔ ناشر النواہیث المجدیہ۔  
 ۴۔ ولادت :- امام بخاریؒ بروز جمعہ ۱۲ شوال المکرم ۱۹۴ھ بمطابق ۱۹ جولائی ۸۰۹ء بغداد  
 نماز جمعہ بمقام بنجارا پیدا ہوئے۔

۵۔ وفات :- امام بخاریؒ نے لہر ہائے سال یکم شوال المکرم ۲۵۶ھ بمطابق ۳۱ اگست ۸۷۰ء  
 عید الفطر کی رات بعد از نماز عشاء بمقام خرنگ وصال فرمایا۔ کسی محدث جلیل نے تاریخ ولادت، وفات  
 اور مدت عمر کو ایک شعر میں نظم فرمایا ہے ۵

مِیْلَادُهُ صَدَقَ وَمُدَّتْ عُمْرُهُ  
 فِيهَا جَمِیْلٌ وَالْقَضَىٰ فِي نَوَىٰ

عید الفطر کے دن بعد از نماز ظہر آپکی تدفین ہوئی۔ علامہ غالب بن جبرائیل حالاتِ دفن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
 وَوُضِعَتْ فِي حُفْرَتِهِ فَسَاحَ وَثْتُ ابْنِ ثَمَرٍ رَأَىٰ بَحْثَهُ طَیْبَةً كَأَنَّكَ

کہ امام بخاریؒ کی قبر مبارک سے کستوری جیسی خوشبو ہم شرکاءِ دفن نے محسوس کی اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ  
 مادرِ اُمّ النعم بنجارا تاشقند اور سمرقند کے باسی عرصہ دراز تک شادی بیاہ اور دوسری دربارِ تقریبات میں خوشبوا اور  
 مہک کیلئے امام بخاریؒ کی مرقہ مبارک سے مٹی لے جایا کرتے تھے۔ بالآخر تقدیر و حفاظت کے پیش نظر مزارِ  
 پر انوار کے ارد گرد لکڑی کی چار دیواری بنادی گئی جو آج مقبرہ کی معوت اختیار کر چکی ہے۔

۶۔ اسماء و شیوخ :- امام بخاریؒ نے علومِ متداولہ اور علمِ حدیث کے حصول و سماج کے لئے ۲۰۵  
 ۲۱۵ھ تک کئی غیر ملکی اُسفار فرمائے جن میں مصر و شام و دومرتبہ بصرہ چار مرتبہ، حرین شریفین ایک مرتبہ  
 اور بغداد و عراق میں لاتعداد مرتبہ جانا ہوا جس کے سبب آپکے اساتذہ کی تعداد گیارہ سو سے زائد بتائی جاتی ہے چند  
 مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں :



۱۔ امام احمد بن حنبلؒ ۲۔ امام ابی بن مہین حنفیؒ ۳۔ امام علی بن مدینیؒ ۴۔ امام اسحاق بن راہویہؒ ۵۔ علامہ سبکی بن سبکی  
نیشاپوریؒ ۶۔ علامہ مکی بن ابراہیم ہنبلؒ ۷۔ علامہ محمد بن عیسیٰ بغدادیؒ ۸۔ علامہ عبد اللہ بن رجب البصریؒ  
۹۔ علامہ فخر الدین بن سبکیؒ ۱۰۔ علامہ قتیبہ بن سعیدؒ

۷۔ اسمائے ثلاثہ :- امام بخاریؒ نے ان گنت علماء و لاتعداد محدثین نے مسیح بخاری کا سماع فرمایا، اواخر  
معاصرین اور اکابرین فقہاء و محدثین آپ کے درس میں شامل ہے جسکی تعداد ۹۰ ہزار تک جا پہنچتی ہے  
چند صاحب تصنیف مشہور علماء و فن درج ذیل ہیں :-

۱۔ امام مسلم بن حجاج صاحب صحیح ۲۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ ۳۔ علامہ ابو زرعہ رازیؒ ۴۔ امام ابو عبد اللہ  
نسائیؒ ۵۔ علامہ ابو حاتم رازیؒ ۶۔ علامہ ابن خزمہؒ ۷۔ علامہ ابو القاسم بغویؒ نیز رائج الوقت مسیح بخاری  
کے نسخوں کے ناقلین حضرات جسکی تعداد بارہ ہے

۸۔ حلیہ :- علامہ خطیب بغدادی کے بقول امام بخاریؒ موزوں درمیان قد و قامت کے حامل تھے۔ جسم بہت  
زیادہ دبلا پتلا تھا۔ طباً بمقابلہ پسند اور انتہائی سادہ، دائرہ مبارک گنجان تھی، چہرہ انور کو دیکھتے ہی انسانی نگاہ  
عقیدت و محبت سے جھک جاتی تھی۔ سخاوت خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔ ایک روایت کے مطابق امام  
بخاری پیدائشی نابینا تھے جو جہوں کے ہاں درست نہیں

۹۔ مسک :- دیگر ائمہ حدیث کی طرح امام بخاریؒ کے بارے میں بھی علماء سلف و خلف نے دو طرح کے  
آراء قائم کی ہیں : ۱۔ مقلد :- علماء شوافعؒ نے امام الحدیث جناب بخاریؒ کو شافعی قرار دیکر طبقات شافعیہ میں پکا  
شمار کیا ہے اور استدلال مسائل مشہورہ میں ذہنی ہم آہنگی سے فرمایا ہے نیز امام بخاریؒ کے بعض اساتذہ بھی شافعی  
المسک ہیں جبکہ بعض حنفی فقہاء و محدثین امام موصوف کو حنفی فقیہ و محدث قرار دیا ہے۔ اور دلیل میں ان اصولی اجزائی  
مسائل و فتاویٰ کو پیش فرمایا ہے جن میں فقہاء حنفی اور امام بخاریؒ نے ایک رائے قائم فرمائی ہے اور ایسے فتاویٰ کی  
تعداد اختلافی مسائل کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ نیز وہ اساتذہ بھی تعداد میں یقیناً زیادہ ہیں جنہوں نے سراج الانام  
الضعیفہ سے کسب فیض کیا ہے اور راہ اعتدال مسک احق مسک کو اختیار فرما کر امام بخاریؒ کی تعلیم تربیت فرمائی۔

۲۔ مجتہد :- جہوں علماء کی تحقیق میں امام بخاریؒ مجتہد ہیں اور دوسرے ائمہ فقہ و حدیث کی طرح مسائل مستنبط  
میں فقہانہ اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ جیسا کہ مسیح بخاری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ علمی و عملی کمالات :- امام بخاریؒ کی باسٹھ سالہ تاریخ حیات پر نظر ڈالنے سے ایک بات جو ہر ذی شعور عالم و

کی حفاظت اور محبوب کریم حضور انورؐ کے اقوال و افعال کے تحفظ نیز اس کے جمع و تدوین کے لئے امام بخاریؒ کے

لئے یہ علمائے کرام کے لئے مؤلف موصوف کی تالیف کا مطالبہ فرمائیں۔





۳۔ امام بخاریؒ کے عام اسفار میں سے ایک اہم سفر ۲۵ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور کی جانب ہوا جہاں عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی اُس وقت دارالعلوم نیشاپور کے نام سے وہاں موجود تھی۔

مؤرخین و اہل سیر نے امام بخاریؒ کی ذہانت و فطانت کے بیشمار واقعات

### iii۔ ذہانت و حفظ

زیب قرطاس کئے ہیں جن میں سے چند ایک حیرت انگیز کرامت نما واقعات درج ذیل ہیں۔ آ۔ ایک روز بخارا کے مشہور محدث امام بخاریؒ سے استاد علامہ داخلؒ نے دورانِ درس ایک حدیث کی سند یوں بیان کی: حدثنا سفیان عن ابی الزہیر عن ابی ہاشم۔ امام بخاریؒ فوراً چونکے اور فرمایا: انت ابا الزہیر لم یرو عن ابی ہاشم کہ ابوزہیر کا سماع ابراہیم سے نہیں، اُستاذ قدر سے ناراض ہوئے لیکن اپنے مسودہ میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا اشکال درست ہے ہم سبق ساتھیوں نے صحیح سند دریافت کی تو امام بخاریؒ نے فرمایا: حدثنا سفیان عن زبیر ابن عدی عن ابی ہاشم گویا جناب اُستاذ کو علامہ ابوالزہیر اور حضرت زبیر ابن عدی کے ناموں میں التباس پیدا ہوا۔ اُستاذ اور ہم عصر فقہاؤں محدثین نے امام بخاریؒ کی تحسین فرماتے ہوئے آپ کے قول کی تصدیق کر دی۔ ب۔ امام بخاریؒ کے معاصرین میں اس بات نے بہت ہی شہرت اختیار کر لی تھی کہ امام بخاریؒ جس کتاب پر ایک مرتبہ نظر ڈال لیتے ہیں یا کسی حدیث کو ایک مرتبہ سن لیتے ہیں وہ تا دمِ زلیست امام موصوف کو بھولتی نہیں اس کی وجہ امام بخاریؒ کے وہ واقعات ہیں جن کا ہم عصر علما نے خود مشاہدہ فرمایا۔ انھی میں سے ایک واقعہ علامہ حاشد بن اسماعیل بیان فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ رہا نہ تعلم میں ہمارے ہمراہ بصرہ کے اساتذہ حدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سولہ دن کے قیام میں ہم نے سینکڑوں احادیث مشائخ سے سنیں اور انھیں تحریر کیا لیکن امام بخاریؒ احادیث کو نقل نہ فرماتے۔ ہم نے امام بخاریؒ کو فیضِ وقت کا طعن دیا کہ آپ نے مشائخ بصرہ سے استفادہ نہ کیا۔ امام بخاریؒ نے ہمیں جواباً وہ مقام احادیث متن و سند کے ساتھ بیان کر دیں جو ہم نے سولہ دن میں تحریر کیں تھیں۔ ۳۔ امام بخاریؒ جب بغداد شریف لائے تو فقہاء بغداد نے امتحان کی خاطر تقریباً ایک سو احادیث کے متن اور سند کو بدل دیا اور وہ احادیث امام بخاریؒ کے سامنے پڑھ کر اجازت لینا چاہی تو آپ نے متن و سند کی غلطیوں کو اور انکی تبدیلی کو واضح فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے حدیث یوں تلاوت کی ہے جبکہ حدیث کا متن و سند صحیح یوں ہے۔ ایسے ہی کئی مرتبہ اسناد کی تبدیلی سے امام بخاریؒ کو مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی، لیکن ایک بار بھی امام بخاریؒ انکے مغالطے میں نہ آ سکے اور اپنی خدا داد صلاحیت نیز رب ذوالجلال کی نصرت کے سبب (جو حفاظتِ حدیث کیلئے رب کائنات فرما رہے تھے) ہمیشہ تصویب غلط فرماتے رہے۔

۱۱۔ زہد و تقویٰ: رب کائنات نے امام بخاریؒ کو کمالِ علم اور جودتِ ذہن کیساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں استقامت

پختگی نصیب فرمائی تھی آپ ستر یا اطلاق حمیدہ، اوصاف جمیدہ کے منظر آتم تھے چند اوصاف ملاحظہ ہوں :-  
 ۱۔ استخاوت :- امام بخاریؒ کی ولادت ایک صاحب ثروت خاندان میں ہوئی آپکو دراشت پوری سے کثیر مقدار  
 میں ملتا۔ آپ یومیہ پانچ سو درہم راہ خدا میں صدقہ فرماتے نیز مال مضاربہ سے حاصل ہونے والے منافع کو  
 طالبین حدیث پر خرچ کرتے۔ ۲۔ عبادت و ریاضت :- امام بخاریؒ اکثر ایام روزے سے رہتے  
 جتنا وقت درس حدیث جاری ملتا اس میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، سحری کے وقت ایک تہائی  
 قرآن مجید تلاوت کا معمول تھا۔ رمضان المبارک میں روزانہ ایک ختم قرآن کا اہتمام فرماتے ایک مرتبہ کا وقت  
 ہے کہ آپ کسی باغیچہ میں نماز ظہر کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہوئے نماز کی فراغت تک کئی مرتبہ آپکا چہرہ انور سرخ  
 زرد ہوا۔ جیسے ہی نماز سے فراغت ہوئی تو قمیص اٹھا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک زنبور ابھڑانے سترہ  
 مقامات پر آپکو کاٹا ہے جس سے جسم مبارک متعدد جگہ سے زخمی ہو چکا ہے حاضرین محفل نے عرض کی کہ خدا  
 آپ پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے کہ اپنے نماز کیوں نہ توڑ دی آپنے فرمایا: کُنْتُ خَفَّ سُوْرَةِ احْبَبْتُ  
 اَنْ اَتَمَّ اَللّٰہُ ————— کر لڑت تلاوت میں دل نہ گوارا دیا کہ تکمیل سورۃ سے قبل نماز توڑ دوں  
 آپ انتہائی کم خور تھے اور آپ نے پچاس سال تک روٹی کو بغیر سالن کے تناول فرمایا۔

۳۔ اتباع سنت :- علامہ ابو جعفر محمد بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بکالت خواب امام موصوف کو دیکھا کہ  
 آپ اتباع نبوت میں حضور اکرمؐ کے پیچھے قدم قدم چلے آ رہے ہیں جہاں سے محبوب کا قدم اٹھتا ہے وہیں منجب  
 اپنا قدم رکھ دیتے ہیں اسی اتباع نبوت کے سبب آپکو یہ سرفرازی حاصل ہوئی کہ جس دن امام بخاریؒ کا وصال ہوا  
 اسی رات بیسویں اہل اللہ فقہاء و محدثین نے خوابوں میں دیکھا کہ حضور انورؐ مجلس خلفاء و صحابہؓ کے کسی جنازہ  
 کی انتظار میں رُکے ہوئے ہیں۔ صاحب خواب نے پوچھا تو جواب ملا انتظر محمد بن اسماعیل کہ میں اپنی  
 حدیث کے محافظ محمدؐ کے انتظار میں ٹھہرا ہوا ہوں سبحان اللہ یا لیتنب کُنْتُ اَنَا رَبِّ کریم  
 ہر طالب حدیث اور متبع سنت کو اس عظیم سعادت سے نوازیں! آمین۔

۴۔ مصائب بخاری :- فقہی مسائل میں علماء و محدثین سے اختلاف کے سبب امام بخاریؒ کو چار مرتبہ بخارا سے نقل مکانی  
 کرنی پڑی۔ ۱۔ امام بخاریؒ نے فتویٰ دیا کہ بچہ اور بچی اگر ایک ہی بھینس، بکری، گائے اور اونٹنی کا دودھ اکٹھا پی  
 لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی۔ فقہاء و محدثین نے مخالفت کی جس پر آپ کو شہر جھوڑنا پڑا (امام بخاریؒ  
 کا یہ اجتہاد صحیح نہ تھا) ۲۔ ایمان کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے میں اختلاف ہوا۔ جہوہ کی رائے ایمان کے مخلوق  
 ہونے کے بارے میں تھی۔ لیکن امام بخاریؒ ایمان غیر مخلوق فرما کر اس مسئلہ پر اڑ گئے، جھگڑا ہوا تو آخر کار  
 آپ کو بخارا جھوڑنا پڑا۔ ۳۔ قرآن کے مخلوق و عدم مخلوق ہونے پر امام بخاریؒ اور علاء محمد ابن کبلی ذہلی کے مابین





علمی سوالات امام بخاریؒ کے سامنے اٹھائے جن میں سے ایک یہ تھا کہ الفاظ قرآن کے بارے میں آپکی رائے کیا ہے؟ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ اپنے حالات کے پیش نظر تین بار اس سوال کا جواب نہ دیا۔ جب حاسدین کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا: القرآن کلام اللہ غیر مخلوق و افعال العباد مخلوقۃ یعنی الفاظ جو ہمکے ہمارے بولنے سے وجود میں آتے ہیں تو مخلوق ہوں گے۔ حاسدین نے امام بخاریؒ کے اس فرمان کی تشہیر کی اور تمام علماء کو کہتے پھرے کہ امام بخاریؒ الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں جیسے ہی یہ مسئلہ اُٹا ذائقہ علامہ محمد ذہلی کو پہنچی تو انھوں نے اعلان عام کر دیا کہ کوئی شخص امام بخاریؒ کے نہ ہی درس میں جاتے اور نہ ہی من حیث الشیخ انکا اکرام کرے سوائے امام مسلمؒ کے تمام لوگ امام بخاریؒ کی مجلس علمی سے منقطع ہو گئے اور اس طرح یہ حلقہ درس بے رونق سا ہو گیا اور امام بخاریؒ نیشاپور سے واپس بنجار الوت آئے۔

۱۶۔ بخاری و محدثین میں تقابلی جائزہ | رب کائنات نے امام بخاریؒ کو قوتِ حافظہ، ذہانت و فطرت تفسیر و اجتہاد اور نظر و فکر میں نیام ائمہ حدیث پر فوقیت بخشی

ہے سلفِ خلف کے علماء و محدثین نے امام بخاریؒ کی اسے گنت حدیث اذ فضلہ حیاتوں کے سبب امام موصوف کو مختلف القاب اوصاف سے نوازا ہے اور اعترافِ حقیقت کے پیش نظر اکثر فن نے تعریفی کلمات کہے ہیں جو پہلے گزر چکے۔ نیز صحیح بخاریؒ کو تمام کتبِ احادیث پر فضیلت کی وجہ بھی امام بخاریؒ کا کمالِ علم و عمل ہے۔

چند وجوہِ فضائل ملاحظہ ہوں: ۱۔ امام بخاریؒ حدیث کے تمام اقسام سے خواہ اُن کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا معاملات و معاشرت سے آداب و تفسیر سے ہو یا عز و ات و دبیر سے، مناقب و فضائل سے ہو یا فتن و علاماتِ قیامت سے جملہ احادیثِ صحیحہ صحیح بخاریؒ میں لائے ہیں اس لئے صحیح بخاریؒ جامع کہلاتی۔ ۲۔ علماء و طالبین حدیث کے ہاں یہ جملہ معروف ہے فقہ البخاری فی تہذیبہ یعنی امام بخاریؒ کی مخلوقِ فاضلہ کو دیکھنا ہو تو صحیح بخاریؒ کے تراجم کا مطالعہ کیا جائے۔ صحیح بخاریؒ کے دوسرے محدثین میں یہ کمالِ تفسیر نہیں۔ ۳۔ امام بخاریؒ کے تبحر علمی اور کثرتِ علم و فضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے احادیثِ صحیحہ و مرفوعہ کیساتھ آیاتِ قرآنیہ آثارِ موقوفہ اور اقوالِ تابعین کو بھی صحیح بخاریؒ میں تحریر فرمایا ہے۔ ۴۔ بخاریؒ کی ترتیب اور اندازِ بیان بھی نرالی ہے ہر صاحبِ علم و فضل کتبِ احادیث کے مطالعہ سے امام بخاریؒ کی عظمت کا اندازہ لگا سکتا ہے یقیناً آپ تمام محدثین کے امام ہیں اور تمام متبعینِ سنت کے پیش رو۔

۱۷۔ خاندانِ بخاریؒ کے پہلے مسلمان | امام بخاریؒ کے جدِ امجد بزرگوار ایرانی النسل مجوسی تھے انکے صاحبزادے سیدنا مغیرہ بخاریؒ کے گورنرِ میان جعفی کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے کسی اسلامی نسبت سے اس خاندان کا امتیازی نام ہی جعفی مشہور ہوا۔



# صَحِيحُ بَخَّارِي

۱۔ نام :- صحیح بخاری، جبکہ امام بخاریؒ نے اپنی اس عظیم تالیف کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من أُمورِ رسول اللہ وسُنَّته وَاَیَّامِہ" مقرر کیا ہے۔

۲۔ مدتِ تالیف :- امام موصوفؒ نے صحیح بخاری کو شولہ سال کی طویل مدت میں مکمل فرمایا، ابتداً اپنے صحیح احادیث کا مسودہ بخاری، البصرہ، اور حرمین شریفین کے اسفار میں تیار کیا، اسکی تنقیح مسجد حرام میں فرمائی جبکہ مدینۃ الرسولؐ میں حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں بیٹھ کر تراجم ابواب تحریر فرماتے۔

۳۔ شانِ تالیف :- علامہ ضریریؒ امام بخاریؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں تحریرِ حدیث سے قبل احادیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کیا، جب مجھے صحتِ حدیث کا یقین ہو جاتا تو غسل کرنے کے بعد دو رکعت ادا کرتا اور اس حدیث صحیح کو اپنی تالیف میں تحریر کر دیتا۔

۴۔ تعدادِ احادیث :- اختلافِ نسخ کے اعتبار سے شرح بخاری نے تعدادِ احادیث میں مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے موجودہ رائج الوقت نسخہ کے بارے میں دو اقوال معروف ہیں۔ آ۔ کل احادیث مرفوعہ سات ہزار ۲۰۰ سو پچتر غیر مقرر احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ب۔ کل مرفوعہ احادیث سات ہزار تین سو ستانوے، غیر مقرر احادیث دو ہزار چھ سو دو ان کے علاوہ معلق احادیث تیرہ سو اکتالیس، متابعات تین سو چوالیس، آثارِ صحابہ و تابعین سو سو آٹھ ہیں تو قولِ اول کے مطابق جملہ روایات کی تعداد ۱۰۵۵۸ ہے۔

۵۔ سببِ تالیف :- حضرت محدثین نے صحیح بخاری کی تالیف کے تین وجوہ بیان کئے ہیں جن میں سے جو اسباب ظاہری ہیں، اور ایک باطنی، تفصیل درج ذیل ہے :

آ۔ ایک روز علامہ اسحاق بن راہویؒ نے دورانِ درس یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ کاش کوئی ایسا ایک مجموعہ مرتب کیا جاتا جو صحیح احادیث پر مشتمل ہو امام بخاریؒ نے اپنے شیخ کی اس تمنا کی تکمیل کیلئے صحیح بخاری کو مرتب فرمایا۔ ب۔ خود امام بخاریؒ میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ احادیث صحیحہ کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیا جائے، اور جس میں ہر قسم کی صحیح احادیث موجود ہوں۔

۳۔ امام بخاریؒ نے خواب میں حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باری کیفیت کی کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوں، ہاتھ میں پکھا ہے جس کے ذریعے جسمِ اطہر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں، صبح بیدار ہونے پر

محققین فن سے تعبیر پوچھی تو معتبرین نے فرمایا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردہ غلط روایات اور موضوع اقوال و افعال کو مکھیوں کی مانند اڑا دیں گے اور ایک ایسی کتاب تالیف فرمائیں گے جو جامع و مکمل ہونے کیساتھ ساتھ صحیح احادیث پر مشتمل ہوگی۔ اس تعبیر کے بعد امام موصوف نے صحیح کو مرتب فرمایا۔ (مکھیوں کو بحالت خواب جسم اطہر سے اڑانا ایک منافی تشبیہ کیفیت ہے ورنہ آپ کے خصائص و معجزات میں ہے کہ مکھی اور مچھر آپ کے بدن مبارک پر نہیں بیٹھتے تھے) سبحان اللہ

۶۔ **صحاح میں عظمت بخاری** | صحیح بخاری اور صحیح مسلم، صحیح ترین ہیں نیز صحاح ستہ میں پہلا صحیح ترین مجموعہ صحیح بخاری ہے۔ البتہ بخاری و مسلم کے موازنہ میں علماء سے تین اقوال منقول ہیں۔

۱۔ صحت کے اعتبار سے صحیحین کا مقام مساوی ہے اور دونوں اُمتِ مسلمہ کیلئے اُصح ترین مجموعے ہیں۔  
 ۲۔ علمائے مغرب علامہ ابن رشد، علامہ ابن عبد البر، مالکی، علامہ قرطبی اور علمائے معتزلہ نے مسلم کو بخاری کی نسبت زیادہ اُصح قرار دیا ہے۔ ۳۔ محققین فن اور جہود فقہاء و محدثین کے نزدیک صحیح بخاری صحیح مسلم سے مجموعی طور پر زیادہ صحیح تر مجموعہ ہے ہر فرقہ کے دلائل اور قول فیصل موازنہ صحیحین کے ذیل میں ملاحظہ ہوں:  
 ۴۔ صحیحین میں موازنہ اور قول فیصل :- علماء منابر نے مسلم کے اُصح ہونے پر درج ذیل پانچ دلائل سے استدلال کیا ہے :

۱۔ **روایت لفظی :-** امام مسلم نے صحیح کو اپنے اساتذہ کی موجودگی میں اپنے گھر بیٹھ کر ترتیب دیا ہے۔ اس لئے صحیح مسلم کی احادیث اساتذہ و مشائخ کے فرمودہ کلمات کے مطابق ہیں۔ نیز اساتذہ نے اُن روایات کی تصدیق بھی کی ہے۔ جبکہ امام بخاری نے اپنے سماع اور ضبط کے مطابق اساتذہ کی روایات کو صحیح بخاری میں نقل کیا ہے یقیناً اساتذہ کی موجودگی اور انکی تصدیق وجہ ترجیح ہے۔

۲۔ **فرمان محدثین :-** علامہ بوعلی محدث نیشاپوری کا مشہور فرمان ہے کہ اللہ کی دھرتی پر زمین و آسمان کے مابین صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب صحیح نہیں اور تمام کتب احادیث سے مسلم صحیح تر ہے۔ اس قول کی تائید علماء اندلس و مغرب نے بھی فرمائی ہے۔

۳۔ **احتیاط :-** امام مسلم نے قد ثنا اور اخبرنا کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔ جبکہ امام بخاری نے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ۴۔ **حسن ترتیب :-** امام مسلم نے ایک مضمون کی تمام احادیث کو اختلاف اسناد بیان کرتے ہوئے بجا کر دیا ہے جس سے مجتہد اور طالب حدیث کیلئے استخراج مسائل اور استدلال دعویٰ میں آسانی رہتی ہے جبکہ بخاری میں یہ خوبی نہیں۔ ۵۔ **مجموعہ احادیث :-** صحیح مسلم میں احادیث مرفوعہ صحیحہ جمع کی گئی



ہے جبکہ صحیح بخاری میں آثار موقوفہ اور احادیث مقطوعہ (بغیر سند بیان کردہ روایات) ابھی بکثرت موجود ہیں۔  
 صحیح بخاری کے اس نسخے ہونے پر چھوٹے مندرجہ ذیل چھ دلائل بیان کئے ہیں :

۱۔ ثقافت رواۃ :- صحیح بخاری کے متکلم فیہ رواۃ کی تعداد اسی ہے جبکہ صحیح مسلم کے متکلم فیہ رواۃ ایک سو ستائیس ہیں۔ ۲۔ تیسرے لقا :- امام بخاریؒ کے ہاں روایت حدیث کیلئے راوی اور مردی عنہ میں ملاقات ضروری ہے جبکہ امام مسلم کے ہاں معاشرت اور ملاقات کا امکان کافی ہے یقیناً ملاقات معاشرت کی نسبت صحت کے زیادہ متقاضی ہے۔ ۳۔ فقط طبقہ اولیٰ :- امام بخاریؒ صرف طبقہ اولیٰ کے روایات سے احادیث بالاستیعاب نقل کرتے ہیں جبکہ امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے بالاستیعاب لیتے ہیں تفصیل طبقات امام ترمذی کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ عظیم مجموعہ :- صحیح بخاری احادیث مرفوعہ کے علاوہ آیات قرآنیہ آثار مسماہ و تابعین اور اقوال فقہاء کا عظیم مجموعہ ہے جبکہ صحیح مسلم ان فوائد سے خالی ہے۔

۵۔ جامعیت :- صحیح بخاری صحیح کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے جبکہ صحیح مسلم کی جامعیت مختلف فیہ ہے۔ ۶۔ کتاب کی عظمت و فضیلت :- صاحب کتاب کی شان عظمت پر موقوف ہوتی ہے یقیناً امام بخاریؒ کا مرتبہ امام مسلم سے کہیں زیادہ ہے، بہر حال دونوں کتابوں میں وجوہ فضیلت بکثرت موجود ہیں اور دونوں امت مسلمہ کیلئے احادیث و روایات کا عظیم مجموعہ ہیں لیکن مندرجہ ذیل دو وجوہ سے صحیح بخاری صحیح مسلم کی نسبت زیادہ اسیج ہے :-

آ۔ صحیح بخاریؒ کی متکلم فیہ روایات کی تعداد ایک سو ستائیس اور صحیح مسلم کی ایک سو تیس ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے :-

فَدَعْدُ يَجْعَلُ دَقَافَ الْمُسْلِمِ اَبْلَ لِهَمَّا فَاحْفَظْ وَ قِيَتْ عَنْ التَّوَدِي

حروف ابجد کے اعتبار سے حروف دعد کے عدد اٹھتر، قاف کے ثو اور بل کے تیس ہیں۔  
 (۱۶) صحت کا دار و مدار اتصال روایات پر ہے۔ امام بخاریؒ نے اتصال کیلئے راوی امری عنہ میں ثبوت لقا و سماع کی قید لگائی ہے جبکہ امام مسلم کے ہاں امکان لقا کافی ہے ان دونوں وجوہ کے اعتبار سے صحیح بخاری یقیناً صحیح مسلم سے اصح ہے۔ علامہ عبدالرحمان محدث مدنیؒ صحت میں صحیح بخاری کو ترجیح دی ہے اور حسن ترتیب اور جود تدوین میں صحیح مسلم کو فرماتے ہیں :

تَنَازَعُ قَوْمٌ فِي الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ      لَدَى فَقَالُوا اتَى زَيْدٌ بِمَقْدَمِ  
 فَقُلْتُ لَقَدْ فَاقَ الْبُخَارِيَّ صِحَّةً      كَمَا فَاقَ فِي حَسَنِ الصَّنَاعَةِ مُسْلِمٌ

۸۔ شرائط امام :- امام بخاریؒ نے جمع روایات کیلئے صحیح بخاری میں کسی طرح کے شرائط کا ذکر نہیں کیا ہاں صحیح بخاری کے مطالعہ سے درج ذیل شرائط و قیودات کا پتہ چلتا ہے جسکی پابندی امام بخاریؒ نے اپنی اس عظیم تالیف میں فرمائی ہے ۔ ۱۔ امام موصوفؒ نے روایت کے پانچ طبقات میں صرف طبقہ اولیٰ کے روایت سے احادیث مکمل طور پر لیئے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے چند روایات کو جمع کیا ہے باقی تین طبقات کی روایات کو بالکل ترک کر دیا ہے ۔ ۲۔ امام بخاریؒ نے ان روایات کو صحیحین میں تحریر کیا ہے جہاں سند کے دونوں راویوں میں ملاقات ثابت ہو صرف امکان لقاء اور معاشرت پر اکتفا نہیں کیا ۔

۹۔ خصوصیات صحیح :- شرح حدیث نے خصوصیات صحیح شولہ بیان کئے ہیں جن میں سے چند امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں :-

۱۔ اولیت :- صحیح بخاری احادیث صحیحہ مرفوعہ کا پہلا مجموعہ ہے جسے امام بخاری نے بصورت کتاب ترتیب دیا اور یہی صحیح بخاری کی سب سے بڑی خصوصیت ہے نیز صحاح ستہ کے مؤلفین امام بخاری کے خوشہ چیں ہیں اور انھیں امامت بخاری پر ناز ہے ۔ ۲۔ ثلاثیات :- صحیح بخاری میں بائیس احادیث ثلاثی ہیں یعنی امام موصوفؒ اور امام الانبیاءؒ کے مابین صرف تین روایت بطور واسطہ کے ہیں اور ان بائیس روایات میں سے بائیس احادیث محدثین احناف کے توسط سے امام بخاری تک پہنچی ہیں :-

۳۔ متیقن صحت :- کسی حدیث کو اس وقت تک صحیح بخاری میں تحریر نہیں کیا گیا جب تک قرآنِ خدا صیہ باطنی انوار اور استخارہ کے ذریعے اسکی صحت کا یقین نہیں ہو چکا ۔

۴۔ تراجم :- تراجم ابواب امام بخاریؒ کی فقہی ذہن اور وقتِ نظر کا حسین مجموعہ ہیں ۔ محدثین کا مشہور فرمان ہے : **فَقَدْ اَلْبَخَارِيُّ فِیْ تَرَاجِمِهِ**

۵۔ قبولیت عامہ :- نوے ہزار فقہاء و محدثین نے امام بخاریؒ کی لسانِ مبارک سے صحیح بخاری کا سماع فرمایا ہے ۔ تربین اہل قلم نے صرف عربی زبان میں صحیح بخاری کی شروح لکھی ہیں ، اردو ، فارسی ، انگریزی ، ترکی اور دوسرے عجمی و لاتینی زبانوں میں بیسویں صحیح بخاری کے شروح و حواشی تحریر کئے گئے ہیں ۔ بارہ صدیوں سے ابول مسلمان صحیح سے استفادہ کر رہے ہیں اور ا قیامت احادیث صحیحہ کا عظیم مجموعہ امت مسلمہ کی ہر ذریعے سے رہنمائی کرتا رہیگا ۔ ۶۔ جامعیت :- احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ الباب کی تائید میں آیات قرآنیہ ، آثار صحابہ و تابعین اور اقوالِ شیخ کو یکجا جمع کیا گیا ہے جس سے مدعی براہین سے مزین ہو جاتا ہے ۔ ۷۔ تعدد روایت :- مختلف سادات صحابہ سے روایت شدہ حدیث کو حضرات صحابہ کے اسماء کے اظہار سے نقل فرماتے ہیں تاکہ تمام روایت کے ذکر کے ساتھ ساتھ حدیث



غریب بھی نہ ہے۔ ۸۔ وقت مشروعیّت :- مسائل و احکام کی مشروعیت اور نزولِ حکم کے زمانہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ زیادۃً متن :- روایت شدہ احادیث کے متن میں کمی بیشی ہو تو دونوں طرح کی روایات کو یکجا فرماتے ہیں تاکہ تعدّد ترک کے علاوہ زیادتی متن کا بھی پتہ چلے۔

۱۰۔ تسمیہ :- صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے شاید جب کبھی تالیف میں انقطاع ہوا تو دوبارہ ابتدائے تالیف کے وقت بسم اللہ تحریر فرمادی۔

۱۱۔ رفع تعارض :- اگر احادیث میں وصل و ارسال، وقف و رفع اور سماع و عدم سماع میں تعارض پیدا ہو جائے تو وصل، رفع اور سماع کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۲۔ فضائل صحیح :- اس کتاب نبوت :- علامہ ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مقام ابراہیم اور حجر اوسط کے مابین حرم کعبہ میں سویا ہوا تھا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا مائدہ میں کتابی کہ میری کتاب کا تو مطالعہ نہیں کرتا میں نے ادباً عرض کیا کہ آپ کی اپنی کتاب کو نہ لے کر آیا جامع محمد البخاری (صحیح بخاری) ۲۔ دفع مصائب :- علامہ ابن ابی حبرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی اہل اللہ عارفین سے یہ بات سنی کہ ہم نے حواجج و تکالیف کے وقت صحیح بخاری کی تلاوت کی تو مؤثر و امیر ثابت ہوئی نیز طلبہ بارہا اور رفع قیود سالی کیلئے صحیح بخاری کا ختم مجرب ہے۔

۳۔ تحدیث نبوت :- علامہ انور شاہ کشمیری امام شعرانی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے سید الانبیاء سے بحالت بیداری اپنے آئمہ معاصرین مشائخ کیساتھ صحیح بخاری سبقاً پڑھی ہے۔

۱۱۔ اعراض بخاری :- صحیح بخاری کی تالیف کے مقاصد درج ذیل ہیں :

۱۔ احادیثِ میسرہ مرفوعہ کو ایک کتاب میں جمع کرنا۔ ۲۔ احادیث مرفوعہ، آیات قرآنیہ اور اقوال فقہاء محدثین سے احکام فقہیہ اور ترجمہ الباب کو مؤید کرنا۔ ۳۔ حدیث اور فقہ کو یکجا کرنا اور کم فہم مدعیان حدیث کا رد کرنا جو حدیث فقہ کو ایک دوسرے کی ضد اور تقسیم سمجھتے ہیں۔ ۴۔ تراجم ابواب یعنی دعویٰ کو احادیث یعنی دلائل سے فقہاء کے متعین کردہ اصول کے مطابق ثابت کرنا اور مجتہدین کے طرز پر مسائل کا استنباط کرنا تاکہ کم فہم نام نہاد اہل الحدیث علماء کو معلوم ہو کہ فقہ اور اصول فقہ کا مرجع قرآن و سنت ہے۔

۱۲۔ نسخہ ہائے بخاری :- امام بخاریؒ سے نوے ہزار تلامذہ نے صحیح بخاری کی سماعت فرمائی جن میں سے چار نسخے کے ذریعہ صحیح بخاری آج ہمارے ہاتھوں میں بحفاظت موجود ہے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

۱۔ علامہ محمد بن یوسف فربریؒ ۲۔ علامہ حماد بن شاکرؒ ۳۔ علامہ ابراہیم نسفیؒ ۴۔ علامہ منصور بن محمد دیار ہند پاک میں علامہ فہر بن کاسنہ رائج ہے۔

شرح بخاری: کی ہل قلم فقہاء و محدثین نے صحیح بخاری کی مقدمہ کشائی کی ہے اور کتب حدیث میں سب سے زیادہ شرح صحیح بخاری کی تحریر کی گئی ہیں۔ جن کی تعداد تو آٹھ تک جا پہنچتی ہے، چند رائج اوقات مشہور شرحیں درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اعلام السنن :- یہ صحیح بخاری کی سب سے معروف شرح ہے جسے علامہ خطابیؒ نے تالیف فرمایا۔
- ۲۔ شرح البخاری :- اسے علامہ ابن بطالؒ نے تصنیف فرمایا ہے بعد میں آنے والے تمام شراح حدیث اس شرح سے خوشہ چیں ہیں۔
- ۳۔ عمدۃ القاری :- یہ علامہ بدر الدین عینیؒ کی تصنیف ہے جو پچیس اجزاء پر مشتمل ہے اس سے بہتر مفصل شرح آج تک تحریر نہیں کی گئی۔ یہ فقہ حنفیہ کا عظیم مجموعہ ہے۔
- ۴۔ فتح الباری :- مؤلفہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اسے سترہ جلدوں میں منسلک کیا گیا ہے۔
- ۵۔ ارشاد الساری :- اسے علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ نے تصنیف فرمایا ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔
- ۶۔ تیسیر القاری :- یہ حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کے صاحبزادے علامہ نورالحق صاحبؒ کی تالیف لطیف ہے جسے فارسی زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔
- ۷۔ عون الباری :- اسے مشہور محدث نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ نے تصنیف فرمایا ہے۔
- ۸۔ فیض الباری :- مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ نے اپنے شیخ اور استاد علامہ نور شاہ صاحبؒ کشمیری کے درس بخاری کے افادات کو جمع فرمایا ہے جو علم و ادب کا عظیم خزانہ ہے علماء و جفا کے لئے تدریس بخاری کے وقت اس کتاب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔
- ۹۔ لامع الدراری :- یہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جسے علامہ محمد کنی صاحبؒ نے مرتب فرمایا اور اسکی تیقح مولانا محمد زکریا صاحبؒ محدث و مہاجر مدنی نے فرمائی جو فقہاء و محدثین کے لئے بھرپور کار ہے۔ شائقین علم و فضل کیلئے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی ایک علمی کاوش ہے۔ تصوف و منطق کا رنگ

۱۰۔ تفہیم البخاری :- غالب ہے۔ مطالب بخاری کو اچھے انداز میں حل کیا گیا ہے۔



## وفاق المدارس العربیہ

۱۳۹۲ھ

۱۔ (الف) بیوا حیاۃ المؤلف الامام بحیث تجلی فیہا براعتہ علی مثل الامام القشیری صاحب الصحیح والامام السجزی انسین علی الاول توسعاً ودقة وعلی الثاني تفقہاً واجتهاداً۔

(اوب) قار نوابین الصحیحین للامام الجعفی والامام القشیری بكل دقة وتوسع۔

۱۳۹۸ھ

۱۔ (ب) :- اکتبوا ایہا الفضلاء احوال الامام من ولادته ووفاته ونسبه وكوائفه العلمیة ومقامه فی العلم الحديث وشيوخه واقراءه واصحابه ودرجته کتابہذا ووجه تصنیفه كل ذلك بالروایات الصحیحة۔

۱۳۹۹ھ

السؤال الاول (الف) بنوا ترجمۃ الامام البخاری اسمہ ونسبہ وحلیتہ ونبذہ من احواله العلمیة والعملیة وایراء العلماء فیہ وما درجات صحیح البخاری من بین مصنفات هذا الفن الشریف وما شروط البخاری فی صحیحہ وما وجہ رجحان احادیث هذا الصحیح علی احادیث صحیح مسلم فی الصحیحة ؟

## تنظیم المدارس العربیہ

۱۳۹۳ھ :- ام بخاری کی مختصر تاریخ تحریر کریں ؟

۱۳۹۲ھ :- ام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو بادشاہ بخارا نے جو چلے جلنے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ مدین نے کیا بیان کی ہے۔

۱۳۹۴ھ :- ام بخاری نے بخاری شریف میں راوی اور مروی منہ کے بارے میں کس شرط کا التزام کیا ہے ؟

۱۳۹۵ھ :- ام بخاری کا نام، کنیت، لقب اور ولایت بیان کریں نیز ولایت، وفات کا سن تحریر کریں ؟

۱۳۹۹ھ :- بتائیں کہ صحیح بخاری دُسلم میں کونسی افضل ہے اور وجہ فضیلت کیا ہے ؟

۱۴۰۵ھ :- اذکر ترجمۃ الامام البخاری مع ذکر فرائد صحیحہ فی خمسۃ عشر مسطراً

الحل :- پرچہ جات بالا میں جتنے امور دریافت کئے گئے سب بحدہ ترجمۃ الامام بخاری کے ذیل میں تحریر ہو چکے۔ یاد فرما کر کامیابی کو یقینی بنائیں۔

## ۲۔ ترجمۃ الامام مسلم

(۱) نام :- مسلم (۲) کنیت :- ابو الحسین (۳) نسب :- مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد  
(۴) لقب :- عساکر الملتہ والدین (۵) نسبت :- آپ کی دوستیتیں معروف ہیں

(۱) قبیلہ :- آپ کا نسب تعلق قبیلہ بنو قشیر سے ہے جو عرب کا ایک معروف بہادر جنگجو اور اہل علم قبیلہ ہے۔  
(۲) نیشاپوری :- نیشاپور صوبہ خراسان کا نہایت ہی خوبصورت شہر ہے جو امام موصوف کا دہلی کا وطن اصلی ہے۔  
آپ کی ولادت کے بارے میں تین اقوال منقول ہیں۔ ۱۔ ۲۰۶ھ  
۲۔ تاریخ ولادت :- ۲۰۶ھ (۳) ۲۰۶ھ - جمہور نے ۲۰۶ھ کو ترجیح دی ہے۔

۳۔ تاریخ وفات :- ۲۶۱ھ رجب المرجب ۲۶۱ھ مطابق چارمئی ۸۷۵ھ بروز اتوار بوقت نماز مغرب  
خاک کئے گئے ایک شعر میں ولادت وفات اور زمانہ عمر کے اعداد کو نظم کیا گیا ہے ۵

هَيْلًا ذَا بَدْرٍ وَقَالَ الْبَعْضُ دُرٍّ ۖ أَرَيْتُ وَقَاةً دَا سَنَبٍ بِالْبَشِيرِ

۴۔ واقعہ وفات :- امام موصوف سے دوران درس ایک حدیث کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ نے

مکمل واقفیت نہ ہونے کے سبب اگلے دن جواب لینے کو کہا۔ رات کو بغرض مطالعہ ذخیرہ احادیث میں اس حدیث مبارک کو ڈھونڈنے لگے۔ تلاش حدیث میں ایسے مستغرق ہوئے کہ قریب پڑے کھجوروں کے مکمل ٹوکرے کو متبادل فرما گئے۔ جیسے ہی مطلوبہ حدیث آنکھوں سے گزری کھجوروں کا ٹوکرہ خالی فرما چکے تھے۔

۵۔ حلیہ :- امام مسلم کی قد دراز، رنگ سرخ و سفید، چہرہ بہت زیادہ وجیہ، سر اور داڑھی کے بال بوڑھا پے میں، مکمل سفید تھے۔ طبعاً صفائی پسند اور سفید پوش تھے۔ سر پر ہمیشہ پگڑی باندھتے اور اس کی دم کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔

۶۔ حضراتِ اساتذہ :- نیشاپور چونکہ اصل علم و فضل کا مرکز تھا اس لئے امام مسلم نے بے شمار اساتذہ حدیث سے کسب فیض کیا۔ جن میں سے چند معروف اساتذہ و محدثین درج ذیل ہیں آ۔ امام احمد بن حنبل ۲۔ امام بخاری ۳۔ علامہ اسحاق بن راہویہ ۴۔ امام زہلی ۵۔ علامہ شعبی



۱۔ علامہ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ سعید بن منصور رحمہ اللہ قتیبہ بن سعید  
ہزاروں طلباء حدیث نے امام مسلم سے صحیح مسلم سبقتاً پڑھی اور احادیث  
۲۔ شاگردان رشیدہ: کوسنا۔ جن میں سے چند اہل قلم مشہور ائمہ فن و ربیع ذیل ہیں۔  
۱۔ ام ترذی ۲۔ علامہ ابن خذیرہ ۳۔ علامہ ابو حاتم رازی ۴۔ علامہ احمد بن سلمیٰ ۵۔ علامہ عبدالرحمن بن ابی حاتم  
اور نائیلین صحیح مسلم۔

دوسرے ائمہ حدیث کی طرح امام مسلم کے بارے میں بھی شراح حدیث صحیح طور پر تعین  
۸۔ مسک : مسک نہیں کر سکے۔ ہر شارح نے اپنی تحقیق کے موافق مختلف مسالک کی امام مسلم  
کی جانب نسبت کی ہے۔ چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مجتہد۔ بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق میں امام مسلم مجتہد فی المسائل ہیں اور محدثین و اصحاب حدیث  
کے طرز پر مسکین فقہ کا استنباط فرماتے ہیں۔  
۲۔ محقق :۔ فقہاء شوافع نے امام مسلم کو شافعی المسک قرار دیا ہے۔ شارح خابہ نے امام مسلم کا  
طبقات خابہ میں شمار کیا ہے جبکہ بعض نے آپ کو مالکی قرار دیا ہے۔

۹۔ حالات و کمالات : سایہ نگین تھا۔ اس لیے امام مسلم کو داد کی فقہ و حدیث میں اچھے پھلنے اور  
امام مسلم کی ولادت چونکہ ایسے ماحول میں ہوئی۔ جہاں علم و فضل کا ابر بہار  
پھولنے کا موقع ملا۔ آپ نے چار سال کی عمر سے تسلیم قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کو یاد کرنا  
شروع فرمایا ابھی عمر مبارک بارہ سال تھی کہ آپ نیشاپور کے ائمہ حدیث سے احادیث کی سماعت مکمل  
کر چکے تھے وحی غیر متلو کی ولادت و شیرینی نے امام موصوف کو مجبور کیا کہ آپ اخذ حدیث کے لئے مختلف  
بہار اسلام کا سفر کریں۔

۱۰۔ سفر علمی : امام موصوف نے عراق، حرمین شریفین، شام، اور مصر کی جانب بکثرت سفر  
کئے۔ خصوصاً بغداد جو اس وقت فقہ و حدیث کا منبع تھا۔ بارہا آپ کا جانا  
ہوا اور بوجہ امام فن ہونے کے اخذ و سماع حدیث کی بجائے اساتذہ حدیث امام مسلم کو تدریس حدیث  
پر مجبور کرتے تاکہ وہ حضرات آپ سے استفادہ کر سکیں۔ امام مسلم کا آخری سفر بغداد کی جانب  
۵۹۰ھ میں ہوا۔

۱۱۔ بلندی اخلاق : یاد کئے جاتے تھے۔ نیز امام بخاری کی حمایت اور علامہ زہلی کی مخالفت بھی آپ کے اعتدال  
امام مسلم اپنے انصاف پسندی کے سبب عام و خاص میں عادل و قاضی کے نام سے

پسندی کی اعلیٰ ترین روشنی مثال ہے۔ آپ نے آدم زلیمت نہی کسی کی نفیست کی نہ کسی پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کسی کو ایف ایل بد سے یاد کیا۔ ذریعہ معاش کے لئے کپڑے کی تجارت اختیار فرمائی اور تسلیم و تقلم کو ذریعہ معاش بنانے کی عملاً مخالفت فرمائی۔

**۱۰۔ تالیفات:** ۱۔ الجامع الصغیر ۲۔ المسند الجبیر ۳۔ الجامع الجبیر ۴۔ کتاب العمل ۵۔ کتاب الاسماء والکنی ۶۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب ۷۔ کتاب مشائخ امام مالک ۸۔ کتاب من لیس له الا زاد فاحید ۹۔ مسند صحابہ ۱۰۔ کتاب احوال المحدثین ۱۱۔ کتاب سوالات احمد بن حنبل۔

**۱۱۔ فرائض تحسین:** تیسری صدی سے اب تک تشریف لانے والے لاکھوں اساتذہ و طالبین حدیث نے امام مسلمؒ کے حضور تعریفی کلمات کے ذریعے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ یقیناً آپ محدثین کے امام ہیں اور امت مسلمہ کے بہت بڑے مفسرین جن کی روشنی کردہ شمع ہدایت و نضل قیامت تک آئندہ انسانیت کے لئے سبب ہدایت و وسیلہ نجات ہے۔ رب کا نعت امام مسلمؒ کی مزار اقدس پر بے پایاں نعم و برکات کا نزول فرمائیے اور ہم طالبین حدیث کے کٹھن اخروی مراحل کو ایسے حضرات کی زیر امامت آسان سے آسان تر بنائیں۔ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ آمِنِیْے ! چند مقدمین آئمہ فن کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام بخاریؒ کے شیخ استاد المحدثین محمد بن بشار کا فرمان ہے حفاظ الدنیا اربعۃ ہنما مسلم بن حجاج فی یتاھون ۲۔ علامہ محمد بن عبد الوہاب نے فرمایا امام مسلمؒ علم کا خزانہ ہیں اور سراپا خیر ۳۔ امام ابو العباس سے سوال ہوا کہ بخاری و مسلم میں علم حدیث کے ماہر کون تھے؟ فرمایا امام مسلمؒ ۴۔ علامہ شمس الدین حسنی مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے امام مسلمؒ کی قبر پر حاضری دی اور استفادہ کی غرض سے قبر مبارک پر مراقبہ کیا تو رایت آثار البرکۃ والاجابۃ فرستہ کہ خیر و برکت اور قبولیت دُعا کے آثار مجھے قبر اطہر سے معلوم ہوئے سبحان اللہ! ۵۔ علامہ ابو حاتم رازی بیان فرماتے ہیں کہ میری خواب میں امام مسلمؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے احوال برزخ کے بارے پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے لئے جنت کا فیصلہ فرمایا ہے اور جس گلستانِ جنان میں سے پناہ مانا ہوں گھوم پھر لیتا ہوں۔





# صحیح مسلم

- ۱۔ نام :- الجامع الصغیر، جبکہ معروف صحیح مسلم ہے۔
- ۲۔ تعداد احادیث :- امام مسلمؒ نے تین لاکھ احادیث سے صحیح مسلم کا انتخاب فرمایا۔
- ۳۔ اہم جزائی کے نزدیک احادیث کی تعداد آٹھ ہزار ہے۔ مگر احادیث منصف کرنے کے بعد بالاتفاق بقایا چار ہزار احادیث صحیح مسلم میں رہ جاتی ہیں جبکہ تعلیقات کی تعداد سترہ ہے اور آثار صحابہ و تابعین بہت کم ہیں۔
- ۴۔ مدت تالیف :- اہم موصوف نے ۲۲۶ھ میں جمع احادیث کی ابتداء کی مسلسل پندرہ سال کی طویل مدت میں انتہائی محنت و لگن سے ایک مجموعہ تیار کیا جو صحیح مسلم کے نام سے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ گویا سال ابتداء ۲۶۱ھ ہے اور تاریخ تکمیل ۲۸۰ھ یعنی اپنے وفات سے گیارہ سال قبل اس عظیم تالیف سے فارغ ہوئے۔ جو نسخہ برصغیر میں رائج ہے وہ ۵۷۰ھ میں امام مسلمؒ نے اٹلا کر دیا۔
- ۵۔ سبب تالیف :- مقدمہ صحیح میں امام مسلمؒ سبب تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ ابواسحاق ابراہیم اور میرے ہم عصر کسی ساتھیوں نے مجھ سے دعا کی کہ میں ایک ایسا مجموعہ ترتیب دوں جو احادیث صحیحہ پر مشتمل ہو تو کراہ احادیث سے منترہ ہو جس میں ہر اختصار صرف احادیث مرفوعہ کو نقل کیا جائے۔ لہذا میں نے کتاب مذکور کو تالیف کیا۔
- ۶۔ مقام صحیح :- مسلم شریف کتب احادیث میں بالاجماع طرز تحسین و حسن سیاق اور انداز بیان کے اعتبار سے تمام کتب پر فوقیت رکھتی ہے اور اسے پہلی حیثیت حاصل ہے جبکہ صحت اور ضبط کے اعتبار سے جہور علماء کے نزدیک صحیح مسلم دوسرے نمبر پر ہے کیونکہ امام مسلمؒ رواد کے پانچ طبقات میں سے طبقہ اولیٰ و ثانیہ استیعاباً اور طبقہ ثالثہ سے انتحاباً روایات کی تخریج فرماتے ہیں۔ جبکہ علمائے مغرب و اندلس کے نزدیک صحت و ضبط کے اعتبار سے بھی صحیح مسلم کو پہلا مقام حاصل ہے اس کی تفصیل صحیحین کے موازنہ میں صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ شرائط امام :- امام مسلم نے صحیح کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔  
 (۱)۔ حدیث صحیح لذاتہ ہو یعنی جملہ راوی عادل، کامل الصبط ہوں سند متصل ہو، علل اشذوذ، اور منکرات سے محفوظ ہو (۲)۔ حدیث کے راوی ایسے ائمہ ہوں جن کے حفظ و حدیث پر معاصرین و مشائخ حدیث کا اجماع ہو، خود امام مسلم صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: لیس کل شئ عنہ عندی صحیح و منعہ انما و حنت لھب ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم جلد اول)۔  
 یعنی میں نے فقط ایسی احادیث کو صحیح میں جمع کیا ہے جن کی صحت پر مشائخ حدیث کا اجماع تھا۔ (۳)۔ کم از کم دو راوی ہر زمانہ میں حدیث صحیح کو روایت کرنے والے ہوں یعنی امام مسلم نے اخذ حدیث کے لئے شرعی شہادت کو پیش نظر رکھا ہے۔ جبکہ باقی ائمہ نے اس شرط کی پابندی نہیں کی۔

۲۔ علماء و محدثین کی آراء :- علماء مغرب، اندلس اور مراکش کا اتفاق فیصلہ ہے کہ ہر اعتبار سے صحیح مسلم صحاح ستہ کی جملہ دوسری کتب سے فائق ہے۔

(۲)۔ علامہ مسلم بن قاسم قرطبی کا فرمان ہے کہ صحت و بیان کے اعتبار سے کوئی کتاب بھی صحیح مسلم کے مساوی نہیں۔ یہی قول امام ہنسی سے مروی ہے۔ (۳)۔ شرف قبولیت :- علامہ ابو علی زعفرانی سے کسی محدث نے بعد از وصال بحالت خواب پوچھا کہ آپ کی بخشش اور جنت میں داخلہ کیسے ہوا؟ فرمایا صحیح مسلم کے درس و مطالعہ کی برکت سے۔ (۴)۔ خود امام مسلم کا فرمان ہے کہ اگر فقہاء و محدثین دو صدیوں تک احادیث کی تخریج و تالیف کرتے رہیں پھر بھی وہ اس کتاب کی اہمیت و افادیت سے مستغنی نہ ہو سکیں گے۔  
 صحیح مسلم مندرجہ ذیل ایسے لاثانی و بیشال عجائبات و نوادرات کا مجموعہ ہے۔

۳۔ خصوصیات :- جن کی نظیر دوسری کتب حدیث میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تائیدی فرمان ہے کہ امام مسلم نے اپنی اس صحیح میں نین حدیث کے عجائبات کو جمع کر دیا ہے۔ چند غیر معمولی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ مقدمتہ الکتاب :- صحیح کی ابتدا میں آپ نے مقدمہ الکتاب تحریر فرما کر اصول حدیث کے فن کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی روایت و سند حدیث کے بارے مختلف شرائط، اصول اصطلاحات اور مشاہدات کو بجا فہم و فہم کے مفید سے مفید تر بنا دیا ہے۔

۲۔ آہن ترتیب :- امام مسلم نے اختصار متن کے باوجود اس حسن ترتیب سے احادیث مرفوعہ صحیحہ کے اسناد و طرق کو جمع کر دیا ہے کہ متن حدیث کی صحت و قطعیت متیقن ہو جاتی ہے۔

۳۔ کمال احتیاط :- امام مسلم نے جس حدیث مبارک کو حضرت شیخ کی لسان مبارک سے سنا ہے



کلمہ حدیث سے اور جسے اُستاذ حدیث کے سامنے خود تلاوت فرمایا اُسے اخبارنا سے تعبیر فرمایا۔ جبکہ اکثر محدثین حدیث اور اخبارنا میں فرق کو مد نظر نہیں رکھتے۔ مزید برآں یہ کہ جہاں احادیث طیبہ کا سماعِ ثقیل ہوتا تھا اُسے بصیغہ واحد حدیثی ہے اور جب ہم عصر ساقیوں کی معیت میں احادیث کو سنا تو حدیث بصیغہ جمع تعبیر فرمایا۔ ۲۔ قلت آثار و تعلیقات :- صحیح مسلم میں ہر سترہ مواضع پر احادیث کو تعلیقاً روایت کیا گیا ہے۔ نیز حضرات صحابہ، سادات تابعینؓ کے فرامین کی تعداد بہت کم ہے۔ یعنی تعلیقات کل سترہ ہیں اور آثار بہت کم۔ ۵۔ تعیین کلمات :- متعدد اساتذہ حدیث سے کُسنی ہوئی ایک روایت مختلف کلمات سے مروی ہو تو جس ثقہ راوی کے کلمات حدیث کو نقل فرماتے ہیں۔ واللفظ لغات فرما کر اپنے شیخ کے اسم مبارک کی تعیین فرماتے ہیں۔

۶۔ اصطلاح جدید :- صیغہ سے جس قدر احادیث مروی ہیں انہیں فذک احادیث حنیفاً کے کہ جلد سے شرح فرماتے ہیں۔ ۷۔ رُباعیات :- امام مسلمؒ کی اعلیٰ ترین سند رباعی ہے۔ اذ ایسی احادیث کی تعداد صحیح میں تیراکی ہے۔

۹۔ شرح مسلم شارحین مسلم نے صحیح مسلم کی تعداد تیس کے قریب نقل کی ہے جن میں سے چند معروف تالیفات درج ذیل ہیں۔

۱۔ المناہاج :- علامہ نووی شافعیؒ کی ذو جلدوں میں مختصر مگر عمدہ شرح ہے حل متن اور معرفت مذاہب کے لئے یہ مختصر تالیف جامع و کافی ہے۔

۲۔ مناہاج الابرہاج :- علامہ قسطلانیؒ نے آٹھ جلدوں میں تالیف فرمایا جو معلومات کا عظیم خزینہ ہے لیکن افسوس کہ یہ شرح ہر نصف کتاب تک دستیاب ہے۔

۳۔ الذیبا ج :- مشہور محدث و شارح علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تالیف لطیف ہے۔ عبارت انتہائی شستہ اور انداز بیان دل رُبار ہے۔

۴۔ اکمال المعلم :- یہ مشہور مولفی محدث علامہ قاضی عیاض مالکیؒ کی تصنیف ہے۔ جسے اپنے اچھے انداز میں مکمل فرمایا ہے۔

۵۔ المطر السجاج :- علامہ ولی اللہ دہلوی نے فارسی زبان میں اسے تالیف فرمایا۔ بیان مذاہب اور ترجیحات مسلک حنفیہ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ہی موزوں ہے۔

۶۔ شرح مسلم :- عارف شستہ مولانا علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے ہونہار پوتے علامہ

فخر الدینؒ نے فارسی زبان میں اسے تالیف فرمایا۔ تصوف و سلوک کا رنگ غالب ہے۔ اہل سنت علماء  
فضلاء کے لئے اصلاح عقائد و اخلاق کے لئے اس کتاب سے استفادہ ضروری ہے۔

۷۔ فتح المذہب :- علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی ایک علمی کاوش ہے کتاب الرضا نمک میں جلدوں  
میں یہ شرح مکمل ہو سکی۔ عربی عبارت نہایت فصیحانہ ہے علماء و افاضہ کے

لئے درس حدیث کے وقت اس کتاب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ بعض مواقع پر آپ کی توجہات نہایت  
ہی اطمینان بخش اور مسلمات افزا ہیں۔ مولانا علامہ موسیٰ خان صاحب روحانی اور مولانا جسٹس قسطنطین عثمانی  
صاحب اس شرح کی تکمیل و اکمال میں مصروف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا کامیاب و ناممکن ہو

۸۔ شرح مسلم :- مؤلفہ مولانا غلام رسول صاحب سیدی۔ کتاب کی عبارت انتہائی سستہ اور کلام میں  
خوب رودانی ہے۔ طرز بیان دلکش ہے۔ اہل سنت فضلاء و طلباء کے لئے بہت  
زیادہ مفید ہے۔ جزاء اللہ خیر۔

۱۰۔ صحیحین میں موازنہ اور قول فیصل :- اس عنوان کی مکمل تفسیر صحیح بخاری کے ضمن میں  
۱۹ ص پر ملاحظہ فرمائیں۔

## رفاق المدارس العربیہ

۱۳۸۱ھ :- امام مسلم بن الحجاج کی سوانح حیات کچھ صحیح مسلم کی خصوصیات اور مزایا قلم بند کریں۔

۱۳۸۵ھ :- حرر و ابذۃ من ترجمۃ المصنف<sup>۱۰</sup> و مقام فی<sup>۱۱</sup> علم الحدیث و حدیث و  
درجۃ کتابہ فی<sup>۱۲</sup> الصحاح الستۃ و النبیۃ بین کتابہ<sup>۱۳</sup> و کتاب الامام البخاری و  
والمزایا التي اختص بها کتابہ و ما التزم فیہ من شروط نخب الجراح و احادیث و محل

ہومن الجوامع ام لا ؟ تنظیم المدارس العربیہ

۱۳۰۸ھ

السؤال الاول :- حدد المقالة المشتملة على عشرين سطرا و بين بينها

ترجمة الامام مسلم . ۱۳۹۳ھ ، ۱۳۹۴ھ ، ۱۳۹۵ھ ، ۱۳۹۶ھ ، ۱۳۹۷ھ

السؤال الثاني :- كم شرطاً عند الامام مسلم لا يدرج الاحاديث في صحيحه

الحل :- تمام اہم اور مستور مباحث حل کر دیتے گئے ہیں۔ یاد دہا کر کامیابی کو یقینی بنائیے۔



### ۳۔ ترجمۃ الامام مالکؒ

۱۔ نام۔ مالکؒ کنیت۔ ابو عبد اللہؒ لقب۔ امام دارالہجرتہ ۴۔ نسب۔ مالک بن انس بن  
 مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیبان ۵۔ نسبت۔ حضرات مؤرخین نے امام مالک کی تین نسبتیں بیان کی ہیں  
 ۱۔ الاصبہنی ۲۔ الاندلسی ۳۔ المدنی ۴۔ الاصبہنی۔ آپ کو اصبہ قبیلہ اصبہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کہا جاتا ہے  
 ولعرب بن تھمان کی ایک شاخ ہے اور دوسری تحقیق میں آپ کے جد امجد حارث بن غیبان کا ذوالصبہ لقب تھا اس لئے اصبہی کہلاتے۔  
 ۱۔ الاندلسی۔ اندلس عرب کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جہاں آپ کا خاندان مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل آباد تھا۔  
 ۲۔ المدنی۔ امام مالک کی ولادت چونکہ مدینہ منورہ میں ہوئی اس نسبت سے آپ مدنی کہلاتے۔

۳۔ حلیہ۔ علامہ عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مالک بھاری بدن، دراز قد، خوبصورت جسم، سرمہ رخ سفید رنگ کے مالک تھے نیز آپ  
 کی آنکھیں بڑی نازک بلند اور فارحی گھنی تھیں جبکہ سر مبارک پر بال بڑے نازک تھے۔ مونچھیں منڈانے کو قتلہ سے تعبیر فرماتے تھے۔  
 مشہور اور راجح قول کے مطابق امام موصوف کی ولادت ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ اس کے علاوہ ۱۷۰ھ اور ۱۷۱ھ  
 ۴۔ ولادت کے اقوال کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی درایۃ الملوک

میں لکھتے ہیں کہ امام مالک شکیہ مادر میں تین سال رہے۔  
 آپ کی وفات بالاتفاق ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ البتہ تاریخ میں اختلاف ہے مشہور قول کے مطابق بروز اتوار آپ بیمار  
 ہوئے اور تقریباً تین ہفتے مرثیہ الوفات میں گزارنے کے بعد گیارہ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو چھبیس سال کی عمر میں انتقال  
 فرمایا۔ اور جس نماز میں اپنی تمام عمر گزار دی تھی وہ پوری ہوئی کہ آپ حیات اربعہ میں مدفون ہوئے۔ اس کے علاوہ دس اور چھ ربیع الاول کی  
 تاریخیں بھی علماء اُست سے منقول ہیں کسی شاعر نے بن ولادت و وفات کو مندرجہ ذیل دو شعروں میں یوں بیان فرمایا ہے۔

فخر الامۃ مالک۔ نعم الامام السالک۔ مولدہ بجمع الحدیث وفاتہ فاذا مالک ۴

۵۔ اسانذہ امام مالک نے زیادہ تر مدینہ منورہ کے مشائخ و محدثین سے استفادہ کیا جن کی تعداد ۹۰۰ تک پہنچتی ہے جن میں سے جن کو  
 مشائخ تابعی ہیں اور چھ سو تبع تابعی۔ اسباب گرامی درج ذیل ہیں۔

آ۔ امام القراء سیدنا نافعؒ، ان سے امام صاحب نے تجوید قراءت بھی سیکھی اور روایت و درایت بھی ۲۔ امام زہریؒ ۳۔ مشہور تابعی  
 سیدنا سعید بن جبیرؒ ۴۔ سیدنا جعفر صادقؒ ۵۔ سیدنا عبد اللہ بن دینارؒ ۶۔ حضرت یحییٰ بن سعیدؒ ۷۔ سیدنا سلمہ بن دینارؒ  
 ۸۔ سیدنا ہشام بن عروہؒ ۹۔ سیدنا یحییٰ بن یسافؒ ۱۰۔ سیدنا ابن المنکدرؒ ۱۱۔ سیدنا ابوالدناؤد وغیرہم۔ علامہ یزقانی نے ان شیوخ  
 کی تعداد ۹۵۰ نقل کی ہے جن سے امام مالک نے مواعین احادیث نقل کیں ہیں۔



۱۰۔ تلامذہ | مدینہ منورہ میں ستر سال تک آپ مسند تدریس پر فائز رہے جس کے سبب آپ نے امام دارالہجرۃ کے لقب سے علمی شہرت پائی اور بیشتر فقہاء و محدثین نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ جن کی تفہیمیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیدنا سفیان ثوریؒ ۲۔ حضرت سعید بن منصورؒ ۳۔ سیدنا عبد اللہ بن المبارکؒ ۴۔ امام ادنائیؒ ۵۔ امام ابو یوسفؒ ۶۔ امام یحییٰ بن سعد مصریؒ ۷۔ امام شافعیؒ ۸۔ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ۹۔ امام ابن میسبہؒ ۱۰۔ حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ ۱۱۔ امام ابن وہبؒ ۱۲۔ سیدنا ابو علی حنفیؒ ۱۳۔ امام ابو الولید طحاویؒ ۱۴۔ علامہ ابن جریرؒ وغیرہم — علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک سے ان کے مشائخ و معاصرین اور عام تلامذہ نے احادیث و روایات کیں ہیں جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔

۱۱۔ مسلک امام | امام مالک بالا جماع مجتہد امام ہیں جو ایک ہی وقت میں درایت و روایت دونوں کے لاثانی اور مسلم امام تھے۔ امام مالکؒ خالص عربی النسل تھے، آپ کی خاندان یمن میں آباد تھا۔ سب سے پہلے آپ کے پودا دامشرف باسلام ہوئے پھر ان کے دادا (جو ہیل القدر تلمبی اور صحاح ستہ کے راوی ہیں) مدینہ النبی کی طرف

۱۲۔ کمالات و محاسن | ہجرت نہائی اور یہیں امام مالکؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بچپن | امام مالک کو بچپن ہی میں تحصیل علم کا بجد شوق تھا۔ آپ جس گھرانہ میں پیدا ہوئے وہ انتہائی غریب خاندان تھا لہذا آپ نے اپنے مکان کی چھت کو توڑ کر اس کی کڑیاں بازار میں فروخت کیں اور طالب علمی کے مصارف برداشت کئے۔ حضرات مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ نے سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متذولہ حاصل کر لئے تھے۔ — ذہانت | آپ کی حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا امام مالکؒ خود فرماتے ہیں کہ جس چیز کو میں

ایک بار دیکھ لیا وہ مجھے یاد ہو جاتی اور ساری زندگی نہ بھولتی آپ کی ذہانت اور قوت حافظہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ستر سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ فقہاء اہل مدینہ کے مشورہ سے مدینہ الرسولؐ میں مسند افتاء رو تدریس پر فائز ہوئے۔ عشق نبویؐ | امام مالکؒ کی جملہ زندگی عشق رسالت سے معمور تھی آپ کی ایک ایک ادا سے ہمیں عشق و محبت کا درس ملتا ہے دوران سبق حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نامی جس وقت بھی لیا جاتا آپ عقیدت و محبت سے اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور دہدائی کیفیت میں یہ الفاظ فرماتے قال صاحب هذا القبر الشریف ہکذا — سبحان اللہ!

طریقہ تدریس | حضرات مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کی مجلس درس نہایت پر کیف اور باوقار ہوتی تھی آپ درس حدیث سے قبل غسل فرما کر عمدہ اور نیا لباس زیب تن فرماتے پھر قیمتی خوشبو لگا کر مسجد نبوی میں تشریف لاتے، دورانِ محو کس پہلوئے بدلتے سیدنا عبد اللہ بن المبارکؒ نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن دورانِ درس کئی مرتبہ آپ کا چہرہ انور متغیر ہوا اور بدن پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے لیکن آپ نے درس حدیث کو موقوف نہ فرمایا بلکہ اسی اٹھاک اور لگاؤ سے حضور انورؐ کے نورانی اقوال کو تلامذہ کے سامنے نقل فرماتے رہے۔ ہم نے تغیرات کا سبب دریافت کیا تو فرماتے لگے کہ ایک بچہ نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا ہے اس وجہ سے رنگ متغیر ہوتا رہا۔ — عقیدتِ مدینہ | امام مالکؒ کو مدینہ الرسولؐ سے دلہائے عقیدت تھی اس لئے مضافات کے لئے مدد مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ ساری زندگی مدینہ منورہ میں کسی جانور پر سواری نہیں کی اس کا سبب



بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ انا استحي ان اطامرت جنة فيها قبر رسول الله بخا خا جنة۔ یعنی جس مبارک شہر میں حضور انور کا روضہ اطہر ہو اس شہر کی مٹی کو سواری کے سولے سے روزوں اس بات سے مجھے حیا آتا ہے، مومنین نے لکھا ہے کہ آپ کبھی بھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ مگر میری موت مدینہ منورہ ہی میں آئے اور مجھے جنت البقیع ہی میں دفن ہونا نصیب ہوا۔ آپ کے نزدیک سجد نبوی میں نماز پڑھنا حرام کی سے افضل ہے سبحان الله۔ والله در التواكل۔

بشارتے مشارع۔ جہور محمدین کے نزدیک حضور اکرم کے ارشاد گرامی یومئذ الناس ان یضربوا الابدال بالابل فلا یجدون عالم اعلم من عالم المدينة یعنی منقریب لوگ طلب علم میں اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیں لیکن پھر بھی انہیں مدینہ منورہ کے عالم سے بہتر کوئی عالم نہ مل سکے گا۔ کامصدق سیدنا امام مالک میں

حلم و حوصلہ۔ حضرات محدثین نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ نہایت عظیم الطبع اور متواضع تھے ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر جعفر بن سیدان سے کئی مسئلہ میں آپ کو اختلاف رائے ہوا گورنر نے امام مالک کو اپنے قول سے رجوع کرنے کی تاکید کی لیکن امام مالک نے فرمایا کہ میری رائے کتابت سنت کے اعتبار سے زیادہ قوی اور درست ہے لہذا میری بجائے آپ اپنے قول سے رجوع کریں گورنر نے اس انکار پر آپ کو ستر کوڑے لگائے اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اس بات کی تشہیر کرائی، جب اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ وقت کو ہوئی تو اس نے گورنر سے قصاص دلوانے کی پیش کش کی جسے امام مالک نے یہ فرما کر رد کر دیا کہ جب مجھے مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا جاتا تھا تو میں گورنر اور اسکے ملازمین کو معاف کر دیتا تھا۔

محصولات زندگی۔ امام مالکؒ کی رہائش جس مکان میں تھی وہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی سابقہ رہائش گاہ تھی آپ مسجد نبویؐ میں اس جگہ تہہ میں کے لئے جلوہ افروز ہوتے جہاں سیدنا فاروق اعظمؓ اپنے دور خلافت میں جلوہ فرما ہوتے تھے۔ امام مالکؒ فتویٰ دینے سے قبل اس آیت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان نظن الاظننا وما نحن بمستیقین (الہیہ)

احسان ایندی۔ اہل اربعہ میں سے صرف امام مالک کو رب کریم کی طرف سے یہ اعزاز ملا کہ آپ کی مدون و مرتب کی ہوئی کتاب امت کے ہاتھوں اس وقت موجود ہے بقیہ ائمہ کی تصانیف کے علاوہ کی جمع کر دی ہیں جیسا کہ کتاب الامام لا اعظم الی حنیفہ، مسند امام شافعی، مسند امام احمد وغیرہ۔

۱۳۔ اصحاب فضل کے تعریفی اقوال۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ یولامالک وسفیان لذهب علم الحجاز۔ اگر امام مالکؒ اور سیدنا سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز مقدس سے علم رخصت ہو جاتا۔ سیدنا حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں لو قیل لی اخت لامة محمد من یاخذون عنه العلم لرایت مالک لذلك موضعاً دعات۔ کہ اگر مجھے کس ایسی شخصیت کے چناؤ کا اختیار دیا جائے جس سے امت محمدیہ علم و فضل سکھے تو میں یقیناً اس منصب کے لئے امام مالکؒ کو منتخب کروں گا۔ ۲۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن شہابؒ زہری کے علاوہ میں امام سب سے فائق ہیں۔ ۳۔ حضرت عبدالرحمان بن مہدیؒ بیان فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ روایت حدیث کے، امام اوزاعیؒ قواعد سلف کے امام تھے۔ جبکہ امام مالکؒ ان دونوں فنون کے امام تھے۔

۱۴۔ مؤطا کا تعارف | قرآن مجید کے بعد جس کتاب کو سب سے پہلے باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے مدون کیا گیا وہ مؤطا امام مالکؒ ہے۔ علامہ ابو بکر بن العربی مالکی فرماتے ہیں کہ فن حدیث میں مؤطا امام مالک ہی نقشب اول ہے اور صحیح بخاری کی حیثیت نقشب ثانی کی ہے۔

لیکن احقر کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام اعظمؒ نے سب سے پہلے احادیث کا ایک مجموعہ کتاب الآثار کے نام سے اہمیت مسترک کے سامنے پیش فرمایا۔ وہی علم حدیث کا پہلا مجموعہ ہے۔ ایک محقق کی تحقیق ہے کہ سیدنا امام اعظمؒ نے جہاں علم کلام کی بنیاد ڈالی اور فقہ کے عظیم الشان فن کو مدون کیا وہاں ہی علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بروایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں احادیث کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا جس کا نام کتاب الآثار ہے۔ تہذیبی تائید علامہ سیوطی کی عبارت سے ظاہر ہے چنانچہ تبیین الصنیف فی مناقب ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں :-

من مناقب ابی حنیفہ	امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب
التی انفرد بها	کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے
اول من دون	کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلم
علم الشریعہ ورتبہ ابواباً	شریعت کو مدون کیا اور اس کی
ثم تبعہ مالک بن	ابواب پر ترتیب کی پھر امام مالک
النس فی ترتیب	بن انس نے مؤطا کی ترتیب میں
الموطاء ولم	اپنی کی پیروی کی اور اس باب
یسبق ابی	میں ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت
حنیفہ احد	نہیں ہے۔

مذکورۃ الحمد ثمن کے مصنف نے اس تحقیق کو جس دلیل پر مسترد کیا ہے وہ انتہائی بے جان فرسودہ ضعیف اور لایعبار لکھے درجہ میں ہے اگر مؤلف موصوف علامہ سیوطی کی عبارت ۱۳ کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے تو یقیناً انہیں اپنی غلطی کا جملہ احساس ہو جاتا تو وہ اپنے اس قول ————— کہ ”علم شریعت علم حدیث سے عام ہے“

سے رجوع فرمالیتے۔ اگر باب علم سے یہ بات منہی نہیں کہ عبارت کے مندرجہ ذیل دو جملے عبارتہ ”ان کی بے جان دلیل کا رد فرما رہے ہیں۔ آ۔ فرتبہ ابواباً ۲۔ ثم تبعہ مالک بن النس فی ترتیب الموطا یقیناً ترتیب ابواب سے کتاب الآثار کے ابواب فقہیہ کی ترتیب مراد ہے۔ مؤطا امام مالک کے ساتھ تشبیہ سے مقصود بھی علم حدیث کی کتاب قول کتاب الآثار ہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ علم شریعت سے مراد علم حدیث ہے نہ کہ غیر علم حدیث لہذا اگلے یقین ہے کہ مؤلف موصوف اپنی اصلاح فرماتے ہوئے رجوع الی الحق فرمالیں گے۔ (اسکی مزید تحقیق میری تالیف جو ابھی زیر ترتیب ہے میں ملاحظہ فرمائیں)۔



۱۵۔ **موطأ کی وجہ تسمیہ** | موطأ لفظ دلی سے ماخوذ ہے جس کے معنی روندنے، تیار کرنے اور نرم و پہل بنانے کے ہیں۔ تمام یہی میں ہے: الموطأ من وطأ له هتياً و دمثاً و سقله، ان معانی کے اعتبار سے حضرات شراح حدیث سے بہت اقوال منقول ہیں جن میں سے درج ذیل دو قول زیادہ رائج ہیں۔

آ۲۔ موطأ لفظ موطأ سے ماخوذ ہے جس کے معانی موافقت اور اتفاق کرنے کے ہیں تو کتاب موطأ کو موطأ اس نسبت سے کہا گیا ہے کہ امام مالک نے اس کتاب کو تالیف کرنے کے بعد فقہاء مدینہ کی خدمت میں پیش کیا تو تمام نے موافقت فرمائی اور اس کتاب کا نام موطأ پڑ گیا۔ خود امام مالک فرماتے ہیں: عرضت کتابی هذا علی سبعین فقیہاً من فقہاء المدینۃ فکلمہم واطمان علیہا نے اپنی اس تالیف کو مدینہ منورہ کے شہر فقہاء کی خدمت میں پیش کیا تو تمام نے اس کتاب کی موافقت کی۔

آ۳۔ موطأ قوطیہ سے ہم منقول ہے جس کے معنی درست اور ہموار کرنے کے ہیں چونکہ امام مالک نے اس کتاب کو طابین علم حدیث کے لئے ہموار کیا اس لئے اس کا نام موطأ پڑ گیا۔ امام راہی سے دریافت کیا گیا کہ کتاب مذکور کا نام موطأ کیوں رکھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام مالک نے اس کتاب کو مرتب فرما کر لوگوں کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے اس لئے اس کا نام موطأ لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

۱۶۔ **کتب حدیث میں موطأ امام مالک کا مقام** | رواد کے پانچ طبقات ہیں جن کا بیان ترجمۃ الامام الترمذی کے ذیل

میں ہوا: حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک موطأ طبقہ اولیٰ میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ موطأ کو تمام کتب حدیث میں اصح اور افضل سمجھتے تھے مقدمہ کشمیری کی تحقیق میں موطأ کا درجہ ترمذی کے بعد ہے یعنی چھ نمبر مگر حقیقت یہ ہے کہ موطأ امام مالک نسائی کی طرح صحیح مسلم کے بعد تیسرے درجہ میں ہے۔

۱۷۔ **روایات کی تعداد** | موطأ امام مالک کی جملہ روایات کی تعداد ایک ہزار سات سو ہیں ہے جن میں سے چھ سو احادیث مسند مرفوع ہیں اور سو بائیس مرسل چھ سو تیرہ موقوف اور دو کواشی، تابعین کے فتاویٰ ہیں۔

۱۸۔ **خصوصیات موطأ** | آ۱۔ جدید احادیث: موطأ میں چار احادیث ایسی ہیں جن کا متن ہمیں دوسری احادیث میں نہیں ملتا۔ آ۲۔ باب کے ذیل میں امام مالک ان مسائل فقہیہ کو بیان فرماتے ہیں جن کی باب سے مناسبت ہوتی ہے۔

آ۳۔ مسائل فقہیہ بیان کرنے کے بعد اپنا اجتہادی فرمان بھی نقل فرماتے ہیں آ۴۔ اجماع اہل مدینہ: اہل مدینہ کے اجماع کو بالاستیعاب ذکر فرماتے ہیں اور اس کے لئے السنۃ النہی لا یمکن فیہا عندنا سدا وکذا کا جملہ استعمال فرماتے ہیں۔ آ۵۔ جن مسائل میں ائمہ اہل مدینہ کا اختلاف ہو ان کی طرف ہذا اخصاً ما ستمنعاً کے فرمان سے اشارہ کرتے ہیں آ۶۔ بلاغات: موطأ میں بلاغات بکثرت موجود ہیں کیونکہ امام مالک کے سامنے بہت سی احادیث تھیں لہذا ان میں سے بعض کا انتخاب فرماتے ہوئے بلغنی کا صیغہ بیان کرتے ہیں۔

۱۹۔ **موطأ کے نسخے مع اسماء رواد** | امام مالک موطأ کو مدون کرنے کے بعد تقریباً تیس سال تک اس کا درس دیتے رہے جس کی وجہ سے موطأ میں اضافہ بھی ہوا اور ترمیم بھی شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے

ہیں کہ مؤطا کو تقریباً ایک ہزار محدثین نے روایت کیا ہے جن سے اس وقت سب سے پہلے جلتے ہیں اور ان میں سے چار سنی مشہور ہیں۔ ۱۔ نسخہ سبکی بن یحییٰ مہمڈی یہ نسخہ برصغیر پاک و ہند میں پایا جاتا ہے اور مؤطا امام مالک کے نام سے ملتا ہے۔ ۲۔ نسخہ امام محمد بن الحسن اشیبائی الکوفی یہ نسخہ مؤطا امام محمد کے نام سے اصل علم میں مشہور ہے اس نسخہ میں چند ایسی خصوصیات ہیں جو ہمیں دوسرے نسخوں میں نہیں ملتیں۔ ۳۔ نسخہ ملائم ابن زہب جو امام مالک کے مشہور اور اجماعہ ملائم میں سے ہیں تم۔ نسخہ ملائم احمد بن قاسم یہ فقہ مالکی کے مشہور امام ہیں جنہوں نے مسائل فقہیہ کو بڑی حسن و خوبی سے ایک منظم کتاب کی شکل میں مدون فرمایا جو المدقنۃ الکبریٰ کے نام سے مدارس میں مشہور ہے۔

۲۔ شرح مؤطا

مؤطا امام مالک فی حدیث کی مشہور کتابوں میں سے ایک ہے اس لئے اس پر بے شمار علماء نے قلم اٹھایا ہے جس میں سے چند درج ذیل ہیں۔ ۱۔ شرح المؤطا۔ یہ ملائم خطاب کی تصنیف لطیف ہے متأخرین علماء نے اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے۔ ۲۔ تفسیر المؤطا۔ یہ ملائم عبد الملک مالکی کی تصنیف ہے جس کا انداز بیان متعین علماء کی طرف مختصر مگر جامع ہے۔ ۳۔ الاستذکار۔ یہ ملائم عبد البر مالکی کی تالیف ہے۔ ۴۔ تصویر الحوائک۔ یہ ملائم بلال الدین سیوطی کی ایک عمدہ کاوش ہے جسکی عربی عبارت انتہائی شستہ اور فصیح ہے۔ ۵۔ المحلی باسراؤ المؤطا۔ یہ ملائم سلام اللہ دہلوی کی تالیف ہے جو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں ۱۱۔ المستویک۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف جو کج کل کے طالبین علم حدیث کے لئے ایک بیش بہا علمی خزینہ ہے۔ ۱۲۔ المصنفی۔ یہ بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تالیف ہے۔ جو فارسی زبان میں تحریر کی گئی ہے۔

۱۱۔ شرف افضلیت۔ یہ حضرات محدثین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ صحیح بخاری اور تواتر صحیح بخاری کو حاصل ہے یا مؤطا کو؟ جمہور کے نزدیک صحیح بخاری ہی صحیح الکتب بعد کتب اللہ کے قول کا مصداق ہے اور درجہ اولیت صحیح بخاری ہی کو حاصل ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے مؤطا صحت میں بخاری سے افضل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلا قول راجح ہے کیونکہ مؤطا میں مراسیل، بلاغات اور منقطع احادیث بکثرت موجود ہیں جو یقیناً صحت حدیث کے منافی ہیں۔ ۲۔ مؤطا پر اجماع الکتب کا اطلاق علماء و محدثین نے اس زمانہ میں کیا تھا جس زمانہ میں صحیح بخاری تالیف نہ ہوئی تھی۔

## وفاق المدارس

۱۳۹۹ھ بعد ذکر شئی من احوال جمع الحدیث وقد وینہ اذکروا ما تعلمون من فضائل امام اہل الجہرۃ مالک بن انس الا صبحی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ومادابہ فی تخریج الاحادیث وترتیبہا فی کتابہ المؤطا۔ وکیف عرف مقام کتابہ عند ائمتہ المحدثین باعتبار صحۃ الاسانید۔ (۱۳۹۲ھ اور ۱۳۹۴ھ)

## تنظیم المدارس

اذکر نجاتہ الامام مالک رحمۃ اللہ علیہ مع خصوصیات کتابہ مؤطا۔

(۱۳۹۲ھ اور ۱۳۹۴ھ اور ۱۳۹۵ھ)

الحل۔ یہ کیسے باعث تحریر ہو چکے۔ حفظ فرمائیں۔



## ۴۔ ترجمۃ الامام محمدؐ

۱۔ نام: محمدؐ ۲۔ کنیت: ابو عبد اللہ ۳۔ نسب: محمد بن الحسن بن الفرقد، ایک روایت مستند بن الحسن بن عبد اللہ کی منقول ہے جو درست نہیں شاذ ہے۔ ۴۔ نسبت: الشیبانی الحنفی نسبت شیبانی کے بارے میں دو اقوال ہیں آشیہان عرب کا ایک معروف قبیلہ ہے اور اس قبیلہ میں سے ہونے کی وجہ سے امام موصوف شیبانی کہلائے (ان قبیلہ شیبانی کی طرف امام صاحب کی نسبت نسبت ولایت ہے کیونکہ آپ کے والد بنو شیبان کے غلام تھے۔ ۵۔ کوئی آپ سکونت، تعلیم اور درس و تدریس کے اعتبار سے کہلائے۔

۵۔ ولادت: امام محمدؐ کی ولادت بمقام واسطہ مسلمہ (ایک سو تیس) میں ہوئی بعض مؤرخین نے سن ولادت ایک سو پینیس بیان کی ہے جو مرجوح ہے۔

۶۔ وفات: آپ کی وفات ششمہ بمقام ری ہوئی آپ کے وصال کے دو یوم بعد امام کسائی بمقام آری فوت ہوئے جس پر باروق نے کہا کہ افسوس ہم مقام ری میں عربیت اور فقہ کے اماموں کو تر خاک دفن کر کے تہی دامن جاہلیت میں۔

۷۔ اساتذہ: امام محمدؐ نے حدیث، فقہ، لغت اور عربیت کے مشہور ائمہ سے اکتساب فیض کیا جن میں سے چند درج ذیل میں آئے۔ رئیس الفقہاء سیدنا امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام ابو داؤدؒ، قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ، سیدنا سمر بن کدامہؒ، علامہ عسکری بن دینارؒ، سیدنا زعمہ بن صالحؒ، سیدنا کبیر بن عمارؒ، تلامذہ: امام محمدؐ چونکہ حدیث، فقہ، اور عربیت کے ماہر تھے اس لئے اطراف عالم سے تشنگان علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حسب منشاء فیض پاتے چند مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں۔

۸۔ تلامذہ: امام ابو یوسفؒ، سیدنا سمر بن کدامہؒ، علامہ عسکری بن دینارؒ، سیدنا زعمہ بن صالحؒ، سیدنا کبیر بن عمارؒ، امام شافعیؒ، امام ابو سیمان جوزجانیؒ، علامہ هشام رازیؒ، مشہور محدث قاسم بن سلامؒ، ابو حنیفہ کبیرؒ، سیدنا علی بن مسلم الطوسیؒ، سیدنا خلف بن ایوبؒ۔

۹۔ حالات زندگی: امام محمدؐ کے آباؤ اجداد دمشق کے قریب حصر مستند نامی ایک گاؤں میں سا لہا سال تک سکونت پذیر رہے آپ کے والد ماجد سیدنا حسنؒ نے عراق کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہیں امام محمدؐ پیدا ہوئے۔ اور یہیں ہی نشوونما پایا، بچپن میں امام محمدؐ نے ابتدائی بیس سال کوذ میں گزالیے اور آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز کوذ ہی میں ہوا چونکہ عربین شریفین کے بعد کوذ اور بصرہ مسلم و فضل کے علمی مراکز تھے اس لئے تمام علوم متداول اپنے کوذ ہی کے مشائخ سے حاصل کئے یہ وہ زمانہ تھا کہ جب رئیس الفقہاء امام احمد بن سیدنا امام ابو حنیفہؒ اپنی خداداد فقیہی اور اجتہادی صلاحیتوں سے اہل عرب و عجم کو مستفید فرما رہے تھے چنانچہ امام محمدؐ بھی اٹھارہ سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں رہے اور علوم دینیہ خصوصاً

فقہ اور حدیث میں کامل طور پر استفادہ کیا۔

۱۱۔ ذہانت :- امام محمدؒ نے جب پہلی بار امام اعظمؒ کے درس حدیث میں حاضری دی تو سیدنا امام اعظمؒ نے فرمایا کہ آپ پہلے قرآن مجید حفظ کریں پھر میرے درس میں حاضر ہوں ابھی سات دن ہی گزرے تھے کہ دوبارہ امام محمدؒ درس حدیث میں حاضر ہوئے تو سیدنا امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو درس حدیث میں شمولیت سے قبل حفظ قرآن کے بارے میں کہا تھا امام محمدؒ نے عرض کی بھلا اللہ سات دنوں میں میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے الحسن وجمال۔ رب کائنات نے جہاں امام موصوف کو باطنی خوبیوں سے نوازا تھا وہاں آپ ظاہری حسن و جمال سے بھی مالا مال تھے سیدنا امام اعظمؒ نے آپ کے چہرے کی شگفتگی دیکھ کر فرمایا کہ محمدؒ تم دورانِ درس مسجد کی ایک جانب کسی حائل کے پیچھے چُپ کر بیٹھا کرو تاکہ آپ کے ہم عصر ساتھیوں میں ذہنی اضطراب پیدا نہ ہو نیز سیدنا امام اعظمؒ نے امام محمدؒ کے والد ماجد سے فرمایا کہ ان کے سر پر استرا پھر وادیں تاکہ خوبصورتی میں کمی ہو جائے لیکن بال منہ وانے سے امام محمدؒ کے حسن میں اور نکھار پیدا ہو گیا جس پر علامہ ابونواسؒ نے فرمایا ہے

حلقوا رأسه ليكسوة قبحا غيرة عنهم عليه وثما  
كان في وجهه صباح وليل . نز عوا ليله والفتوة مبها

۱۲۔ علمی سفر :- امام اعظمؒ کے وصال کے بعد امام محمدؒ تحصیلِ علم حدیث کے لئے مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور یہاں تین سال تک زیادہ عرصہ تک امام دار الحجۃ امام مالکؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے بیشمار احادیث کا سماع کیا جنہیں آپ نے مؤطا امام محمدؒ میں نقل کیا ہے ذہد و تقویٰ :- امام محمدؒ کا آخری عمر میں یہ معمول تھا کہ آپ رات کو تین حصوں میں منقسم فرماتے پہلے حصہ میں عبادت اور میانہ حصہ میں نیت اور آخری حصہ میں فقہ و حدیث کا مطالعہ اور تصنیف کرتے۔ اس لئے جہاں آپ معاصرین میں علم و فضل کے اعتبار سے معروف تھے۔ وہاں آپ کی عبادت بھی ضربِ اشل تھی۔

۱۰۔ اصحاب فضل کے تعریفی اقوال :- امام محمدؒ کے تلامذہ، معاصرین اور شیوخ نے امام محمدؒ کو بے پناہ غرائی تحسین پیش کیا ہے خصوصاً امام شافعیؒ اور فقہاء عراق نے تو آپ کے علم و فضل کی بحد تعریف کی ہے

چند اقوال منقول ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں : ما رأيت افضل من محمد بن الحسن یعنی میں نے علماء عرب و عجم میں محمد بن حسن سے زیادہ کوئی فیض نہیں دیکھا دوسری جگہ فرماتے ہیں : ما رأيت اعقل من محمد بن الحسن کہ محمدؒ زیادہ کوئی ذہین نہیں تھا امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ : اذا كان في المسألة قول ثلاثة لم يسمع مخالفتهم فقبل له من عنه قال ابو حنيفة و ابو يوسف و محمد بن الحسن قال ابو حنيفة البرصم بالناس و ابو يوسف ابصر الناس بالآثار محمدؒ ابصر الناس بالعوية یعنی جس مسئلہ پر تین ائمہ متفق ہو جائیں تو اس مسئلہ میں دوسرے مخالف علماء کی بات رد کر دی جائے آپ سے سوال ہوا کہ وہ تین ائمہ کون ہیں فرمایا : ابو حنيفة، ابو يوسف اور امام محمدؒ ————— کیونکہ امام ابو حنیفہؒ فصاحت و اجتہاد میں، امام ابو یوسفؒ احادیث و آثار میں اور امام محمدؒ عرب و عجم کے علماء سے فائق ہیں (آج کل کے بعض غیر فقیہ مستغصب



ملاس کے لئے یہ فرمان دعوت ہدایت ہے (۱) مستی ناکبی بن صالح فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ مالکؒ سے زیادہ فقیہ ہیں امام احمد بن منبل سے پوچھا گیا کہ آپ نے مسائل فقہ کبائے سیکھے ہیں فرمایا امام محمدؒ کی کتابوں سے۔ ایک اور مقام پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں انھم من الملائکۃ محمد فی فقیہہ والکسائی فی نحوہ والاوصی فی شعرہ۔ ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے فرمایا: ائمتنا علی فی الفقہ محمد بن الحسن۔ فقہاتہ ودرایت میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمدؒ کا ہے۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ کان من البحور علما

وفقہما۔ علم و فقاہتہ کے اعتبار سے امام محمدؒ بڑے کمال تھے۔ ۱۱۸۰  
۱۱۔ تعداد احادیث | موطا امام محمدؒ میں کل احادیث کی تعداد ایک ہزار ایک سو اسی ہے جن میں سے ایک ہزار پانچ احادیث امام مالکؒ سے تیرہ امام ابو حنیفہؒ سے چار امام ابو یوسفؒ سے اور ایک سو کچھ احادیث دوسرے محدثین سے

مردی ہیں۔

۱۲۔ تصانیف | حضرات مؤرخین نے آپ کے تصانیف کی تعداد ۹۹۹ بیان کی ہے جن میں سے زیادہ تر تصانیف فقہ منصفہ کہلاتے ہیں۔ اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور متاخرین فقہاء احناف نے ان کتب سے بہت حد تک استفادہ کیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔ آ۱۔ موطا امام محمدؒ ۲۰۶۔ کتاب الامار۔ فن حدیث میں موطا امام محمدؒ کے بعد آپ کی یہ دوسری تالیف ہے جس میں سات سو اٹھارہ امار اور ایک سو چھ احادیث میں شمار کی گزرتی ہے سبب کتاب نام کی کتاب الآثار معروف ہوا۔ ۳۔ مبسوط۔ یہ امام محمدؒ کی سب سے زیادہ ضخیم تصنیف ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں گیارہ ہزار کے قریب مسائل فقہ مذکور ہیں۔ ۴۔ جامع صغیر۔ امام محمدؒ کی علم فقہ میں یہ دوسری کتاب ہے جس میں فقہی مسائل کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے متاخرین منصفہ نے اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے اور اسکی شرح پچاس کے قریب تالیفات کی گئی ہیں۔ ۵۔ جامع صغیر۔ یہ بھی فقہ کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک تالیف ہے اور اس میں مرقوم تمام مسائل کو احادیث نبویہ اور فرامین صحابہ سے توثیق کیا گیا ہے۔ ۶۔ مسیر صغیر۔ اس کتاب میں مغازی، سیر، جہاد اور صلح کے مسائل تالیف کئے گئے ہیں۔ فقہاء اور محدثین کے نزدیک اس موضوع پر اس سے عمدہ کتاب نہ ہی تالیف کی گئی ہے اور نہ ہی منظر نام پر آئی ہے امام غزالیؒ نے بہت ہی اچھے انداز میں اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ ۷۔ مسیر صغیر ۸۔ زیادات۔ یہ دونوں کتب سیر اور مغازی ہی کے موضوع پر تالیف کی گئی ہیں۔ مبسوط سے لے کر زیادات تک کی چھ کتب فقہ حنفی میں ظاہر الروایہ کے عنوان سے نقل کی جاتی ہیں۔ ۹۔ کتاب الحج۔ ۱۰۔ کتاب الحلیل۔ ۱۱۔ کتاب النوادر وغیرہ وغیرہ۔

۱۳۔ موطا امام مالکؒ اور امام محمدؒ میں موازنہ | امام مالکؒ سے موطا کے تالیفین کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے لیکن دنیا کے علم و فضل میں اسوقت صرف دو نسخے مشہور ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن یحییٰ مسمودی کا نسخہ جو موطا امام مالکؒ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۔ نسخہ امام محمدؒ بن الحسن جسے موطا امام محمدؒ کہا جاتا ہے۔ اس نسخہ کو مندرجہ ذیل متعدد وجوہ سے موطا امام مالکؒ پر فرقیت ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔ آ۱۔ امام محمدؒ باجماع ائمہ ثین یحییٰ بن یحییٰ سے فن حدیث

اور فقہ میں اوثق اور ارجح ہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ کا فرمان گزرا۔ ۱۔ کان الامام محمد بن النعمان وکان قویاً فیما  
 روی عن مالک۔ ۲۔ امام محمدؒ امام مالکؒ کی خدمت میں تین سال سے زادہ عرضتک رہے جبکہ امام یحییٰ بن یحییٰ امام مالکؒ  
 کی خدمت میں اُس سال حاضر ہوئے جو آپ کا سین وصال ہے۔ یقیناً طویل الصبۃ راوی کی روایت قلیل الصبۃ سے راجح اور قوی ہے۔  
 ۳۔ امام محمدؒ نے موطا کی تمام احادیث کو براہِ راست امام مالکؒ سے سنا ہے اسی لئے وہ موطا امام محمدؒ میں امام مالکؒ سے روایت کرتے  
 ہوئے اخیر نا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں جبکہ امام یحییٰ موطا کاں طور پر بلا واسطہ سماع نہ کر سکے جیسا کہ ان کا کتب بعض ابواب وغیرہ اس لئے وہ  
 عن مالک کا کلمہ استعمال فرماتے ہیں۔ ۴۔ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک موطا کے متعدد مقامات پر امام یحییٰؒ کو نقل روایات میں غلطی  
 لگی ہے اس لئے بعض محدثین نے لکھا ہے۔ "وقلیل الحدیث ولہ ادھام"۔ جبکہ امام محمدؒ بالاجماع کثیر الضبط والاعتقان  
 راوی ہیں ۵۔ موطا امام مالکؒ میں صرف وہ احادیث مروی ہیں جو امام مالکؒ سے منقول ہیں جبکہ موطا امام محمدؒ میں امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ،  
 امام ابو یوسفؒ اور دوسرے محدثین سے مروی احادیث بھی منقول ہیں یقیناً زیادہ احادیث بھی افضلیت کتاب کی علامت ہے۔  
 ۶۔ بعض مقامات پر موطا امام مالکؒ میں ترجمہ الباب کے ذیل میں نہ ہی کوئی حدیث مرفوعہ مروی ہے اور نہ ہی کوئی اثر موقوف جبکہ  
 موطا امام محمدؒ میں کوئی ترجمہ الباب بھی حدیث مرفوعہ یا اثر موقوف سے خالی نہیں یقیناً ترجمہ الباب کا مؤید بالا حدیث یا بالآخر ہونا  
 ایک گورنر قضیت کی دلیل ہے۔

۱۲۔ موطا امام محمدؒ کے نام سے معروف ہونے کی وجہ | موطا امام محمدؒ میں چونکہ آ۔ امام محمدؒ نے امام مالکؒ کے علاوہ امام اعظمؒ  
 ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور دوسرے محدثین سے احادیث روایت  
 کی ہیں ۲۔ نیز مسلک حنفیہ کو بالاستیحاب نقل فرماتے ہیں اس لئے کتاب مذکور موطا امام مالکؒ کہلانے کی بجائے موطا امام محمدؒ مشہور ہوئی۔  
 ۱۵۔ خصوصیات موطا امام محمدؒ | ۱۔ حسن ترتیب :۔ موطا امام محمدؒ کی ترتیب نہایت عمدہ ہے طالب حق کے لئے ترجمہ  
 الباب کو تلاش کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ ۲۔ عدم موضوع :۔ موطا میں کوئی حدیث  
 موضوع نہیں البتہ کچھ ضعیف احادیث مذکور ہیں لیکن وہ بھی تعددِ اسانید کے سبب حسنِ بغیرہ کے درجہ میں ہیں ۳۔ بیانِ مذہب :۔  
 حدیث الباب کو بیان کرنے کے بعد امام محمدؒ اپنا مسلک نقل فرماتے ہیں اور اپنے شیخ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے فرمان کی تائید بھی تم متعدد  
 مقامات پر امام ابو یوسفؒ کی "کامسک نقل فرماتے ہیں کیونکہ امام ابو یوسفؒ بھی "فقہ حنفی کا مدار ہیں ۵۔ عدم تکرار :۔ موطا میں تکرار  
 احادیث سے اعراض کیا گیا ہے ۶۔ استیجابِ اخبار :۔ اپنے شیخ سے حدیث روایت کرتے ہوئے اخیر نا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں  
 جس سے کتاب کی اہمیت سند کے اعتبار سے یقیناً بڑھ جاتی ہے ۷۔ اکثر امام ابو حنیفہؒ کے اسم گرامی کے بعد وَالْعَاشَةِ مِنْ  
 فَتْحًا بِنَا کا جملہ تحریر فرماتے ہیں جس سے عراق اور کوفہ کے فقہاء مراد ہوتے ہیں ۸۔ کہیں کہیں امام احمد بن محمدؒ امام مالکؒ کا مسلک بھی  
 نقل فرماتے ہیں ۹۔ موطا امام مالکؒ کی طرح یہاں بھی بلاغات موجود ہیں ۱۰۔ ینبغی کذا فرما کر اس سے کبھی واجب اور سنتِ مؤکدہ مراد  
 لیتے ہیں جیسا کہ "هَذَا حَسَنٌ" اور "لَا يَجِبُ" کے کلمات امام محمدؒ کے نزدیک ضمیمی معانی پر محمول ہیں۔



۱۶ وجہ شہادت نسخہ بخوبی | امام بخاری امام مالک کے وصال کے بعد جب مالک نے امام احمد بن حنبل کے حاکم بنے امام ابی یوسف کو ان کے فہرست علم و فضل کے سبب جہاد فی سبیل اللہ کی پیشکش کی تو آپ نے مسترکرو دی لیکن حاکم وقت نے یہ شرط عائد کر دی کہ قاضی اس عالم و فقیہ کو مستعین کیا جائے گا جو امام بخاری کے تلامذہ اور مستمدرین میں سے ہو گا لہذا امام بخاری ان تلامذہ کو منصب قضا پر فائز کر دیتے جو موطا امام مالک آپ سے سبقت پڑھ جاتے پڑھتے پڑھتے اس وجہ سے اندلس مغرب، عراق، کش اور عرب کے علماء میں اس نسخہ کو شہرت ملی جو بعد میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے واسطے سے برصغیر پاک و ہند میں متعارف ہوا۔

## وفاق المدارس

۱۳۹۶ھ حرر و اسوان محمد من سنة ولادته و وفاته و مقامه في الفقه و الحديث و اللغة، اهو مجتهد مطلق ام في المذهب و ما الفرق بينهما. و حرر و امضا مقامه المشهورة و اساتذته و تلاميذه المشهورين و حصائل كتابه هذا من سائر النسخة مصنف هذا الكتاب محمد ام مالت لو لم يكن محمد فلم نسب اليه :-

(۱۳۹۶ھ، ۱۳۹۳ھ اور ۱۴۰۱ھ)

## تنظيم المدارس

بحرر المقالة المشتملة على شوايح الامام محمد رحمه الله تعالى ولا تكون اقل من

عشرين سطراً

(۱۳۹۶ھ، ۱۳۹۵ھ، ۱۳۹۴ھ اور ۱۴۰۰ھ)

الحل پر چرچ بات بالائیں بحثے امور دریافت کئے گئے - بیان ہو چکے -

مجتہدین و فقہاء کے طبقات اور حضرت امام کی علمی و فقہی حیثیت کی بحث درج ذیل ہے، حفظ فرمائیں -

تیز اسلحاۃ خاصہ کی بحث بھی استحقاق نظر نگاہ سے اہم ہے، ازبر کر لیں -

۱۷۔ طبقات فقہاء و حیثیت امامؑ  
مسائل شرعیہ اور احکام فقہیہ میں علمی اور فکری صلاحیتوں کے موافق اپنی  
خداداد توانائیوں کو صرف اور گھپائیے میں حضرات فقہاء اور سادات  
مجتہدین کے ساتھ طبقے میں جن میں سے ابتدائی تین درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وہ ائمہ حدیثی اور مرجع فقہ و حدیث جنہوں نے مآخذ دین یعنی قرآن و حدیث، اجماع و آثار اقیاس و استنباط کو  
تدقیق و تبحر سے قواعد و اصول فقہ کو مدون فرمایا۔ نیز ان وضع کردہ اصول و کلیات کے پیش نظر امت مسلمہ کی  
ہدایت و رہنمائی کے لئے زندگی کے تمام مراحل و شعبہ جات میں قدم بہ قدم پیش آمدہ جزئیات و فروغ کی شرعی حیثیت  
فرمائی۔ یہاں تک کہ سب زندگی میں اگر افراد اپنی آدم کو جماعتی — یا انفرادی زندگی میں کسی لمحہ کوئی مثل کبھی پیش آئی تو  
اس کا حل ان جزئیات و قواعد میں ملے گا۔ اللہ موجود ہے یہ ائمہ تراجم الالہ الامم اعظم ابوحنیفہ، امام دارالہجرت امام مالک  
۲۔ امام الشریعہ امام شافعی، امام عزیمت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ رحمۃ واسعہ ہیں جو مجتہدین الشریعہ اور مجتہد مطلق کے  
القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

۳۔ وہ ائمہ علم و حکمت جو اصول فقہ و حدیث میں تو کسی امام مذکور کے متقلد ہوتے ہیں لیکن مسائل فروعیہ میں بعض اوقات  
اپنے امام کے قول کی موافقت نہیں فرماتے بلکہ اپنے امام کے وضع کردہ اصول و کلیات کے پیش نظر بعض مسائل میں ان کی  
راے کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ کچھ فروعی احکام میں اپنے شیخ و امام کے متقلد نہیں رہتے جیسے امام الفقہ  
والفقہاء امام ابو یوسف، امام الحدیث والاثار امام محمد، امام الحکماء والقیاس امام زفر وغیرہم من الائمۃ اس طبقہ کے ائمہ  
مجتہدین کا نام مجتہدین المذہب ہے اور امام موصوف امام محمد مجتہدین کے اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴۔ وہ ائمہ رشد و ہدایت جو اپنے امام و متبع کے بیان کردہ اصول و جزئیات کی تقلید کرتے ہیں اور اپنے مقتدار و  
پیشوا کے فرمودہ فرامین کے مطابق حاجات خود بھی قائل و عامل ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کو بھی انہی کی پیشوائی کی تلقین کرتے  
رہتے ہیں۔ البتہ وہ مسائل جن میں کوئی واضح اور صریح حکم امام موصوف کی جانب سے نہ ہو تو یہ ائمہ ایسے مسائل کی (امام  
کے وضع کردہ اصول و کلیات کی روشنی میں) تخریج فرماتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی، امام سرخسی، امام خصاص، امام کرخی،  
اور شمس اللہ امام حلوانی یہ ائمہ مجتہدین المسائل کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

۱۸۔ اصطلاحات خاصہ  
امام محمدؑ موطا میں نقل احادیث کے بعد اپنی رائے بیان فرماتے ہوئے عموماً پانچ طرح کے  
کلمات استعمال فرماتے ہیں۔ (۱)۔ ہذا حسن (۲)۔ ہذا جمیل

(۳)۔ ہذا مستحسن (۴)۔ لا بأس بہ (۵)۔ ینبغی کذا۔ یہ کلمات امام محمدؑ کے نزدیک  
خصوصی معانی پر محمول ہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

امام محمدؑ حسن، جمیل یا مستحسن، فرما کر وجوب کی نفی فرماتے ہیں۔ پس دلیل امام محمدؑ کا وہ فرمان ہے۔ جو  
(بقیہ صفحہ پر)





ستید نایب بن سعید الانصاری ————— رحمہ اللہ رحمۃ اللہ ————— اسکا ترجمہ ملاذقہ ۱۵۱، ام ترندی کے تلامذہ کی تعداد شمار  
 ہے کہیں زیادہ ہے ایک تحقیق کے مطابق آپ سے نوے ہزار محدثین نے جامع ترمذی کا سامع فرمایا۔ چند مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں۔  
 ۱۱۱ ابو العباس محمد بن احمد البیہقی المروزی (۱۶۰) ابو حامد احمد بن عبدالمروزی (۱۳۰) یحییٰ بن کلب الشافعی (۱۲۰) احمد بن یوسف النسفی (۱۱۰)  
 (۱۵۰) داؤد بن نصر بن سہل البزدری (۱۶۰) محمد بن محمود (۱۶۰) عبد بن محمد النسفی (۱۶۰) مذہب امام (۱۶۰) اسیں ذرا ہیں (۱۱۱) شافعی  
 جہور علمائے کے ہاں یہی قول مشہور ہے کہ امام ترمذی شافعی تھے (کا قال الامام اسکی از کان شافعیاً) ۲ مجتہد۔ حضرت شاہ  
 ولی اللہ محدث دہلوی الانصاف میں فرماتے ہیں اما ابو داؤد و ترمذی فہما مجتہدان مستبان الی اللہ و اسحاق (۱۶۰) کمالات و محاسن  
 امام ترمذی کی شخصیت علمی اور علمی کمالات کا مجموعہ ہے۔ آپ کے مناقب شمار سے کہیں باہر ہیں امام موصوف کے علوشان اور کمال علم کے  
 امام بخاری کا یہ جملہ بہت ہی زیادہ موزوں ہے۔ ”استفدت منک ما لم تستفد منی“ (۱۶۰) امام موصوف کو یحییٰ بن کلب نے کہا امام موصوف کی حصول  
 علم کا شوق دامن گیر تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شہر ترمذ ہی میں حاصل کی امام صاحب نے سنہ شہر میں قدم رکھا اور علوم و فنون کی تعلیم  
 شروع کی تو یہ وہ دور تھا کہ جب بڑے بڑے محدثین و حفاظ دنیائے علم و فضل میں اپنے علمی خزانے لٹا رہے تھے۔ امام بخاری اسحاق  
 بن راہویہ اور امام مسلم جیسے محدثین حضرات دنیائے حدیث کو اپنے علمی کمالات سے منور فرما رہے تھے (۲) ذہانت امام ترمذی  
 بہت زیادہ ذہین اور فطین تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے کئی واقعات حضرات مؤرخین نے اپنی کتب میں نقل فرمائے ہیں۔ آپ کی  
 ذہانت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس کے امام ترمذی خود ناقل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے سفر حج کے دوران ایک ایسے  
 محدث کا علم ہوا جن سے مجھے دو صحیفے اہواز ڈالے تھے تو میں ان سے استفادہ کیلئے چلا گیا۔ لیکن میرے پاس وہ دونوں صحیفے اہا  
 سفر میں موجود نہ تھے اس لئے میں کچھ صاف کاغذ لیکر حضرت محدث کی خدمت میں جا پہنچا، حضرت محدث حدیثیں پڑھنے پڑھ گئے  
 اور میں اپنی انگلی ان صاف کاغذوں پر اس طرح پھیرتا چلا گیا کہ گویا میں لکھی ہوئی احادیث کے ساتھ موازنہ کر رہا ہوں۔ حضرت  
 محدث نے جب مکمل احادیث سنائیں تو ان کو علم ہوا کہ میرے سامنے لکھے ہوئے کاغذات کتابت و تحریر سے خالی ہیں تو غصے میں  
 فرماتے لگے کہ آپ نے میرا وقت ضائع کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ مجھے کبہ اللہ تمام احادیث یاد ہو گئی ہیں، حضرت محدث نے  
 بطور امتحان مزید چالیس احادیث سنائیں۔ جنہیں امام ترمذی نے سند کے ساتھ محدث موصوف کو سنادیں۔ محدث وقت  
 آپ کی اس غیر معمولی ذہانت کو دیکھ کر ششدر رہ گئے اور فرماتے لگے ”ما رأیت مثلاً (۱۳) علمی سفر۔ امام ترمذی نے  
 ۲۶ سال کی عمر میں علم حدیث کے حصول کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا یہ سترہ سو کی بات ہے۔ پندرہ سال کے علمی دورے  
 کے بعد سترہ سو جرمیں آپ واپس لوٹے اس سفر کے دوران امام موصوف نے مندرجہ ذیل بلاد کے محدثین و فقہائے شریف تلامذہ حاصل  
 کیا، خراسان، حجاز، عراق، یمن، مصر اور شام (علامہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ص ۲۸۸) میں فرماتے ہیں طاف البلاد و سمع نقلًا  
 من فرسانین و العربیین و المجازیین (سفر سے واپسی کے بعد زیادہ تر آپ امام بخاری سے استفادہ کرتے رہے۔  
 (۱۴) زہد و تقویٰ: امام موصوف کے تقویٰ و پرہیزگاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کثرت بکار کے سبب  
 نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ خوف خداوندی بحدے



۱۰۔ شت کہ فوقی آل متعہ و نیست سالہا سال آہ و بکا کو گریہ زاری کرو کہ اسفرنا بیاض شد ۱۱۔ (۸) مقام امام بن محمد بن  
 اور ترمذی نے امام ترمذی کی توثیق کی ہے۔ آپ کے اساتذہ امام بخاری، امام مسلم، محمد بن بشار، قتیبہ بن سعید اور حضرت اسحاق بن  
 واسطہ پر جیسے شیوخ نے اپنی آرا میں امام ترمذی کو ثقہ اور عادل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کا مشہور قول ہے "استغفر اللہ  
 عالم متفقہ منی" اور امام بخاری جیسے محدث نے امام ترمذی کے واسطے سے دو حدیثوں کو نقل فرمایا ہے جن کا تذکرہ خود امام ترمذی نے  
 بطور حدیث المتعین میں کیا ہے "۱۱۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغنی عنی ہما  
 ۱۲۔ کتاب الناقب" اس حدیث کے بعد امام ترمذی فاخرۃ الامازین فرماتے ہیں قد سمع محمد بن  
 اسماعیل البخاری منی ثلثا۱۱ حدیث واستغفر ۱۲۔ کتاب التفسیر میں سورۃ مشرک ذیل میں حضرت ابن عباس سے ایک حدیث نقل کی  
 کرنے کے بعد ہی جیلے کو دہراتے ہیں۔ علامہ ابن حرم ظاہری اندلسی الحلی میں امام ترمذی کے بارے میں اپنی یہ رائے دیتے ہیں "۱۳۔  
 بھول" اس قول کے علماء نے متعدد جواب دیے ہیں ۱۴۔ تا و اقصیت: علامہ ابن حرم ظاہری اندلس کے رہنے والے ہیں۔  
 انہیں امام ترمذی اور انکی کتاب جامع ترمذی کے متعلق صحیح اور کجی و اقصیت نہ تھی اس لئے علامہ موصوف نے بوجہ عدم واقفیت جہالت  
 کا حکم لگایا ۱۵۔ تعصب: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ علامہ ابن حرم ظاہری نے تعصب کی بنا پر یہ حکم لگایا ہے۔ بہر حال  
 علامہ ابن حرم ظاہری کے مکمل جہالت سے امام ترمذی کی رفعت شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ متعدد حضرات اصحاب کبار  
 و تعبیل نے آپ کی توثیق کی ہے اور آپ کی کتاب پر کئی اعتماد بھی ۱۶۔ (۹) اصحاب فضل کے تعریفی اقوال عمران بن  
 علقان فرماتے ہیں "مات محمد بن اسماعیل البخاری لم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والورع" علامہ ابو سعید الاندلسی فرماتے  
 ہیں کان الترمذی أحد الائمہ الذین یقتدی بہم فی علم الحدیث وکان یضرب بہ المثل فی الحفظ... علامہ ذہبی میزان الاقتدال  
 میں لکھتے ہیں الامام الترمذی ثقہ مجمع (۱۰) تصانیف و تالیفات۔ امام ترمذی کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے  
 ان میں سے بعض اہم اور مشہور کتب درج ذیل ہیں۔ (۱۱) الجامع للامام الترمذی (۲) کتاب العلل (۳) کتاب المفردات کتاب  
 التواتر (۴) کتاب الزہد (۵) کتاب الاسماء والنحو (۶) المناہل للامام الترمذی (۷) تفسیر ترمذی۔ اس تفسیر کا تذکرہ علامہ حافی  
 ابن کثیر نے المدایہ النہ میں فرمایا ہے۔ (۸) صحاح ستہ میں جامع ترمذی کا مقام امام ترمذی کی  
 کتاب جامع ترمذی کا مقام پہچاننے سے قبل اس بات کا جاننا نہایت ضروری ہے کہ رواد کے پانچ طبقات ہیں (۱) الطبقة الاولى  
 وہ رواد جو اتقان اور ضبط میں باقی رواد سے افضل و اعلیٰ ہوں نیز انہیں اپنے اساتذہ و شیوخ کی صحبت بھی یاد نصیب ہوئی ہو اس  
 طبقہ کے رواد کا نام کثیر الضبط (والا اتقان) و کثیر الملازمہ (لشیوخہم) رکھا جاتا ہے مثلاً علامہ ابن شہاب زہری کے تلامذہ میں سے امام  
 دار الحجرہ امام مالک، حضرت عقیل بن خالد اللائی، یونس بن یزید، سفیان بن عیینہ، حضرت شعب بن ابی حمزہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔  
 یہ حضرات ضبط و اتقان میں تو طبقہ اولیٰ کے رواد کے مساوی ہوتے ہیں لیکن اساتذہ کی صحبت انہیں کم نصیب ہوتی ہے  
 الطبقة الثانية انہیں کثیر الضبط قلیل الملازمہ کا نام دیا جاتا ہے مثلاً امام اوزاعی، امام لیث بن سعد مصری، علامہ عبد الرحمن بن ابی  
 ذئب، نعمان بن راشد، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر۔ الطبقة الثالثة یہ حضرات اتقان اور ضبط میں پہلے دونوں قسم کے رواد سے کچھ



کم ہوتے ہیں لیکن شیخ کی صحبت و ملازمت میں کمی نہیں کرتے۔ ان حضرات کو قلیل الضبط کثیر الملازم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت سفیان بن حسین السلی، حضرت جعفر بن برقان اور زمر بن صالح مکی۔ الطبقة الرابعہ :- اس طبقہ کے حضرات طبقہ ثالثہ کے روادے سے حفظ و اتقان میں تو کم نہیں ہوتے لیکن انہیں ملازمت اور صحبت میں کمی رہتی ہے یہ حضرات قلیل الضبط قلیل الملازم کہلاتے ہیں جیسے اسحاق بن عبد اللہ عاصم بن صالح بن ابی فروہ مدنی، معاویہ بن یحییٰ الصدفی، اسحاق بن یحییٰ کلبی، ابراہیم بن یزید مکی اور مثنیٰ بن صباح۔ الطبقة الخامسة :- یہ وہ روادے ہیں جو قلیل الضبط اور قلیل الملازم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرات حفاظ اور اصحاب جرح و تعدیل کی نظر میں بکسر ج بھی ہوتے ہیں۔ انہیں محدثین کی اصطلاح میں قلیل الضبط قلیل الملازم مع وجود جرح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسے عبد القدیر بن حبیب شامی، محمد بن سعید مصلوب، عبد اللہ بن مستورد، عبد اللہ بن شداد، حکم بن عبد اللہ العلی اور بحر بن کثیر السقاری۔ یہ سب روادے علامہ ابن شہاب زہری کے تلامذہ ہیں۔ امام بخاری طبقہ اولیٰ کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقہ ثانیہ کی روایات کو بالانتخاب لیتے ہیں۔ امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقہ ثالثہ کو بالانتخاب تخریج فرماتے ہیں۔ امام ابو داؤد، اور امام نسائی طبقہ اولیٰ و ثانیہ ثالثہ سے استیعاباً اور طبقہ رابعہ سے انتخاباً روایات کو نقل فرماتے ہیں۔ امام ترمذی پہلے چار طبقوں کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقہ خامسہ سے بالانتخاب روایت کرتے ہیں۔ اس تقسیم کے اعتبار سے امام ترمذی کی کتاب جامع ترمذی پانچویں درجہ میں ہے۔ امام ابن ماجہ پانچوں طبقوں سے بالاستیعاب احادیث لیتے ہیں۔ — علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق یوں ہے۔ ان اول مراتب الصحاح منزلة صحیح البخاری ثم صحیح مسلم ثم سنن النسائی ثم سنن ابی داؤد ثم جامع الترمذی ثم مسند الدارمی او موطا لمام مالک لاسنن ابن ماجہ (۱۲)۔ جامع ترمذی علماء حدیث کی نظر میں :- امام ابو اسماعیل انصاری فرماتے ہیں ترمذی میرے خیال میں صحیح بخاری و مسلم دونوں سے زیادہ مفید ہے کیونکہ اس سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے جبکہ صحیح بخاری و مسلم سے صرف متبحر عالم ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کتاب الترمذی عندی انفع من کتاب البخاری و مسلم لان کتابی بخاری و مسلم لا یفقت علی فوائد جمالا البتہ فی العلم و اما کتاب الترمذی فیفقت علیہ احد من الناس۔ — امام ترمذی خود فرماتے ہیں کہ صنفت ہذا المسند للصحیح و عرضتہ علی علماء الحجاز فرغوا بہ و عرضتہ علی علماء العراق فرغوا بہ۔ گویا علماء حجاز، علماء عراق اور علماء خراسان کے ہاں جامع ترمذی ایک پسندیدہ اور مستند علیہ کتاب ہے۔ علامہ حافظ سراج الدین قزوینی نے ترمذی کی تین احادیث پر موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن دوسرے محدثین کے نزدیک یہ روایں گو بہت ضعیف ہیں مگر موضوع نہیں۔ ایک عالم کا قول ہے کہ ایک نسبت جامع ترمذی سنن ابی داؤد سے زیادہ اہم ہے کیونکہ امام ترمذی نے ہر حدیث پر صحت، حسن اور غرابت کے اعتبار سے حکم لگایا ہے اس درجہ سے یہ ایک مفید اور بے خطر کتاب ہے۔ صاحب کشف الظنون نے جامع ترمذی کو صحیحین کے بعد باقی کتب احادیث کے زیادہ مقام دیا ہے موجودہ دور کے علماء اور محدثین کے ہاں جامع ترمذی تمام کتب احادیث سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ہمیں آئمہ اربعہ اور حضرات فقہاء کے مذاہب کو تفصیلاً نقل کیا گیا ہے۔ اس لئے استاذ حدیث کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ مذاہب اور دلائل پر بالاستیعاب بحث کرے۔ امام ترمذی اپنی کتاب کے بارے میں رائے دیتے ہوئے تحریر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ضمن کان فی بیتہ هذا الکتاب فکانما فی بیتہ نبی ینطق او یتکلم



۱۔ شمس المصابیح امام ترمذی رحمہ اللہ کے تصنیف کردہ ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں ۱۰۰۰۰ حدیثیں جمع ہیں۔  
۲۔ معجم ترمذی امام ترمذی رحمہ اللہ کے تصنیف کردہ ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں ۱۰۰۰۰ حدیثیں جمع ہیں۔  
۳۔ مجموع ترمذی امام ترمذی رحمہ اللہ کے تصنیف کردہ ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں ۱۰۰۰۰ حدیثیں جمع ہیں۔  
۴۔ جامع ترمذی امام ترمذی رحمہ اللہ کے تصنیف کردہ ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں ۱۰۰۰۰ حدیثیں جمع ہیں۔

(۱۴۱) خصوصیات جامع ترمذی :- جامع ترمذی مندرجہ ذیل اسی خصوصیات پر مشتمل ہے جو ہمیں دوسری کتب صحاح میں نظر نہیں آتیں۔

۱۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۲۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۳۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔

۴۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۵۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۶۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔

۷۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۸۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۹۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔

۱۰۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۱۱۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۱۲۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔

۱۳۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۱۴۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔  
۱۵۔ بابان :- ترمذی نے تمام کتب احادیث سے زیادہ کمال اور جامعیت کے ساتھ بابان کے تحت ایک باب جمع کیا ہے جس کے تحت تمام احادیث جمع ہیں۔

(۱۸) حدیث ثلاثی :- جامع ترمذی میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 يأتي على الناس زمان الصابرون فيهم على دينه كالقالبص على الجبس (ترمذی جلد ثانی ابواب لفتن ص ۵۲)  
 (۱۹) شرح ترمذی مع اکمار شراح :- مکتب احادیث میں ہے جامع ترمذی اور صیغ بخاری کی شرح باقی مکتب صحاح کی نسبت زیادہ  
 ہیں اس لئے کہ صیغ بخاری اپنے تراجم اور محدثین کے اس قول "امتح المکتب بعد کتاب اللہ الصیغ البخاری اور جامع ترمذی اپنی غیر معمولی  
 فصاحت اور فوائد کے سبب تمام مکتب احادیث پر فائق ہیں چند متقدمین کی ایسی شرح جو برصغیر میں معروف ہیں یا جنہیں برصغیر کے علماء  
 محققین نے تصنیف فرمایا ہے انہیں مختصر نقل کیا جاتا ہے :- ۱۔ قوت المقتدی :- یہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے  
 نہایت مختصر مگر بہت زیادہ مفید ۲۔ عارضۃ الاحوذی :- یہ قاضی ابوبکر بن العربی مائنی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف و متاخرین علماء نے  
 اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے اس کا انداز متقدمین علماء کی طرح مختصر مگر جامع ہے ۳۔ شرح الکجامع لترمذی للامام  
 طیب السندی :- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ علامہ ابو طیب سندھی رحمہ اللہ کی تالیف ہے ۲۔ الملب و الملباب فی ما یقول الترمذی  
 و فی الباب :- یہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ایک علمی تصنیف ہے اور اس میں صرف ان احادیث کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جنہیں  
 امام ترمذی و فی الباب کے تحت نقل فرماتے ہیں۔ (۵) شرح ابن سید الناس :- اس کتاب کے مصنف علامہ ابن سید الناس ہیں۔ یہ کتاب  
 نامکمل بھی ہے اور تالیف بھی (۶) الحکمب الدری علی جامع الترمذی :- یہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کی تالیف ہے اور انہیں  
 انہوں نے ان دروس اور اسباق کو جمع فرمایا ہے جو انہوں نے — مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے سبقت لے لی۔ حضرت شیخ احمد  
 مولانا زکریا صاحب نے مفید حواشی لکھ کر چار جلد لگا دیے ہیں (۷) الورود الشذی :- یہ شیخ الہند مولانا محمد اکسن صاحب  
 کی تقریر ترمذی ہے بہت ہی مختصر اور بہت زیادہ مفید۔ یہ آج کل تقریر لترمذی کے نام سے مشہور ہے۔ (۸) العرف الشذی علی  
 جامع الترمذی :- یہ مولانا محمد چراغ صاحب مدظلہ کی ایک عمدہ کاوش ہے جس میں انہوں نے — مولانا محمد انور  
 شاہ صاحب کشمیری کے فرمودات کو جمع فرمایا ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے فرماتے ہیں "لیقول العبد المفتقر المدعو  
 ب محمد چراغ حاکم لسان الشیخ العلامة البحر الفہامة مولانا و استادنا سیدی محمد انور شاہ کشمیری" (۹) معارف السنن  
 یہ علامہ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کی تصنیف ہے اسکی عربی عبارات نہایت شستہ اور فصیح ہیں۔ یہ کتاب  
 (۱۰) چھ جلدوں میں صرف کتاب الحج تک مکتے ہوگی۔ آج کل کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بیش بہا علمی غرانہ ہے (۱۰) تحفۃ الاحوذی  
 یہ قاضی عبدالرحمن مبارک پوری کی تصنیف لطیف ہے۔ اس میں شنف موصوف نے نقل ترمذی کے ساتھ ساتھ احادیث مافی الباب کا  
 بھی بیان کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ (۱۱) تقاریر شیخ الہند :- جامع ترمذی اور ابوداؤد شریف کے مشکل مقامات کے حل کے لئے  
 اردو زبان میں نہایت مختصر اور جامع تقریر ہے اس کے مرتب حضرت مولانا عبدالحفیظ بلیادی ہیں (۱۲) درس ترمذی :- یہ علامہ  
 حبش محمد تقی عثمانی کی جامع ترمذی کی تقریر ہے اردو زبان میں انتہائی سہل انداز میں اسے تحریر کیا گیا ہے موجودہ دور کے طلباء کے  
 لئے یہ ایک مفید کتاب ہے البتہ بعض مقامات میں مرتب کی جانب سے کچھ لغزشیں سرزد ہو گئی ہیں غالباً حضرت مؤلف ان  
 نظر ثانی نہیں فرما سکے جواز ضروری تھی اور ہم نے اپنی اس تالیف میں موقعہ بہ موقعہ ان مقامات کی نشاندہی کی ہے۔



## وفاق المدارس العربیہ پاکستان

سنہ ۱۳۸۲ھ ۱۔ یقیناً ترجمۃ المصنف وخصائصہ ودرجۃ کتابہ فی الائمہ  
نشت مع تفصیل مزایا علی کتب اقرانہ و بیان نبذہ من شر وطلہ لاخراج الحديث  
فی کتابہ۔

سنہ ۱۳۸۴ھ ۲۔ اذکر وانبذہ من ترجمۃ الامام ابی عیسیٰ الترمذی و منزلتہ بین  
المحدثین و مکانہ کتابہ بین کتب الحديث و عدد مؤلفاتہ و اسر و اسماء ما تعرفونہ  
من شروح هذا الكتاب و اسماء مؤلفيها۔

سنہ ۱۳۸۹ھ ۳۔ یقیناً احوال الترمذی اسٹہ و نسبہ و سنہ ولادتہ و وفاتہ  
و المشاہیر من مشائخہ و تلامذتہ و کوالہ العلمیۃ و درجۃ کتابہ هذا من بین کتب المحدثین  
و ما فیہ من الفوائد و المزايا المختصه به۔

سنہ ۱۳۹۱ھ ۴۔ ایہا الفضلاء یقیناً ترجمۃ الامام ابی عیسیٰ الترمذی و ولادتہ و وفاتہ  
و اسماء مشیوخہ و اصحابہ المعروفین و ما شرہ العلمیۃ و تصانیفہ و درجۃ الجامع للترمذی  
من بین کتب الحديث و دأبہ فی کتابہ الجامع و اقوال العلماء فی هذا الكتاب و مجاہداتہ العلمیۃ  
بالتفصیل تستحقوا الاجرا الجزیل۔ (اور مختلف متعدد سنوات)

## تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

سنہ ۱۴۰۶ھ ۱۔ نبرۃ تانیرۃ  
اكتب ترجمۃ الایامیر الترمذی لا اقل من عشرین سطراً  
۱۳۹۶ھ ۲۔ شہر ترمذی شریف کی خصوصیات اداس کے جامع رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی تحریر کیجئے جو ۲۵ سطریں کم نہ ہوں۔  
(۱۳۹۴ھ ۳۔ ان متعدد پرچوں میں مندرجہ ذیل پندرہ امور حل طلب ہیں و نام و نسب و علیہ السلام و وصیت و اولاد  
اور ۱۴۰۰ھ ۴۔ اسکا پیشو و امام تلامذہ و مہذب امام و کمالات و محاسن و مقام امام بن الحنفی  
اصحاب فضل کے تعریفی اقوال و تصانیف و تالیفات و اصحاب سترہ میں جامع ترمذی کا مقام و شرائط امام ترمذی و جامع ترمذی  
علماء حدیث کی نظر میں و خصوصیات جامع ترمذی و شروع ترمذی اسماء شراح۔

**الحل**

مندرجہ بالا جملہ سوالات مسئلہ الباب (ترجمۃ الامام الترمذی) کے ذیل میں حل ہو چکے ہیں۔ کما هو الظاہ

## ۴۔ ترجمۃ الامام ارجی داؤد

۱۔ نام :- سلیمان ۲۔ کنیت :- ابو داؤد سہیب ۳۔ امام ابو داؤد کے نسب میں دو اقوال ہیں۔

(۱) سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد۔ (۲) سلیمان بن اشعث بن شداد۔

پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (تہذیب المتذیب ص ۱۲۹)

۳۔ نسبت :- امام ابو داؤد کی دو نسبتیں ہیں ۱۔ ازری ۲۔ سجستانی یا بخاری ازری قبیلہ کا اور سجستان ایک جگہ کا نام ہے۔ گویا قبیلہ کی نسبت سے ازری اور علاقے کی نسبت سے سجستانی کہلائے۔ سجستان، سیستان کا مقرب ہے جو قندھار کے قریب ایک مشہور علاقہ ہے۔

۵۔ ولادت :- امام ابو داؤد بروز جمعہ ۱۶ شوال ۲۶۱ھ سجستان شہر میں پیدا ہوئے۔

۶۔ وفات :- آپ کا بروز جمعہ ۱۶ شوال ۳۴۸ھ بمطابق ماہ فروری ۹۵۹ء بمصر ۳۷ سال بصرہ میں انتقال ہوا۔

علامہ کشمیری نے آپ کی ولادت و وفات اور مدت عمر کو عرف ابجد کے اعتبار سے بڑا، درج، پانچ سے تعبیر فرمایا ہے۔

۷۔ حالات زندگی :- امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی ابتدائی زندگی کے حالات و واقعات کتب تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم سجستان میں حاصل کی، اور پھر طلب علوم اسلامیہ کے لئے مختلف ممالک اسلامیہ کا سفر کیا جن میں خراسان، شام، عراق، مصر اور حجاز مقدس کے اسماء، بصرہ، ہست میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد کی رغبت کمپن ہی میں علم حدیث کی طرف تھی جس کے تحت آپ نے بغداد اور شام کی طرف ان گنت سفر کئے اور علم عرفان کے مرکز میں سکونت اختیار فرمائی۔ امام ابو داؤد امام احمدیث اور عالم جلیل ہونے کے باوجود طبعاً انتہائی سادہ اور منکر المزاج تھے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں آپ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری آستین تنگ رکھا کرتے تھے جب سبب دریافت کیا گیا تو فرماتے تھے کہ میں ایک آستین اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اپنی سنن کے کچھ اوراق ان میں رکھ سکوں اور دوسری آستین فراخ رکھنا یقیناً اہراف میں داخل ہے۔

۸۔ کمالات و محاسن :- امام ابو داؤد کو مسائل حج میں خاصہ ادراک تھا۔ اور آپ اصحاب الرجال کے امام مانے جاتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کی تالیف کردہ مصممین کے بعد جس کتاب کو محدثین اور علماء کے ہاں زیادہ مقام حاصل ہوا وہ امام ابو داؤد کی کتاب السنن ہے۔ آپ نے جس وقت کتاب السنن کی تصنیف کا آغاز کیا اس وقت فقہاء و محدثین میں جوامع اور



مسائیل کی تالیف کا رواج تھا جیسا کہ مسند امام اعظم وغیرہ آپ نے علم حدیث میں کتاب السنن لکھ کر ایک نئے باب کا اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی تقلید میں دوسرے ائمہ اور حفاظ حدیث نے سنن کو تالیف فرمایا۔

۸۔ زہد و تقویٰ :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام ابو داؤد کو جس طرح علم و حکمت سے مالا مال فرمایا تھا اسی طرح آپ عبادت و ریاضت میں لاثانی تھے جو وقت تالیف حدیث اور درس و تدریس سے بچ جاتا وہ آپ کو اہل عبادت میں صرف فرماتے۔

۹۔ علمی سفر :- امام ابو داؤد نے ابتدائی تعلیم بستان میں حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کے حصول کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا۔ اس سفر کے دوران آپ نے مصر، شام، عراق اور حجاز مقدس کے مشاہیر محدثین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اور علم حدیث میں بہارت حاصل کی۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں آپ کے کئی اسفار کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۱۰۔ سادگی :- امام ابو داؤد انتہائی سادہ متواضع اور منکر المزاج تھے جیسا کہ آپ کے استین کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

۱۱۔ مرجع خلافت :- امام ابو داؤد کے پاس ہر وقت طالبین علم حدیث کا ہجوم رہتا تھا۔ بڑے بڑے مشائخ اور بزرگان دین آپ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے اور آپ کے ہم عصر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی موضوعات پر بحث و تمحیص فرماتے، جیسا کہ مشہور صوفی حضرت بہل قسری کے واقعے سے ظاہر ہے۔

۱۲۔ اساتذہ :- امام ابو داؤد کے اساتذہ میں درج ذیل محدثین کے نام ملتے ہیں۔

۱۔ امام الحدیث ستینا احمد بن حنبلؒ ۲۔ ستینا امام عبداللہ بن مسلمہؒ ۳۔ امام ابو الولید طحاویؒ ۴۔ ستینا الطائفہ یحییٰ بن معینؒ ۵۔ رئیس المدین علی بن المدینیؒ ۶۔ ستینا محمود بن فیلانؒ ۷۔ ستینا قتیبہ بن سعیدؒ ۸۔ ستینا محمد بن بشرؒ ۹۔ ستینا محمد بن بشارؒ ۱۰۔ ستینا عثمان بن ابی شیبہؒ ۱۱۔ ستینا مسلم بن ابراہیمؒ ۱۲۔ ان اکابرین امت کے علاوہ آپ کے اساتذہ حدیث کی فہرست بہت طویل ہے۔

۱۳۔ تلامذہ :- امام ابو داؤد کے تلامذہ کی تعداد ان گنت ہے۔ آپ نے لاتعداد علماء و محدثین نے استفادہ کیا جن میں سے چند مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ ۲۔ امام ابو عبد الرحمن نسائیؒ ۳۔ ابو علی اللؤلؤیؒ ۴۔ امام عبدالرحمان نیشاپوریؒ ۵۔ آپ کے ساجد ابو بکر عبد اللہؒ ۶۔ ابو بکر محمد بن داؤدؒ ۷۔ احمد بن محمد بن حنبلؒ ۸۔ احمد بن الاعرابیؒ ۹۔ ابو عیسیٰ اسحاق رملیؒ

آپ سے مندرجہ ذیل محدثین کرام نے روایت حدیث کی۔ ۱۰۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ ۱۱۔ امام نسائیؒ ۱۲۔ آپ کے اساتذہ امام احمد بن حنبلؒ ۱۳۔ امام دولابیؒ ۱۴۔ امام عبد اللہ راضیؒ

۱۵۔ امام ابو داؤد اختیار اُمت کی نظر میں | امام ابو داؤد کے اساتذہ ہم عصر علماء اور بعد میں آنے والے محدثین نے آپ کے علم و فضل کی بجا تعریف کی ہے چند مشاہیر

اصل علم کے تعریفی اقوال درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں — کان ابوداؤد احداثة الدنيا علماً وحفظاً وفقهاً وورعاً  
والتقناً — یعنی امام ابو داؤد علم حفظ، فقہت، تقویٰ اور ضبط و اتقان میں اہل دنیا کے امام تھے۔

۲۔ امام ابراہیم حسری فرماتے ہیں :- السین لاجب داؤد الحدیث کما السین لدائمہ علیہ السلام المدید  
کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام ابو داؤد کے لئے علم حدیث کو اس طرح سہل کر دیا تھا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے  
لوہے کو موم کر دیا گیا تھا امام ابن مندہ و صفہانی فرماتے ہیں :- الذین اخرجوا الثابت من المعلوم والمحلل من الخطاء  
من الصواب اربعة البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی۔

وہ ائمہ جنہوں نے حدیث معلول کو غیر معلول سے اور حدیث صحیح کو حدیث ضعیف سے متیز کیا وہ چار شخص ہیں :-

۱۔ امام بخاری ۲۔ امام مسلم ۳۔ امام نسائی ۴۔ امام ابو داؤد — امام موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں :-

خلق ابو داؤد في الدنيا للحدیث وفي الاخرة للجنة وما رأيت افضل منه :-  
یعنی رب کائنات نے امام موصوف کو اس دنیا میں خدمت حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔  
اور میں نے مسلم و فضل کے اعتبار سے کسی محدث کو آپ سے بڑھا ہوا نہیں پایا امام حاکم بکھتے ہیں :- امام  
اہل الحدیث فی عصرہ :- کہ امام ابو داؤد اپنے زمانے کے امام المحدثین تھے امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں رستم طراز ہیں :-  
ان ابا داؤد يشبه احمد بن حنبل في هديه ودله وسننه وكان احمد يشبه في ذلك

بوکیع وکیع بسفیان و سفیان منصور و منصور بابراہیم و ابراہیم بعلقہ و عوبان مسعود قال علقہ  
وکان ابن مسعود يشبه النبی في هديه ودله :- کہ امام ابو داؤد شکل صورت و فضائل

شمال کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل کے مشابہ تھے۔ اور امام احمد، امام وکیع کے، امام وکیع ستینا سفیان کے، ستینا  
سفیان امام منصور کے، امام منصور ستینا ابراہیم نخعی کے، ستینا ابراہیم نخعی، امام الفقہاء ستینا علقہ کے، ستینا علقہ

رئیس الطائف ستینا عبد اللہ بن مسعود کے اور ستینا ابن مسعود امام الاولین والاخرین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مشابہ تھے۔ تو گویا امام ابو داؤد اپنے اساتذہ کے توسط سے شکلاً، سیرتاً اور خصلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ

تھے۔ تذکرۃ الحفاظ میں دوئم ۵۲۹ء امام ابن حجر عسقلانی نے مشہور صوفی عالم ستینا سہل بن عبد اللہ تہسری کا واقعہ  
نقل فرمایا ہے کہ وہ امام داؤد کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور فرمانے لگے کہ میری آپ سے ایک حاجت

دالبتہ ہے۔ آپ اس کی تکمیل کا وعدہ فرمائیں امام ابو داؤد نے تکمیل حاجت کا وعدہ فرمایا تو حضرت سہل نے فرمایا  
کہ اے امام اپنی وہ زبان مبارک دکھلائیں جس سے آپ شب و روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو بیان

فرماتے ہیں تاکہ میں اس لسان مقدس کو بوسہ دوں۔ امام ابو داؤد نے ایفاء عہد فرماتے ہوئے زبان کو دہن مبارک سے  
نکالا تو حضرت سہل نے عقیدت و محبت سے چوم لیا۔



۱۲۔ مذہب :- اس میں تین آراء ہیں :- ۱۔ شافعی ۲۔ مجتہد مطلق غیر متبوع :- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الافاضت میں فرماتے ہیں :- ۱۔ امام ابو داؤد والترمذی فہما مجتہدان منتہیان الماسمہ واسمائی ۲۔ حنبلی :- امام ابن تیمیہ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ حنبلی ہیں۔ کیونکہ حضرات حنابلہ کی فقہی کتابیں زیادہ تر امام ابو داؤد کی روایات سے مستدل ہیں۔ قول ثانی راجح ہے کہ آپ مجتہد مطلق غیر متبوع ہیں۔

۱۳۔ تصانیف :- ۱۔ امام ابو داؤد کی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ہیں :- ۱۔ سنن ابی داؤد ۲۔ کتاب المراسیل ۳۔ الرد علی القدریہ ۴۔ النسخ والمسنوخ ۵۔ کتاب المسائل ۶۔ دلائل النبوة ۷۔ کتاب التفسیر ۸۔ کتاب نظم القرآن ۹۔ کتاب فضائل القرآن ۱۰۔ کتاب بدء الخلق ۱۱۔ فضائل الانصار ۱۲۔ کتاب الزہد

۱۴۔ نسخ سنن ابو داؤد | سنن ابو داؤد کے مختلف نسخے تھے۔ ان میں سے چار اس وقت موجود ہیں۔ اور علماء محدثین کے ہاں مشہور ہیں۔

۱۔ نسخہ ابن داستہ | یہ نسخہ زیادہ تر مغربی ممالک یعنی مراکش اور اندلس وغیرہ میں پڑھایا جاتا ہے اور امام ابو داؤد کے مشہور شاگرد محمد بن عبد الرزاق بن داستہ سے مروی ہے۔

۲۔ نسخہ ابن الاعرابی | یہ امام ابو داؤد کے تلمیذ رشید ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد سے مروی ہے اور یہ نسخہ باقی تین نسخوں کے مقابلے میں ناقص اور نامکمل ہے۔ کیونکہ اس میں کتاب الفتن کتاب اللہام کتاب الحروف اور کتاب القراءة وغیرہ مکتوب نہیں۔

۳۔ نسخہ رملی | یہ نسخہ امام ابو داؤد کے ایک شاگرد ابوعیسیٰ اسحاق رملی سے مروی ہے اور آج کل تقریباً نایاب ہے۔

۴۔ نسخہ لؤلؤی | یہ نسخہ تمام نسخے سے زیادہ صحیح اور محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ آج کل مشرقی ممالک یعنی برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ اس نسخے کے ناقل مشہور محدث اور امام ابو داؤد

کے تلمیذ رشید سیدنا محمد بن احمد بن مسدد اللؤلؤی ہیں اس نسخہ میں چار ہزار آٹھ سو ۴۸۰۰ ۴۸۰۰ احادیث موجود ہیں۔ یہ نسخہ امام لؤلؤی نے امام ابو داؤد سے محرم ۲۵۷ھ میں سنا اور یہی امام ابو داؤد کا سن وفات ہے۔ گویا امام ابو داؤد کی زندگی کا یہ آخری املا ہے۔

۱۵۔ خصوصیات سنن ابو داؤد | سنن ابو داؤد مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے۔

۱۔ حسن ترتیب :- امام ابو داؤد نے روایات کو ابواب فقہیہ کے اعتبار سے جمع فرمایا ہے۔ اور سنن میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے ۲۔ بیہوشی :- امام ابو داؤد کے بعض روایات میں حضرت ابی بن کعبہؓ کے اقوال کی روایت میں باب باندھے گئے ہیں جس سے ہر مذہب کے دلائل کو تلاش کرنا طالب حق کے

لئے آسان ہو جاتا ہے مثلاً ۱۔ کتاب الصلوٰۃ میں ایک باب "باب رفع المیدین" اور دوسرا باب "باب من لحد  
 یدک الورقۃ" قسائم کیا گیا ہے، گویا اس لحاظ سے اس کتاب میں تمام فقہاء عظام کے مستندات موجود ہیں چنانچہ یہ کتاب  
 دلائل کا بہترین خزانہ ہے۔ ۲۔ امام ابو داؤد اپنے علم اور کاوش کے مطابق صحیح روایت اپنی سنن میں نقل فرماتے  
 ہیں ۳۔ اگر کوئی حدیث ذیادہ سے زائد صحیح اسناد سے مروی ہو تو امام ابو داؤد اس سند کو ترجیح دیتے ہیں جس کی سند  
 عالی ہو ۴۔ بعض اوقات ایک روایت کے مختلف اسناد بیان کرتے ہیں بشرطیکہ متن حدیث میں کچھ زیادتی ہو ۵۔ اختصار۔  
 امام ابو داؤد کبھی کبھار حدیث طویل میں سے صرف اُس حصے کو روایت فرماتے ہیں جس کا باب سے تعلق ہو تاکہ طالب دین کے  
 لئے حدیث کو نقل کرنے اور حفظ کرنے میں آسانی ہے۔ ۶۔ بیان علت حدیث۔ جس روایت کے اسناد میں  
 کسی بھی قسم کا ضعف یا قسم ہو اس پر ابو داؤد مطلع فرماتے ہیں ۷۔ امام ابو داؤد اپنی تالیف میں متروک احادیث راوی  
 کی کوئی روایت نہیں لائے نیز غریب اور شاذ روایت سے بھی امام ابو داؤد نے اجتناب فرمایا ہے بیان الاسماء والکنی  
 امام ابو داؤد بعض اوقات روات کے اسماء القاب اور کنیتوں کی تصریح فرماتے ہیں ۸۔ عدم تکرار امام ابو داؤد نے  
 حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اگر کہیں ایک حدیث کو مقرر لاتے ہیں تو اس میں سند یا متن کے اعتبار سے کوئی فرق  
 ہوا کرتا ہے ۱۰۔ قال ابو داؤد۔ امام ابو داؤد "قال ابو داؤد" کا عنوان قائم فرما کر اس کے ذیل میں کبھی سند، کبھی  
 حدیث اور کبھی فقہی مسائل کو بیان فرماتے ہیں ۱۱۔ بعض اوقات امام ابو داؤد نسخ اور منسوخ روایات کی طرف اشارہ  
 فرماتے ہیں یعنی ایک ہی مسئلے میں دو عنوان قائم کرتے ہیں جن میں سے پہلے عنوان کے ذیل میں منسوخ روایات کو اور دوسرے  
 عنوان کے تحت نسخ احادیث کو نقل فرماتے ہیں ۱۲۔ معمول بھلا۔ سنن ابو داؤد کی جملہ احادیث حضرات محدثین و فقہاء  
 کے ہاں معمول بہا، قابل عمل اور لائق حجت ہیں، کوئی روایت بھی غیر معمول بھلا نہیں ۱۳۔ حدیث ثلاثی۔ سنن ابو داؤد میں  
 صرف ایک ثلاثی حدیث ہے۔

احقر کو تلاش بسیار کے باوجود حدیث موصوفہ ذیل مکی  
 نظر دیگر پریشان حال رہے یہاں تک کہ عارف کامل مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرمان "مسلم ابو داؤد ثلاثی نداند"  
 (اشتہ اللغات مثلاً) سے اطمینان قلب نصیب ہوا۔ اور حضرت کے اس تحقیقی فرمان کو عرب آخر سمجھتے ہوئے  
 حدیث مذکور کی تلاش ترک کر دی، کوئی فاضل اس حدیث پر مطلع ہوں تو میری اس تحقیق میں میرے امام و مرجع شیخ  
 محدث دہلوی کی اصلاح فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ درزا سائزہ بشرائع حدیث اپنی اصلاح خود فرمائیں۔  
 والحق ان یتبع وفوق کل ذی علم علیم

۱۶۔ صحاح ستہ میں سنن ابو داؤد کا مقام | سنن ابو داؤد کا مقام پہچاننے سے قبل اس بات کو مد نظر رکھنا ضروری  
 ہے کہ روات کے پانچ طبقات ہیں جس کی تفصیل ترجمہ امام ترمذی  
 کے ذیل میں ہم تحریر کر چکے ہیں ۱۔ امام ابو داؤد طبقہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ سے استیعاباً اور طبقہ رابعہ سے انتخاباً روایات کو نقل کرتے



ہیں۔ گویا اس تقسیم کے اعتبار سے سنن ابوداؤد چوتھے درجے میں ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں "ان اول مراتب الصحاح منزلة صحیح البخاری ثم صحیح مسلم ثم سنن النسائی ثم سنن ابی داؤد ثم جامع الترمذی ثم مسند الدارمی او مؤطا امام مالک لسنن ابن ماجہ" نیز امام ابوداؤد اس راوی سے حدیث روایت کرتے ہیں جس میں درج ذیل شرائط میں سے کوئی ایک شرط موجود ہو۔  
۱۔ وہ راوی صحیحین کے روایت میں سے ہو۔ ۲۔ وہ راوی حضرات صحیحین کے شرائط کے مطابق ہو۔ ۳۔ وہ راوی باجماع ہو۔  
مزدک نہ ہو۔ ۴۔ اگر کوئی راوی انتہائی ضعیف ہو تو اس راوی کے وجہ ضعف کو بیان کر دیا جائے۔

۱۔ سنن ابوداؤد علماء حدیث کی نظر میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم حدیث میں صرف سنن ابوداؤد و سنن احمد اور فضیہ کے لئے کافی ہے۔ علامہ ابوسلیمان خطابی مسکن میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ان کتاب سنن ابی داؤد کتاب الناس کہ سنن ابوداؤد ایک لطیف اور عمدہ کتاب ہے کہ اس میں کتاب علم دین میں تصنیف نہیں کی گئی اور اسے رب کا ناس کی طرف سے مقبولیت عام حاصل ہوئی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم فقہ سے دلچسپی رکھتا ہو اسے امام ابوداؤد کی تالیف کردہ کتاب سنن ابوداؤد کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے امام ابوداؤد کے تلمیذ رشید علامہ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ علم دین کے حصول کے لئے قرآن مجید اور سنن ابوداؤد کافی ہیں۔ علامہ حسن بن محمد ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں خواب میں حضور انور کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا:۔ من اراد ان یتحکم بالسنن فلیقرء سنن ابی داؤد۔

بہر حال سنن ابی داؤد کو قبول خاص و عام ہر دور میں حاصل رہا ہے۔ اور تمام محدثین نے اس کتاب کی بے حد تحسین کی ہے۔ سنن ابوداؤد کی افادیت کے پیش نظر متعدد علماء نے اس پر شرح و تفسیر لکھے ہیں جن کی تعداد بائیس تک جا پہنچی ہے چند اہم شرح درج ذیل ہیں:

- ۱۔ معالیم السنن :- یہ علامہ ابوسلیمان الخطابی (متوفی ۳۸۵ھ) کی تصنیف لطیف ہے۔
- ۲۔ مرقاة المصابیہ :- اسے علامہ حافظ بلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے تصنیف فرمایا۔
- ۳۔ إقتضاء السنن :- یہ علامہ بدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی تالیف ہے۔
- ۴۔ غایۃ المقصود :- اس کتاب کے مصنف علامہ شمس الحق عظیم آبادی ہیں یہ ایک مبسوط کتاب ہے جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔
- ۵۔ غولۃ المعبود :- یہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی اور ان کے بھائی علامہ محمد اشرف عظیم آبادی کی مشترکہ علمی کاوش ہے انہیں مصنفین نے بعض مقامات پر تعصب سے کام لیا ہے۔
- ۶۔ بذل المبحر :- یہ علامہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تالیف جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس کی عربی عبارت انتہائی سستہ اور بلیغ ہے نیز علماء و طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔
- ۷۔ فتح الودود :- اس کتاب کے مصنف علامہ ابوالحسن ہندھی حنفی ہیں یہ کتاب نامکمل بھی ہے اور نایاب بھی۔

۸. التعلیق علی المخطوط: یہ مولانا فخر الحسن گنگوہی کی علمی کاوش کا ماسل ہے آپ نے ابوداؤد شریف کے مشکل مقامات کو بہت اکی جس طریقے سے حل فرمایا ہے۔
۹. تصاریف شیخ الحدیث: سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کے حل کے لئے اردو زبان میں یہ نہایت مختصر اور جامع تقریر ہے جسے مولانا عبدالحفیظ ببادوی نے ترتیب دیا ہے۔

### وفاق المدارس

- ۱۳۹۶ھ میں بنیوا ترجمہ المولف مع تاریخ میلادہ و وفاتہ و سیرتہ و خصائصہ و مذہبہ و حل ہو مجتہد امام مقلد و علی ای نہج یكون تقليد هو الامام -
- ۱۳۹۶ھ میں فتحوا ہذا الامور الاتیة اقسام کتب الحدیث و سنن ای نوع ہذا کتاب و درجہ من بین الامور الست و حکم ما سکت علیہ ابوداؤد و بیان التسخیر الاربعة المردیة عن تلامذہ الاربعة مع بیان الفرق بینہما و قد احدث المستخرجة فیہ -
- (۱۳۸۵ھ، ۱۳۹۲ھ اور ۱۳۸۹ھ)

### تنظیم المدارس

- ۱۳۹۲ھ میں اکتب ترجمہ الامام ابی داؤد المجتہد مع بیان فضائلہ و علو مقامہ فی علوم الحدیث بحیث لا تنقص عن خمسة عشر سطرًا
- ۱۴۱۵ھ میں الجزء الثاني اکتب شذرة وجيزة علی السنن لابن داؤد مع بیان خصوصیاتہ بحیث لا تنقص عن خمسة عشر سطرًا -
- (۱۳۹۲ھ، ۱۳۹۵ھ اور ۱۳۹۸ھ)

**الحل** مندرج بالا پرچوں میں ۱۶ امور حل طلب ہیں جن میں سے چورہ امور پرچوں سے قبل بیان ہو چکے۔ باقی دو درجہ ذیل ہیں۔

۱۹. تعداد احادیث | تعداد احادیث کے بارے میں خود امام ابوداؤد اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں کہ ان کی سنن اٹھارہ اجزاء پر مشتمل ہے جن میں سے ایک جزء مراسیل کا ہے اور کل احادیث کی تعداد چار ہزار آٹھ سو ہے اور چھ سو مراسیل احادیث کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔
۲۰. حکم سکوت علیہ | امام ابوداؤد جس حدیث پر صحت و ضعف کے اعتبار سے کوئی حکم نہ لگائیں بلکہ سکوت فرمائیں تو ایسی سکوت علیہ حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کی رائے یہ ہے کہ وہ حدیث سنداً صحیح و قوی ہوگی۔



# ۱۔ ترجمۃ الامام النسائی

۱۔ نام: احمد ۲۔ کنیت: ابو عبد الرحمن ۳۔ نسب: احمد بن شعیب بن علی بن بکر بن سنان بن دینار النسائی۔ امام موصوف کے نسب میں دو اقوال مروی ہیں: ۱۔ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن بکر ۲۔ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن بکر بن سنان بن دینار النسائی۔ امام موصوف کے ہاں راجح ہے ۳۔ نسبت: آپ کی تین نسبتیں ہیں: ۱۔ نسائی ۲۔ نسوی ۳۔ خراسانی۔ کیونکہ ماوراءالنہر کے علاقہ میں آپ خراسان کے ایک شہر نسار میں پیدا ہوئے لہذا نسار کی نسبت سے آپ نسوی اور نسائی خراسان کی نسبت سے خراسانی کہلاتے۔ نسار کی وجہ تسمیہ مسلمان فاتحین کا دستہ جب اس بستی میں داخل ہوا تو تمام لوگ عورتوں کو چھوڑ کر محض بستی میں بھاگ نکلے جس کے سبب قارہ بن جعیش نے نسار، نسار کی صدائندگی اور اس بستی کا نام نسار معروف ہو گیا۔ ۴۔ ولادت: امام نسائی اپنے سن ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں: ۱۔ اشیبہ ان یسکون مولدی ۲۱۵ھ یعنی آپ سن ۲۱۵ ہجری بمطابق ۸۳۰ء کو نسار نامی شہر میں پیدا ہوئے بعض محققین کے نزدیک سن ولادت ۲۱۲ھ یا ۲۱۳ھ ہے لیکن یہ درست نہیں۔ ۵۔ وفات: امام نسائی نے اٹھاسی سال کی عمر میں تیرہ صفر بروز سوموار ۲۴۸ھ بمطابق ۲۸ اگست ۹۱۵ء کو اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال فرمایا۔ مقام بہشت آباد۔ امام نسائی نے اپنی زندگی کے اخیر زمانہ میں دمشق کی طرف ہجرت فرمائی، دمشق ان دنوں خلافت بنو امیہ کا دار الخلافہ تھا۔ لوگ سیدنا علیؑ سے بغض و عداوت رکھتے تھے، آپ نے مسلک اہلسنت کی ترجمانی کرتے ہوئے خصائص علی کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور دمشق کی جامع مسجد میں اسے سناتے گئے۔ ناظرین میں سے کچھ لوگ آپ پر حملہ آور ہوئے زرد کو بکھیا اور سیوٹی کی کیفیت میں آپ کے تلامذہ امام نسائی کو مسجد سے باہر لائے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے لہذا آپ کو صفا اور مردہ کے بیچ میں پیردخاک کیا گیا۔ بعض مؤرخین نے آپ کی جائے دفن رملہ شہر کو قرار دیا ہے۔

۹۔ اسکا شیوخ: حضرات محدثین میں سے امام نسائی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے احادیث و روایات کے سماع کے لئے سب سے زیادہ دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا، اس لئے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے چند مشاہیر اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام بخاریؒ ۲۔ امام ابو داؤدؒ ۳۔ امام اسحق بن راہویہؒ ۴۔ امام ابو زرعہؒ ۵۔ امام ابو حاتمؒ ۶۔ علامہ محمد بن بشرؒ، علامہ سعید بن منصورؒ ۷۔ امام ابو حنیفہؒ ۸۔ علامہ قتیبہ بن سعیدؒ، علامہ علی بن حجرؒ ۹۔ امام ترمذیؒ ۱۰۔ علامہ محمود بن غیلانؒ وغیرہم۔ ۱۱۔ امام نسائی سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت طویل ہے کیونکہ آپ تقریباً نصف صدی تک مسند علم حدیث پر جلوہ افروز رہے چند مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں۔

۱۲۔ امام غنیمت بن ابی غنیمتؒ ۱۳۔ امام غنیمت بن ابی غنیمتؒ ۱۴۔ متوفی ۳۵۰ھ نہیں۔

۱۔ امام موصوف کے تحت جگر علامہ عبد الحکیمؒ ۲۔ امام ابوالقاسم طبرانیؒ ۳۔ امام ابو جعفر محمد بن عیسیٰؒ ۴۔ علامہ ابو بشر دولابیؒ ۵۔ امام محمد بن ہارونؒ ۶۔ علامہ محمد بن قاسمؒ ۷۔ علامہ احمد بن محمدؒ ۸۔ امام ابو عوانہؒ ۹۔ علامہ ابن اسحاقؒ

۱۱۔ مسدک امام اسلمیؒ میں ہیں اقوال ہیں آ۔ شافعیؒ : علامہ ابن سبکیؒ شاد عبد العزیز محدث دہلوی در جمہور علماء کے ہاں امام نسائی شافع المسک تھے۔

۱۲۔ حنبلیؒ : علامہ کشمیریؒ اور علامہ سندھیؒ کی تحقیق میں آپ حنبلی تھے اس قول کی تائید سنن نسائی کے ترجمہ اور ابواب سے ہوتی ہے۔

۱۳۔ مجتہد : جمہور مؤرخین اور اہل علم کے نزدیک آپ درجہ بہتار پر فائز ہیں اور خود ایک عظیم مجتہد اور فقیہ تھے۔ امام نسائی کی شخصیت علمی اور عملی کمالات کا مجموعہ ہے۔ رب کائنات نے بلے پایاں خصوصیات و محاسن سے آپ کو نوازا تھا جس کا اظہار علامہ جسرح و تعدیل کے اقوال سے ظاہر ہے۔

آ۔ بچپن سے : امام نسائی نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن نسار میں حاصل کی یہ وہ دور تھا کہ جس وقت بڑے بڑے محدثین و فقہاء آسمانِ علم مدینہ پر اپنے انوار بکھیر رہے تھے۔ لہذا آپ نے علوم متداولہ سے فراغت کے بعد بلخ کا سفر کیا اور سیدنا قیس بن سعید کے درس سے اکتساب فیض کیا جس سے آپ کا میلان ائمہ حدیث و جمیع حدیث : تعلیم حدیث کی طرف ہو گیا۔ امام نسائی خود فرماتے ہیں اخذت عنده سنة و شہرین ۲۔ شوقین مذاہب امام نسائی کا یہ معمول تھا کہ بازار سے مرنے غریبوں اور انہیں ایک ماہ تک اپنے ہاں رکھ کر مٹا کر تے۔ پھر بلا نامہ انہیں ٹھکون کر تادل فرماتے۔ چنانچہ آپ نے چار شادیاں کیں ان کے علاوہ باندیاں بھی آپ کے ہاں میں تھیں۔ مؤرخین آپ کے بارے میں لکھتے ہیں : یشتوی الدون و یسمن و لسا کان ملجاً الوجه مع کس مسندہ ۳۔ غلمی سفر : امام نسائی نے ستائیس کو سپندرہ سال کی عمر میں سماع حدیث کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا۔ تمام محدثین میں آپ کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ آپ نے میل اہل پیدل چل کر سمندر، پہاڑ، اور جنگلات کی پرواہ کئے بغیر احادیث کو جمع فرمایا کوئی شہر اور بستی ایسی نہ تھی جہاں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ خراسان، حجاز، عراق، یمن، کوثر، ایران، شام، مصر وغیرہ ممالک میں آپ بارہا تشریف لے گئے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا معمول یہ تھا کہ سب سے پہلے قریہ شہر کے محدثین سے احادیث کا سماع فرماتے اس کے بعد جہاں بھی کسی محدث کے بارے میں علم ہوا تشریف لے جاتے تھے۔ زہد و تقویٰ : امام نسائی صرف محدث و فقیہ ہی نہ تھے بلکہ ایک متقی خدا ترس انسان بھی تھے۔ آپ صوم داؤدی کے پابند تھے کہ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن افطار فرماتے رات کا اکثر حصہ نوافل و ذکر ادا میں گزار دیتے تھے۔ کارہائے نمایاں : بدعات و محدثات کے خلاف قول و فعلاً۔ امیرِ بکریہ : بخاریوں کے ساتھ ہمیشہ آپ کے مناظرے ہوتے اور آپ کو تائیدِ ایزدی حاصل رہتی۔ آپ نے متواتر کئی حج کئے۔ جن کا شمار ممکن نہیں۔ آپ نے امیر مصر کے ساتھ میدانِ کارزار میں شرکت فرمائی اور وہ شجاعت و جرات دکھائی کہ حضرات صحابہؓ



کا دور زندہ ہو گیا۔

۱۳۔ علمائے محدثین کے تعریفی اقوال | امام ابن منذر صنفی فرماتے ہیں:۔ الذین اخرجوا الثبت من المعلول والفظا  
الضوابہ البغایہ والمسلم والبوداد والنسائی۔

یعنی وہ ائمہ جنہوں نے حدیث معلول کو غیر معلول سے اور صحیح کو ضعیف سے متمیز کیا وہ چار مشائخ ہیں ابن کبارؒ  
مسلمؒ ۳۔ ابوداؤدؒ ۴۔ نسائیؒ ۵۔ ابن خلقانؒ فرماتے ہیں کان امام الحدیث فی عصرہ کہ آپ عظیم المثل محدث تھے  
۶۔ علامہ ابوعلی نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث چار حضرات ہیں جن میں سے ایک امام نسائیؒ ہیں ۷۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں  
الامام النسائی کان اماماً حافظاً نقیاً متورعاً ۸۔ امام دارقطنیؒ سے منقول ہے النسائی مقدم علی کل من  
یتذکر بعلم الحدیث ۹۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں الامام النسائی أحفظ من الامام مسلم صاحب الصحیح  
بہر حال علامہ ادشیوخ و محدثین نے آپ کے جلالت و عظمت کی شہادت دی ہے اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہے  
چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۴۔ ارتصانیف | آ۔ فضائل علیؑ ۲۔ فضائل سجادؑ ۳۔ سند علیؑ ۴۔ سند مالکؑ ۵۔ السنن الکبریٰ ۶۔ السنن الصغریٰ  
۷۔ کتاب الضعفاء ۸۔ اسرار الرواة ۹۔ کتاب المتسین وغیرہ امام نسائیؒ کو جس کتاب کی وجہ سے یہ عظمت ملی وہ سنن  
نسائیؒ ہے، آپ نے پہلے سنن کبریٰ لکھی، پھر امیر ربیعہ کے تقاضے پر صحیح احادیث کا انتخاب کیا اور انجبتی کے نام سے یہ سنن  
نسائیؒ لکھی۔

۱۵۔ خصوصیات سنن نسائی | جمہور محدثین نے مندرجہ ذیل خصوصیات کی بنا پر سنن نسائیؒ کو صحیحین کے بعد صحاح ستہ  
میں تیسرے نمبر پر رکھا ہے، بلکہ بعض علماء بغداد نے سنن نسائیؒ کو صحیحین سے  
بھی مقدم قرار دیا ہے جن میں سے چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ عدم تکرار: سنن نسائیؒ میں تکرار احادیث نہیں ہے ۲۔ احادیث صحیحہ: امام نسائیؒ نے حتی المقدور صحیح احادیث  
کو جمع کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے، ان کا فرمان ہے السنن کلہ صحیحہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ نے  
صحیح مسلم کے بعض روایات کو بھی ترک فرمادیا ہے، آپ کے شاگرد رشید ابوالحسن رمی امام نسائیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ  
جب مجھے کسی راوی کے بارے میں تردد ہوتا، تو میں استخارہ کیا کرتا۔

۳۔ حدیثنا و اخبارنا: امام موصوفؒ روایت کرتے وقت حدیثنا اور اخبارنا میں فرق کرتے ہیں اور اس کا التزام امام  
نسائیؒ نے پوری سنن میں فرمایا ہے (۴) بیان علل: امام

نسائیؒ نے احادیث کے علل کو انتہائی تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اس لئے طالب علم حدیث کو حدیث دیکھتے ہی اس کے  
سقم کا علم ہو جاتا ہے یہ آپ کی ایک ممتاز خصوصیت ہے ۵۔ تراجمہ الجواب: سنن نسائیؒ کی بہت بڑی خصوصیت

ترجمہ الجواب کی ہے۔ امام نسائی انہی بخاری کی طرح اپنے تراجم کے اعتبار سے محدثین و فقہاء میں مشہور ہیں محققین کے

نزدیک تراجم کے اعتبار سے سنن نسائی کا دوسرا درجہ ہے یقال فقلہ الامام فی تراجمہ۔  
 ۶۔ حسن ترمذی کی ترتیب بہت ہی عمدہ ہے اور آپ نے الجواب فقہیہ کے اعتبار سے احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ زیادہ احادیث۔ امام موسوف سنن میں بہت سی ایسی صحیح احادیث لائے ہیں جن سے دوسری کتب طاقت ہیں۔ بیان جرح و تعدیل۔ امام نسائی رجال حدیث پر بحث کرتے ہوئے ان کے حالات سے باخبر بھی فرماتے ہیں اور جرح و تعدیل کا اظہار بھی ۹۔ اختصار ابواب۔ امام نسائی نے الجواب کو مختصر کلمات سے تحریر کیا ہے۔ اور یہ کوشش کی ہے کہ ہر مسئلے کو مستقل باب کے ذریعہ حدیث سے ثابت کیا جائے جس سے یہ کتاب طلباء اور علماء کے ہاں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۰۔ امام نسائی اپنے شیخ عمار بن مسکین سے جب حدیث نقل فرماتے ہیں تو اخبرنا حدیث بن مسکین قراۃ علیہ وانا اسمع کے کلمات لاتے ہیں جس سے آپ کے اعتبار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔  
 ۱۱۔ تشہید اذہان۔ امام نسائی کبھی کبھار ایک باب باندھتے ہیں اور اس کے ذیل میں جو حدیث نقل کرتے ہیں اس سے باب ثابت نہیں ہوتا جس سے مقصود طلباء کے اذہان کی تشہید ہے۔ جیسا کہ باب الاحامۃ لمن یصلی کھدا کے ذیل میں لائی ہوئی حدیث سے واضح ہے۔

۱۶۔ سنن نسائی علماء و محدثین کی نظر میں  
 ایلاہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔ ان السنن صحیحہ واعتمد  
 المحدثون علی جرحہ و تعدیلہ۔ علامہ حکیم ترمذی

سے بھی اس طرح کا قول منقول ہے۔ بعض علماء منار نے سنن نسائی کو صحیح بخاری پر فوقیت دی ہے۔ بہر حال یہ بات جمہور کے ہاں مسلم ہے کہ صحیحین کے بعد صحاح ستہ میں سنن نسائی کا مقام ہے۔

۱۷۔ صحاح ستہ میں سنن نسائی کا مقام  
 کہ رواد کے پانچ طبقات ہیں جیسا کہ ترجمۃ الامام الترمذی کے ذیل

میں گزرا۔ امام نسائی طبقہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ سے روایات استنباط اور طبقہ رابع سے انتخاباً نقل فرماتے ہیں۔ اس لئے اصل حدیث کا یہ قول مشہور ہے ان اول مراتب الصحاح منزلة صحیح البخاری ثم صحیح مسلم ثم سنن النسائی۔

۱۸۔ شرح نسائی مع اسماء شرح  
 سنن نسائی پر کوئی زیادہ شرح اور تعلیقاً تحریر نہیں کئے گئے کیونکہ امام نسائی کا انداز بیان نہایت آسان اور واضح ہے۔ ۱۔ الامعان یہ علامہ ابوالحسن انصاری

متوفی ۷۶۱ھ کی تصنیف لطیف ہے۔ ۲۔ ذہر الربی علی المجتبیٰ، یہ علامہ ہلال الدین سیوطی کی ایک علمی تصنیف ہے۔

متاخرین علماء نے اس کتاب سے بہت کچھ علمی مواد حاصل کیا ہے۔ ۳۔ شرح ابن الملقن، یہ علامہ ابو حفص عمر بن علی متوفی ۷۴۸ھ کی ایک عمدہ کاوش ہے جس کا انداز تحریر متغیرین علماء کی طرح مختصر مگر جامع ہے۔ ۴۔ تعلیق تفسیر مسندھی جیسا



کرنام سے ظاہر ہے یہ علامہ محمد بن عبدالحادی سندھی کی تالیف ہے ۔

۵۔ تعلیقات علی النسائی۔ یہ مولانا رشید احمد صاحب ٹنکوی اور مولانا خلیل احمد صاحب مہارنپوری کی علمی کاوش ہے جو بہت ہی مختصر اور بہت زیادہ مفید ہے لیکن آج کل نایاب ہے ۶۔ اس کے علاوہ تعلیقات السلفیہ آج کل منظر عام پر آچکی ہے جو علماء کے لئے ایک مفید کتاب ہے ۔

## وفاق المدارس

۱۳۹۹ھ :- اکتبوا فیہا الفضل ترجمۃ الامام النسائی من اسئلہ ونسبہ ومولدہ واسفارہ واجتہادہ وتقلیدہ ومنزلتہ فی الحدیث ، وأوردوا مزیایا سندہ و دبتہا بمن أنصحاح ۔  
۱۳۹۸ھ :- اکتبوا ترجمۃ المصنف ، بای وجہ نسب الامام النسائی الی یرفضی ۔  
اکتبوا السماء سنۃ ہذہ ۔ من روی ہذا الکتاب عن المصنف ۔

(۱۳۹۴ھ اور ۱۴۰۲ھ)

## تنظیم المدارس

۱۳۹۶ھ :- حور ترجمۃ صاحب السنن ولم یقال لہ النسائی واضبط حركات النسائی  
۱۳۹۵ھ :- نسائی کی سوانح پر مفصل نوٹ لکھے اور اس امر کی وضاحت کیجئے کہ امام نسائی کی طرف جبرائیل تشیع کی نسبت کی جاتی ہے اسکی کیا حقیقت ہے ؛ نیز سنن نسائی میں امام نسائی کی شرائط اور کتاب کی اہم خصوصیات بیان کیجئے اور یہ بتائیے کہ کتب صحاح ششہ میں اس کتاب کا کون سا درجہ ہے ؟

(۱۳۹۴ھ اور ۱۳۹۹ھ جو)

**الحل** :- ان پرچوں میں ۲۲ امور قابل استفسار ہیں جن میں سے انیس تا بائیس درجہ ذیل ہیں ۔ بقیہ مباحث پرچوں سے قبل تحریر ہو چکے ۔

۱۹۔ نسائی اور شیعیت | علامہ ابن خلکان اور امام ذہبی نے مندرجہ ذیل ایک واقعہ کے سبب امام نسائی کی نسبت تشیع کی جانب کی ہے اور لکھا ہے کہ وفید شعی من التشیع جو درست نہیں تفصیل واقعہ یہ ہے کہ امام نسائی مصر سے دمشق تشریف لائے دمشق ان دنوں امارت بنو امیر کا دار الخلافہ تھا بعض حکومتی ہمنوا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بعض دعوات رکھتے تھے آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں حضرات صحابہؓ کے فضائل کے ضمن

میں سیدنا علیؑ کے مقام امامت کو بیان فرمایا حکومتی اہل کاروں نے اسے ناپسند کیا اور مطالبہ کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں آپؑ کچھ بیان کریں۔ آپؑ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا أَشْبَحُ اللَّهَ بِطَنَّةٍ - پراہ کے سنائی نیز فرمایا اَلَا بِرَضَىٰ مَعَاوِيَةَ - اُس میں اس جملے کو سننے ہی حاضرین مجلس آپؑ پر حملہ آور ہوئے۔ بہر حال علامہ ابن خلکان اور علامہ ذہبی نے امام نسائی کے مذکورہ بالا جملہ سے آپؑ کی نسبت جو رخص کی جانب کی ہے وہ چند وجوہ سے صحیح نہیں۔

(۱) متقدمین علماء میں سے کوئی بھی آپؑ کے رخص کا قائل نہیں۔ بلکہ آپؑ کو شافعی، حنبلی، یا مجتہدانتے چھلکے ہیں۔

(۲) امام نسائی نے حضرات شیخینؒ سیدہ عائشہؓ اور باقی جلیل القدر صحابہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ امام نسائی حضرات صحابہؓ کو عادل و امین سمجھتے تھے۔ جبکہ رافضی اس صداقت سے محروم ہیں۔

(۳) حضرات شیخینؒ اور سیدنا عثمانؓ کے قول کو کئی مقامات پر امام نسائی نے بطور دلیل کے پیش فرمایا ہے نیز آپؑ سیدنا علیؑ کو خلیفہ رابع اور بغیرہ من خلفاء کو بالترتیب خلیفہ اول و ثانی و ثالث تسلیم کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن نسائی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

باقی امام نسائی کے فرمان سے جو سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے۔ اُس کی وجہ اُس وقت کے حالات، جامع مسجد کا ماحول اور حکومتی انجینئروں کا تعصب و غدا ہے۔

یقیناً امام نسائی کی اس عظیم الذیلت اور علمی کارنامے کی موجودگی میں آپؑ کی یہ معمولی لغزش عند اللہ قابل گرفت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ العزیز۔ ان الله يغفر الذنوب جميعاً

۲۰۔ قِرَاءَةُ عَلَيْهِ وَاَنَا أَسْمَعُ | امام نسائی اپنے شیخ علامہ حارث بن مسکین کے توسط سے جب حدیث مبارک روایت فرماتے ہیں تو هَكَذَا قَوِيٌّ عَلَيْهِ وَاَنَا أَسْمَعُ کے کلمات استعمال فرماتے ہیں۔ مَدَّثَنَا

یا انجبرنا کا جملہ نہیں لیتے۔ حضرات محدثین نے اس کے دُور وجوہ بیان کئے ہیں۔

۱۔ امام نسائی اور علامہ حارث بن مسکین کے مابین کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ہوا۔ شیخ نے درس حدیث میں شرکت کرنے سے روک دیا تو امام نسائی مکان درس سے باہر کسی جگہ کھڑے اپنے شیخ کے کلمات سن لیا کرتے تھے۔ لہذا کمال امتیاز کے سبب حدیث کی بجائے قَوِيٌّ عَلَيْهِ وَاَنَا أَسْمَعُ کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ امام نسائی کے اُستاد حدیث علامہ حارث بن مسکین حکومت وقت کے عالمانہ نظام کے مخالف تھے۔ انتہائی شدت سے اسے نظام حکومت کی مخالفت فرماتے تھے۔ امیر سلطنت نے علماء و علما بین حدیث کو علامہ کے درس میں شرکت سے روک دیا تو امام نسائی اپنی ہیئت کزائی تبدیل کئے۔ شیخ کے درس حدیث میں شرکت فرماتے۔ لیکن شیخ کے اُستاد نے امام نسائی کو سامع درس سے روک دیا۔ آپؑ چھپ کر اپنے شیخ کی احادیث کو سُن لیتے۔ — تو کمال امتیاز و تقویٰ کے پیش نظر حدیث کی بجائے قِرَاءَةُ عَلَيْهِ وَاَنَا أَسْمَعُ کا جملہ تحریر فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم





# ۱۔ ترجمۃ الامام ابن ماجہ

آ۔ نام :- محمد ؑ کنیت :- ابو عبد اللہ ؑ۔ لقب :- حافظ ؑ۔ نسب :- محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ ؑ۔ نسبت :- آپ کی دو نسبتیں ہیں ۱۔ الربیعہ ۲۔ آپ کا چونکہ قبیلہ ربیعہ سے رشتہ سواگت تھا اس لئے الربیعہ یا مولیٰ ربیعہ کہلائے ۳۔ القزویہ یعنی :- قزوین ایران کا ایک مشہور شہر ہے جو صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ اس شہر میں ابن ماجہ پیدا ہوئے۔

۲۔ لفظ ابن ماجہ کی تحقیق :- ماجہ فارسی کے لفظ ماجہ سے معرب ہے اور اس کے مصداق میں تین اقوال ہیں آ۔ ماجہ امام موصوف کی والدہ ماجدہ کا نام ہے

۴۔ یہ آپ کے والد حضرت یزید کا لقب ہے ۵۔ بعض علماء کے نزدیک ماجہ آپ کے دادا سیدنا عبد اللہ کا لقب ہے لیکن دوسرا قول رائج ہے۔ بہر حال جو قول بھی لیا جائے۔ کتابت میں الف کا املاء ضروری ہے یعنی محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ ۔

۳۔ ولادت :- امام ابن ماجہ ۱۸۰ھ مطابق ۷۹۷ء قزوین شہر میں پیدا ہوئے۔

۴۔ وفات :- امام ابن ماجہ چونکہ ۱۸ سال کی مصروف ترین زندگی گزارنے کے بعد ۲۲ رمضان المبارک ۲۴۱ھ مطابق ۸۵۷ء سردی ۲۴۱ھ کو بروز پیر قزوین شہر میں فوت ہوئے اور دوسرے روز بروز منگل آپ کو دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ آپ کے بھائی علامہ ابو بکر قزوینی نے پڑھائی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کا ایک غامدان قزوین میں بہت معزز تھا جس کے سبب ایک جم غفیر نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور کئی ادبائے آپ کی وفات پر مرثیے لکھے دواشمار ملاحظہ ہوں۔

فمن یرجی لعلہ او لحفظ  
بشرح بین مثل ابن ماجہ  
ایا عبد اللہ مضیت قد  
وما خلق مثلك یا ابن ماجہ

۵۔ شیوخ :- امام ابن ماجہ نے بے شمار محدثین اور لاتعداد شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں آ۔ سیدنا ابو بکر بن ابی شیبہ ۲۔ علامہ محمد بن بشر ۳۔ سیدنا عثمان بن ابی شیبہ ۴۔ یحییٰ بن حکیم ۵۔ علامہ محمد بن یحییٰ غیشاوری ۔

۶۔ تلامذہ :- امام ابن ماجہ کے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے چند تلامذہ :- اسماء درج ذیل ہیں آ۔ احمد بن ابراہیم القزوی ۲۔ سیدنا جعفر بن ادریس



۴۔ محمد بن عیسیٰ قمی۔ علامہ ابراہیم بن دینار ۴۔ علامہ سلیمان بن یزید القزوی ۶۔ شیخ ابوالحسن قنطاری  
برصغیر پاک و ہند میں سنن ابن ماجہ کا موجود نسخہ انہی ہی سے مروی ہے۔

۵۔ حالات زندگی : امام ابن ماجہ نے جب بچپن سنبھالا اور تعلیم کا آغاز کیا تو قزوین شہر میں کئی علماء  
و فضلاء سے سند درس و افتاء پر جلوہ افروز تھے اس لئے آپ نے ابتدائی تعلیم  
اور علوم متداولہ کو قزوین شہر میں حاصل کیا۔ پھر تعلیمی سفر شروع کئے۔ اور آپ حجاز، عراق، شام، مصر اور  
غیر اسان کی طرف تشریف لے گئے جہاں بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے علم روایت و روایت حاصل کیا۔  
اور احادیث کی سماعت کی۔

۸۔ شرائط ابن ماجہ : صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام ابن ماجہ روایات کے انتخاب میں  
وسیع المشرب ہیں وہ روایات کے ہر طبقے سے بلا استیجاب احادیث  
روایت کرتے ہیں اسوجہ سے سنن ابن ماجہ آخری درجہ کی کتاب ہے نیز محدثین کے نزدیک صحت روایت  
کے لئے راوی میں جن چھ اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہی امام ابن ماجہ کے لئے بھی نفل حدیث کے لئے  
ضروری ہیں۔

متعدد تالیفات میں سے تین تصانیف یادگار ہیں۔

۹۔ تصانیف : سنن ابن ماجہ، تفسیر ابن ماجہ ۳۔ التاريخ

۱۰۔ تعداد احادیث : سنن ابن ماجہ میں کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ جن میں سے چند کے ہوا  
تمام احادیث صحیح یا حسن ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں بیس  
ترک کتب عنوان ہے جبکہ پندرہ سو ابواب ہیں

۱۱۔ نسب ابن ماجہ : امام ابن ماجہ سنن کے سامعین اور ناقلین کی تعداد بہت طویل ہے اور  
نسب ابن ماجہ متعدد آپ کے تلامذہ نے سنن ابن ماجہ کو آپ سے نقل کیا ہے لیکن  
جس نسخہ کو دنیا کے عرب و عجم میں حسن قبول حاصل ہوا وہ شیخ ابوالحسن قنطاری کا نسخہ ہے برصغیر پاک و ہند  
کے مطبوعہ نسخہ میں قال ابوالحسن حدثنا سے یہی شیخ ابوالحسن قنطاری مراد ہیں۔

۱۲۔ خصوصیات ابن ماجہ : آج سے ترتیب : کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور ابواب کو  
فہمی رعایت سے ترتیب دیا گیا ہے ۴۔ عدم تکرار سنن میں تکرار

۶۔ احادیث باطل نہیں : وہ غریبی ہے جو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں ملتی۔  
۴۔ زیادتی احادیث : بہت سی احادیث سنن ابن ماجہ میں ایسی ہیں جن سے باقی صحاح ختمہ خالی ہیں۔

تم۔ ثلاثی احادیث سے ابن ماجہ میں پانچ احادیث ثلاثی ہیں جبکہ اسمیں رباعی احادیث بکثرت موجود ہیں اس اعتبار سے صحیح بخاری کے بعد سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ ۱۔ اختصار مستن :- ابن ماجہ میں بہت زیادہ اختصار مستن سے کام لیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ کتاب جامع ہے۔ ۲۔ ایسی حدیث جن کا تعلق فضائل و مناقب سے ہے ابن ماجہ میں نہیں آتا۔ کہیں کہیں امام ابن ماجہ حدیث الباب کی حیثیت بھی بیان فرماتے ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں قال ابو عبد اللہ غریب لا یحدث بہ الا ابن ماجہ۔ مشیہ و حدیث بعض مقامات میں روافی حدیث کے شہرہ جگہ کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں ایک جگہ بیان فرماتے ہیں :-  
هذا حدیث الرملیین لیس الا عداہ۔

۱۳۔ شرح سنن ابن ماجہ :- سنن ابن ماجہ چونکہ صحاح ستہ میں داخل ہے نیز اس میں نادر احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے اس لئے احل قلم حضرات نے کثرت سے ابن ماجہ کے شروح لکھے ہیں کچھ اہم شروح درج ذیل ہیں۔  
۱۔ حاتم بن علی الحاجتہ علی سنن ابن ماجہ : یہ شیخ مراج الدین عسکری بن علی الملقب کی تصنیف لطیف ہے جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور اسمیں ان احادیث کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے جو احادیث کتب صحاح خمسہ میں نہیں آتیں۔ ۲۔ مصباح الزجاجة علی ابن ماجہ : یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے جو انتہائی مختصر ہے۔ ۳۔ انجاس الحاجتہ شرح ابن ماجہ : اسے علامہ عبد الغنی الحنفی محدث دہلوی نے تالیف فرمایا ہے جس کی عبارت انتہائی سستہ اور فصیحانہ ہے۔ ۴۔ شرح ابن ماجہ : یہ علامہ ابوالحسن سندھی الحنفی کی ایک علمی کاوش ہے ان کے علاوہ علامہ عبد الرشید نعمانی نے حاتم بن علی الحاجتہ کے نام سے علامہ شیخ محمد ہزاروی نے مفتاح الحاجتہ کے نام سے اور مولانا فخر الحسن گلواری نے ماشیہ ابن ماجہ کے نام سے سنن ابن ماجہ پر علمی اعتبار سے خوب تر کام کیا ہے جن سے آج کل کے علماء و اساتذہ حدیث خوب مستفید ہو رہے ہیں جسند احمد الشیرازی۔

## تنظیم المدارس العربیہ

۱۳۹۵ھ :- ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات بیان فرمائیں نیز سنن ابن ماجہ پر تبصرہ فرمائیں ؟

(۱۳۹۴ھ)، (۱۳۹۵ھ)، (۱۳۹۶ھ) اور متعدد سنوات



# وفاق المدارس العربیہ

۱۳۹۸ھ

السؤال الثاني (الف) اكتبوا احوال الامام ابن ماجه من اسمه ونسبه ووطنه واسفاره  
علمه واجتهاده وتقليده مع تعيين مذهبه ومقامه في الحديث ووجده تكليفه بين معالجة  
واو دو البعض من اياسنه وما وجده عدم من الصحاح مع اشتغال له على احاديث  
موضوعة بقدر المعقده ؟

(۱۳۹۳ھ ، ۱۳۰۲ھ ، ۱۳۰۰ھ اور متعدد سالوں میں)

الحل :- تمام اہم اور امتحانی امور تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ خوب ذہن نشین فرمائیں۔



یہ آئندہ ایڈیشن میں ملاحظہ فرمائیں۔

طالبان کیلئے  
عظیم خوشخبری

حکومت پاکستان نے مدارس عربیہ کی سند فراغ (شہادتۃ العالمیہ)  
کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے نیز فضلا مدارس  
عربیہ کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ملتان پنجاب اور دیگر پاکستان کی یونیورسٹیوں  
میں بی اے کے کہیں دو مضامین کا امتحان دے کر بی اے کر لیں۔ ک  
سند حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے دو سال بعد کسی مضمون میں ایم اے امتحان  
دے سکتے ہیں۔۔۔

اس سلسلہ میں  
تولف مضمون کے تجربات سے فائدہ حاصل کیجئے اور اس ذریعے سے  
فائدہ اٹھائیے۔

ناظم  
مدرسہ دارالعلوم ہبیب الرحمن  
محکمہ تدریس آباد ملتان - ۲۱۸۳۷ / ۲۱۸۱۱





## ۱۰۔ اہل فضل کے تعریفی اقوال

امام محمد بن عبد البرؒ فرماتے ہیں۔ حُكَّانٌ مِنْ أَعْلَمِ النَّاسِ۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ كَانَ لِقَّةً بَشًا فَقِيمًا عَالِمًا مُتَلَدِّ لَمْ يَخْلَفْ مَثَلًا۔ یعنی امام محمدؒ ایک ثقہ راوی پختہ عالم، لاثانی فقیر مہر بدل عالم اور انتہائی ذہین انسان تھے۔ ان جیسے اوصاف کا حامل انسان دنیا میں مشکل ہے۔ امام یافعیؒ فرماتے ہیں۔ بَرَعَ فِي الْفَقْهِ وَالْحَدِيثِ کہ امام محمدؒ علم فقہ اور علم حدیث میں ماہر ہیں۔ امام سیوطیؒ کے نزدیک امام محمدؒ حدیث اور فقہ کے انہم، علوم دینیہ کی اساس اور احادیث و آثار کا طعنا ہیں۔ علامہ آلفانیؒ فرماتے ہیں امام محمدؒ کی نظیر نہ ہی کسی اسلامی مسلک میں ملتی ہے اور نہ ہی کسی دین و مذہب میں۔ علامہ سمعانیؒ نے آپ کو ثقہ قرار دینے کے بعد ایک بے مثال شخصیت قرار دیا ہے۔

## ۱۱۔ معانی الآثار کا فن حدیث میں مقام

علامہ کشمیریؒ کے نزدیک شرح معانی الآثار اور سنن ابو داؤد کا مقام یحسان ہے۔ یعنی یہ دونوں کتابیں جو تھے درجہ کی ہیں علامہ ابن عزمؒ غلابری نے کتاب مذکور کو سنن نسائی کے مساوی قرار دیا ہے جس اعتبار سے اس کا تیسرا درجہ ہوا۔

## ۱۲۔ خصوصیات معانی الآثار

آج صحت ترقیب۔ کتاب کی ترتیب نہایت عمدہ ہے ہر طرح کے فقہی مسائل کو تلاش کرنے میں آسانی رہی ہے۔ آقوی السند روایات۔ صحاح ستہ میں جو احادیث ضعیف اسناد سے مروی ہیں انہیں امام محمدؒ نے متعدد قوی اسناد سے یہاں نقل کیا ہے۔ بیان مذہب۔ تمام ائمہ کے مذاہب تفصیل بیان کرتے ہیں۔ بیان دلائل۔ تمام ائمہ کے دلائل نقل کرنے کے بعد دلائل ضعیفہ کو تفصیلی طور پر تحریر کرتے ہیں۔ صحاح ستہ میں جو احادیث منقطع ہیں یا موقوف انہیں امام محمدؒ متصل اور مرفوع لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ معانی الآثار۔ صحابہ اور تابعین کے آثار کا ایک گراں قدر ذخیرہ ہے۔ احادیث کے علت پر مطلع کرتے ہوئے انکی حیثیت متعین فرماتے ہیں۔ متعارض احادیث میں تطبیق دے کر مسلک حنفیہ کو رائج قرار دیتے ہیں۔ بیان نسخ و نسخ پر مطلع ہونے کیلئے کتاب الآثار یقیناً ایک علمی مجموعہ ہے۔

## ۱۳۔ کمالات و محاسن

امام محمدؒ نے ابتدائی تعلیم اپنی بستی میں حاصل کی پھر امام مزنیؒ (جو امام شافعیؒ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں) سے علوم متداولہ پڑھنے شروع کئے حدیث اور فقہ شافعیؒ کی تعلیم امام مزنیؒ سے حاصل کی اس لئے اہل سنت امام محمدؒ بھی فقہ شافعیؒ پر کار بند تھے لیکن امام محمدؒ کی فطانت، جدت فکر اور قوت استدلال کے پیش نظر امام مزنیؒ آپ کے اٹھائے ہوئے سوالات کا تسلی بخش جواب دے سکتے تھے جس کے پیش نظر آپ نے مصر سے کوچ کرنے کی طحانی تاکہ اپنے اشکالات کا حل اس زمانہ کے مشہور مشائخ کے سامنے پیش کریں۔ علمی سفری۔ امام محمدؒ مصر سے ہجرت کرنے کے بعد مختلف محدثین سے احادیث کا سماع کرتے ہوئے مکہ شام کیسے جہاں شاکم قاضی القضاۃ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ اور لاثانی محدث علامہ ابو مازمؒ دریں حدیث و فقہ کے لئے نماز ظہر کے بعد ممکن ہوئے تھے امام محمدؒ بھی آپ کے دریں حدیث



میں شامل ہوئے اور جب تک آپ کی علمی پیاوشی کبھی آپ نے یہاں سے واپسی کا ارادہ نہ کیا حضرت شیخ کی علمی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ امام غامدیؒ نے طرز استدلال اور تخریج مسائل کا انداز وہی اپنایا جو آپ کے شاخ کا تھا اس لئے آپ حنفی فقہ کو ترجیح دینے لگے اور آپ کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ ہر دور کے مسائل کا بخوبی حل فقہ حنفی کے اصول و جزئیات ہی میں مضمر ہے۔

۱۴۔ تبدیلی مسلک | اس کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے صحیح اور موافق عقل و دانش یہی ہے کہ علامہ ابو حازمؒ کے علمی تبحر اور وسعت نظر و فکر نے وہ نقوش چھوڑے جن کے سامنے مسلکِ اول کے آثار منحل ہو گئے۔ مؤرخ ابن خلدون

نے مسلک حنفی کیسے اختیار فرمایا جبکہ آپ کے ماموں اور استاد امام مزنی شافعی مسلک تھے آپ نے جواب دیا کہ میرے ماموں اکثر کتب صنیۃ کا مطالعہ کرتے تھے اس لئے میں نے بھی انہیں کتب کا مطالعہ کیا اور میرے ذوق نے مجھے فقہ حنفی کی طرف مائل کر دیا۔  
۲۔ مصنف طبقات فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک دن تعلیم کے دوران امام مزنیؒ نے مجھے کئی ذہن ہونے کی عار دی اور ناراض بھی ہوئے کہ تم اس دنیا میں کچھ نہ کر سکو گے جس پر میں ناراض ہو کر ملک شام کی طرف چلا گیا جہاں حنفی علماء سے تعلیم حاصل کی اور میرا ذہن مسلکِ بادل گیا۔ علامہ مولانا عبد العزیز پرہارویؒ بنیاس میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام غامدیؒ نے ایک دن کتب شافعی میں پڑھا کہ حیوتِ عامۃ عورت مر جاتے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ لکانے کے لئے مُردہ ماں کے پیٹ کو نہ حیرا جلتے بخلاف مسلکِ صنیۃ کے جبکہ خود امام غامدیؒ کو والدہ کا پیٹ چاک کر کے لکلا لگیا تھا اس پر امام غامدیؒ نے فرمایا میں اس شخصیت کے مذہب پر چل کر رہی نہیں جو میری ہلاکت پر راضی ہو اس کے بعد امام غامدیؒ نے مسلک شافعی کو چھوڑ دیا اور مسلک حنفی کو اپنا لیا۔

۱۵۔ معانی الآثار کے شروع | علامہ بدر الدین عینی نے مبنی الاخبار فی شرح معانی الآثار کے نام سے چھ جلدوں میں ایک قابلِ قدر کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ ۲۔ معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار یہ بھی علامہ بدر الدین عینی کی تصنیف لطیف ہے جس میں انہوں نے معانی الآثار کے روادے پر جامع بحث کی ہے۔ ۳۔ منتخب الافکار فی شرح معانی الآثار اسے بھی علامہ عینی ہی نے تالیف کیا ہے جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۴۔ تصحیح معانی الآثار، یہ علامہ محمد بن محمد باہلی کی ایک علمی کاوش ہے جو مکمل بھی ہے اور نایاب بھی اس کے علامہ عبد البر ماکی اور امام زینی نے معانی الآثار کی تفسیر کی ہے۔

## وفاق المدارس

۱۳۹۶ھ: اکتبوا احوال المصنف و سنتہ و فائدہ و نوکلائتہ و مرتبہ فی المعحدثین و الفقہاء و مقام کتابہ ہذا۔ و اسماء اساتذتہ و تلامذتہ العظام و مصنفاتہ المشہورۃ و من ای طبقۃ ہو و المشہور انہ کان شافعی المذہب فترکہ و صار حنفیاً۔ ہل ہی صحیح امر لا؟ ایجوز لا حد ان یترک مذہب القدییم و یقلد مذہب الآخر و مالاً باعث علیہ بترک المذہب القدییم۔  
(۱۳۸۲ھ، ۱۳۸۹ھ اور ۱۳۹۸ھ)



## تنظیم المدارس العربیہ

۱۲۹۷ھ۔ امام ابو جعفر محمدادی کی مختصر سوانح اور شرح معانی الآثار کی چند خصوصیات بیان کریں !

### الحل

۱۔ جلد اہم مباحث تحریر کر دیئے گئے ہیں نمبر ۱۱ جس میں درج ذیل ہے ۔

۱۶۔ تبدیلی مسلک کی شرعی حیثیت | مختلف کتب کے مطالعہ سے احقر پر جو بات منکشف ہوئی وہ درج ذیل ہے ۔

۱۔ اگر مسلک میں تبدیلی علمی وسعت، مطالعہ کی کثرت، دلائل وبراہین کی قوت، اور اُمت مسلمہ کی اصلاح کے سبب ہو تو یہ تبدیلی بالاجماع شہداء صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ امام محمدادی کے نظر و فکر پر آپ کے شیخ علامہ ابو حازمہ کے علمی تجربہ، اور فقہانہ طرز استدلال نے وہ نقوش چھوڑے کہ امام محمدادی نے محسوس فرمایا کہ مسالک اربعہ میں سے مسلک حنفیہ ہی دلائل وبراہین کی قوت، احادیث و آثار کی تائید اور عملی نفاذ کے اعتبار سے تمام مسالک سے راجح ہے ۔

۲۔ اگر تبدیلی مسلک کا سبب مالی منفعت، غیر ملکی تعاون، عزت نفس اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہو تو بالاجماع یہ تبدیلی حرام ہے اور اُمت مسلمہ کے لئے باعث عار۔ ————— اہل کل کے غیر فقیہ متعصب علماء

۳۔ تبدیلی مسلک کی وجہ مندرجہ بالا امور ہوتے ہیں۔ ایسے افراد مسلم معاشرہ کے لئے نہ ہی فقط باعث اضطراب پریشانی ہیں بلکہ نظام شریعت اور قرآن و سنت کے استہزاء و تحقیر کا سبب ہیں۔ اور موجب فتنہ و فساد ۔

————— احقر کی ذاتی ناقص رائے میں اگر کسی اسلامی ملک، دینی معاشرہ میں مسلم برادری کی واضح اکثریت کسی مسلک حق سے وابستہ ہو اور وہ افراد اسلامی تعلیمات اور شرعی احکامات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہوں تو اس معاشرے اور ملک کے چند افراد کا مسابکے تبدیل کر دینا اور اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے متعدد اختلافیہ مسائل کو زیر بحث لانا ہی فقط قابل سزا جرم ہو بلکہ مسائل ارتداد کی روشنی میں وجودنا مسودہ و فتنہ سے اُمت مسلمہ کو بچایا جائے۔ نیز چند دن کی ہلکے کے بعد ایسے لوگوں کا غاتمہ ضروری ہے۔ تاکہ دین کی عظمت و جلالت مسلم معاشرے میں باقی رہے اور قرآن و سنت باز یچہ اطفال نہ بنے اور انکی حیثیت بخرچ نہ ہو، یقیناً جو طبقہ قرآن و سنت کے استہزاء اور تحقیر کا سبب بنے وہ امانت دین کے سبب دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ ارشاد ربانی ہے ۔ اِذَا سَمِعْتُمُ آيَاتَ اللّٰهِ يَكْفُرُ بِهَا

وَيَسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ قُلْ بِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ قَسِيْرُونَ۔

ان تمام آیات سے مراد یہ معلوم ہوا کہ جو طبقہ قرآنی تعلیمات کے استہزاء کا سبب بنے وہ اسلامی برادری سے خارج ہے اُن کے ساتھ مجاہدت منوع ہے اور وہ عملی منافقت میں مبتلا ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ اس فتنہ غیرت سے اُمت مسلمہ کو بالعموم پاک دہند کے باسیوں کو بالخصوص محفوظ فرمائیں۔ اور ایسے فتنہ پرداز افراد کو نور ہدایت و بصیرت نوازیں آمین ان اللہ یھدی من یشاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# أُصُولُ حَدِيثِ

الكتاب  
مكتبة دار الحديث  
بمكة المكرمة  
١٤٢٠ هـ / ٢٠١٩ م



# فہرست

- ۱۔ اصطلاحات حدیث ————— ۹۱
- ۲۔ اقسام کتب حدیث ————— ۹۶
- ۳۔ تدوین حدیث ————— ۹۹
- ۴۔ جمیعہ حدیث ————— ۱۰۵

# ۱۔ اصطلاحاتِ حدیث

۱۔ حدیث :- حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم حضراتِ صحابہؓ اور ساداتِ تابعین و تبع تابعین کے قول، عمل اور رضا کا نام حدیث ہے۔ خبر، اثر اور سنت حدیث کے ہم معنی ہیں۔ ————— احقر کے نزدیک ربِّ کائنات کا فرمان بھی براستہ حضورِ بصیرؐ وحیِ بیکسورِ حدیث ہے جسے حدیثِ قدسی کہا جاتا ہے۔ اسلئے حدیث کا سلسلہ خالقِ کائنات تک جوڑا جائے۔

متن حدیث کو روایت کرنے والے آثار و محدثین کے سلسلہ دار اسلئے گرامی کو سند کہا

۲۔ سندِ حدیث :- بنا ہے جبکہ اسناد کے معنی بیانِ سند کے ہیں۔

۳۔ متن حدیث :- وہ عبارت و کلام جو اختتامِ سند کے بعد تحریر ہو۔

۱۔ آئینہ کے سند اور نسبتِ کلام کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیثِ مرفوع :- وہ حدیث جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔

۲۔ حدیثِ موقوف :- وہ اثر جو حضراتِ صحابہؓ کی جانب منسوب ہو۔

۳۔ حدیثِ مقطوع :- وہ روایت جو ساداتِ تابعین اور ائمہ کے تلامذہ سے منقول ہو۔ پھر ان تین اقسام

میں سے ہر ایک حدیث کی تعریف کی رو سے (تین اقسام میں منقسم ہے یعنی قولِ شارع کا نام حدیثِ مرفوع قوی ہے

آیت کے عمل و فعل کا نام حدیثِ مرفوع فعلی ہے اور آپ کی رضا کا نام حدیثِ مرفوع تقریری ہے۔ ایسے ہی حدیثِ موقوف

قوی، فعلی، تقریری اور حدیثِ مقطوع قوی، فعلی، تقریری ————— احقر کے نزدیک تین کی بجائے چار

قسمیں بنانا زیادہ بہتر ہے اور چوتھی قسم حدیثِ قدسی کی ہے کہ وہ حدیث جو خالقِ ارض و سما کی طرف منسوب ہو اور سلسلہ

سندِ اللہ تبارک و تعالیٰ تک جا پہنچا ہو۔

۲۔ تعدادِ رواۃ اور ناقلین کے قلت و کثرت کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیثِ ہتواتر :- وہ حدیث کہ جسے ہر زمانہ میں ایک بہت بڑی جماعت روایت کرے جن کا کسی جھوٹی بات

پر جمع ہونا ناممکن ہو، تو اتر کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ آ۔ تو اتر اسناد یعنی ایسی حدیث جو مختلف سندوں سے مروی ہو جسے

مسح علیٰ الثنین کی احادیث۔

۲۔ تو اتر طبقہ :- یعنی ایک جماعت یا ایک زمانے کے لوگ دوسری جماعت یا دوسرے زمانے کے افراد سے بغیر سند

بیانِ کمال بات نقل کریں جیسے قرآن مجید کی آیات و سورتیں۔



۴۔ قواتر عملی : کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے دور تک ایک بہت بڑی جماعت کسی عمل پر کاربند رہے جیسے وضو کے لئے مسواک، اذان، نماز اور عبادات کی کیفیات اور مسائل شرعیہ میں اتباع و تقلید۔

۵۔ قواتر معنوی : کہ کبھی بات اور واقعہ کو مختلف کلمات سے بیان کیا جائے اور اُس سے کسی ایک بات پر سب مشتق ہوں۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبِ معجزہ بنی ہونا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا تمام ائمہ سے اسلم، افقہ اور اتقی ہونا۔ سبحان اللہ! ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اسے قواترِ مشترک بھی کہتے ہیں۔

۶۔ حدیث مشہور : ایسی روایت کہ جس کو نقل کرنے والے روادِ ہر زمانہ میں کم از کم تین یا تین سے زائد ہوں۔  
 ۷۔ خبر مستفیض : وہ حدیث کہ جس کے راوی از اول تا آخر ہر زمانہ میں برابر ہوں۔ بعض حضرات فقہاء محدثین کے نزدیک خبرِ شہور اور خبرِ مستفیض میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ہم معنی ہیں۔

۸۔ خبر عزیز : جس حدیث کے ناقل ہر زمانہ میں دوسے کم نہ ہوں۔ اگر کسی زمانہ میں دوسے زائد ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۹۔ خبر غریب : سلسلہ حدیث میں کہیں برف ایک راوی ہو۔ اسے حدیثِ فرد بھی کہتے ہیں۔ آخری چار قسمیں اخبارِ احاد ہیں اور ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ تو گویا خبر واحد کی تعریف یہ پھٹری کہ ایسی روایت کہ جس میں متواتر کی جملہ شرطیں یا کوئی ایک شرط موجود نہ ہو۔ خواہ روایت کر نیوالا ایک شخص ہو یا دو یا دوسے زائد خبر متواتر مفید یقین ہے جبکہ اخبارِ احاد مفید ظن۔

۱۰۔ حدیث ثند اور طریق روایت کے اعتبار سے سات اقسام پر مشتمل ہے۔

۱۔ حدیث متصلہ : وہ حدیث کہ جس کی سند حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک موتیوں کی مار کی مانند جڑی ہوئی ہو اور درمیان کا کوئی راوی کسی زلفے میں ساقط نہ ہوا ہو۔

۲۔ حدیث مُسنَد : وہ حدیث کہ جس کی سند حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتی ہو۔  
 ۳۔ حدیث مُتصل اور مُتصل میں فرق معلوم نہ ہو سکا۔ شاید حدیث مُتصل میں اتصال حقیقاً بھی ہوتا ہے اور ظاہراً بھی جبکہ مُسنَد میں بظاہر اتصال معلوم ہوتا ہے مگر ہے کہ حقیقاً اتصال مُسنَد ہو یا یہ بات شرحِ منجذہ الفکر کے مطالعہ سے معلوم ہوئی واللہ اعلم۔  
 ۴۔ بہر حال مُسنَد و متصل ہم معنی ہیں اور اُن کا مدلول ایک ہے۔

۵۔ نیز احقر کے نزدیک مُسنَد میں انتہائے سند کی نسبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست نہیں بلکہ وہ حدیث بھی مُسنَد ہے جس کا سنتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا حضرت صحابی ہوں یا جناب تابعی ہوں۔ ناہنم فذہب۔

۶۔ حدیث منقطع : ایسی روایت جس کی سند ایک یا ایک سے زائد مقامات سے جڑی ہوئی نہ ہو۔  
 ۷۔ حدیث مُعلق : ایسی روایت کہ جس کی سند مبداء سے منقطع ہو کہ ابتدائی ایک یا ایک سے زائد راویوں

کے نام حذف کر دیئے گئے ہوں۔ جیسے تعلیقات بخاری اور احادیث مشکوٰۃ۔

۵۔ حدیث معضلہ :- جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زائد راوی معاً حذف کر دیئے گئے ہوں۔

۶۔ حدیث مرسئل :- ایسی حدیث کہ جس کے آخری رُداۃ کے اسماء کو حذف کر دیا جائے۔ مثلاً کوئی جناب تابعی

نہ نہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ ہکذا۔ گویا جناب تابعی نے حضرت صحابیؓ کے اسم مبارک کو حذف کر دیا۔

۷۔ حدیث ممدنس :- ایسی حدیث کہ جس کا راوی اپنے شیخ یا شیخ کے استاد کا نام حذف کر دے۔

۸۔ احقر کے نزدیک آخری چار اقسام حدیث منقطع کی قسمیں ہونی چاہئیں کہ حدیث منقطع

کی قسم — گویا اصل اتصال سند کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ٹھہریں ۱۔ متصل ۲۔ منقطع۔ پھر

منقطع کی چار قسمیں ہیں ۱۔ معلق ۲۔ معضل ۳۔ مرسئل ۴۔ ممدنس۔

۹۔ حدیث کے قابلِ جہت ہونے یا نہ ہونے کی نسبت سے دو قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیث مقبول :- وہ حدیث کہ جس کے مدعی پر عمل کرنا لازم ہے۔

۲۔ حدیث مردود :- جو حدیث بوجہ کسی نقص کے قابلِ عمل نہ رہے۔

آ — حدیث مقبول کی چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ صحیح لذاتہ ۲۔ صحیح لغيرہ ۳۔ حسن لذاتہ ۴۔ حسن لغيرہ ۵۔ حدیث معروف ۶۔ حدیث محفوظ۔

۱۔ صحیح لغيرہ :- وہ حدیث کہ جس کے تمام راوی عادل کامل الحفظ ہوں۔ نیز اُس کی سند متصل ہو۔

۲۔ حسن لذاتہ :- ایسی حدیث کہ جس میں صحیح کے جملہ شرائط موجود ہوں فقط راوی کا ضبط قدرِ خفیف ہو۔

۳۔ حسن لغيرہ :- متقدمین علماء و فقہاء سے حدیث حسن کی تعریف کے بارے مختلف اقوال منقول ہیں جیسا

کہ امام ترمذیؒ کی تعریف جہور سے مختلف ہے تفصیل کے لئے مشاہد کی طرف رجوع فرمائیں۔

۴۔ حدیث حسن جو مختلف اسناد سے مروی ہو۔ یعنی راوی کے حفظ میں کمی کے سبب

۵۔ صحیح لغيرہ :- صحت حدیث میں جو خفقت پیدا ہوئی تھی اُس کی تلافی کثرتِ طرق سے ہو جاتی ہے۔

۶۔ حسن لغيرہ :- وہ حدیث غیر مقبول جو کثرتِ طرق کے سبب قابلِ جہت ہو۔

۷۔ حدیث معروف :- حدیث محفوظ۔ ان دونوں کی تعریف نیچے ملاحظہ ہو۔

۸۔ حدیث غیر مقبول (مردود) کی دس قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیث ضعیف :- وہ روایت جس کا راوی جھوٹا یا فاسق ہو یا حافظ کے اعتبار سے کمزور۔

۲۔ حدیث موضوع :- ایسے راوی کی روایت جس پر من گھڑت روایات بیان کرنے کا ثبوت ہو چکا ہو۔

۳۔ حدیث متروک :- ایسے راوی کی حدیث جو اپنی عمومی گفتگو میں غلط بیانی سے کام لیتا ہو۔ چاہے نقل

۴۔ حدیث متروک :- ایسے راوی کی حدیث جو اپنی عمومی گفتگو میں غلط بیانی سے کام لیتا ہو۔ چاہے نقل



احادیث میں محتاط ہو یا نہ ۔

۴۔ حدیث منکر :- ایسے راوی کی روایت جو مغفل یا بدکار ہونے کے سبب بیانِ حدیث میں عموماً غلطی کرتا

ہو۔ نیز وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور بیانِ حدیث میں ثقہ روایت کی مخالفت کرتا ہو۔

حدیث معروف :- یہ منکر کی ضد ہے یعنی وہ حدیث جس کا راوی ثقہ اور مضبوط حافظہ کا حامل ہو۔ حدیثِ معروف حدیثِ مقبول کے اقسام میں سے ہے ۔

۵۔ حدیث شاذ :- وہ روایت جس کا ناقل ثقہ ہونے کے باوجود اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرے۔ اور دونوں سے روایت شدہ احادیث میں مغھوماً تعارض ہو ۔

حدیث محفوظ :- شاذ کے معارض ہے یعنی وہ حدیث جسے ایک انتہائی با اعتماد ثقہ راوی روایت کرے ۔ یہ حدیث بھی محدثین کے ہاں مقبول ہے ۔

۶۔ حدیث محلول :- ایسے راوی کی حدیث جو وہم میں مبتلا ہو جائے۔ اور متن و سند حدیث کو صحیح طرح بیان نہ کر سکے۔ اور اسے حدیثِ معلل بھی کہتے ہیں ۔

۷۔ حدیث مضطرب :- کہ راوی حدیث سند یا متن میں ایسا اختلاف پیدا کرے کہ ترجیح اور تطبیق کی کوئی صورت نہ بن پائے ۔ اختلاف متن کی صورت میں حدیث مضطرب المتن اور اختلاف سند کی صورت میں حدیث مضطرب السند کہلائے گی ۔

۸۔ حدیث مقلوب :- ایسی حدیث کہ جس کا راوی سند حدیث یا متن حدیث کو بدل ڈالے۔ متن میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں روایت مقلوب المتن اور سند کے ناموں کی تبدیلی میں حدیث مقلوب السند کہلائے گی ۔

۹۔ حدیث مدرج :- ایسے راوی کی روایت جو سند کے تسلسل کو بدل دے۔ اپنی ذاتی رائے کو سند و متن حدیث میں داخل کر دے۔ متن میں دخل اندازی کے سبب حدیث مدرج المتن اور سند میں مدخلت کے سبب مدرج الاسناد کہلائے گی ۔

۱۰۔ حدیث مصحف :- ایسا راوی جو متن و سند کے صحیح تلفظ اور خط کو بدل ڈالے۔ جیسے شین کو سین سے اور حاکو حاسے یا برعکس۔ اسے حدیثِ محرف بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء نے محرف کو ایک علیحدہ قسم شمار کیا ہے اور دونوں میں فرق ان کلمات سے کیا کہ اگر ایک حرف میں تحریف یا تلفظ تبدیلی ہو تو حدیث مصحف ہے اور اگر دو ہم شکل یا ہم صورت حروف میں تبدیلی ہو تو حدیث محرف ہے ۔

مندرجہ بالا سولہ اقسام کو صفاتِ رواۃ کے اعتبار سے بھی تقسیم کرتے ہیں یعنی حدیثِ صفاتِ رواۃ کے اعتبار سے ثلوثِ قسم پر ہے ۱۔ حدیثِ صحیح لہذا (۱۶) حدیثِ مصتوف۔  
 ۲۔ حدیثِ ضعیف اور مندرجہ بالا نو اقسام کو ایک دوسرے کا قسیم بنانا درست نہیں۔

بلکہ ان میں سے بعض اقسام حدیثِ ضعیف کی قسمیں ہیں نہ کہ قسیم چونکہ اصطلاحات میں مناقشہ درست نہیں نیز اصول حدیث ایک نقلی علم ہے، حضرات مؤلفین اور اساتذہ حدیث نے جس طرح بیان فرمایا۔ ویسے ہی اُسے نقل کر دیا گیا ہے۔ طالبین حدیث اصطلاحاتِ بالا کو یاد کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں۔

رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (آمین)

## تنظیم المدارس العربیہ

۱۳۹۶ھ :- رواۃ کے اوصاف کے لحاظ سے حدیث کی اقسام اور ان کی تعریفات مع تشریح تحریر کریں؟  
 ۱۳۹۷ھ :- رواۃ کی تعداد کے لحاظ سے حدیث کی اقسام اور ان کی تعریفات مع تشریح قلمبند کریں؟

اصطلاحاتِ حدیث کے عنوان کے ضمن میں مندرجہ بالا

**الحل :-** دونوں امور تحریر ہو چکے۔ ازبر کر لیں۔

**مفتاح النجاح** (جلد ثالث) کی کتابت جاری ہے، جمادی الثانی کے اوائل میں درج ذیل پستہ لالہ بطبی فرمائیں۔

مکتبہ دار العلوم قدیر آباد — ملتان (پاکستان)



## ۲۔ اقسام کتب حدیث

علم حدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی اقسام تالیفات کی تعداد ۳۰ چالیس تک جا پہنچی ہے۔  
چند متداول اور مشہور اقسام کے نام درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ الجوامع ۲۔ السنن ۳۔ المسانید ۴۔ المعاجم ۵۔ المراسیل ۶۔ الاجزاء ۷۔ الاربعینات ۸۔ المستدرک
- ۹۔ المستخرج ۱۰۔ الفرائد

آ۔ الجوامع :- جامع کی جمع ہے الجوامع۔ جو مایوجد فیہ جمیع اقسام الحدیث العقائد والاحکام والاداب والنفوس والتادیخ والناقب والفتن۔ یعنی جامع سے مراد ایسی کتاب ہے جس میں ہر قسم کی احادیث اور ابواب کے جمع کر دیا گیا ہو یعنی سیرت آداب تفسیر عقائد فتن اشرار قیامت احکام اور مناقب پر مشتمل ہو ان میں مضامین کو ایک شعر میں یوں نظم کیا گیا ہے

حسب آداب تفسیر وعقائد : فتن اشرار احکام و مناقب

جیسے شیخ بخاری اور جامع ترمذی صحیح مسلم کے بارے میں حضرات محدثین کی روایات ہیں کیونکہ اس میں تفسیر کی احادیث بہت قلیل ہیں۔ لیکن اکثر علماء کے نزدیک صحیح مسلم بھی جامع ہے۔ السنن :- ہونحنسیرہ جمع الاحادیث علی ترتیب ابواب الفقہ۔ اصطلاح علم حدیث میں سنن ان کتب کو کہا جاتا ہے جنہیں ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا جائے یعنی کتاب الوضوء یا کتاب الطہارت سے کتاب الوصایا تک کی احادیث موجود ہوں۔ گویا جامع میں تمام احادیث موجود ہوتی ہیں۔ اور سنن میں بعض موجود ہوتی ہیں بعض نہیں تو معلوم ہوا کہ جامع اور سنن کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی جامع عام ہے اور سنن خاص ہے خصوصیت صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی کو حاصل ہے کہ ایک وقت سنن بھی ہے اور جامع بھی ۳۔ المسانید :- جو ما ذکر فیہ الاحادیث علی ترتیب الصحابہ المسانید مسند کی جمع ہے مسند حدیث کی وہ کتاب کہلاتی ہے جس میں احادیث کو حضرات صحابہ کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یعنی ہر صحابی رسول کی روایات کو الگ الگ جمع کیا جائے خواہ وہ کسی باب سے متعلق ہوں۔

حضرات محدثین کے نزدیک ترتیب صحابہ کی چار صورتیں ہیں ۱۔ حروف تہجی کے اعتبار سے مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایات کو پہلے نقل کیا جائے ۲۔ صحابہ کرام کے فضل مرتبہ اشراف اور درجات کے لحاظ سے مثلاً سب سے پہلے خلفاء اربعہ حضرات عشرہ مبشرہ اور صحابہ بدر کی روایات کو ۳۔ تقدم اسلام اور سابقہ فی الاسلام کا اعتبار کر کے یعنی مقدم اسلام صحابہ کی روایات کو پہلے اور متاخر اسلام صحابہ کی روایات کو بعد میں ۴۔ قبائل کی فضیلت کے اعتبار سے یعنی افضل قبائل کی روایات کو پہلے مفضول قبائل کی احادیث کو بعد میں جس حیثیت سے بھی مسانید میں احادیث کو جمع کیا جائے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایات کو مقدم لایا گیا ہے لہذا ہر ۴۔ المعاجم :- جو ما یدکر

فیہ الاحادیث علی ترتیب المشائخ :- یہ منہج کی جمع ہے اور منہجِ حدیث کی وہ کتاب کہلاتی ہے جس میں کوئی محدث اپنے اساتذہ اور شیوخ کی ترتیب پر احادیث کو نقل کرے پھر ترتیب شیوخ کی وہی پارہائیں ہیں جو پہلے المسانید کے ذیل میں ترتیب صحابہؓ کے عنوان سے گزریں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ منہج کی مندرجہ بالا تعریف درست نہیں بلکہ منہج حدیث کی وہ کتاب کہلاتی ہے جسے عرفہ تہجدی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہو خواہ یہ ترتیب حضرات صحابہؓ کے اعتبار سے ہو یا اساتذہ و شیوخ کے اعتبار سے ۔۔۔ اس تعریف کی رو سے معجم اور مسند میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی بہر حال اس سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں امام طبرانیؒ کی تین مغناجسم از حد مشہور ہیں :-

- ۱۔ المنہج الکبیر ۲۔ المنہج الاوسط ۳۔ المنہج الصغیر ۴۔ المنہج السبیل :- مراسیل مرسل کی جمع ہے اور مرسل حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں مرسلات احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو جیسے مراسیل ابوداؤد پھر حدیث مرسل کی دو اصطلاحیں ہیں (۱) حضرات محدثین کی اصطلاح یہ ہے کہ جناب تابعی کسی حدیث کو ایسے نقل کرے کہ صحابی رسولؐ کا واسطہ حذف کر دیا جائے جیسے امام ابن سیرینؒ سیدنا ابوہریرہؓ کا ائمہ مبارک مذہب کے فرامی میں قال قال رسول اللہ ایسی حدیث مرسل اکثر : نہ کے نزدیک محبت ۲۔ اصطلاح فقہاء میں حدیث مرسل حدیث منقطع کے مترادف ہے یعنی سند حدیث میں کسی واسطے کا چھوٹ جانا تو اس اعتبار سے مرسل فقہاء بالاجمل محبت نہیں۔ گو یہ حضرات محدثین اور سادات فقہاء کی اصطلاحوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ۳۔ الأجزاء : یہ جُزء کی جمع ہے اور جُزء اُس مجموعہ کو کہتے ہیں جس میں ایک مسئلہ کے متعلق تمام احادیث جمع کر دی جائیں جیسے امام بخاریؒ کی جُزء دفع الیدین امام بیہقیؒ کی جُزء القراءۃ اور علامہ کشمیریؒ کی متعدد تالیفات و اجزاء، اس قسم کا دوسرا نام الرسالہ بھی ہے ۔۔۔ ۴۔ الاربعینات : ہوں ماہ جمع فیہ اربعون حدیثا۔ اربعینات اربعین کی جمع ہے اربعین کے معنی چھل حدیث کے ہیں اصطلاح علم حدیث میں اربعین اس کتابچے کو کہتے ہیں جس میں مصنف کسی ایک باب یا موضوع یا روزمرہ کی ضروریات یا تہذیب اخلاق کے بارے میں چالیس احادیث کو نقل کرے جیسے اربعین بیہقیؒ اربعین طحاویؒ اور اربعین شاہ ولی اللہ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔
- ۸۔ المستخرج الاحادیث مع بیان شرائط المعبرۃ عند المصنف ولم یخرجہ مستدرک علم حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں کسی دوسری کتاب حدیث سے رو جانے والی روایات کو جمع کر دیا جائے یا ان شرائط کے تحت روایات ترتیب و تخریج اور شرائط دقود کے اعتبار سے پہلی کتاب کی روایات کے مطابق ہوں جیسے مستدرک امام حاکم وغیرہ ۔

- ۹۔ المستخرج :- یہ منہج بح احادیث مع الاطلاع علی الماخذ وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی بیان کردہ احادیث کی مزید اسناد بیان کی جائیں جیسے امام ابوعوانہؒ نے صحیح مسلم کی احادیث کو ایسے اسناد سے نقل فرمایا ہے جو اسناد صحیح مسلم میں مذکور نہیں یہ مجموعہ مستخرج ابی عوانہؒ کے نام سے مشہور ہے ۔۔۔ ۱۰۔ الترائب والمفیدات :- ہو بیان تفردایت عن المشائخ :- حدیث کی ایسی کتاب کو غریب کہا جاتا ہے جس میں شاگرد اپنے شیخ سے سنی



ہوئی روایات و تفردات کو نقل کرے جو اس کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے ان روایات کو نقل نہ کیا ہو۔ اور اس کا دوسرا نام المفردات بھی ہے جیسے ستینا البہرہ کی روایات و مفردات کو جمع کر دیا جائے ۱۱۔ التخریج اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو بغیر اسناد کے نقل کیا جائے جیسے تجرید الضمین وغیرہ۔ ۱۲۔ الموضوعات :- وہ کتابیں جن میں احادیث موضوعہ کو بیان کیا گیا ہو جیسے ملا علی قاریؒ کی الموضوعات الخیرہ۔ ۱۳۔ المثلثیات :- احادیث کی وہ کتب جن میں ان احادیث کو جمع کیا جائے جن میں مصنف اور حضور اکرمؐ کے مابین کی تین واسطے پڑتے ہوں جیسے ثلاثیات بخاری وغیرہ ان کے علاوہ بھی علم حدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کے مختلف اقسام ہیں جیسے الفہارس المصاحف الاذکار التخریج وغیرہ۔

## وفاق المدارس

۳۹۷ھ۔ فتحو الامور الاتیہ اقسام کتب الحدیث ومن الی نوع هذا الكتاب  
وتفصیل النواع المستغاث

## تنظیم المدارس

۴۰۶ھ۔ اکتب تعرف المصطلحات جمعاً ومنعاً الحدیث السریح، الصمیم  
لذاتہ، الحسن لغیرہ، الحدیث المعطل، الحدیث السنکر، کتاب المعجم الکتاب الجامع  
الحل / مندرجہ الامور ترجمہ الباب اور اس سے قبل غنادین کے ذیل میں تحریر ہو چکے ہیں تلاش فرمائیے۔

### ۳۔ تدوین حدیث

۱۔ تدوین حدیث کی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں احادیث و روایات کی تدوین ہوا تھا بلکہ عہد رسالت اور عہد صحابہؓ میں حفاظت و ضبط حدیث کے لئے مذکورہ ذیل تین طریقے موجود تھے ۱۔ ضبط حدیث ۲۔ تعالیٰ صحابہؓ ۳۔ کتابت خاصہ ۱۔ ضبط حدیث ۱۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اہل عرب مضامین و واقعات اور اخبار اضیہ کی حفاظت صرف ضبط حدیث اور اذاعت ہی کے طریقے سے کیا کرتے تھے اور یہ طریقہ اس دور کے اعتبار سے انتہائی قابل اہم تھا۔ اسی لئے حضرات صحابہؓ نے قرآن و حدیث کے ضبط کے لئے حفظ کا سہارا لیا اہل عرب کا حافظہ قوت و فطانت کے اعتبار سے ضرب اشل تھا۔ صرف اپنے ہی نہیں اپنے گھوڑوں اور غلاموں تک کے نسب نامے انہیں یاد ہو کر تھے۔ اسی سے ہی حضرات صحابہؓ اور تابعین کے متعدد واقعات کتب سیرت اور تاریخ میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمائے تھے چنانچہ ایک واقعہ یا ایک بات کو صرف ایک بار سن کر یاد رکھ کر کائنات علی البحر ازبر کر لیتے تھے ۲۔ تعامل صحابہ ۱۔ حفاظت حدیث کا دوسرا طریقہ تعالیٰ صحابہؓ تھے۔ ہر صحابی رسول کے شب و روز میں حضور اکرم کے اقوال و افعال نمایاں نظر آتے تھے ان کی زندگی کا ہر پہلو وحی غیر متلو کا مظہر تھا حضرات صحابہؓ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حضور اکرم کے اقوال و افعال کا نقشہ امت محمدیہ کے سامنے اجاگر فرماتے تھے۔ ایک نہیں متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ ایک صحابی رسول دوسرے صحابی رسول کے سامنے ایک عمل کر کے فرماتے تھے ہکذا را رسول اللہ یفعل یہ طریقہ حفاظت حدیث اور ضبط وحی غیر متلو کے لئے بہت ہی مؤثر ثابت ہوا کیوں نہ ہو جب کسی قوم کو اپنے امام و متبوع سے وابہانہ عقیدت و محبت ہو جائے عرف و ابہانہ محبت و عقیدت ہی نہیں اسکی اتباع و اطاعت کا منشاء صریح احکام الہی ہو تو پھر اس قوم کو اپنی وحی و آخرت کی کامیابی اپنے امام و متبوع ہی کے طریقوں میں نظر آتی ہیں جبکہ حضرات صحابہؓ کی عقیدت و محبت کی نظیر آج تک کوئی قوم پیش کر سکی ہے اور نہ ہی کر سکے گی ۳۔ کتابت ۱۔ عہد رسالت و صحابہؓ میں قرآن مجید کی طرح حدیث نبویؐ کی کتابت بھی کی گئی اور ابتدائی دور میں مخصوص سادہ کتابت صحابہؓ نے احادیث کو بصورت کتابت اپنے ہاں جمع فرمایا تھا لیکن قرآن کریم کی طرح وحی غیر متلو کے بھی لکھنے کا عام رواج نہ تھا گویا کتابت حدیث کے ذرا دار ہیں ۱۔ مطلق کتابت ۲۔ کتابت بصورت تصنیف ۱۔ عہد رسالت و صحابہؓ میں کتابت کی پہلی قسم تو رائج تھی لیکن دوسری قسم کی بنیاد خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے رکھی گئی اس تقسیم سے منکرین حدیث کا عدم کتابت حدیث پر حدیث مکتوبہ لاکتبوا معنی خیر القرآن کا اعتراض بھی رفع ہو جائے گا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

تدوین حدیث کو پانچ مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ تدوین حدیث اُردار و مراحل کے آئینے میں ۱۔ مرحلہ اولیٰ ۱۔ کتابت حدیث و ضبط کا دور ۱۔ حضرات صحابہؓ کے ابتدائی دور میں اگرچہ عام صحابہؓ کو خلاط القرآن کے خوف کی وجہ سے کتابت حدیث کی اجازت نہ تھی تاہم چند خاص فقیہ صحابہؓ کو کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی تھی جس کے کئی نظائر کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں جو حدیث الہی من الکتابتہ کے ذیل میں



تفصیلاً کہے ہیں ۲۔ مرحلہ ثانیہ، تصنیف و جمع احادیث کا دور۔ یہ مرحلہ حقیقتاً باقاعدہ و منظم طریقے سے تدوین حدیث کا بصورت تصنیف پہلا مرحلہ ہے جو پہلی صدی کے آخر شروع ہوا کہ دوسری صدی کے وسط تک پھیلا ہوا ہے جب خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے صغر النظر سلسلہ میں منصب خلافت سنبھالا تو آپ نے مدینہ منورہ کے گورنر سیدنا ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حجاج (المتوفی ۱۱۵ھ) سمیت تمام علاقوں کے گورنروں کو اپنے اپنے علاقے میں جمع احادیث کا حکم فرمایا ایک موقع پر آپ نے وائی مدینہ منورہ کو نکھا انظر الحماکان من حدیث رسول اللہ فاکتبه فالف خفت دروس العلم و فہلہ العلماء منہاج السنۃ) نیز سیدنا عمر بن عبدالعزیز (المتوفی ۲۵ رجب ۱۲۵ھ) نے انہیں سیدۃ قرینت عبدالرحمن النصارۃ (متوفی ۱۲۵ھ) اور سیدنا امام بن محمد بن ابی بکر الصدیق کے احادیث کے مجموعوں کو جمع کرنے کا حکم بھی فرمایا خلیفہ راشد کے اس فرمان سے حضرات محدثین کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے جمع حدیث اور ضبط حدیث کا کام بڑے پیمانہ پر کیا اور اپنے مساعی جیلہ کو نیز سے نیز ترک کر دیا اس قافلہ عظیم اور مقدس گروہ میں مندرجہ ذیل محدثین کے اسماء گرامی سر فہرست ہیں۔ ۱۔ امام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب المزہری (المتوفی ۱۲۵ھ) انہیں مذکور اول کہا جاتا ہے ۲۔ سیدنا عمر بن دینار المکی (مکہ مکرمہ میں) ۳۔ امام قتادہ البصری (بصرہ میں) ۴۔ علامہ یحییٰ بن کثیر البصری (بصرہ میں) ۵۔ امام ابوسعحاق الکوفی (کوفہ میں) ۶۔ سیدنا سلیمان اعشى کوفی (کوفہ میں) مرحلہ اولیٰ اور مرحلہ ثانیہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلے مرحلہ میں کتابت حدیث صرف اور صرف ضبط و حفاظت کے پیش نظر کی گئی تھی جبکہ دوسرے مرحلہ میں کتابت بصورت تصنیف کی گئی ۳۔ مرحلہ ثالثہ، ترتیب و تبویب احادیث کا دور۔ یہ مرحلہ دوسری صدی کے وسط سے شروع ہوا کہ دوسری صدی کے اختتام تک جا پہنچتا ہے۔ اس مرحلہ میں ترتیب و تبویب احادیث کا عمل شروع ہوا اور اس دور میں تقریباً بیس سے زیادہ کتب حدیث لکھی گئیں جن میں سے چند درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب الآثار للامام الاعظم، یہ امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی المتوفی ۱۵۵ھ کی تصنیف لطیف ہے۔ امام صاحب نے چالیس ہزار احادیث میں سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا اور اس میں سیدنا ابوبکر بن مسلم کی بہت سی روایات موجود ہیں علامہ ابن الضیر روایت فرماتے ہیں سمعت ابا حنیفۃ یقول عندی صدیق من الاحادیث و انتخب ابو حنیفۃ کتاب الآثار من اربعین الف حدیث۔ یہ وہ پہلی تصنیف ہے جس میں احادیث و روایات کو فقہی ترتیب سے مرتب کیا گیا ۲۔ السنن للامام ابن جریر۔ اسے علامہ عبد الملک بن عبدالعزیز بن جریر المتوفی ۱۵۵ھ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں بصورت کتاب جمع فرمایا اسے سنن ابو الولید کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ۳۔ الموطا للامام مالک، یہ امام دارالجمہ امام مالک بن انس بن مالک المدنی المتوفی ۱۷۵ھ کی علمی کاوشوں کا مجموعہ ہے اور یہ کتاب اپنے زمانہ میں صحیح المکتب بعد کتاب اللہ کے لقب سے یاد کی جاتی رہی۔ کہا قال الامام الشافعی امام مالک نے اپنی اس تالیف کے لئے سیدنا امام اعظم کی کتاب الآثار سے بہت حد تک استفادہ کیا۔ جیسا کہ حضرات محدثین کے تحقیقی اقوال سے ظاہر ہے۔ ۴۔ الجامع للامام سفیان الثوری، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا سفیان ثوری المتوفی ۲۰۵ھ کی تالیف ہے اس کتاب سے بعد میں انبوائے محدثین نے بہت زیادہ استفادہ کیا جیسا کہ امام شافعی وغیرہ اس کے علاوہ جامع سیدنا محمد بن راشد البغوی المتوفی ۲۵۵ھ، السنن للامام دکیع بن جندب، کتاب الزہد للامام عبد اللہ بن المبارک الخزاز السانی المتوفی ۲۵۵ھ



اسنن للام عبدالرحمان بن عمر الاذہامی الشافعی المتوفی ۱۸۵ھ، الجامع للام ربیع بن صبیح البصری المتوفی ۱۹۰ھ، مصنف  
 العلم لیث بن سعد المصری المتوفی ۱۷۵ھ، المصنف للام سفیان بن عیینہ المتوفی ۱۹۰ھ، المصنف للام حماد بن سلمہ المتوفی  
 ۱۹۷ھ، المصنف للام سعد بن ابی عروہ المتوفی ۱۵۶ھ، اور المسند للام الشافعی المتوفی ۲۰۲ھ، وغیرہ اسی دور میں مدقن کی  
 مجلس اس دور کی مؤلفہ کتابیں مرفوع و موقوف اور صحیح و ضعیف کی تفسیر سے معروض ہیں۔ مرحلہ و البعثہ، تدوین حدیث کا زمانہ  
 عروج :- یہ دور تیسری صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے اور تقریباً اس صدی کے آخر تک جا پہنچتا ہے اس دور میں مرفوع احادیث  
 کو موقوف روایات سے اور صحیح روایات کو ضعیف احادیث سے علیحدہ کیا گیا۔ خدمت احادیث و سنت کے اعتبار سے یہ ایک شاندار  
 دور ہے اس میں تدوین حدیث کا کام اپنے شباب کو پہنچ گیا۔ اس دور میں علم کی بنیاد رکھی گئی اور محدثین کے اصطلاحات کی رو سے کتب حدیث  
 کی سبیل سے زیادہ قسمیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اور اسی دور میں صحاح ستہ کی تالیف ہوئی جو میں محدثین و علماء کے وسائل طے ہم میں موجود  
 ہیں۔ اور آج تک علوم نبوت و رسالت کے یہ مصادر تشنگان ہدایت کو سیراب کر رہے ہیں اور اس زمانہ کی معروف کتابیں درج ذیل ہیں۔  
 ۱۔ صحیح ابن ماجہ المتوفی ۲۵۶ھ، ۲۔ صحیح مسلم المتوفی ۲۶۱ھ، ۳۔ سنن ابی داؤد المتوفی ۲۴۵ھ، ۴۔ سنن الترمذی المتوفی ۲۵۵ھ، ۵۔ سنن نسائی  
 المتوفی ۲۴۰ھ، ۶۔ سنن ابن ماجہ المتوفی ۲۴۲ھ، ۷۔ مسند احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ، ۸۔ مسند اسحاق بن ابراہیم الخلیلی راہویہ  
 المتوفی ۲۴۰ھ، ۹۔ مسند عبد بن حمید المتوفی ۲۴۹ھ، ۱۰۔ مسند الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ، ۱۱۔ المسند البکیر للقرطبی المتوفی ۲۵۵ھ،  
 ۱۲۔ مسند ابی یعلیٰ الموصلی المتوفی ۲۵۵ھ، ۱۳۔ تہذیب الآثار للام محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ، ۱۴۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ۱۵۰ھ،  
 مصنف عبدالرزاق ۱۶۰ھ، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ ۱۷۰ھ، المعجم للطبرانی ۱۸۰ھ، مسند البزار ۱۹۰ھ، مسند ابی یعلیٰ ۲۰۰ھ، سنن البکیری ۲۱۰ھ،  
 ۲۱۔ سنن الدارقطنی ۲۲۰ھ، معانی الآثار للطحاوی ۲۳۰ھ، المسند لعبد اللہ بن موسیٰ العسبی المتوفی ۲۳۰ھ، ۲۴۔ مسند نعیم بن حماد الخراجی  
 المتوفی ۲۴۰ھ، ۲۵۔ مسند عثمان بن ابی شیبہ المتوفی ۲۴۹ھ، مرحلہ خامسہ :- چوتھی صدی کے اوائل میں حضرات محدثین کے  
 شب و روز مساعی جملہ کے پیش نظر صحاح ستہ جیسی کتابیں منظر عام پر آچکی تھیں اور مشرق و مغرب ان کتب کے انوار سے منور ہو  
 چکے تھے تو اس کے بعد محدثین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے کتب احادیث پر استخراج اور استدراک لکھنے شروع کئے اور  
 ایسی احادیث کو جمع کرنے لگے جو صحیحین کے معیار پر پوری اترتی تھیں لیکن ان حضرات نے انہیں اپنی تالیفات میں لکھا نہیں اس دور کی  
 چند مشہور کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ صحیح ابن جبان ۲۔ صحیح ابی خزیمہ ۳۔ المسند رک الخاکم ۴۔ مستخرج الام قزوی ۵۔ مستخرج الام اسماعیلی ۶۔ مستخرج ابی نعیم  
 ۷۔ مستخرج ابی عوانہ وغیرہ ذلک۔

۱۔ الصیغۃ الصادقة : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے

۳۔ عہد رسالت میں تحریر شدہ بعض صحیفے :- جملہ روایات ہمیں کچھ ہوئے تھے اور عہد رسالت میں یہ سب سے  
 ضخیم صحیفہ تھا۔ اسی صحیفہ کا طرف اشارہ فرماتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں ان عبد اللہ بن عمر دکان یکتب ولا اکتب  
 (صحیح البخاری ص ۱) کتب احادیث میں جہاں میں سرحدین شعیب من ابیہ من جدہ کی سند آئے تو وہاں کچھ لینا چاہیے کہ یہ حدیث صحیفہ



صارفہ سے منقول ہے ۲۔ صحیفہ مستیدنا علیؑ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قلت لعلی حل عندکم کتاب قال لا الا کتاب  
 اللہ او ما فی ہذہ الصحیفہ ردوہ البخاری و ابوداؤد و ترمذی و مسند احمد و صحیفہ میں ریت و قصاص اور نصاب کے متعلق احادیث درج  
 تھیں ۳۔ صحیفہ عمرو بن حزمؒ سیدنا عمرو بن حزمؒ کو یمن کی طرف بطور عامل بھیجے وقت حضور اکرمؐ نے ایک مفصل تحریر  
 ہدایت نامہ انکے حوالہ فرمایا جس میں صدقات، زکوٰۃ، طہارت، صلوٰۃ اور فرائض وغیرہ کے احکام درج تھے۔ سنن ابوداؤد وغیرہ میں اس  
 صحیفہ کے کچھ اقتباسات آئے ہیں۔ (مفتاح السنہ ص ۴) ۴۔ کتاب الصدقۃ ۱۔ حضور اکرمؐ نے اپنے آخری دور  
 میں مختلف علاقوں کے گورنروں کے لئے ایک احادیث کا مجموعہ تیار فرمایا جس میں زکوٰۃ، صدقات اور عشر وغیرہ کے احکام درج تھے  
 لیکن اس مجموعہ کو بھیجنے سے قبل آپ اس دار فانی سے دصال فرما گئے بعد میں یہ مجموعہ خلیفہ اولؓ و خلیفہ ثانیؓ سے منتقل ہوتے ہوئے  
 سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس پہنچا اور انہوں نے امام زہریؒ اور دوسرے محدثین کو سبقتاً نقل کروا دیا۔ اس صحیفہ کے  
 متعلق سیدنا سالمؒ فرماتے ہیں ان رسول اللہ ﷺ (کتبہ کتاب الصدقۃ فلم یخرجہ الی حالہ حتی قبض الخ) (ردوہ الترمذی  
 فی باب زکوٰۃ الاول)

۵۔ صحیفہ سیدنا انس بن مالکؓ: مستدرک حاکم اور خطیب بغدادی کی روایات کے  
 معلوم ہوا ہے کہ سیدنا انس بن مالکؓ کے پاس احادیث کے کئی مجموعے تھے۔ نیز سیدنا انس بن مالکؓ خود بھی  
 لکھا کرتے تھے اور اپنی اولاد و تلامذہ کو بھی لکھنے کا حکم بھی فرماتے تھے ادارہ دارمیؒ حضرت سعید بن جلالؓ فرماتے ہیں قال انس بن  
 مالکؓ ہذا سمعتہما من ابی فی کتبہما و عرفہما (مستدرک حاکم ص ۵۴۳) اس کے علاوہ سیدنا ابی سعیدؓ سیدنا ابن عباسؓ سیدنا ابی  
 سیدنا سمیرہ بن جندبؓ سیدنا ابوہریرہؓ کے صحف بھی کتب احادیث میں ثبوت ملتا ہے جن میں متعدد مسائل فقہیہ اور احادیث نبویہ مذکور  
 ہیں۔ سیدنا ابوہریرہؓ ۵۳۴ ۲۔ سیدنا ابن عباسؓ ۲۶۶۰ ۳۔ سیدنا مالکؓ

۴۔ مکشورین صحابہ کے روایات کی تعداد:- ۲۲۱۰ ۵۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ ۱۶۳۰ ۶۔ سیدنا جابرؓ ۱۵۲۰  
 ۷۔ سیدنا انس بن مالکؓ ۱۲۴۹ ۸۔ سیدنا ابوسعید خدریؓ ۱۱۴۰ ۹۔ سیدنا عبد اللہ بن مسرورؓ ۷۰۰ ۱۰۔ سیدنا عبد اللہ بن  
 مسعودؓ ۸۳۸ ۱۱۔ سیدنا علیؓ ۵۸۶ ۱۲۔ سیدنا عمرؓ ۵۲۹ ۱۳۔ سیدنا ام سلمہؓ ۳۴۸ ۱۴۔ سیدنا ابوسلمہؓ ۳۴۸  
 ۱۵۔ سیدنا ابوبکرؓ ۲۰۵ ۱۶۔ سیدنا ابوذرؓ ۲۸۱ ۱۷۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ ۴۱۵ ۱۸۔ سیدنا  
 سہل بن سعدؓ ۱۸۸ ۱۹۔ سیدنا عبادہ بن صامتؓ ۱۸۱ ۲۰۔ سیدنا ابودرداءؓ ۱۸۹ ۲۱۔ سیدنا ابو قتادہؓ ۱۴۰  
 ۲۲۔ سیدنا ابی بن کعبؓ ۱۶۲ ۲۳۔ سیدنا بريدة بن حصیبؓ ۱۶۱ ۲۴۔ سیدنا معاذ بن جبلؓ ۱۵۴ ۲۵۔ سیدنا ابویوب انصاریؓ  
 ۱۵۰ ۲۶۔ سیدنا عثمانؓ ۱۴۶ ۲۷۔ سیدنا بابر بن سمرہؓ ۱۴۶ ۲۸۔ سیدنا مغیرہؓ ۱۳۶ ۲۹۔ سیدنا ابوبکرؓ ۱۳۰ ۳۰۔ سیدنا عمرؓ  
 حصینؓ ۱۳۰ ۳۱۔ سیدنا ثوبانؓ ۱۲۴ ۳۲۔ سیدنا معاویہؓ ۱۳۰ ۳۳۔ سیدنا اسامہؓ ۱۲۸ ۳۴۔ سیدنا سمیرہ بن جندبؓ ۱۲۲  
 ۳۵۔ سیدنا ابوسعیدؓ ۱۰۴ ۳۶۔ سیدنا جریہؓ ۱۰۰ ۳۷۔ سیدنا زید بن ثابتؓ ۹۲ ۳۸۔ سیدنا ابوطمہؓ ۹۲ ۳۹۔ سیدنا زید بن ابرہہؓ ۹۰  
 ۴۰۔ سیدنا سلمان فارسیؓ ۶۳ ۴۱۔ سیدنا صفہؓ ۶۰ ۴۲۔ سیدنا یحییٰؓ ۶۰ ۴۳۔ سیدنا ام یاسرؓ ۶۰ ۴۴۔ سیدنا بلالؓ ۴۴ ۴۵۔ سیدنا زہریؓ  
 ۳۸ ۴۶۔ سیدنا عبد اللہ بن سلامؓ ۳۵ ۴۷۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ ۱۸ رضی اللہ عنہم وارضائہم وعلیٰ الجنۃ مشراہم آمین یا رب العالمین۔

## تنظیم المدارس

۳۰۲۔ حرر المقالة المشتملة على تدوين الحديث ولا تكون اقل من  
عشرين سطراً (موظا ام محمد)

## وفاق المدارس العربية

## جامع ترمذی

۳۰۳۔ انهم اکتفوا القناع عن بدأت تدوين الحديث مع بيان كيفية خطوته في كل قسم موضوعا مع تحقيق حديث  
الذي عن الكتابة المردی عن ابی سعید الخداری رضی اللہ عنہ۔ مسلم ۱۳۹۲، بخاری ۱۴۰۴

پرچہ بالا میں مندرجہ ذیل تین امور دریافت کئے گئے ہیں۔

۱۔ تدوین حدیث کی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو ۲۔ تدوین حدیث اذکار و مراحل کے آئینہ میں (۲) منع کتابت حدیث کی  
روایت پر مفصل گفتگو۔

امور ثلثہ میں سے آ۔ اور ۲۔ پرچہ سے قبل تحریر ہو چکے ہیں نمبر ۳ درج ذیل ہے۔

## الحل

۳۔ منع کتابت حدیث کی روایت پر مفصل گفتگو۔ تکتوا عنی وعن صکت عنی غیر القرآن فلیس سے حدیث پر منع  
کتابت کا استدلال کرتے ہیں کہ آپ کے دور سے تین صدیوں تک اس منع کے سبب احادیث کی کتابت نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ نے کتابت احادیث  
کا اہتمام فرمایا ہے جیسا کہ ظاہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث مجتہد نہیں۔ جوابات :- عدم کتابت عدم حجت کے  
دلیل نہیں۔ مگرین حدیث کا یہ شبہ بالکل باطل ہے کہ جب حصو اکرم نے عدم کتابت کا حکم دیا تو گویا حدیث مجتہد نہیں کیونکہ شرعاً  
کسی منقول چیز کے مجتہد بننے کے لئے اس کی کتابت ضروری نہیں بلکہ صرف اس کا محفوظ ہونا ضروری ہے خواہ وہ صدر میں  
محفوظ ہو یا سطور میں جبکہ اس کا نقل ثقہ و عادل ہو اس دعویٰ کی تائید قیاس و نظریہ کے ساتھ ساتھ اس آیت باری سے بھی ہوتی ہے  
ایتونی بکتاب من قبل هذا اذ اشارة من علم ان کنته صادقین یا رب کائنات نے اس آیت میں اپنے محبوب کو فرمایا  
کہ آپ کفار سے ان کے اس شرک کے ثبوت پر یا تو کوئی مکھی ہوئی دلیل یا زبانی سنمون پیش کر نیکو کہیں اس آیت سے صراحت  
معلوم ہوتا ہے کہ خالق مکت و دانش کے ہاں بھی جس طرح مکتوب چیز مجتہد ہے اسی طرح زبانی نقل کردہ چیز بھی اور یہ بات تفصیلاً بیان  
ہو چکی ہے کہ حضرات صحابہؓ اور تابعینؓ اپنے محبوب نبیؐ کے اقوال و افعال کے ضبط کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے۔



۲۔ منہج صحیح حدیث حجت پر دال ہے۔ مگر بن حدیث کا طرف سے پیش کردہ حدیث مبارکہ میں جہاں عدم کتابت کا حکم دیا گیا ہے حدیث کا حکم بھی موجود ہے کیونکہ اسی حدیث کے آخر میں یہ کلمات ہیں کہ حدیث اعلیٰ ولا حرج تو بلا تردد یہ معلوم ہوا کہ منہج کتابت سے ہرگز یہ مقصود نہ تھا کہ حدیث قابل اعتبار نہیں اور اگر یہ مقصود ہوتا تو آپ بیان حدیث سے بھی منع فرمائیے بلکہ آپ نے اپنے عظیم الشان فضیلۃ الوداع میں اپنے جانا زود کو یہ حکم دیا کہ خلیفہ الشاہد منکم الغائبے نیز آپ نے ایک موقع پر انہیں حدیث کی ان کلمات سے تحسین فرمائی نصر اللہ امرأ سمع مقالتي فوعاها وادعاها كما سمع (حدیث) معلوم ہوا کہ منہج کتابت کا مقصد صرف اہل بیت سے استرازا تھا نہ کہ العیاذ باللہ حدیث پاک کا ناقابل اعتبار ہونا کا نہ عم اهل الهوى اور یہ بھی صرف ابتدائی دور میں تھا اس وقت قرآن مجید کی ایک نسخہ میں مدون نہ ہوا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا شواہد و دلائل درج ذیل میں آئیں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال رسول الله (الرجل من الانصار) استعصى بينك يا مابيد (رواه الترمذی ص ۱۰۸) اس حدیث پر امام ترمذی نے باب البخاري الرخصة فيه کا باب قائم فرمایا ہے ۳۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قلت يا رسول الله، قلنا لكتبها فقال بلى اكتبها (رواه احمد في مسنده) ۴۔ عن ابی هريرة قال جاء رجل من اهل اليمن فقال اكتب لي يا رسول الله فقال اكتبوا لا يمشوا (رواه البخاري في مسنده) ۵۔ عن رافع بن خديج قال قال لي رسول الله اكتبوها ولا حرج (جميع الروايات) ۶۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله اكتبوا الذي نفسي مبسوطة وما يخبر مني الا حق (رواه ابو داود ص ۱۰۸) ۷۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله قبيدوا العلم قلت وما قبيد؟ قال كتبته (رواه الحاكم في المستدرک ص ۱۰۸) ۸۔ منہج کتابت الاحادیث مع القرآن: علامہ نووی فرماتے ہیں کہ احادیث کی کتابت مطلقاً کسی زمانہ اور کسی صورت میں بھی ممنوع نہ تھی بلکہ مخالفت کتابت صرف اس صورت کے ساتھ خالی تھی جب قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں آیات کے ساتھ ساتھ احادیث مفسرہ کو لکھ دیا جائے جیسا کہ بعض صحابہ کا یہ معمول تھا کہ قرآنی آیات کے ساتھ وہ حضور اکرم کے تفسیری و تشریحی اقوال بھی ساتھ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس التباس کے پیش نظر آپ نے ومن كتب عنی غیر القرآن فليحرقہ کا حکم فرمایا۔ اگر آنکھوں سے بعض حدیث کا پشیدہ اٹار کر اس حدیث کو دیکھا جائے تو علامہ نووی کے فرمان کی تائید ہوتی ہے جو حقیقتاً جملہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کی رائے ہے ۸۔ الزناحی سے جواب دیکھیں۔

۹۔ ہٹ کے نزدیک جب احادیث غیر مکتوبہ ہیں تو ان کو لا تکتبوا غیر القرآن کی حدیث کیسے لکھی ہوئی نہ گئی

**رفع اشکال:** سیدنا فاروق اعظمؓ کے فرمان کن قوها کتبوا کتبوا ترکوا کتاب اللہ والی لا التبت کتاب اللہ بشئ ابدائے مراعات یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپؐ ایسی تدوین حدیث کے معنی میں نہیں جس میں قرآن و حدیث کا التباس اختلاط لازم آئے۔ اور قرآن و حدیث کو مجع کر دیا جائے جس کی بنا پر ان فی لا التبت کتاب اللہ بشئ ہے۔ کا جملہ وضاحت سے دلالت کر رہا ہے یعنی اثر فاروقی سے جس طرح کی تدوین حدیث ممنوع معلوم ہو رہی ہے۔ وہ تدوین حضرات فقہاء اور سادات محدثین کے ہاں بھی متروک و ممنوع ہے اور جس طرح کی تدوین علماء و محققین نے علم حدیث کی فرمائی وہ فقط احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہی نہیں بلکہ مامور بہر بھی ہے۔



## ۴۔ حجۃ حدیث

۱۔ منکرین حدیث کا مختصر تعارف :- جملہ علمائے اہلسنت والجماعت جمیع فقہائے اُمت مسلمہ اور جمہور اُمت محمدیہ کا اہم بات پر اجماع ہے کہ کسے ان مجید کی طرح حدیث نبویؐ بھی قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دین و مدارِ اسلام اور ماخذِ احکام ہے۔ قرونِ اولیٰ میں سب فرقہ اسلام حدیث نبویؐ کو محض اور اسی پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتے تھے نیز کسے اُن کے بعد سنت کو دوسرا اہم ماخذ دین سمجھتے تھے سب سے پہلے بعض متقدم اور بعض خوارج نے حدیث کا انکار کیا علماءِ حق اور محققینِ اُمت نے منکرین کے سوالات کے بدل جوابات دیئے اور کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں اہم بخاریؒ کی کتاب المقصود اہم شافعیؒ کی کتاب الآثار المرسلہ اور علامہ سیوطیؒ کی کتاب مفتاح الجنۃ قابلِ مطالعہ ہیں ان حضرات کے علمی تبحر اور غلصۃ کا دشمن کی وجہ سے باطل فرقہ دب گیا اور یہ فتنہ خبیثہ ہمیشہ کے لئے اپنی موت آپ مر گیا لیکن انیسویں صدی کے آخر میں جب برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا اور انگریز اور مغربی اقوام کا غاصبانہ دور شروع ہوا تو اس گمراہ فرقے نے دوبارہ سر اٹھایا، آج کل یہ فرقہ منکرین حدیث اور پر دہیزیت کے نام سے معروف ہے۔

۲۔ منکرین حدیث کا تذکرہ و تعاقب :- عبداللہ چکڑالویؒ یہ لاهور کی کسی مسجد میں امام تھا اور مسلک غیر مقلدیت کا پابند حضرات ائمہ اربعہ اور حضرات محدثین کے بارے میں ناشائستہ کلمات اور سبے شتم ردوارکھتا تھا بعد میں اپنی بد فہمی اور غیر مقلدیت کے پیش نظر کتب احادیث کا انکار کرتے ہوئے حجیت حدیث کا منکر ہو گیا ۲۔ مرتبہ احمد خاں اور غیر مقلد عالم مولوی چراغ علی بھی اس فتنے میں عبداللہ چکڑالوی کے ہم خیال بن گئے اور ان بد طینت انسانوں نے اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا اور اہل تہجد اور اہل قرآن کے نام سے موسوم ہونے لگے آج کل مولوی اسلم جبرج پوری ہندوستان میں اور غلام احمد پرویز (یہ بھی اپنے پیروؤں کی طرح غیر مقلد ہی ہے) پاکستان میں اپنی کی مصنوعی و مسخانی اولاد میں بحر العلوم علامہ محمد زاہد الکوثریؒ کی ترکی فرماتے ہیں العجب ان الاکثر من منکر الحدیث کا نواعیر مقلدین و بعض من غیر مقلدین صاروا و افاضین و بعض عنہم صاروا قادیانین کفر الدین الناب لا قول لمزا القادیانی الملعون وغیرہ لان عدم التقليد هو لامذهبیۃ والامذهبیۃ هی قنطریۃ الخلد اس موقف کی تائید علامہ فرما صاحب کشمیرؒ اور ملا نواب صدیق حسن خان صاحب (غیر مقلد) سے بھی منقول ہے احمق کی تحقیق کے مطابق نواب صدیق حسن خان صاحبؒ کی بارہ عالم غیر مقلد رفتار اور ساتھی غیر مقلدیت کے جوش و دلولہ میں نواب صاحب کے چھوڑ کر سیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کے مرید بنے جس پر نواب صاحب نے غیر مقلدیت کے مضمرات پر قلم اٹھایا اور مضامین لکھے۔

۳۔ حجیت حدیث پر نصوصِ قطعیہ :- اقامتِ عام ہے دلی مستلوا اور غیر مستلوا دونوں کو شامل ہے نیز ہمیں صیغہ امر و جوب اطاعت پر دال ہے ۲۔ ان کنتم تحبون الله فاتبعونی اس آیت میں اللہ کی محبت کے لئے اتباع رسول کو ضروری قرار دیا گیا۔



۳۔ قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم (الایہ ۵) یا ایہا الذین امنوا اطيعوا الله واطيعوا (الایہ ۱) ایہ تین آیات سے صراحت معلوم ہو رہی ہے کہ اطاعت باری کی طرح اطاعت نبوی بھی واجب والزم ہے اور اس سے انحراف کفر و کراہی۔ اگر حضور اکرم کا قول و فعل قابل اعتبار نہیں تو پھر اطاعت رسول کے کیا معنی ہیں؟ نیز نبی مطلقاً مطاع ہے خواہ وحی متلو ہو یا غیب متلو ۶۔ وان تطيعوه تهتدوا اس آیت میں آپ کی اطاعت کو وجہ ہدایت قرار دیا گیا ہے، بن یطمع الرسول فقد اطاع الله (پس سورۃ النساء) ۸۔ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله ان ذلک یقول سے ظاہر ہے کہ نبی مطلقاً واجب الاطاعت ہے اور نبی کی اطاعت بعینہ اطاعت اللہ ہے ۹۔ وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسوله الایہ اس آیت میں حضور انور اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو ایک درجہ دیا گیا ہے نیز قضی اللہ میں وحی متلو اور رسول میں وحی غیب متلو کی طرف اشارہ ہے ۱۰۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرة اس آیت میں صراحت ہے کہ رسول کی مخالفت دنیا میں مکر و فتنہ اور آخرت میں موجب عذاب الیم ہے ۱۱۔ وما ینتطق عن الامری (الایہ) نطق سے احادیث مراد ہیں نہ کہ آیات قرآن کیونکہ آیات کے لئے تلاوت مستقل ہے جیسا کہ اذا انزلنا علیہم اياتنا ما تلوتہ علیکم واذا نزلت علیہم آیات فلا وربک لایومنون حتی یحکموا (الایہ) اس آیت میں واضح ہے کہ نبی اکرم کا فیصلہ نہ صرف واجب التسلیم ہے بلکہ مدار ایمان ہے ۱۲۔ الی ما انزل اللہ و الی الرسول (الایہ) یہاں الی الرسول کا عطف الی ما انزل اللہ پر ہے جو معافیۃ کا مقتضی ہے جس پر غلظت ہے کہ ما انزل الی الرسول سے مراد احادیث ہیں۔

۴۔ وحی غیب متلو کا ثبوت آیات قرآنیہ: مندرجہ ذیل آیات یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ وحی غیر متلو ایک مستقل قسم ہے جو وحی متلو کی طرح آیات قرآنیہ سے ثابت بھی ہے اور شرعاً معتبر بھی ۱۔ تحویل قبلہ :- ارشاد باری کا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِی کُنْتَ عَلَیْہَا آیت مذکورہ میں القبلۃ سے بیت المقدس مراد ہے اور جَعَلْنَا میں رب ارض و سما نے بیت المقدس کی طرف ہم استقبال کی نسبت اپنی طرف کی محالاً کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں تو یقیناً بیت المقدس کی طرف نماز پر حاضری غیر متلو کے ذریعے تھا تو گویا وحی متلو کی طرح وحی غیر متلو بھی من جانب اللہ ہوا کرتی ہے اور اس پر عمل ضروری ہوتا ہے ۲۔ لیالی رمضان میں جماع :- قرآن کریم میں ہے عَلَّمَ اللہ انکم کُنْتُمْ تَخَافُونَ انفسکم فتاب علیکم اس آیت نے رمضان المبارک کی رات میں جماع کرنے کو حرمت و خیانت سے تعبیر کیا ہے بالاتفاق یہ حرمت وحی غیر متلو ہی سے تھی کیونکہ قرآن مجید میں اس کا کوئی ذکر نہیں ۳۔ قصۃ سیدۃ عائشہ و حفصہ :- واذا اسر السبی الی بعض اذ واجہ حدیث الایہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم کی طرف سے تاکید اخفاء کے باوجود سیدۃ حفصہ نے سیدۃ عائشہ کو راز کی بات بتلا دی رب زدو بجلال نے اسے افشاء راز کی اطلاع اپنے محبوب کو دے دی جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں تو لامحالہ وحی غیر متلو کے ذریعے رب بسم و خیر نے یہ خبر اپنے نبی کو دی تھی ۴۔ نزول ملائکہ بموقع بدر :- آیت قرآنی ہے لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذ لکم الی آخر الایہ یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی جس میں غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کی پیشین گوئی کا تذکرہ ہے حالانکہ قرآن مجید کے میں پادری میں اس کا کوئی ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ انزال ملائکہ کا وعدہ یقیناً وحی غیر متلو سے تھا ۵۔ غزوہ خیبر میں



منافقین کی عدم شمولیت ہے۔ قول باری ہے سيقول المخلفون اذا الطلقت الی مغام الی اخرہ اس آیت پر دلیل میں تصریح ہے کہ فرقہ غیر میں منافقین کو شمولیت کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ رب کائنات نے پہلے ہی سے کر لیا تھا لیکن یہ فیصلہ ہمیں پوسٹر میں نہیں ملتا تو ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ بھی وحی غیر متلو سے ہوا تھا ۶۰۔ احکام حج ۱۰۰۔ قرآنی حکم ہے، واذکرتہ مکاہدا کسد اللہ ۱۰۱۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ احکام حج کو بیان کر وہ اور امر کے مطابق ادا کیا جائے حالانکہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت میں احکام حج کی تفصیل مذکور نہیں تو باریب کل ثنائیں ان فرامین کی طرف اشارہ ہے جن میں احکام حج کی پوری تفصیل ہوگی، وعدہ اللہ بموقع بدر ۱۔

قرآن مجید میں واذ یعدکم اللہ احدی الطائفین ۱۰۲۔ اس آیت میں جس وعدہ کا ذکر ہے وہ وعدہ پورے تیس پاروں میں کہیں مذکور نہیں تو بلا تردید وعدہ وحی غیبہ متلو کے ذریعے سے ہوا ہے ۸۰۔ قطع اشجار الیہو ۱۰۳۔ ارشاد باری ہے ما قطعتم من لبتہ ۱۰۴۔ ترکتموها قائمۃ علی اصولہا فباذن اللہ آیت مذکورہ میں قطع شجرہ اور ترک شجرہ کے حکم کی نسبت ربنا رضی عنہما

نے اپنی طرف فرمائی ہے حالانکہ قرآن مجید کی کسی بھی آیت میں یہ حکم مذکور نہیں تو لا محالہ یہی جواب ہے کہ رب کائنات نے اذن نبوی کو اپنے اذن تعبیر کیا ہے ۹۰۔ عطف ارسال رسول علی الوحی ۱۰۵۔ قرآن کریم میں ہے ما کان لبشیر ان ینکحہ اللہ الا وخیلہ او من وداہ حجاب او یرسل رسولاً لآئہ ۱۰۶۔ اس آیت میں ارسال رسول کا وحی پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرہ کا تقاضا کرتا ہے تو گروا بارسال رسول کے بھی وحی ہوتی ہے جو یقیناً وحی غیبہ متلو ہے۔

۵۔ منکرین حدیث کی تحدید لغویات ۱۰۷۔ تبلیغ قرآن ۱۰۸۔ حضور اکرم کے اقوال وارشادات امت مسلمہ کے لئے محبت ۱۰۹۔ منکرین حدیث کی تحدید لغویات ۱۱۰۔ نہیں آپ کا کام صرف اور صرف کتاب اللہ کو پہنچانا تھا کیونکہ قرآن میں ہے وما علینا الا البلاغ البین اور ما علی الرسول الا البلاغ گویا منکرین حدیث کے نزدیک نبی و رسول کی حیثیت ایک ڈاکر کی سی ہے جس کا فریضہ صرف پیغام رسانی ہوتا ہے تشریح و تفسیر اس کا فرض منصبی نہیں لہذا صرف اعانت قرآن ضروری ہے اعانت رسول نہیں ۲۔ صرف وحی متلو ۱۱۱۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے وحی کی صرف ایک ہی قسم ہے وحی متلو جو قرآن غیبہ وحی غیر متلو حدیث کا کوئی وجود نہیں ۳۔ صرف صحابہ کے لئے ۱۱۲۔ حضور اکرم کے فرامین وارشادات صرف حضور اکرم کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھے گویا آپ کا فرمان آپ کے زمانے میں حضرات صحابہ پر توجہ تھا امت پر نہیں ۴۔ عدم وثوق ذرائع ۱۱۳۔ حضور اکرم کے اقوال و افعال تمام امت محمدیہ کے لئے محبت ہیں مگر چونکہ ہمارے زمانے تک احادیث قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ۵۔ احادیث ظنی ہیں ۱۱۴۔ اکثر احادیث خبر واحد ہیں اور خبر واحد بالاتفاق مفید ظن ہے قرآن کریم کی رو سے ظن قابل اعتماد نہیں ۶۔ جامعیت قرآن ۱۱۵۔ رب کائنات نے قرآن کے متعلق فرمایا و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی یعنی قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے لہذا سنت نبوی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سنت کا نامزدین ہونا قرآن کی جامعیت کے منافی ہے ۷۔ منع کتابت ۱۱۶۔ حضور اکرم نے کتابت حدیث سے منع فرمایا جیسا کہ ارشاد شریف ہے لا تکتبوا عنی غیر القرآن اگر حدیث شرعاً اساس دین ہوتی تو آپ منع فرمانے کی بجائے اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے ۸۔ روایت بالمعنی بہت سی احادیث روایت بالمعنی ہیں لہذا احادیث کی صحت کا یقین نہیں ۹۔ خلاف عقل ۱۱۷۔ بعض احادیث خلاف عقل ہیں خلاف



مصلح حکم قابل قبول نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ کچھ لغو قسم کے اور اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں جو کسی اعتبار سے بھی قابل التفات نہیں۔ علماء و محققین نے ان لغویات کے جوابات قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں تفصیلاً دیئے ہیں

جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اعتراض اول کے جوابات :- یہ اعتراض دلائل حجتِ حدیث کے ذیل میں تحریر شدہ ہر ایک آیت

۴۔ لغویات کا اجمالی رد و ازالہ :- مردود ہے اور ہر آیت اس اعتراض کے جواب میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اھو الظاہر، ینز امت محمدیہ کی دو قسمیں ہیں۔ امتِ دعوت یعنی کفار و مشرکین ۲۔ امتِ اجابت یعنی اھل اسلام و ایمان جن آیات میں آپ کا فرض منصبی صرف تبلیغ و دعوت کو قرار دیا گیا ہے وہاں مخالفین و مامورین صرف کفار ہیں و اگر نہ اھل اسلام کے لئے جہاں آپ داعی و مبلغ ہیں وہاں آپ شائع و مطاع بھی ہیں۔ اور آپ کو رب کائنات نے امتِ اجابت کے لئے دس مختلف اوصاف سے ملقب و موصوف فرمایا ہے جو آمدہ صفحات پر مرقوم ہیں (صفحہ ۱۱۰)۔

اعتراض ثانی کے جوابات :- اس لغو اعتراض کے جوابات وحی غیر متلو کا ثبوت آیات قرآنہ کے ذیل میں مفصل آچکے ہیں اور ایک نہیں تقریباً نو آیات سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ وحی متلو کی طرح وحی غیر متلو بھی شرعاً قابل اعتماد ہے اور لائق حجت۔ اعتراض ثالث کے جوابات :- یہ اعتراض انتہائی لغو قسم کا ہے جسے کوئی عاقل نقل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ قیاس و نظر کی طرح دلائل نقلیہ کی روشنی میں بھی یہ اعتراض مردود ہے مندرجہ ذیل آیات صراحتاً اس پر دال ہیں کہ حضور اکرم کی تعلیمات اور آپ کی نبوت قیامت تک کے لئے عام ہے۔ آیات الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (احزاب) ۴۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (تبارک) الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً (آ) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

ان چار آیات سے ظاہر ہے کہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت قیامت تک انبیا و انسانیات کے لئے کافی ہے تعجب ہے مگرین حدیث کے لئے کہ جب ان کے ہاں صرف اور صرف قرآن ہی حجت ہے تو یہ آیات حجت کیونکر نہ ہوں گی؟ تا کاں محمد ابا ائحد من رجا لکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین (احزاب) جب آپ کے بعد امت محمدیہ کیلئے کوئی نیا معلم نہیں آئے گا تو ظاہر ہے آپ کی تعلیمات قیامت تک آئندہ انسانوں کے لئے واجب الاتباع ہیں۔ ۶۔ رسلاً بشیرین و منذرین ثلاثہ یکون للناس علی اللہ حجۃ اگر رسول اکرم کے افعال و اقوال ہمارے لئے حجت نہیں تو ہم پر انہماج حجت کے کیا معنی؟ جو کہ بعثت سے مقصود ہے اس کے علاوہ دلائل عقلیہ کی رو سے بھی یہ اعتراض غیر معقول اور انتہائی محضار ہے اعتراض رابع کے جوابات :- اس اعتراض کا رد دین حدیث کے مسئلہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

اعتراض خامس کے جوابات :- لفظ ظن عربی میں ظن معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ بمعنی تخمینہ اور اٹکل یعنی

جسکی بنیاد کسی دلیل و سند، قول و روایت پر ہو۔ ظن غالب ۳۔ ظن لغوی۔ نظریہ استدلالی مندرجہ ذیل آیات میں لفظ ظن سے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ ۱۔ یظنون انھم ملقو ربھم۔ ۲۔ قال الذین یظنون انھم ملقوا اللہ ۳۔ وقیل من راق وظن الغراق یظن داؤد انما فتناکہ۔ ۴۔ یظن اولئک انھم مبعوثون امامیث کو معنی ثانی و ثالث کے اعتبار سے غنی کہا جاتا ہے

اور ابوبکر جصاص رازی احکام القرآن ص ۴۹ پر لکھتے ہیں الفطن علی اربعۃ اقسام محظورہ ماؤں مندوب و مبایہ و غیرہ۔ اور حسن ظن ماور ہے۔ احادیث میں ظن مندوب ہے۔ آثراً قانوناً عرفاً ہر اعتبار سے خبر واحد کو حجت مانا گیا ہے دنیا کا سو فیصد نظام خبر واحد پر چل رہا ہے اگر خبر واحد کی حجت کو ختم کر دیا جائے تو دنیا کا تمام نظام ایک سیکنڈ میں تہ و بالا ہو جائے۔ مابعد انبیاء خبر واحد پر عمل کرتے چلے آئے ہیں جس کے قرآن مجید میں کئی نظائر ہیں۔ آیت باری ان جاؤ کم فاسق بشباً فنبینا لکون معلوم ہوا کہ فاسق کی خبر واحد معتبر تو ہے لیکن اسکی تحقیق ضروری ہے۔ اعتراض سادس کے جوابات :- یہ اعتراض شہادہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں دشمنانہ ساز و کرات وغیرہ کا بیان ہے لیکن وضاحت نہیں تو مکمل شبہ کی اصول دین مراد ہیں نہ کہ جزئیات و فروعات نیز کئی آیات میں مصور اکرم کو شارح اور مبین کے القاب سے نوازا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے اقوال و افعال حجت ہیں کیونکہ قرآن میں اگر اجمال ہے تو مصور اکرم اپنے اقوال و فرائض سے اسکی تفسیر فرمادی ہے۔ اعتراض سابع کے جوابات :- یہ سوال تدوین حدیث کے عنوان کے تحت تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اعتراض شامٹھ کے جوابات :- منکرین حدیث کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں کیونکہ حدیث حضور اکرم کے قول فعل اور تقریر کے مجموعے کا نام ہے۔ آخری دو صورتوں میں کلمات بتویہ ہیں یہی نہیں کہ ان پر روایت بالمعنی کا اطلاق کیا جاسکے باقی احادیث قولیہ میں سے اذان اقامت ادعیہ ثورۃ احادیث حدیثیہ احادیث کلیہ وغیرہ روایات بعینہ آپ کے کلمات و الفاظ ہی میں مروی ہیں ان روایت بالمعنی کا وجود ہے لیکن بہت ہی قلیل پھر جو روایات بالمعنی مروی ہیں ان کے راوی مصرات صحابہ میں (نہ کہ آج کل کے دور کا سمن جو مزاج شناس بنوت تھے۔ اور عربی کے الفاظ اور معانی سے بخوبی واقف۔) اعتراض قاسم کے جوابات :- چودہ سو سال میں تشریف لے گئے اعلیٰ درجہ فقہاء معقبین اور محققین کے نزدیک کوئی آیت قرآنی اور کوئی حدیث رسول خدا علیہ السلام نہیں بلکہ یہ دونوں عقل و دانش کا مجموعہ اور حکمت دانائی کے سرچشمہ ہیں آج کے کم فہم اگر اپنی عقل و دانش پر احادیث کو پرکھنا چاہتے ہیں تو یہ ان کے عقل کی کمی کے ساتھ ساتھ فہم غراب ہونے کی علامت بھی جو انہیں نور ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہونے دیتی تعجب ہے اس دور کے محققین کا کہ جنہیں منکرین حدیث کی تسلیم کرتے ہیں ان کے ان حضور اکرم کے متبعین و مشاق میں عقل و محققین کی ایک غیر معمولی جماعت موجود ہے جن کی نظیر مستقبل میں ممکن نہیں اور زمانہ ان کے لانے میں عاجز رہے بہر حال صاحب عقل و علم کے لئے دانائی و حکمت کی ایک بات بھی علم و فکر کا کام دیکھاتی ہے لیکن غیر ماقول کم فہم گروہوں کے لئے دانائی کے دفاتر کتب بھی غیر مفید رہتے ہیں۔ آیت باری ایسے قبلا کے لئے ہے مثل الذین تملوا التورۃ ثم یعمیون یا یہ کم فہم آج کی ہیداد نہیں ان کے اندر کی جماعت صدیوں سے چلی آرہی ہے جو ہمیشہ جاہلانہ و حقانہ شکوک و شبہات پیدا کرتے چلے آئے ہیں اور اب مسئلہ کا نظریہ راہ درگاہ بنتے چلے آئے ہیں۔

۶۔ قرآن مجید میں اوصاف رسول :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید

مصور اکرم کو مندرجہ ذیل دس اوصاف سے نوازا ہے جن سے آپ کے اقوال و افعال کا حجت ہونا ضرور متحقق ہوتا ہے۔ ۱۔ واجب



قرآن مجید میں اطیع الرسول من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ وغیرہ ۲۔ مفسر قرآن ارشاد باری ہے لتبیین للناس ما  
 نزل الیہم ۳۔ شارح الامکام قرآنی آیت ہے و یجمل لہم الطبقات و یجمل علیہم الخباثات ۴۔ معتم کتاب آیت قرآنی  
 ہے و یستفہد الکتاب و الحکمتہ کلمتہ حکمت میں حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے ۵۔ مرتبہ کی ارشاد ربانی ہے یتلو علیکم آیاتنا  
 و یرتکیم (ایہ آیت فاشی خصوصیات قرآن مجید میں ہے حتی یحکمون فیما شئنا منہم ۶۔ نور ہدایت ارشاد ربانی ہے قد جاءکم  
 من اللہ نور ۷۔ سورہ حسنہ قرآن کی کئی آیات میں یہ مضمون ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ۹۔ دای الی اللہ  
 رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے داعیاً الی اللہ باذنہ ۱۰۔ سراج نیز ایک آیت کا ذکر ہے و سراجاً منیراً (الآیۃ) ان جملہ اوصاف کا  
 تقاضہ ہے کہ حضور اکرمؐ کے اقوال و افعال محبت ہوں بہر حال ایک نہیں متعدد آیات سے حدیث و سنت کا حجت ہونا اور وحی غیر متلو کا  
 وجود مراد معلوم ہوتا ہے علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی تحقیق میں ایک ایک آیات مجتہد حدیث پر دال ہیں جبکہ علماء کے سلف و خلف  
 کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک آیت کا انکار بھی موجب کفر ہے اب منکرین حدیث خود ہی غور فرمائیں کہ وہ چودہ سو سال میں تشریف  
 لے آئے والے حضرات صحابہؓ سادات محمدؐ فتنہ انورؐ رشید دہدایت، محققین علماء اور محدثین عظام کے فتاویٰ کی روشنی میں امت مسلمہ میں  
 شامل ہونے والے یا امت کفر کے علمبردار؟ حجت حدیث قرآنی آیات کے علاوہ سیکنڈ وول سمیع احادیث ہزاروں آثار صحابہ و تابعین،  
 امت مسلمہ کے اجماع اور اہل علم و دانش کے ارشادات سے ثابت ہے جب بصیرت و بصارت سے کسرم کم علم انسان نور قرآنی  
 سے عقل و دانش کو منور نہیں کر سکے اور ضلال و گمراہی کے راستہ کو انہوں نے اختیار کر لیا ہے وہاں احادیث و آثار کی ضیاء ان کے  
 لئے کیسے نور ہدایت کا کام دے سکتی ہے؟

اں صاحب بصیرت شخص کے لئے ایک آیت قرآنیہ ہی کیا ایک حدیث صحیح ہی نور ہدایت کا کام دے جاتی ہے۔

جامع ترمذی وفاق المدارس العربیہ

۳۸۹۔ یتلوا حجۃ خبر الواحد بدلائل واضحۃ قطعۃ تبضمن الرد علی منکر الی بیت  
 البر ویزین المحدثین ————— بنماری ۳۸۳

تنظیم المدارس

۳۹۱۔ کتاب النقالة علی حجۃ الحديث واجب عن شبهات المنکرین وینفی ان تكون هذه النقالة  
 خمسة عشر مطراً۔ (جامع ترمذی)

ان پرچوں میں دو امور دریافت کئے گئے ہیں۔

۱۔ منکرین حدیث لغویاً جامع جوابات ۲۰۱۔ حجۃ حدیث پر نفوس قطیۃ —————  
 بحمد اللہ دونوں امور تحریر ہو چکے۔

الحل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# کتاب الطہارۃ

(الوضوء والغسل)

(المیاء والحیض)



الوقت: ۳۸-۲-۱۱

مکتبۃ دارالعلوم

عجینہ، قادیان آباد، ملتان، پاکستان



# فہرست

صفحہ		صفحہ	
۱۹۱	۱۶۔ قبلہ دستِ مرآۃ	۱۱۳	۱۔ لا تقبل صلاۃ بغير طہور
۱۹۶	۱۷۔ الوضوء من الدم	۱۱۹	۲۔ فضل الطہور
۱۹۸	۱۸۔ الوضوء من النوم	۱۲۵	۳۔ هذا حديث حسن صحيح
۲۰۳	۱۹۔ الوضوء بسور الکلب	۱۲۹	۴۔ اضطراب حديث زيد بن ارقم
۲۰۷	۲۰۔ اسباغ الوضوء	۱۳۶	۵۔ استقبال واستقبال قبلہ
۲۱۲	۲۱۔ الصلوة بوضوء واحد	۱۴۵	۶۔ تعداد واجبار
۲۱۳	۲۲۔ حکم اکسال	۱۵۰	۷۔ اضطراب حديث زيد بن حباب
۲۱۷	۲۳۔ نوم واکل جنبی	۱۵۲	۸۔ استنشاء من البول
۲۱۹	۲۴۔ حکم بول، بصبتي	۱۵۶	۹۔ لمہارة و شجاست مار
۲۲۳	۲۵۔ غسل جمہ	۱۶۵	۱۰۔ حلت و حرمت ميقات البحر
۲۲۶	۲۶۔ مسح على الخفين	۱۷۲	۱۱۔ بول ما يترك اللحم
۲۳۰	۲۷۔ سبب مسح	۱۷۶	۱۲۔ الوضوء من ستن الذکر
۲۴۱	۲۸۔ مسائل مسح	۱۸۰	۱۳۔ الوضوء بفضل المرأة
۲۴۴	۲۹۔ مسح على العمامہ	۱۸۳	۱۴۔ الوضوء بالنبی
۲۴۷	۳۰۔ نجاست منی	۱۸۸	۱۵۔ تسبیح علی الوضوء
۲۴۲	۳۱۔ مسائل مستحاضہ		
۲۵۲	۳۲۔ ابحاث تیمم		

# ۱۔ لا تقبل صلاۃ بغير طہور

۱۔ قبول وصحت کے معنی در ان میں نسبت۔ حضرات محدثین نسبت دیتے ہیں کہ قبول کے دو معنی ہیں۔ ۱۔ قبول مطلق۔ ۲۔ قبول کامل۔ قبول مطلق۔ اس کا دوسرا نام قبول ناقص بھی ہے۔ اس قبول کی نفی مطلق شئی کی نفی کو مستلزم ہے اسکی تعریف عمار سے یوں منقول ہے۔  
"کون الشئ مستبعداً بحسب الارکان والشروط۔ یعنی ایک چیز کا بلکہ ارکان و شرائط کے ساتھ موجود ہونا تو گویا قبول مطلق صحت کے مترادف ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ لا یقبل اللہ صلوۃ حائض الا بخمار" (ابوداؤد، ای لا یصلو صلوۃ حائض ۲۔ قبول کامل۔ اسے قبول اجماعاً بھی کہا جاتا ہے قبول کامل کی نفی سے بطلان شئی لازم نہیں آتا صرف کہاں کی نفی ہوتی ہے۔ اسکی تعریف یوں ہے کون الشئ واقعاً فی حیث مرضاة اللہ جل و علاً گویا قبول کامل ترتیب ثواب و رفع درجات کے معنی میں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فتقبلہا وبتھا بقبول حسن۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ انما یتقبل اللہ

من المتقین۔ حدیث پاک میں ہے۔ "من شرب کمر لم تقبل لہ صلوۃ اربعین صباحاً۔ (ترمذی) یہ تو ظاہر ہے کہ غیر متقین اور ثواب ختم کے اعمال علیہ العباد حسب منابہ صمیم ہوتے ہیں۔ تو بھر یہاں بالالتفات نفی درجہ قبولیت اور ترتیب ثواب کی وجہ سے ہے نہ کہ صحت کی وجہ سے گویا معنی اول اور معنی ثانی میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ (تقریباً بالا)

سے معلوم ہوا کہ قبول وصحت ایک معنی کے اعتبار سے متحد اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مفترق ہیں۔ قبول مطلق (احصاء) اور صحت ایک دوسرے کے مترادف ہیں کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ دونوں صحت و قبول آپس میں معنی مفترق ہیں کیونکہ قبول احصاء میں صحت تو موجود ہوتی ہے ترتیب ثواب نہیں ہوتا تو گویا قبول اور صحت میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ (م)

علامہ ابن رجب العسیر فرماتے ہیں کہ ہذا قول مشترک فی المعنیین۔ اب ایسے علماء اہل سنت کے دو اقوال ہیں کہ کونسا معنی حقیقی اور کونسا معنی مجازی ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ لفظ قبول، قبول اجماعاً کے معنی میں حقیقاً اور قبول احصاء و مطلق کے معنی میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے لیکن حضرت علامہ شبیر محمد صاحب مثالی کی رائے اس تحقیق کے برعکس ہے۔

۲۔ حدیث الباب میں معنی قبول کا تعین۔ بعض علماء کے اس بیان کوئی ایسا قرینہ راجح موجود نہیں جو معنی اول یا ثانی

کا کیونکہ اس کے لئے متعدد ذیل چھ قرآن کریم ہیں۔ ارعطف۔ لا تقبل صلوۃ مسطون لہ اور ولا صدقة مسطون ہے۔ مسطون

لہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اہم ترمذی کے صیغ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں قبول سے قبول اجماعاً مراد لیتے ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ ابواب مترازیہ کو نہیں فرمایا ہے جو صحیح نہیں آتا۔ ثانی ترمذی اس سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ مگر ابواب دلی زعمہ بالاتفاق اتنا سمیۃ نہیں کہ غرق جماع ۲۔ باب ماجاء صفحہ السلوۃ الطہور اس بات کی تفسیر ہے اس سے باہر نہیں گویا ان دونوں ابواب میں تغایر لفظی کے ساتھ ترادف معنوی سے تو بھر اسے تکرار سے تعبیر کرنا کیونکر صحیح ہوگا؟



مطلوبہ علیہ مسلم واحد میں ہوا کرتے ہیں لہذا قال النخاعہ اقویہاں معطلوں میں باتفاق الحمد للہ نفی قبولیہ مصطفیٰ کہے ہو کہ اگر کسی نے یہ قبول کر لیا  
 علیہ میں بھی قبول مصطفیٰ کی نفی ہوگی کمال کی نہیں ۱۰۔ حدیث ۱۱۔ ایک حدیث پاک سے بھی میں بات کا تاثر ہوتا ہے کہ میں نے یہ بات  
 نفی ہے نہ کرنا ہی کی۔ عن علی بن النعمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال ۱۲ الصلوۃ الطہورۃ من زمانہ کما شئت من جہات و سوا  
 کئی کہا گیا ہے یقیناً نفی مفتاح نفی اصل کو مستلزم ہے والا اصل هو الصلوۃ لہذا لکن الیہ ۱۳۔ عبادت و سوا کے بارے میں یہ  
 امر ذرا غلط ہے ان الصلوۃ فافعلوا الا یعنی ارادۃ صلوۃ سے قبل عبارت حاصل کرنا واجب الذم سے آیت نہ کہ وہ نہ فرماتے ایسے  
 بیان کا گئی ہے گویا اذکر صلوۃ سے قبل عبارت کا پایا جانا ضروری ہے جب عبارت مفتی ہوگی تو صلوۃ بھی اذکر بھی ہوگا۔ ۱۴۔ عبادت و سوا  
 امت محمدیہ علی صاحبہا تسلیم واقعہ کا یہ بات پر جملہ ہے کہ الطہارۃ شرفہ الصلوۃ ۱۵۔ اور ایک مسئلہ صلوۃ سے قبل اذکر  
 ذات مشروطہ گو یا عدم محبت و ضرر عدم صحیح صلوۃ کو مستلزم ہے ۱۶۔ عبادت و سوا کے بارے میں یہ بھی  
 عبادت محض مقصودہ میں قبول نحو کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا ہے وہاں معنی ثانی کا یہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۱۷۔ انصاف و سوا  
 فی العبادات الخ مقصودہ ۱۸۔ نفی الذات خود کا ملے۔ جب کسی کام میں نفی ذات یا نفی کر کے کہتا ہو تو یہ تو نفی  
 ذات کا مفہوم صحیح ہو کرتا ہے۔ ۱۹۔ نفی کر کے کہتا ہو۔ لان الاصل فی النفی ان یكون لفظہ المسکات لا یفید فی صلوۃ

### ۳۔ درجات قبول کے متعلق ایک تحقیق اینٹ

۲۰۔ عبادت و سوا کے بارے میں یہ بھی

قبول اعلیٰ قبول اعلیٰ میں تین امور کا پایا جانا ضروری ہے ۱۔ سمت ۲۔ ترتیب ثواب ۳۔ استسنان و سوا کے بارے میں یہ بھی  
 کی نفی سے صرف کمال و استسنان کی نفی ہوگی۔ سمت اور ترتیب ثواب کی نہیں۔ کیونکہ نفی میں صرف غیر میں ہی سب ہوتا ہے اور قبول  
 نہیں اور قبول اعلیٰ استسنان و کمال ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ۲۱۔ لا یقبل اللہ صلوۃ من اتى طواف ۲۲۔ لا یقبل اللہ صلوۃ من  
 بانس و زوج علیہا غضبان ۲۳۔ لا یقبل صلوۃ عبد آتی حتی یرجع ۲۴۔ قبول متوسط ۲۵۔ میں نے یہ امور متعلق ہونے پر صحت  
 ۲۔ ترتیب ثواب۔ جب اس قبول کی نفی ہوگی تو ہمیں معنی ہوں ہوں گے کہ ۲۶۔ ثواب مع عین ذلک نفی ۲۷۔ جیسا کہ محدثین نے لکھا کاغذ  
 ہے ۲۸۔ لا یقبل بوضو بخیر ۲۹۔ لا یقبل الصلوۃ فی الارض المصنوعہ۔ یعنی ارضی مصنوعہ میں نماز تو صحیح ہے جب کہ وہ ارضی  
 نہیں البتہ ثواب نہیں ۳۰۔ قبول ادنیٰ۔ جو سمت کے مترادف ہے اور یہی دوسرے علماء کے ہاں قبول معنی اور قبول ہوتا  
 ہے۔ تو یہاں لا یقبل بمعنی لا یتبع کے ہوگا جس طرح کہ حدیث میں ۳۱۔ لا یقبل صلوۃ الحائض الا بخبر ۳۲۔ اسی واقعہ میں صلوۃ ہوتی۔

### ۴۔ مسئلہ فاقد الطہورین

فاقد الطہورین اس شخص کو کہتے ہیں نہ تو استعمال یا نہ برقاہ و جو اور نہ ہی صید حبیب برشا ایک ایسے مکان  
 میں مجموعہ ہے کہ جس کے در و دیوار نجس ہیں اور پانی بھی مفلحود ہے تو گویا وہ وضو کر سکتا ہے اور  
 ہی تمہ پانی ساری پر سوار ہے کہ جہاں نہ ہی وضو کے لئے پانی میسر ہے۔ ۱۔ نہ ہی صید حبیب جیسے ہوائی جہاز وغیرہ تو کیا یہ شخص نماز  
 پڑھے یا نہ؟ ہمیں علماء امت سے پانچ اقوال منقول ہیں ۱۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ امام شافعیان ثوری اور امام احمدی فرماتے ہیں کہ لا یصلی  
 بل یقتضی یعنی نماز ادا نہ کرے بلکہ قضا کرے ۲۔ امام مالک کے ہاں یہ نماز ادا کرے نہ ہی اس کی قضا ہے ۳۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک

نماز ادا کرے قضاء درست نہیں۔۔۔ امام شافعیؒ سے اس بار میں چار اقوال منقول ہیں ۱۔ الاداء فقط کما قال احمد بن حنبل  
۲۔ القضاء فقط کما قال الامام الاعظم ۳۔ الاداء فی الحال ثم الغناء بعداً وهو اصح احوالہ عند اصحابہ ۴۔ استحب الاداء  
وجوب القضاء (نوری) ۵۔ وجوب الاداء عدم وجوب القضاء ۵۔ حضرات صاحبین کے نزدیک تشبہ بالخلقیں اختیار کرے یعنی رکعت نماز  
مکروہ ویکبرہ ادا کرتے ہوئے نیت اور قرارت کی تلاوت نہ کرے اور بعد میں اس نماز کی قضاء لازم ہے۔ ۶۔

## ۵۔ مسئلہ فاقد الطہورین میں ائمہ اربعہ کے دلائل : نیز

حضرات صاحبین نے اپنی تائید میں مندرجہ ذیل آثار کو پیش فرمایا ہے جب حقیقت معتذر  
ہو جائے تو نماز پر عمل کیا جاتا ہے ۱۔ امرار عوسی ملکوسی فی الحجۃ : یعنی ادائے حج و عمرہ کے بعد گنجا آدمی اگرچہ مطلق نہیں کر سکتا لیکن  
تشبہ بالخلقین اختیار کرتے ہوئے اپنے سر پر استرہ پھر دانے گا ۲۔ صوم رمضان پر قیاس ۱۔ جو آدمی مندر رمضان میں بالغ ہو جائے  
یا کفر یسوان یا حائضہ پاک تو وہ باقی دن تشبہ بالخلقین کرتے ہوئے اکل و شرب سے رکا رہے ۳۔ تشبہ بالآخرین فی قراۃ القرآن  
کو نگرانی کرنے سے معذور ہوتا ہے لیکن اسے تشبہ بالخلقین کا حکم دیا گیا ہے کہ تحریک لشفقتین کرے ۴۔ قیاس علی مفید الحجۃ  
کسی شخص نے طرف زیادہ سے قبل جماع کر لیا ہو تو اس کا حج بالاتفاق فاسد ہو جاتا ہے لیکن ایفعل کیا ایفعل امامی ابن  
مؤید ات فقیہ کی وجہ سے یہ قول ائمہ ثلاثہ کے قول سے ادلی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول قدیم کے دلائل۔  
۱۔ لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور سے معلوم ہوتا ہے کہ فاقد الطہورین اقامت صلوٰۃ نہ کرے بلکہ قضا کرے ۲۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت  
عمارؓ کا واقعہ باب تیمم میں مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے منیٰ ہونے کے سبب نماز کو ادا نہ کیا کیونکہ وہاں نہ ہی پانی تھا اور نہ ہی نہیں تیمم حنا  
کا طریقہ معلوم تھا تو گویا حضرت عمرؓ اپنے زلم کے مطابق فاقد الطہورین تھے جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ  
نے تیمم کا طریقہ تو بیان فرمایا لیکن حضرت عمرؓ کو یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی کیا بقول الامام احمد بن حنبل و الشافعیؒ اصل  
فی الحال اور نہ ہی یہ فرمایا کہ اس نماز کی قضا نہیں کیا قال الامام مالک اور نہ ہی تشبہ کا طریقہ بتلایا کیا بقول صاحبہ بلکہ اس نماز کو حضرت  
فاروقؓ نے قضا ادا کیا کیا قال الامام ابو حنیفہؒ ۳۔ حدیث مفاد صلوٰۃ الطہور ۴۔ ارشاد باری تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ  
فاغسلوا ۵۔ اجماع امت محمدیہ :۔ یہ آخری تین دلائل ہم حدیث الباب میں معنی قول کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک کی دلیل :۔ فی الحال عدم ادا پر حدیث الباب مستدل ہے اور بعد از وقت قدیم قضا اس لئے ہے کہ قیوم الصلوٰۃ کا  
نقطاب پیر از سر نو متفق نہیں ہوا۔ امام احمد کی دلیل :۔ ارشاد باری :۔ لا یكلف الله نفساً الا وسعہا۔  
۱۔ ارشاد شامع :۔ اذا امرتکم بشئ فافعلوا منه ما استطعتم یقیناً فاقد الطہورین شخص اقامت صلوٰۃ پر قادر ہے اور  
صول عبارت میں معذور تو حسب استطاعت وسعت بغیر عبارت کے ہی ارکان صلوٰۃ فی الحال بمالئے اور پیر اس نماز کی قضا نہیں

## وفاق المذارس

۱۔ (رتب ادنیٰ تہذیبی کو اس مسئلہ میں امام اعظم اور امام شافعی کے ساتھ فقہ کر لئے ہیں قطعی ہے جس کی اصلاح از حد مذکور ہے۔



سنہ ۱۳۰۴ :- قال الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ باب ما جاء لا تقبل صلوة بغير  
 ظهور حد ثنا قتيبة بن سعيد انا ابو عوانة عن سماك بن حرب عن ابي  
 وكيع عن اسرائيل عن سماك عن مصعب بن سعد عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه  
 وسلم قال لا تقبل صلوة بغير ظهور ولا صدقة من غلول قال هذا في حديثه الا  
 بظهور قال ابو عيسى هذا الحديث اصح شيء في هذا الباب واحسن وضعوا  
 اللفاظ المنضوطة وبتينوا معنى القبول والقبول هل هما متحدان ام مختلفان  
 ما المراد منهما في الحديث وخبر رواه الحكم فاقد الظهورين بآراء الفقيهين عليهما  
 السلام ابو داود وشمس اس سوال میں پکارا اور قابل عمل میں ۱۔ مندرجہ ذیل خط کشیدہ الفاظ کی توضیح ۱۱۔ لا تقبل جمع غل  
 (۱۲) ظهور ابو عیسیٰ (۱۳) الباب (۱۴) صحیح دامن ۲۔ قبول وصمت کے معنی اور ان کے امین نسبت ۳۔  
 حدیث الباب میں معنی قبول کا تین ۱۳۔ سند قاضی العہودین — تفصیل درج ذیل ہے۔

**أَحْل** چار مباحث میں سے آخری تین تحریر ہو چکے ہیں بہت درج ذیل ہے۔

۸۔ خط کشیدہ الفاظ کی توضیح لا تقبل ۱۔ لفظ قبول کی مکمل تشریح پہلے کر چکی ہے۔

لفظ ح ۱۔ ایک حدیث مبارک ۲۔ جب ذرا زیادہ اسناد سے مراد ہو تو متحد نہیں کرام وسط سند میں لفظ ح لکھ دیا کرتے ہیں۔  
 اس کے مفہوم میں کچھ اقوال ہیں۔

۱۱۔ حاکم ۱۲۔ یہ حاکم اور حجاز سے مختلف ہے یعنی اس کے ذیل سے سنہ اول کو سنہ ثانی سے جدا کیا جاتا ہے، قول  
 کے مطابق قرآن مجید کے وقت اس ح کا پڑھنا ضروری نہیں ۱۳۔ حدیث ۱۴۔ یہ کلمہ حدیث کی طرف مشیر ہے اس سے اس حدیث یعنی  
 الی آخر مراد ہے۔ کما یقال الای الی آخر حال اس قول کے قائل بعض مغربہ میں اور وہ قرآن کتاب کے وقت اس حدیث کا تلفظ کرتے ہیں  
 (۱۵) تحویل ۱۶۔ یہ ح تحویل اور تحویل پر مال ہے اور اس کی علامت ہے۔ علامت گنگوہی فرماتے ہیں کہ الصیغ القول من الای  
 انہ اشارۃ الی التحویل ح سے التحویل والانتقال من الی آخر مراد ہوتا ہے ح کے بعد ہمیشہ حضرات محدثین اپنے دوسرے شیخ  
 کا اسم مبارک تحریر کرتے ہیں (۱۷) جمع ۱۸۔ یہ لفظ صحیح سے مختلف ہے اس بات کی طرف اشارہ مطلوب ہوا ہے کہ پچھلی سنہ بھی صحیح ہے  
 اور یہ بھی صحیح (۱۹) اسناد آخر ۲۰۔ عند بعض یہ ح اصل میں غریب ہے اسناد آخر سے مختلف ہے حضرت شیخ اس حدیث  
 فرماتے ہیں کہ اختلافی انہا مجمعة بمعنى اسناد آخر او معملۃ وهو المشہور تلفظ ۲۱۔ پھر اس کے تلفظ میں تین اقوال ہیں۔  
 ۱۔ بعض مغربہ ح کے بدلے اس حدیث کا تلفظ کرتے ہیں ۲۔ جب اسے صرف ح پڑھتے ہیں ۳۔ بعض بالقدر بعض بالمدۃ ما دھرہ بذاک  
 اسیرگیانی انتہی ب و النود کی فی شرح مسلم — علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے کے مطابق بالقدر پڑھنا اولیٰ ہے۔  
 ۲۔ درل ترنہ کی میں جو عمل یہ مغربہ کی طرف تحویل پڑھنے کی نسبت کی گئی وہ درست نہیں۔

توین کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ کثیر الوقوع ۲۔ قلیل الوقوع۔ اکثر الوقوع ہو لعدہ الطریق فی الاسفل: قسم اول یہ

۱۔ اقسام تجوید ہے کہ مصنف کتاب کو ایک حدیث پاک کئی اسناد اور شیوخ سے لی ہو اور وہ طرق آگے چل کر کسی ایک یا  
راوی پر جمع ہو جائیں اس راوی کو اصطلاح حدیث میں مدار اسناد اور مخرج اسناد کہا جاتا ہے اسکی تعریف علماء یوں کرتے ہیں کہ

استماع الطرق المتعددة من الأسفل على راد واحد وحيد الاستراد والسمعي مدارا ومخرجا جيبا كرساں حدیث مذکور کی سند میں ہندو  
تبدل اور ہندو ہندو کی سند حضرت سماک بن حرب پر جمع ہو جاتی ہیں قلیل الوقوع ہو لعدہ الطریق فی الاسفل: ۱۔ کہ  
حدیث کو حدیث موصوف ایک ہی طریق سے لی ہو

لیکن آگے چل کر وہ سند کئی طرق اختیار کرنے اس تعریف کے مفہوم کو مدار یوں تعبیر کرتے ہیں کہ "اختراق الطریق الواحد  
من الاسفل الى طرق متعددة" یہ قسم کتب صحاح میں قلیل الوقوع اور شاذ و نادر ہے۔

ایک حرف سے مکمل کام یا کلمے کی طرف اشارہ کرنے کو اصطلاح عرب میں سخت

سخت کی تعریف اور اس کے اقسام کہتے ہیں سخت کے لغوی معنی کھربانے کے ہیں اسکی تین قسمیں ہیں: ۱۔ سخت بالنی ۲۔ سخت بخطی ۳۔ سخت تلفظی

۱۔ سخت بالنی: بے نیچے کو مختلف کرنے اس کا باب بنا دیا جیسے حوقل یعنی اس نے ہر قول ولا قوۃ الا بالنی کیا یہ سب افعال سماوی ہیں ۲۔ سخت بخطی: ایک مکمل کلمہ لکھنے کی بجائے حرف لکھ دیا جائے جیسے ح سے مقصود حیض ہوتا ہے ۳۔ سخت تلفظی: جو خطا بھی اور غلط بھی مختلف ہی  
ہو جیسے: ح جو حدیث الباب میں مذکور ہے۔

۳۔ غلول: غلول مصدر ہے غل غلولا باب نصر سے اس کے معنی خیانت کرنے کے ہیں اور یہی معنی غل غلولا باب غلول  
کے ہیں یہاں غل غلولا باب نصر سے قرآن مجید میں ہے وما کان لنبی ان یغل ومن یغل یأت بما غل يوم القيامة۔

قال ابن عباس ومجاهد قوله ما کان لنبی ان یغل ای ما یبغی لنبی ان یخون۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں ما کان لنبی ان یغل هذا  
لنزیهۃ صلی اللہ علیہ وسلم من جمیع وجوه الخیانة فی اداء الامانة وقسم الغیبة وغیر ذلک (تفسیر ابن کثیر)۔  
بعض علما کے ان غلول اس خیانت کو کہتے ہیں جو مال غنیمت میں تقسیم سے قبل کی جائے پھر اس معنی میں وسعت ہوئی تو غلول کا اطلاق  
سرفرازی پر ہونے لگا پھر اسمیں مزید توسیع ہوا تو اس کا اطلاق کئی مال حاصل بطریق حرام پر ہوا ہر حال اب غلول اور  
افعال مطلق خیانت کرنے کو کہتے ہیں مثلاً رشوت، ربو، غصب، جوہری وغیر ذلک بعض محققین کے ان غلول کے لغوی معنی تو سرفرازی  
کے ہیں لیکن اصطلاح فقہ میں اس کا اطلاق سرفرازی مال الغنمہ پر ہوتا ہے پھر اسمیں فقہاء نے مزید وسعت کر کے بر مال غنیمت پر اس کا اطلاق  
کیا ہے۔

۱۔ بعض اظہار اللہ بفتح لظاہرہ فوسطہ بڑھنا سمجھ ہے اگر بفتح الظار پر ہیں تو اسمیں دو افعال ہیں آریہ مصدر  
ہو الظہور ہے البصر باب نصر سے اور ظہر بظہر باب گرم سے وہم قال الامام الخلیل النحوی والاصمعی وجماعة من  
احل اللغة او یہ اسم مصدر ہے اھد اس سے مراد وہ پانی ہوا کرنا ہے جس سے بھارت ماسل کی بلنے الام نودی فرماتے ہیں کہ



بالفہم، سطر لما یطہر بجمع الماء وما یقوم مقامہ عندہ علیہ جماعیہ اهل اللغة، مؤخر انور شاہ صاحب  
تفسیر کی فرماتے ہیں کہ فتول کا وزن منطرات طلب میں بسا اوقات کسم آکر کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ بخور، قطور، شعور، وغیرہ  
اگر بعض اظہار پر دھا جائے تو جہود، حمل لغت کے ہاں یہ مصدر ہے کا لوضو اور یہ نجاست کا مصدر ہے۔  
یہ امام ترمذی کی کثرت ہے۔ ابو یوسف کی کثرت کے جواز اور عدم جواز کی بحث ہم مفصل حالات امام ترمذی میں  
۵۔ ابو یوسف کی کثرت کر کے ہیں۔ ————— فلیرا اجمع هناك۔

امام ترمذی لفظ باب کے بعد جو عنوان باندھتے ہیں اسے ترجمہ الباب کہا جاتا ہے۔ گویا باب دعویٰ کا درجہ رکھتا ہے  
۶۔ الباب :- اور بعد میں آئینہ روایت اثبات دعویٰ پر دلیل کا درجہ۔ امام ترمذی اکثر ترجمہ الباب میں متن حدیث کا ایک ٹکڑا  
لگا دیا کرتے ہیں اس لئے حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کے تراجم سہل ترین ہیں اور امام بخاری کے تراجم متفقین ترین حضرت  
محدثین کا ایک شہور مقولہ ہے کہ فقہ الحدیث فی تراجم اس کے علاوہ امام ترمذی کا ایک طریقہ وہی الباب عن فلاں کا بھی ہے جس میں وہ  
ان احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ترجمہ الباب سے موافقت رکھتی ہوں۔ علامہ سیوطی (تذریب الراوی) میں فرماتے ہیں کہ وہی الباب  
عن فلاں کے تحت جتنی احادیث مذکور ہوتی ہیں ان میں سے ہر ایک ترجمہ الباب کی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے گویا امام ترمذی  
کی یہ ایک خصوصیت ہے بعض علماء نے مستقل اس پر جہاد رکھے ہیں جیسے ابن حجر عسقلانی اور ابن حجر عراقی۔

۷۔ اصح شئ واحسن :- امام ترمذی جس حدیث پر اصح شئ واحسن کا حکم لگاتے ہیں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ فی نفسہ اصح ہو بلکہ  
اس سے مقصود یہ ہو کہ اسے کہ یہ حدیث اس باب میں سب سے اعلیٰ ہے۔ بسا اوقات جس کے بارے میں امام  
ترمذی اصح دامن کا حکم لگاتے ہیں وہ غیر صحیح اور غیر حسن ہو کر بھی ہو کر تھے۔ نیز امام ترمذی کی یہ عادت مبارک بھی ہے کہ بعض اوقات ایسی احادیث  
کی تفسیر فرماتے ہیں جنہیں باقی حضرات صحاح ذکر نہیں کرتے تو اس سے انکا مقصود ذخیرہ احادیث کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے تو  
اس صورت میں اس شئ اصح سے مراد یہ ہو گا کہ یہ ان تمام احادیث سے اعلیٰ ہے جنہیں اس باب صحاح نے تحریر نہیں فرمایا۔

## نیو اپریشن ، منفی اضافی معلومات کے ساتھ

نئے ایڈیشن طبعات بار ۲۲ دیں میں چند مفید معلوماتی امور کا اضافہ کیا ،  
بار بار ہے جس سے کتاب مذکور کی اہمیت و افادیت ، طلباء و مدرسین  
کے اہل پہلے سے کہیں زیادہ ہو جائے گی ————— اور انشاء اللہ العزیز  
مفتاح البصاح حقیقی سنی میں منغلقات صحاح عشرہ کے لئے  
مفتاح و کلید ثابت ہوگی ۔

## ۲۔ فضل الطہور

مخارج  
نہایت  
مہم

۳۰۴۔ اخرج الترمذی فی باب فضل الطہور عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ السلام اذا توضا العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهہ خرجت من وجہہ کل خطیئۃ نقرا علیہا بعینہ مع آخر قطر الماء او نحو هذا اذا غسل یدیه خرجت من یدیه کل خطیئۃ بطشتہا یداء مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی یخرج نقیما من الذنوب اجیبوا عن الاسئلة الآتیۃ

(۱) کلمۃ ادنی قولہ العبد المسلم او المؤمن للتہنئۃ وما معنی التہنئۃ والتعویذ وادضحوا مفہوم هذا القول علی کل من الشقیین ۔

(۲) ذکر فی الاجمال اذا توضا العبد واقصر فی التفصیل علی ذکر بعض اعضاء الوضوء فواجبہ ترک البعض الآخر؟

(۳) اذکر واجبہ تخصیص العینین من الوجہ (۴) قال فی الآخر مع الماء او مع آخر قطر الماء فادھذا لا شک او تشوہ وما الفرق فی معنی الحدیث باعتبارہما؟

(۵) اذکر وامثلۃ الکفارۃ الخسرات کفارات للصغائر فقط ام للصغائر واکبائر جمیعاً ام کیف ہر دو لا تغفلوا عن قولہ صلی

اللہ علیہ وسلم حق یخرج نقیما من الذنوب

اذکر استبنا من احوال ابی ہریرۃ مع ذکر اختلاف فی اسمہ واسباب الکنی بطولۃ الکنیۃ وعدہ روایاتہ

وہر من المکثورین بالحدیثام لا ذم معنی المکثور بالحدیث؟

وقال الترمذی فی الباب عن عثمان وثوبان والصنایحی الضمیر کما فی الاختلاف فی الصنایح اصحابی صوام تابی

والصنایح ہواثنان امثالہ جہنم اکل واحد منهم مع ذکر احوالہ بحیث یجعل الحال ولا یثبت الکلام فیہ بحال۔

اس پرچہ میں سات مباحث حل طلب ہیں

الحل

۱۔ استعمال اوی کی دو صورتیں مع توضیح ۲۔ بعض مضامین کا ترک بیان ۳۔ وجہ تخصیص بیان ۴۔ ۱۰۲ و ۱۰۳ آخر فقرہ میں کلمہ اوی کی توضیح ۵۔ کفارہ سیئات میں اقوال اربعہ دلائل ۶۔ حالات سیدنا ابو ہریرۃ ۷۔ لفظ صنایح کی جامع تحقیق ۸۔ تفصیل درج ذیل

معذرت محمد بن دثران کے اس یہاں کلمہ اوی نہ لکھنے کے لئے ہے ویسے کلام عرب میں استعمال اوی کی دو صورتیں مع توضیح ۱۔ احادیث میں بعض اوقات کلمہ اوی تردید و شک کے لئے آتا ہے اور بعض اوقات

توضیح و تفسیر کے لئے ہاں دونوں معانی مستعمل ہیں امتیاز عمدت کے سیاق و سباق، ذوق سلیم اور قرآن کے اعتبار سے کیا جاتا ہے

معنی تردید و تفسیر ۲۔ کلمہ اوی حسن و عفت میں ہے جس کے معنی اردو زبان میں یا اس کے جاتے ہیں لغوی اعتبار سے

ترویج کے معنی لکھنے اور ترویج کے معنی تقسیم کرنے اور بانٹنے کے ہیں اگر حدیث اہلبی میں کلمہ اوی دونوں معانی کے لئے تقسیم کر

دیا جائے تو تردد و شک کے اعتبار سے مفہور ہوگا کہ صحابی رسول سیدنا ابو ہریرہ یا کلمہ اوی اس بات میں تردد ہے کہ وجہ



کائنات سیدی حضور اکرمؐ نے اسم فریاد انہوں۔ علامہ نووی اور دوسرے محدثین کی رائے ہے کہ جب آدمی شک ہو تو وہاں کفر  
 کے بعد لفظ قال پڑھا جائے تو اس صورت میں تقدیر جہالت یوں ہوگی اذ اقرضاء العبد المسلم او قال المؤمن تنویع تقسیم  
 کی صورت میں حدیث کا یہ مفہوم ہوگا کہ یہ فضیلت یا مہرِ مسلم کے لئے ہے یا مہرِ مؤمن کے لئے دونوں کے لئے نہیں۔ اس صورت میں مسلم  
 مؤمن کے درمیان تقدیر و بتائین کی نسبت ہوگی لیکن شتران حدیث میں سے اس میں کاکوئی بھی قائل نہیں۔

۲۔ بعض اعضاء وضو کا ترک بیان ۱۔ اس سوال کا بہتر جواب یہ ہے کہ حدیث الباب ترمذی میں مختصر ہے جبکہ صحیح مسلم ہندی  
 و غیرہ میں تفصیلاً منقول ہے جہاں مسلم یحییٰ اور وجہ کے علاوہ کئی اس مسئلہ پر علین۔

اور ان کے خطایا کا بھی تذکرہ ہے۔ اس لئے ترک بعض کا سوال ہی نہ رہا اور امام ترمذی کا یہ طریقہ ہے کہ اشبات دعا کے لئے حدیث کا کچھ  
 حصہ نقل کر کے باقی حصہ کو ترک کر دیتے ہیں گویا ثانی الذکر حدیث منقول ہے اور حدیث الباب میں امام ترمذی نے اختصار سے کام لیا ہے

۳۔ وجہ تخصیص عینین ۱۔ اس سوال کے دو جواب ہیں: ۱۔ اہمیت سے منقول ہیں آری حدیث مختصر ہے اور دوسری روایات میں عینین  
 کے ساتھ الف اور غم کا ذکر بھی ہے۔ ۲۔ تخصیص کی وجہ اولویت ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح ذکر کرنا کہ

سکوت مذکور اس سے درجہ اولیٰ معلوم ہوا اور اسے اصولیت کی اصطلاح میں اولیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے  
 وَلَا تَقْلُ لِمَا أَتَىٰ الْآيَةَ یعنی جب آیت سے منع کیا گیا ہے تو احادیث ہم تسلیم حکم اور زعم تو میخ تو بطریق اولیٰ ممنوع ہوں گے۔ تو یہاں  
 دو وجہ سے تخصیص عینین کی گئی ہے ۱۔ عین ذنوب کی خطایا تمام اعضاء کی خطایا سے زیادہ ہوا کرتی ہیں کیونکہ اس نظر ہی کی وجہ سے دل

اور دوسرے اعضاء میں تمام امراض اچھین اور مشق پیدا ہوتے ہیں جب کہ ذنوب اعضاء کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو دوسرے اعضاء  
 کے گناہ بطریق اولیٰ معاف ہونے پر ایسی آرزو ہوتی ہے کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے جس سے ہم میں پانی نہیں بہتا۔ بلکہ ان  
 کان اور دوسرے اعضاء کے کہ ان سب کے عمل گناہ میں پانی بہتا ہے جو گناہوں کو بہا ہے جاتا ہے تو جب آنکھ کی خطا یا دوسرے میں  
 پانی نہ پہنچنے کے معاف ہو جاتے ہیں تو دوسرے اعضاء کے گناہ بطریق اولیٰ بہ جاتے ہیں اور معاف ہو جاتے ہیں۔

۴۔ اومع آخر الا میں کلمہ او کی توضیح ۱۔ یہاں بھی ادب اتفاق شک ہی کے لئے ہے ہذا یہاں بھی قرآنہ بعد یث کے وقت لفظ  
 قال زحایا جانے کا کلمہ او اگر شک کے لئے ہو تو یہ راوی کی طرف سے بیان

کلمات میں تردید کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر تنویع و تقسیم کے لئے ہو تو پھر یہ معنی ہوں گے کہ ایسے گناہ جو تہائی تہائی تہائی و غیر قسم کے  
 ہوں تو وہ پہلے ہی نظر سے کھل جاتے ہیں اور بہہ جاتے ہیں مگر وہ گناہ جو ثقیل اور بڑے ہوں وہ پانی کے آگے ہی تھوڑے سے زائل ہو کر  
 سناٹ ہو جاتے ہیں۔

۵۔ کفارہ سیئات میں اقوال اکثر مع دلائل ۱۔ علامہ و مفتی کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کن خطیہ اور ذنوب میں صفائے  
 باکرہ دونوں داہن ہیں یا صرف صفائے باکرہ دونوں جسم کے گناہ

نظر ہو جاتے ہیں یا صرف چھوٹے گناہ اس میں چند اقوال ہیں۔ ہاں پیر امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ حقوق العباد اور حقوق بہرہ نشین

۱۶۔ جیسے حدیث سیدنا ابیہ الصغریٰ ابن ابی طلحہ



کے لئے مناسبت کفارہ موجب معافی نہیں بلکہ ان کے لئے ادائیگی حقوق اور توبہ ضروری ہے۔ ۱۔ حق وقف بہ متفقین علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ امر مقضیٰ الہیہ ہے اس میں قیل و قال کی گنجائش نہیں ۲۔ صرف صغائر و جہود کا عرفی کے نزدیک صرف صغائر مراد ہیں ان حضرات کا مسئلہ آ۔ ان مناسبت یہ ہیں استیانت کی آیت ہے کیونکہ استیانت کا اطلاق صرف صغائر پر ہوتا ہے۔ انا اجماع۔ یہ اصل مسئلہ کا محققین علماء کا اعاذیت و روایات کی روشنی میں مشفق فیصلہ ہے کہ کبار بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ علماء میں مجتہد فہم الباری میں فرماتے ہیں ان الکبار لا بد لہا من توبۃ لقولہ تعالیٰ من لم یتوب فاولئک هم الظالمون الیہ۔ حدیث۔ ایک حدیث میں ہے ان الصلوات الخمس والجمعة من الجملة مکفرات لما بینہن عالم یفیش الکبار و رواہ بخاری و مسلم وغیرہما۔ اس قول پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس حدیث کا آخری کلمہ حتیٰ بحسب درجہ نفیٰ من الذنوب سے تو صغائر و کبار دونوں کا معاف ہونا معلوم ہوتا ہے تو پھر صرف صغائر کی نفیس بھی صحیح ہوگی جواباً۔ اس حکم عام کے لئے مختص دوسری احادیث ہیں جن سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ کبار بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ مضموناً کثر مواقع پر ہر عمل کی منفرد خاصیت بیان فرماتے ہیں گویا وہ خاصیت دیگر عوارض و موانع سے قطع نظر اس فعل و عمل پر مرتب ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے کلمہ طیبہ کی خاصیت بیان فرمائی من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة یعنی جب صرف کلمہ طیبہ پر یقین ہو اور اس کے معارض سیمات و خطایا کا ارتکاب نہ ہو تو اس کلمہ طیبہ کا اثر دخول جنت ہوگا لیکن جب اس کے معارض کوئی خطایا و معاصی ہوں تو پھر کلمہ طیبہ کی یہ خاصیت ختم ہو جائے گی۔ اور اس کے معارض جو خطایا و معاصی ہیں انکی خاصیات پھر مرتب ہونے لگیں گی یعنی ایسا شخص نہ سیدھا جنت میں جائے گا اور نہ ہی بوجہ گناہوں کے ہمیشہ کیسے جہنم میں رہے گا بلکہ ان دونوں کے اجتماع سے ایک اثر مرتب ہوگا کہ وہ دخول جہنم کے بعد جنت میں پہنچ جائے گا جیسا کہ یہ امر روایات و نسخہ بات میں ظاہر ہے بہر حال اس حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ وضو کی خاصیت اور اثر یہ ہے کہ وضو کے کرنے سے تمام لغزشیں و خطائیں معاف ہو جاتی ہیں مگر یہ اثر فرصت اس وقت مرتب ہوگی کہ جب اس کے ساتھ کسی گناہ وغیرہ کا اتصال نہ ہو۔ یہاں ذنوب میں استغراق حقیقی نہیں بلکہ وہ ذنوب و خطایا مراد ہیں جو دوران وضو اعضا و وضو سے صادر ہوں۔ واللہ اعلم

۳۔ آخر کے نزدیک احادیث طیبہ میں کسی معمولی عمل یا کسی ادنیٰ عبادت کے ادائیگی پر جو سیمات و ذنوب یا معاصی کے بالکلیہ خاتمے کا ذکر کیا جاتا ہے وہ احادیث خیر القرون (حضرات صحابہ) کی پاکیزہ معاشرت پر محمول ہیں کیونکہ ان حضرات سے فقط ایسی معمولی لغزشوں کا وقوع ممکن تھا جو زیادہ سے زیادہ صغیرہ گناہوں کی فہرست میں آتے ہیں اور وہ صغیرہ گناہ اعمال مذکورہ سے یقیناً بالاجماع مندرج ہو جاتے ہیں جبکہ شر القرون کی معاشرت ان احادیث پر محمول ہے جن میں کفارہ سیمات کیلئے توبہ و استغفار ضروری ہے گویا حدیث الباب اور احادیث توبہ میں فرق تفرق ازمنہ و تغیر زمان کے اعتبار سے ہے۔ لہذا تعارض باقی نہ رہا کہ جہاں بالکلیہ سیمات و ذنوب کے خاتمہ کا ذکر ہے۔ وہ احادیث صغائر و خیر القرون کی معاشرت پر محمول ہیں۔ اور جن

احادیث میں توبہ و استغفار کی قید ہے وہ کبار اور شر القرون کے احوال پر محمول ہیں۔ میری اس رائے کی تائید حضرات مفسرین کے اس یقینی ضابطہ سے ہوتی ہے جو ان محققین نے تفسیر قرآن کیلئے بطور شرط کے بیان فرمایا



ہے کہ معتبر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ اس ماحول و معاشرت کو دیکھے جس میں نزول قرآن ہوا۔ (المنظر الی  
الجنۃ الذی نزل فیہ القرآن) تو یقیناً رفیع تعارض احادیث کے لئے بھی اس ضابطہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۴۔ صفحہ ۱۰ دیکھاؤ دونوں: علامہ ابن حزم ظاہری اور بعض متقدمین علماء کی تحقیق

یہ ہے کہ حدیث مذکور صفحہ ۱۰ دیکھاؤ دونوں کو عام ہے یہ حضرات مندرجہ ذیل شواہد و قرائن کو بطور تائید دلیل پیش فرماتے ہیں ۱۔ حدیث میں  
کل خطیۃ کے کلمات ہیں اور خطیۃ کا کلمہ عام ہے جو صفحہ ۱۰ دیکھاؤ دونوں کو شامل ہے۔ ۲۔ اسی حدیث کے آخر میں

یہ جملہ حتیٰ یخرج نقیض الذنوب بھی عموم پر مراحۃ دلالت کرتا ہے۔ ۵۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث

میں گناہوں کے لئے مندرجہ ذیل پچاس قسم کے الفاظ مروی ہیں جو لغۃ عرب کے اعتبار سے مترادف نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا ایک اس معنی

ہے ذنب میب کو کہتے ہیں یہ اثم کا سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے ۲۔ خطیۃ اور خطا اس کی جمع خطایا ہے یہ صواب کی ضد ہے یعنی نادرت

۳۔ سنیۃ حسنۃ کا ضد ہے یعنی بدی ۴۔ معصیۃ کا اطلاق نافرمانی پر ہوتا ہے جو طاعت کی نقیض ہے۔ ان چار میں قوت و ثقل اسی ترتیب

سے ہے گویا معاصی اثم کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اس سے کم سنیات پھر خطایا اور آخر میں ذنوب ہیں یعنی ایسے مسائل میں صفحہ ۱۰

دیکھاؤ دونوں کو ترک کر کے احادیث کو ظاہری الفاظ پر رکھا جائے۔ اور ان اقسام اربعہ میں سے صرف معصیۃ کبیرہ میں داخل ہے باقی

تین صفحہ ۱۰ ہیں۔ اس تقسیم سے تمام احادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے گی حدیث الباب میں بھی خطیۃ اور ذنوب کا ذکر ہے جو

صفحہ ۱۰ میں داخل ہیں اور ان کے معاف ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ علامہ موسیٰ خاں صاحب فرماتے ہیں کہ حساب صغیرہ ذنوب

صغیرہ کے لئے اور حساب کبیرہ ذنوب کبیرہ کے لئے موجب کفارہ ہیں اسکی تائید نیدنا سلمان فارسی کے ایک اثر سے ہوتی ہے فرماتے

ہیں۔ الذنوب یكفر السیئات الصفات والمشی الی المسجد یكفر اکبر من ذالک والصلوۃ تکفر اکبر من ذالک

مولانا گنگوہی حضرت شیخ الہند اور بعض متاخرین فقہاء و محققین کے

نزدیک صفحہ ۱۰ دیکھاؤ دونوں مراد ہیں لیکن کبار بشرط اللہ التوبۃ لاسمطلقاً اس مندرجہ ذیل کلمات دال ہیں احادیث مذکور میں تو صلاً

العبد المسلم بالعبد المؤمن فرمایا گیا ہے تو صلاً اصل نہیں کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ متوہیٰ مومن ہمیشہ اپنے گناہوں پر

نادم و تائب ہوتا ہے اور نہ امت و توبہ سے تمام ذنوب خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ و حضور کے ساتھ ذائل ہو جائیں گے۔ (قالہ شیخ الہند) ۴۔

مولانا گنگوہی یوں استدلال کرتے ہیں کہ اصول کا مشہور قاعدہ ہے کہ جب اہم مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو ملوۃ اشتقاق اس حکم کے لئے علت

ہو کر آتا ہے (الحکم علی المشتق یعمل بما أخذ اشتقاقاً) اس حدیث میں فضیلة وضو کا حکم المسلم یا المؤمن پر لگایا گیا ہے اور مومن بغیر نہامت و

توبہ کے رہ ہی نہیں سکتا تو گویا اس توبہ و نہامت کے ساتھ وضو کرے گا تو تمام گناہ چھوٹے بڑے ذائل ہو جائیں گے ۳۔ مولانا محمد نجی

صاحب استدلال یوں ہے کہ مومن یا مسلم کی شان کے یہ بات منافی ہے کہ وہ مرتکب کبار ہو۔ اس لئے جملہ گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا گیا۔

۸۔ مولانا علامہ موسیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے یہ توجیہ فرمائی کہ کبار میں دو اعتبارات ہیں ۱۔ نفس کبیرہ ۲۔ اثر کبیرہ کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب

سے اعذار میں سیاہی وغیرہ امور کا پیدا ہو جانا اب حشرات اور ذنوب سے صفحہ ۱۰ بغیر معاف ہو جاتے ہیں اور کبار کا صرف اثر ذائل ہوتا

ہے کیونکہ وہ خود بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اس توجیہ کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے میماہد فی وجوہہ









### ۳۔ ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ص ۲۶)

**تعریف حدیث صحیح** | ما اقصى سنداً بنقل العدل الضابط عن مثله ويكون سالمًا عن العلة والشذوذ والنعارة یعنی حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس میں درج ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں (۱) جس کے جملہ روات عادل ہوں (۲) کامل الضبط ہوں (۳) اس کی سند متصل ہو (۴) وہ حدیث علت (۵) شذوذ و نکارۃ سے محفوظ ہو۔

**تعریف حدیث حسن** | ما رواه عدلٌ تخفيف الضبط بسند متصل سالمًا عن العلة والشذوذ والنعارة یعنی وہ حدیث کہ جس کے ناقلین کا ضبط ناقص ہو اور باقی چاروں شرائط حدیث صحیح کی اس میں موجود ہوں گویا حدیث صحیح کے جملہ روات کامل الضبط ہوتے ہیں اور حدیث حسن کے خفيف الضبط۔

**اجتماع صحیح و حسن پر اشکال** | علماء اصولیین کے ہاں حسن کا درجہ صحیح سے کہیں کم ہے کیونکہ حسن میں ناقلین کا ضبط ناقص ہوتا ہے اور صحیح میں تمام روات کا کامل الضبط ہونا ضروری ہے۔ اس اعتبار سے ایک ہی روایت پر حسن اور صحیح کا معاً اطلاق درست نہیں کیونکہ یہ دونوں ایک سر کے قسیم اور ضد ہیں۔ گویا کہ امام ترمذی نے "ہذا حدیث حسن صحیح" فرما کر جملہ واحد میں نقیضین کا اجتماع فرمایا جو علماء و محققین کے نزدیک عطل و نقلًا محال ہے۔

**اشکال مذکور کے جوابات** | ۱۔ حسن عام اور صحیح اس کا فرد خاص :- امام ترمذی نے کتاب العلل میں حسن کی تعریف جمہور علماء کی مشہور مذکورہ بالا تعریف سے قدرے مختلف ہاں کلمات فرمائی ہے: "کل حدیث یروى لا یكون فی اسنادہ من یتهم بالکذب ولا یكون الحدیث شاذاً ویس وئی من غیر وجہ غلطی" گویا امام ترمذی کے نزدیک حدیث حسن راوی کا خفيف الضبط (ناقص الحفظ) ہونا ضروری نہیں بلکہ خلاف جمہور محققین فن کے کہ ان کے نزدیک راوی کا ناقص الحفظ ہونا شرط کے درجہ میں ہے گویا کہ اس تعریف کی رو سے حسن اور صحیح میں نسبت عموم خصوص مطلق کی بنتی ہے نہ کو تباہی کی۔

اور یہ امام ترمذی کی اپنی ایک خاص اصطلاح ہے اور اس اصطلاح کی رو سے حسن اور صحیح کا اجتماع بلاشبہ درست ہے۔ الامتاتہ فی الاصطلاح چنانچہ وہ حدیث جس کا راوی تمام الضبط ہو نیز وہ حدیث سالم عن العلة ہو تو وہ حدیث



۲۔ تَعَدُّ طَرُق | مدار ابن الصلاحؒ نے فرمایا کہ حسن اور صیحح کا اطلاق باعتبار تعدد طرق کے ہے گویا کہ حدیث موصوف دو طریق سے روایت کی گئی ہے۔ جس میں ایک سند درجہ حسن کو پہنچتی ہے اور دوسری سند درجہ صیحح پر فائز ہے۔

۳۔ **مَرْتَبَةُ بَابِ الْمُتَبَيِّنِينَ** : علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ اصل میں سند ہما دیش کے تین درجات و مراتب ہیں۔ آ۔ صحیح، ب۔ سند حدیث کا اعلیٰ درجہ ہے۔ ج۔ حسن۔ د۔ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ ح۔ حسن، صمیم۔

ایک ایسا مرتبہ ہے جو صحیح حسن کے مابین ہے گویا کہ اس سے مراد وہ حدیث پاک ہے جو صحیح سے نیچے اور حسن سے اوپر ہو۔ امام ترمذیؒ جو بحیثیت امام اور مجتہد ہونے کے اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ کسی تعریف کے بارے میں جبہور سے الگ ایک مستقل اصطلاح قائم فرما سکیں جیسا کہ انار کے متعلق اجل عرب کا قول ہے: "الجلوا الحامض"

۴۔ حذف لفظ او یا لفظ واو

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح منہج الفکر میں رقمطراز ہیں کہ یہاں حرف عطف "أو" محذوف ہے گویا کہ امام ترمذیؒ اس بات میں متردد ہیں کہ اس حدیث کو صحیح یا حسن میں سے کس درجہ میں داخل کیا جائے۔ اور یہ تردد بعض روایہ حدیث کے متعلق اصحابِ جرح و تعدیل کے اختلافِ اراء و اقوال سے پیدا ہوا۔ یا حرف عطف (واو) محذوف ہے گویا کہ امام ترمذیؒ کا مقصود یہ ہے کہ "هذه الحديث حسن باعتبار طريقه و صحيح باعتبار طريق آخر"

۵۔ حسن لذاتہ و صحیح لغیرہ علامہ نقی قاریؒ اور علامہ ابن عبد البر مالکی نے جواب دیا کہ حسن لذاتہ اور صحیح سے صحیح لغیرہ مراد ہے اور ان دونوں اوصاف کا اجتماع ممکن ہے۔

۶۔ کل صحیح حسن علامہ نقی الدین ابن دقیق العید مالکیؒ نے اپنی کتاب "الافتراح" میں لکھا ہے کہ حسن اور صحیح میں اصطلاحاً تباہ نہیں بلکہ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ جو یا کہ

یہ دونوں باعتبار معنوم کے متباین ہیں۔ کیونکہ دونوں کے لئے علماء سنیہ علیحدہ علیحدہ تعریف وضع کی ہے۔ جبکہ مصداق کے اعتبار سے دونوں متحد ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ”کلّ صحیح حسنّ ولا عکس“ کیونکہ ہر اعلیٰ درجہ ادنیٰ درجہ کو شامل ہوتا ہے۔ یہ جواب اور جواب اقل کا حاصل ایک تعبیر میں اختلاف ہے۔ اس جواب کو علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے پسند فرمایا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کے نزدیک یہاں حسن سے مراد حسن لغوی ہے، اسی ماقیل الیہ النفس حسن بمعنی لغوی وقت حسنہ اور صحیح اپنے اصطلاحی معنی میں مستعمل ہے۔

۸۔ الحسن عام مطلق فرماتے ہیں کہ حسن لا بشرط بشرطی ہے اور وہ درجہ مبہم میں ہے اور صحیح بشرط اشئی کے درجہ

میں ہے۔ ۱۱ بشرط العدالة والضبط ۹۔ اختلاف ائمہ الناقدين علامہ بدر الدین زکشیؒ اور علامہ جعفریؒ فرماتے ہیں کہ حسن اور صحیح کا اطلاق ناقدین کے اعتبار سے ہے گویا کہ حاصل عبارت یوں ہوئی کہ قال بعض الناقدين هذا حديث حسن وقال البعض هذا حديث صحيح ۱۰۔ تنقیح اوصاف شیخ فی زمانین ۱۔ یہ اختلاف حسن و صحیح باعتبار تفاوت زمانہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے جب اپنے استاد سے حدیث حاصل کی تو اس شیخ کا حال مستور تھا اور کامل الادب صاف نہ تھا بعد ازاں ملاقات ہوئی تو استاد کو کامل الادب اور مرتفع الحال پایا۔ لہذا حسن اور صحیح دونوں کا اطلاق اختلاف اوصاف کے اعتبار سے ہوا۔ یہ جواب بھی علامہ بدر الدین زکشیؒ سے منقول ہے ۱۱۔ حسن بمعنی غیث معارضی۔ علامہ محقق ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حسن کا اطلاق اس حیثیت سے امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ ”لا یعارضہ دوا ید“ اور صحیح سے صحیح لغتاً مراد ہے۔ ۱۲۔ حقیقہً تو وہ حدیث حسن کے درجے میں ہے لیکن امام ترمذیؒ کو بطریق کشف معلوم ہوا کہ وہ حدیث حدیث صحیح ہے اور عکس

بعض جوابات بالا پر مناقضہ مع حل ۱۔ علامہ ابن الصلاحؒ، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علاء الدین قاریؒ کے جواب پر علماء نے یہ اشکال وارد فرمایا کہ یہ قول اس وقت صحیح ہوتا کہ جس حدیث کو

بھی امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہو وہ متعدد طرق سے مروی ہو حالانکہ امام ترمذیؒ کبھی هذا حدیث حسن صحیح فرما کر یہ فرماتے ہیں لا نعرفہ الا من هذا الوجه، اس مناقضہ کی دو توجیہات احقر کی ناقص رائے میں ممکن ہیں ۱۔ هذا الوجه کا اشارہ اس سند عالی کی طرف ہے جس سند سے امام ترمذیؒ نے حدیث الباب کو نقل فرمایا ہے مطلقاً جملہ طرق یا اسناد کی نفی نہیں کیونکہ کتب حدیث میں حدیث الباب کئی متابعین کے اسناد سے مروی ہوتی ہے کما هو الظاہر ۲۔ لا نعرفہ میں عدم معرفہ کی نفی ہے عدم وجود کی نہیں اگر مطلقاً جملہ طرق و اسانید کی نفی تسلیم کی جائے تو یہ بات نقل و عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ۳۔ علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اور علامہ زکشیؒ کی توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ امام ترمذیؒ نے بہت سی ایسی احادیث صحیحہ کو حسن صحیح قرار دیا جو احادیث شیخین کی کتب میں موجود ہیں اور کسی حدیث کا صحیح بخاریؒ اور مسلمؒ میں پایا جانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ صحیح کے معیار پر پوری اُترتی ہے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ اور علامہ زکشیؒ نے ابن کثیرؒ کے اس قول پر یہ اعتراض بھی



لکھا ہے کہ اس سے ایک تیسری قسم کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی ناقل نہیں ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر متقدم  
اس لئے مرجوح ہے کہ امام ترمذی نے سینکڑوں احادیث کے متعلق حسن صحیح کا حکم لگایا اور امام ترمذی کی علامت  
اور تحریر علمی سے یہ بات کمرسوں بعید ہے کہ ان تمام احادیث کے بارے میں وہ متردد ہوں۔

## ترمذی وفاق المدارس العربیہ

مسئلہ ۱۔ کثیراً ما يقول الامام الترمذی بعد سرد الحديث هذا حديث حسن صحيح. وفيه اشكال مشهور  
وهو ان الحسن قاصر عن الصحيح وهما قيمان ففى الجمع بينهما فى حديث واحد جمع بين نفي ذلك التخصيص والبيان  
وهذا اجتماع التقيضين فى محل واحد فبتنوين لا تعريف الصحيح والحسن ثم اوضحوا الاشكال وجوابه واقول العلماء  
فى هذا الموضوع وفقكم الله۔

مسئلہ ۲۔ وبقا يقول الامام الترمذی بعد رواية الحديث هذا حديث حسن صحيح وفيه اشكال مشهور  
الحسن والصحيح قيمان فكيف جمع وهو اجتماع التنايين وضحوا تعريف الصحيح والحسن ثم بينوا الاشكال وجوبه  
واقول العلماء فيه بارك الله فى علمكم۔

**الحل**۔ ان پرچوں میں چار امور قابل توضیح ہیں ۱۔ تعریف حدیث صحیح ۲۔ تعریف حدیث حسن ۳۔ اجتماع صحیح  
و حسن پر اشکال ۴۔ اشکال مذکور کے جوابات اقوال علماء کی روشنی میں۔  
یہ چاروں امور پرچے سے قبل تحریر ہو چکے۔

## ثائقین علم میراث کے لئے

# خوشخبری

مشاقان علم میراث کو یہ سن کر بہت خوشی ہوگی کہ جامعہ عبیدہ رحمانیہ قدس سرہ  
مٹان کے زیر اہتمام ہر سال دورہ میراث کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ  
دورہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقادر صاحب پڑھاتے ہیں ۲ شعبان المعظم  
سے شروع ہو کر آخر شعبان تک جاری رہتا ہے۔ کامیاب طلباء کو سند فراغ دی جاتی ہے۔  
مطالب علم حضرات پہلی فرصت میں ہمت صاحب مدرسہ عبیدہ رحمانیہ سے رابطہ قائم کریں۔

## ۴۔ اضطراب حدیث زید بن ارقم (ترمذی ص ۲۷)

۱۔ تعریف اضطراب اضطراب کے لغوی معنی متحرک اور متروک ہونے کے ہیں، کہا جاتا ہے "اضطرب جبلتہم" "ای اختلفت کلماتہم" یعنی ان کی بات مختلف اور متفرق ہو گئی۔

علامہ اصولیین کے ہاں حدیث مضطرب وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں روایت کا ایسا اختلاف واقع ہو جائے کہ اس میں ترجیح یا تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ مندرجہ بالا تعریف سے معلوم ہوا کہ اضطراب کی دو قسمیں ہیں۔  
۱۔ اضطراب فی المتن ۱۔ کہ روایت کا اختلاف الفاظ حدیث میں ہو کہ جس سے مفہوم متن متین نہ ہو سکے اور

ہر ایک راوی مختلف کلمات سے حدیث کو نقل کرے

۲۔ اختلاف فی الاسناد ۲۔ روایت کا اسناد میں وقف و رفع، وصل و ارسال کے اعتبار سے اختلاف پیدا ہو جائے  
معلوم ہو سکے کہ روایت موقوف ہے یا مرفوع متصل ہے یا منقطع۔ پھر اس اختلاف و اضطراب سند کی تین قسمیں ہیں۔  
۱۔ وجہ اختلاف و اضطراب سند کے سب سے پہلے راوی ہوں آئے۔ سند کے وسطی روایت میں سے کوئی سند کو تبدیل کر دے (۱) روایت کے آخری راوی سے سند میں ترمیم پیدا ہو جائے۔

۲۔ حکم حدیث مضطرب حدیث مضطرب اضطراب کی صورت میں ضعیف اور ناقابل استدلال ہو جاتی ہے۔ "یقال الاضطراب بائی وجہ کان یورث الضعف" "اگر اضطراب کا رفع کرنا ممکن ہو تو رفع اضطراب کے بعد حدیث مضطرب قابل احتجاج ہو جائے گی۔

### رفع اضطراب کی صورتیں

"فتح المغیث" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو نقل کرنے والے دو راوی ہوں تو جو ان میں سے احفظ ہوں گے ان کے متن حدیث کو ترجیح دے کر اضطراب کو ختم کر دیا جائے گا (۱) علامہ سیوطی "تدریب الراوی میں رقمطراز ہیں کہ راوی اور مروی عنہ کی باہمی مصابحت و ملازمت کو معیار ترجیح قرار دیا جائے گا جس راوی کی مروی عنہ طویل صحبت ہوگی اُس راوی کی روایت کو دوسرے جملہ روایت پر ترجیح دی جائے گی اور اس طرح اضطراب رفع ہو جائے گا۔ (۲) امام بخاری کے ہاں اضطراب فی السند کی صورت میں جس راوی کی ملاقات مروی عنہ سے باوثوق ذرائع سے ثابت ہوگی اسکی حدیث کو راجع قرار دیا جائے گا۔ اور جس کی ملاقات مستحق نہ ہوگی اُس راوی کی روایت کو مرجوح (۳) امام مسلم اور ان کے متبعین کے ہاں امکان نقار سے بھی اضطراب کو رفع کیا جاسکتا ہے خواہ راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ہی طور پر ثابت ہو سکے یا نہ پھر بھی امکان نقار جس راوی کے بارے میں متحقق ہوگا اسکی روایت کو راجع سمجھ کر



رفع اضطراب کر دیا جائے گا (۱۷) بعض محدثین کے اہل اضطراب فی السن کی صورت میں وہ متن راجع ہو گا جس کو روایت کرنے والے روادۃ کثیر تعدد میں ہوں۔

۳۔ حدیث الباب میں بیان وجوہ اضطراب | امام ترمذی فرماتے ہیں کہ سیدنا زید بن ارقم کی زکاۃ حدیث میں اضطراب فی السن ہے اس اضطراب

کا مارحضرۃ قتادہ بن دعاسہ اسدوسی الثالبی ہیں آپ کے چار شاگردوں نے یہ حدیث مندرجہ ذیل نقشے کے مطابق روایت کی ہے۔

### نقشہ



مندرجہ بالا نقشہ کو منظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہؓ کے چار تلامذہ سیدنا حشام الدستوائیؓ، سعید بن ابی عروبہؓ، سیدنا شعبہؓ اور حضرت معمر بن راشدؓ میں تین وجوہ سے اضطراب پایا جاتا ہے۔

حضرت حشام الدستوائیؓ جب اپنی سند نقل فرماتے ہیں تو وہ حضرت قتادہؓ اور صحابی رسولؐ سیدنا

زید بن ارقمؓ کے درمیان کسی واسطے کو نقل نہیں فرماتے جبکہ تینوں روادۃ کسی نہ کسی واسطے کے قائل ہیں۔

حضرت سعید بن ابی عروبہؓ کی سند میں حضرت قاسم بن عوف الشیبانیؓ جبکہ حضرت شعبہؓ اور معمر بن راشدؓ کی روایت میں

حضرت نضر بن انسؓ واسطہ ہیں۔

۴۔ اضطراب الثالث فی تعیین الصحابیؓ | حضرت قتادہؓ کے پہلے تین تلامذہ کے ہاں درجہ صحابیؓ میں حضرت زید بن ارقمؓ ہیں جبکہ حضرت معمرؓ کی سند میں صحابیؓ

رسولؐ سیدنا انس بن مالکؓ ہیں۔ اس اضطراب کو علامہ مولانا محمد چسپ داغ شاہ صاحب نے اپنی تالیف "العرف

الثدی" میں یوں لفظاً جمع فرمایا ہے۔

- ۱۔ هشام عن قتادة شمر زید
- ۲۔ وشعبة معمر عن النضی
- ۳۔ وقال البیهقی انس خطہ
- وعن زید قتادة غیر صرف

۴۔ رفع اضطراب بقول امام بخاری | امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری سے اس اضطراب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا "یحتمل ان یکون قتادة روئی عنہما جمیعاً" امام بخاری نے "عنہما" فرما کر مزید اضطرابات پیدا فرمائیے کیونکہ "عنہما" کی ضمیر کے مرجع میں چار احتمالات ممکن ہیں جو آئندہ عنوان میں آ رہے ہیں۔

### ۵۔ جواب امام بخاری میں احتمالات اربعہ مع ترجیح و تنقیح

الاحتمال الاول عن قاسم و زید: بعض شراح نے عنہما کی ضمیر کا مرجع قاسم بن عوف اور زید بن ارقم کو بتایا۔ اس صوت میں مطلب یہ ہے کہ حضرت قتادہ حدیث مذکور کو حضرت قاسم بن عوف اور زید بن ارقم دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ دوسری صوت صرف پہلا اضطراب جو حضرت ہشام اور سعید بن ابی عروہ کے درمیان واقع ہے ختم ہو سکے گا جب کہ دوسرا اور تیسرا اضطراب بدستور قائم رہے گا۔

الاحتمال الثانی عن زید و نضی: عمشی جامع ترمذی نے بین السطور "عنہما" کی ضمیر کا مرجع حضرت زید بن ارقم اور نضر بن انس کو قرار دیا ہے۔ گویا کہ — حضرت قتادہ نے یہ حدیث حضرت زید بن ارقم اور حضرت نضر بن انس دونوں سے روایت کی ہے۔

الاحتمال الثالث عن نضی و انس: یہ کہ "عنہما" کی ضمیر کا مرجع حضرت نضر بن انس اور انس بن مالک کو قرار دیا جائے یعنی کہ حضرت قتادہ نضر بن انس اور انس بن مالک دونوں سے روایت کرتے ہیں و لا قائل بہ احد الاحتمال الرابع عن قاسم و نضی: امام معینی کے ان یہ آخری توجیہ مرغوب ہے کہ "عنہما" کی ضمیر کا مرجع حضرت قاسم بن عوف اور نضر بن انس ہیں گویا کہ حضرت قتادہ نے حضرت قاسم بن عوف اور نضر بن انس دونوں سے حدیث مذکور کو روایت کیا ہے علامہ النور شاہ صاحب کشمیری کا میلان اسی قول کی جانب ہے۔

ترجیح و تنقیح احتمال اول: پہلے احتمال کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے صرف اس اضطراب کو رفع کیا ہے جو ان کے تلامذہ حضرت ہشام الدستوائی اور حضرت سعید بن ابی عروہ کے مابین واقع ہوا تھا دوسرے اور تیسرے اضطراب کا حل نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ احتمال اول دودھ جگہ باطل ہے۔



۱۔ اس احتمال کے ذریعے ممکن اضطرابات رفع نہیں ہوتے بلکہ صرف اور صرف پہلا اضطراب رفع ہوتا ہے حالانکہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں امام بخاری کا جو قول نقل فرمایا ہے اس سے جملہ اضطرابات کو حل کرنا مطلوب تھا کہ اضطراب اول کو کما حقہ القاضی ۲۔ علامہ حاکم ابو عبد اللہ شافعی نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں تحریر فرمایا ہے کہ "لم یسمع قتادة عن صحابی غیر انس بن مالک" اس قول کی تائید حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی نقل ہے۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت قتادہ کا حضرت زید بن ارقم سے سماع ثابت نہیں۔ نیز علامہ ترمذی صاحب کا مذکورہ صلیبی اپنی کتاب "الکوکب النوری" میں رقمطراز ہیں کہ "ان ولادة قتادة في سلسلة ووفاته زید مختلف من سلسلة الى سلسلة۔ ان تاریخوں سے معلوم ہوا کہ حضرت قتادہ اور حضرت زید بن ارقم کی ملاقات ممکن ہی نہیں۔ ان دو وجوہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ہشام کی روایت قطعی طور پر غلط ہے مگر اس صورت میں یہ سند درست ہوگی جب اس روایت کو حضرت قتادہ نے حضرت زید بن ارقم سے مرسل نقل کیا ہو۔ بہر حال حضرت ہشام کی روایت باقی رواد کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

احتمال ثانی :- بعض حضرات کے ہاں اس احتمال سے تینوں اضطرابات رفع ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قتادہ کا حضرت زید بن ارقم سے بلا واسطہ سماع ممکن نہیں۔ ہاں اگر حضرت زید بن ارقم سے بلا واسطہ روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس احتمال کے مطابق چاروں روایات صحیح ہو جاتی ہیں اور تینوں اضطرابات بھی رفع ہو جاتے۔

احتمال ثالث :- احتمال صرف ایک قسم کا عقلی احتمال ہے۔ علماء اور محققین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ یہ احتمال اس بیہوشی سے غلط ہے کہ امام بیہقی امام احمد بن حنبل سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ کا سلسلہ علمی حضرت زید بن ارقم تک نہ تو بالواسطہ پہنچتا ہے۔ لیکن انس بن مالک تک نہیں۔

احتمال رابع :- یہ آخری احتمال اکثر شارحین کے ہاں صحیح اور راجح ہے کیونکہ اس کو کسی اور شارح نے محلی تنقید نامہ رو نہیں کیا۔ اس احتمال کی تائید حضرت امام جہان کی منقولہ روایات سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں :- "عن شعبۃ عن قتادة

عن القاسم بن عوف الشیبانی عن زید بن ارقم الی آخرہ" اس کے بعد دوسری سند یوں نقل فرماتا عن شعبۃ عن قتادة قال سمعت نضی بن انس یحدث عن زید بن ارقم الی آخرہ" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت قتادہ کے دو تلامذہ حضرت شعبہ اور حضرت سعید کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ دونوں حضرات اس مذکورہ بالا سند کے اعتبار سے حدیث مذکورہ کو حضرت قاسم بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔

الغرض :- چونکہ تینوں اضطرابات وجود عدم واسطہ ۲ تعیین واسطہ ۳ تعیین حضرت صحابی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیقی قول کے مطابق رفع ہو چکے ہیں۔ اب یہ روایت صحیح اور قابل استدلال ہوگی۔ واللہ اعلم

س۳۹۲ م۔ عن شعبۂ عن عبد العزیز بن محمد عن انس بن مالک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اقصھا فی اعوذ بک قال شعبۂ وقد قال مترۃ اخری اعوذ باللہ من الخبیث والخبیث والخبیث قال ابو عیینہ عن حدیث انس اھم شی فی هذا الباب واحسن حدیث زید بن ارقم فی اسنادہ اضطراب روی ہشام الدستوائی وسعید بن الجعد وبنو قتادۃ وقال سعید عن القاسم بن عوف الشیبانی عن زید بن ارقم وقال ہشام عن قتادۃ عن زید بن ارقم ورواہ شعبۂ ومعمّر عن قتادۃ عن المنذر بن انس وقال شعبۂ عن زید بن ارقم وقال معمّر عن المنذر بن انس عن ابيه قال ابو عیینہ سألت محمداً عن هذا فقال یحتمل ان یکون قتادۃ روئی عنہما جمیعاً ۱۔ بنو اھل الحدیث واوضحوا الالفاظ المخطوطة وحذروا انبذاً من احوال انس بن مالک وعدد مسرویاتہ ودرجۃ حفظہ۔ واذکر واسد حدیث زید بن ارقم ولم یرک بعض وجوہ الاضطراب ۲۔ بتینوا صوریۃ الاضطراب وصورۃ دفعہ منفلاً ثم جواب محمداً۔

س۳۹۴ م۔ اوضحوا العبارة وبتینوا وجوہ الاضطراب وصورۃ دفعہ بمالہ مزید علیہ ثم تعریف الاضطراب وحکمہ وحکم هذا الحدیث المضطرب۔ س۳۹۵ م۔ ۱۔ علیکم بیان حدیث زید بن ارقم ومن اخرجه من امہات الست ۲۔ ثم تحقیق الاضطراب الواقع فیہ وتحلیلہ ورفع وما هو حکم حدیث المضطرب وهل یحتاج بہ ام لا ؟

ان پرچوں میں مندرجہ ذیل دس امور بحث طلب ہیں۔ آ۔ تعریف اضطراب۔ ب۔ حکم اضطراب و حدیث مضطرب۔ ج۔ حدیث الباب میں بیان وجوہ اضطراب۔ د۔ تحقیق رفع اضطراب۔ ہ۔ بقول امام بخاری ۴۔ جواب امام بخاری ۵۔ میں احتمالات اربعہ مع ترجیح و تنقیح۔ ۶۔ حدیث سیدنا زید بن ارقم ۷۔ مع بیان تخریج ۸۔ بسبب ترک بعض اضطراب۔ ۹۔ توضیح مراد حدیث ۱۰۔ تشریح الفاظ مخطوطہ۔ ۱۱۔ حالات سیدنا انس بن مالک۔

**الحل**۔ ۱۔ امور بالا میں سے پانچ ابتدائی مباحث حل ہو چکے بقیہ آخری درجہ ذیل ہیں۔ تو تجسے یاد فرمائیں۔ حضرت زید بن ارقم کی حدیث کے الفاظ ۲۔ حدیث سیدنا زید بن ارقم ۳۔ مع بیان تخریج ۴۔ صحیح طور پر وہی ہیں جو آگے چل کر امام



ترمذیؒ نے سیدنا انس بن مالکؓ کے نقل کئے ہیں ان البنی علیہ السلام کا کہ ان کا داخل الخلاء تھا  
اللہم افی اعوذ بک من الخبیث والخبائث - اس حدیث کو امام ترمذی کے علاوہ امام ابو داؤد اور  
امام ابن ماجہؒ نے بھی اپنی اپنی سنن میں تحریر فرمایا ہے (کما رواه صاحب مشکوٰۃ عنہما ص ۱۵۴)

۷۔ سبب ترک بعض اضطرابات :- حمادؒ ۳۔ علامہ عبد الوارثؒ ۴۔ علامہ دھیبؒ۔ ان میں سے

امام شعبہؒ اللہم افی اعوذ بک اور اعوذ باللہ دونوں طرح کے کلمات نقل فرماتے ہیں جب کہ امام حمادؒ صرف  
اللہم افی اعوذ بک علامہ عبد الوارثؒ صرف اعوذ باللہ اور دھیبؒ صرف فلیتحوذ باللہ اپنے شیخ سے روایت  
کرتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں صرف امام شعبہؒ کی روایت کو تحریر فرمایا اور باقی تین تلامذہ کے کلمات مضطرب  
کو ترک فرمایا وہ اس لئے کہ امام شعبہؒ اپنے استاد سے دونوں طرح کے کلمات نقل فرماتے ہیں نیز امام شعبہؒ باقی تین تلامذہ  
کے مقابلے میں اصحاب جرح و تعدیل کے ہاں اوثق اُحفظ ہیں اور انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کا خطاب دیا گیا ہے

۸۔ توضیح مراد حدیث | امام ترمذیؒ حدیث مذکور کو مایقول اذا دخل الخلاء کے باب میں  
لئے ہیں اور اس حدیث سے اس دعا کو بیان کرنا مقصود ہے جو حضور

انورؐ دخول فلاح کے وقت پڑھا کرتے تھے پس امتِ محمدیہ کے لئے اس وقت مخصوص میں اللہم افی اعوذ بک  
من الخبیث والخبائث دالی دعا کا بڑھنا مسنون ہے جس کی برکت سے انسان خبیث جنات و شیاطین کے  
شر سے محفوظ رہتا ہے۔

۹۔ تشییم الفاظ مخطوطہ | آ۔ ابو عیسیٰؒ :- یہ امام ترمذیؒ کی کفایت ہے۔ اس کی مکمل بحث ترجمہ

والحسن :- یہ امام ترمذیؒ کی اپنی ایک بڑی اصطلاح ہے اس کا مفصل حل حدیث لا تقبل صلوة بغیو طہور  
کے ذیل میں گزرا ہے ۲۔ محمدؒ :- یہ شمس المحدثین امام بخاریؒ کا اکرم گرامی ہے ایک مختصر نام و نسب یوں ہے ابو عبد اللہ

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی۔ آپ کی ولادت ۱۹۳ھ اور وفات بعمر ۶۲ سال ۲۵۶ھ ہوئی۔ امام

ترمذیؒ امام بخاریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اس لئے جامع ترمذیؒ میں کئی مقامات پر آپ کا تذکرہ کرتے ہیں تفصیلی

حالات ترجمہ الامام البخاری کے ضمن میں مرقوم ہیں۔

۱۰۔ حالات سیدنا انس بن مالک | ۱۔ اسم و نسب :- انس بن مالک بن نصر الانصاری

البحاری الخزرجی ہے صاحب الاکمال زعمہ اللہ علیہ نے آپ کی  
کفایت ابو حمزہ بیان کی ہے۔

۲۔ احوال و مناقب :- آپ نے مسلسل دس سال تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر اور حضر میں خدمت کی علامہ ابن سعدؒ اپنی کتاب "طبقات" میں فرماتے ہیں اشد شہید مبداء خود سیدنا انسؓ بن مالک سے نقل فرماتے ہیں: "ان ارضت یثیئر فی سنیۃ مرتین" کہ میں اپنے رب سے دُوبار پیداوار حاصل کیا کرتا تھا۔ آپ کی اولاد کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ کثرت تعداد کے سبب آپ اپنی اولاد کے ناموں کو بھول جایا کرتے تھے تقریباً ایک سو تک ان کی تعداد بجا پہنچتی ہے۔

۳۔ علمی کمالات :- حضرت انس بن مالکؓ نے سادات صحابہؓ کی ایک بہت بڑی جماعت سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے جن میں سے مندرجہ ذیل حضرات آپ سے بہت زیادہ احادیث کو روایت کرنے والے ہیں: حضرت موسیٰ بن انسؓ، حضرت نصر بن انسؓ، حضرت ابوبکر بن انسؓ، یہ تینوں حضرات حضرت انس بن مالک کے صاحبزادے ہیں ام ۱۱۰ھ میں اہل سنت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت ثابتؒ البنانیؒ، سیدنا سلیمان التیمیؒ۔

عددِ ہر روایت :- آپ سے روایت شدہ احادیث کی تعداد "۱۲۸۶" (ایک ہزار دو سو چھیالیس) ہے جن میں سے "۱۶۸" ایک سو اسیٹھ احادیث ایسی ہیں جنہیں شیخینؒ نے متفقہ طور پر نقل کیا ہے، علاوہ ازیں "۸۳" احادیث ایسی ہیں جنہیں صرف امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری اور "۷۱" احادیث کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے۔

درجہ حفظ :- آپ کا حافظہ حضرات صحابہؓ میں ضرب الثل تھا۔ باوجود کم عمر ہونے کے آپ کا شمار کثرین صحابہؓ میں سے ہوتا ہے (اصطلاح محدثین میں کثرین ان صحابہ کو کہا جاتا ہے جن کے مرویات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہو۔ جیسا کہ آپ کے عددِ مرویات سے ظاہر ہے) آپ کی نقاہت و قوتِ حافظہ کو دیکھتے ہوئے امیر المؤمنین خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظمؓ نے آپ کو تعلیم فقہ کے لئے بصرہ بھیج دیا تھا۔

خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں حضرت انس بن مالکؓ بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے، امام الکحلۃ علی بن مدینیؒ کا قول ہے کان آخر الصحابة موتاً بآبصرۃ

وفات :- کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو تین اور عند البعض "۹۹" سال تھی آپ کا سن وفات ۹۹ یا ۱۰۰ھ نقل کیا گیا ہے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

(دائم ہے کہ امام اعظمؒ سیدنا امام ابو حنیفہؒ کا سن ولادت ۱۰۰ھ ہے اور باوثوق ذرائع سے آپ کی ملاقات لازم ثابت ہے کما حوالہ ظاہر -)



نسائی صنف البراداد و سلم  
ترمذی صنف عماد و سلم

## ۵۔ استقبال و استدبار قبلہ

ابن ماجہ صنف  
مسلم صنف  
بخاری صنف  
ترمذی صنف  
نسائی صنف  
عماد صنف

۱۔ مذاہب ائمہ۔ استقبال و استدبار قبلہ کے مسئلہ میں فقہائے ائمہ سے دس مذاہب منقول ہیں جن میں سے پانچ مشہور درج ذیل ہیں۔ ۱۔ استقبال اور استدبار قبلہ مطلقاً ناجائز ہے۔ خواہ صحرا میں ہو یا بیوت و بنیان میں اس مسلک کے قائلین میں سیدنا ابو یوسف، انصاری، امام اعظم امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری، امام ابو ہریرہ نخعی، امام اوزاعی، حضرات صاحبین، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن حزم، اور چھوٹے فقہاء و محدثین میں سے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

۲۔ استقبال و استدبار مطلقاً جائز ہے یہ مسلک ائمہ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، علامہ داؤد و سلم ہری، سیدنا عروہ بن زبیر، امام ربیعہ کا ہے۔ ۳۔ بیوت و بنیان میں استقبال اور استدبار دونوں جائز ہیں اور صحرا میں دونوں منوع۔ یہ مسلک سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دارالہجرۃ امام مالک اور امام شافعی کے منقول ہے۔ ۴۔ استدبار مطلقاً خواہ بنیان میں ہو یا صحرا میں جائز اور استقبال مطلقاً ناجائز و مکروہ ہے یہ مذہب امام احمد بن حنبل کا ہے اور علامہ ربیعہ یعنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ سے ایک روایت اس قول کے مطابق بھی نقل کی ہے کہ۔ استقبال علی الاطلاق مکروہ ہے اور استدبار صرف بنیان میں جائز ہے نہ کہ صحرا میں یہ مذہب قاضی امام ابو یوسف کے منقول ہے۔

۲۔ دلائل ائمہ اہل احناف۔ ۱۔ قائلین مذہب اول مندرجہ ذیل چھ احادیث سے منقولہ اور ایک اثر موقوف سیدنا ابو یوسف انصاری کے کو بطور تائید پیش فرماتے ہیں۔ احادیث ابواب ۱۱، عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ایتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ولا تستدبروها ولكن شوقوا وغربوا۔ (رواہ البخاری و سلم و البراد و الترمذی و غیرہم و قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح) ۱۲، عن سلمان قال قيل لئن لم یقتلکم بنوکم کل شیء حتی یخزوا لآ قال اجل لقد نهانا صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلة بغائط او بول۔ (رواہ الترمذی البراد و غیرہم) ۱۳، عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما انالکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم فاذا اقی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یتدبرہا رواہ البراد و غیرہم عن معقل بن ابی معقل الاسدی قال سمعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببول او غائط۔ (رواہ البراد و سلم و غیرہ) ۱۴، عن ابی ایوب قال فقد منا الشام فوجدنا امرأۃ فی بیت مستقبل القبلة فنشرف علیہا فنستغفر اللہ (رواہ البراد و الترمذی و غیرہم) یہ چار احادیث منقولہ جید الاسناد اور ایک اثر موقوف استقبال و استدبار قبلہ کی نفی پر علی الاطلاق صراحۃً دال ہیں جن میں ابہام و غلطی کا شائبہ نہ کہ نہیں ان کے علاوہ عبد اللہ بن الحارث البوامی اور سہل بن حنیف سے بھی ایسی روایات مروی ہیں جن کو کراہت استقبال و استدبار کی تائید میں پیش کرنا غلط عقل و نقل نہ ہوگا جن کی طرف

ابن ترمذی نے دینی الباب کے تحت اشارہ فرمایا ہے (آء عن حذیفہ بن الیمان قال من قبل تجاوا القبلة  
جاء يوم القبا مة وتقبله جن بيده (رواه ابن حبان وابن خزيمة) جب نبی اکرمؐ نے قبیلہ کی جانب اس وقت کی  
سنت و عید بیان فرمائی کہ جس سے اُس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ بالاطلاق لہا ہر جہت جس جہت سے  
تو بول و بمان الی جہت القبلة یقیناً ممنوع ہوں گے کیونکہ وہ بالاتفاق نجس ہیں (آء عن سائب بن یزید  
قال ان رجلاً قوماً فبصق الى القبلة فلهذا النبي ولما غ عن صلاته فقال اللهم لا يصلي بك .....  
فقال النبي صلى الله عليه وسلم انك اذيت الله ورسوله رواه ابو داود و ترمذی اکرمؐ نے جب تھوکنے کی وجہ سے  
اہم کو امامت سے ہمیشہ کے لئے معزول کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انک اذیت اللہ ورسولہ تو بول و بزار کے  
ہائے میں آپ کی کیا رائے ہوگی ؟

**سہ۔ دلائل مسلک ثانی** | اس مسلک کے قائلین اپنی تائید میں مندرجہ ذیل تین احادیث اور ایک دلیل عقلی پیش  
فرماتے ہیں آء عن جابر بن عبد الله قال سئل من من من النبي صلى الله عليه وسلم ان يستقبل القبلة  
بولاً فدايته قبل ان يقبض بعاهم يستقبلها رواه الترمذی و ابو داود و غیر ہما اس حدیث سے قائلین مذہب ثانی  
کا استدلال باس طرز ہے کہ سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کی حدیث اُن جملہ احادیث کے لئے ناسخ ہے جن میں استقبال استدبار  
قبل سے روکا گیا ہے کیونکہ اس حدیث کے الفاظ ضراً ینتہ قبل ان یقبض بعاهم یستقبلها نسخ پر صراحۃً  
دال ہیں آء عن ابن عمر قال رقیق یوماً علی بیت حفصة فذایت النبي صلى الله عليه وسلم علی حاجته  
مستقبل الشام مستدبراً لکعبة رواه الترمذی و ابو داود و آء عن عائشة ————— قالت ذکر عند

رسول الله صلى الله عليه وسلم قومٌ يكرهون ان يستقبلوا بغير وجههم القبلة فقال اراهم قد فعلوها استقبالاً  
مقعداً الى القبلة۔ رواه ابن ماجه تم۔ دلیل عقلی چونکہ اس مسئلہ استقبال و استدبار میں احادیث متعارضہ  
مڑی ہیں اور عمل بالا حدیث متعذر معلوم ہوتا ہے اس لئے اصل کی طرف رجوع کریں گے والا اصل فی الاشیاء لا باحۃ  
دلائل مسلک ثالث | اس مسلک کے قائلین سیدنا جابر بن عبد اللہؓ سیدنا ابن عمرؓ اور سیدۃ عائشہ صدیقہؓ  
کی روایات کو اپنا استدلال بناتے ہیں جو دلائل مسلک ثانی کے ذیل میں گزر چکیں یہ حضرات ان دلائل ثلاثہ سے استدلال  
یوں کرتے ہیں کہ دلائل بالا سے استقبال و استدبار کی اباحت معلوم ہوتی ہے جو فقط بنیان و ہیوت  
کی صورت پر محمول ہے جس کی تائید درج ذیل اثر موقوف سے ہوتی ہے عن مردان الاصفہانی قال اناخ راحلتہ  
ابن عمرؓ نحو القبلة ثم جلس یبول الیہا فقال فاذا کان بینک و بین القبلة شئ بسترک فلا بأس بہ  
(رواہ ابو داود)

**دلائل مسلک رابع** | اس مذہب کے متبعین ا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔  
جو پہلے گزر چکی کیونکہ اس حدیث کے کلمات مستقبل الشام مستدبراً لکعبة جواز استقبال پر صراحۃً دال ہیں۔



۱۔ دلیل عقلی۔ مستقبل میں سورۃ اب اور ترک کہ غیر ہے اس لئے استقبال نامائز ہے۔ بخلاف استدلال  
کے کہ اس صورت میں ترک تعلیم لازم ہی نہیں آتی کیونکہ سبب منع و کراہت القار قذراء الی جہۃ القبلہ ہے جو کہ بحالت استدلال غلط ہے  
دلیل مسلک خاص۔ یہ حضرات سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو اس طور اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔  
کہ حضور ﷺ چونکہ بحالت بنیان مستند برائے کعبہ تھے تو اس لئے استدلال کعبہ بحالت بنیان جائز ہے باقی ثبوت مکرر ہیں۔

۲۔ جوابات حدیث جابن۔ حضرت جابرؓ کی حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق اور ابان بن صالح  
دونوں مشکم فیہ راوی ہیں۔ محمد بن اسحاق کے بارے میں مندرجہ ذیل چار ناقدین نے شدید جرح کی ہے  
آ۔ امام نسائی کا فرمان ہے اللہ یس بالقوی ۴۔ امام داؤد طحاوی فرماتے ہیں لا یحتاج بہ ۳۔ امام سلیمان تیمی کا یہ قول  
مشہور ہے انتہ کذاب ایسا ہی ایک قول سیدنا ہشام بن عروہؓ سے بھی منقول ہے ۴۔ امام داریم و امام ابن انس فرمایا  
کرتے تھے لان اقمنا فیما بین الحج و باب بیت اللہ لقلت انتہ دجال کذاب لست اباہی (کیونکہ امام امام کی  
تحقیق کے مطابق محمد بن اسحاق رافضی و قدیمی تھے بعض اصحاب جرح و تعدیل جن میں حضرت عبداللہ بن المبارک  
علامہ ابن معین ابن مسقالی اور ابن حاتم کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں محمد بن اسحاق کی توثیق و تعدیل بھی فرمائی ہے۔  
بہر حال یہ وہ راوی ہیں جن کے متعلق علماء حدیث کا بہت شدید اختلاف ہوا۔

اور ہمیں کسی دوسرے راوی کے بارے میں اس قدر اختلاف نظر نہیں آتا۔ علمائے اہل سنت کا اس  
بات پر اتفاق ہے کہ سند کے کسی راوی پر جرح ہونے کی صورت میں وہ حدیث ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ جرح  
تعدیل کے مقابلے میں راجح ہے لہذا اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرنا ہی مناسب نہیں ہے چہ جائیکہ اس حدیث کے بارے میں  
یہ قول کیا جائے کہ یہ حدیث احادیث مفردہ و صحیحہ کہلاتے تھے نسخ ہے کیونکہ اصول حدیث کا مسلمہ قائلہ ہے اننا نسخ لا بد  
ان یکون فی قرآنہ نسخ کناخ صحت و قوت کے اعتبار سے منسوخ سے بڑھکر ہو یا کم از کم اس کے مساوی ہو۔  
دوسرے راوی ابان بن صالح کو مندرجہ ذیل دو اصحاب نے ضعیف قرار دیا ہے۔

آ۔ علامہ حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب التمهید میں رقمطراز ہیں کہ ابان بن صالح کی یہ روایت ضعیف ہے۔  
۴۔ علامہ ابن حزم الظاہری نے المحلی میں ابان بن صالح پر جرح کرتے ہوئے انہیں ضعیف قرار دیا ہے بہر حال یہ حدیث  
ضعیف چونکہ سات احادیث صحیحہ و مرفوعہ کے معارض ہے اس لئے مسترد ہوگی۔

۲۔ جوابات حدیث عائشہؓ۔ سند مشکم فیہ۔ علماء و محدثین نے حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کے سند و متن  
پر کلام کیا ہے اس حدیث کی سند کچھ یوں نقل کی گئی ہے۔ اس سند کے بارے میں اصحاب جرح و تعدیل کے  
اقوال درج ذیل ہیں۔ علامہ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ خالد بن ابی صلت کی روایت منکرہ ہے  
کیونکہ ان کے دوسرے ساتھی معمر بن ربیعہ جو کہ ثقہ ہیں وہ حدیث پاک کو نقل کرتے وقت اس متن کو ذکر نہیں فرماتے۔

۱۔ حضرت جعفر بن زبیر حضرت عراک بن مالک اور حضرت عائشہؓ کے درمیان حضرت عروہ کا واسطہ بھی نقل کرتے ہیں۔  
 ۲۔ امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کی سند دو جگہ سے منقطع ہے، تفصیل مسند ذیل ہے۔  
 ۳۔ خالد بن ابی صلت کساع حضرت عراک سے نہیں۔

۴۔ حضرت عراک کا کساع حضرت عائشہؓ سے نہیں۔

۵۔ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل کا قول نقل فرماتے ہیں اسنادہ مرسل لان عراکاً لم یبع عن عائشہ  
 ۶۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ حدیث عراک بن مالک عن عائشہ موقوف علیہ عائشہ اس قول کی  
 تائید ابن ابی حاتم کی روایت سے بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی یہ حدیث موقوفاً نقل کی ہے۔

بہر حال یہ روایت یا تو منکر ہے یا منقطع یا موقوف۔ جو بھی صورت ہو یہ حدیث ان احادیثِ صحیحہ مرفوعہ  
 جیدہ سند کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے جو کرامتہ استقبال و استدبار پر صراحۃً دال ہیں؟ ۲۔ قبل النہی۔ اگر اس کے متن پر  
 غور کیا جائے تو ابن جریم ظاہریؒ کا یہ قول ومن الباطل المحال ان یکون حدیث عراک بن مالک عن عائشہ  
 بعد النہی۔ بالکل صحیح نظر آنے لگتا ہے کیونکہ اگر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث مقدم ہوتی تو آپ صحابہ کرام  
 کے استقبال قبلہ پر اظہارِ تعجب نہ فرماتے بلکہ آپ کو مسرت ہوتی تو معلوم ہوا کہ حدیث ابو ایوب انصاریؓ مانع ہے اور  
 حدیث عائشہؓ موقوف ۲۔ مقعد بمعنی نشست گاہ :- بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا کہ مقعد کے معنی نشست گاہ

کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور کیؐ نے استقبال و استدبار کی بھی فرمائی تو صحابہ کرام اس بارے میں مبالغہ سے  
 کام لینے لگے اور انہوں نے عام مجالس میں بھی استقبال و استدبار قبلہ سے پرہیز شروع کر دیا۔ تو جب حضور انورؐ کو حضرات  
 صحابہ کے اس غلو اور مبالغہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ "استقبلوا بمقعدی الی القبلة" (یہ جواب چنداں درست نہیں)۔

۴۔ بیان جواز کے لئے :- احقر کے نزدیک اگر محنت حدیث کو تسلیم کر لیا جائے نیز یہ حدیث بعد النہی ہو تو اس حدیث کا  
 مطلب یہ ہوگا کہ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث تھی کہ حضرت صحابہؓ نے حرمت شدیدہ پر محمول فرمایا تھا نفی حرمت  
 اور محض اثبات کرامت کی غرض سے آپ نے استقبلوا بمقعدی الی القبلة کا حکم فرمایا۔

۵۔ جوابات حدیث ابن عمرؓ :- سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کی صحت کے بارے میں کسی محدث  
 نے کلام نہیں فرمایا اس لئے یہ حدیث سنداً بالکل صحیح ہے، لیکن حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے رتبہ "صحیحہ"  
 بہت کم ہے کیونکہ امام ترمذیؒ نے احسن مشائی فی ہذا الباب و احکم کانتوی صرف اور صرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ  
 کی روایت کے بارے میں دیا ہے۔ اس حدیث کے متن کے مختلف جوابات علماء و محدثین سے منقول ہیں جن کو  
 بالتفصیل زیر قسط اس کیا جاتا ہے۔

۱۔ احادیثِ قولیہ :- اصول حدیث کا اتفاقی قاعدہ ہے کہ جس زمت احادیثِ قولیہ و فعلیہ کا مفہوم آپس میں تعارض  
 ہو جائے تو احادیثِ قولیہ کو ترجیح ہوتی ہے۔



۲۔ ترجیح حدیث محرم ۱۔ حدیث ابن عمرؓ ایک امر کے اباحت پر دال ہے۔ بخلاف حدیث ابو ایوب انصاری کے کہ ان کی روایت محرم ہے اور ملا کے ہاں اتفاقاً محدث پر یہ بات مسلم ہے کہ اکثر جمیع المصنفین ان روایت المتعارفین میں المبیح والمحرّم ۳۔ احادیث کثیرہ مومئہ ۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ایک غامض واقعہ کی نشاندہی کرتی ہے جس سے کوئی ضابطہ وقاعدہ معلوم نہیں ہوتا بخلاف حدیث سیدنا ابو ایوبؓ کے کہ وہ ایک ضابطہ وکلیہ کے بیان میں ہے۔ علماء اصولیین ہمیشہ اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں کہ جس میں کسی قانون کی کوہین کیا گیا ہو۔ ————— کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث کا متن علماء منطق کے ہاں تفسیر شرعیہ اہلہ ہے اور منطق کا یہ قول مشہور ہے کہ مہملات العلم کلیاتے تو حاصل عبارت یوں ہوگی کلمات ایتیم الغلط فلا تستقبل القبلة بغائط ولا بول ولا تستبرؤھا۔

۴۔ ترجیح حدیث حکم مع السبب ۵۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث حکم مع السبب پر مشتمل ہے کیونکہ یہیں لا تستقبل القبلة ولا تستبرؤھا ————— حکم ہے اور اتیان الغلط سبب ہے۔ لیکن حدیث ابن عمرؓ ایک کیفیت پر دال ہے۔ نہ وہاں کوئی حکم ہے، اور نہ ہی کوئی سبب کیونکہ اس میں بہت سے احتمالات متصور ہیں۔ تو اس صورت میں اصولیین کا یہ قاعدہ ہے کہ حدیث مشتمل علی حکم مع السبب یکون الاقدم من غیرہ۔

۵۔ روایت اجمالی فقط ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں دو احتمال ہیں آ۔ روایت اجمالی آا۔ روایت تفصیل آ۔ روایت تفصیلی کئی وجوہ سے محال ہے۔

آ۔ خود حدیث ابن عمرؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے وكان البنتی محجوباً بلبنین تو اس لئے امام ائمہؓ اور صاحب نوا اور الأصول جواباً فرمایا کرتے تھے اتے ابن عمرؓ لم یزال رأسه وفي الاستقبال ولا استدباراً للخصر المخصوص لا الرأس

۳۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ بہت چھپ کر قفائے حاجت فرمایا کرتے تھے تو یقیناً اس وقت بھی حضورؐ کا جسم مبارک کیف ونبیان میں مستور ہوگا وگرنہ یہ روایت قائلین مذمب ثالث وابع کی مخالف ہوگی مؤید نہیں کیونکہ اگر وہاں کیف نہیں تو اس سے مسک ثالث وابع ثابت نہ ہوا اگر کیف ہے تو پھر روایت تفصیلی ممکن نہیں۔

۴۔ چونکہ یہ حالت شرم و حیا کی ہوتی ہے اس لئے صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے یہ بات کو سول بعید ہے کہ آپ نے حضورؐ کی طرف اس حالت میں روایت تفصیلی فرمائی ہو بہر حال ان جملہ وجوہ کے سبب یہاں روایت تفصیلی محال ہے۔ لہذا روایت اجمالی ہوگی نہ تفصیلی۔ کما حواظ اہل اس صورت میں استدبار قبلہ ثابت نہ ہوگا۔ تو جب استدبار قبلہ ثابت نہ ہوا تو اس حدیث ابن عمرؓ کو بطور دلیل پیش کرنا بھی صحیح نہ ہوگا۔

۹۔ مخالفت میں کعبہ برائے قبلہ کعبہ۔ بعض فقہاء روئے لکھا ہے کہ نماز کے استقبال قبلہ اور قضاائے حاجت کے استقبال قبلہ میں بہت فرق ہے اس لئے کہ نماز کے لئے استقبال الیٰ الجہۃ کافی ہے۔ استقبال الیٰ قبلہ ضروری نہیں بلکہ ان قضاائے حاجت کے کہ اس میں استقبال واستدبار الیٰ بین القبلۃ منوع ہے نہ کہ الیٰ جہۃ القبلہ نہ اگر استقبال واستدبار الیٰ جہۃ القبلہ ہو جائے تو بائس۔

آخر کے ہاں یہ توضیح غلط ہے کیونکہ حدیث الباب کے یہ کلمات لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها لیکن مشرک اور غیور اس بات پر مہم امتہ وال ہیں کہ قضاہ حاجت کیسے بھی نیت کا متبر ہے میں قبلہ کا نہیں نیز مسلوٰۃ کے استقبال اور قضاائے حاجت کے استقبال میں تفریق کے لئے کوئی دلیل نقلی و عقلی بھی ہمیں نہیں ملتی ہے علم و فقہاء تحریر فرمایا ہو۔ ہاں اگر یوں کہا جائے کہ حضور اکرمؐ کے لئے نماز اور قضاہ حاجت دونوں میں استقبال کا اعتبار ہے اور نیت محمدیہ کے لئے نیت کا۔ تو پھر یہ توضیح صحیح ہوگی یعنی فرق حضور اکرمؐ کو نیت کے اعتبار سے ہے نہ کہ نماز اور قضاہ حاجت کے اعتبار سے۔ واللہ اعلم۔

۱۰۔ اگر استدبار الیٰ قبلہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مندرجہ ذیل اختلافات باقی رہتے ہیں۔  
آ۔ یہ کہ حضور اکرمؐ کی خصوصیت ہو اس لئے کہ بہت والہامیت کا یہ عقیدہ ہے کہ انا لحقیقۃ توحید  
ہی من حقیقۃ طاعتہ واستقبال واستدبار سے منع کی علت امتیاز من سواک ادب ہے۔ اور جب حضور اکرمؐ کے جملہ اعضا کعبہ سے اشراف و افضل ہو گئے تو لیس فی استقبال ایسا حائز تعظیم جیسا کہ یہ آپ کے خصوصیت تھی کہ آپ کے فضیلت کو زمین نکل جاتی تھی۔

۱۱۔ یہ حالت مذکورہ پر معمول ہے۔ اور قاعدہ ہے لا یدخل فیہ المذہبات جس طرح کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ مذکورہ قول قائل ثابت ہے۔

۱۲۔ یہ ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف و الہام کے ذریعے قبلہ دکھایا گیا ہو۔ اس آپ نے اس وقت میں قبلہ سے انحراف کیا ہوا ہو۔ اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرمؐ کے لئے انحراف من عین القبلہ ضروری ہے من جہۃ القبلہ ضروری نہیں۔ جس طرح کہ امیر مہر شہناہ پاشی کو نماز و بطریق کشف آپ کو دکھایا گیا تھا۔

۱۳۔ یہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ منع استقبال واستدبار سے قبل کا ہو۔ تو پھر حدیث عینا یوبہ الصالحۃ اس روایت کے لئے ناسخ ہوگی۔

۱۴۔ علامہ بحر العلوم لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ صحرا اور بنیان میں تفریق کی وجہ کیا ہے کہ صحرا میں تو استقبال واستدبار مطلقاً ناجائز ہو اور بنیان میں جائز اگر یہ جواب دیا جائے کہ بنیان میں مکان و جدار وغیرہ حائل ہو جاتے ہیں جس کے سبب ترک تعظیم بیت اللہ لازم نہیں آتی۔ بخلاف صحرا کے کہ وہاں چونکہ کوئی بناء حائل نہیں۔ اس لئے سو ادب لازم آئے گا۔ اس جواب پر علامہ بحر العلوم لکھنویؒ فرماتے ہیں اگر کسی حائل کے وجود سے ترک تعظیم لازم نہیں آتی تو کوئی ایسی ضرورت بتاؤ کہ جہاں مستقبل دستبر بیت اللہ کے مابین کوئی حائل نہ ہو



اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ درسیان میں کوئی حائل نہیں تو انکی بہر حال حائل ہے لہذا کیونکہ مشاہد سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ زمین گول ہے (الارض مدورۃ)

۱۔ جب حضور اکرمؐ نے آپؐ کی آواز سنی تو آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف پھیر دیا جس سے انہیں شبہ ہوا کہ حضور اکرمؐ مستدبر الکعبہ ہیں حالانکہ آپؐ مشرق و مغرب میں بیٹھے ہونے لگے اور تعینِ جہت کے لئے سینے کا اعتبار ہوتا ہے۔ سنہ کا نہیں ممکن ہے کہ آپؐ کا سینہ مبارک کعبہ کی طرف نہ ہوا اور چہرہ مبارک کعبہ کی طرف نہ ہو۔ (۵) جوابات اثر موقوف ابن عمرؓ: یہ اثر موقوف سنداً شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کا ناقل حسن بن

ذکوان ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اصحاب جرح و تعدیل نے بہت ہی عجیب کلمات سے تصنیف فرمائی ہے۔ آ۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: احادیث اباطیل ۲۔ علامہ سیوطی بن معینؒ ان کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: انه منکر الحدیث وصاحب الاولید ۳۔ علامہ عبدالرحمان مہدی فرمایا کرتے تھے: لا یجیحیح صحیحہ ۴۔

۴۔ امام نسائیؒ کا فرمان ہے: انتہ یس بالقوی (دیکھ قال ابو حاتم) ۵۔ علامہ ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں:

انتہ یس عندی بالقوی

۵۔ وجوہ تخریج: ۱۔ مراجع الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپؐ کے متبعین و مقلدین کا مسلک کئی وجوہ سے رائج ہے۔ ذیل میں چند وجوہ تخریج نقل کئے جاتے ہیں: ۱۔ اصح ما فی الباب: ہمارا مسلک بحمد اللہ

چھ احادیث صحیحہ و مرفوعہ جید الاسناد اور ایک اثر موقوف حمید السند سے مؤید ہے۔ جن میں سے حضرت ابویوب انصاریؓ کی روایت باتفاق المحدثین اصح ما فی الباب ہے اور ہم دعویٰ سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ کوئی روایت اور کوئی حدیث سنداً و متناً اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۲۔ بسبب قواعد اربعہ:۔ یہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت ابویوب انصاریؓ کی روایت مبارکہ علماء اصولیین کے قواعد کے تحت کئی وجوہ سے باقی احادیث متعارضہ کے

مقابلے میں رائج ہے آ۔ یہ قولی ہے آ۔ اس میں قاعدہ کلیہ کا بیان ہے آ۔ یہ روایت محترم ہے آ۔ حدیث حکم مع البسب پر مشتمل ہے۔ ۳۔ ادفع بالقول:۔ تعظیم شعائر اللہ کا مقتضار بھی یہی ہے کہ استقبال و استدبار مطلقاً ناجائز ہو اور کعبۃ اللہ کا شعائر اللہ سے ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے کیونکہ ارشاد باری ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ گویا کہ حضرت ابویوب انصاریؓ کی روایت موافق بالقرآن اور بالقیاس ہے ۴۔ بسبب آثار و اقوال:۔ مسلک حنفیہ کی تائید کئی اکابر صحابہ اور مشاہیر محدثین کے اقوال سے ہوتی ہے جن میں سے مشہور اقوال ذیل قرطاس کئے جاتے ہیں۔

آ۔ حضرت ابویوب انصاریؓ کا قول کہ فخذوا عنہا و نستغفر اللہ تائید احناف میں ایک بین دلیل ہے

آ۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے: ما استقبلت رما استدبرت مدۃ عسوی

آ۔ علامہ ابن عزمؒ ظاہری اور علامہ ابوبکر ابن عربیؒ فرماتے ہیں: ان الاقرب مذهب ابی حنیفہؒ

آ۔ حنبلی مسلک کے بہت بڑے عالم علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب السنن میں تحریر فرماتے ہیں: التوجیم لمذہب ابی حنیفہؒ

## وفاق المدارس العربیہ

سنة ۱۲۹۲ھ باب التتمی عن استقبال القبلة لينا خطا واولى - حديث ابى ايوب الانصاري من اخرج  
من الائمة الشعة بينوا المذاهب المختلفة في الاستقبال والاستدبار وعلقة النهي ودلائل كل مذهب  
وتجميع ما هو الحق عندكم والجواب عن حديث ابن عمر ارقيت بيت حفصة وعن حديث جابر  
رايت قبل ان يقبض بعام يستقبلها عن حديث عراك عن عائشة حوّلوا مقعد ق قبل القبلة  
بينوا بالتفصيل ثم بعد ذلك بينوا اسم ابى ايوب ونسباً من احوالهم الله

(ترمذی ۱۳۹۲ھ)

الخ بينوا المذاهب المختلفة في الاستقبال والاستدبار  
وعلقة النهي ودلائل كل مذهب وتجميع ما هو الحق عندكم والجواب عن حديث ابن عمر ارقيت بيت  
حفصة وعن حديث جابر رايت قبل ان يقبض بعام يستقبلها وعن حديث عراك عن عائشة  
حوّلوا مقعد ق قبل القبلة بينوا لا وبحثوا فيهم بحثاً مشبعاً ثم بعد ذلك بينوا اسم ابى ايوب ونسباً  
من احوالهم وفقكم الله تعالى -

(نسائی ۱۳۹۲ھ، ابوداؤد ۱۳۸۳ھ اور مختلف سنوات ۱۳۹۵ھ)

مندرجہ بالا پرچوں میں بیان اور محل طلب ہیں آ۔ ترجمہ مختصر تشریح آ۔ مذہب ائمہ  
آ۔ بیان آیت (الف) دلیل اخاف (ب) دلیل ائمہ آ۔ فرق ثانی کی طرف سے جواب حدیث  
آ۔ جوابات آ۔ وجہ ترجیح آ۔ حدیث الباب کے دیگر مستخرجین وناقلین آ۔ ممانعت استقبال استدبار  
کی علت آ۔ مختصر حالات سیدنا ابوالیوب انصاریؓ

**الحل** - گیارہ اور میں سے چھ بیان ہو چکے ہقیہ چار درج ذیل ہیں جبکہ نمبر ۱۴۵ مت پر  
ملاحظہ فرمائیں۔



۸۔ ترجمہ و فقہ تشریح: سیدنا ابویوب انصاریؓ بیان فرماتے ہیں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کیلئے بیرون مکان میں جملے تو وہاں آبد کو طرف اپنا منہ کرے اور نہ اُنکی طرف اپنی پشت دیاخانہ کے وقت اور نہ پیشاب کرتے وقت بلکہ مشرق و غرب کی طرف اپنا رخ رکھے اور جبکہ قہر شام لاگتا ہو تو یہ خطاب بالاجل اہل منہ کو ہے اہل شرق کیلئے مشرق و جنوب کا حکم ہے سیدنا ابویوب انصاریؓ کا فریضہ میں کہ جب ہم رمضان مبارک میں ایک شام میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ بیت المقدیہ پر غبار ہے جو بھی لوگ ہمیں اس سمت پہنچنا شروع پھیر لیتے تھے اور بت ذوالحجہ کے فریضہ میں کہ حدیث الباب کے مستخرجین و تاملین: اس حدیث کو جملہ ارباب صحاح سترہ اور جملہ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث بالفاق المذہبین صحیح مافی الباب ہے امام ترمذیؒ اس روایت مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حدیث ابی یوب حسن شفی فی هذا الباب واضح۔

۹۔ معا لعت استقبال واستقبال کی علت: ار حضرات اخفاء اور جہور فقہاء و تابعینؒ کے نزدیک عدم استقبال واستقبال کے حکم کی علت احترام قبلہ ہے لہذا بیان و سحر اذمان و مکان کی تقید و تخصیص کے بغیر یہ حکم عام ہوگا قواعد شافعیؒ اور بعض فقہاء کے نزدیک استقبال واستقبال کے بھی کی علت احترام مصلیٰ ہے نہ کہ احترام قبلہ۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ مسئلہ الباب میں آئہ تمام احادیث میں لغوی قبلہ صراحت موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ بھی کی علت احترام قبلہ ہے نیز اگر علت احترام مصلیٰ ہے تو پھر تو کسی بھی سمت میں قضاء حاجت کی امانت نہ ہونی چاہئے۔ امام احمدؒ اور بعض مجازین کے نزدیک بھی کی علت ہے تو احترام قبلہ لیکن بصورتہ استدبار چونکہ تقاریر فقہاء کا رخ زمین کی طرف ہوتا ہے قبلہ کی طرف نہیں لہذا استدبار قبلہ درست ہوگا جب کہ استقبال قبلہ کی صورت میں لوگوں کی دعا کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے لہذا استقبال قبلہ مطلقاً ممنوع ہے۔ مگر یہ علت بھی مرجوح ہے کیونکہ بوقت القاء بزرگ انداز کی طرح استقبال میں بھی القاء قذرة کا رخ زمین کی طرف ہوتا ہے لہذا استقبال بھی جائز ہونا چاہئے حالانکہ استقبال مطلقاً ناجائز ہے۔

۱۰۔ مختصر حالات سیدنا ابویوب انصاریؓ: نام کرامی: خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ الانصاریؓ البخاریؓ الخ۔ حالات: حضرت ابویوب انصاریؓ ضعیل القدر مشہور صحابی ہیں حضور اکرمؐ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ نے انہیں کے بیت مکرم میں تقریباً ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ حالانکہ بڑے بڑے امراء اور رؤساء نے حضور اکرمؐ کو اپنے ہاں ٹھہرانے کی بہت ہی کوشش فرمائی لیکن آپؐ نے تمام رؤساء کو خلو فاقنی فاسلماماً فرما کر یوں فرمایا: اگر کار حضور اکرمؐ کی ادنیٰ جگہ سیدنا ابویوب انصاریؓ کے گھر کے قریب میں جا کر بیٹھی جس کے طفیل حضرت ابویوب انصاریؓ کو حضور اکرمؐ کی بہمان فوازی کی عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ آپؐ کی پوری زندگی اعلیٰ کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں گزری چنانچہ آپؐ جملہ غزوات و سرایا میں پیش پیش تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال بھی غزوۃ قسطنطنیہ میں ہوا۔ حضور اکرمؐ کی دارِ صحن مبارک کے چند بال تبرک آپؐ کے پاس محفوظ تھے تو اسی پر حضور انورؐ نے آپؐ کو دعا دی: لا یصیبک السوء یا ابا یوب۔ آپؐ ان صحابہ کرامؓ میں ہیں جنہیں سبقت الی السلام کا امتیاز و کرم حاصل ہے آپؐ ہذا محمد بیعت لیلۃ العقبہ اور بیت الرضوان میں شریک رہے۔

## ۶۔ تعداد احجار

**استنبار بالا حجار میں اقوال ائمہ** | استنبار بالا حجار کے مسئلہ میں فقہاء ائمہ سے مدرجہ ذیل دونوں متفق ہیں۔ ۱۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ، حضرات صاحبین امام سفیان ثوری، اور امام دارالہجۃ امام مالک کے ان الفاظ (مضانی) واجب ہے۔ خواہ تثلیث فی الاحجار سے حاصل ہو یا کم بیش سے۔ اس تثلیث فی العدد اور اتیار دونوں مستحب ہیں، ضروری نہیں اگر حجر واحد یا حجرین کے استعمال سے قلع نجاستہ اور انقاہ حاصل ہو جائے تو بجز ثانی یا ثالث کو استعمال کرنا واجب و ضروری نہیں۔ ۲۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابو ثور کے نزدیک استنبار میں انقاہ اور تثلیث دونوں واجب ہیں اور بعد از تثلیث اتیار مستحب ہے۔ اگر ایک ہی پتھر کے تین اطراف ہوں اور ہر کوئے کو استنبار کے لئے استعمال کیا جائے تو بھی یہ عمل تثلیث فی الاحجار بطرح مشق ہوگا لیکن افضل و اولیٰ یہی ہے کہ تین مستقل پتھروں کو استعمال کیا جائے۔ ہاں اگر قبل اور در دونوں کا استنبار مقصود ہو تو پھر ششہ احجار یا ششہ مستحاجہ پتھر کمزور ہو واجب ہوں گا کہ ہر ایک کے لئے تثلیث فی الاحجار یا تثلیث فی المسحات پر عمل ہو سکے۔ علماء اخاف مندرجہ ذیل چار احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ **دلائل اخاف** : **آر عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استبحر فلیتر من فضل احسن ومن لا فلا حرج** (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہم) ۲۔ **من عاتقہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذہب معہ ثلاثۃ احجار فلیستطب بہا فانہا تجزی عندہ** (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہما)۔

اس حدیث صحیح میں فانہا تجزی عندہ کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مقصود صرف اور صرف ازالہ نجاست اور انقاہ ہے نہ کہ تثلیث و اتیار، چونکہ عموماً تثلیث احجار سے ازالہ نجاست ہو جاتا ہے لہذا احادیث صحیحہ میں عموماً اسی مد کو ذکر فرمایا گیا۔ ۳۔ **عن عبد اللہ بن مسعود** یقول **انی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغائط فاحذ المجمرین و اتقی الروثہ و قال ہذا رکسن** (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما) یہ حدیث مبارک مسلک غنیہ کے لئے بہترین مؤید کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انقاہ و روثہ سے یہ ثابت فرمادیا کہ انقاہ ضروری ہے تثلیث و اتیار نہیں۔

۴۔ **عن ابی ایوب الانصاری** قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تغوط احدکم فلیمسح بثلاثۃ احجار فان ذلک کافیہ (رواہ الطبرانی فی المعجم و الاوسط و رجالہ موثقون) ان احادیث صحیحہ کے علاوہ امام بخاری، امام بزاز، امام دارقطنی اور صاحب نصب الراية نے اپنی اپنی کتب میں مختلف احادیث کو مختلف اسناد



مطلق سے روایت فرمایا ہے جس سے مسلک احناف اکثر اللہ سوا دھم کا متوہ بانہ حدیث ہونا بالکل واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔

۳۔ **دلائل المتبر** قائلین مذہب ثانی نے حضرت سلمان فارسی کی حدیث الباب کے اس جملے: "ادان یستجی احدنا باقل من ثلاثة اجمار" کو بطور دلیل پیش فرمایا ہے نیز یہ حضرات ہر اس دلیل کو بطور حدیث پیش فرماتے ہیں جس میں ثلاثہ اجمار کا ذکر ہے۔

۴۔ **جوابات** ضروری نہیں کہ تثلیث اجمار کے وجوب کا قول کیا جائے۔ بلکہ ان احادیث صحیحہ سے عدد مذکور کی سنیت معلوم ہوتی ہے نہ کہ وجوب و فرضیت۔ کیونکہ یہی عدد احکام شریعہ میں کئی مقام پر وارد ہوا ہے۔ اور بالاتفاق اس عدد کو استحباب پر محمول کیا گیا ہے وجوب کا قول کسی نے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اہل ظواہر حضرات (جو کہ احادیث کے ظاہری الفاظ کو مد نظر رکھ کر مسائل کی تخریج فرماتے ہیں اور وقت نظری سے کام نہیں لیتے) کے امام علامہ داؤد ظاہری کے ہاں بھی تثلیث اجمار استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر۔ مثلاً نیند سے بیدار ہونے والے شخص کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا استيقظ احدكم من الليل فلا يدخل يده

في الاما حتى يفرغ البها ثلاثا اور اسی طرح متوفی کے لئے غسل اعضا کے بارے

میں آپ نے تثلیث کا امر فرمایا لیکن بالاتفاق قائلین مذہب ثانی کے نزدیک بھی ان مواضع میں یہ ادلہ زہد و استحباب پر محمول کئے جاتے ہیں وجوب پر نہیں۔ آپ کے ہاں کون سا ایسا ترمیم ہے جس کے سبب آپ حضرات استبراء بالجوارہ میں تو امر بالتثلیث کو وجوب پر محمول فرماتے ہیں اور باقی احکام شریعہ میں امر بالتثلیث کو زہد و استحباب پر فعلیکم البیان فعاہدوا بکم نہ ہو جو ابنا۔

۵۔ **ازالہ نجاست بالتثلیث غالباً** اگر یہاں امر شارع کو الامور للوجوب کے تحت وجوب کے خلاف نہیں سمجھتی۔ کیونکہ عموماً ازالہ نجاست تثلیث اجمار سے ہی حاصل ہوتا ہے اس لئے حضور انورؐ نے اسی عدد کے بیان پر اقتصار فرمایا۔ ہاں مفسر و اسلی صرف اور صرف انکار ہے نہ کہ تثلیث۔

۶۔ **ثلاث مسحات کے اکتفا پر اجماع** خود قائلین مذہب ثانی کے ہاں بھی اس حدیث مبارکہ پر اس وقت جس کے تین کوٹنے ہوں۔ تو اس صریح میں بالاتفاق بشرط حصول انقار، عمل علی الوجوب ہو جائیگا حالانکہ ثلاثہ اجمار کو استعمال نہیں کیا گیا۔ اگر تثلیث اجمار کا امر وجوباً درجے میں ہوتا تو آپ ایسے مستثنیٰ پر

ترک واجب کا حکم لگاتے اور اس کے استنبی کا اعتبار کرتے۔

## ۵۔ استنجار اور استنجا کی لغوی تحقیق

والجما جمع الجسود وھی الحماة والجحارة الصغار (یعنی ڈھیلے کا استعمال) اور اس کا دوسرا نام الاستنجا بھی ہے۔ (الاستنجا) یہ نجو سے ماخوذ ہے۔ والنحو ماخرج من البطن من ریح او غائط: امام نوویؒ نے فرمایا کہ: الاستنجار ہو موضع النجوى المقطع یعنی قطع الاذى والنجس۔ جمہور اہل لغت یوں گویا ہیں کہ: الاستنجار ہو طلب النجوى والعذرة أى النجاسة۔ اس اعتبار سے استنجار کے معنی یوں ٹھہرے: الاستنجار ہو طلب ازالة النجاسة بعض حضرات کے ہاں استنجار کا لفظ عربی کے ایک جملے نجوت الشجوة سے ماخوذ ہے جس کے معنی درخت کو جڑ سے کاٹ لینے کے ہیں اور استنجار بھی نجاست کو مقل نجاست سے کاٹ دینا ہے۔

## ۶۔ مسئلہ استنجار بالماء میں مذاہب و دلائل

ہاں اگر استنجا بالماء اور استنجا بالجماء میں سے کسی ایک پر اکتفا کر لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن دونوں کا اجتماع مستحب اور افضل ہے خاص کر ہمارے اس زمانے میں دونوں کا اجتماع انتہائی ضروری ہے۔  
حضرات احناف کے ہاں اگر نجاست قدرے سے بقدر درہم متجاوز ہو جائے تو استنجار بالماء فرض کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر درہم سے کم ہو تو پھر استعمال مائسنون ہوگا اور اگر بقدر درہم ہو تو پھر واجب۔ (۲) بعض اہل ظواہر حضرت مذلیف بن الیمانؒ اور حضرت سعید بن مسیبؒ سے یہ قول منقول ہے کہ استنجا بالماء مکروہ ہے کیونکہ ماء ایک شئی ظاہر اور مطہوم ہے اس کو ازالہ نجاست کے لئے استعمال کرنا مکراہت سے خالی نہیں لیکن یہ دلیل مقلی ان احادیث صحیحہ کی وجہ سے (جو آگے بیان کی جا رہی ہیں) مرجوح اور قابل رد ہو گئے

لان القیاس لا یصلح ان یعارض النص

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت من اذ امكن ان یستطیعوا بالماء فان رسول اللہ

## دلائل

صلی علیہ وسلم کان یفعلہ (رواہ الترمذی) (ii) اہل قبا کی تعریف میں: فیہ

رجال یحبون ان یتطہروا کی جب آیت نازل ہوئی حضور اکرمؐ نے ان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے جواباً عرض کیا: ان احدنا اذا خرج من الغائط احب ان یتنجی بالماء



تو آپ نے فرمایا وہذا (۱۱۱) صحیح ابن خزيمة نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی سے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں استنجا بالمال کا حکم دیا گیا اور اس روایت کی طرف امام ترمذی نے وفی الباب کے تحت اشارہ فرمایا ہے (۱۲) من علی قال فالتجوا بالحجارة الماء (رواہ ابی شیبہ) والا ما جمعی ابھر حال کتب احادیث میں نظر کرنے سے استنجا کی تین صورتیں سامنے آتی ہیں:

استنجا بالماء (۱۱) استنجا بالحجارة (۱۲) الجمع بینہما (۱۳) ان صورتوں میں سے جو ضرورت بھی اختیار کر لی جائے عمل بالا احادیث ہو جائیگا لیکن جمع بینہما سب سے اعلیٰ اور استنجا بالماء استنجا بالحجارة سے افضل ہے کیونکہ ماہر جہاں تابع نجاست ہے وہاں مزیل اثر بھی لیکن جبہ صرف اور صرف مزیل نجاست ہے مزیل اثرات نہیں۔

## ۷۔ بعد البول استنجا بالبحر کا ثبوت

علامہ السنن والجماعت کے ہاں جس طرح بعد التغوط استنجا بالاجار سنت ہے ایسے ہی بعد البول بھی استنجا بالاجار سنون ہے۔ بعض غیر مقلدین حضرات نے استنجا بالاجار بعد البول کو بدعت کہا ہے اور اسے دعویٰ کی تائید میں یوں گویا ہیں کہ استعمال الاجار بعد البول احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں ہاں صرف بعد المتغوط ثابت ہے۔ جبکہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین جملہ علماء اہلسنت مندرجہ ذیل وجوہ سے استعمال الاجار بعد البول کی سنت کے قائل ہیں۔ (۱) مثلاً صحابہ کے فرامین:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمرنا بثلاثة اجار فان یستنجی بعدنا باقل ثلاثة اجار اور اسی طرح حضور کے یہ فرامین "ولیستنج احدکم بثلاثة اجار" اور "فلیدھب مع بثلاثة اجار مطلق

ہیں اور — ان مامورات کا مکلف ہر وہ ہے جو قضاء حاجت کے لئے جائے خواہ وہ حاجت بول کی ہو یا غائط کی یا دونوں کی۔ انہی احادیث مطلقہ کی بنیاد پر غیر مقلدین کے متبوع سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب الروضة النذیرۃ ص ۲۲ میں رقمطراز ہیں کہ بعد البول استنجا بثلاثة اجار لازم و ضروری ہے۔ "عن عبد بن الخطاب انه قال فسمی ذکرک بالتراب ثم التفت الیہ فقال هكذا علمنا (رواہ الطبرانی) حدیث مذکور میں حکذا علمنا کے الفاظ استنجا بالاجار بعد البول کے مسنون ہونے پر ملاحظہ دال ہیں۔ "اس مسئلہ میں اگر احادیث صحیحہ بالاسے صرف نظر ہی کر لیا جائے تو حضور اکرم کا یہ فرمانے "استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" استعمال الاجار بعد البول کی سنت کے لئے کافی ہے کیونکہ حجار کا استعمال حصول انقار کے لئے ضروری ہے اور قطرات البول کا انقطاع خاصی دیر کے بعد ہوتا ہے۔ لہذا

## وفاق المدارس

سنة ۱۲۹۰ - عن عبد الرحمن بن يزيد قال قيل لسان محمد منكم نبيكم كل من حتى الخرافة قال اجل  
مذا ان نستقبل القبلة بغائط او بول او ان نستنجي باليمين او باليسار باثنين من ثلثة اجزاء وان نستنجي  
برجوع او عظم يتناول المذاهب المختلفة في الاستقبال والاستدبار وعلّة الشئ ودلائل كل مذهب  
وترجيح ما هو الحق عندكم كذلك في الاستجمار والاغتسال وعدد الاغمار وكيفيةها وبينوا شدة  
من احوال سلمان الفارسي رضي الله تعالى عنه -

## الحل

تمام مباحث پہلے تفصیلاً بیان ہو چکے صرف دو امور قابل حل ہیں -  
۱۔ کیفیت استنجاء - ۲۔ احناف کے ہاں اولاً فرج اعلیٰ کا استنجاء کیا جائے اور بعد میں فرج اسفل کا -

کیونکہ فرج اعلیٰ فرج اسفل کے مقابلے میں زیادہ نجس ہے - نیز فرج اعلیٰ (مقام تغوط) کے لمس سے کبھی کبھی فرج اسفل  
(مقام بول) سے تغوط کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے - لہذا ان دو وجوہ کے سبب موضع تغوط کا پہلے پہل استنجاء نصیذہ ہے گا  
قدیمی تائیدخان میں استنجاء بالا جمار کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ سوئم گرایں حجر اول کو قبل سے دبر کی طرف اور حجر ثانی  
کو دبر سے قبل کی طرف لے جائے اور حجر ثالث حجر اول ہی کی طرح استعمال کرے کیونکہ اگر حجر اول کو دبر سے قبل کی طرف  
لے جایا جائے تو اس میں تلویش کا خطرہ ہے - سوئم سرایں مندرجہ بالا کیفیت کا عکس کرے البتہ عورت تمام اوقات  
میں اس دوسری کیفیت پر عمل کرے علامہ ابن ہمام، صاحب خلاصہ او اکثر علماء احناف کے ہاں مندرجہ بالا کیفیت  
کا اختیار کو ضروری نہیں - بلکہ جس کیفیت سے انقاء کلی حاصل ہو جائے وہی کیفیت اختیار کی جائے لائن المقصود  
هو لا نقاد ولا - اجته الى التقييد بـ كيفية - والله اعلم -

آ۔ اجمالی تعارف سیدنا سلمان فارسیؓ :- نام و کنیت :- آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ سلمان النیر اور سلمان بن اسلام  
کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے قبل از اسلام نام کے بارے میں دو قول ہیں ماہیہ - بدھنود - حالات : حضرت  
سلمانؓ فارسی کا تعلق اصفہان (ایران) یا رام ہرمز سے ہے۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت ہی عجیب و غریب  
ہے۔ آپ اس وقت اسلام لائے۔ جب حضور اکرمؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ آپ ہی کے  
مشورے سے غزوہ احزاب میں خندق کھودی گئی اور آپ اس غزوہ میں برابر شریک رہے۔ وفات :-  
غلیظہ ثالث سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت ۳۵ یا ۳۶ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کی عمر کے بارے میں مختلف  
اقوال ہیں (۴۵ سال) (۸۰ سال) (۳۵۰ سال) :-

بالاجماع مقام غائط اور بول کے دھونے کے لئے کوئی عدد متعین نہیں جب ہی اثر نجاست اور ریح نجاست زائل  
ہو جائے دھونا بند کر دیا جائے خواہ اثر اور ریح ایک مرتبہ سے زائل ہو یا دو مرتبہ، چار مرتبہ سے جب تک

## نظر طحاوی

یہ دونوں چیزیں زائل نہ ہو جائیں بالا جماع دھوتے رہنا ضروری ہے ایسے ہی طہارۃ بالا جمار کی صورت میں بھی تلیث کی قید نہ ہوگی بلکہ جیسے ہی  
اثر نجاست اور ریح نجاست مندمل ہوا جمار کا استعمال بند کر دیا جائے خواہ دو مرتبہ سے ہو یا چار مرتبہ دفعہ سے -



## ۷۔ اضطراب حدیث زید بن حباب ترمذی

۹۹۱ مخرج الترمذی الامام فی بابہ ما یقال بعد الوضوء الحدیث عمر بن الخطاب من طریق زید بن حباب عن معاویہ بن صالح عن ربیعہ بن زید الدمشقی عن ابی ادریس الخولانی و ابی عثمان ثم قال بعد ما اخرجه حدیث عمر قد خولف زید بن حباب فی هذا الحدیث۔

علیکم حل معضلة هذا الاسناد والترمذی یجعل علی زید بن حباب مع انه بری عن ذلك

قوله ابی عثمان۔ علی ای لفظ عطف وهل سمع ابو عثمان عن عمر بن الخطاب۔

اس پرچہ میں درجہ ذیل پتہ امور قابل استفسار ہیں۔

**الحل** ۱۔ بیان اضطراب سند مع حل ۲۔ عطف ابی عثمان کی توضیح ۳۔ تحقیق سماع ابو عثمان ۴۔ براہ تو زید بن حباب۔  
تفصیل حسب ذیل ہے۔

اہم ترمذی نے حدیث اباب کو چار طرق سے نقل فرمایا ہے، ان میں سے دو طرق زید بن حباب سے ہیں۔ بیان اضطراب سند مع حل ۱ کے اور دو عبد اللہ بن صالح کے واسطے سے ہیں، زید بن حباب کے طرق کو بیان کرنے کے بعد اہم ترمذی فرماتے ہیں کہ قد خولف زید بن حباب فی هذا الحدیث اس خلاف کو دور کرنے کے لئے اہم ترمذی نے عبد اللہ بن صالح کے دو طرق کو نقل فرمایا گویا خولف کا فاعل عبد اللہ بن صالح ہے۔

حل خلاف سے قبل طرق اربعہ کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مسئلے کے سمجھنے میں آسانی ہے۔

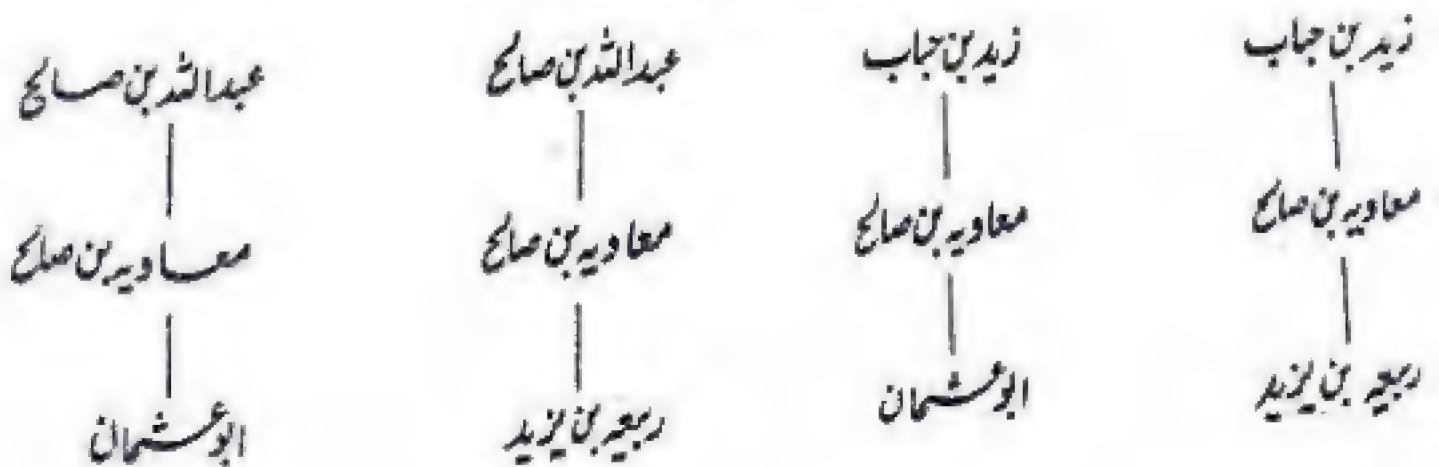
طریق اول ۱۔ زید بن حباب عن معاویہ بن صالح عن ربیعہ بن زید عن ابی ادریس الخولانی عن عمر بن الخطاب۔

طریق ثانی ۲۔ زید بن حباب عن معاویہ بن صالح عن ابی عثمان عن عمر بن الخطاب۔

طریق ثالثہ ۳۔ عبد اللہ بن صالح عن معاویہ بن صالح عن ربیعہ بن زید عن ابی ادریس الخولانی عن عقبہ بن عامر عن عمر بن الخطاب۔

طریق رابع ۴۔ عبد اللہ بن صالح عن معاویہ بن صالح عن ابی عثمان عن جبیر بن نفیر عن عمر بن الخطاب۔

### طریق اربعہ کا نقشہ



ابو ادريس خولانی

ابو ادريس خولانی

جبیر بن نفیر

عقبہ بن عامر

عمر بن الخطاب

عمر بن الخطاب

عمر بن الخطاب

عمر بن الخطاب

مذہب مال نقیضے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن جباب کے اسناد میں دو طرح کا سقم ہے۔ آہ طریق اول میں زید بن جباب ابو ادريس اور حضرت عمر کے درمیان کسی واسطے کو نقل نہیں کرتے بخلاف عبداللہ بن صالح کے کہ وہ عقبہ بن عامر کا واسطہ ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ طریق ثانی میں بھی وہ ابو عثمان اور حضرت عمر کے درمیان کسی واسطے کے قائل نہیں جبکہ عبداللہ بن صالح جبیر بن نفیر کا واسطہ نقل کرتے ہیں ام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن صالح کی روایت نقل کر کے دونوں قسموں کو بالکل واضح کر دیا ہے کیونکہ عبداللہ بن صالح طریق اول میں ابو ادريس اور حضرت عمر درمیان عقبہ بن عامر کا واسطہ لائے ہیں بخلاف زید بن جباب کے اور طریق ثانی میں وہ ابو عثمان اور حضرت عمر کے درمیان جبیر بن نفیر کو نقل کرتے ہیں۔ تو گویا زید بن جباب کی روایت یا تو منقطع ہے یا مرسل۔ کیونکہ ابو ادريس کا سماع حضرت عمر بن الخطاب ثابت نہیں (کما قال الترمذی ناقلًا من محمد البخاری) ابو ادريس لم یسمع من عمر شیئاً اور اس طرح دوسری روایت بھی منقطع ہے کیونکہ ابو عثمان نے بھی سیدنا عمر سے سماعت حدیث نہیں کی ام ابو داؤد فرماتے ہیں ابو عثمان ایضاً ما سمع عن عمر بن الخطاب (کما رواہ ابو داؤد و مسلم) **الحاصل**۔۔ عبداللہ بن صالح کی دونوں طرق صحیح ہیں کیونکہ ام مسلم جب ایسی سند کو نقل فرماتے ہیں تو وہ ابو ادريس اور ابو عثمان کے بعد حضرت عمر سے قبل کسی زکسی واسطے کو ضرور نقل فرماتے ہیں مثلاً آحاد ثنا معاویۃ بن صالح عن ربیعہ بن یزید عن ابی ادريس الخولانی عن عقبہ بن عامر عن عمر بن الخطاب طریق ثانی بہ معاویۃ بن صالح قال حدثنی ابو عثمان عن جبیر بن نفیر عن عقبہ بن عامر عن محمد بن الخطاب (گویا جبیر بن نفیر کا سماع حضرت عمر سے بلا واسطہ بھی ثابت ہے) (کما روای الترمذی عن عبداللہ بن صالح) اور حضرت عقبہ بن عامر کے واسطے سے بھی (کما روای مسلم) ابو عثمان کا مطلق ربیعہ بن یزید پر ہے نہ کہ ابو ادريس پر کیونکہ ربیعہ بن یزید اور ابو عثمان درجہ ۲۔ عطف ابی عثمان کی توضیح۔۔ داند میں ہیں اور دونوں سے معاویہ بن صالح روایت کرتے ہیں زید بن جباب نے عن ابی ادريس والی عثمان کہہ کر یہ تاثر دیا ہے کہ ابو عثمان کا مطلق ابو ادريس پر ہے گویا کہ زید بن جباب کی سند میں عطف کے اعتبار سے بھی ظاہری سقم ہے۔

حضرت ابو عثمان کا سماع عمر بن الخطاب سے ثابت نہیں جیسا کہ ام مسلم اور ام داؤد کی روایات سے تحقیق سماع ابو عثمان۔۔ ظاہر ہے کیونکہ ام مسلم ام ابو داؤد نے ابو عثمان اور حضرت عمر درمیان کہیں جبیر بن نفیر کا واسطہ اور کہیں عقبہ بن عامر کا واسطہ نقل کیا ہے۔



ہم ترمذی نے تھار کی نسبت جو زید بن حباب کی طرف کی ہے یہ صحیح نہیں۔ علامہ نووی کا نسخہ ابو یوسف  
 ۴۴۔ برارۃ زید بن حباب مضافی کا یہ قول افضل قرار ہے زید بن حباب برش من ہذا العصب والوہب فی ذالک  
 من عیسیٰ اذ من یثقب الذی حدیثہ بہ گو یا ہم ترمذی کا غریب زید بن حباب کی تصحیح نہیں بلکہ یہاں انور امام ترمذی کی تصحیح  
 لگائی ہے یا ترمذی کے شیخ حضرت جعفر بن محمد بن عمر بن عجلی کوئی کہ جو حضرت زید بن حباب کے قریب ہیں کہ انہوں نے ابو عثمان اور حضرت  
 عکرمہ درمیان واسطہ کو ساقط کر دیا کیونکہ ایسی حدیث پاک کو جب امام مسلم زید بن حباب کے واسطہ سے نقل فرماتے ہیں تو وہ ان نہ کوئی  
 اصطر اسلہ ہے یہی حذف روایت۔ قال حدیثنا زید بن حباب قال حدیثنا معاویہ بن صالح عن رجبۃ بن زید عن ابی ادریس النخعی عن ابی جبر  
 بن نفیر بن مالک الحضرمی عن عقبۃ بن عامر عن عمر بن الخطاب۔ طریقے ثانی :- عن زید بن حباب قال حدیثنا معاویہ بن صالح  
 عن ابی عثمان عن جبر بن نفیر عن عقبۃ بن عامر عن عمر بن الخطاب گویا ابی ادریس اور ابو عثمان حضرت عقبۃ بن عامر سے بلکہ اسطہ بھی افضل  
 کرتے ہیں اور جبر بن نفیر کے واسطہ سے بھی۔

**طلباء کیلئے**  
**عظیم خوشخبری**  
 حکومت پاکستان نے مدارس عربیہ کی سند فراغ (شہادۃ العالمیہ)  
 کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے نیز فضلاء مدارس  
 عربیہ کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ملتان پنجاب اور دیگر پاکستان کی یونیورسٹیوں  
 سے بی اے کے کیمپس دو مضامین کا امتحان دے کر بی اے۔ کب  
 سند حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے دو سال بعد کسی مضمون میں ایم اے کا امتحان  
 دے سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں  
 حضرت مولف موصوف کے تجربات سے فائدہ حاصل کیجئے اور اس زریعے سے  
 فائدہ اٹھائیے۔

ناظم  
 مدرسہ دارالعلوم بہیدہ رحمانیہ  
 محلہ تہر آباد ملتان۔ ۳۱۸۳۲/۳۱۸۱۰ فون

# ۸- استنزاء من البول

ابو داؤد  
نسائی  
ابن ماجہ  
مسلم

حدیث الباب میں کئی امور مل غالب ہیں۔

اس باب میں تین آراء ہیں۔

## ۱۔ اہل قبور کا دین سے دلائل و جوابات

تیس جس پر اہل لال سندرجہ ذیل تین قرآن سے ہے۔ آہ مستند احمد کی روایت میں ہے۔ ہذا فہ الجاہلیۃ کبرہ دونوں شخص زیادہ جاہلیت میں ہلاک ہوئے تھے یقیناً زادہ جاہلیت میں ہلاک شدگان کفار ہی ہوں گے جو یا تو مشرکین تھے یا مجاز کے یہودی۔ حدیث احباب میں ہے۔ لعلہ یخفف عنہما ما لہ یبسیا۔ یعنی خشک ہونے تک ان دونوں قبروں سے عذاب کی تخفیف ہو جائے گی اگر اہل قبور مسلمان ہوتے تو ان کیلئے آپ کی شفاعت تخفیف عذاب کے بجائے دفع عذاب کے لئے ہوتی نیز مومنین کے لئے آپ کی شفاعت بالا جماع مدت معین کی بجائے ہمیشہ کیلئے ہوتی ہے جبکہ یہاں پر عالم یدسیا کی تحدید ہے۔

## جوابات:

سند احمد کی روایت میں عبد اللہ بن لعیف نامی ایک راوی موجود ہے جو نہایت ضعیف ہے اور دلیل ثانی کا جواب یہ ہے کہ تخفیف سے مراد دفع عذاب ہی ہے۔ آہ مسلمان، یحییٰ قاری اور بعض محدثین کے نزدیک

یہ دو قبریں مسلمانوں کی تھیں جس پر سندرجہ ذیل ۵ قرآن دل میں آہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے متر علی قبرین جدہ بدین یقیناً نئی قبور و دراصل ان کی ہوں گی اور اہل قبور مسلم ہی ہوں گے۔ آہ مسند احمد میں سیدنا ابو امامہ سے مروی ہے مر بنا البقیع فرأی قبرین اور البقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے۔ آہ طبرانی اور مسند احمد میں سیدنا ابو بکرؓ کی روایت ہے ما یعذبان الا ف الغیبة والبول۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا جرم صرف اور صرف یہی تھا جن پر انہیں عذاب دیا گیا وگرنہ بالا جماع کفار کو امال کی بجائے کفر و شرک پر عذاب ملتا ہے۔ ایک روایت میں تصریح ہے مرد بقبرین من قبور الانصار اور ظاہر ہے کہ حضرات انصار مسلم ہی ہیں۔ حدیث الباب کے مفہوم سے بھی ان دونوں کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر وہ دونوں کافر ہوتے تو حضور انورؐ ان کے لئے دُعا نہ فرماتے نیز لعلی سے آپؐ کی امید کرنا بھی ان کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

آہ مسلم اور مشرک دونوں۔ علامہ عینی، ابن حجر عسقلانی اور جمہور محدثین کے نزدیک حضور اکرمؐ کا یہ عمل دو مختلف مقامات پر رد کیا ہوا۔ آہ جالب سفر میں۔ آہ مدینہ منورہ جنت البقیع میں پہلے واقعہ کے راوی سیدنا جابر ہیں نیز یہ دونوں قبریں کفار کی تھیں جبکہ دوسرے قضیہ کے ناقل سیدنا ابن عباسؓ وغیرہ متعدد صحابہ ہیں اور صاحب قضیہ جنت البقیع میں مدفون دو صحابی تھے جنہیں ارتکاب نیات پر عذاب ہو رہا تھا جسے حضورؐ کی شفاعت سے اٹھادیا گیا اسکی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ سیدنا جابر کی روایت میں سبب عذاب یعنی بول اور غیرہ کا ذکر نہیں جبکہ سیدنا ابن عباسؓ وغیرہ کی احادیث میں سبب عذاب کی تصریح ہے۔

۲۔ کبیرۃ کی وضاحت و تشریح | حدیث الباب میں ما یعذبان فی کہیں کے تین معانی بیان کئے ہیں۔ آگاہ کبیرہ نہیں ہے جمہور کے نزدیک عدم التحرز من البول اور ششی بالہنیر ان کبار میں سے نہیں جن کا تذکرہ



باب الکاثر میں منقول ہے ۲۔ بمعنی شاق میرے دونوں کام ایسے نہیں جن سے احتراز انسان کے لئے دشوار اور ثقیل ہو یعنی ان دونوں  
اشیاء میں کوئی بڑے سخت طلب امر میں مذاب نہیں دیا جا رہا بلکہ ان دونوں کو چوک بچنا ان اہل قبور کے لئے آسان تھا۔

جادھا کیوڑہ نہیں ۱۔ بعض علماء کے نزدیک یہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں تو پھر یہ مقصود ہو گا کہ فی الواقع تو یہ دونوں اعمال  
کبیرہ تھے لیکن ان کو اہل قبور کے زعم میں کبیرہ نہ تھے بلکہ انہیں وہ صغیرہ سمجھتے تھے جبکہ خداوند وہ کبیرہ ہیں جیسا کہ قرآن  
میں ہے: تصحونہ ہینا وھو عند اللہ عظیم۔

۳۔ اشکال مع جوابات | ۲۵ بخاری کی ایک روایت میں حدیث الباب یوں مروی ہے یابعد بان فی کبیرہ  
وانہ لکبیرہ | تو حدیث کا آخری جملہ سے متعارض ہے جس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

آ۔ انہ نمبر کا مرجع مذاب ہے نہ کہ غیر یا بدل لہذا متعارض نہ رہا آ۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے اپنے علم کو بیان  
کبیرہ کی نفی کی لیکن وہی آری کہ یہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں تو آپؐ نے نفی کو اثبات میں بدل دیا ۳۔ کبیرہ کی نفی اہل قبور کے زعم  
کے اعتبار سے ہے جبکہ کبیرہ کا اثبات نفی اللہ کے اعتبار سے ہے ۴۔ علامہ دقین العید فرماتے ہیں کہ پہلا کبیرہ لغوی معنی کے  
اعتبار سے بمعنی شاق ہے اور دوسرا کبیرہ اصطلاحی ہے یعنی حقیقت میں تو یہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں مان سے احتراز دشوار نہیں  
جیسا کہ قرآن میں وانہ لکبیرہ اللہ علی المناشعین یعنی نماز فاشعین پر شاق نہیں باقی جوابات وہی ہیں جو ابتداء میں مذکور ہیں۔

۴۔ عالم یسبیا کی وضاحت | حدیث الباب کے جملہ عالم یسبیا کی تحدید میں علامہ امت سے منقول ہیں ۱۔ علامہ  
قرطبی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے خود ایک خاص مدت تک رفع عذاب یا تخفیف عذاب کی شفاعت  
فرمائی تھی جو منظور ہوئی ۲۔ علامہ مازنی کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کو بواسطہ وحی یہ بتایا گیا کہ آپؐ اتنی مدت تک کے لئے  
شفاعت فرمائیں جو مندانہ مقبول ہوگی اس لئے آپؐ نے عدم یسب کی قید لگائی ۳۔ بعض علماء کے نزدیک اشجار و طوبت و یسب  
تک رب ذوالجلال کی تسبیح کرتے ہیں تو اس وجہ سے اہل قبور کے عذاب میں انکی تسبیح کرنے سے تخفیف ہوگی (آخری توضیح  
سے علماء نے استدلال کیا کہ قبر پر ذکر اور تلاوت کو نادرست ہے اور مردہ کے لئے مفید) سبحان اللہ

۵۔ وضع الجریۃ خصوصیت تھی یا حکم عام | اس بارے میں حضرات فقہاء سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں۔  
۱۔ علامہ قرطبی اور قاضی عیاض کے نزدیک آپؐ کا یہ عمل آپؐ کی خصوصیت  
تھی ۲۔ علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور آپؐ کی اس سنت حسنہ کو علماء و صالحین معمول بہا بنائیں جیسا کہ سیدنا بکر  
کی وصیت سے ظاہر ہے۔

## وفاق المدارس

نسائی: ۳۹۵ عن ابن عباس قال مر رسول اللہ علی قبرین فقال انھما یعدان وما یعدان فی  
کبریت یتینا الامور الاتیة، لو كانت هذه القصة لمسلمین فما وجہ تفتید الشفاعۃ بقولہ عالم

یعلیٰ و لو کاناکا فدرین فماد حیلہ تعلیل العذاب بما لیس صولکبیر مع وجہ و انواع الکبائر  
عندہما منیٰ حاصو معنی کبیر ہر معنی ان النیمة من الکبائر (۲) اصل یجوز لاحد التکلیف بغیرہ  
ملہ اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری) (کتاب الجنائز)

۳۰۸ الف عقد البخاری الامام۔ باب الجریڈ علی القبر و اوصی بریدہ ان یجعل فی قبرہ  
جریڈ ان قدی ابن عمر فسطاھا علی قبر عبد الرحمن فقال انزعہ یا غلام فانما یظلم عملہ و قال خارجہ بن  
زید ما یثنی و یحسن شبان فی زمن عثمان و ان اشدنا و شبہ الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجا وزہ  
و قال عثمان بن حکیم اخذ بیدی خارجہ فا جلس علی قبرہ و اخبرنی عن عمہ یزید بن ثابت قال انما  
کرہ ذلک لمن احدث علیہ۔ و قال نافع کان ابن عمر یجلس علی القبر۔

ثم اخرج فیہ حدیث ابن عباس من طریق مجاہد قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبورین یعذبان فقال انہما  
لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر۔ ما ذایرید البخاری رحمہ اللہ برہذہ الترجمة و ما یعلق بہا؟ و ترجموا  
الحدیث و اذکر والذکام المستنبطہ منہ؟

۱۔ ترجمہ و تشریح: سیدنا بریدہ الاسلمی نے بوقت وصال اپنے ورثاء کو وصیت فرمائی کہ بعد از وفات ان کی قبر پر گھور کی ڈھری  
دیکھا تو فرمائی گئے اے لڑکے اس خیمے کو آدو دیکھو کہ صاحب قبر پر ان کے اہمال مالک سارے ٹھن ہیں انہیں ان مصنوعی پتہ دار  
سایوں کی سزدت نہیں۔ سیدنا خارجہ بن زید بیان فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی وہ کیفیت یاد ہے کہ  
جب ہم ایک عمر کے جوان ہم عصر ساتھی سیدنا عثمان غنی کے زائر خلافت میں چھلانگ بازی کیا کرتے تھے۔ تو ہم ساتھیوں  
میں سے کامیاب ترین وہ قرار پاتا جو سیدنا عثمان بن مظعون کی قبر پر سے چھلانگ لگاتے ہوئے قبر سے آگے جا کر گرتا۔  
جناب عثمان بن حکیم روایت فرماتے ہیں کہ سیدنا خارجہ بن زید نے میرے ہاتھ کو تھاما اور مجھے ایک قبر پر اپنے  
ساتھ بٹھا دیا۔ نیز اپنے چچا جناب یزید بن ثابت کا ایک قول بھی بیان فرمایا کہ قبر پر بیٹھنا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جو اس  
ہر بول و ہر از کرے اور محدث ہو جائے۔ علامہ نافع سیدنا عبد اللہ بن عمر کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ قبور  
عبیہ پر بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔

۲۔ مراد بخاری: دوسرے تراجم ابواب کی مانند ترجمہ ابواب بھی آثار مذکورہ کے مناسب نہیں۔ شاید ان بخاری  
مذکورہ آثار سے یہ ثابت فرمایا جاتے ہیں کہ صاحب قبر کے لئے اس کے اہمال ہی سبب نفع و  
ضرر اور موجب خیر و شر ہیں۔ خارجی امور اور دنیاوی اشیاء مثلاً ہری ٹھنیوں کو لگانا قبر پر خیمہ لگانا لوگوں کا قبور پر آنا جانا  
اور بچوں کا کھیلنا۔ نہ ہی صاحب قبر کیلئے نافع ہیں اور نہ ہی ضرر تو گویا حضور اکرم کا اسوۂ حسنہ ہری ٹھنیوں لگانے کا  
عمل اصل قبور کی خصوصیت پر محمول ہے۔ احقر کے نزدیک امام بخاری کا ظن محمل نظر ہے۔ ان الظن  
لا یعنی من الحق شیئاً۔ فقط محمل نظر ہی نہیں بلکہ نادرت ہے۔ (تفصیل و معرفت حق کیلئے حضرت مولف مرحوم  
کے کتابچہ کا انتظار فرمائیں۔ مکتبہ)





کے بعد یہ تھا کہ اسے تحریر فرمایا ہے۔ متفقین فقہاء غنیہ نے اسی عشر فی عشر کے قول کو اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ ایک اعتبار سے یہ قول امام محمد سے منقول ہے نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ میں حضور میرا غلہ میرا عشر اے عشیرہ کسی حد تک اس قول پر دال ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عشر فی عشر کی اصطلاح امام ابو حنیفہ سے منقول نہیں۔ آپ نے پہلی ہی رائے پر کو چھوڑ دیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ اور امام احمد بن حنبل فی رد المحتار کے ہاں قلت و کثرت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اخیر اوصاف کے ساتھ ساتھ نجاست جامدہ اور نجاست ناعمہ کے اعتبار سے فرق کیا جائے گا۔ اگر اتنی مقدار میں نجاست جامدہ پانی میں گرے کہ جس سے کوئی صفت متغیر نہ ہو اور اس نجاست کو فوراً نکال بھی لیا جائے تو پانی نجس ہوگا بخلاف انعامہ۔ علامہ داؤد خاں حمیری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ سے یوں منقول ہے کہ پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر متغیر اوصاف ہو یا جاری ہو یا غیر جاری ہر حالت میں طہا ہے اور پانی بالکل نجس ہوا ہی نہیں ہے۔ حال اگر غلبہ نجاست کے سبب رقت و سیلان مار ہی ختم ہو جائے تو اس صورت میں پانی نجس ہو جائے گا غلبہ نہ ہو گا یہ مسلک ائمہ اربعہ ہے۔

حضرات اصناف (کثر اللہ سوادہم) اپنی آئندہ میں مندرجہ ذیل دس احادیث صحیحہ مرویہ

۲۔ دلائل فقہاء الف دلائل اصناف۔ موقوفہ جید الاسناد پیش فرماتے ہیں ۱۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

مبارک قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ ثم یردہ فیہ اس حدیث مبارک کو تمام متفقین کتب صحاح ستہ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں (ہذا حدیث حسن صحیح) ۲۔ عن جابر بن عبد اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتبأل فی الماء الراکد۔ (رداء مسلم) اس حدیث کی طرف امام ترمذی نے (ولی الباب من جابر) کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے یہ بات بالکل روز بروز کی طرح عیاں ہے کہ بار بار اس میں بول کرنے سے کوئی بھی وصف متغیر نہ ہوگا اور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو احادیث صحیحہ میں بغیر تکرار تفتیش کے منع فرما کر نجاست کا حکم لگا دیا ہے ۳۔ عن ابی ہریرۃ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقظ احدکم من منامہ فلا یغسل یدہ فی الا ناء حتی یخرج علیہا مرتین او

ثلاثاً فانہ لا یدوی این بات یدہ۔ یہ حدیث مبارک تمام کتب صحاح ستہ میں موجود ہے اور امام ترمذی کا اس حدیث کے بارے میں بھی فتویٰ ہے کہ (ہذا حدیث حسن صحیح) ہر عامل آدمی جانتا ہے کہ اگر داخل ید فی الماء سے

بھی اوصاف متغیر نہیں ہو سکتے جبکہ نجاست کا وجود بھی تصور دوم کے درجے میں ہے لیکن حضور اظہر صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت بارک کے لئے

ادخال ید قبل الاخراج منع فرمایا ہے اور تفتیش کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اذا ولغ الکلب فی الماء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرات (رداء مسلم والنسائی والدارقطنی وغیرہم) بلاشبہ اس

صورت میں بھی کوئی وصف متغیر نہیں ہوا اور تفتیش کی بھی تفسید نہیں لیکن یہی وارد ہے ۵۔ عن میمونۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سئل عن فارة سقطت فی سمن فقال القوها وما حولها وکذا سمنکم (رداء البخاری والبوداؤد) ۶۔ عن ابی ہریرۃ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یغسل احدکم فی الماء الدائم وهو جنب۔ (رداء مسلم والبخاری) ۷۔ عن ابی ہریرۃ

ان زنجیا و تم فی زمزم فیات فامس بہ ابن عباس فاخرجہ وامر بہ ان یتنزع (رداء دارقطنی واسناد صحیح) یہ ایک غیر مخفی

حقیقت ہے کہ بار بار زمزم تفتیش سے کہیں زیادہ ہے اور کسی ایک آدمی کے مر جانے سے تغیر اوصاف بھی لازم نہیں آتا اس کے باوجود جبرائیل

آپن جاس رہی اشرعہا نے جب وہی طور پر نزوح میر کا حکم دیا اور مہاجرین و انصار صحابہ میں سے کسی نے اس فتویٰ پر اعتراض بھی نہیں فرمایا جس



اجماع صحابہ معلوم ہوتا ہے۔ عن عطاء بن ابی جہش و وقع فی زمزم فمات فامر ابن النبیس فنفق ما وھا (رواہ ابی داؤد) ابی  
 شیبہ و اسناد صحیح و رجال رجال الصمیمین) ۱۔ مگر عمر بن الخطاب صاحب لہٰ امین ابی فقال صاحب یا صاحب  
 المیزاب ماء ک طاهر ام نجس فقال حسد یا صاحب المیزاب لا تخبر فان هذا الیوم علیہ درود ابن  
 تیمیہ فی فتاویٰ ۱۰۰۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ایک سفر میں حضور افرصلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک اعرابی عورت کے مکان سے پانی لیا۔  
 فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلحنا فان کانت ولینتها فهو طهر (درود احمد و ابی داؤد) ان دلائل مشرک کے علاوہ کئی  
 آثار و اقوال صحیح الاسناد اکابر امت سے منقول ہیں جو طوالت کے پیش نظر تحریر نہیں کئے گئے۔ ان احادیث بالاصحیحہ برقمہ حمید الاسناد پر  
 نظر و الحس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نہ تو قلیتین کی تائید ہے اور نہ ہی تغیر اوصاف کی قید بلکہ مطلقاً اور باریک تلبیل پر مطلقاً فقہاء  
 کے سبب نجس کا حکم لگایا گیا ہے۔ ان مآثر جاری اور باریک کثیر احادیث بالاصحیحہ مستثنیٰ ہیں کیونکہ دلائل استثناء و احادیث میں کثرت پائے جاتے ہیں  
 امام مالک اور ان کے فقہاء حضرت اپنی تائید میں مندرجہ ذیل قین دلائل پیش فرماتے ہیں

- ۳۔ دلائل دیگر اگر ۱۔ حدیث الباب:۔ حدیث بریضہ کہ جسے امام ترمذی نے باب اول میں نقل فرمایا ہے محل استدلال حدیث  
 مبارک کا آخری کلمہ ان الماء طهر لا یجسہ شئ شیء نکرہ تیسری میں واقع ہوا تو عموم کا فائدہ ملے گا۔ — حسب کراہی  
 روایت کو امام دارقطنی، امام ابن ماجہ یوں نقل فرماتے ہیں ان الماء طهر لا یجسہ شئ الا ما غلب علی طعمہ اولیٰ و یجس  
 ۲۔ اجماعی ضابطہ: پانی تغیر اوصاف سے نجس ہو جاتا ہے ان الماء اذا تغیر احد اوصافہ بالنجاسة نجس  
 لا یجوز الطہارۃ ب سوا قلیلہ کان او کثیر اجار یا کان او غیریہ باب — اپنی دو قیود کے  
 سبب قائلین مذہب اول نے تغیر اوصاف کی قید لگائی۔ ۲۔ ارشاد باری:۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: وانزلنا من  
 السماء ماء فلو اظھون اریہاں اللہ تعالیٰ نے عہدت کو پالہ کے وصف ذاتی طور پر بیان فرمایا ہے۔ اہل منطق اور ارباب عقول کے ہاں  
 یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ الصفة الذاتية لا تنفک عن الشئ تو معلوم ہوا کہ طہارت اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔  
 ۳۔ دلیل عقلی: پانی کو اللہ نے آئہ طہارت بتایا ہے اگر آئہ خود ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کرنے کے لئے کون سا  
 آلہ ہوگا۔ — قائلین مذہب ثانی حدیث قلیتین کو بطور دلیل پیش فرماتے ہیں جسے امام ترمذی نے دوسرے باب میں نقل فرمایا ہے۔  
 محل استدلال حدیث پاک کا یہ قبلہ (اذا کان الماء قلیتین لم یعمل الخبث) ہے۔ مسلک رابع کے قائلین نے عقل و قیاس کی بنا  
 پر نجاست جامدہ اور نجاست مائعہ کا فرق کیا ہے۔ دلیل نقلی اس بارے میں کوئی وارد نہیں۔ چونکہ ایک اعتبار سے یہ قول امام مالک کے  
 مسلک کے قریب ترین ہے اس لئے نقلی طور پر ان کے دلائل وہی ہوں گے جو امام مالک کے ہیں۔ قائلین مذہب خامس بھی اپنی دلائل کو اپنی  
 تائید میں پیش فرماتے ہیں جنہیں اولاً امام مالک کے مذہب میں دلائل کے طور پر پیش کیا جا چکا ہے۔ الغرض دیگر مذاہب کے  
 قائلین حضرات حدیث بریضہ اور حدیث قلیتین کا سہارا لئے ہوئے ہیں جنہیں امام ترمذی نے باب اول اور ثانی میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۔ جوابات حدیث الباب ۱۔ قلعین کو۔ حدیث الباب یعنی حدیث بر بضاۃ کو پیش فرماتے ہیں اور قلعین مسک ثانی حدیث ۱۔

۱۔ مریم غیثیہ اور صمیمہ غیر صحیح ۱۔ حدیث بر بضاۃ کے وہ الفاظ جنہیں امام ترمذی اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اسے امام مالک کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ انہیں غیر اوصاف کا تذکرہ تک نہیں حالانکہ امام مالک اور ان کے رفقاء حضرات غیر اوصاف کی قید سے اس حکم کو مفید کرتے ہیں اور وہ ضمیر جسے امام دارقطنی اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ۱۰ الا ما غلب علی طعمہ او لونہ اور ۱۱ کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے وہ انتہائی کمزور اور ضعیف ہے کیونکہ اس ضمیر کو امام دارقطنی نے دو طرق سے اور امام ابن ماجہ نے ایک طریق سے تخریج کی ہے۔ پہلی سند میں راشد بن سعد ایک راوی ہے جس کے بارے میں اصحاب جرح و تعدیل نے یہ رائے دی ہے ۳۔ ۴۔ انتہ ضعیف ۵۔ قال النسائی وابن حبان والبیہقی لا یحتج بہ کما قال ابن حجر فی کتابہ التحف البیہق اور خود امام دارقطنی اس روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ لا یثبت ہذا الحدیث دوسری سند میں ابوسفیان عریفہ بن حبیب واقع ہے یہ بھی راوی اول کی طرف اصحاب جرح و تعدیل کی نظر میں غیر معتبر ہے دونوں کے بارے میں عبدالرحمان بن مہدی ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ بن معین اور امام بخاری فرماتے ہیں لا یحتج بہما ۶۔ اور ابن ماجہ کی سند میں راشد بن سعد ایک راوی ہے کہ جسکی کیفیت بھی پہلے ذرا آچکی ہے مختلف نہیں تقریر بالاسے معلوم ہوا کہ وہ ضمیر جس تخریق قید کا اضافہ کیا گیا تھا وہ احادیث سے باطل ثابت نہیں لہذا کسی قسم کی قید عقل و قیاس کے ذریعہ تو ہو سکتی ہے دلائل نقلیہ کے ذریعہ نہیں جب حضرات مالک حدیث بالا کو عقل و قیاس کے ذریعے قید غیر سے مفید کر سکتے ہیں تو اوصاف بطریق اولیٰ احادیث کثیرہ صحیحہ الاسناد کی بنا پر اس حدیث مطلق کو مفید فرما سکتے ہیں حدیث الباب (حدیث بر بضاۃ) کے بارے میں علماء و محدثین نے مندرجہ ذیل جواب دیئے ہیں ۱۔ ضعیف ۲۔ اس حدیث کا سند میں ولید بن کثیر راوی کے بارے میں اس حدیث فرماتے ہیں کہ انتہ کان ابانیا سوم الحفظ والابا فرقۃ من فرق الخوارج ۲۔ مضطرب ۳۔ حدیث مذکورہ کا سند میں پانچ وجوہ سے مضطرب ہے ۴۔ قال ابن القطن فی کتابہ الوہم والایہام ۵۔ فی اسنادہ اختلاف فقولہ یعقولون عبید اللہ بن عبد الرحمن بن رافع (رواہ الترمذی) وقولہ یعقولون عبید اللہ بن عبد الرحمن (رواہ النسائی) وقولہ یعقولون عبید اللہ بن عبد الرحمن وقولہ یعقولون عبد الرحمن بن رافع بن خدیج (رواہ دارقطنی) اور اصول حدیث کا یہ مسئلہ قائم ہے ۱۰ الاضطراب باقی وجہ کان یوں شالضعف ۲۔ سوال صحابہ علی سبیل توہم نجاست :- اگر صحت حدیث تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ کرام نے یہ سوال اس وقت کیا جب انہوں نے ان نجاست کو کنوئیں میں بغیر نفیس دیکھا یا صرف توہم و اتفاق کی بنا پر حضور اظہر صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بر بضاۃ کے بارے میں سوال کیا یا یقینی طور پر صورتہ ثانیہ کی بنا پر سوال کیا گیا ہے کیونکہ مندرجہ ذیل چھ وجوہ عقلیہ و نقلیہ اسی صورتہ ثانیہ کی تائید کرتے ہیں ۱۔ یہ کنواں نشیب میں واقع تھا۔ اور اس کے چاروں طرف آبادی تھی تو صحابہ کرام کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید سیلاب لہ رہا ہو یا ہوا کے ذریعے یہ چیزیں کنوئیں میں گر گئی ہوں تو اس لئے صحابہ کرام نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کٹ دینا نجاست کے بعد میں برائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اسلوب الحکیم یہ جواب دیا کہ پانی و قویہ نجاست سے نجس ہوتا









ہے، جیسے علامہ حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام ابن جہان۔ لیکن چونکہ جرح تعدیل پر مقدم اور راجح  
ہوا کرتی ہے، اسی لئے حضرات شیعین نے حدیث قلیتین کو اپنی کتابوں میں روایت نہیں فرمایا اور نہ ہی امام ترمذی نے  
اس حدیث پر حسن و صحیح کا فتویٰ لگایا ہے۔ ۲۔ اضطرابِ سند: حدیث قلیتین میں طریقوں سے محمد بن نے تخریج فرمائی  
ہے ۱۔ ولید بن کثیر مخزومی ۲۔ محمد بن اسحاق ۳۔ حماد بن ابی سلمہ ۴۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ولید بن کثیر کی روایت میں ہمارے وجود سے  
اضطراب ہے ۱۔ ولید بن کثیر عن محمد بن جعفر بن الزبیر ۲۔ ولید بن کثیر عن محمد بن عباد بن جعفر پھر ولید بن کثیر کے شیخ الشیخ میں بھی  
اختلاف ہے ۱۔ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر ۲۔ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر ۳۔ محمد بن اسحاق کی سند میں دو قول ہیں ۱۔ محمد  
بن اسحاق عن الزبیر عن عبد اللہ عن ابی ہریرۃ (رداء دارقطنی) ۲۔ محمد بن اسحاق عن الزبیر عن سالم عن ابن عمر (رداء دارقطنی)  
۳۔ حماد بن ابی سلمہ کی روایت میں وقف و رفع کا اضطراب ہے فی روایت موقوف عن ابن عمر (رداء ابوداؤد) دلی روایت مرفوع  
(کما رواہ الترمذی) ۳۔ اضطرابِ متن: اضطراب فی المتن کی توضیح یوں ہے کہ یہ حدیث مبارک کتبِ احادیث میں چھ طرح سے  
مردی ہے ۱۔ اذا کان الماء قلیتین لم یحمل الخبث (رداء الترمذی) ۲۔ اذا کان الماء قد رقیقین او ثلثین لم یحسب  
(رداء احمد دارقطنی) ۳۔ اذا بلغ الماء ثلثاً فامنه لا یحمل الخبث (ابن عدی) ۴۔ اذا کان الماء اربعین قلعة لم یحمل الخبث  
(۷) فی روایۃ اربعین دللاً (۷) فی روایۃ اربعین غریباً اور علماء اصولیین کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ الاضطراب بائی وجہ  
کان یوثق الضعف ۴۔ اضطرابِ معنی: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اتنا لا نعلم ما القلتان یکونان اصحاب لغت نے قلۃ  
کے کئی معنی تحریر فرمائے ہیں ۱۔ قامتہ الرجل (۱) ۲۔ رأس الجبل (۲) ۳۔ سنام البعیر (۳) ۴۔ علی الرأس (۴) ۵۔ الجمرۃ العظیمۃ  
(۷) ۶۔ الکوز الصغیر (۷) ۷۔ کل ما یستقلہ الایدی (جو چیز ہاتھ کے ساتھ اٹھ جائے) (۷) ۸۔ القربۃ (مشکیزہ) ان معانی میں  
سے کسی معنی کو راجع قرار دینا خلافِ اولیٰ ہو گا ۵۔ اگر قلۃ کے معنی مکہ کے ہی مراد لئے جاویں تو پھر بھی ملکوں کے جم میں کئی اقوال ہیں  
۱۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قلال جیسے حجرین میں ایک مقام کا نام ہے یہاں کے مکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے  
میں عموماً استعمال ہوتے تھے قلال حجر کے بارے میں علامہ ابن جریر فرماتے ہیں قد دایت قلال حجج فالقلۃ تسع فیہا  
قربتین او قربتین وشیئاً اس لئے امام شافعی نے احیاءاً قربتین ونصفاً کا قول فرمایا اور قلتان وہ دو مکے ہیں جس میں پانچ  
مشکیزے سما جائیں ۱۔ بعض شوافع نے قلیتین کی مقدار پانچ سو ظل بتلائی ہے کیونکہ بڑے مکے میں عموماً دو صد پچاس بغدادی ظل سما  
جاتے ہیں ۲۔ بعض حضرات نے پانچ سو کی بجائے چھ سو ظل کا قول کیا ہے بہر حال چونکہ مکے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اس لئے حضرت  
شوافع کے مدار نے تقریباً نواقول نقل کئے ہیں ۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ قلیتین سے مقصود قلت و کثرت  
کے مابین تمسید نہیں بلکہ ہمد رسالت میں سب بڑا برتن قلۃ ہوا کرتا تھا اس لئے قلیتین فرما کر مابہر کثیر کی طرف اشارہ فرمایا  
۷۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ محدث شاذ ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے حضرت ابن عمر کے اور حضرت عبد اللہ  
بن عمر سے سوائے ان کے دوسرا جزاؤں کے کوئی روایت نہیں کرتا حالانکہ اس مسئلے کا تعلق عمومِ بلوی سے ہے اور خبر واحد کے  
مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا عمومِ بلوی سے تعلق نہ ہو یا پھر جماعت کثیر اسے روایت کرنے والی

ہو۔ فرماتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تین آدمی مل کر نماز پڑھیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ میں سے کچھ دینا دیا تو اس سے بہتر نہیں ہے۔

فلرکونت سنہ ما اختن علیہم ۹۔ امام شافعی کے ان مفہوم مخالف ایک مسئلہ جنت ہے۔ اس اعتبار سے اس حدیث کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ ماروان القلیتین ناپاک ہے لیکن حدیث پر اضافہ کے مفہوم و منطوق سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی ناپاک ہوا ہی نہیں بصورت تعدد عن قاعدہ ہے اذ تعارضاً قساقطاً۔ تو اس کے حضرات احناف اکثر اللہ سوا دھم ان احادیث صحیحہ مرقومہ حیدر آباد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اولاً وہ اس اختلاف کے عنوان کے تحت بیان ہو چکے ہیں۔

۵۔ رفع تعارض احادیث :- تفصیل غذا سب اور برائے الدال سے معلوم ہوا کہ اصل لغو ہونے سے الماء طہو لا یجب شئ کو اس حیثیت سے اپنا استدلال بنایا کہ الماء میں الماء جنس واستغراق کا ہے عہد غار جی کا نہیں اور امام مالک نے اسی حدیث کو اس حیثیت سے پیش فرمایا کہ یہاں الماء جنس واستغراق کا نہیں بلکہ عہد غار جی کا ہے نیز ابن ماجہ کی روایت کو بھی میں جیسا کہ دلیل پیش فرمایا لیکن حدیث ثعلبی اور ان دونوں احادیث صحیحہ کو جنہیں اختلاف نے پیش کیا ترک کر دیا۔ ثوابع حضرت حدیث ثعلبی سے استدلال کرتے ہوئے حدیث بریضۃ اور احادیث مشرعیہ صحیح الاسناد کی تادیل کرتے ہیں یا ساقط کر دیتے ہیں لیکن امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دقت نظر اور فقیہانہ بصیرت کے سبب مسئلہ المیاء میں جملہ احادیث پر عمل پیرا ہوئے اور اس باب میں آئمہ کسی حدیث کو ترک نہیں کیا۔ آپ کے ہاں خلقتہ پانی کی کئی اقسام ہیں ۱۔ ماء الانہار والجمار ۲۔ ماء الابار ۳۔ ماء الغلوات والعمیق ۴۔ ماء الرکۃ والادانی۔ اب شریعت مطہرہ نے مندرجہ بالا اقسام کے اعتبار سے مختلف احکامات دیئے ہیں حدیث بریضۃ کا تعلق ماء الرکۃ سے ہے کہ جب بار سے نجاست نکال لی جائے۔ نہ یہ کہ نجاست ہمیں موجود ہو جیسا کہ جوابات سے ظاہر ہو چکا اور حدیث ثعلبی کا حکم میاء العمیق والغلوات کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس پر حدیث کے الفاظ "یشل من الماء یكون فی الفلاة من الارض" صراحتہ دال ہیں احادیث مشرعیہ صحیح الاسناد کا ورود ماء الرکۃ والادانی کے بارے میں ہے جیسا کہ امام بخاری اور جملہ محدثین صحاح ستہ کے عنوانات و ابواب سے ظاہر ہے۔ اب حضرات احناف کے ہاں شرعاً و مکناً پانی کی تین قسمیں ہیں ۱۔ الماء الذی لا یتنجس ابداً جیسا کہ ماء الانہار و ماء الجاری ۲۔ الماء الذی یتنجس ولہ سبیل لطہارتہ جیسا کہ ماء الابار ۳۔ الماء الذی یتنجس ولا سبیل لطہارتہ جیسا کہ ماء الرکۃ والادانی ۔



## وفاق المدارس

ترجمہ: ۱۔ ۳۸۵ھ عن ابی سعید الخدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء طهور لا ینجسہ شیء۔  
مسند میں مضارب فقہاء کا اختلاف لکھتے اور اس میں احادیث کے تعارض کو دفع کیجئے۔ حضرات حنفیہ کا مسلک اس

میں کیسے اور وہ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟

ترجمہ: ۲۔ ۳۸۵ھ عن ابن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یسأل عن الماء  
یکون فی الفلأۃ من من الأرض وما ینوبہ السباع والدواب قال: اذا کان الماء قلعین لم یحمل الخبث قال  
محمد بن اسحاق: الفلأۃ حی الجراب والفلأۃ التي یسقی انہا۔ یتنوا مراد الحدیث واختلاف الاممۃ الاربعۃ  
فی معیار الخاء الكثير والنوع المیاء واحکامہا۔  
(ابوداؤد ۳۸۱ھ اور ۱۳۹۵ھ)

## تنظیم المدارس

۳۸۵ھ عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یسأل عن الماء یکون فی الفلأۃ من الارض  
وما ینوبہ من السباع والدواب قال: اذا کان الماء قلعین لم یحمل الخبث۔  
اس حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور اس کی روشنی میں حنفیہ کا مذہب دلائل سے واضح کریں۔

## الحل :-

ان پرچوں میں پانچ امور دریافت کئے گئے ہیں تین پرچوں سے قبل اور دو درج ذیل رقم ہیں۔

۱۔ اقسام میاء مع بیان احکام :- کام لیا جائے۔ ان اشکال سے مار جاری کی دو قسمیں معلوم ہوئیں۔ مار جاری حقیقی (نہر اور دریا وغیرہ) اور مار جاری حکمی (جاری کنواں اور چشمہ) اس کا حکم یہ ہے کہ یہ پانی بالاجماع تقابیر نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ اوصاف ثلثہ (برائزہ اور رنگ) میں سے کوئی وصف متغیر ہو جائے۔ ۱۔ عار راکد، ۲۔ حطرح کہ حوض و تالاب وغیرہ اور عام کنوئیں کا پانی۔ مار راکد کی بھی دو قسمیں ٹھہریں ۱۔ لاسبیل لطہارت یعنی وہ مار جو تقابیر نجاست سے نجس ہو جائے تو پھر اسکی طہارت ممکن نہیں جیسے مار راکد مائیل اور ۲۔ ادائی (۱) لہ سبیل لطہارت یعنی تقابیر نجاست کے بعد اگر کچھ پانی لکال لیا جائے تو باقی مار خود بخود طہار و مطہر ہو جائیگا جیسے عام کنواں مندرجہ بالا سببہ جملہ بحث کا تعلق صور ابوعبید میں سے تیسری صورت (مار راکد اور ادائی) کے بارے میں ہے۔

۲۔ بیان مراد حدیث :- چنانچہ سیدنا ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور انورؐ سے سنا جبکہ آپؐ اس پانی کے متعلق پوچھا تو فرمایا تھا جو میدان اور صحرا وغیرہ میں ہوتا ہے اور جس پر درندوں اور چوہاؤں وغیرہ کا گزر رہتا ہے کہ ایسے پانی کا کیا حکم ہے اسان نبوت سے جواب ملا کہ جب پانی دھوئے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا علامہ محمد بن اسحاقؒ راوی حدیث قلہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قلہ ملے کر کہتے ہیں اور قلہ کے معنی کنوئیں (سٹ) کے ڈول کے بھی آتے ہیں جس کے ذریعے کھیت وغیرہ کو سیراب کیا جاتا ہے۔

# حِلَّت و حَرَمَت مِیْتَةِ الْبَحْرِ

۱۔ مِیْتَةُ الْبَحْرِ میں اختلاف ائمہ :- امام ابوحنیفہؒ مسندنا سفیان ثوریؒ حضرت صاحبینؒ امام ابوہم غنیؒ سہرہ ابن شہابؒ ہرئیؒ حافیؒ طبریؒ موت مرگہ الٹی ہو جانوالی ابھی حرام ہے ۲۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ان تمام بحری جانور حلال ہیں سوائے صغیر اور مساج۔  
حلال ہیں سوائے خنزیر کے ۳۔ امام دارالجمہور امام مالکؒ سے تین قول منقول ہیں :- تمام بحری جانور حلال ہیں حتیٰ کہ سمند کا کتا اور خنزیر بھی :- تمام جانور منقول ہیں۔ جمیع مانی البحر حلال دیکھا قال الامام مالک فی قولہ الاول انا جمیع مانی البحر حلال الصغیر و التماسح و السمفۃ و الجھاد و الکب و الخنزیر و الخجوات خشکی میں حلال ہیں وہ بحر میں بھی حلال ہوں گے اور اسی طرح خوشکی میں حرام ہیں وہ بحر میں بھی حرام ہیں۔ ہاں جس قسم کے بحری جانور خشکی میں نہیں پائے جاتے وہ حلال ہیں حرام نہیں ۴۔ جمیع مانی البحر حرام الا الحوت و کما قال الامام ابوحنیفہؒ (۲) تمام جانور حلال ہیں الا الصغیر۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہی آخری قول حرام ہے ہاں مشہور اور مفتی بہ ہے۔

۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل جمہور :- ۱۔ ارشاد باری :- قرآن مجید میں ہے و تحرم علیہم الخبائث الا یہ خبائث میں وہ جانور بھی شامل ہیں جن سے طبع انسانی نفرت کرتی ہے ہم یہ بات یوسے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ انسانی طبیعت پہلی کے مسوا سمند کے بقیہ تمام جانوروں سے نفرت کرتی ہے اس بات کی تائید حضور اکرمؐ کے اس قول مبارک سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ نے مینڈک کے بارے میں فرمایا اہنا خبیثۃ من الخبائث ۲۔ ارشاد باری :- ایک دوسری آیت میں ہے حرمت علیکم المیتۃ الا یہ میتہ پر الف لام جنس و استفراق کہے جس میں بحری اور بری کا کوئی فرق نہیں صرف اس میتہ کی تخصیص کی جائے گی جو دلائل نقلیہ و قویہ سے ثابت ہو اور وہ پھلی و مڈی ہیں ۳۔ ارشاد شارح :- عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حلت لنا میتان و دمان فاما المیتان فالحوت و الجراد رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ و دارقطنی و البیہقی و ابن حجر و غیرہ یہ حدیث پاک حرمت علیکم المیتہ کے عموم سے صرف ذکر کی تخصیص کرتی ہے ایک میتہ بحر یعنی پھلی اور دوسرا میتہ بر یعنی مڈی ۴۔ اجماع صحابہ :- حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام کے مبارک دُور میں کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے یہ بات ثابت نہیں کہ آپؐ نے غلط طور پر شدیدین نے یا کسی صحابی رسولؐ نے پھلی کے علاوہ کسی جانور کو کھلایا ہو یا اس کی عکس کا قول فرمایا ہو۔ اس اعتبار سے یہ اجماع قولی بھی ہے اور فعلی بھی حالانکہ صحابہ کرام حاجات شرقیہ مثلاً جہاد حج عمرہ وغیرہ اور حاجات طبعیہ مثلاً تجارت اور سیر و سیاحت وغیرہ کے لئے سمندروں میں سفر کرتے تھے لیکن اس سوسالہ تاریخ میں کسی حدیث یا اثر موقوف سے حیوانات البحر کا استعمال ثابت نہیں ۵۔ فرمودات شارح :- ابوداؤد کی ایک روایت سے صغیر کا نعبیث ہونا ثابت ہے۔ کما بتنا اور اس طرح ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت سے حضرت جابرؓ مرفوعاً نقل فرماتے ہیں و مات لیہ و لطفاً مثلاً تاکلہ۔ تو گویا سمک حافی عبارت النص سے حرام ٹھہری۔





آپ اس کے قائل نہیں کیا ہوا لفظ اور اگر عہد خارجی کی ہے تو پھر اس سے مراد صرف پھلی ہی ہے جیسا کہ روایت ابو داؤد اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے ۲۔ بمعنی الطہارۃ: حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ یہاں علت طہارت کے معنی میں ہے اور اس کے دو قرآن مؤید بھی ہیں ۱۔ منشاء سوال: صحابی رسول کے سوال کا منشاء ایک یہ بھی تھا کہ سمندر میں جانور رول کے

مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔  
 کیونکہ میت نجس ہوتا ہے تو اس لئے آپ نے ازالہ شُبہ کے لئے فرمایا میتہ البسرہ ظاہر ہیں کہ نہیں ۲۔ لغت عرب ۱۔ لغت عربیہ میں کئی مواقع پر لفظ علت بول کر طہارت مراد لی جاتی ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک مشہور روایت ہے کہ حتی بغنا سدا لہ و عار علنا یہاں بالاتفاق یعنی جہت ہے اس طرح حضرت صفیہ کے بارے میں آتا ہے قلما بلغت صبا علت ای طہرت ۲۔ ۱۰ اعتراضات جرت: ۱۔ اس کے علاوہ متعدد علل اور حفاظ نے حدیث الباب پر اعتراضات کئے ہیں ۱۔ سعید بن سلمہ اور مغیرہ بن ابی بردہ مجہول ہیں قتالہ ابن طلحہ فی کتابہ البدیع النیر ۲۔ بعض سندات میں یہ حدیث مرسل ہے ۳۔ یہ حدیث سنداً مضطرب ہے ولذا قال الامام الشافعی فی اسنادہذا الحدیث لا یروى فیہ دلیل ثالث کے جوابات: ۱۔ غیر پھلی نہیں: غیر پھلی کی ایک قسم ہے نہ کہ پھلی کے علاوہ کوئی اور بحری جانور کیونکہ بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں فالقی البحر حوتاً کتاب المغازی ۱۱۲ الحدیث یفتی بعضہ بعضاً کے تحت دابہ کی تفسیر خود بخاری شریف کی حدیث ثانی سے یعنی الحوت ثابت ہے ۲۔ حالت اضطرار: اگر بخاری شریف کی روایت کو رد کر کے آپ کی دلیل کو تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی صحابہ نے غیر کو حالت اضطرار میں استعمال فرمایا اور ارشاد باری کہ یمن اضطر غیر باع ولا ما د فلان ثم علیہ السلام لایۃ۔

۵۔ حکم طانی کی تعلیف مع مذاہب دلائل ۱۔ تعلیف: سکب وہ پھلی ہے جو پانی میں مرجانے کے بعد تیرنے لگے ۲۔ اختلاف ائمہ: ۱۔ امام غنیم، امام ابو حنیفہ حضرت سیدنا علی، سیدنا ابن عباس، سیدنا جابر، سیدنا سعید بن المسیب، امام شافعی، حضرت طاؤس بن کيسان اور امام زہری کے ہاں اس کا کھانا حرام ہے ۲۔ اگر ثلاثہ حکم طانی کے کھانے کو حلال سمجھتے ہیں اس دلائل: ۱۔ حدیث مرفوعہ: ۱۔ اہل میتہ سے عام میتہ مراد ہے یعنی غیر مذکور جو حکم طانی بھی حلال ہے ۲۔ حدیث غائبہ: ۱۔ اس حدیث کے الفاظوں میں فالقی لنا البسرہ دابہ گو یا وہ مری ہوئی پھلی تھی جسے سمندر نے باہر ڈال دیا ۳۔ جب حکم مطلقاً حلال ہے تو استثناء طانی درست نہیں ۴۔ اثر صدیق اکبر: حضرت سیدنا صدیق اکبر کا ایک اثر ہے جس سے حکم طانی کی علت معلوم ہوتی ہے (رواہ ابیہقی والدارقطنی)

دلائل احناف: ۱۔ ارشاد شاری: عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما مات فیہ دطفانہ تا کلہ ۲۔ (رواہ ابو داؤد ج ۲ فی کتاب الاطعمہ وابن ماجہ وغیرہما) امام ابو داؤد نے اس روایت کو مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طریق سے نقل کیا ہے ۲۔ آثار صحابہ: حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن المسیب کے آثار مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں موجود ہیں جو حکم طانی کی حرمت پر صراحتاً دال ہیں ۳۔ وجوہ ترجیح: ۱۔ اگر دونوں حضرات کے دلائل کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی عند التعارض محرم کو مبیح پر ترجیح ہوا کرتی ہے ۲۔ ہمارے دلائل سے حرمت باعتبار نفس ثابت ہے ۳۔ امتیاز کا اقتضار بھی یہی ہے کہ مردہ تیرتی ہوئی پھلی کو استعمال نہ کیا جائے۔





۱۔ **بہارہ بھر میں منشا شک :-** اسکا کہ تعلیمات سے قبل دور جاہلیت میں بھی کسند کا پانی پاک سمجھا جاتا تھا اور ہر ذی عقل یوم الہ سے ہی اور اہلسر کو پاک سمجھتا تھا اگرچہ تو اب سوال پیدا ہوگا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے اشتباہ کیوں پیدا ہوا ؟ ہمیں علماء سے متعدد توجیہات منقول ہیں اور منظر غضب رب . حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گواہ ہے ان تحت البحر نار و تحت النار بحر ار رواء ابو داؤد و ابن عبد اللہ بن مسعود ان گویا کمالی رسول کے نزدیک البحر ہی نار کی طرح غضب الہی کا منظر ہے تو جو چیز غضب رب کا منظر ہو اس سے وضو کرنا اور مقبلس ہونا جائز نہ ہونا چاہیے ۔ ۲۔ **قصد ہجرت نہی ہائستہ النار :-** ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ۱۰۔ **لو منو تراستہ النار** (رواہ ترمذی) من ابی ہریرۃؓ ان گویا جس چیز کو کمالی میں اس کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جو پانی خود مقبلس النار ہو تو اسے یقیناً غیر مشہر مہنا چاہیے ۔ ۲۔ **عمر میرتہ بطن ظلمی :-** سمندر میں بسنے والے جانور سمندر میں ہی مارتے ہیں اور ارشاد باری ہے حرمت علیکم المیتہ والدم . میتہ کس سے تو گویا مارا ہوا لہذا بیجا کشت ہو گا ۔ ۳۔ **میراتہ بھرتہ کی نجاسات :-** سمندری جانور بول و براز مارا ہوا ہر جس میں ہی کر کے میں بول و براز نجس میں تو لہذا نجاست کے سبب مارا ہوا کو پید ہونا چاہیے ۔ ۵۔ **عدم انزال من السماء :-** مولنا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ ارشاد باری ہے و انزل من السماء مارا ظہوراً ۔ اور مارا ہوا صحابی رسول کے خیال کے مطابق نازل من السماء نہ تھا تو گویا وہ ظاہر بھی نہ ہوگا ۔

۱۔ **منشا شک کی مزید تین توجیہات :-** سمندر میں پہنچ جاتی ہیں خاص کر وہ جو اصل جسم پر واقع ہیں انکی کلمہ نجاسات سمندر میں ڈال دیا جاتی ہیں اور پانی وقوع نجاست سے جلید ہو جایا کرتا ہے ۔ ۲۔ **تغیر اوصاف :-** مارا ہوا جسم اور لون کے اعتبار سے متغیر ہے لہذا ان اوصاف متغیراتوں میں جس پانی کا لون اور طعم متغیر ہو چکے تو وہ بالاتفاق نجس ہو جاتا ہے ۔ ازالہ مشبہ :- موجودہ تحقیق کے مطابق مارا ہوا ہی نجاست کی شکل میں بارون میں منتقل ہوتا ہے جب بارون سے برسنے والا پانی ظاہر ہوگا تو اس کا اصل اور منبع کیونکر ظاہر نہ ہوگا ۔ ۳۔ **از بن مسعود :-** ایک اثر موقوف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہے کہ لا توضع ہمارا ہوا لہذا بطن جنم اس سے معلوم ہوا کہ سمندر کے پانی سے اجزا ناری ملے ہوتے ہیں اور نار کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ ہوا منظر غضب رب ۔

۱۔ **اضافہ حکم میتہ کا فائدہ :-** ظاہر مکی تھا لیکن خدا ابی و امی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتیکمانہ انداز میں اس کے کا بھی اضافہ فرمایا ۔ ۲۔ **مسئلہ میتہ :-** اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جملہ ثانی سائل کے جوابات بظاہر زائدت اور زیادتی میں کیا حکمتیں ہیں ؟ اس میں علماء سے کئی اقوال منقول ہیں ۔ ۱۔ **حکم میتہ سے بطریق اولی بے خبری :-** اگر داخل میتہ کا جملہ ابتدائیہ اور استثنائیہ ہے تو اس میں غلط فہمی میں بسنے والے جانوروں کا حکم بیان کرنا مقصود ہے وہ اس طرح کہ صحابی رسول نے جہارت مار کے بابے سوال کیا جبکہ مارا ہوا کی جہارت سے ہر شخص واقف ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سوال سے معلوم ہوا کہ سائل جب ایسے بدیہ حکم سے غیب سے تو یقیناً ان بیانات کے حکم سے بھی بے خبر ہوگا جو سمندر میں بہتے ہیں ۔ ۲۔ **زاد براہ کے فقدان کا احساس :-** محض ماکم و بادشاہ ہو تو وہ بیاد لکھوات کے جوابات اجماع دیا کرتا ہے لیکن باپ جب بیٹے کو جواب دیتا ہے اسے پوری طرح سمجھاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



میں رحمت و شفقت والہی سے کہیں بڑھ کر ہے تو اس نے آپؐ نے محسوس فرمایا کہ جب سفر میں پانی کی کمی واقع ہو سکتی ہے تو زاد راہ کی کمی کا واقعہ ہونا بھی متصور ہے تو اس نے آپؐ نے علی اسلوب الحکم المظہور بارگاہ فرما کر حیات مبارکہ کی طرف اور اہل بیتہ فرما کر ملت میرے پروردگار اشارہ فرمایا۔ ۳۔ تو ہم جناس کے سنت کا اندازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی رسول کے سوال سے یہ محسوس فرمایا کہ بارگاہ حیات میں اس لئے تردد ہوا کہ شاید ان کے اہل بیتہ ابھر جس میں اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مبارک علقہ و اہل بیتہ سے بیان فرمادی کہ بیتہ ابھر جا رہا ہے جس میں اس صورت میں ملت حیات کے معنی میں ہوگی۔

۱۔ اسمیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اہم مبارک کے اسے میں شریعہ انصاف ہے کہ "سیدنا ابوہریرہؓ کے کمالات"۔ قول کے مطابق پیش قول ہیں علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "تہذیب الراوی" میں بیان کیا ہے اقوال نقل کئے ہیں علامہ ابی حمزہ مستطانیؒ نے فرمایا کہ اقوال الی الصحت و کمال ہیں لیکن میں اقوال زیادہ شہور ہیں۔ ۲۔ عبد الرحمن بن صخرؒ ۱۰۰ ام ابوہریرہؓ کے مطابق فرماتے ہیں کہ "اصح شئ عندنا فی اسم سیدنا ابی ہریرہؓ عبد الرحمن بن صخرؒ" نیز ام نوذلی نے "تقریب" میں یہی قول کو راجع قرار دیا ہے۔ ۳۔ "عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ" ام بخاریؓ اور ام ترمذی نے اس نام کو ام نضر دیا ہے ۳۔ عبد الشمس بن صخرؒ ۱۰۰ ام ابوہریرہؓ نیشاپوریؒ نے ان اسماء میں یوں تطبیق دی کہ حضرت ابوہریرہؓ کے دو دور ہیں ایک قبل از اسلام یعنی ذریعہ جاہلیت اور دوسرا بعد از اسلام، آپؐ جاہلی نام عبد الشمس اور اسلامی نام عبد الرحمن ہے ۱۰۰ ام حاکم بن ابی ہریرہؓ نے مسند میں اپنے اس قول کی دلیل میں ایک روایت یوں نقل فرمائی ہے کہ قال حدثنی بعض اصحابی عن ابی ہریرہؓ قال کان ابی فی الجاہلیۃ عبد الشمس بن صخرؓ فمیت فی الاسلام عبد الرحمن رضی اللہ عنہ۔

۲۔ **تغییرت** : آپؐ کی کنیت ابوہریرہؓ پس تدویر ہوئی کہ کاہل بن گئی۔ ۱۰۰ ام ابن عبد البرؒ نے خود حضرت ابوہریرہؓ سے ابوہریرہؓ کنیت ہونے کا وجہ یوں نقل کیا ہے "ان قال کنیت اصل یومئذ فی کئی درانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ہذا فقلت ہریرہؓ فقلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ علامہ سیوطیؒ نے تہذیب الراوی میں تحریر فرمایا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی کنیت قبل از اسلام ابوہریرہؓ تھی (آپؐ کی کنیت ابوہریرہؓ کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں شدید اختلاف ہے۔ علامہ علی قاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ سے یہ بات نقل کی ہے کہ بلفظ ابوہریرہؓ غیر منصرف ہے جیسا کہ ابوہریرہؓ ابوہریرہؓ اور ابن دایہؒ غیر منصرف ہیں حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ غیر منصرف نہ ہو۔ کیونکہ ہمیں صرف ایک سبب روایت آیا ہوا ہے وہ نہیں۔ علامہ النور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ لفظ ابوہریرہؓ کی اضافت کے بعد جہاں تائید کے ساتھ طے بھی پیدا ہو گئی۔ اور اب وجود سبب کے سبب ابوہریرہؓ کا غیر منصرف ہونا صحیح ہوا۔ بہر حال علماء اور محققین اس کو ابوہریرہؓ کو غیر منصرف استعمال کرتے چلے آئے ہیں)۔

۳۔ **احوالہ** : حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہؓ میں غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام لائے آپؐ ایرانی مجوسی نسل ہیں اسلام لائے کے بعد مسلسل تقریباً چار سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و صحبت فیض یاب ہوتے رہے خود ان کا ارشاد گرامی ہے

کہیں بقیہ تمام ائمہ صحابہؓ کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر اور حضر میں زیادہ راہبوں اس لئے کہ انصار صحابہؓ کی باری میں دو  
ہاجرین حضرات تجارت میں مشغول ہوتے اور میرا کوئی بھی مشغلہ سوائے خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صلیبت نبوی کے کچھ نہ تھا۔  
۴۔ **بیانۃ العلیہ** ۱۰۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ائمہ سوت زیادہ صحابہؓ اور تابعین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
حدیث کو روایت کیا ہے جنہیں سے حبشہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا جابرؓ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ  
عنہم جمعین سیر فرست ہیں۔

۵۔ **عدد روایات** ۱۱۔ امام حافظ تقی الدین ابن الخلیل اللہ سی نے اپنی مسند میں تحریر فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کی تعداد  
(۵۳،۲) ہے اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "ولیس لأحد من الصحابة هذا القدر" حضرت امام شافعی  
رحمۃ اللہ کا قول مبارک ہے کہ "ابوہریرہ احفظ من روی الحدیث فی دہرہ" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود روایت فرماتے ہیں۔ دعائی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحفظ فلانسیت بسدہ"  
۱۲۔ **وفاتہ** ۱۲۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعد اٹھتر سال ۵۱ھ مدینۃ المنورہ میں وفات پائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن  
کیا گیا۔

# المسائل المجمعة للائمة الرابعة (زیر نظر)

تالیف: مؤلف موصوف مفتی قاضی محمد عبد القوی صاحب ملتان

۱۔ مسائل متفقہ پر ایک جامع دستاویز

۲۔ دینِ فطرت کے اصول و متفقہ بین الائمہ مسائل محمد کا تفصیلی جائزہ

۳۔ اختلاف ائمہ کو بیان بنا کر شریعت مصطفویٰ سے راہِ فرار اختیار کر خوالوں کو دعوتِ فکر

۴۔ شریعت محمدیہ کے اصولی و اساسی مجموع علیہ مسائل کی ڈکشنری



ابو بکر یاکول اللحمین اختلافی است

[illegible]

۱۔ ارشاد باری: قرآن مجید میں ہے: **تُسْقِیْکُمْ مِمَّا فِی الْبُحْرِ** میں سے پانی

۴۔ دلائل قرآنیہ (الف) دلائل احادیث :- دوم لبتاً بخلاف انہ قرآن کے سیاق سے قریش کا گیس ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ رب کائنات نے دم اور قریش کا تذکرہ معاً فرمایا ہے اور دم والا آفاقی نہیں ہے ۲۔ حدیث ابو نعیمہ رحمہ اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل لحوم الجسد لہ والباہنہا (رداء النہاری وقرنہ فی وافی جمہار جہاد السیاسی)

علاوہ کو کہتے ہیں جو گندگی اور نیکیاں وغیرہ کھانا ہو (فی العاکوس الجلالۃ السنی) تا کل الجسد والجسد ہی البعوض اس حدیث مبارکہ میں جلا کے کھانے سے منع کیا گیا اور منع کی وجہ اس جانور کا جلد اور اعضا کا کھانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جلا جلد اور بے کھانے کے سبب نجس اور حرام شہرہ کیونکہ بعرہ کی بنیاد اس کے گوشت و پوست تک سرایت کر جاتی ہے تو اس سے واضح ہوا کہ بعرہ نجس ہے چاہے وہ ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا ۳۔ حدیث ابی سعید الخدریؓ: عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا جاء احدکم السجود فلينظر فان رأى في نعليه قذراً اذاعاً فليمسحه وليصل بها (اراد ان بعرہ اور قذر اور رازی عام ہیں وہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم دونوں کو شامل ہیں بلکہ احقر کے نزدیک ماکول اللحم کو شامل ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ انسان کا زیادہ تر غذا ماکول حیوانات سے ہی رہتا ہے ۴۔ حدیث ابی ہریرہؓ: عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنزهوا من البول فان علامۃ عذاب بقبولہ (اولیٰ رایتہ اکثر نذاب القبول) (رواہ ابی یوسف) وقال حدیث صحیح علی شرطہ الشیخین و ابن ماجہ و دارقطنی و قال صحیح درواہ ابن خزیمہ و صحیح (اس حدیث مبارکہ میں ابول پر الف لام جنس و استعراق کا ہے جو ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم دونوں کو شامل ہے۔ اگر بول پاک ہو تا تو تعذیب فی النار کے کیا معنی یا تیر یہ حدیث پاک قولی، محرم۔ اور قاعدہ کلیہ پر دال ہے جو اصولاً بقیۃ جملہ احادیث سے راجع ہوگی علامہ علامہ یون صاحب نورالانوار کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا مکتل درود ہی بکریوں کا پیشاب ہے ۵۔ حدیث ابن مسعودؓ: عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

افضل فی ملتہ اجماعاً غایتیہ بحججین و روشۃ فلفظ الحججین و اثنی العویش و قال استہار کسوا روادہ (خرندہ) ۔ حدیث  
اس سے عیاست : عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا یقرین فقال انہما یعدیان ۔ ہما لحدھا وکان لا  
یستویا من البول (رد ادبنا ری و غیرہ) یہ حدیث پاک نجاست بول پر مبنی دال ہے اگر بول ظاہر ہو تو نذیب قبر کے کیا معنی ؟

دلائل ائمہ : ۱۔ دلائل فقہاء : امام مالک و امام ابو حنیفہ حدیث کتاب استئذان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمیں کہ  
علیہ السلام شرب کا حکم فرمایا اگر بول مایہ وصلحہ لیسہ ہو تو کبھی بھی حضور انور صلی اللہ  
ہو تلہ و اہل اور اہل صلوۃ کی اجازت دینا گویا ان اشیا کی عبادت کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ تاہم مذہب مالک بھی مذکورہ بالا دونوں دلائل  
پکا تائید میں پیش کرتے ہیں کہ حدیث بالا کا تعلق تداوی بالمحرمات سے ہے اور باقی دلائل سے ایسی اشیا کی نجاست ظاہر معلوم ہوتی ہے ۔  
اس لئے جملہ احادیث پر نظر ڈالتے ہوئے رفع تعارض کے لئے یہ ضروری ہے کہ نجاست اور علت برائے تداوی کا حکم لگایا جائے ۔  
امام مالک اور اہل غواہر کی پیش کردہ دونوں احادیث کی سند متنی پر کسی محدث نے کلام نہیں فرمایا ۔ اس نے

### جوابات

یہ احادیث سند و متناً باطل درست ہیں لیکن اگر حدیث اول در ثانی سے کسی درجہ ثبوت قلابے تو وہ ہر جہاں  
باعت بول الابل و الغنم کا ہے اس حکم کو بول و روث اور زبالہ مانگولہ امام میں جملہ حیوانات میں عام کرنا یقیناً باقتیاس ہوگا و لیسہ نقلی سے نہیں  
مذکورہ بالا دلائل قرآنیہ و احادیث غویہ کے مقابلے میں حکم قیسی یقیناً مجروح و مردود ہوگا کیونکہ امام مالک اور اہل غواہر کا مسلک  
فقط ان احادیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اہل اور غنم کے بول کے لئے ہی علت یا مہارۃ ثابت ہوتی ہے لیکن اس کے لئے میں  
بھی عبارت مندرجہ ذیل جوابات مردی ہیں ۔

جوابات حدیث اول : بطریقہ وحی : علامہ مینی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق الوحی یہ بتا دیا گیا تھا کہ انکی شفا سی  
مورت میں ہی ممکن ہے اور حصول شفا کے لئے تداوی باحرام جائز ہے جبکہ شفا کا حصول علم ایقین کے درجے میں ہو گا فی ہذہ القضیۃ  
کنادول المیتۃ للخصمۃ نیز علامہ ابن منذر حضرت ابن عباس سے مروی نقل فرماتے ہیں کہ ان فی ابوال الابل ابن شفا و لذتہ  
بطونہم و الذرب فساد المعدۃ ۔ اکی لئے علامہ ابن مسنم ظاہری فرماتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متما  
أمرهم علی سبیل التداوی ۔ قانون ابن سینا سے بھی اکی تائید ہوتی ہے ۔ ان بول الابل یفید الاستقاء ۔

۱۔ منسوخ : حدیث الباب منسوخ ہے اور استنزہا من ابول کی روایت اس کے لئے ناسخ علامہ ابن میرین فرماتے ہیں کہ قصۃ العزیزین  
ان قبل ان تنزل الحدود و کذا فی النسائی نیز قصۃ عربیین میں مثلہ کرنے کا ذکر ہے جس کی بعد میں شریعت مطہرہ نے منی فرادی ہے  
بعض علمائے یہ جواب دیا کہ یہ واقعہ نجاست کے احکام کے نزول سے قبل کا ہے اس لئے وہ آیات اور احادیث جن میں احکام نجاست  
کایا ہے اس واقعہ کے لئے ناسخ ہیں ۲۔ قضین : بعض علماء کے ان بیہن متن حدیث میں قضین ہے اصل عبارت یوں ہے :

واشربرا من البانہا و استنقوا من ابوالہا ۔ تو حکم صرف شرب ابان کا تھا نہ کہ انبان و ابوال دونوں کا گویا یہ جملہ خلصۃ الالبانہ  
نبأ و ماء بارد کی قبیل سے ہے ۔ اس تاویل کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام نسائی اور امام محمدی نے نقل فرمایا ہے



اور ہمیں ایمان کا ذکر ہے اہوال کا نہیں ۳۔ کھڑا ارشاد: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے عربیوں کا ارتداد اور کفر بتلا دیا گیا تھا وہ ظاہراً مسلمان اور حقیقتاً کافر تھے واکفار غیبی منافقین بالضرر مع حدیث ثانیہ: منسوخ ۱۰۱۔ حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحمت الابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ کے ہاں دونوں آکول الحکم کے سبب حکماً مستحب ہیں تو سبب تعارض دونوں احادیث ساکت ہو جائیں گی۔

فاجتروا ۱۔ اس کے ذمہ معنی ملنا نے تحریر منسلک ہے ۱۔ اصابتہم الجواہر ۵۔ حدیث الباب کے الفاظ کی توضیح: دہی دام البطن یعنی پیٹ کا ایک بیماری میں مبتلا ہو گئے جس سے پیٹ چھوٹ گیا تھا اور انہیں شدید قسم کی پیاس لگتی تھی جسے استسقا بھی کہا جاتا ہے ۱۱۔ لم یوافقہم صولہ اہل اندلس و ماء ہا یعنی انہیں دھار کا آب دہو دس دانی ۲۔ راعی ۱۔ عند بعض یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت یسارؓ تھے اور بعض کے نزدیک یسارؓ ابوذر غفاریؓ کے بیٹے ہیں ۳۔ سمران: العین سمران لے فقہا ہا بسا میرحماہ: گرم کیل اور لوہے وغیرہ کے ساتھ آنکھ کو چھوننا

## وفاق المدارس العربیہ

ترمذی

عن انس ان ناساً من عربیة قد موالمدينة فاجتروا فبشھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اہل الصدقة وقال: اشرنا من ابائنا و ابائنا نقولوا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامتاتوا لابل فارقد راعی الاسلام نانی بہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففتح اید یسار و یسار من خلون و سمر اعینہم و انقاہم بالحرقۃ۔ تو حوالہ محدث بالار دقۃ شمر ہینوا امرخو لاء العربینین و مقربینہم المحدثۃ شمر ہینوا اختذت الامۃ فی حکم یول ہایوکل محمد مع دلائلہم و القول السراج عندک مع دلائل الترجیم و حل فی المسئلۃ خلون بین امتۃ الحنفیۃ؛ نقولہ ان کان نتیجاً حقیقاً۔ الطحاوی ۱۲۹۹

پرچہ جات بالا میں درج ذیل فقہ امور قابل استفسار ہیں۔

۱۔ حدیث کا اردو ترجمہ ۸۔ اہل عربیہ اور ان کی عبرتناک سزا آ۔ بول بایوکل الحکم میں امتاتۃ ۲۔ دلائل ۱۲۔ (الف) دلائل احناف (ب) دلائل فقہ ۳۔ وجود ترجیح ۶۔ اقوال ائمہ حنفیہ کی تفسیر۔ تفصیل مسب ذیل ہے۔

**الحل** | امور سے ۶، ۷ اور ۸ الحل کے تحت تحریر ہیں جبکہ بقیہ امور پہلے ہو چکے ہیں۔

۶۔ اقوال ائمہ حنفیہ کی تفسیر: آ۔ اہم محمد اور اہم زفر کے ہاں بول بایوکل الحکم ظاہر بھی ہے اور مطلقاً حلال بھی آ۔ اہم ابو یوسف جبہ احناف کے ہاں بول بایوکل الحکم نجس بھی ہے اور حرام بھی، مگر صرف تداوی کے لئے حلال ہے ۳۔ متقدمین متفقینا آتھر کے نزدیک ان اقوال ثلثہ میں سے اہم القضاۃ اہم ابو یوسف کا قول قرین قیاس بھی ہے اور اقرب الی الصواب بھی واللہ اعلم

۱۔ اردو ترجمہ :- مستید الناس حبیب بن فراتے ہیں کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آ گئے اور انہیں یہاں کا موسم موافق نہ  
اور پیشاب کے پوچھ سیکر ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدر کے اونٹوں کے گلہ میں بھیجا اور فرمایا کہ ان اونٹوں کے دورے  
سے منہ پٹ ہو گئے اس کے بعد انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو  
میں طاب کاٹ دیا اور کیل وغیرہ سے انکی آنکھیں نکال کر انہیں مقام حرم میں ڈال دیا۔

۲۔ اہل عربینہ اور انکی سزا :- تھا حضرت محمد بن فراتے ہیں کہ یہ کل آٹھ آدمی تھے جن میں چار کا تعلق قبیلہ عرینہ سے  
یعنی قبیلہ عسک سے اور ایک کا کسی اور قبیلے سے تھا۔ قبیلہ عرینہ قبیلہ قحطان کی ایک شاخ کا نام ہے علاوہ ان اسحاق فرماتے ہیں  
کہ یہ لوگ غزوہ ذیقعد جہادی لاغری سترہ میں مدینہ منورہ میں آ کر بظاہر مسلمان ہوئے یہاں کی آب و ہوا ان کے مزاج کے  
موافق نہ ٹھہری جس سے یہ مریض ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ جنگل میں چلے جاؤ اور بیت المال کے  
اونٹوں کا دودھ اور بول پو۔ اس علاج سے وہ تندرست ہو گئے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحیانہ طریقے سے شہید  
کرنے کے بعد اونٹوں کو سیکر وطن کی طرف بھاگ نکلے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام کا ایک  
رستہ بھیج کر انہیں گناہ کرالیا۔ ان کے ہائے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ان کا مشہ کر کے ان کی آنکھوں  
میں گرم سلائیمینوں سے سرمہ پہنایا جائے اور پتھروں پر لٹا دیا جائے اسی فیصلے کے مطابق انہیں سزا دی گئی۔ امام ترمذی حضرت انس  
بنی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا کہ اپنے منہ سے زمین کو کریدتا تھا حتیٰ کہ اسی حالت میں اسے  
موت آئی۔ امام ترمذی ایک اور روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ان کی آنکھوں میں اسلئے گرم سلائیمینوں کو پھیرا کیونکہ انہوں نے حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ ہوں کہ ساتھ ہی معاملہ کیا تھا۔

نظر طحاوی | چونکہ مسئلہ الباب میں آثار اسلاف مختلف المراد ہیں اور دلیل ہا یو کل لحسنہ کی تلمیذ  
پر کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں تو دلیل منسکری کی طرف رجوع کریں گے تاکہ صحیح صورت  
مال سامنے آ سکے جو درج ذیل ہے۔

بالاجماع انسانی گوشت ظاہر ہے اور اس کا بول پلید جس سے معلوم ہوا کہ بول حیوان لحم حیوان کے حکم میں نہیں  
میں کہ امام اکث اور امام احمد نے فرمایا بلکہ بول حیوان اور دمار حیوان کا حکم یکساں ہے چونکہ تمام حیوانات خوار  
اکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم کا خون نجس ہے تو ان کا بول بھی نجس ہوگا۔ اور یہی قول حضرات احناف کا ہے۔



شانہ شہ  
ابو ذر غفاری  
عربی

## ۱۲۔ الوضوء من مست الذکر

مست الذکر  
ابو ذر غفاری  
عربی

اردو محدثین میں مناظرہ۔ مست الذکر ایک معرکہ الارادہ مسند ہے جس میں محدثین و فقہاء کی آراء ایک دوسرے سے متناقض رہی ہیں۔ یہاں ایک کہ محدثین "و فقہاء" کے مابین اس مسئلے پر مناظرہ بھی ہو سکتے ہیں جنہیں اصحاب الایف و تصنیف اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔ جیسے علامہ حافظ ربیع بن مریہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے "علامہ علی بن مدینیؒ اور حضرت یحییٰ بن معینؒ سے بھی کئی میں جمع ہوئے وہاں سن کر کے موضوع پر حنفیہ یحییٰ بن معینؒ اور علامہ ابن مدینیؒ کے مابین بحث چل چکی۔ جس میں حکم امام احمد بن حنبلؒ ملے پلٹے۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا "من مست ذکرہ فلیتوضأ" حضرت علی بن مدینیؒ نے اہل کوئم کا مسلک اختیار کرتے ہوئے فرمایا "لا یستوعبہ" علامہ ابن معینؒ نے بسترۃ بنت صفوانؒ کی حدیث اور علامہ ابن مدینیؒ نے حضرت قیس بن طلحہؒ کی حدیث پیش فرمائی، حضرت علی بن مدینیؒ نے حدیث بسترۃ کی سند پر کلام کیا اور فرمایا کہ آپ اہل روایت کیسے ہستہ لال کرتے ہیں۔ جبکہ مردانہ اور حنفیہ بسترۃ کے درمیان بڑی ایک شرط ہے جو محدثین کے ہاں قبول ہے۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ نے حضرت قیس بن طلحہؒ کی حدیث پر اعتراض کیا اور کہا کہ اس حدیث میں ایک مندرجہ نام ہے کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فیصلہ فرمایا کلا لا مزین علی ما ملکتنا" اس کے بعد علامہ ابن معینؒ نے ایک اثر پیش فرمایا۔ مالک عن نافع عن ابن عمرؓ انہ توطأ من مست الذکر جواباً حضرت علی بن مدینیؒ فرماتے تھے کان ابن مسعودؓ یقول لا توطأ منہ واما هو بضعة من جسدک، علامہ ابن معینؒ نے سند دریافت فرمائی تو جواباً فرمایا سفیان عن ابی قیس عن ہزبل عن عبد اللہ نیز فرمایا واذا اجتمع ابن مسعودؓ و ابن عمرؓ و اختلافنا ابن مسعودؓ اولیٰ ان یجمع تو اس پر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا "نعم" لیکن ابوقیسؒ روایت کو آپ نے ضعیف قرار دیا اس پر علی بن مدینیؒ نے فرمایا حدیثی ابو نعیمؒ "مسعد عن عثمان بن عفان عن سعید بن قتیبہ عن یاسر قال ما ابالی مستذراً وانی فقال احمدؒ متار و ابن عمرؓ استویا فن شاء اخذ بملء من شاء اخذ بملء بھالی" مستذراً ائمہ رشددہم ایت سے تین سالک اور ان کے تبعین و متقدمین سے چالیس کے قریب اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۲۔ اختلاف مذہب | مسلک اول، اتفاقاً ائمہ عبداللہ بن مسعودؓ، امام الحدیث ابو ہریرہؓ، جلالہ بن دینارؓ

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ فی روایہ، امام سفیان ثوریؒ، امام ابوالخیر غفرلہ، اور جہور علماء و محدثین فرماتے ہیں کہ مست ذکر، جس فرج اور مسبب دہر مطلقاً ناقض وضو نہیں۔ مسئلہ ثانی





حدیث قدس اقدس میں من حدیث شریفہ وہ دیکھنا مال سرورین علی الفلاس (اشارتیں ص ۱۳) علامہ ابن  
ماتم فرماتے ہیں کہ "الترجیح بحديث طلق لأن حديث الزهالي أقوى لأنهم أحفظ للعلم وأحفظ  
فلذا جعلت شهادة المراتين كشهادة الزهالي (۱۳) مال ابن الزهالي قول الشافعي لا دليل عليه من حديث  
ولا استواء أجماع ولا قول صاحب قياس ولا رأي صحيح (۱۴) دیکھنا مال سرورین (۱۵) تاکہ دیکھنا مال سرورین  
پر عمل کر سکے (۱۶) علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ مس ذکر سے خواص علماء کیلئے ومنہ مستحب ہے  
(ات الوضوء مستحب لخواص الأئمة) جس طرح کہ وضو مستحب الزہری یا من یحرم الأبل کا حکم ہے (۱۷) اگر قاری  
تسلیم کرے دونوں احادیث کہ سلف بھی کر دیں قرع الی القیاس کی شکل میں قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مس ذکر  
سے وضو نہیں اٹھانا چاہیے۔ لکن بعضہ من الجسد کالأنف (۱۸) امام طہاوی فرماتے ہیں کہ وضو سے مراد وضو  
نہی ہے یعنی ہاتھ وغیرہ کا دھو لینا (۱۹) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ یہاں سبب بینی مس ذکر ہونا کہ مستحب بینی  
خروج نہی مراد ہے کیونکہ عموماً مس ذکر بالشہوة سے نہی نکل آتی ہے۔ جواباً بابت دلیل ثانیہ :-  
روایا حدیث ام حبیبہ منقطع ہے وہم قال البخاری والطحاوی۔ کیونکہ حضرت کھول کا  
سماع غبشہ سے ثابت نہیں۔ (۲۰) دلیل ثالث میں یرید بن عبد الملک نوذلی ایک مستحکم

فیہ راوی ہے۔

## وفاق المذاہب

(ترمذی)

۱۳۸۹ھ :- عن بسرة بنت صفوان ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من مس ذكره فلا  
يصل حتى يتوضأ۔ بينوا الامور الاتية رواها اختلاف المذاهب (ب) ادلة كل فريق (ج) طرق  
حديث طلق بن علي هل هو الا بضعة منك وامثلها من بينها (د) دعوى نسخ حديث  
طلق لان قدومه اول سنة من الهجرة عند بناء المسجد هل هي صحيحة ام لا۔  
(هـ) الاشارة المنقولة من الصحابة والتابعين المؤيدة لحديث طلق رضي الله تعالى عنه اجزأ الله

(موطا امام محمد ۳۸۴ھ، طہاوی ۳۹۱ھ)

## تنظیم المذاہب

(موطا امام محمد ۳۹۲ھ)

پرچہ جات بالا میں درج ذیل پانچ امور قابل حل ہیں (۱) اختلاف مذاہب (۲) دلائل مذاہب (۳) طرق حدیث  
نیز طرق امثل کا تین (۴) حدیث طلق کی منسوخیت کا دعویٰ اور جوابات دعویٰ (۵) آثار صحابہ و تابعین۔ تفصیل درج ذیل ہے

الحل | پانچ امور میں سے آ، ب، ج اور د حل ہو چکے ہفتہ دہ ملاحظہ ہوں۔

(۳) طریق حدیث طلق نیز طریق أمثل کا تعین | طریق حدیث طلق :- حدیث طلق بن علی  
 سب احادیث میں چار طرق سے تخریج کی گئی ہے (۱) طریق اول :- عن ملازم بن عمرو عن عبد اللہ بن بکر عن قیس بن ابی  
 عن ابی عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ اصحاب الصحاح الا البخاری۔ طریق ثانی :- ابوبکر عن عبد بن قیس بن طلق بن ابی  
 عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجه ابو داؤد و ابی داؤد الطیالسی) طریق ثالث :- محمد بن جابر عن قیس بن طلق بن ابی  
 عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجه ابو داؤد و ابی داؤد الطیالسی) طریق رابع :- عن عکرمہ عن قیس بن طلق  
 عن ابی عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجه صاحب موارد النعمان) ان چار طرق میں سے طریق اول حسن و اصل ہے  
 چنانچہ خود امام ترمذی طریق اول سے حدیث الباب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں هذا الحديث احسن شيئي روي  
في هذا الباب پھر مزید دو طرق بیان کر کے طریق اول ہی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں و حديث ملازم بن عمرو عن عبد الله بن بکر عن قيس بن أبي

۴۔ حدیث طلق کی منسوخیت اور جوابات :- علامہ محی السنہ صاحب الشکوۃ نے حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ حدیث الباب  
 منسوخ اور حدیث ابو ہریرہ ناسخ ہے۔ دلیل یہ کہ مکتب تاریخ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حضرت طلقؓ مسجد نبوی کی  
 تعمیر کے وقت سلمہ میں تشریف لائے اور تعمیر مسجد کے امور میں شریک تھے پھر واپس چلے گئے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہؓ  
 سلمہ میں مسلمان ہوئے گویا حدیث ابو ہریرہ حدیث طلق سے متاخر ہے۔ والمتاخر يكون ناسخاً للمنتقدم  
 جوابات :- حدیث طلق میں احتمال بعدیت و ناسخیت :- حضرت طلقؓ کے متقدم الاسلام ہونے سے  
 یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی حدیث بھی متقدم ہو تیز حضرت ابو ہریرہؓ کے متاخر الاسلام ہونے سے یہ بھی ضروری  
 نہیں کہ آپ کی روایت حضرت طلقؓ سے متاخر ہو یا تو یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت طلقؓ سلمہ کے بعد وفات  
 پائے یا مدینہ منورہ تشریف نہیں لائے۔ کیونکہ نسخ کا دار و مدار کلام حدیث کی قبلیت و بعدیت پر ہے اسلام لانے  
 کے تقدم و تاخر پر نہیں۔ ۲۔ بنا بر ثانی میں حضور سیدنا طلقؓ :-

مکتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر دو مرتبہ ہوئی۔ پہلے میں سلمہ میں اور حضرت طلقؓ تعمیر ثانی میں  
 شریک تھے اور یہ وہی تعمیر ہے جس میں خود حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل تھے تقدم و تاخر کی بجائے معاشرت معلوم  
 ہوتی ہے جس پر مندرجہ ذیل اقوال مؤرخین شاہد عدل ہیں :- علامہ ابن سعدؒ اپنی کتاب "طبقات" میں  
 ۲۔ علامہ ابن ہشامؒ "تیسرے ہشام" میں اور ۳۔ علامہ حازمیؒ "کتاب الاعتبار" میں تحریر فرماتے  
 ہیں كان طلق شريكاً في الوفد الذي جاء مع مسلمة الكذاب وكان مجيئة هذا الوفد سنة تسع  
من الهجرة اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا طلقؓ میں دوبارہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے۔  
 اور ممکن ہے کہ حدیث الباب اسی موقع پر سماعت فرمائی ہو (۲) تاخر آثار بالجزم :- اگر حضرت طلقؓ کی روایت کو مقدم بھی  
 تسلیم کر لیا جائے تو وہ آثار و اقوال جنہیں ہم دلائل احصاء کے ذیل میں لائے ہیں۔ وہ بالاتفاق سیدنا ابو ہریرہؓ  
 کی روایت سے متاخر ہیں۔



ابوداؤد وصلاً  
علیہ السلام  
نسائی ص ۱۲۱

## ۱۳۔ الوضوء بفضل المرأة

ابن ماجہ ص ۲۴  
مسلم ص ۱۱۱  
بخاری ص ۲۹  
ترمذی ص ۱۱۱

۱۔ مسئلہ الباب کی صورتیں | مسئلہ الباب میں سات صورتیں متصور ہیں۔ ۱۔ مرد، مرد کے بقیہ پانی سے وضو یا غسل کرے۔ ۲۔ دونوں ایک ہی برتن سے اٹھتے وضو کریں۔ ۳۔ عورت، عورت کے فاضل پانی کو استعمال کرے۔ ۴۔ دونوں عورتیں اٹھتے وضو یا غسل کریں۔ ۵۔ عورت، مرد کے بقیہ پانی کو استعمال میں لائے۔ ۶۔ مرد اور عورت اٹھتے ایک ہی برتن سے وضو اور غسل کریں۔ ۷۔ مرد عورت کے بقیہ پانی سے وضو یا غسل کرے۔ یہ صورتیں اس طرح بھی لکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۔ جنس دونوں کی متحد ہو معیت نہ ہو۔ ۲۔ جنس میں بھی اتحاد ہو اور معیت بھی ہو۔ ۳۔ جنس نسوانیت ایک ہو معیت نہ ہو۔ ۴۔ نسوانیت بھی دونوں میں ہو اور معیت بھی ہو۔ ۵۔ جنس مختلف ہو لیکن معیت ہو۔ ۶۔ جنس مختلف ہو اور معیت نہ ہونے میں مرد پہلے پانی استعمال کرے اور عورت بعد میں۔ ۷۔ جنس مختلف ہو اور معیت نہ ہونے کے سبب عورت، مرد سے پہلے وضو یا غسل کرے۔

۲۔ مذاہب | مندرجہ بالا سات صورتوں میں سے ابتدائی چھ صورتیں بالاجماع جائز ہیں۔ البتہ آخری سات تو یہ صورت مختلف کے نزدیک پہلی چھ صورتوں کی طرح یہ صورت بھی جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ۲۔ امام احمد سیدنا حسن بصری، امام سہاق اور اہل غلو اہل کے نزدیک آخری صورت جائز نہیں البتہ اگر وہ پانی مرد استعمال کرے تو مکروہ تحریمی ہے لیکن وضو اور غسل ہو جائے گا۔

۳۔ دلائل جمہور | آحدیث الباب | عن ابن عباس قال اغتسل بعض ازواج النبی فی حفصة فلأدا ان یتوضا منه فقال رسول اللہ ﷺ یا محمد واذ الترمذی وغیرہ اس حدیث سے مسلک جمہور کی تائید قول اور عمل دونوں طرح سے ہو رہی ہے کہ اپنے وضو فرما کر علماء جہاز کو ثابت فرمادیا اور ان الماء لا یجنب کے فرمان سے قول عدم جواز کی نفی فرمادی سبحان اللہ! ————— ۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یغتسل بفضل ميمونة ————— (رواہ مسلم و احمد) یہ حدیث تائید جمہور میں نص ہے۔

۴۔ دلائل عدم جواز | آحدیث الباب | عن حکم الغفاری قال نہی رسول اللہ ان یتوضا الرجل بفضل طہور المرأة واذ الترمذی و ابوداؤد وغیرہما یہ حدیث عدم جواز پر نص ہے۔ ائمہ حدیث نے اس حدیث پر باب کراہیۃ فضل طہور المرأة کا عنوان باندھا ہے ————— ۲۔ عن عمرو ان النبی ﷺ نہی ان یتوضا الرجل بفضل طہور المرأة (رواہ ابوداؤد الترمذی وابن ماجہ وغیرہم)

جہ۔ دلیل عقلی اور چونکہ عورت کے مزاج میں بے اعتدالی زیادہ اور لطف کم ہوتی ہے اس لئے عورت کے ایسے استحصال کرنے میں بجااست نہ کہ کا قوی اندیشہ ہے۔

۵۔ جوابات

۱۔ اصنیف :- امام نووی فرماتے ہیں کہ نبی اور کراہت کی جملہ احادیث سند اصنیف ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں معلول قرار دیا ہے نیز حدیث الباب دو اعتبار سے ضعیف ہے۔ ۱۔ بوجہ اضطراب متن ۲۰۔ بوجہ  
۲۔ منسوخ :- احادیث کراہت سینا ابن عباس کی حدیث الباب منسوخ ہیں جسکی تائید  
بدرجہ پہلے کے سوال یعنی کُنْتُ جُنُبًا سے ظاہر ہے یعنی آپ مایستقل سے ومنور نہ کریں کیونکہ میں نے سماعت جنابت اس سے  
منسل کیا ہے حضور اکرم نے حکم کراہت کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنِبُ  
۳۔ اجنبیہ :- احادیث جنابت کے باقی ماندہ مانی کہ اگر یہ روایت کوئی سند سے منسلک ہو

یہی درجہ وجہ کراہت ہے۔ —————  
 اور آداب معاشرہ کے قبیل سے ہے کیونکہ عورت عام طور پر پاکی کا بہت کم خیال کرتی ہے اس لئے ممکن تھا کہ خاوند ایسے پانی کے استعمال سے نفرت کرے تو شریعت مظہر نے اس سے منع فرمادیا۔ —————  
 جس میں اس اختلافی صورت کو مبتلی اب کی رٹ پر چھوڑ دیا جائے وہ خاوند جس کی بیوی احکام طہارت، مسائل شرعیہ اور طہارت و نظافت کے معاملے میں محتاط ہو تو اس کے خاوند کو مادیات جواز پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی بیوی کے مایستعل کو استعمال کر لینا چاہیے اور وہ خاوند جسکی منکوہ مسائل دینیہ سے ناواقف اور پاکی سے طبعاً غافل ہو تو اسکے خاوند کے لئے احادیث نہی کو معمول بناواتے ہوئے مایستعل سے وضوء اور غسل نہیں کرنا چاہیے۔ میری اس توجیہ کی تائید بحمد اللہ سید ام سلمہ کے فرمان سے ہوتی ہے جسے امام نسائی نے مشافہ نقل کیا ہے کہ دفع اذا كانت کیسۃ یعنی اگر عورت نظیفہ ہو تو اس کے ساتھ یا اسکے بقیہ پانی سے وضوء یا غسل کرنا جائز ہے۔

۱۔ دلائل صوریہ جماعیہ | احادیث الباب ۱۔ عن ابن عباس عن ميمونة قالت كنت اغتسل انا ورسول الله من افاء واحد من الجنابة :- (رواه الترمذی وغیرہ) یہ حدیث انتقالِ معیت کے بوازیں نص ہے — ۲۔ عن عائشة قالت كنت اغتسل انا ورسول الله من افاء واحد تخلف ايدينا فيه من الجنابة (رواه مسلم)

۴۔ من ابن عمر قال كان الرجال والنساء يتوضؤون في من النبي من الماء الواحد جميعاً (رواه البوداؤد)  
 ۵۔ من ام صبيّة الجهنمية قالت اختلفت يدي ويدي رسول الله في الماء واحد (رواه البوداؤد)  
 سیدہ ام حبیبہؓ نہی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں اور نہ ہی محارم میں سے تو آپؐ کی معیت کیجیے  
 ۶۔ اشکال مع جوابات

مصحح ہے —؟  
 آ۔ یہ واقعہ نزولِ حکمِ مجاہد سے قبل کا ہے — ۴۔ ممکن ہے کہ برتن بڑا ہوا دریا میں پردہ مائل ہو۔



- ۳۔ یہ واقعہ مختلف اوقات پر محمول ہے اور اختلاف یہ ہے مراد یکے بعد دیگرے باری باری دستور کرنا مراد ہے۔  
 ۴۔ اس واقعہ کے وقت حضرت صحابہ نابالغ تھیں لہذا اشکال نہ رہا۔

## وفاق المدارس

(موظا امام مالک ۱۲۹۲ھ)

قال ما نك ان عبد الله بن عمر كان يقول ان كان الرجال والنساء يتوضئون في عهد رسول  
 صلى الله عليه وسلم جميعاً. بعض احاديث سے فضل ماء مرآة سے وضو کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے  
 جبکہ حدیث مذکورہ بالا سے جواز مفہوم ہوتا ہے یہی اختلاف غسل بفضل غسل ماء المرآة کے بارے میں پایا  
 جاتا ہے اس تعارض کو رفع کیجئے۔ اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے تشکیک مع قائل بیان کیجئے۔ نیز اس حدیث سے  
 ظاہر ہوتا ہے کہ اس ہند میں پردہ نہ تھا اس شبہ کا بھی مشافی جواب دیجئے۔

**الحل** :- پرچہ بالا میں دریافت کردہ جملہ مسائل ترجمہ الباب کے ذیل میں تحریر ہو چکے ہیں۔ نظر ثانی فرمائیں۔

## وفاق المدارس اور تنظیم المدارس

کے امتحانات میں ناکام ہو جانے والے طلباء جنہیں ضمنی امتحانات میں داخلہ لینے کی  
 اجازت ہو۔ ایک یا ایک سے زائد پرچوں کی تیاری کے لئے امتحان سے تین ماہ قبل  
 حضرت مولف موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر مشافہت کتاب فیض کر سکتے ہیں۔  
 ان کے تقدیرات میں انشاء اللہ کامیابی یقینی ہوگی۔ رابطہ کے لئے :

مولانا شکیل رحمانی

ناظم دارالعلوم - قدیر آباد - ملتان

۱- بیان اقسام نبیذ :- نبیذ ثبہ، نبیذ نَبْذُ آسے مانو ذہے، یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ (النبیذ ای ما ثبہ فی التمر) پانی میں کچھ کھجوریں ڈالنے کے بعد نبیذ میں تین صورتیں منظور ہیں۔ دو اجماعی ایک اختلافی۔  
۱- پانی میں کچھ کھجوریں ڈال دی گئیں جس سے پانی نہ میٹھا ہوا اور نہ ہی حدِ شکر کو پہنچا۔ اس پانی کے ساتھ وضو بالاتفاق جائز ہے۔  
۲- پانی میں مٹھاس بھی پیدا ہو گیا۔ نیز حدِ شکر کو بھی پہنچ گیا اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔ ۳- پانی میٹھا تو ہوا لیکن حدِ شکر کو نہیں پہنچا یہ صورت مختلف فیہ ہے۔

۲- اختلافِ ائمہ :- ۱- فضیل - امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ (روایہ) کے نزدیک اس سے وضو جائز نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم کر لے اسے استعمال نہ کرے۔ ۲- امام سفیانؒ ثوریؒ نیز مشہور روایت میں امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے اور تیمم ناجائز۔ ۳- امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ (روایہ) کے ہاں اولاً وضو کرے اور بعد میں تیمم (مار مشکوک کی طرح)۔ ۴- علامہ اسحاق بن راہویہ کا قول یہ ہے کہ اس سے وضو واجب اور تیمم مستحب ہے وہ قال ابو حنیفہؒ فی ذلک الغرض :- تفصیل بالاسے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ امام ابو حنیفہؒ سے چار اقوال منقول ہیں۔ ۱- تیمم کر لیا جائے وضو نہ کیا جائے لکھا قال الامۃ الثلاثة اس کے ناقل آپ کے تلمیذ حضرت نوح بن ابی مریم ہیں (وہ قال صاحب الہدایۃ و منارۃ الطحاوی و قاضیان و علامہ ابن تیمیم) اس قول کے مطابق ائمہ اربعہ ترک وضو اور تعیین تیمم پر متفق ہیں فلا خلاف فیہ ولا کلام۔ ۲- صرف وضو کرے تیمم ضروری نہیں۔ ۳- وضو اور تیمم دونوں کو وجوباً جمع کرے (ک قال تلمیذہ الرشید محمد بن الحسن الشیبانی) ۴- وضو واجب ہے اور اس کے بعد تیمم مستحب۔

۳- دلائل مسلکِ احناف :- چونکہ اس مسئلے میں امام اعظمؒ امام ابو حنیفہؒ سے چار مختلف اقوال منقول ہیں نیز ایک قول نہیں رہا لیکن چونکہ بعض احناف کے ہاں مفتی بہ قولِ جواز وضو کا ہے اس لئے دلائل کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱- حدیثِ الباب :- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمرۃ طیبۃ و ما رطوبہ (اخرجہ الامام احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ و الدارقطنی و البیہقی و ابن ابی شیبہ و غیر ہم من العلماء و المحدثین) ۲- اشرحضرة علیؑ : عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان لایری بأناً بالوضوء بالنبیذ (رداء دارقطنی و ابن ابی شیبہ) ۳- اشرعکرمہؑ : عن ابن عباسؓ الوضوء بالنبیذ وضوء لمن لم یجد الماء (اخرجہ دارقطنی) ۴- قولہ الجے العالیہ : عن ابی العالیہ قال رکبت مع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضوا بالنبیذ (رواہ صاحب احکام القرآن) اس روایت سے تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کا عمل معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال : یہ احادیث سندا جتنی بھی ضعیف ہوں امہ ثلاثہ کے قیاس کے مقابلے میں راجح ہیں۔ گو یا کہ حضرات احناف (کثر اللہ سوادہم) نے





عبد اللہ بن مسعود ۱۲۔ ابو عثمان ابن سنان ۱۳۔ ابو عثمان نہدی۔ دوسرے اعتقاد میں لکھا ہے کہ یہ ہے کہ ابو یوسف بھی  
 بھول نہیں اس کا نام راشد بن کیران ابھی ہے (مترجم) ابی یحییٰ ابن عبد الوہاب ابن مدنی، داؤد بن ابی یحییٰ، داؤد بن ابی یحییٰ  
 کو امام مسلم، امام ابو داؤد امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور ان سے روایت کرتے والوں میں سفیان ثوری  
 اور شریک بن عبد اللہ سمرقندی ہیں۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

۱۳۹۳ھ میں ابی فزارة عن ابی زید عن عبد اللہ بن مسعود قال سألنی النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم ما فی اداوتک فقلت نبیذ فقال تسرد طيبة وماء طهور قال فتوضا منه۔ قال ابو یحییٰ  
 وانما روى هذا الحديث عن ابی زید عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی  
 زید رجل یجھول عند اهل الحديث لا تعرف له رواية غیر هذا الحديث وقد روى  
 بعض اهل العلم التوضوء بالنبیذ منهم سفیان وغیرہ وقال بعض اهل العلم لا یتوضأ  
 بالنبیذ وهو قول الشافعی وأحمد وإسحاق وقال اسحق ان ابی زید رجل یجھول بهذا فتوضأ بالنبیذ  
 یتیمم احب انی قال ابو یحییٰ وقول من لا یتوضأ بالنبیذ اقرب الی الکتاب واشبه لان اللہ  
 تعالیٰ قال لہم تجدوا ماء فیتیمموا صعباً طیباً۔ یتیمموا مع النبیذ واختلاف الاسماء فیہ  
 ومثلک الامام الشافعی ابی حنیفة رحمہم اللہ مفقود ومبرہنا وهل کان صاحب التعلین  
 والبراک راوی الحديث لیلۃ الجن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (طحاوی ۱۳۸۵ھ)  
 درجہ ذیل پشاور امور قابل مصل ہیں۔

۱۔ بیان اقسام نبیذ ۲۔ اختلاف اکرۃ ۳۔ دلائل مسکب اخاف ۴۔ بیلۃ الجن میں معتبر ابی مسعود

**الحل** | نجلہ مباحث پر پے سے قبل تحریر کئے جا چکے ہیں۔

**نظر طحاوی** | اہل طحاوی کی رائے مسئلہ الباب میں چونکہ اکثر ائمہ اور امام ابو یوسفؒ کے موافق ہے نیز حضرت امام اعظمؒ کے  
 ایک قول سے بھی ظہور کی تائید ہوتی ہے جسے صاحب ہدایۃ اور صاحب بحر الرائق نے ترجیح دی ہے تو امام  
 نے اپنے تین دلائل قیاس سے مسکب مجہور کو مدلل کیا ہے جو درجہ ذیل ہیں۔ ————— ۱۔ بالاجملہ کشمش کی نبیذ اور سرکہ سے وضو



کرنا جائز نہیں لہذا غبیضہ تہ سے وضو کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ — حضرت فقہ کا اجماع ہے کہ جب پانی موجود ہو تو غبیضہ تہ سے وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ غبیضہ تہ باریک کامل یعنی نابالغ نہیں تو پانی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس سے وضو جائز نہ ہونا چاہئے کیونکہ غبیضہ تہ باریک نہیں جیسا کہ بیان ہوا لہذا حکم کرنا چاہئے ۲۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے ایک اثر آپ کے وضو بالنبیذ کے بارے میں مروی ہے ان رسول اللہ ﷺ توضوا بالنبیذ وھو ھو مسافر — یعنی آپ نے غبیضہ سے وضو بحالت آقامت کیا۔

کیونکہ آپ نے مکہ مکرمہ کے باہر قرہی علاقہ میں جنات کو تبلیغ کی اور اسی حالت میں غبیضہ تہ سے وضو فرمایا یعنی حوائی مکہ میں وضو کرنے کا حکم یعنی مکہ مکرمہ کے شہر میں وضو کرنے کے حکم میں ہے کیونکہ شہر اور حوائی شہر میں پانی میسر نہ ہوتا ہے اس لئے بالباب شخص میں تنیم کرنا جائز نہیں تو گویا حضور انور کے ایسے ماحول میں غبیضہ تہ سے وضو کیا جہاں پانی موجود تھا اور جب پانی موجود ہو تو غبیضہ تہ سے وضو کرنا بالاجماع درست نہیں لہذا معلوم ہوا کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں بھی غبیضہ تہ سے وضو نہ کرنا چاہئے نیز حدیث سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے استدلال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ حالت وجود بار کے بارے میں ہے جبکہ اختلاف حالت عدم وجود بار کے متعلق ہے کما ہوا الظاہر۔

## جوابات

چونکہ بعض ائمہ منصفہ کے نزدیک مسئلہ الباب ایک اجماعی مسئلہ ہے اس لئے امام طحاوی کے جمع قیاسیہ کو رد کرنا مناسب نہیں اور جوابات دینا یقیناً تطویل بحث ہے لیکن چونکہ مفتی بر قول جواز وضو کہہ رہے اس لئے کچھ جوابات کو ذکر کیا جاتا ہے۔ — ۱۔ جوابات قول اولے — کشمکش کی غیبت اور سرکہ سے وضو کے علم جواز کا قول اجماعی نہیں بلکہ بعض ائمہ ان دونوں اشیاء سے جواز وضو کے قائل ہیں لہذا قیاس درست نہ ہوگا۔ — ۲۔ غبیضہ تہ سے وضو کا جائز ہونا حدیث و نص سے ثابت ہے یقیناً ائمہ منصفہ کو غیر منصوص علیہ حکم پر قیاس کرنا درست نہیں نیز مسئلہ الباب چونکہ ایک خلاف قیاس و عقل حکم ہے لہذا اپنے مؤلف پر بند رہے گا اور اگر پر زبیب و سرکہ کو قیاس نہ کیا جائے گا۔ لہذا غبیضہ تہ سے وضو درست ہوگا اور زبیب و سرکہ سے ناجائز۔ — ۳۔ ترکی جو فضیلت حضور اکرم ﷺ نے اپنے فرائض میں بیان فرمائی ہے وہ زبیب یا کسی دوسرے پھل کو حاصل نہیں لہذا اگر پر دوسرے پھلوں کو قیاس کرنا درست نہیں

جوابات قیاس ثانی و ثالث — ۱۔ اجماع کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ بعض تابعین اور فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک غبیضہ تہ اور دوسرے انواع کے پانی طہارۃ و تطہیر میں یکساں ہیں لہذا مابراہر و مظهر کی موجودگی میں غبیضہ تہ سے وضو کرنا جائز ہے کوئی قباحت نہیں۔ — ۲۔ حالت عدم وجود بار کو حالت وجود بار پر قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ کئی مسائل شرعیہ حالت عدم بار میں مشروع ہیں اور حالت وجود بار میں باطل جیسے تنیم وغیرہ لہذا آپ کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ — ۳۔ احقر کی رائے میں حضور انور نے جب بحالت آقامت اور بحالت وجدان بار غبیضہ تہ سے وضو کیا تو بحالت عدم وجدان بار وضو بالنبیذ لطریق اولیٰ جائز اور صحیح ہونا چاہئے۔

## احقر کی ناقص رائے ہیں

حدیث الباب کو اگر غبیضہ تہ کی پہلی قسم یعنی جب وقوع تہ سے نہ ہی تغیر طعم ہو کہ پانی میٹھا ہو جائے اور نہ ہی تغیر لون یا ریح ہو کہ حد سکر کو پہنچ جائے پر معمول کیا جائے تو کئی وجوہ سے رائج ہے۔ — ۱۔ حدیث الباب اور دلائل قیاسیہ میں تعارض رفع ہو جائے گا۔ —





۱۔ مذہب | امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام سفیان ثوریؒ حضرات مجاہدین اور مجاہدین  
حقانہ و عمدہ تہذیب کے نزدیک وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا نہ ہی فرض ہے اور نہ ہی رکن بلکہ سنت ہے  
۲۔ امام اسحاق بن راہویہ، علامہ داؤد غازی، علامہ ابن حزم غازی، امام احمد بن حنبلؒ (روایہ) اور بعض اہل نواہر کے  
نزدیک وضو کرنے وقت تسمیہ فرض ہے اور صحت نماز کے لئے شرط اگر تسمیہ بعداً ترک کرے تو اعادہ واجب ہے۔ البتہ نہایت  
پھوٹ جانے تو گناہ گار ہوگا اعادہ لازم نہیں ہے۔ حضرات حنفیہ میں علامہ ابن ہمام کے نزدیک تسمیہ واجب ہے اور صاحب  
حدایہ کی تحقیق میں مستحب۔

۲۔ دلائل جمہور | حضور اکرمؐ کے وضو کی کیفیت کو حضرات محدثین نے تیرہ صحابہؓ سے نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی روایت  
میں بھی تسمیہ کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ تسمیہ نہ ہی فرض ہے اور نہ ہی شرط۔ ۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال  
رسول اللہ تووضا کما امرک اللہ (رواہ البخاری) یہ ایک مشہور حدیث کا لٹکا ہے جو حدیث اعرابی مسیئ الصلوۃ کے نام سے طلباء حدیث  
میں مشہور ہے اس حدیث میں آپؐ نے اعرابی صحابی کو مکمل وضو کی تعلیم دی اور اس میں تسمیہ کا بیان نہیں نیز آپؐ کے  
قول تووضا کما امرک اللہ سے اس قرآنی آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں ارکان وضو بیان کئے گئے تو  
معلوم ہوا کہ تسمیہ غنہ الوضو فرض نہیں ہے۔ ۳۔ حدیث الباب: عن سعید بن زید عن النبی قال لا وضوء  
لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (رواہ البخاری وغیرہ) اس حدیث کے ظاہری مفہوم ہے تسمیہ کا وجوب ثابت ہوگا ہے  
لیکن ضعیف اور غیر قوی السنہ ہونے کے سبب تسمیہ مسنون کھلا (۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فاغسلوا وجوهکم لیدیکم  
(الایہ) اس آیت میں تسمیہ کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ تسمیہ صحت نماز کے لئے شرط نہیں ہے۔ ۵۔ دلیل عقلی: جس  
وقت تیمم میں بالاجماع تسمیہ فرض نہیں حالانکہ اس میں اہتمام زیادہ ہے جیسا کہ تیمم میں وجوب نیت سے ظاہر ہے تو وضو  
میں بھی تسمیہ واجب ہوگا۔ ۶۔ جب طہارت ثوب اور طہارت مکان کے لئے تسمیہ ضروری نہیں تو طہارت جسم یعنی  
وضو کے لئے بھی تسمیہ لازم نہ ہوگا۔

۳۔ دلیل فرضیت | حدیث الباب: عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال  
لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (رواہ البخاری) یہ ایک مسلم ضابطہ ہے کہ شئی کی  
نفی ترک رکن یا ترک فرض کی وجہ سے ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ تسمیہ وضو کے لئے شرط اور ضروری ہے۔  
۴۔ جوابات | ۱۔ ضعیف، امام ترمذیؒ حدیث الباب کے بعد امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں

بَابُ الْبَابِ حَدِيثُ الْإِسْنَادِ جَيِّدٌ - یعنی فرضیتِ تسمیہ میں کوئی بھی جید اور قوی السند حدیث میں نہیں اور حضراتِ محدثین کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ حدیث لا یعدوہ احمد فہو ولیس بحديث۔  
 (۱) امام ہزار کا قول ہے کہ کُلُّ مَا رُوِيَ فِي هَذَا الْبَابِ فَلَيْسَ بِقَوِيٍّ۔ (۲) علامہ ابو یوسف، علامہ ابو زرعہ اور امام منذری سے منقول ہے احادیثِ الباب لیست بمستقیمۃ۔ لفظی کمال: دوسری احادیث کی طرح یہاں بھی لفظ لافنی کمال کے لئے ہے اور کلمہ لافنی کمال میں ہونا حقیقی معنی ہے مجازی نہیں۔ (۳) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ الباب میں عدمِ ذکرِ تسمیہ سے وضو کی نفی ہے طہارت کی نہیں جبکہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے نہ کہ وضو جیسا کہ حدیثِ نبوی ہے مَفَاحُ الصَّلَاةِ الطَّيِّبَةِ گویا تسمیہ طہارتِ جسم کے لئے ضروری نہیں وضو کے لئے ضروری ہے اور وضو وضوۃ یعنی نورانیتِ اعضاء سے ماخوذ ہے تو بالاجماع بروز قیامت اعضاء میں نور مستحبات اور سنن کے بغیر پیدا نہ ہوگا مہلکہ کہ وضو اور طہور میں عمومِ خصوص مطلق کی نسبت ہے اگر تمام مستحبات و سنن کی رعایت رکھ کر اعضاء کو پاک کیا تو یہ وضو بھی ہے اور طہور بھی اور اگر صرف فرض کی تکمیل کی اور سنن کو ترک کر دیا تو یہ طہور ہوگا وضو نہیں۔  
 فتنہ در القائل بدقۃ نظر و علوف کلام و دفعۃ اجتہاد و بعلمہ بالکتاب و السنۃ

## ۵۔ تطبیق

انہ حنفیہ تسمیہ کے عدمِ فرضیت پر تو متفق ہیں البتہ اسکی شرعی حیثیت کی تعیین میں مختلف ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے وجوبِ تسمیہ کا قول کیا ان کے نزدیک حدیثِ الباب بوجہ خبر واحد ہونے کے اثباتِ فرضیت سے تو قاصر ہے البتہ وجوب یقیناً ثابت ہے جن حضرات نے سننیت کا قول فرمایا ان کی تحقیق میں حدیثِ باب بوجہ خبر واحد اور ضعیف ہونے کے نہ ہی مثبت فرضیت ہے اور نہ ہی مثبت وجوب البتہ کثرۃ احادیث کے سبب حسنِ لغو ہو کر موجبِ سننیت ہے۔ قائلینِ استحباب کے نزدیک حدیثِ الباب کے جملہ طرق چونکہ ضعیف اور غیر جید ہیں جیسا کہ محدثین کی تحقیق سے ظاہر ہے تو فقط استحباب ہی ثابت ہوگا نہ کہ سننیت و وجوب۔

## ۶۔ ایک بحث

تسمیہ اور بسم اللہ میں فرق ہے۔ تسمیہ کے معنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے ہیں جیسا کہ حوقل کے معنی لا حول ولا قوۃ پڑھنے کے ہیں جبکہ بسم اللہ کے معنی ذکر اللہ کر لے کے ہیں جن الفاظ سے بھی کیا جائے بسم اللہ سے یا دیگر مسنون کلمات سے۔

## وفاق المدارس

(البرہان ۲۸۵)

(البرہان) یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوة لمن لا وضو ولا وضو لمن لم یذكر اسم اللہ علیہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ تسمیہ وضو میں فرض ہے



اس باب میں جو اختلاف ہے واضح فرمائیں اور احناف کا یہ مسلک ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کا جواب دیں۔  
(سنن ابن ماجہ ۱۳۹۲)

## تنظیم المدارس

۱۳۹۷ھ

امام طحاوی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (مصلوۃ لمن لا وضوء لہ ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ)۔ اس حدیث کے تحت اختلاف ائمہ بیان کیے۔  
امام طحاوی نے اس حدیث کے معارض کوئی حدیث پیش کی ہے اور ان دونوں میں تطبیق دیکر امام عظیم کا مسلک کس طرف ثابت کیا ہے؟  
**الحل**۔ جملہ مسئلہ مباحث کو حل کر دیا گیا ہے۔ نظر دہرائیں۔

**نظر طحاوی** | مسائل شرعیہ میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی تکمیل بات حیثیت کے ذریعے ہوتی ہے اور کلام کرنے سے ان پر حکم شرعی مرتب ہو جاتا ہے جیسے عقود، نکاح، خلع وغیرہ تو گویا ایسے مسائل میں ایجاب حکم اقوال پر ہوتا ہے اور بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کی تکمیل تو کلام کے ذریعے نہیں ہوتی البتہ کلام ان کے لئے رکن کے درجہ میں ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر تحرکیہ اور حج کے لئے کلمات تلویح جبکہ وضو کے لئے تسبیح دونوں اقسام کے مشابہ نہیں کیونکہ تسبیح سے نہ ہی وضو کی تکمیل ہوتی ہے جیسا کہ نکاح و بیوع وغیرہ اور نہ ہی تسبیح بالا جماع وضو کے لئے رکن ہے کیونکہ ارکان وضو بالا جماع چار ہیں جن میں تسبیح نہیں لہذا معلوم ہوا کہ وضو کے لئے تسبیح نہ ہی رکن ہے اور نہ ہی متمم بلکہ مستحب ہے۔ نیز وضو کی طرح نماز کے شرائط میں سے ستر عورت اور طہارت مکان ہے جب ستر عورت اور طہارت ثوب و مکان کے لئے بالا جماع تسبیح ضروری نہیں تو وضو کے لئے بھی تسبیح لازم نہ ہوگا۔

**سوال** | حضرات حنفیہ کے نزدیک جانور ذبح کرتے وقت تسبیح پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے ترک کیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ایسے ہی تسبیح بوقت وضو لازم ہونا چاہیے اور بصورت ترک وضو فاسد اور غیر معتبر ہو۔

**جواب** | امام طحاوی نے سوال کا تین طرح سے جواب دیا ہے۔ — اگر بوقت ذبح تسبیح جان بوجھ کر ترک کر دیا جائے تو ایسا ذبیحہ بعض ائمہ کے نزدیک حلال ہے تو گویا یہ مسئلہ اجماعی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ تسبیح عند الذبح غیر ضروری ہے۔ اگر خطا یا تسبیح چھوٹ جائے تو بالا جماع ذبیحہ حلال ہے لہذا ثابت ہوا کہ تسبیح ضروری نہیں۔ — اگر بوقت ذبح تسبیح اپنے عین و مذہب کی شہادت کے لئے ہے نہ کہ ذبح جانور کے لئے اس لئے عند الذبح تسبیح کو لازم قرار دیا گیا جبکہ بوقت وضو تسبیح کا پڑھنا فقہائے ذکر اللہ سے جس کے سبب لازم نہیں لہذا آپ کا قیاس قیاس مت الفارق ہے جو درست نہیں۔

ابوداؤد ص ۲۴  
موطا امام مالک ص ۳۱

## ۱۶- قُبْلَةٌ وَمَسْرُورَةٌ

سُورَةُ  
الْمَائِدَةِ  
ص ۲۵

۱۔ **ابن ماجہ** نہیں۔ اس مسئلہ میں حضرت امام کے مابین حدیث ذیل اختلاف ہے، امام انسلم ابو یوسف حضرت صاحبین امام سفیان ثوری امام اوزائی اور ابو یوسف صاحب و تابعین کے نزدیک مسرورہ مطلقاً ناقض وضوء نہیں خواہ بالشہوہ ہو یا بدون الشہوہ البتہ مباشرۃ فاحشۃ ناقض وضوء ہے اذیہ قال یمن الصحابہ سیدنا علیؓ و ابن عباسؓ و عائشہؓ و عمرؓ بن الخطابؓ و من المابین الحسن البصریؓ و الشیبیؓ و عطاء و طاؤسؓ و غیرہ من قبلہم) ۲۔ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبلؓ کے نزدیک مسرورہ ناقض وضوء مگر قیودات میں ان حضرات کی آراء ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ۳۔ امام مالک کے نزدیک نقض وضوء کے لئے تین قیود کا پایا جانا ضروری ہے، ۱۔ بالشہوہ یا براہۃ، ۲۔ غیر محرم ہو، ۳۔ المس بالشہوہ ہو، امام شافعی کے تین قیود میں سخت قسم کا اضطراب پایا جاتا ہے بہر حال مشہور اور مفتی بر قول یہی ہے کہ مس مرأہ مطلقاً ناقض وضوء ہے خواہ عورت بالغہ ہو یا بالغہ خواہ محرم ہو یا غیر محرم خواہ مس بالشہوہ ہو یا بغير شہوت خواہ لمس بالید ہو یا بدن کے کسی اور حصہ سے۔ ۴۔ امام احمدؓ سے تین اقوال مروی ہیں ۱۔ مس مرأہ مطلقاً ناقض وضوء نہیں (كما قال الأحناف) ۲۔ مس مرأہ مطلقاً ناقض وضوء ہے (كما قال الشوافع) ۳۔ مس مرأہ قیودات بالاسے ناقض وضوء ہے مطلقاً نہیں (كما قال المالکیہ)

۲۔ **دلائل الخاف** ۱۔ حدیث الباب عن عائشہ عن النبی قبلہا و لم یتوضأ (رواہ الترمذی و ابوداؤد و غیرہما) ۲۔ حدیث الباب عن عائشہ عن النبی قبلہا و لم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۳۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۴۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۵۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۶۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۷۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۸۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۹۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے ۱۰۔ عن عائشہ قالت فاذا استجد رسول الله غمزني فقبضت رجلا فخرجت الى الصلوة ولم یتوضأ (رواہ ابوداؤد و غیرہ) ان دونوں احادیث کی اسناد پر علماء جرح و تعدیل نے تفصیل گفتگو کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے



دست مبارک بحالت صلوٰۃ لگتا ہوگا۔ احادیث بالا کے علاوہ سیدہ ام سلمہؓ کی روایت سیدنا ابوسعید خدریؓ کی روایت اور سیدنا ابوسلمہؓ کی روایت مسلک حنفیہ کی تائید میں شاہد عدل ہیں، اگر احادیث بالا پر غور کیا جائے تو مسئلہ بیاہ میں محرم وغیرہ اور بالغ و صغیرہ میں کوئی فرق نہیں۔

۳۔ **دلائل الائمہ** قائلین مسلک ثانی و ثالث کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، ان حضرات کا موقف اور موقف استدلال قرآن مجید کی آیت **اَوْصَلْتُمْ النِّسَاءَ** سے بایں طور کہ مس سے مراد لمس بالید ہے۔ کے علاوہ سیدنا ابن مسعودؓ سیدنا ابن عمرؓ اور سیدنا معاذؓ کے آثار سے ان حضرات کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔ **جوابات** لغت عربیہ میں کلمہ لمس کے دو معنی معروف ہیں۔ ۱۔ لمس بالید یعنی چھونا۔ ۲۔ بمعنی جماع۔ ان دو معانی میں سے معنی اول حقیقی اور معنی ثانی مجازی ہے لیکن حضرات حنفیہ نے مندرجہ ذیل وجوہ ترجیح کی بناء پر

مس بمعنی جماع کو اختیار فرمایا۔ ۱۔ باعتبار اصطلاح قرآن **یَلَامَسُ الْمَرْءُ الْمَرْءَ** اور مس کی نسبت و اضافت جس وقت بیاہ کی طرف ہو تو وہاں بالاتفاق لمس بمعنی جماع۔ متعین ہے بسيا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ**

**أَنْ تَسْتَوْهِنَ** ۲۔ بوجہ بلاغت قرآن لمس سے جماع کے معنی لینے میں آیت مذکورہ کی جامعیت ثابت ہوتی ہے ورنہ اگر حدیث کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حدیث اصغر (بے وضو ہونا) ۲۔ حدیث اکبر (یعنی حالت جنابت) پھر انسان کی دو کیفیتیں ہیں،

۱۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** گویا حصول طہارت کی چار سورتیں ہوں ۲۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** ایسے انسان کے لئے فرمایا **فَاغْسِلُوا وُجُوْهُكُمْ**۔ ۳۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** ۴۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** ۵۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا**

کا ارشاد ہے ۳۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** کے لئے **أَوْجَاءَ** **أَحَدُكُمْ** من الغائط ۴۔ **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** کے لئے **فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا**

**فَإِذَا جَاءَ مَا رَغَبَ فَاقْدُمُوا** اگر **لَا مَسَّ لَكُمْ** ایسا معنی لینا جو حکم جدید پر مشتمل ہو اولیٰ ہے اس معنی لینے سے جس میں حکم سابق کی تاکید ہوتی ہو لہذا **لَا مَسَّ لَكُمْ** کے معنی لمس بالید لینے سے محدث فاقدماء کے لئے تیمم کا حکم ثابت ہوگا جبکہ یہ حکم **أَوْجَاءَ** **أَحَدُكُمْ** من الغائط کے کلمات سے ثابت ہے لہذا جامعیت

قرآن اور تاسیس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ **لَا مَسَّ لَكُمْ** سے جماع اور انتقاء ختائین مراد ہو ۲۔ بسبب جامعیت قرآن امام ابو بکر جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ اگر اولیٰ

**مَسَّ لَكُمْ** سے جماع مراد لیا جائے تو اس کلمہ سے دو حکم معلوم ہوتے ہیں ۱۔ غلبی کے لئے پانی نہ ہونے کے وقت تیمم کا حواز ۲۔ بغیر انزال کے انتقاء ختائین کی صورت میں وجوب غسل لہذا **لَا مَسَّ لَكُمْ** بمعنی جماع ہی لیا جائے ۳۔ باعتبار قانون

مخبر **لَا مَسَّ لَكُمْ** سے مشتق ہے اور کلامت باب مفاعلہ سے جو جائزین سے شرکت پر دلالت کرتا ہے یقیناً بحالت جماع اور بحالت ختائین مشارکت ممکن ہے نہ کہ مس بالید کی صورت میں ۴۔ بوجہ اقوال صحابہؓ رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ

بن مسعودؓ کا فرمان ہے **الْمَلَأْتُمْهُ** **عَنِ الْجَمَاعِ** (رواہ البیہقی) **وَبِهِ قَالَ سَيِّدُنا عَلِيُّ دَابُّوسُ** **أَلَا شَعْرِي وَخَيْرٌ** بوجہ

۵۔ **وَبِهِ قَالَ سَيِّدُنا عَلِيُّ دَابُّوسُ** **أَلَا شَعْرِي وَخَيْرٌ** بوجہ

اعادہ پیشہ ہوئے پھر درجہ بالا اعادہ پیشہ ہوئے سے بھی اس بات کو ترجیح ہوتی ہے کہ لمس یعنی جماع سے لمس بالایہ نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کی کئی بار ملاقات ہوئی لیکن نہ ہی حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور نہ ہی سیدہ عائشہؓ نے وضو فرمایا۔  
 تعامل صحابہؓ سے ایسے بالایہ دوسرے نواقض وضو کی طرف کثیر الوقوف ہے کیونکہ روزانہ ہر انسان بیٹوں مرتبہ چھوٹی بڑی محرماتوں سے لمس بالایہ کرتا ہے اگر لمس بالایہ مطلقاً ناقض وضو ہو تو حضرات صحابہؓ کا تعامل لمس بالایہ پر نقض وضو کا ہوتا جبکہ حضرات صحابہؓ سے لمس بالایہ فرماتے اور وضو نہ فرماتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہؓ کے نزدیک بھی لا ستم یعنی جماع ہے۔ قائلین مسک کی طرف سے جو آثار پیش کئے جلتے ہیں وہ یا تو سند ضعیف ہیں یا غیر سریح اور سنت تسلیم کر لی جائے تو اعادہ پیشہ مرفوعہ صحیح کی وجہ سے یا تو مروجہ ہیں یا مستنوح۔

## وفاق المدارس

(ابوداؤد ۱۳۹۴ھ) حدثنا عثمان بن ابی شیبہ قال ثنا وکیع ثنا الاعمش عن جیب عن عروۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل امراً من نساء دثم خرج الی الصلوة ولم يتوضأ فقلت لہا من ہی الا انت ؟ فضحکت

ما هو اختلاف الائمة المتبوعین فی مس المرأة وما هو الراجح عندکم رواية ودرایة حققوا المسئلة كما یلیق بشانکم الرفیع ثم لخصوا القول فیما قال الا صام السجری حول سند هذا الحديث۔ هل تعرفون یحییٰ بن سعید القطان؟ وهل توافقونہ فی قوله ان هذا الحديث شبه لا شیء؟ ما هو الصحیح الذی رواه حمزة الزبیری عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ؟ ومن هو عبد الرحمن بن مغراء۔

**الحل** :- پرچہ بالا میں آٹھ امور دریافت کئے گئے ہیں جن میں سے چار پرچے سے قبل اور بقیہ چار پرچے کے بعد تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اعتراضات امام ابوداؤد مع جوابات | حدیث الباب کی پہلی روایت جو سیدنا ابراہیم تیمیؒ سے مروی ہے اس کے بارے میں امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں "هو مرسل" و ابراہیم تیمیؒ لم یستمع من عائشۃ شیئاً۔ یعنی ابراہیم تیمیؒ کی اس سیدہ عائشہؓ سے سماع ثابت



نہیں لہذا باعتبار سند کے یہ حدیث منقطع ہے اسکی تائید میں امام ابو داؤد فرماتے ہیں وَ قُضِيَ دَوَاكَا الْغُرَّةِ بِنَا وَ غَيْرِهِ  
اس حدیث کو فریابی وغیرہ نے بھی سفیان ثوری سے منقطعاً روایت کیا ہے۔

**جوابات** ۱۔ دارقطنی میں ابراہیم تیمی کے بعد عن ابراہیم کی زیادتی ہے یعنی سند یوں ہے عن ابراہیم تیمی عن ابی  
عن عائشہ اس سے معلوم ہوا کہ سند متصل ہے منقطع نہیں (۲) سیدنا ابراہیم تیمی ایک ثقہ راوی اور تابعی ہیں اور ثقہ راویوں  
کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہوتی ہے اور حدیث مرسل جہور محدثین کے ہاں حجت ہے (۳) وراسیل افقت  
حجۃ عندنا (۴) امام نسائی صفحہ ۲۲ پر حدیث الباب کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں لَيْسَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ آخَرُ  
مِنْ هَذَا وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا (۵) فرق ثانی کے پاس چونکہ صحیح السنہ روایت موجود نہیں لہذا حدیث الباب اگرچہ  
اسی یوں نہ ہو پھر بھی حضرات حنفیہ کے مسلک کے راجع اور قوی ہونے میں کوئی شک نہیں (۶) امام ابو داؤد کے قول  
کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی کئی ایسی مؤید احادیث موجود ہیں جن سے حدیث الباب کے مدعی کی تائید ہوتی ہے۔  
امام ابو داؤد نے سیدہ عروہ کی حدیث پر تین طرح کے اعتراضات کئے ہیں (۱) سیدہ عروہ میں عروہ سے عروہ مذنی مراد ہیں  
یا عروہ بن زبیر اگر عروہ مذنی مراد ہوں جیسا کہ اسی حدیث کی دوسری سند میں عن عروہ المذنی عن عائشہ کے کلمات  
سے ظاہر ہے تو پھر دوسرا شکال پیدا ہوتے ہیں (۲) مذنی ایک مجہول الوصف راوی ہیں لہذا حدیث الباب ضعیف ٹھہری۔  
(۳) عروہ مذنی کا سماع سیدہ عائشہ سے ثابت نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہے اسی لئے امام الجرح والتعديل امام یحییٰ بن سبیر  
قول مشہور ہے إِنَّهُ شَبَّهَ لَا شَيْءَ يَمْنَىٰ مَذْكُورُهُ بِالْأَسْنَدِ لَا شَيْءَ اور ضعیف ہے اگر عروہ بن زبیر مراد ہوں  
تو پھر ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ حدیث الباب منقطع ہے کیونکہ حبیب کا سماع عروہ بن زبیر سے ثابت نہیں اس بات کو  
امام ابو داؤد یوں نقل فرماتے ہیں مَخْلَصَةٌ ثَنَاهُ حَبِيبٌ إِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمَذْنِيِّ لَيْسَ لَمْ يَجِدْ شَاهِدًا عَنْ عُرْوَةَ بْنِ زُبَيْرٍ  
سند مذکور میں عروہ سے عروہ بن زبیر مراد ہیں جس پر درج ذیل پانچ قرآن دال ہیں (۱) ابن ماجہ میں سیدہ  
مذکور عن عروہ بن زبیر عن عائشہ کے کلمات سے منقول ہے گویا اس سند میں عروہ کے بعد ابن زبیر کی زیادتی ثابت  
ہے (۲) امام بخاری اور امام ترمذی کی تحقیق میں عروہ سے عروہ بن زبیر مراد ہیں جیسا کہ امام ترمذی کا قول ہے سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي  
قَالَ حَبِيبٌ بَنِي ثَابِتٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا : یقیناً حبیب ابن ثابت کا سماع اور عروہ بن زبیر کے مختلف  
فیہ ہے نہ کہ عروہ مذنی سے (۳) دارقطنی سند احمد اور ابن ماجہ کے متعدد صحیح اسناد میں عروہ ابن زبیر یا عروہ ابن اسماء کی تصریح  
موجود ہے (۴) حضرات محدثین کے ہاں یہ بات اجماعی ہے کہ سند میں جب کوئی علم مطلق بولا جائے تو اس سے معروف راوی  
مراد ہوتا ہے غیر معروف نہیں جیسا کہ کسی سند میں مطلقاً عبد اللہ مذکور ہو تو اس سے عبادۃ اربعہ میں سے سیدنا عبد اللہ بن  
مسعود مراد ہوں گے ایسے ہی جب لفظ عروہ بولا جائے تو اس لفظ سے عروہ ابن زبیر مراد ہوں گے کیونکہ سیدنا عروہ سیدہ  
عائشہ کے بھائی اور سیدہ اسماء کے فرزند ہیں نیز سیدہ عائشہ نے سیدہ عروہ کو اپنا مقبلی بنایا تھا اس لئے سیدنا عروہ معلوم

بزرگے امین و محافظ تھے وہ حدیث کے سیاق و سباق سے بھی یہی بات متفق ہوتی ہے کہ عروہ ابن زبیر مراد میں کیونکہ  
 جب قرآن بانے سے یہ بات متفق ہوئی کہ عروہ سے عروہ ابن زبیر مراد ہیں تو اب حبیب ابن ابی ثابت کے عدم سماع

کے حقائق درج ذیل ہیں۔ ۱۔ خود امام ابو داؤد حبیب ابن ابی ثابت کا سماع عروہ ابن زبیر سے ثابت فرمایا ہے ہیں فرماتے  
 ہیں انفرادی حمزہ عن حبیب عن عروہ بن زبیر عن عائشة حدیث صحیحہ ۱۴۱۔ حضرت محمد بن  
 زکریا چار احادیث میں سیدنا حبیب کا سیدنا عروہ سے سماع ثابت ہے ۱۴۲۔ امام زبیری فرماتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت  
 کا سماع ایسے لوگوں سے بھی ثابت ہے جو عروہ ابن زبیر سے مقدم ہیں نیز سیدنا حبیب اور سیدنا عروہ بن زبیر کی  
 معاشرت تاریخ سے ثابت ہے کیونکہ حبیب ابن ثابت کی وفات ۳۸ اور سیدنا عروہ کی شہادت میں تھا اور امام مسلم  
 کے ہاں معاشرت اور امکان سماع صحت حدیث کے لئے کافی ہے ۱۴۳۔ جمہور محدثین کے ہاں مرسل احادیث معتبر اور لائق  
 ثقت ہیں لہذا حدیث الباب اگر مرسل بھی تسلیم کر لی جائے تب بھی مضائقہ نہیں ۱۴۴۔ امام ترمذی نے جلد ثانی ۱۴۵  
 پر حبیب عن عروہ عن عائشة نقل کرنے کے بعد ہذا حدیث حسن کا حکم لگایا ہے ۱۴۶۔ علامہ کشمیری نے حدیث الباب  
 میں ایسی اسناد سے نقل فرمایا ہے جن میں حبیب عن عروہ کا ذکر نہیں اور یہ تینوں اسناد قوی اور صحیح ہیں جن میں سے  
 ایک ابن ماجہ میں ————— ایک نسائی میں اور ایک مسند بزاز میں مذکور ہے۔

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان کا تعارف | آپ کا نام نامی یحییٰ بن سعید ہے ابو سعید آپ کی کنیت ہے آپ بالاجماع  
 ایک ثقہ راوی اور امام الحدیث ہیں آپ کا بن وفات ۱۴۷ ہے

۲۔ عبد الرحمن بن مغیرہ کا تعارف | آپ کا نام عبد الرحمن بن مغیرہ ہے کنیت ابو زبیر کوٹنے کے لئے  
 والے ہیں کچھ مدت منصب قضا پر فائز رہے آپ ایک  
 مختلف راوی ہیں۔

۸۔ حدیث صحیح | اَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ جَسَدِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ اَبْصَارِيْ وَارْزُقْنِيْ  
 جلد ثانی



## ۱۷- الوضوء من الدم

بخاری ص ۲۹  
موطا امام محمد ص ۲۴  
ترمذی ص ۲۵

۱۔ مذہب اکبر امام ابو حنیفہؒ حضرات صاحبین امام احمد بن حنبلؒ امام ابو داؤدؒ امام ابراہیمؒ سختی مجبور صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ و محدثین کے نزدیک خون بشر و سیلان ناقض وضو ہے اسی طرح جسم کے کسی بھی حصے سے کوئی نجاست خارج ہو وہ ناقض وضو ہے جیسے تھے رُفاف ایپہ و زکیر وغیرہ (۲) امام مالکؒ امام شافعیؒ اور بعض فقہاء کے نزدیک خروج دم ناقض وضو نہیں اور ایسے ہی غیر سبیلین سے بوجہ نجاست نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ دلائل احنافؒ امام سیدہ عائشہؓ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ بنت ابی ہشام کو فرمایا: اَمَّا ذَٰلِكَ دَمٌ عَرَقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَتَوَضَّعْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ ابْنِي اسْتَحْضَهُ كَا خُونِ رُكٍّ كَا خُونٍ بَعِضٌ كَا نَحِيسٌ لَهَذَا آبٌ عَسَلٌ كِي بَجَائِے وضو کر لیا کریں۔ اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ آپ نے خروج دم عرق (رگ کے خون) پر توضی کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ خروج دم ناقض وضو ہے۔ (۲) عن عائشہؓ قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اصابه قی اور رُفاف فلیتوضأ۔ اس حدیث کے راوی اسماعیل بن عیاش مختلف فیہ راوی ہیں لیکن جمہور نے ان کی تائید فرمائی ہے (۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ لیس فی القطرۃ والقطرتین من الدم وضو حتی یکون سائلًا۔ (رواہ دارقطنی) یہ حدیث تائید مسلک ضنیہ میں اصرح ہے (۴) عن زید بن ثابتؓ عن فروعا قال الوضوء من کل دم سائل رواہ ابن عدی وصاحبہ لصب الرایہ

۳۔ دلائل ائمہ امام احمدؒ حدیث الباب یعنی حدیث سیدنا بابا برہنہ کہ انصاری صحابیؒ کو پئے درپئے تین تیر لگے خون بہا لیکن آپ نماز میں مشغول رہے اگر خروج دم ناقض وضو ہوتا تو یہ انصاری صحابیؒ بحالت حدث نماز کو کیسے باری رکھتے تو معلوم ہوا کہ خروج دم ناقض وضو نہیں (۲) عن الحسن البصری قال ما زال المسلمون یصلون فی جراحاتہم (رواہ البخاری تعلیقاً) (۳) عن النسائی ان رسول اللہ احتجم فصلی ولم یتوضأ۔ (رواہ دارقطنی)۔

۲۔ جوابات حدیث الباب کے جوابات: امام ضنیف حدیث الباب دد وجود سے معلول ہے آ۔ اسکی سند میں عیسیٰ نامی ایک راوی ہیں جو ائمہ حدیث کے ہاں مجہول ہیں نیز دوسرے راوی محمد بن ہمام مشہور مختلف فیہ راوی ہیں جنکی حالت علماء اور طلباء پر عیاں ہے آ۔ اس حدیث سے آپ کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ آپ

نزدیک بھی خون بالاتفاق نجس ہے یقیناً انصاری صحابی کو تین مسلسل تبریج کی وجہ سے لامحالہ خون بہہ کر کپڑوں اور بدن کو لگا ہوا۔ لہذا کپڑے اور بدن نجس ہوئے اور نجس بدن سے نماز کیسے صحیح ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ انصاری صحابی تلاوت قرآن بمید میں اس درجہ منہمک تھے کہ ان کی توجہ انقبض وضوء اور دم نقص کی طرف ہوئی ہی نہیں جیسا کہ حدیث الباب کے آخری جملے سے ظاہر ہے ان کثرت فی سورۃ اقصیٰ ما خلم احب ان اقطعہا اور اس طرح کی کیفیت عارفین پر طاری ہو جایا کرتی ہے تم ممکن ہے کہ مفسر صحابی کو خستہ دم سے نقص وضوء کا علم نہ ہو۔ ممکن ہے کہ انصاری صحابی کے ہاں بھی خروج دم سے وضوء نہ ٹوٹتا ہو۔ گویا یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔

دلیل ثانی کے جوابات :- (۱) اس اثر موقوف ہے آپ کے استدلال۔ صریح نہیں کیونکہ ہمیں خستہ دم کا ذکر نہیں بلکہ زخموں کی موجودگی میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (۲) یہ حالت تندرست پر محمول ہے اور سیدنا حسن بصری نے میدان کارزار کی کیفیت کا ذکر کیا ہے (۳) امام اجل سنت سیدنا حسن بصری کا مسلک مسلک حنفیہ کی طرح خروج دم سے نقص وضوء کا ہے۔ لہذا ان کے اس فرمان کا حاصل یہ ہے کہ زخموں سے دم غیر سائل لکھتا تھا تاکہ آپ کے مسلک اور فرمان میں تناقض نہ ہے۔ (۴) دلیل ثالث کے جوابات :- (۱) ضعیف۔ اس روایت کی سند میں دور آدمی مجروح ہیں۔ (۲) صالح بن مقاتل۔ لکے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ (۳) لیس هذا بالقوی۔ (۴) سلیمان بن داؤد ایک مجہول راوی ہیں جن کے حالات ائمہ حدیث سے مستور ہیں۔ (۵) لم يتوضأ سے فی الحال وضوء کرنے کی نفی ہے نہ کہ مطلقاً وضوء کرنے کی ہمارے دلائل مثبت ہیں اور ان کے نافی یقیناً دلائل مثبت نافی پر راجع ہیں۔ (۶) دلائل خلاف (خرم) و توجہ ترمیح دم کے بعد ادائیگی نماز کے لئے محرم ہیں اور ان کے صیغ بالاتفاق محرم صیغ سے راجع ہے۔

(۷) احتیاط کا پہلو بھی مذہب حنفی میں ہی مضمر ہے لہذا راجع ہے۔

۶۔ خط کشیدہ الفاظ کی توضیح :- (۱) یکتونہ :- لے بھوسنا و یحفظنا۔ وہ ہماری حفاظت اور نگرانی کرتا ہے۔ (۲) فانتدب :- اجاب هذه الدعوة تو اس نے اس قدر داری کو قبول کر لیا۔

(۳) اقم الشعب :- گھاٹی کے اوپر یا گھاٹی کے دھانے پر۔

(۴) شخصہ :- انصاری صحابی کا سایہ اور مجتہد۔

## وفاق المدارس

ابوداؤد :

لستم من جابر قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يعني في غزوة ذات الرقاع .....  
حنفیہ کے مذہب میں دم سائل ناقص وضوء ہے تمک الشواہق بہذا الحدیث علی مذہبہم فما الجواب عن هذا الحدیث۔ خط کشیدہ الفاظ کا صیغ ترمیم بھی لکھو؟

الحل :- ہرچہ بالا میں یقین امور حل طلب ہیں جنہیں حسب سوال حل کر دیا گیا ہے



ابن ماجہ  
بخاری  
ترمذی

# ۱۸۔ الوضوء من النوم

ابوداؤد ص ۲۶  
مسند امام مالک ص ۱۳  
نسائی ص ۳

۱۔ **هذا سبب التمهيد** | اس مسئلہ میں فقہاء اُمت سے متعدد اقوال منقول ہیں، علامہ مینی نے نو یا دس علامہ نووی نے آٹھ اور علامہ ابن رشد نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دس، نو اور آٹھ اقوال کا خلاصہ مندرجہ ذیل تین اقوال میں جملے سامنے آتا ہے۔

۱۔ نوم جس حالت میں ہو ناقض وضو نہیں یہ قول حضرات صحابہ میں سے سیدنا ابو موسیٰ اشعری سیدنا ابن عمرؓ حضرات تابعین میں سے سیدنا سعید بن المسیبؓ سیدنا شعبہؓ، امام اوزاعیؒ اور اہل طحاہ کا ہے ۲۔ نوم مطلقاً ناقض وضو ہے اسکے قائل امام اہلسنت سیدنا حسن بصریؒ، امام شافعیؒ بن راہویہؒ، امام زہریؒ ہیں نیز حضرات صحابہ میں سے سیدنا ابن عباسؓ سیدنا ابوہریرہؓ اور سیدنا انس بن مالکؓ کا یہی مسلک ہے ۳۔ نوم مطلقاً ناقض وضو ہے اور نہ ہی غیر ناقض بلکہ استرخاء مفاصل اعضاء جس نوم سے لازم آئے وہ نوم ناقض وضو ہے پھر استرخاء مفاصل کی تعریف و تحدید میں علماء اُمت اور فقہاء ملت سے مندرجہ ذیل چار تحقیقی اقوال منقول ہیں ۴۔ نوم کی دو قسمیں ہیں ۱۔ عقیق ۲۔ سطحی ۳۔ نوم عقیق مطلقاً ناقض وضو ہے اور نوم سطحی مطلقاً ناقض وضو نہیں یہ امام مالک کا مسلک ہے ۴۔ نوم اگر بہت صلوٰۃ پر ہو تو ناقض نہیں مثلاً قیام رکوع سجود اور قنود کی حالت میں اور اگر نوم غیر بہت صلوٰۃ پر ہو تو ناقض ہے مثلاً اضطجاع یعنی پہلو پر لیٹنا توڑک یعنی ایک سر پر لیٹنا یہ قول امام غزالیؒ حضرت صاحبینؓ سیدنا سفیان ثوریؒ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ اور امام حماد کا ہے ۵۔ اگر نوم اس حالت میں ہو کہ متوضی زمین پر خوب جھم کر بیٹھا ہو تو ایسی نوم ناقض وضو نہیں ہے اس کے علاوہ باقی جملہ صورتیں ناقض ہیں یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے ۶۔ رکوع اور سجدے کی حالت میں نوم ناقض وضو ہے اسکے مابوا میں نہیں بہر حال قول ثالث کے قائلین کے نزدیک نقص وضو کا دار و مدار استرخاء مفاصل اور غلبہ نوم پر ہے ان کے اں مطلقاً نوم ناقض وضو نہیں بلکہ نوم نقص وضو کا ذریعہ بنتی ہے کیونکہ بحالت نوم خروج ریح کا احتمال ہے۔

۲۔ **دلائل اخاف** | **احادیث الباب** ۱۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَيْخَتْ مَفَاصِلُهُ (رواہ ابوداؤد و ترمذی) ۲۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَيْخَتْ مَفَاصِلُهُ (رواہ احمد و دارقطنی) ۳۔ عَنْ عُمَرَ وَ بَنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَجِبُ الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ جَالِسًا أَوْ قَائِمًا أَوْ سَاجِدًا حَتَّى يَضَعَ جَنْبَهُ فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَيْخَتْ مَفَاصِلُهُ (رواہ البیہقی)

یہ روایت کثرت طرق کی بنا پر حضرات محدثین کے ہاں جن ہے، تم، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ الشَّهْرُ  
الْبَيْتَانِ فَتَنُ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ أَخْرَجَهُ ابُو دَاوُدَ ————— اس حدیث سے معلوم ہوا کہ  
نقص وضو اور عدم نقض وضو کا دار و مدار استنہاء مفاصل اور عدم استنہاء پر ہے جو متعلق بالنوم ہے، ۵۰۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
الْمُطَّابِ أَنَّهُ قَالَ إِذَا نَامَ أَحَدُكُمْ مَغْطَبًا فَلْيَتَوَضَّأْ اگر بغور دیکھا جائے تو ان تمام احادیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے  
کہ جس نوم میں استنہاء مفاصل لازم آئے وہ نوم ناقض ہے دوسری نہیں نیز نوم بذاتہ ناقض وضو نہیں بلکہ خروج ریح کے  
بہان کی بنا پر ناقض ہے۔

۳۔ دیگر ائمہ کے دلائل | قائلین مسلکِ اولے بہستینا انس کی حدیث الباب کو اپنی تائید میں پیش فرماتے ہیں  
جس کے کلمات یوں ہیں عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ  
الْبَيْتَانِ حَتَّى تَخْفِقَ رُؤُوسُهُمْ ثُمَّ يَجْلِسُونَ وَلَا يَتَوَضَّوْنَ (رواہ الترمذی و ابوداؤد و مسلم) اس کے علاوہ حدیث  
سیدنا ابن عباسؓ ترمذی میں اُن کا استدلال ہے۔ قائلین مسلکِ ثانی بہستینا صفوان بن عسالؓ کی حدیث  
سے استدلال فرماتے ہیں۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ مَعَهُمْ  
بِأَمْرِنَا..... وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبُولٍ وَنَدِيمٍ۔ (رواہ الترمذی وغیرہ)

اس حدیث میں نوم کو بول اور غائط کے بعد متعارفہ ذکر کیا گیا ہے جب بول وغائط ہر حالت میں مطلقاً ناقض وضو  
ہیں تو نوم کو بھی مطلقاً ناقض وضو ہونا چاہیے۔

۱۔ جوابات | علامہ ثمالی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب کے اگر جملہ طرق کو سامنے رکھا جائے تو حضرات صحابہؓ کی مندرجہ  
ذیل میں حالتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض صحابہؓ بحالتِ جلوس سوجھتے تھے جیسا کہ حتی تخفّق  
رؤوسہم کے کلمات سے واضح ہے کیونکہ خفق رؤوس بحالتِ جلوس ہی ممکن ہے، لہذا قال الزیلعی بعض صحابہؓ پہلو  
کے بل لیٹ جاتے تھے جیسا کہ یَصْنَعُونَ جُنُوبَهُمْ کے کلمات سے ظاہر ہے پھر ان حضرات کی دو حالتیں تھیں ان میں سے  
بعض کی نیند ایسی مستغرق ہوتی کہ خراٹوں کی آواز سُنی جاتی تھی جیسا کہ لَا سَمْعَ لِحَيْدِهِمْ غَطِيطًا کے کلمات سے معلوم  
ہوتا ہے اور بعض حضرات کی نیند ایسی تھی جو مستغرق نہ تھی تو ان میں سے پہلی اور تیسری حالت والے حضرات صحابہؓ وضو  
نہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَتَوَضَّأُ کی عبارت سے واضح ہے جبکہ دوسری کیفیت والے حضرات  
صحابہؓ وضو فرمایا کرتے تھے جیسا کہ فَضَنَّهُمْ مَنْ يَتَوَضَّأُ سے ظاہر ہے۔ تمام احادیث کو معمول بہا بنانے  
کے لئے یہ تاویل کی جائے گی کہ یہ نوم مستغرق اور عمیق نہ تھی بلکہ خفیف تھی جس پر قرینہ ہے کہ یہ انتظار نمازِ عشاء کیلئے  
ہوا کرتی تھی اور نمازِ عشاء کی انتظار میں نوم غالب اور مستغرق کا وقوع حضرات صحابہؓ کی شان سے بعید ہے۔  
مسلکِ ثانی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جملہ احادیث پر عمل پیرا ہونے کے لئے حدیث صفوانؓ کو نوم مستغرق کیساتھ  
مقبول کیا جائے گا یعنی نوم مستغرق اور بول وغائط کا حکم ایک ہے۔ کہ ناہن وضو ہیں۔



۵۔ وجہ ترجیح

قابلین مسلک ثالث میں سے پھر سیدنا امام غزالی کا مسلک درج ذیل وجہ سے رائج ہے اور اس کی مفاسل کی جو تعریف و تحقید علماء اخلاف سے منقول ہے اسکی تاخیر صراحتاً احادیث و اقوال سے ہوتی ہے یقیناً جو تعریف مؤید بالنسب ہو وہ اجتہادی تعریف سے رائج ہے ۲۔ مسلک حنفی میں جامعیت ہے جس کی وجہ سے تمام احادیث معمول بہا ہو جاتی ہیں۔

## وفاق المدارس (الہوداد)

(۱۳۹۳ھ) عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسجد رينام وينام ثم يقوم فيصلي ولا يتوضأ فقلت له صليت ولم تتوضأ وقد نمت فقال انما الوضوء على من نام مضطجعا زاد عثمان وهذا فانه اذا استرجعت مفاصله قال الوها ذو قوله الوضوء على من نام مضطجعا هو حديث منكر لم يروه الا يزيد الدلاقي عن قتادة وروى ابنه حماد عن ابن عباس ثم يذكر واشياء من هذا اذ قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يحفظها وقالت عائشة قال النبي صلى الله عليه وسلم تمام عيناى ولا ينام قلبي وقال شعبة انما سمع قتادة عن ابى العالىة اربعة احاديث كيف يقول المؤلف الامام ان الحديث منكر مع ان الائمة قد صححوه وروا عليه مذهبه ومن هو يزيد الدلاقي بينوا ترجمته ثم هل تنفقون مع الامام في ان هذا الحديث معارض حديث عائشة مع ان هذا المعارضة معنوية وليس هذا من وظيفة الحديث، ما الاحاديث التي سمعها قتادة عن ابى العالىة وهل هو صحيح انه لم يسمع الا اربعة احاديث۔

مسلم ۱۳۸۱ عن عائشة قالت قلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عيني تنامات ولا ينام قلبي۔ یہ بتاؤ کہ انبیاء کی نوم ناقض وضو ہے یا نہیں اگر انبیاء کا قلب نہیں سوتا تو لیلۃ التعریس کے واقعہ کا کیا جواب ہوگا؟

الحل یہ ہرچہ جائز بالایضہ امور قابل استفسار ہیں۔ پانچ پرچہ دفات سے پہلے اور آٹھ پرچے کے بعد لکھ دیئے گئے ہیں۔

۶۔ نوم انبیاء کا حکم حضرت انبیاء علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں کیونکہ یہ بات اجماعی ہے کہ نوم فی ذاتہ ناقض وضو نہیں بلکہ بوجہ استرخاء مفاصل خروج ریح کے احتمال کی بنا پر ناقض ہے جبکہ حضرات انبیاء کے قلوب بیدار رہتے ہیں اور انہیں وضو کے تحقق اور عدم تحقق کا علم رہتا ہے نیز عام لوگوں کی نیند اس لئے ناقض ہے کہ ان کی نیند دل و دماغ پر غالب ہو جاتی ہے جبکہ نوم انبیاء قلوب و اذان پر غالب نہیں ہوتی جیسا کہ تمام عینای و لاینام قلبی کی حدیث سے ظاہر ہے۔

۷۔ حدیث الباب کا مطلب السنہ دبر اور علقہ دبر کو کہتے ہیں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی دو آنکھیں دبر کیلئے بندھن میں یعنی انسان جب تک جاگتا رہتا ہے اسے دبر سے خروج ریح کے تحقق اور

محقق کا علم رہتا ہے جب آنکھوں پر بوجہ نوم غفلت طاری ہو جاتی ہے تو دُور کا بندھن کھل جاتا ہے جس سے خوشی کی

لہام نہیں رہتا

۸۔ حدیث الباب پر امام ابو داؤد کے اعتراضات مع جوابات | امام ابو داؤد نے مندرجہ ذیل پانچ

اعتراضات کی بنا پر حدیث الباب کو منکر قرار دیا ہے۔ آئندہ قیام کے علاوہ میں سے صرف مزید دالانی حدیث الباب کے آخری کلمے کو نقل کرتے ہیں مثلاً

وہ ایک ضعیف راوی ہے جبکہ باقی تمام ثقہ رواۃ سیدنا ابن عباسؓ کا یہ جملہ نقل نہیں کرتے تو سیدنا ابن عباسؓ نے

سوال فقئت لہ صلیت رالی اخرکے اور جواب انما الوضوء علی من نام مضطجعا — کو

سیدنا ابو العالیہ کے سوا کسی نے نقل نہیں کیا جبکہ سیدنا ابن عباسؓ کے علاوہ میں سے سیدنا مکرّمہ سیدنا کریمؓ اور سیدنا

سید بن جبیرؓ اس سوال و جواب کو نقل نہیں کرتے اور حدیث الباب کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضورؐ

مضطجعا نہیں تو آپؐ کو بھی ٹوٹ جائے حالانکہ یہ اجماعی بات ہے کہ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں تو گویا

حدیث الباب کے آخری جملہ سیدنا مکرّمہ یا سیدنا ابن عباسؓ کے اس جملے کے معارض ہے کہ حضورؐ خوشی کی حالت میں

مضطجعا ہوا تو بھی نیند عینای و لا ینام قلبی کے بھی خلاف ہے تو سیدنا شہبہؓ فرماتے

ہیں کہ سیدنا قنابہؓ نے حضرت ابو العالیہؓ سے کُل چار احادیث سنی تھیں جسکی تفصیل امام ابو داؤد نے ذکر فرمائی ہے ان میں

حدیث الباب موجود نہیں تو گویا حدیث الباب منکر اور منقطع ہے کیونکہ مزید دالانی کو بیان سند میں غلطی لاحق ہوئی ہے

مزید دالانی کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں بلکہ مزید دالانی ایک مختلف فیہ راوی ہیں اور کئی اکابر محدثین

جوابات | نے انکو ثقہ قرار دیا ہے مثلاً امام احمد بن حنبلؓ اور علامہ ابو حاتمؒ امام ذہبیؒ نے حدیث الباب کو حسن اور مزید دالانی

کو ثقہ قرار دیا ہے نیز حدیث الباب کو منکر قرار دینا کسی طرح سے بھی صحیح نہیں کیونکہ منکر کی تعریف ائمہ سے یوں منقول

ہے ما رواہ الراوی الضعیف مخالفاً للثقات یعنی حدیث منکر وہ ہے جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور وہ روایت ثقہ رواۃ کے

مناقض ہو اگر راوی نے کسی بات سے سکوت فرمایا اور دوسرے ثقہ راوی نے اسے ذکر کر دیا یہ مخالفت و مناقض نہیں

بلکہ زیادتی متن ہے اور ثقہ کی زیادتی بالاجماع معتبر اور قابل حجت ہے نیز دلائل احناف کے ذیل میں ہم کئی صحیح اور حسن

احادیث لائے جن سے حدیث الباب کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

دوسرے اعتراض سے بھی حدیث الباب کو منکر قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ سیدنا ابو العالیہؓ علماء جرح تعدیل کے ہاں

ثقہ ہیں چنانچہ علامہ ابو حاتمؒ امام ابو داؤدؒ اور امام ابن معینؒ نے سیدنا ابو العالیہؓ کی توفیق کی ہے لہذا حدیث الباب کے آخری

جملہ منکر نہیں بلکہ ثقہ راوی — کی زیادتی کی وجہ سے مستند اور لائق حجت ہے اعتراض ثالث و رابع کا جواب ہے

کہ حدیث الباب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب علی اسلوب الحکیم دیا ہے یعنی سیدنا ابن عباسؓ کا سوال تو

آنحضرتؐ کی نیند کے بارے میں تھا لیکن آپؐ نے ایک ضابطہ و کلیہ بیان فرمادیا حدیث الباب اور حدیث عائشہؓ میں مناقض

باقی نہ رہا اعتراض خاص کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤدؒ کا حصر کرنا صریحاً ہے تحقیقی نہیں کیونکہ امام ترمذیؒ نے



یہی "صریح" احادیث ہے اور امام سجستانی نے چھ احادیث سے کیا ہے۔ نیز امام ترمذی اور امام مسلم نے ایک ایک حدیث میں  
 قتادہ بن زید کی سند سے نقل کی ہے جو ان اربعہ میں داخل نہیں تو اس لئے اربعہ کا حصہ درست نہ ہوا بالقرین اگر  
 اس امر کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یزید دلالی اور سیدنا ابوالعالیہ دونوں فقہ راوی ہیں اور فقہ کی زیادتی بالاجماع ثابت  
 ہے لہذا حدیث الباب بوجہ ثبوت زیادہ ہونے کے درجہ حسن میں ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے۔

۹۔ حدیث منکر کی تعریف | ملو واء الراوی الضعیف لم یألف المتقات  
 یعنی وہ حدیث جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور وہ ثقہ زوائد کی مخالفت کرے

۱۰۔ حالات سیدنا ابوالعالیہ | آپ کا ہم مبارک ترفیع بن مہران الریاضی آپ حضور  
 اکرمؐ کے وصال کے دو سال بعد اسلام لائے آپ نے سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عمرؓ کی امامت میں نمازیں ادا کیں سیدنا  
 علیؓ سیدنا ابن مسعودؓ سیدنا ابو موسیٰ اشعرؓ اور سیدنا ابوالیوب انصاریؓ سے احادیث کا سماع فرمایا تمام اکابر محدثین نے  
 آپ کی تبدیل فرمائی ہے۔ آپ کا انتقال شہر میں ہوا۔

۱۱۔ حالات یزید دلالی | آپ کی کنیت ابونعیم اور نام یزید بن عبدالرحمن الدلانی الکوئی ہے۔ آپ ایک مختلف فیہ راوی  
 ہیں۔ چنانچہ اکابر علماء جرح و تعدیل نے آپ کو ثقہ صدوق قرار دیا ہے۔

۱۲۔ احادیث اربعہ | رآ عن ابن عباس عن النبی قال لا یبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن مہتی  
 ردو البخاری وغیرہ (۲) عن عمران النبی مہن عن الصلوة بعد اندم حتی تغرب الشمس وبعد الصبح حتی  
 تطلع الشمس (۳) عن علیؓ قال القضاة ثلاثة (۴) عن ابن عباس قال حدثنی رجل من مضر منہم  
 عرو وارضاء عندی عمرؓ (ردو البخاری وغیرہ)

۱۳۔ حدیث الباب اور لیلۃ التریس کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ سورج نکلنے اور صبح طلوع ہونے  
 کا تعلق رویت و مشاہدہ سے ہے اور رویت کے لئے آنکھوں کا کھلا ہونا ضروری ہے جبکہ بوقت نمیز حضورؐ کی  
 آنکھیں مبارک یقیناً کھلی ہوئی نہیں ہوتی تھیں۔ لہذا آپ صبح کا ادراک نہ فرما سکے اور لیلۃ التریس  
 کا واقعہ رونما ہوا جب کہ بحالت نمیز خروج ریح پر مطلع ہونے کا تعلق ادراک قلب سے ہے اور آپ  
 ادراک قلب کے سبب محسوس فرماتے تھے کہ بحالت نمیز ریح کا خروج ہوا ہے یا نہ؟ لہذا حدیث الباب  
 کا محل ادراک قلب و باطن ہے اور لیلۃ التریس کا محمول ادراک عین و ظاہر تو نہ ہی حدیث الباب تمام  
 عینای و لا ینام قلبی اور لیلۃ التریس کی احادیث میں تعارض رہا اور نہ ہی اشکال۔

(۱۶) — لیلۃ التریس کا واقعہ معجزہ معصوفی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے — نبی برحق کے  
 اسوۂ حسنہ سے قضاۃ صلوٰۃ کی عملی تعلیم کا عجیب انداز میں بندوبست فرمایا۔ لہذا تعلیم امت کے لئے  
 آپ کے ایک معجزہ (نماز عینای و لا ینام قلبی) کو وقتی طور پر سلب کر کے دوسرے معجزہ (نماز  
 صلوٰۃ کے عملی طریقہ) کو تاقیامت ثبت فرمایا۔ سبحان اللہ ما اعظم شان محمد و ان الآخرۃ خیر  
 من الاولیٰ۔





عاب دھن بھی مسجد میں گرتا ہوگا۔ اگر سور کلب نجس ہوتا تو حضرات سب سے پہلے طہارت مسجد کے لئے پانی استعمال فرماتے۔ یہ علم کیونکہ  
یوشون شیا کا جسد دوم واستقرار پر دال ہے (۲)۔ دلیل قیاسی بشرطیت مطہرہ نے تین اقسام کے کتوں کو گھر میں رکھنے  
کی اجازت دی ہے جو وقت کئے گھر میں موجود ہوں گے تو یقیناً اس سے ان کا اختلاط ہوگا اگر سور کلب نجس ہوتا تو حضرت  
شارع کبھی بھی کتے کو گھر میں رکھنے کی اجازت مرحمت نہ فرماتے۔

۳۔ جوابات ۱۔ ایت مذکورہ میں کلب کی حرمت کے عدم بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ کلب حرام نہ ہو کیونکہ بول و براز  
بالاجماع نجس ہیں جبکہ انکی حرمت و نجاست قرآن کریم میں مذکور نہیں (۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے  
وَلَا يَجْنِبُهُمْ عَنِ الْمَسَاعِدِ یعنی حضور اکرمؐ چیزوں کی علت و حرمت بیان فرماتے ہیں اور آپکا یہ ارشاد گرامی ہے  
لِحَدَّثِمْ عَنِ كَلْبٍ ذِي نَابٍ كُنَّا بِالْإِجْمَاعِ ذِينَ نَابٍ تَوْثِيقًا مُحَرَّمٌ اور نجس ہوگا (۳) دلیل ثانی کا جواب ہے  
کہ ایت بالا میں شکار کی علت و حرمت کو بیان کرنا مقصود ہے سور کلب کی طہارت و عدم طہارت کو بیان کرنا نہیں  
اسی شکار کے جس حصے پر کتے کا لعاب دھن لگ جائے اُسے دھو کر استعمال کرنا چاہیے تاکہ لعاب زائل ہو جائے جوابات  
دلیل ثانی حدیث مذکور سے صرف اور صرف کلب کا اقبال و ادبار فی المسجد معلوم ہوتا ہے نہ کہ وقوع لعاب تو گویا وقوع لعاب شک  
اور احتمال کے درجے میں ہے (۴) حدیث مذکور مبہم ہے جبکہ دلوغ کلب والی حدیث محکم لہذا حدیث محکم راجح ہوگی۔  
(۳) ابوداؤد کی روایت میں تَبُولُ وَتَقْتَلُ کے الفاظ آتے ہیں جس سے طہارت بول کلب ثابت ہوتا ہے حالانکہ بول کلب  
بالاجماع نجس ہے فَذَلِكَ جَوَابُكُمْ فَهَذَا جَوَابُنَا ————— (۴) اگر اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے کہ کتے کا لعاب  
دھن مسجد میں گرتا ہوگا تو بوجہ حدیث مبارک زَكَاةُ الرِّضَىٰ نَبِيَّهَا (زمین کی طہارت خشک ہونا ہے) یہ حدیث نبویؐ پانی ڈالنے بغیر ظاہر ہوگی  
امام مالک کے دلیل سے راجح ہے۔ کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اُن احادیث کے معارض ہے جن میں دلوغ کلب پر غسل امام  
کا حکم دیا گیا ہے لہذا دلوغ کلب والی احادیث کو ترجیح ہوگی (۴) قیاس مذکور سے جسم کلب کی طہارت معلوم ہوتی ہے سور کلب  
کی طہارت نہیں اور جسم کلب ہمارے ہاں بھی نجس العین نہیں (۴) اختلاط میں جس طرح لعاب دھن کے گرنے کا احتمال ہے ایسے  
ہی القاء قدرہ بھی محتمل ہے جبکہ بول و براز بالاجماع نجس ہیں۔

۵۔ مسئلہ ثانی کیفیت تطہیر، مذاہب ۱۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرات صاحبینؒ اور جہو فقہاء و محدثین کے نزدیک  
تثلیث (تین مرتبہ دھونا) واجب ہے اور تسبیح (سات مرتبہ دھونا)  
مستحب جیسا کہ تمام نجاسات کھلے عرف اور صرف تثلیث کافی ہے (۲) امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے نزدیک تسبیح (سات مرتبہ  
دھونا) واجب ہے لیکن یہ حکم محض امر تقبیہ ہی ہے کیونکہ سور کلب نجس نہیں بلکہ ظاہر ہے (۳) امام شافعیؒ کے نزدیک تسبیح اور تریب  
دونوں واجب ہیں ————— (۴) امام احمدؒ سیدنا حسن بصریؒ کے نزدیک سات مرتبہ دھونا اور آٹھویں مرتبہ تریب  
کرنا واجب ہیں۔

## ۶. دلائل اخاف

آسَعَنُ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا دَلَّ الْكَلْبُ فِي آثَانِهِ أَخَذَ كُفَّ قَلْبِهِ وَتَلْعَقَهُ

۴۔ ایک مشہور حدیث ہے: إِذَا اسْتَقْبَلَ كَلْبٌ مِنْ مَنَاسِمِهِ فَلَا يَلْعَقُ مِنْ يَدِهِ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْتَسِلَ ثَلَاثًا مَرَّاتٍ یہ حدیث عام ہے اور ایک قاعدہ کلیہ پر دال ہے جس میں تطہیر نجاست کے لئے حدِ تثلیث کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ ائمہ عن ابی ہریرۃ قال رواه الطحاوی وغيره استینا ابو ہریرۃ کلابہ اثر موقوف قولاً علماء دونوں طرح ثابت ہے کہ آپ نے تثلیث پر عمل بھی کیا اور اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا (۴) عن ابی ہریرۃ عن النبی فی الکلب یلعق فی الإناء ثلاثاً أو خمساً أو سبعاً (رواہ الدارقطنی) اس سے معلوم ہوا تسبیح کی کوئی تحدید نہیں۔

۵۔ دلیل عقلی۔ وہ نجاست جسکی نجاست دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور ان میں طبعی کراہت سور کلب سے کہیں زیادہ ہے جس کے سبب غلط نجاست کہا جاتا ہے مثلاً بول براز وغیرہ ایسی نجاست بالاجماع تین مرتبہ دھونے سے ظاہر ہو جاتی ہیں نو سور کلب کو بطریق اولیٰ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جانا چاہئے۔ دلیل ائمہ ثلاثہ۔ (۵) آحادیث الباب پر۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی قال طهروا نائم أحدکم إذا دَلَّغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْتَسِلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لَوْ هُنَّ لِتَرَابٍ وَفِي رَاوِيَةٍ السَّابِعَةُ بِالتَّرَابِ وَفِي رَاوِيَةٍ أَلَا يَمْنَعُهُ عَقْرٌ وَلَا يَابَا لِتَرَابٍ (رواہ ابو داؤد وغیرہ)

## ۸. جوابات

۱۔ امام اعظم اہم ابو حنیفہؒ، اماریت متعارضہ میں اُن احادیث کو ترجیح دیتے ہیں جو کسی قانون کلی اور تشریح عام پر مشتمل ہو کیونکہ امت محمدیہ قواعد کلیہ اور ضوابط شرعیہ کی مکلف ہے مسئلہ الباب میں بھی حضرات اخاف نے احادیث کلیہ پر عمل کیا اور حدیث الباب کی تاویل و تومیر (۶) منسوخ۔ مندرجہ ذیل قرائن اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ حدیث الباب منسوخ ہے (۱) ابتداء اسلام میں اہل مدینہ کتوں سے انتہا درجے کا میل ملاپ رکھتے تھے تو حضور اکرمؐ نے کتوں سے نفرت دلانے کی خاطر انتہا درجے کا سخت حکم فرمایا کہ کتوں کو قتل کر دیا جائے کچھ مدت گزرنے پر آپ نے قتل کلاب کا حکم منسوخ فرما کر کلب آلود کے سوا باقی کلاب کو نہ مارنے کا حکم دیا بعد میں یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا بہر حال جس زمانے میں قتل کلاب کا حکم تھا اسی ہی زمانے میں تسبیح مرات کا حکم دیا گیا بعد میں تخفیف ہوئی اور تثلیث تین مرتبہ دھونے کو کافی قرار دیا گیا مہیا کہ احادیث اخاف سے ظاہر ہے (۲) استینا ابو ہریرۃ جو حدیث الباب کے راوی ہیں اُن کا اپنا عمل اور اُن کا فتویٰ و جوب تثلیث کا ہے (۳) استقباب۔ گناہ چونکہ آجھٹ ایموان ہے اور اسکی لعاب میں گنہگار دوسرے درندوں سے زیادہ ہے تو اس لئے شریعت مظہر نے علی سبیل التنبہ سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا اور اس کے حضرات اخاف قائل ہیں۔

۴۔ استینا عبد اللہ بن مغفل کی روایت تسبیح کی بجائے تثنین کا ذکر ہے اور بالاجماع استینا عبد اللہ ابن مغفل کی روایت سنداً صحیح اور متنا صریح ہے جبکہ آپ حضرات تثنین کے قائل نہیں نہما ہو جوابکم فی التثنین فہو جوابنا فی التثنین



۴۔ اضطراب ہے: حدیث الباب میں متعدد اضطراب ہیں (۱) بیان ترتیب اور عدم ترتیب میں (۲) نقل ترتیب میں (۳) بعض احادیث میں اور بعض میں اسلاف کے کلمات نہ کور ہیں (۴) بیان نہ وہ میں کہ کہیں ٹکٹا کرتے ہیں سبب مرآت اور کہیں ٹکٹاؤ غمساؤ و شجاعت کے کلمات منقول ہیں (۵) تسبیح کا حکم خواہی امنیت کے لئے ہے اور اسکی علت ایک امر معنوی اور روحانی ہے فقہی نہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور امام شعرانی سے بعض تجربات و مشاہدات منقول ہیں (۶) علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ تسبیح کا حکم علاج کے لئے ہے کیونکہ احادیث میں بعض بیماریوں کے لئے سات کا عدد متعین کیا گیا ہے جیسا کہ بارہ کے لئے سات دن تک مجھو کھجور کا استعمال اور مریض کے لئے سات دن تک تم میں نہانے کا حکم وغیرہ وغیرہ۔

## وفاق المدارس

۱۳۸۱ھ - ۱۱۱۰ھ (۱۱۱۰ھ)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طہروا اناہ احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسل سبع مرات اولہن بالتراب۔  
۱۔  
امریقا اولاً ترجمت الحدیث المسطورہ باللغۃ الامریقیۃ - وثانیاً - فصلوا المذاهب الاثنتہ الامریقیۃ فی مسئلۃ سور الکلب هل یطہر امرلاً؟ وهل یجب التسبیح امرلاً؟ وما حکم التتریب؟ وما الجواب عن احادیث التسبیح والتریب عند الخفیۃ

۳۸۸ھ (محمادی) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاعسلوہ سبع مرات ولو غلب کے بعد ظن و منظر پاک رہتے ہیں یا پلید ہو جاتے ہیں؟ امر اربعہ میں سے کون بزرگ ان کی بھارت کے او کون بھارت کے قائل ہیں؟ اور جو بھارت کے قائل ہیں ان کے نزدیک سات دفعہ دھونے کا حکم کس نوعیت کا ہے؟ حضرات احناف کا مسلک کیا ہے؟ اور ان کی نقل و نقل کیا ہے؟ اور وہ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں جس میں سات دفعہ دھونے کی تصریح کی گئی ہے

(۱۳۹۳ھ - ۱۳۹۳ھ نسائی اور ۱۳۸۲ھ ابو داؤد)

الحل :- ہر جوابات بالا میں جتنے امور محل طلب ہیں سب پرچوں سے قبل تحریر ہو چکے

نوٹ :- امام مالک کی طرف ملت کلب کی جو نسبت کی گئی ہے وہ آخر کی تحقیق میں درست نہیں اس بارے میں ایک علمی تحقیق عنقریب شائع کی جائے گی اور حرمت کلب کو سادات مالکیہ کے کتب سے باحوال ثابت کیا جائے گا۔ اہل علم حضرات مکتبہ سے رجوع فرمائیں۔

الوداد ص ۳۳  
طبری ص ۳۳  
نکاح ص ۳۳

## ۲۰۔ اسباغ الوضوء

الوداد ص ۳۳  
طبری ص ۳۳  
نکاح ص ۳۳

۱۔ **باب اسباب**۔ افسر اور ان کے مقلدین بدلہ ملا۔ اصل سنت و احکامات کے نزدیک جب مومن نے پہنچے ہوئے ہوں تو متوضی کے لئے پاؤں دھونا فرض ہے اگر چہ نیا تو وضو ناقص ہے گا۔  
۲۔ روافضی کے نزدیک متوضی پاؤں پر تین انگلیوں کے ساتھ چوبیس مرتبہ دھونا واجب ہے اگرچہ نیا تو وضو ناقص ہے گا۔  
۳۔ علامہ ابن جریر طبری اور بعض اصل علما کے نزدیک متوضی کو چوبیس مرتبہ دھونا واجب ہے اگرچہ نیا تو وضو ناقص ہے گا۔  
۴۔ وضو مکمل ہو جائے گا۔

۲۔ **دلائل اصل سنت**۔ ارشاد باری: قرآن مجید میں ہے فافسلوا وجہکم۔ وارجلکم الی الماء۔  
قرآن میں سے سیدنا کافی، شیعہ ابوالکریم، علامہ کشاف اور شیخ مفصل ارجلکم کو جمعہ اللام پڑھتے ہیں اور بالاجماع قرأت بالنسب قرأت متواترہ ہے۔  
۳۔ اجماع روایت منقولہ عن تیس اصحاب وضوء کی کیفیت نقل کرنے والے ہیں جن میں غسل ربین منقول ہے ہی ایک روایت میں بھی بحالت عدم تغت (موزے نہ پہننے کی صورت میں) مسح ربین مذکور نہیں۔

۴۔ **حدیث الباب**۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی قال غسل ثلاثا عاب من النار۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ و غیرہ)  
اس حدیث سے بھی غسل ربین کی فرضیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسح باریب ایڑیوں پر نہیں ہوتا بلکہ پاؤں کے اوپر والے حصہ پر ہوتا ہے۔ نیز یہ حدیث دس صحابہ سے منقول ہے جس کی طرف امام ترمذی نے ولی الباب سے اشارہ کیا ہے۔  
۵۔ ان علیاً تو سناً وغسل رجلید ثلاثا وقال هكذا حکان وضوء رسول اللہ۔ (رواہ ابو داؤد و غیرہ)

یہ روایت قرآن کی تفسیر ہے۔

۶۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال فاذا غسل رجلید خرجت کل خطیئة مشیت علیہا رجلک رواہ مسلم۔  
یہ حدیث قرنی بھی ہے اور مراتب دعا پر دال بھی۔

۷۔ عن لید بن علی عن اہید عن جده علیؑ قال لما غسلت قدیمیہ قال رسول اللہ علی خلیل بین الاصابح۔  
(رواہ الشیخ فی کتاب الحدیث) معلوم ہوا کہ رمل کا وظیفہ غسل ہے۔

۸۔ عن ابن الجبلی اجمع اصحاب النبی علی غسل القدمین (رواہ الطحاوی و غیرہ)

ان دلائل کے علاوہ قیاس شرعی تواتر عملی اور عملی محابہ سے بھی مسلک حق کی تائید ہوتی ہے۔



۴۔ **ولائل روافض** — ارشاد باری تعالیٰ: قرآن مجید میں ہے **وامسحوا برؤسکم وارجلکم (الایہ ۱) وارجلکم** کا عطف  
رؤسکم پر ہے یعنی رؤس کی طرح ارجل بھی مسحوات میں سے ہیں اور یہ قراءت بحرئیں سات  
قراءیں سے میرتا ہے مروی ہے — قراءت بالنصب کی صورت میں روافض کے نزدیک وارجلکم کا برؤسکم

کے عمل پر عطف ہے اور برؤسکم مطلقاً منصوب ہے۔ حدیث الباب: عن رفاعہ ان النبی قال ویمسح برأسہ  
ورجلہ الی الکعبین (رواہ الطحاوی و الترمذی وغیرہما)

۵۔ قال ابن عباس ہما غسلان ومسحان لہ وجہ ویدان (رواہ ابن خزمہ)

۶۔ **دلیل عقلی** — اگر پاؤں کا ذلیف غسل ہوا تو تیمم میں اس پر مسح کرنا لازمی ہوتا جیسا کہ منہ اور ہاتھوں پر تیمم کی قوت  
مسح کرنا ضروری ہے چونکہ ارجل مضمولات میں سے نہیں اس لئے بصورتہ تیمم اس سے مسح ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ رؤس  
میں عند تیمم مسح نہیں۔

۴۔ **جوابات** — آجس جوار: ام شافعی فرماتے ہیں کہ وارجلکم خواہ بالنصب ہو یا بالجرا اس کا عطف وایدیکم پر ہے  
یعنی وجوہ اور ایدی کی طرح ارجل کو بھی دھونا لازم ہوگا باقی رہی کسر وہ برؤسکم کے جوار کے — سبب  
ہے تو گویا برؤسکم پر عطف لفظاً ہے نہ نہیں یعنی لفظاً ارجلکم کا تعلق برؤسکم سے ہے اور معنایاً وایدیکم سے اور جوار کی  
امثہ قرآن مجید میں درج ذیل ہیں۔

آ۔ عذاب یوم الیم ۲۔ عذاب یوم محیط علانکہ الیم اور محیط مذاب کی صفتیں ہیں جنہیں عذاب کے اعراب کے مانہ  
منسوب ہونا چاہیے ۳۔ وحویر عین ۴۔ حدیث میں ہے من ملک ذالحم محسوم — تو گویا جوار کے سبب ہی  
کلام کا منسوب ہوتا ہے اور یہی معنی

۵۔ **منسوخ** — ام طاہری فرماتے ہیں کہ مسح رطلین کا حکم خواہ وہ آیت قرآنی سے ثابت ہو یا متعدد احادیث و آثار سے  
تواتر علی، اقب، اربعہ نصبی اور احادیث مشہور سے تعارض کی سبب منسوخ ہے یا یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ جب آیت بالجرا نازل ہوئی تو اس  
وقت رطل مسحوات میں سے تھا اس سے برؤسکم پر عطف کیا گیا اور جب یہی آیت بالنصب نازل ہوئی تو الفاظ میں تیر  
کئے بغیر وایدیکم پر عطف کر کے فعل کا حکم دیا گیا اور مسح کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ ۴۔ جب دو متقارب المعنی افعال  
ایک کلام میں جمع ہو جائیں اور ہر ایک کا متعلق الگ الگ ہو تو ان میں سے ایک فعل کو حذف کر کے ان کے تعلقات کو  
بصورتہ عطف جمع کر دیا جاتا ہے جیسے علفتم تیناً و ماءً بارداً لے علفتم تیناً و سقیتم ہا بارداً  
آیت مذکورہ میں بھی واغسلوا ارجلکم تھا جہاں واغسلوا کو حذف کر کے ارجلکم کو واسم کے متعلق کر دیا گیا۔ تو وارجلکم  
مجرور ہونے کے باوجود حکم غسل میں رہے گا۔

۴۔ محمول علی التحفیف۔ علامہ ابن العربی کی تحقیق سے یہ دو متواتر قرائتیں دو مختلف حالتوں پر محمول ہیں یعنی قرائت بر مسح کے معنی میں حالت خف پر اور قرائت نصب لیس قرائت قد من کے مفہوم میں حالت دم خف پر محمول ہے۔

۵۔ محمول بر وضوء علی الوضوء۔ مولانا موسیٰ خاں صاحب کی رائے یہ ہے کہ قرائت نصب یعنی غسل ربلیین وضوء بعد الحدیث پر اور قرائت بر یعنی مسح ارجل وضوء علی الوضوء پر محمول ہے جس کی تائید نسائی اور ابو داؤد کی ایک روایت سے ہوتی ہے صحیح رحمہ اللہ۔ فقال هذا الوضوء لمن لم یجد ماء۔ انسانی ہے۔

۶۔ علامہ زجاج نحوی فرماتے ہیں کہ الی الکعبین کی غایت اس بات کی طرف مشیر ہے کہ رمل کا وظیفہ غسل ہے کیونکہ بصورتہ مسح تحذیر دہوتی جیسا کہ برؤسکم میں نہیں۔ نیز اہل تشیع ٹخنوں تک مسح نہیں کرتے بلکہ صرف تین انگلیوں کو پشت قدم پر کھینچ دیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ربلیین کا وظیفہ غسل ہے۔

۷۔ دوافض نے قرائت بالنصب کی توجیہ جو اعراب محلی سے کی ہے وہ درست نہیں کیونکہ بالاجماع عطف محلی اس صورت میں درست ہے جب مفہوم میں التباس پیدا نہ ہو اور آیت مذکورہ میں یقیناً مسح و غسل کے اعتبار سے التباس ہے۔

۸۔ قائد ہے اذا تعارضتا لسا قضا تو دونوں قرائتوں کے تعارض کے سبب حکم غسل اور مسح دونوں ساقط ہو جائیں گے لہذا اب رجوع الی الامادیث کریں گے اور احادیث میں صرف غسل ہی منقول ہے تو غسل ہی کرنا ہوگا۔

۹۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ دار حکم کا عطف نہ ہی مفسولات پر ہے اور نہ ہی مسومات پر بلکہ دار حکم کی داؤد بمعنی مسح ہے اور دار حکم معطوف کی بجائے مفعول معہ ہونے کے سبب منصوب ہے۔

۱۰۔ علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ مسح بمی غسل بھی متعارف ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے تمتعت للصلوة لے قوضات یعنی مسح کی دو قسمیں ہیں ۱۔ مسح مع اسالة الماء ۲۔ مسح بلا اسالة الماء قسم اول غسل ہی ہے لیکن عرف عام میں مسح دوسرے ہی معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ذوالارام لغت تمام رشتہ داروں کو شامل ہے لیکن عرف فقہاء میں اس کا اطلاق ماسوا عصبات و ذوی الفروض پر ہوتا ہے نیز حیوان انسان کو بھی عام ہے لیکن عرفاً غیر انسان کو حیوان کہتے ہیں۔

دلیل ثانی کی سند میں یحییٰ بن علی ایک راوی ہے جو محدثین کے نزدیک مبہول اور ضعیف ہے ۲۔ اس حدیث میں ترتیب قرآنی کو مدنظر رکھا گیا ہے اس کا مسح و غسل سے کوئی تعلق نہیں دلیل ثالث کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ سے رجوع ثابت ہے

دلیل عقلی کے جواب میں علامہ رازی فرماتے ہیں کہ اگر دار و مدار مسح تیمم پر ہے تو پھر غسل کی صورت میں بھی پورے بدن کا غسل نہ ہوتا بلکہ مسح ہوتا کیونکہ غسل اور وضوء کا تیمم بالاجزاء ایک ہے یعنی صرف منہ اور ہاتھوں پر مسح کرنا جبکہ غسل میں پورے

بسم پر پانی بہانا بلا ریب فرض ہے۔ لہذا آپ کا قیاس درست نہیں باطل ہے

۱۱۔ بصورتہ تعارض یقیناً بوجہ امتیاض غسل رائج ہے۔

۱۲۔ مصول نظافت کے لئے غسل زیادہ مناسب ہے۔

۵۔ وجہ ترجیح

۱۳۔ احادیث صحیحہ سے غسل کی تائید ہوتی ہے لہذا رائج ہوگا۔ ۱۴۔ غسل ربلیین کو تواتر غسل سے بھی ترجیح ہے





بیان فرمادیں کہ مسیح قدس سرہ میں کن حضرات کا مذہب ہے کیا ان کے اربعہ میں سے بھی کوئی اس کا فائل ہے، اگر نہیں تو ان حدیثوں اور قرآن و ہادیس کا کیا جواب ہے، سمجھ کر تحریر فرمادیں۔

## تنظیم المدارس (انسانی)

من بعد اللہ بن محمد بن علی رسول اللہ ﷺ تو بایں موضوعاً فرمایا اعتقادہم تلوح فقال ریل للاعتقاد من انار ابعوان  
اس حدیث کا ترجمہ کیجئے اور بتائیے کہ !

اور ریل للاعتقاد من النار سے متعلق عقائد کو کونسا مسئلہ ثابت کرتے ہیں؟  
بابت دوم میں ادجلم میں دو متواتر قرآن میں یہ نسب اور جبراً اور مختار مذکور جبر والی قرآن کے بظاہر مرقم ہے یا نہ مرقم ہے اور اس حدیث میں  
جو تفسیق بیان کیجئے۔

۲۔ حدیث مذکور سے کوئی فائدہ مستفاد کر کے بیان کیجئے۔

الحل :- پرچہ جات بالا میں مسئلہ جملہ امور حل ہو چکے، خوب ذہن نشین فرمائیں۔

## تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

کے زیرِ رعاۃ امتحان دینے والے طلباء کرام، تحریرِ مقالہ کے لئے حضرت مؤلف موصوف  
سے حسبِ منشاء با سہولت استفادہ کر سکتے ہیں، جن میں حصولِ معلومات کے لئے کتب کی نشان  
دہی اترتیبِ مقالہ کے لئے عنادین کا انتخاب، اعلیٰ تقدیرات کے حصول کے لئے قرآن و سنت  
سے استدلال کی فراہمی، پُر مغز اور جاذبِ نظر بنانے کے لئے محققین و علماء فن کے آثار و  
اقوال سے رہنمائی وغیرہ امور شامل ہیں۔

غمان و مشغلات کے ساتھی مشافہہ اور دیارِ بعیدہ کے اصحاب مراسلہ رجوع فرمائیں۔  
مفتی علی تحقیق اور ادبِ مقالہ کے اشاعت بھی  
مکتبہ کی طرف سے ممکن ہے :



## ۲۱۔ الصلوٰۃ بوضوء واحد

ابوداؤد ۱۳۳

۱۔ مذہب | امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء محدثین کے نزدیک ہر مرتبہ وضو کرنے سے انسان متعدد فوائد و فرائض بے وضو ہونے تک پرچہ سکتا ہے۔ خواہ مسافر ہو یا مقيم۔ امام ابوہریرہؓ نے بستی حسن بصریؒ، علامہ ابن حزمؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ داؤد الظاہریؒ کے نزدیک ہر فرضی وضو کے لئے وضو ضروری ہے جیسے ہی ایک نماز کا وقت ختم ہوگا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ بے وضوئی لائق ہو یا نہ ہو۔ ۲۔ مجدد روافض اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک مقيم پر ہر فرضی نماز کے لئے وضو لازم ہے جبکہ مسافر ایک ہی وضو سے کئی نمازیں ادا کر سکتا ہے۔

۲۔ دلائل جمہور | ۱۔ حدیث الباب: عن ہریدۃ قال عام الفتح صلی اللہ علیہ وسلم کلما یوضو واحد یوم وضوء واحد کا عنوان باندھا ہے۔ ۲۔ حدیث الباب: عن النبیؐ قال کان احدنا یکفیہم الوضوء۔ ۳۔ یحییٰ (رواہ البخاری وغیرہ) ۴۔ عن سعید بن نعمان قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوضو ۱۰۰ (رواہ البخاری وغیرہ) ۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال لا ان اشق علی امتی لا یوتیہم الا وضوء واحد لکل الصلوٰۃ (رواہ الدارقطنی والبیہقی وغیرہما) ۶۔ ائمہ مسلمہ کا اجماع ہے کہ بغیر حدیث کے انسان پر وضو واجب نہیں آتا۔ دلیل عقلی ہے یہ بات مسلم ہے کہ لائق حدیث سے وضو ٹوٹتا ہے نیز ادا، فرض، ناقض وضو نہیں اور دوسری نماز کے لئے وضو کرنا قواعد شریعت کے منافی ہے۔

۳۔ دلائل دیگر مساک | ۱۔ ارشاد باریؑ: اذ اقمتم الی الصلوٰۃ فاغسلو وجہکم (الآیہ) اقامتِ صلوٰۃ سے قبل وضو کو لازم کیا گیا قطع نظر اس بات کے کہ حدیث میں آتا ہے حدیث الباب: عن النبیؐ کان یتوضا لکل صلوٰۃ طاهراً وغیرہ طاهر (رواہ الترمذی وغیرہ) یہ حدیث مسلک ثانی کی تائید میں نص ہے۔

تائید میں مسلک ثالث نے مقيم کے لئے مندرجہ بالا دو دلائل کو اور مسافر کے لئے دلائل جمہور کے ذیل میں آمد پہلی دلیل کو اپنا مسئلہ بنایا اور دونوں طرح کے دلائل میں مقيم و مسافر کی تقسیم سے تطبیق دی۔

۴۔ جوابات | ۱۔ مجاز بالحذف: آیت مذکورہ میں مجاز بالحذف ہے تقدیر عبارت یوں ہے اذ اقمتم الی الصلوٰۃ دانتم عدد ثون جس پر وجہ ذیل تین قرآن دال ہیں آ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اسی آیت کے آخری ہے لیکن توبیہ لیل مقدم (الآیہ) یقیناً تطبیق حالت حدیث ہی میں ہوتی ہے لہذا دانتم عدد ثون کا جملہ اقتضاء النفس کے طہر و تہذیب ہے آ۔ بالذلیل وضو اصل ہے اور تیمم تعلیل اور وجوب تیمم میں بالاجماع طوق حدیث شرط ہے جیسا کہ ارشاد

باری اوجد احد منكم من الغائط میں تیمم کو محدث پر متفرغ کیا گیا ہے۔ تو اصل اور مناسب وقت و حضور کے وجوب میں بھی محدث  
 شد ہوگی ۳۔ آیت مذکورہ کے آخر میں ہے فان كنتم جنباً فاطهروا جس کے دلالتہ انفس سے محدث کی قیید معلوم ہوتی  
 ہے ۴۔ منسوخ ۱۔ حضور اکرم کے ارشادات و عمل سے نص قرآنی منسوخ ہے یہ جواب درست نہیں کیونکہ اخبار آماد سے  
 نسخ آیت جائز نہیں ۲۔ استحباباً ۳۔ خلفسوا کا حکم توضیح کے لئے استحباب پر محمول ہے جس کی تائید عمل شارع اؤ  
 جماع امت سے ہوتی ہے یعنی خلفسوا کا امر محدث کے لئے وجوباً ہے اور غیر محدث کے لئے استحباباً۔

۱۔ منسوخ ۲۔ علامہ حازی کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرم کا یہ عمل فتح مکہ سے قبل کا تھا جو  
 دلیل ثانی کے جوابات بعد میں منسوخ ہو گیا۔

۳۔ خصوصیت ۴۔ آپ کی یہ خصوصیت تھی ورنہ امت مسلمہ کے لئے وہی ضابطہ ہے کہ دستور اس وقت واجب ہو گا جب  
 تک محدث کا تحقق نہ ہو۔  
 ۳۔ مستحب ۴۔ تنجید و وضو مستحب ہے۔

## وفاق المدارس

۱۳۹۱ھ : ۱۴۱۱ھ (طحاوی)

عن سليمان بن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم ان كان يتوضأ لكل صلوة . اس حدیث سے اہل ظاہر نے  
 استہلال کیا ہے کہ تیمم پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے امام طحاوی نے اس کی تردید میں کئی روایتیں ذکر کی ہیں۔  
 آپ ان میں سے جو روایت آپ کی نزدیک سب سے زیادہ قوی جو بیان کرید (طحاوی ۱۳۹۱ھ)

**الحل :** تمام استعمانی مسائل کو لکھ دیا گیا ہے یاد فرمائیں۔

امام طحاوی نے مسئلہ الباب کو دو طرح سے تفریق کے ذریعہ ثابت کیا ہے

**۵۔ نظم طحاوی** ۱۔ احداث سے حصول طہارت کے دو طریقے شرعاً متعین ہیں۔ ۲۔ غسل محدث کر کے

۳۔ وضو محدث اصرار کے لئے۔ جس آدمی نے جماع کیا یا تمک بوا اس پر غسل لازم ہے اور وہ غسل بالاجماع مرد و عورت سے نہیں ٹوڑا جب تک

کہ دوبارہ محدث بکبر لا حق ہو جائے ایسے ہی مرد و عورت سے وضو کو بھی نہ ٹوڑنا چاہیے جب تک کہ کوئی محدث لاحق نہ ہو

۴۔ مسافر کے بارے میں آپ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ ایک مرتبہ وضو کر کے کسی فرضی و نفلی نماز میں مسافر ٹپھ کتبہ البتہ اختلاف مقیم

کے بارے میں ہے جبکہ سیات اجماعی طور پر مسلم ہے کہ ہر وہ چیز جو حالت اقامت میں تیمم کے لئے سبب محدث جی ہے بعینہ وہی اشیا مسافر

کے لئے بحالت سفر ذریعہ محدث ہیں مثلاً جماع، احتلام، غائط اور بول و غیرہ نیز خروج وقت مسیح علی الحقیقین کی صورت میں ناقض وضو ہے

خواہ اس مسافر ہو یا مقیم تو ایسے ہی وضو کے حکم میں بھی مسافر اور مقیم کی تفریق نہ کرنی چاہیے۔ لہذا خروج وقت سے میں طرح بالاجماع مسافر کا وضو

باطل نہیں ہوتا اسی طرح مقیم کا بھی فاسد نہ ہوگا۔



طحاوی ص ۴۳ موطا امام مالک ص ۱۳۳  
نسائی ص ۱۸۲ موطا امام محمد ص ۴۸  
ابن ماجہ ص ۲۵

ابوداؤد ص ۲۸  
مسلم ص ۱۵۹  
بخاری ص ۴۳

## ۲۲۔ حکم اکسال

۱۔ مذاہب امام منظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، جمہور صحابہ و تابعین اور تمام اہل علم کے نزدیک مرد اور عورت کے جماع سے دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ ۲۔ علامہ داؤد ظاہریؒ اور بعض اہل نواہر کے نزدیک وجوب غسل کے لئے انزال ضروری ہے بعض اکسال اور جماع سے غسل واجب ہوگا البتہ وضو کر لینا کافی ہے ۳۔ امام بخاریؒ کے نزدیک انزال سے غسل واجب ہے اور تعارض خاتم سے غسل مستحب۔

۲۔ دلائل جمہور ۱۔ حدیث الباب: عن عائشةؓ قالت اذا اجاوز الختان الختان وجب الغسل ففعلته انا و رسول الله فاعتسنا۔ (رواہ الزہدی وغیرہ) سیدۃ عائشہ صدیقہ کی یہ روایت حدیث قول بھی ہے اور حدیث فعلی بھی نیز قول کے ساتھ عمل اور مشاہدہ کی تائید سے ہر طرح کے احتمالات و تاویلات معدوم ہو گئے ہیں نیز اسی مسئلہ پر سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں اسی حدیث کے پیش نظر حضرات صحابہ کا اجماع بھی منقطع ہو چکا ہے گویا یہ ایک روایت تین طرح سے مسلک جمہور کی توثیق ہے۔ ۲۔ عن اُمی حُرَیْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا تَجَلَّسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهِمَا الْأَرْبَعِ فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ۔ (رواہ بخاری و مسلم وغیرہ) یہ حدیث تائید جمہور میں امرج ہے نیز اسی مضمون کی ایک اور حدیث سیدۃ عائشہؓ سے مسند احمد اور ابی ماجہ وغیرہ میں مردی ہے جس میں صراحتہ عدم انزال مذکور ہے۔ ۳۔ عن عبد الله بن عمر بن الخطاب عن رسول الله قال اذا افتق الختانان وغابت الحشفة فقد وجب الغسل۔ (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) اس طرح کی ایک اور روایت سیدۃ عائشہؓ سے ابوداؤد وغیرہ میں مردی ہے جس میں وجوب غسل کے لئے غیبیۃ حشفہ کی قید ہے۔ ۴۔ دلیل عقلی: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام و فروع حشفہ پر موقوف ہیں مثلاً روزہ اور حج کا فساد مہر کا لزوم اور تہریرات کا وجوب بالا جماع غیبیۃ حشفہ سے متعلق ہیں خواہ انزال ہو یا نہ لہذا غسل کے لئے بھی انزال ضروری ہوگا۔ ۵۔ اجماع صحابہ و اہل بیت: سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں کچھ انصاری صحابہ غسل جنابت کے لئے انزال کی قید لگاتے تھے آپ نے اختلاف ارا کے سبب تمام صحابہ کو جمع فرمایا اور اس مسئلہ کی تحقیق سیدۃ عائشہؓ سے کر دئی تو آپ نے فرمایا:-

اذا اجاوز الختان الختان وجب الغسل فعلته انا و رسول الله فاعتسنا۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ نے اعلان کر دیا۔ من خالف في ذلك جعلته لكالا۔ (جو اسکی مخالفت کر لیا میں اسکو سزا دوں گا) تمام صحابہؓ نے اسی قول کو اپنایا اور اسی پر عمل پیرا ہوئے اسی لئے امام نوویؒ فرماتے ہیں استقرار اجماع علی ذلك۔

۳۔ دلائل لبعض ۱۔ حدیث الباب: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله انما الماء من المساء (رواہ مسلم) ابوداؤد وغیرہ ابی ہانی سے یہاں انسانا ابی ہانی کے فروع سے ہے۔ گویا بسوۃ اکسال و عدم انزال غسل واجب

نہیں ۲۔ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ قال فی الرجل یاتی ۲ حلقہ ثم لا یبذل قال یغسل ذکراً ویتوضأ (رواہ مسلم)  
اس حدیث میں صرف وضو کا بیان ہے لہذا اکمال کی صورت میں وضو کرنا ہوگا۔

اکم بخاری نے احادیث جمہورہ اور احادیث بالا میں بایں نوع تطبیق دی کہ احادیث جمہورہ میں شدہ مکمل غسل کو استحباب پر محمول کیا ہے اور احادیث بالا میں غسل کی نفی کو وجوب پر کہ بصورتہ اکمال غسل واجب نہیں۔

## ۲۔ جوابات

۱۔ منسوخ :- علامہ ابن حنبل فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اصل عرب علی العموم جنابت کے بعد غسل نہیں کیا کرتے تھے جب اسلام کی ضیاء پھوٹی تو حضورؐ نے انسانی سہولت، پانی اور کپڑوں کی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے غسل جنابت کو فرض فرمایا مگر سیدنا ابوسعید خدریؓ اور سیدنا ابی کعبؓ کی روایات سے ظاہر ہے، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرا طبیعتیں جنابت سے متنفر اور طہارت کی دلدادہ ہوئیں نیز پانی اور کپڑوں کی بھی وہ قلت نہ رہی جو پہلے پہل تھی تو آپؐ نے انتقاء خفائین کو غسل کا سبب قرار دے دیا خواہ انزال ہو یا نہ ہو جیسا کہ سیدنا ابی بن کعبؓ کے فرمان سے ظاہر ہے۔ انما شان الماء من الماء رخصۃ فی اول الاسلام ثم غنی عنها (رواہ الترمذی) منسوخ حدیث کا قول پانچ اکابر صحابہ سے انہی کلمات میں مروی ہے ۲۔ برائے اختلاف :- سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں :- انما الماء من الماء فی الاحتلام — (ترمذی)

یعنی ابتداء اسلام میں الماء من الماء کا قانون حالت لزوم اور یقظہ دونوں کو عام تھا۔ مگر جب اذاجا وذا الختان الختان جیسی روایات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئیں تو حالت یقظہ مستثنیٰ اور منسوخ ہو گئی لہذا الماء من الماء کے تحت صرف حالت منامی باقی رہی مثلاً ایک شخص نیند میں جود کر لے اور انتقاء خفائین ہو جائے جب تک انسانی بسم سے منی کے قطرات نہ نکلیں غسل واجب نہ ہوگا۔ شریعت مطہرہ میں ایسے کئی نظائر موجود ہیں کہ ایک حدیث بعض جرئیات میں منسوخ اور بعض جرئیات میں واجب العمل ہو۔ ہمہ برائے ملا محبت :- الماء من الماء جیسی احادیث طاعت لزوم پر محمول ہیں کہ جب تک انزال نہ ہو غسل لازم نہ ہوگا جبکہ احادیث جمہورہ مجامعت کے بارے میں ہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

۴۔ حدیث سہاکت :- یہ ایک مسلم ضابطہ ہے کہ جب منطوق اور مفہوم مخالف ہیں تو عارض ہو تو ترجیح حدیث منطوق کو ہوگی مثلاً الماء من الماء کا منطوق بتلا ہے کہ فرض منی سے غسل واجب ہوگا اور یہ امر باقیت اختلاف نہیں جبکہ اہل حدیث کا مفہوم مخالفت بتلا ہے کہ بصورتہ اکمال غسل نہیں جو احادیث جمہورہ کے مفہوم منطوق کے خلاف ہے اور یقیناً مفہوم مخالفت احادیث منطوق کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔ ۵۔ حکماً انزال :- دونوں طرح کے روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ بصورتہ انتقاء خفائین انزال حکماً ہوتا ہے اور انتقاء خفائین حقیقتہً تو گویا دونوں طرح کی احادیث معمول رہا ہو گئیں۔

۵۔ ترجمہ :- سیدنا ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے پوچھا غسل کو کون سی چیز واجب کرتی ہے تو آپؓ نے فرمایا۔ ابوسعیدؓ تم جانتے ہو کہ تمہاری کیا مثال ہے؟ تمہاری مثال اس

بہڑے کی سی ہے جو مرغے کو نہتا ہے کہ آذان دے رہا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ آواز کرنے لگتا ہے جب شرم گاہ شرم گاہ سے ٹھوکرے تو غسل واجب ہو جائے گا



# وفاق المذاہب

(موطا امام مالک)

عن ابی سلمة قال سألت عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یوجب الغسل فقالت هل تکرہی ما مثلک یا اباسلمة مثل الفروج یسمع الدیکة تصرخ فیصرخ معها اذا جاءوا الختان الختان فقد وجب الغسل بعد شرح الحديث اذ کذا الاختلاف فی مسألة الاکسال هل فیہ غسل ام لا و ما هو المختار عندا لائمة الاربعین ؟

**الحل :-** پرچہ بالامین تین انور و بیانت کئے گئے ہیں جو تحریر ہو چکے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

**نظر طحاوی** امام طحاوی نے مسلک احناف کو بعنوان نظر حقہ تین عقلی دلائل سے ترجیح دی ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔  
۱۔ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام بالا جماع التقارن ختائین اور غیبت حشفہ پر موقوف ہیں خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ مثلاً فساد صوم، فساد حج، قصاص، وجوب دم جلت احذرنار، وجوب ہر اور وجوب عدت وغیرہ اور اگر فرج کے ماسوا میں جماع ہو تو بالا جماع انزال ضروری ہے لہذا دیگر احکام شرعیہ کی طرح وجوب غسل کو بھی التقارن ختائین پر موقوف کیا جائے خواہ انزال ہو یا نہ اور اگر یادوں الفرج ہو تو پھر انزال کی قید لگانا یقیناً درست ہے۔  
۲۔ مسائل شرعیہ کے استقراء سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ التقارن ختائین پر جو حکم مرتب ہوتا ہے وہ انزال سے بدلتا نہیں جیسے ایک شخص نے بصورتہ زنا التقارن ختائین کیا تو وحد واجب ہوگی خواہ اس کے بعد اُسے انزال کا موقع ملے یا نہ اور نکاح شبہ میں التقارن ختائین سے محروم واجب ہو جاتا ہے خواہ بعد میں انزال ہو یا نہ تو گویا دار و مدار التقارن ختائین پر ہے لہذا معلوم ہوا کہ بوقت جماع التقارن ختائین سے غسل واجب ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ۔  
۳۔ امام طحاوی نے سیدنا عمر کا اثر نقل کیا ہے کہ آپ نے دوران خطبہ فرمایا کہ بعض لوگوں نے حضرت انصار کی محرمات کو یہ فتویٰ دیا ہے کہ بصورت عدم انزال عورتوں پر غسل واجب ہے مردوں پر نہیں جو غلط ہے بلکہ التقارن ختائین سے دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ۔ مگر حضرات مفتیین نے امداء من اللاء کا مد کا مصداق رجال کو قرار دیا اور عورتوں کے لئے مطلقاً استطلاق کو موجب غسل قرار دیا خواہ انزال ہو یا نہ جب بصورتہ انزال بالا جماع مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے تو بصورتہ اختلاط والتقارن ختائین بھی دونوں پر غسل واجب ہونا چاہئے خواہ انزال ہو یا نہ وهو قولنا وقول مشائکنا الاجلاد رضی اللہ عنہم وارضاهم۔

یہ بات اجماعی ہے کہ منی کے لئے سونے اور کھانے سے قبل غسل کرنا واجب نہیں اور اگر غسل سے قبل کچھ کھالے یا سو جائے تو جائز ہے۔ البتہ وضو کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

**بیان مذاہب**

ابو عیسیٰ امام محمد حضرات ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک سونے اور کھانے سے قبل وضو ضروری نہیں صرف مستحب ہے (۲) امام داؤد و ظاہری<sup>۳</sup> اور بعض اہل تلواریہ کے نزدیک وضو کرنا واجب ہے (۳) امام ابو یوسف<sup>۴</sup> امام سفیان ثوری اور سیدنا سعید بن مسیب کے نزدیک وضو مباح ہے مستحب نہیں یعنی وضو کرنا نہ کرنا دونوں شرعاً برابر ہیں۔

باب ۱۰۰۰ (۱۰۰۰) عن عائشة قالت كان رسول الله ينام وهو جنب من غير  
 ان يمسه ماء (رواه ابو داود) (۱۰۰۱) عن ابن عمر انه سأل النبي احدثنا وهو جنب قال نعم  
 ويتوضأ ان شاء (رواه ابن خزيمة) (۱۰۰۲) عن عائشة عن النبي انه كان يتوضأ قبل ان ينام (رواه  
 ابن خزيمة) (۱۰۰۳) عن ابي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا قمتم الى الصلوة (رواه  
 ابن خزيمة) (۱۰۰۴) عن عبد الله بن عمر مرفوعاً قال توضأوا وغسلوا ذكركم ثم تم (رواه ابن خزيمة)

۲۔ عن عمرؓ قال یا رسول اللہ! یزید قد احْدانا وھو جنبٌ قال لعھاذا قوضاء (رواہ مسلم)۔  
 دلیل قول ثالث: عن عائشہ قالت کان النبی ینام وھو جنبٌ ولا یمس ماء (رواہ ابو داؤد)۔  
 وضو اور غسل دونوں کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ جوابات استنباب وضوء کا قول کیا جائے، وجوب و اباحت کا نہیں۔ نیز چونکہ مسئلہ الباب میں ائمہ اربعہ کا جملہ ہے اس لئے قول ثانی اور قول ثالث عملاً متروک ہیں۔

وفاق المدارس

(البوطاؤو)

(البودادو)  
 ١٣٨٨ محدثنا محمد بن كثير قال اخبرنا سفيان عن ابن اسحاق عن الاسود عن عائشة قالت  
 كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينام وهو جنب من غير ان يمس ماء قال ابوداؤد ثنا الحسن  
 بن علي الراسطي قال سمعت يزيد بن هارون يقول هذا الحديث وهم يعني حديث ابن اسحاق



بینا مسئلہ قوم الجنب مع بیان اختلاف الامتہ ما وجع طعن الحفاظ من حدیث ابن اسحاق  
وہل تستطيعون حفظكم الله — ان تزيلوا لهم والظمن من ابن اسحاق من هو ابو اسحاق  
اذكروا شيئا من ترجمته

**الحل** پرچہ بالا میں پانچ امور حل طلب ہیں جن میں سے تین قبل از پرچہ مرقوم ہیں۔ بقیہ دو  
درجہ ذیل ہیں۔

۴۔ حالات امام ابو اسحاق | نام: عمر بن عبد اللہ الہمدانی۔ کنیت: ابو اسحاق البیہقی۔

مالات: آپ سیدنا عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ہمدان نامی ایک  
شہر میں پیدا ہوئے جس زمانے میں آپ نے ہوش سنبھالا وہ مسلمانوں کے لئے آزمائش کا دور تھا آپ نے اپنی تمام تر توجہ  
علم حدیث کے حصول میں صرف کی علامہ ابن نمینؒ، امام نسائیؒ، امام ابن حبانؒ نے آپ کی تذکرہ مدتیں میں کیا ہے۔ بہر حال  
آپ ایک ثقہ راوی ہیں اور مدتس بھی آپ کی سن وفات ۱۲۶ھ اور ۱۶۹ھ منقول ہے۔

۵۔ حدیث الباب پر محدثین کی جرح | اکثر محدثین نے حدیث الباب کے جملہ "وَلَا يَمْسُ حَائِضًا" کو  
ابو اسحاق کا وہم قرار دیا ہے جیسے امام ترمذی فرماتے ہیں

ویرودن ابی ہذا غلط ابی اسحاق اور امام ابو داؤد کا فرمان ہے ہذا الحدیث وحده یعنی حدیث ابی اسحاق اور  
امام ابراہیم نخعیؒ، امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ جیسے جلیل القدر فقہاء و محدثین جب حدیث الباب کو نقل فرماتے ہیں تو یہ جملہ  
نقل نہیں کرتے نیز وَلَا يَمْسُ حَائِضًا کا جملہ سیدۃ عائشہؓ کی صحیح اسناد مشہور روایت کے مفارغ من ہے اور وہ یہ  
ہے کان اذا اراد ان ينام وهو جنب توضأ وضوءه للصلاة — (رواد ابو داؤد ۱۶۹ھ)

جن ائمہ اور محدثین نے حدیث الباب کے مذکورہ جملے کو ابو اسحاق کا وہم قرار دیا ہے ان کے ہاں درحقیقت حدیث الباب  
طویل ہے ابو اسحاق نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے اختصار سے کام لیا تو اختصار کرنے میں غلطی لگی جیسا کہ امام طحاویؒ اور  
علامہ ابن عربیؒ نے ابو اسحاق ہی سے حدیث طویل کو نقل کیا ہے اور وہ باقی احادیث صحیحہ کے ہم معنی ہے معارض نہیں  
امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام بیہقیؒ، امام دارقطنیؒ، امام ثوریؒ اور امام ابن قتیبہؒ نے مذکورہ بالا جملے کی تصریح کی

**جواب** | ہے کیونکہ اصول حدیث کا یہ ایک مستم قاعدہ ہے کہ زیادۃ الثقة مقبولۃ اور ابو اسحاق بالاتفاق ایک  
ثقہ راوی ہے اگر اس زیادتی کو صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرات محدثین نے اس جملے کے کئی محامل بیان کئے ہیں۔  
(۱) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ لَا يَمْسُ حَائِضًا میں غسل کی نفی ہے وضو کی نہیں (۲) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بیان جواز کے  
لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک وضو فرمایا تاکہ مواظبت کی وجہ سے وضو واجب نہ ہو جائے۔

مسلم ۲۹، بخاری ۲۵  
موطا امام مالک ص ۴۴  
موطا امام محمد ص ۴۴

## ۲۴ حکم بول الصبی

نسائی ۵۶، ابن ماجہ ۵۳  
ابوداؤد ۵۳  
ترمذی ۵۴

۱۔ **باب** آ۔ امام مسلم ابو یوسف، امام مالک، حضرات صاحبین، امام ابراہیم نمونی، امام سفیان ثوری اور مجاہد فقہاء و محدثین کے نزدیک دو دھپنے والا بچہ اور بچی کا پیشاب نجس ہے دونوں کا دھونا ضروری ہے البتہ بول بھی کو ایک مرتبہ دھونا کافی ہے جبکہ بول جاریہ کو دہرے انجاس کی مانند تین مرتبہ دھونا لازم ہے۔

۲۔ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور علماء حجازین کے نزدیک بچہ اور بچی دونوں کے پیشاب نجس ہیں البتہ بول پر منیع کے لئے نفع یعنی چھینے مار دینے کافی ہیں جبکہ بول رضید کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے پھر چھینے مارنے میں ان حضرات سے دو قول مروی ہیں آ۔ بتا پانی ڈالے کہ پھوٹنے سے تغافل ہو ۲۔ بول میں سے زیادہ پانی ڈال جائے ۳۔ علامہ داؤد ظاہری اور علماء اہل ہند کے نزدیک بچہ جب تک دودھ پیتا ہے اس کا بول پاک ہے اور اس کی تطہیر کے لئے پھینکا بار دینا کافی ہے۔

۳۔ **دلائل احناف** آ۔ عن ابی حنیرۃ ان النبی قال استنزهوا من البول فان عاتقہ عذاب القبر منہ۔ (رواہ ابو داؤد وغیرہ احمدیث عام ہے جو بول میں اور جاریہ دونوں کو شامل ہے ۲۔ عن عمار بن یاسر عن النبی قال انما تغسل ثوبک من البول رواہ الشراوی وغیرہ یہاں بھی مطلق بول کا ذکر ہے خواہ صبی کا ہو یا جاریہ کا۔ ۳۔ وہ جملہ احادیث میں بول کو نجس قرار دیا گیا ہے ۴۔ عن عائشۃ قالت بال الصبی علی ثوب النبی فذاعا لم یأتبعہ ایتا۔ (رواہ البخاری والظہاوی وغیرہما) اتیانہ مار کے سنی پیچھے پیچھے پانی بہانے کے ہیں یقیناً پانی بہانا غسل ہی ہے نہ کہ چھڑکاؤ ۵۔ عن عائشۃ ان النبی ذاعا فصبہ علیہ۔ (رواہ مسلم) یہ حدیث اور حدیث بالا تائید منیہ میں نص ہیں آ۔ ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ بول نجس ہے اور ازالہ نجاست کے لئے ثوب میں غسل ہی متعین ہے تو یقیناً غسل ہی ضروری ہوگا

۴۔ **دلائل ائمہ** آ۔ حدیث الباب۔ عن ام قیس قالت بال ابنی علی النبی فذاعا لم یأتبعہ علیہ۔ (رواہ البخاری وغیرہما)

دشمناء کے لغوی معنی پانی چھڑکنے کے ہیں نیز حضرات محدثین نے حدیث الباب پر نص بول الغلام کا عنوان قائم کیا ہے جس سے چھڑکاؤ کے معنی کو ترجیح ملی ہے ۲۔ عن لبابۃ قالت قال رسول اللہ انما یغسل من بول الجاریۃ ویسفع من بول الغلام۔ (رواہ ابن ماجہ) اس حدیث میں تصریح ہے کہ بول غلام میں نفع یعنی چھڑکاؤ ہے نیز یہ حدیث قولی ہے ۳۔ عن ام قیس ان النبی ذاعا لم یصبہ فصبہ علیہ۔ (رواہ مسلم و ابو داؤد) یہاں عدم غسل کی نفی ہے اور چھڑکاؤ کا اثبات ان احادیث کے علاوہ جملہ روایات حضرات ائمہ کی تائید کرتی ہیں جن میں نفع اور شمس کے الفاظ ہیں تم راہ مسلم نے اسی حدیث کو



یوں نقل کیا ہے فنضہء ولم یغسل غسلاً الحدیث۔ تاہمین مسلک ثالث نے احادیث بالا سے بایں طور استدلال فرمایا کہ پانی کے چھڑکاؤ سے یقیناً نہ ہی نجاست نازل ہوتی ہے اور نہ ہی کم بلکہ مزید پھیل جاتی ہے لہذا بول ظاہر ہوگا نہ کہ نجس۔

**۴۔ جوابات** | چار قسم کے الفاظ وارد ہیں آ۔ رش الماء ۲۔ نضہ ۳۔ صبت الماء ۴۔ ابتع الماء ان میں سے دو جگہ مراد معنی غسل کی تائید کرتے ہیں جبکہ پہلے دو کلمات مسم میں اور پانی ڈالنے یا پانی چھڑکنے میں مشترک ہیں تو حضرات احناف قاعدہ شرعی و قیاس صحیح اور احادیث جیدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے غسل کے مفہوم کو ترجیح دیتے ہیں نیز متعدد مقامات پر نہایت عمدہ شری قاعدہ شرعی و قیاس صحیح اور احادیث جیدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے غسل کے مفہوم کو ترجیح دیتے ہیں نیز متعدد مقامات پر نہایت عمدہ شری قاعدہ شرعی و قیاس صحیح اور احادیث جیدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے غسل کے مفہوم کو ترجیح دیتے ہیں۔  
۱۔ رش اور نضہ کے معنی غسل کے لئے ہیں چند اشد لفظ ہوں آ۔ امام ترمذی نے باب غسل دم الحیض ۲۵ کے ذیل میں آمدہ حدیث ثم حطیہ ثم دمشیہ کی تفسیر میں فرمایا يجب علیہ الغسل کیونکہ دم حیض کو دھونا جماعی مسلم ہے آ۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے باب الحیض میں وارد حدیث ثم تنضی بالماء پر غسل کے عنوان قائم کئے ہیں اور بالا جماع یہاں نضہ بمعنی غسل ہے امام ترمذی باب الذی یصیب الثوب کے تحت حدیث فنضہ بم ثوبک کی تفسیر میں امام شافعی کا قول نقل فرماتے ہیں لا یجوز الا الغسل آ۔ ایک موقع پر امام نووی لکھتے ہیں ان النضہ یکون غسلاً ویکون رشاً  
الفرق جب مسائل حیض اور احکام مسمی میں حضرات ائمہ نے نضہ اور رش کے معنی غسل کے لئے ہیں تو بول مسمی میں غسل کے معنی لینے بطریق اولیٰ درست ہوں گے کیوں کہ مسئلہ الباب میں صوب الماء اور ابتع الماء کے کلمات موجود ہیں آ۔ ممکن ہے نضہ اور رش کے کلمات روایت بالمعنی کے اعتبار سے ہوں کیونکہ یہ ایک واقعہ جزئ ہے جسے حضرت راوی نے نقل کیا ہے۔  
۲۔ مسلک منفیہ کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں قاعدہ کا بیان ہے مثلاً استنزهوا من البول، وغیرہ وغیرہ اور حدیث الباب واقعہ جزئ ہے یقیناً قاعدہ کو ترجیح ہوگی۔

آ۔ بول رضیع جب آپ کے نزدیک نجس ہے تو پانی کے چھڑکاؤ سے اس پمیدی میں لگا کر ہوگا ازالہ نہیں جب کہ تطہیر کے لئے ازالہ نجاست ضروری ہے۔ لہذا غسل ہی متعین ہوگا رد۔ آ۔ حقیر کی ناقص رائے میں والدین کے لئے اضطراب دفع مسرت کے پیش نظر نضہ و رش کی احادیث کو معمول بہا بناتے ہوئے پانی کے چھڑکاؤ کی اجازت دے دی جائے اور عام لوگوں کے لئے صوب اور ابتع الماء کی روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے معنی غسل کو ترجیح دی جائے، میری اس رائے کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے کمر و ریشہ کے لوگوں کے لئے ازالہ و سوسہ اور دفع مسرت کے لئے فرمایا اذا توضأت فانتضی یعنی وضو کرنے کے بعد محل استنجاء (پٹرے پر چھینٹیں مار دو جیسا کہ امام ترمذی کے ترجمہ الباب سے ظاہر ہے اور علاء ابن العربی فرماتے ہیں:۔ اذا توضأت فرش الا ذالذی یلبی الفرج۔ (العارضہ ج اول ص ۹۷) یعنی جب تو وضو کر لے تو زیر جامہ پٹرے پر چھینٹیں مار دے یقیناً دونوں صورتوں میں قدر مشترک تمیز اور دفع مسرت ہے۔  
واللہ اعلم وعلمد اتم و احکم۔

۴۔ میرے ذہن میں سوال آیا کہ اہل تلوار ہر کے ہاں جب بول ملا ہر ہے تو پھر نفعہ ارش، صلب اللہ اور اتبع اللہ کے کیا معنی؟  
یوں کہ باجائے حقوق طہارت سے نہ ہی کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر پھینٹے مارے جاتے ہیں۔ ۵۔ اہل تلوار ہر کا قول  
غافلت و طاع اللہ کے پیش نظر مردود ہے۔

جن احادیث میں و لم یغسلہ غسلاً کاملہ مروی ہے ان کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ یہاں مطلقاً غسل کی نفی نہیں بلکہ غسل طہین کی نفی ہے جس کا قرینہ غسلاً کی تاکید ہے کیونکہ غالباً ہے کہ نفی جب مقید پر داخل ہو تو قید کی نفی ہوتی ہے لہذا غسل شدید کی نفی ہوگی مطلق غسل کی نہیں۔

۵۔ بول صبی اور بول جاریہ میں سے فرق۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ بچہ اور بچی جب انسانیت کے اعتبار سے  
برابر ہیں تو ان کے بول کے طریقہ تطہیر میں کیوں فرق رکھا گیا جس کے جواب میں چند وجوہ ملاحظہ ہوں۔  
۱۔ علامہ غطال فرماتے ہیں کہ اہل عرب اپنی مجالس میں بچوں کو بھڑوے آتے تھے جبکہ لڑکیوں کو لے آنا باعثِ کجی سمجھتے تو بچوں کے  
کثرتِ افلاط کے سبب شریعتِ مطہرہ نے غسل میں تخفیف کر دی تاکہ کچھ آسانی ہے۔

۲۔ عورتوں کی طبیعت میں برودت اور رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے ان کا بول غلیظ اور نسبتاً بدبودار ہوتا ہے جبکہ طبائع رجال  
میں حرارت اور قوت غالب ہے جس کے سبب ان کا پیشاب رقیق ہوتا ہے لہذا حضرت شارح نے بول صبی کے لئے غسل خفیف اور بول  
جاریہ کے لئے غسل طہین کا حکم دیا لیکن جب شیرخواری کی مدت گزر جاتی ہے تو غذا کے اثرات سے صبی کا پیشاب بھی غلیظ ہو جاتا ہے  
اس لئے بڑی عمر میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔

۳۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ بچے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہے اور بچی کا وسیع۔ لہذا بچی کے پیشاب کی طہارت کے لئے تثلیث کا حکم  
دیا گیا لڑکی کے لئے عدائیت کا تم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ سیدہ ناعمہ کی خلقت پانی اور مٹی سے ہے تو اس لئے بچے میں یہ اثر غالب ہوتا  
ہے لہذا اس کے بول میں نجاست کم ہے جبکہ سیدہ خواتین کی خلقت گوشت اور خون سے ہے تو اس لئے بچی میں اس کا اثر غالب ہے لہذا  
اس کے پیشاب میں نجاست زیادہ ہے تو اس نجاست کے تفاوت کی وجہ سے حکم غسل میں فرق کیا گیا۔

۴۔ مولانا موسیٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ بچے کا بول چونکہ متفرق جگہ پر پھیل جاتا ہے تو شریعت نے اس میں تخفیف کر دی بخلاف  
بول بزرگ کے کہ وہ ایک ہی جگہ پر پھیلتا ہے۔

۵۔ رجال کا تعلق چونکہ سیدہ ناعمہ اور حضرات انبیاء سے ہے اور انبیاء کے فضائل پاک میں تو اس نسبت سے بول صبی  
میں تخفیف کا حکم دیا گیا ہے۔



## وفاق المدارس

(طحاوی)

۱۴۰۱ھ : عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَغْسِلُ بُولُ الْجَارِ مِثْقَالَ بُولِ الْغُلَامِ  
 (۱) بُولُ الْغُلَامِ الرُّضِيعُ نَجِسٌ أَهْلًا ۱ — (۲) وَلَوْ أَنَّ أَهْلًا يَلْبَسُ بِلِبَاسِ الْغُلَامِ أَوْ يَتَّخِذُ النُّضْجَ  
 (۳) وَمَا مَعْنَى النُّضْجِ : عِنْدَ الْأَخْفَافِ فِي مِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ وَمَا هُوَ إِلَّا حُجْرٌ عِنْدَ كَعْبٍ

## تنظیم المدارس

۱۳۹۷ھ (موطائما مالک)

عَنْ مَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْبَسُ فَبَالَ عَلَى قُرْبٍ فَعَدَّ عَارِ بُولِ  
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا رَفَاتِهِ أَيَّاهُ، لِأَنَّ مِثْقَالَ طَهَارَتٍ وَدَعِيمَ طَهَارَتٍ كَقَوْلِهِ فِي آيَةِ الْاِخْتِلَافِ بَيْنَ فَرَائِصٍ -

**الحل :-** مذکورہ بالا دو پرچوں میں تین امور قابلِ حل ہیں ۱۔ مذاہب ائمہ ۲۔ دلائل احناف  
 ۳۔ دلائل ائمہ یہ تینوں امور پرچوں سے قبل تحریر ہیں۔

**نظر طحاوی** | یہ بات مسلم اور قاضی ہے کہ شیر مادر حیوٹ بچے کے بعد بچہ اور بچہ کے بول کا حکم یکساں ہے تو نظر و فکر کا اقتضار  
 یہ ہے کہ دودھ پینے کے دور میں بھی حکم بول ایک ہو کہ دونوں نجس ہوں اور دونوں کے لئے غسل کی پابندی  
 لگائی جائے البتہ احادیث و روایات کے پیش نظر تزییفِ غسل کا حکم لگایا جائے تاکہ غسل و غسل میں لغافض نہ رہے۔

ابوداؤد ص ۲۹  
تلمذی ص ۸۱

## ۲۵۔ غُسلِ جمعہ

۱۔ مذاہب | آ۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرات صاحبین، جہو اہل علم اور جلیل فقہاء و محدثین کے نزدیک جمعہ کا غسل ایک ایسا مستحب ہے جو سنت یا مستحب قہ ہے واجب اور فرض نہیں۔  
ت۔ آثار داؤد ظاہریؒ امام احمدؒ (فی ردایہ) اور بعض اہل علم کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے اور سنت مطلقہ کے لئے شرط۔  
۲۔ دلائل جہو | آ۔ عن ابی ہریرۃ عن النبیؐ قال من توضأ ثمراتی الجمعة غفر له ما بین الجمعة الى الجمعة  
(رواہ مسلم) اس حدیث میں ابو وثاب کہہ دینور پر مرتب کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ غسل ضروری نہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ کی عدم فرضیت پر یہ حدیث قوی ترین دلیل ہے۔ ۲۔ عن سمرۃ ان رسول اللہؐ قال من اغتسل بالغسل الاصل (رواہ النسائی و ابوداؤد وغیرہما) کلمۃ افضل یقیناً تا یہ جہو میں نص ہے اسی مضمون کی ایک روایت موطا امام محمد میں سیدنا انس بن مالکؓ اور سیدنا حسن بصریؒ سے مروی ہے جس پر امام ترمذی نے حسن صحیح کا حکم لگایا ہے نیز یہی مضمون سات صحابہ سے مروی ہے۔ ۳۔ عن عثمان قال ضما زوت علی ان توضأ ثمر (رواہ البخاری وغیرہ) من اصحاب الستۃ ایہ ایک مفصل روایت ہے جو تین وجوہ سے مسلک جہو کی تائید کرتی ہے آ۔ اگر غسل جمعہ واجب ہوتا تو سیدنا عثمان یقیناً ترک نہ فرماتے تا سیدنا عمر انہیں بغسل افادہ مطلقہ کی اجازت نہ دیتے تا سیدنا عثمان نے بغسل جمعہ پر صحابہ میں سے کسی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہوا کہ عدم وجوب غسل پر تمام صحابہ کا اجماع ہے کما ہو الظاہر۔ ۴۔ عن ابن عباسؓ قال غسل یوم الجمعة لیس یوجب دلکۃ اطہس۔ (رواہ ابوداؤد) کتب حدیث میں یہ روایت مفصل مروی ہے اور یہ کئی طرح سے مسلک جہو کی تائید ہے۔ ۵۔ حدیث الباب۔ عن ابراہیم النخعی قال ان اغتسلت فحسن وان ترکت فلیس علیک۔ (رواہ الامام محمدؒ فی الموطا) اسی مضمون کے کئی آثار امام محمدؒ نے موطا میں جمع فرمائے ہیں جن سے صراحۃً غسل جمعہ کا عدم وجوب معلوم ہوتا ہے۔ ۶۔ عن ابراہیم النخعی قال کان علیکم لم یغتسل یوم الجمعة (رواہ الامام محمدؒ فی الموطا) عدم انتقال سے عدم وجوب ظاہر ہے۔

۲۔ دلائل وجوب | آ۔ حدیث الباب۔ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہؐ قال اذا اتی احدکم الجمعة فلیغتسل۔ (رواہ البخاری وغیرہ) من اصحاب السنن فلیغتسل کا حکم وجوب غسل پر دال ہے۔

۲۔ حدیث الباب۔ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہؐ قال غسل یوم الجمعة واجب علی کل عتلم (رواہ البخاری وغیرہ) اسی مضمون کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہؓ سے موطا امام محمدؒ میں مروی ہے جس کے آخر میں کفیل الجنابۃ کے کلمات ہیں یقیناً



ہوگا۔

غسل نہایت فرض ہے۔ تو بوجہ تشبیہ غسل جمعہ بھی لازم اور واجب ہوگا۔  
 ۳۔ امیر استعجابی: تمام احادیث کو معمول بہا بناتے ہوئے حضرات جہوک نزدیک غسل جمعہ

### ۴۔ جوابات

امیر استعجاب وندب کے لئے ہے جیسا کہ بالا جماع خاصطادوا اند فانتشروا فی الارض اور قریبی  
 استعجاب کے لئے ہے اور غسل نہایت تشبیہ صفت کے اعتبار سے ہے نہ کہ حکم کے اعتبار سے یعنی جس طرح غسل نہایت میں  
 جسم پر پانی بہانا ضروری ہے ایسے ہی غسل جمعہ میں بھی تمام جسم پر پانی بہانا ہوگا۔ نیز حدیث ثانی میں واجب کے معنی ثابت  
 کے ہیں۔ ————— ۱۔ مہشوخ: ۱۔ احادیث وجوب ابتداء پر معمول ہیں جیسا کہ سیدنا ابن عباس کی سند جو ذیل روایت  
 سے ظاہر ہے کان الناس مجہودین یلبسون الصوف ویعملون وکان مسجدہم ضیقاً (رواہ ابو داؤد و ترمذی)  
 یعنی ابتدائی دور میں غربت و افلاس اور قلمت مار و اثواب کے پیش نظر حضرات صحابہ کام کاج کرنے کے بعد انیس  
 اولی کپڑوں کو زیب تن کے نزدیک بند ہو جایا کرتے تھے جن میں سے پینہ اور گرمی کے سبب اذیت ناک بہاؤ سوجھی جاتی  
 تھی لہذا حضور اکرمؐ نے جمعہ سے قبل غسل کو لازم قرار دے دیا اس سے معلوم ہوا کہ وجوب غسل کا حکم عارضی تھا جو بعد میں منسوخ ہوا  
 تھا۔ آخر کی ناقص رائے میں واجب کے کلمہ سے کسی حکم کے وجوب کا قول کرنا درست نہیں کیونکہ وجوب کے فقہی اور  
 اصطلاحی معنی نہ ہی متکملم یعنی حضور اکرمؐ اور نہ ہی مخاطبین یعنی حضرات صحابہ کے اذعان مبارکہ میں منظور تھے جیسا کہ  
 متعدد احادیث میں آپؐ نے فقد وجب فقد وجب کے کلمات فرمائے اور اس سے ثبوت یا لزوم کے معنی لئے۔ لہذا واجب اللہ  
 وجوب کے لغوی معنی ثابت ہونے درست ہونے یا لازم ہونے کے کئے جائیں گے اور یہی لغوی معانی ہی ان حضرات کے  
 اذعان میں نقش تھے۔ —————

مسئلۃ الباب میں ایک اور فقہی اختلاف پایا جاتا ہے جو درج ذیل ہے۔

۵۔ مذاہب: امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ، جمہور فقہار محدثین اور اکثر علماء احناف کے

نزدیک جمعہ اور عیدین کا غسل نماز جمعہ کے لئے مسنون ہے علامہ شامی فرماتے ہیں کون الغسل لصلوۃ ہوا الصیغہ دھر  
 ظاہر الروایۃ۔ ————— ۲۔ امام محمدؒ سیدنا حسن بن زیاد صاحب ہدایہ اور علامہ داؤد ظاہری کی تحقیق میں یہ غسل یوم جمعہ  
 کے لئے مشرف ہے۔

تائین مسلک اول درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

### ۶۔ دلائل ائمہ

۱۔ حدیث الباب: عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ قال اذا اتی احدکم الجمعة فلیغتسل (رواہ البخاری وغیرہ) اس میں صراحتاً غسل نماز جمعہ کے لئے معلوم ہو رہا ہے کیونکہ غسل کو ایقان الی الجمعہ کے ساتھ ملحق  
 کر دیا گیا ہے۔ ————— ۲۔ دلیل عقلی: یقیناً سلام جمعہ یوم جمعہ سے افضل ہے لہذا غسل افضل عبادت کے  
 لئے مشرف ہوگا۔ ————— ۳۔ عن ابی ہریرۃ عن النبیؐ قال من اراد ان یاتی الجمعة فلیغتسل (رواہ مسلم) یہاں بھی

غسل کی اضافت نماز جمعہ کی طرف ہے لہذا غسل جمعہ نماز جمعہ ہی کے لئے مسنون ہے۔ ————— ۴۔ عن ابراہیم قال  
 كان غلته اذا سافر الغسل يوم الجمعة (رواه الامام محمد في المنهاج) اس اثر سے مراد معلوم ہوا کہ غسل جمعہ نماز  
 جمعہ کے لئے ہے چونکہ مسافر پر جمعہ نہیں اس لئے سیدنا علقمہ غسل نہ فرماتے تھے۔ ————— قائلین مسکب ثانی کے خوابہ حسب ذیل ہیں۔  
 ۱۔ حدیث الباب ۲۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ قال غسل يوم الجمعة واجب (رواه البخاری وفتح)  
 یہاں غسل کی اضافت یوم جمعہ کی طرف کی گئی ہے جس سے ثابت ہوا کہ غسل نماز کی بجائے یوم جمعہ کے لئے مشروع ہوا ہے۔  
 ۲۔ وہ جملہ احادیث جن میں غسل کی اضافت یوم جمعہ کی طرف کی گئی ہے۔

۷۔ جوابات لئے نہیں۔ ————— ۴۔ احقر کی ناقص رائے میں غسل جمعہ کو یوم اور صلاۃ میں سے کسی ایک کے ساتھ تنقید  
 کے بغیر مطلق تصور دیا جائے کیونکہ مقصود اصلی حصول طہارت ہے جو غسل سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ نماز جمعہ کی نیت سے کیا جائے  
 یا یوم جمعہ کے ارادہ سے نیز ارادہ ایک فعل قلبی ہے جبکہ کوئی فرد مطلع نہیں ہو سکتا اس لئے حضرت شارح نے یوم اور صلاۃ دونوں  
 طرح کی روایات بیان فرمائیں۔ اس عدم تنقید کے کئی فوائد ہیں آ۔ تمام احادیث معمول بنا ہو جائیں گی۔ ————— ۴۔ جو جمعہ کے  
 دن غسل کر لیا خواہ اس سے نماز جمعہ پڑھ سکے یا نہ عامل بالسنۃ قرار پائے گا۔ ————— ۴۔ وہ شخص جس میں بھی اس سنت سے عاجز  
 ہو سکیں گے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں۔ ————— ۴۔ اگر کوئی شخص بروز خیس یا لیلۃ الجمعہ غسل جمعہ کے ارادہ سے نہا لیتا ہے وہ  
 بھی اٹا۔ اللہ عامل سنت سمجھا جائے گا۔ ————— ۴۔ وہ جو غسل جمعہ سے نماز جمعہ پڑھ لے گا۔ وہ روحہ اجر سے عاجز ہوگا۔  
 ۸۔ ثمرہ اختلاف ————— آ۔ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں مثلاً مسافر و عورت تو قول اول میں ان کے لئے غسل مسنون نہیں  
 جبکہ قول ثانی میں مسنون ہے۔ ————— ۴۔ جو شخص غسل کرنے کے بعد محدث ہو جائے پھر وضو  
 کر کے نماز جمعہ پڑھے تو قول اول میں اسے سنت کا ثواب ملے گا بخلاف قول ثانی کے کہ اسے ثواب ہوگا۔ ————— ۴۔ جس شخص  
 نے طلوع فجر سے قبل غسل کیا اور پھر اسی وضو سے نماز جمعہ پڑھی تو قول اول میں وہ عامل بالسنۃ ہوگا جبکہ قول ثانی کے اعتبار سے  
 وہ تارک سنت ہے۔ (اموطا امام محمد)

## وفات المدارس

(سنہ ۱۰۰۰ھ)

عن ابن حریز قال غسل يوم الجمعة واجب علی كل محتلم كغسل الجنابة غسل يوم الجمعة واجب امرای  
 وما هو مذهب الجمهور فیه ؛ هذا الحديث اذ لم یکنی موافقا لهم فاتی عندہم فی ترک العمل بهذا  
 الاثر۔ بینوا بیا نأشافیا۔

## تنظیم المدارس

(اموطا امام محمد)

۳۹۵ھ ۲۰ سن رسول اللہ قال غسل يوم الجمعة واجب علی كل محتلم۔  
 اس حدیث کا ترجمہ لکھ کر بتائیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی توجہ کیا ہوگی؟

الحل :- تمام مسئلہ امور حل ہو چکے ہیں غلغله الحمد :



## ۲۶۔ مسح علی الخفین

قرن مذی صحت  
مخطوطات امام احمد  
مخطوطات امام احمد

۱۔ توقیت مسح میں مذاہب فقہاء  
علامہ ابن حجرؒ نے مسند التوقیت میں شہرہ اقوال کا تذکرہ فرمایا ہے  
لیکن ان میں سے دو اقوال علماء کے ہاں زیادہ مشہور ہیں :

۱۔ امام اعظمؒ ، امام ابو حنیفہؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمد بن حنبلؒ حضرات صاحبینؒ ، امام ثوریؒ ، امام اوزاعیؒ ، علامہ  
داؤد ظاہریؒ اور جہود صحابہؒ و تابعین و علماء و محدثینؒ اس بات پر متفق ہیں کہ مسافر کے لئے تین دن تین راتیں  
مقیم کے لئے ایک دن رات کی مدت شرعاً مقرر ہے ۔

۲۔ امام دارالبحرۃ ، امام مالکؒ ، امام ایوب بن سعد مصریؒ ، اور علامہ ابن تیمیہؒ کے ہاں مقیم اور مسافر یکساں مسح  
علی الخفین کی شرعاً کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ جتنی مدت تک مقیم و مسافر یا بن خفین پر مسح کر سکتے ہیں ۔

۲۔ دلائل جمہور  
اسی احادیث جن سے مسح علی الخفین کا جواز اور توقیت ثابت ہوتا ہے  
کے تعداد پندرہ ہیں ۔ بہر حال ان احادیث کثیرہ میں سے چند

مشہور احادیث کو یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔ ۱۔ حدیث الباب :- عن صفوان بن عتال  
اخرجہ النسائی والترمذی وابن خزيمة (۱) — ۲۔ فرمان شامی :- عن شرح بن صالح قال ثبت

عائذہا عن المسح علی الخفین فقالت علیک بابن ابی طالب فاسئلہ فانہ کان یسافر مع رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فسلنا فقال جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثہ ایام دلیلیہ للمسافر ویوماً ولیلۃ  
للمقیم (رواہ مسلم وغیرہ من اصحاب الصحاح) ۳۔ امراشاد شامی :- عن ابی یوسف عن النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم انہ رخص للمسافر ثلاثہ ایام دلیلیہ وللمقیم یوماً ولیلۃ اخرجہ داراللمنی والحاکم وصحیحہ ۔

۴۔ قول شامی :- عن ابی یوسف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقت فی المسح علی الخفین  
ثلاثہ ایام دلیلیہ للمسافر وللمقیم یوماً ولیلۃ (رواہ ابن جابر فی مسندہ)

۳۔ دلائل مالکیہ  
امام مالکؒ اپنی تائید میں مندرجہ ذیل تین احادیث میسر پیش فرماتے ہیں :

۱۔ اختر خزیمة :- عن خزيمة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ  
قال مسح علی الخفین للمسافر ثلاثہ ایام وللمقیم یوماً ولیلۃ قال خزيمة لو استزدنا لزامنا (رواہ ابو داؤد  
وابن ابی جابر وابن جابر) ۲۔ قول شامی :- عن ابن ابی عتارہ انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ان مسح علی الخفین قال نعم ! قال یوماً قال ویومین قال وثلاثہ قال نعم ! وما شئت فقل دایہ حتی یبلغ مبتداً (رواہ

ابو داؤد (۱) ۲۔ قول حضرت عمرؓ: حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن ملک شام سے روانہ ہوا اور ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جمعہ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچا۔ سیدنا فاروقؓ نے مجھے فرمایا کہ آپ نے موزوں کو کب پہنا۔ فقلت لبسناہما یوم الجمعة ولھذا الجمعة فقال لی اھببت المئنتہ (راؤ) ابن ابی مہدی والد قطنی وابیہقی)۔

۳۔ **جوابات دلیل اول** امام اکث اور ان کے رفقاء کی دلیل اول کے جوابات علماء امت سے یوں منقول ہیں:

۱۔ **ضعیف** :- علامہ ابن رقیب العید فرماتے ہیں: التیادۃ المذكورۃ تہنیفۃ وہ قال الامام الذہبی :- **طہ صحاہ** :- علامہ ابن سید اناسی ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی اگر مسیح بھی تسلیم کر لی جائے تو پھر بھی سادات صحابہ کی کثیر جماعت کے مقابلہ میں ایک صحابی رسول کا انفرادی حسن ظن مروج ہے۔

۲۔ **حکیمہ لو** :- علامہ قاضی شوکانیؒ نیل الاوطار ص ۱۹۹ میں لکھتے ہیں کہ کلام عرب میں انتفا ثنائی بسبب انتفاء اول کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے۔ مطلب یوں ہوا کہ: انھم لم یثکروا ولا زیدوا یعنی چونکہ صحابہؓ نے زیادتی طلب نہیں کی تو آپؐ نے زیادتی توفیق کی اجازت بھی نہیں دی اب اس کے بعد زیادتی ثابت کرنا سر غلط اور مخالف ضابطہ ہے۔

۳۔ **منسوخ** :- بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ ممکن ہے کہ ابتداء حکم مسیح غیر موقت ہو اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین وقت سے اس حکم کو مقید فرما دیا ہو گویا یہ زیادتی احادیث موقتہ سے منسوخ ہے۔

۴۔ **سند متکرم فیہ اور ضعیف** :- یہ حدیث درج ذیل اصحاب جرح و تعدیل کی آراء میں مجہد و معلول ہے۔ ۱۔ **قال ابن العربی فی طریقہ ضعیف**

بجاءہل منہم عبد الرحمان بن رزیدؒ وصہد بن یزیدؒ والیہ بن قطنؒ ۲۔ **قال ابو داؤد** لیس بالقول

۳۔ **قال یحییٰ بن معین** اسنادہ منظم ۴۔ **قال البخاری** لا یصح فی اسنادہ مجهول ۵۔ **قال الامام احمد**

رجالہ لا یکرہون ۶۔ اس کے علاوہ امام ابن جبانؒ، امام دارقطنیؒ، علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: لا یشیت لیس لہ اسناد قائم۔

۲۔ **تابید مسیح بطریق مشروع** :- حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ سفر میں جب تک جی چاہے طریق

مشروع کے مطابق خفیہ پر مسیح کرتے رہو اور طریق مشروع احادیث توفیق میں مذکور ہے کہ ہر تین دن

بعد دوبارہ طہارۃ حاصل کر کے موزے پہن لئے جائیں چاہے یہ کل ایک سال تک بھی جاری رہے۔

۳۔ **بجالت عذر** :- یہ حدیث ایک واقعہ جزئیہ ہے جو حالت عذر پر محمول ہے جیسے شدت برودۃ یا کوئی





۴۔ کلمۃ لیکن پر غوی اشکال مع توجہیات :- یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عرب کے ان کلمہ لیکن استدراک کیلئے ہے اور نفی کے بعد عطف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے : حکما يقال ما قام نہ لیکن عمروؓ ہاں اگر مثبت کے بعد کلمہ لیکن کو لایا جائے تو لیکن کے بعد ایک جملہ آمہ منفی لانا ضروری ہے کہ کلمہ مفرد : نقول قادمہ نہ لیکن عمروؓ لم یقیم۔ اگر یوں کہا جائے کہ قادم نہ لیکن عمروؓ بالاتفاق صحیح نہ ہوگا۔ یہاں حدیث الباب میں کلمہ لیکن مثبت کے بعد استعمال ہوا ہے اور لیکن کے بعد منفی جملہ کی بجائے کلمہ مفردہ کو لایا گیا ہے جو اہل عرب کے ہاں فصیح نہیں۔ حکما بیتا۔

۱۔ **تغییر متن :-** بعض علماء کے ہاں یہاں راوی سے بیان الفاظ میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا ہے در حدیث کا متن یوں ہے : ان لا ننزع خفافنا ثلاثۃ ایاہم ودلیا لیھن من غائط وبول دفوم آلا من جنابة حکما أخرجه النسائی وغیرہ۔

۲۔ **تقدیر عبارت :-** امرنا ان ننزع خفافنا من جنابة و لیکن لا ننزع من غائط و بول دفوم۔ بہر حال جواب ثانی (تقدیر عبارت) تکلف سے خالی نہیں صحیح توجیہ وہی ہے جو جواب اول میں بیان ہوئی۔

۵۔ **قول ترمذی کی توضیح :-** اس عبارت سے امام ترمذیؒ اس حدیث کی سند پر عدم صحت کا حکم لگا رہے ہیں۔ جسے امام ابو داؤدؒ نے اپنی متن میں نقل فرمایا ہے (عن ابراہیم النخعی عن ابی عبد اللہ الجعفی عن خزيمة بن ثابت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسح علی الخفین للمسافر ثلاثۃ ایاہم و لیقیم بومہ دلیلۃ قال فیہ دلوا استزدنا لئلا ندنا) کہ حضرت علی بن الدینؒ امیر المؤمنینؓ فی الحدیث حضرت شہدؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کا ابو عبد اللہ الجعفیؒ سے حدیث المسح کا کسماع ثابت نہیں لہذا حدیث ابو داؤدؒ منقطع ٹھہری گویا کہ امام ترمذیؒ اس عبارت سے امام مالکؒ اور ان کے رفقاء کے مسلک اور انکی پیش کردہ دلیل کو رد فرما رہے ہیں۔

۲۔ **قول ترمذی کے جوابات :-** علماء جرح و تعدیل میں سے امام ابو زرہؒ فرماتے ہیں : والصحیح عن النخعی عن الجعفی بلا واسطہ یعنی امام نخعیؒ کا امام جعفیؒ سے سماع ثابت ہے۔

۳۔ **توثیق علماء :-** امام ابن حنبلؒ اور ابن معینؒ نے سیدنا نخعیؒ کی توثیق کی ہے۔ ۴۔ امام ابراہیم نخعیؒ کی حدیث اگر منقطع بھی تسلیم کی جائے حکما قال الامام الترمذیؒ تو ابراہیم التیمیؒ کی اسی جامع ترمذی والی سند سے دلوا استزدنا لئلا ندنا کی زیادتی ثابت ہے (کما رواہ ابو داؤدؒ ص ۱)



## ۲۷۔ سنتِ مسحِ خُفّین

۱۔ ارشادِ ائمہ :- علامہ بدر الدین عینیؒ حضرت حسن بصریؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے شہرِ صحابہؓ کو مسح علی الخفین کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۲۔ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں : ما قلتُ بالسمح علی الخفین حتی جادلنی الا ثار فیہ مثل ضو النہار، نیز حضرت امام اعظمؒ نے مسح علی الخفین کو اہل سنت والجماعت کے شرائط میں سے قرار دیا ہے فرمایا : نحن نفضل الخفین ونحب الخفین ونرى السمع علی الخفین۔  
۳۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے مسح علی الخفین کے بارے میں چالیس مرفوع اور موقوف احادیث ملی ہیں۔  
۴۔ امام ابن ابی شیبہؒ وغیرہ نے حضرت حسن بصریؒ کا ایک مشہور قول نقل فرمایا ہے : ادرکتُ سبعین بدایتاً من الصحابة كلهم يرون السمع علی الخفین۔ ۵۔ امام ابو یوسفؒ فرمایا کرتے تھے : يجوز نسخ الكتاب بمجرد السمع علی الخفین لشهرته۔ ۶۔ امام ابوالحسنؒ کوفی کا فتویٰ ہے : انی اخاف الکفر علی من لم یروی السمع علی الخفین۔  
۷۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں : ان الرجل یسکن من السمع علی الخفین فآخاف ان یکون صاحب ہوار۔  
۸۔ علامہ بدر الدین عینیؒ نے ناقین مسح علی الخفین کی تعداد اسی سے متجاوز نقل کی ہے جن میں سے مشہور و معروف صحابہؓ کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں :-

”حضرات خلفاء راشدینؓ، حضرات عبادلہ اربعہؓ، حضرات عشرہ مبشرہؓ، سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ، سیدنا عمرو بن العاصؓ، سیدنا ابویوب انصاریؓ، سیدنا ابوامامہ باہلیؓ، سیدنا سہیل بن سعیدؓ، سیدنا جابر بن عبد اللہؓ، سیدنا صفوان بن عسالؓ، سیدنا ابو معبدؓ، سیدنا بلال حبشیؓ، سیدنا عبد اللہ بن عمارؓ، سیدنا سلمان فارسیؓ، سیدنا ثوبانؓ، مولیٰ عثمانؓ، سیدنا عبادہ بن صامتؓ، سیدنا یعلیٰ بن مرہؓ، سیدنا اسامہ بن زیدؓ، سیدنا عمرو بن أمّیہؓ، سیدنا امیر المومنین ابو ہریرہؓ، ام المومنین صدیقہ بنت صدیقؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت سیدہ بریدہؓ، سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ، سیدنا انس بن مالکؓ، سیدنا اسامہ بن ثریبؓ، سیدنا خزیمہؓ، سیدنا جریرؓ، سیدنا قیس بن سعدؓ، سیدنا جابر بن سمرہؓ، سیدنا براء بن عازبؓ اور سیدنا فضالہؓ۔“

ان حضرات صحابہؓ کے علاوہ چھوٹا بعض ائمہ اربعہؓ اور اہل سنت والجماعت کے ہاں مسح علی الخفین مشروع بھی ہے اور سنون بھی، مگر خوارج معتزلہ اور رافضی مسح علی الخفین کے منکر ہیں۔ صاحبِ سعائہ فرماتے ہیں : لا ینکوی الا ضال خارج عن جماعة المسلمين۔

## ۲۸۔ مسائل مسحِ خفین

۱۔ محل مسح میں اختلافِ مساک  
 ۱۔ عقیقہ رابع سیدنا علیؑ ام اعظم ام ابو حنیفہؑ، ام احمد  
 بن حنبلؑ، حضرت راجہ بنؑ، ام سفیان ثوریؑ، ام اوزاعیؑ  
 علامہ داؤد ابی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ محل مسح فقط ظاہرِ خفین ہے۔ بطل الخفین پر  
 مسح نہ ہی واجب ہے اور نہ ہی مستحب۔ ۲۔ ام شافعیؑ اور ام مالکؑ فرماتے ہیں کہ خفین کے ظاہر باطن  
 دونوں پر مسح کیا جائے۔ لیکن ام شافعیؑ کے ہاں اگر صرف ظاہر پر اکتفا کیا تو مسح ہو جائیگا۔

۲۔ دلائل جمہور  
 آ۔ اثر علیؑ۔ عن علی رضی اللہ عنہ لو کان الذین بالترائی لکان أسفل الخف  
 أدلی بالمسح من أعلاه لکن رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی  
 الخفین علی ظاہرهما (رواہ ابو داؤد والدارقطنی) ۲۔ فعلی شارحؑ :- عن مغیرہ بن شعبہؑ قال  
 رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین علی ظاہرهما (رواہ الترمذی فی الباب و ابو داؤد و احمد و غیرہم من الترمذی)  
 ۳۔ امر شارحؑ :- عن عثمانؑ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ان یمسح علی الخفین علی ظاہرهما (آخرجہ  
 دارقطنی و ابن ابی شیبہ و غیرہما)

۳۔ دلیل الیہ  
 حدیث البایہ :- ان حضرات کا استدلال حدیث الباب سے ہے :-  
 عن مغیرہ بن شعبہؑ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخف و اسفله (رواہ الترمذی  
 و ابن ماجہ)

۴۔ جوابات  
 آ۔ حدیث معلول :- ام ترمذیؑ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے۔  
 لم یسند لہ عن ثور بن یزید غیر الولید بن مسلم و سکت ابازرعة و یحییٰ عن ہذا الحدیث  
 فقال لیس بصحیح۔ ۲۔ حل خبیثہ :- محدثین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں پانچ علل ہیں :- ۱۔ ثور بن  
 یزید کی ملاقات ربیع سے ثابت نہیں (حکما قال ابو داؤد)۔ ۲۔ ربیع کی ملاقات کاتبِ غیرہ سے ثابت نہیں  
 (حکما قال الترمذی)۔ ۳۔ کاتبِ غیرہ علی مجہول ہے۔ ۴۔ ولید بن مسلم محدثین کے ہاں مدس ہے  
 ۵۔ یہ حدیث منقطع بھی ہے اور مرسل بھی۔ ۳۔ مراد أسفل جانب اصابع :- اگر صحت حدیث  
 کو تسلیم کر لیا بھی جائے تو پھر بھی اعلیٰ الخف و اسفله سے مراد خفین کا ظاہر و باطن نہیں، حکما نہ ہتھم،  
 بلکہ ظاہر ہی کی دو طرفہ فیس ہیں اعلیٰ سے مراد پٹلی والی جانب ہے اور اسفل سے انگلی والی جانب۔  
 ۴۔ ظہر صحابی :- حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ صحابی رسولؐ نے فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو



روایت کیا ہے۔ قول نبی کو نہیں ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزے مبارک کو درست کرنے کیلئے اسفل خف پر بایاں ہاتھ رکھ کر اہل الف پر مسح فرمایا ہوا اور صحابی رسول نے یہ زعم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسفل خف پر بھی مسح فرمایا ہے۔ ۵۔ مشروذہ سند :- حدیث سیدنا مغیرہ بن شعبہ تقریباً ساٹھ طرق سے مروی ہے جن میں سے صرف اسی طریق میں اسفل کا ذکر ہے جس سے یہ طریق قواعد کے اعتبار سے شاذ ٹھہرے۔

۵۔ مقدار محل مسح :- ۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا ضروری ہے۔ ۲۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں - "ما یطلق علیہ المسح" کافی ہے۔ انگلیوں کی تعداد

کوئی متعین نہیں۔ ۳۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ استیغاب ضروری ہے۔

۶۔ کیفیت مسح :- ۱۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں کی انگلی پر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں کی اڑی کے نیچے رکھ کر دوسری جانب حرکت دے۔

۲۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی کم از کم تین انگلیوں کو اولاً دائیں پاؤں پر اور ثانیاً بائیں پاؤں پر رکھ کر اوپر پٹلی کی طرف کیجیے۔

۷۔ مسح جورہین پر جامع بحث :- تعریف خضین :- وہ موزے جو مکمل جھڑے گئے ہونے ہوں اس میں اُون یا کپڑے وغیرہ کی کوئی آمیزش نہ ہو مگر

شرعی اصطلاح میں خضین کہتے ہیں۔ تعریف جورہین :- جن میں اُون یا کپڑے وغیرہ کی کچھ آمیزش ہو انہیں شرعی

اصطلاح میں جورہین کہا جاتا ہے۔ اب جورہین کی چار قسمیں ہیں :- ۱۔ جورہین مجلّدین :- یعنی وہ جورہین جن

کے اسفل اور اہل دونوں پر پڑا لگا ہو۔ ۲۔ جورہین متعلین :- جن کے صرف اسفل پر پڑا لگا ہوا ہو۔

۳۔ جورہین شغینین :- یعنی موٹی جڑیں اور انکی تعریف علماء امت سے یوں منقول ہے هو ما يتسلط

على الساق بلا امر متباطل وبیشی فیہ ولا یحییٰ أثر الکتی عند المشی علیہ ؛ یعنی اس میں

تین شرائط پائی جائیں :- ۱۔ استساک علی الساق :- بغیر باندھے کے پٹلی پر چٹکی ہے۔

۲۔ المشی فیہ :- کہ بغیر کسی جوتی کے کم از کم دو تین میل اُن سے چلتا ممکن ہو اور پھٹنے کا

خطر نہ ہو۔ ۳۔ شغینین :- اتنی موٹی ہوں کہ اگر اس پر پانی ڈال دیا جائے تو پانی پاؤں تک نہ پہنچے۔

۴۔ جورہین متعلین :- یعنی عام قسم کی جورہین جن میں شغینین کی کوئی شرط نہ پائی جائے یا کوئی ایک شرط مفقود

ہو۔ پہلی تینوں قسم کی جورہین پر بالاتفاق مسح کرنا جائز و سنون ہے اور چوتھی صورت بالا جماع ناجائز اور خلاف مشروع

ہے۔ فما نالکنا ہریرہ وشر ویرہ تعلیلین من غیر المقلدین انکا مسئلہ حدیث الباب ہے۔ عن مغیرہ بن شعبہ :-

قال توفنا بنتی و مسح علی الجودین (رواہ الترمذی)

## جوابات

آ۔ امام نسائی فرماتے ہیں لا نعلم احدا متابع الیہ تیس والصحیح عن المغیرہ  
 انا علیہ السلام مسح علی الخفین فقط۔ ۴۔ امام نسائی نے حدیث مذکور کو منکر  
 قرار دیا ہے۔ ۵۔ عبد الرحمن بن مہدی، امام سفیان ثوری، علامہ یحییٰ بن معین، علامہ ابن المدینی، امام  
 احمد بن حنبل اور علامہ مسلم بن حجاج فرماتے ہیں ہذا الحدیث ضعیف اور ضعف کی وجہ  
 ابو قیس اور خزلی بن شریل دونوں راویوں کا اسم حدیث کے اہل منقطع طور پر ضعیف ہوتا ہے۔ ۶۔ امام نووی  
 فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر تمام حفاظ حدیث کا اتفاق ہے۔ ۷۔ اگر صحت حدیث کو  
 تسلیم ہی کر لیا جائے تو پھر بھی امام ترمذی نے علماء امت کا یہ قول نقل کیا ہے یصح علی الجودین  
 اذا كانا تخمینین ۸۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث البس میں کسی راوی سے تصحیف  
 ہو گئی ہے۔ اصل میں متن حدیث یور ہے : مسح علی الجودین المتعلین۔ اگر اس تغیر کو تسلیم نہ  
 کیا جائے تو حضرات اہل علم اور غیر مقتدین پر یہ سوال ہے گا کہ حدیث الباب سے جہاں جودین پر مسح کا جواز  
 معلوم ہوتا ہے۔ کائنات و اہل مسجد علی الخفین بھی معلوم ہوتا ہے : لہذا قائل بہ احذ من ائمتکم جود  
 جواب آپ کا جواز مسح تعلین کے بارے میں ہو گا۔ وہی جواب الجودین کے بارے میں حضرات ائمہ اربعہ  
 اور ائمہ متبعین بھی جاتے۔ بہر حال محدثین کے نزدیک ضعیف اور جمہور فقہاء کے اہل متروک یا مؤول  
 ہے۔ جو حضرات اس حدیث کو قابل عمل سمجھتے ہیں گویا کہ ان کا عمل محدثین، فقہاء ائمہ اربعہ اور ائمہ متبعین  
 اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔



ابوداؤد ص ۱۹  
نسائی ص ۲۹  
موطا امام محمد ص ۱۹

## ۲۹۔ مسح علی العمامۃ

۱۔ مذاہب | ۱۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ، امام سفیان ثوریؒ، حضرات صحابینؓ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک پگڑی پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ نیز اگر کسی شخص نے پگڑی پر مسح کیا تو یہ شخص تارک رکعت ہوگا اور اس کا وضو نامکمل متصور ہوگا۔ ۲۔ امام شافعیؒ، علاء حجاز اور بعض محدثین کے نزدیک پگڑی پر مسح کرنا مستحباً تو درست نہیں البتہ مکہلاً و درست ہے یعنی ادا۔ فرضیت کے لئے سر کے کچھ بالوں پر مسح کرے اور ادا، سنت کے لئے ساری پگڑی پر ہاتھ بھرے۔ ۳۔ امام احمد بن حنبلؒ، ترمذیؒ، بصریؒ، علاء داؤدؒ، ظاہریؒ اور علماء مالک و اہل ہر کے نزدیک پگڑی پر مسح کرنے سے رکعت ادا ہو جائے اور بالوں پر مسح کرنا ضروری نہیں پھر ان حضرات سے تعین شرائط میں تین مختلف اقوال مروی ہیں۔ ۴۔ پگڑی تمام سر کو ڈھانپنے ہوئے ہو یا نہ ہو۔ ۵۔ وضو، سر پر پگڑی باندھی جائے یا نہ ہو۔ ۶۔ مقیم کے لئے ایک دن اور مسافر کے لئے تین دن تک مسح کی اجازت ہے یا نہ۔ ۷۔ کالمسح علی الخفین۔

۲۔ دلائل جمہور | ارشاد باری ہے۔ و امسحوا برؤوسکم (الایہ) بالاجماع یہ آیت قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الہی بھی جس سے سر پر مسح کرنے کی فرضیت معلوم ہوتی ہے یقیناً مسح علی العمامۃ، مسح علی الرأس نہیں کیونکہ عمامہ غیر رأس ہے۔ ۲۔ وہ جملہ احادیث جن میں حضور اکرمؐ کے وضو کی کیفیت کو نقل کیا گیا ہے اور ان میں مسح رأس کا بیان ہے بالاجماع یہ احادیث متواتر اور قطعی الثبوت ہیں کیونکہ ان کے ناقلین تیرہ اکابر صحابہ ہیں۔ ۳۔ حدیث الباب ۱۔ عن جابر انہ سئل عن المسح علی العمامۃ فقال لا حتی یسأل الشعر (رواہ الامام محمد فی الموطا) یعنی اتنا بارک پڑھو کہ تری بالوں تک پہنچے۔ ۴۔ دلیل عقلی۔ ۵۔ اعضاء مغسولہ میں جب انہیں اعضاء کو دھونا ضروری ہے تو مسح رأس میں بھی سر پر مسح کرنا ہی لازم ہوگا اور اسکے قائم مقام عمامہ پر مسح کافی نہ ہوگا بخلاف مسح علی الخفین کے اسکے جواز میں احادیث متواتر بھی ہیں اور غیر متحمل بھی۔

۳۔ دلائل جواز | ۱۔ حدیث الباب ۱۔ عن مغیرۃ بن شعبہ قال توضأ النبی و مسح علی الخفین و العمامۃ۔ (رواہ الترمذی و غیرہ) یہ حدیث مسح العمامہ کے ثبوت میں نس ہے۔ ۲۔ عن بلالؓ انہ توضأ النبی و مسح علی الخفین و العمامۃ و الخمار (رواہ الترمذی) معنی مایخمر الرأس کے ہیں یعنی وہ پڑا جسے سر ڈھکنے کے لئے استعمال کیا جائے خواہ چھوٹا ہیسی روٹال ہو یا موت کا دوہڑا ان دو روایات کے علاوہ صحیح مسلم میں مسعر رسول اللہ علی ناصیۃ مع العمامۃ۔ ابوداؤد میں مسعر علی مقدم الرأس و العمامۃ کے کلمات منقول ہیں جن سے پگڑی، دوپٹہ اور روٹال پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

## مہجوابات

۴۔ **جوابات** — علامہ ابن عبد البر مالکی، علامہ ابن سیداناس اور علامہ ابن بطال کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کا رد وجود سے ضعیف ہیں۔ — اضطراب — بعض روایات میں صرف شمار کا ذکر ہے جبکہ بعض میں ناصیۃ و عمامۃ بعض میں علی مقدم رأسہ والعماء اور بعض میں علی الخمار کے کلمات مروی ہیں۔

۷۔ ہر حدیث کی سند میں کچھ رجال ایسے ہیں جن کا شمار مجہولین میں سے ہوتا ہے اسی لئے محدثین کا یہ مقولہ مشہور ہے

اعادیت المسیح علی العامة کلہا معلولہ وضعیفہ —————

علی العمامہ کی احادیث منسوخ ہیں فرماتے ہیں :- بلغنا ان المسیح علی العمامہ کان فترک بالاجماع۔ بلا غایت مؤطا امام محمد مستند اور متصل احادیث کے حکم میں ہیں۔ سہ نسخوں قطعیہ اور احادیث متواترہ سے تیار ہوا ہے کہ سب

اماریٹ جواز مرجوح ہیں۔ — تم عذر و اماریش بالاحالتِ عذریہ محمول ہیں کہ شاید دردِ سر یا زلزلہ کے سبب

اپنے بچڑی پر صبح یا ہولینے وہ بچڑی، جبیرہ اپنی ایک حکم میں تھی۔ — ۵۔ اگرچہ سر پر ایب کپڑا باندھا ہو کہ جس پر

مسح کرنے سے ترقی بالوں تک پہنچنے کو مسح درست ہے اس تو غیر کی تائید مسح علی الخمار کے جملے سے بھی ہوتی ہے، نیز حدیث الباب بھی اسی مفہوم کی توثیق ہے۔ — آرمسح علی الرأس — ایک بار اہل بیت علیہم السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرنے سے منع کیا تو آپ نے فرمایا: "مَنْ مَسَحَ بِلَاغٍ مِّنْ بَلَاغٍ لِّمَنْ مَسَحَ عَلَيْهِ" (جو کسی نے کسی کے سر پر مسح کیا تو اس کے لیے مسح کرنے کا بلاغ ہوگا جس کے سر پر اس نے مسح کیا)۔

یہی اکی پہنچ کر مرید ہے۔ ۱۔ قسم علی الناس ایک ایسا عمل ہے جسے ہر مرد و عورت ایک دن میں متعذر نہ کر سکا ہو۔ بالاجماع ایسے معاملات میں اخبار امارہ مقبول نہیں کیونکہ اجماع غلط ہے۔ اور غمیر الدار اور لادنا

فیما تسمیہ بالبلوی :۔ صحابہؓ روح المعانی فرماتے ہیں کہ علیؑ العامة مال مسیح ہے تو

فقیر عبارت ہوگی مسرہ حال کو ضم متعمماً یعنی آپ نے سر پر مسج کیا اس حال میں کہ آپ کے سر پر علامہ زندہ تھا تھا میرے

کفرانِ مجید میں ہے۔ **واضلعہ اللہ علی علمہ حال سمونہ عالماء** — ۵۔ تفرک ناقص رائے میں احادیثِ جوا

جو حکم سندھ مجمع میں اور متعدد اکابر صوابہ سے منقول ہیں اس لئے انہیں ترک کر دینا درست نہیں لیکن دوسری جانب چونکہ یہی

امادیت مضمرًا لخصوص قطعیہ امادیت مشہورہ، اقوال و اعمال حضرت شارح اور قواعد شرعیہ مثلاً عموم الجوی وغیرہ کے معارض ہر

یہ مسئلے انہیں ترک کر دینا لازم ہے لہذا دونوں جوانب کو مد نظر رکھتے ہوئے ادا تکمیل فرض کے لئے تو مقدار مفروض کے بقدر مالول رسم کو ناظر و محاسب کی اجازت اور ادارت کے لئے استدعا ہے کہ اس سے زیادہ مالول رسم کی ضرورت درج معائنہ آکر

بالکل پرسج کرنا ضروری رکھا جائے اور ادارہ سنت کے لئے استیعابِ راس کی بجائے غارِ پرسج کی اجازت دے دی جائے تاکہ

لَا يَلْبِسُ يَدَهُ تَحْتَ الْعِمَامَةِ (نائب)، اور علی، مقدم الدائم کے کلمات منقول میں نیز قواعد شرعیہ مثلاً: اخراج ادا و فرسند، ثاب

بہت ہی لاغیر اور خیر واحد سے قرآن کریم ذاتی و درست نہیں، یہی مفہود ہے کہ ہوا الفظیر گویا اہم شافعی اور علماء حجاز کے قول کے

اسکے نامیر اور سبب واحد سے قرآن پر ریادہ کی درست نہیں، یہی مکتوبہ میں لکھا ہوا تھا کہ ہر مکتوبہ نامی اور سبب بجا کے قول لایا جائے جیسا کہ بعض شارحین نے مسننات احناف کا مسلک بھی اہم شافعی کے قول کے مطابق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ ہے جیساکہ پچیس ساریں نے ستر ارب احماف کا سلسلہ بنی امام سامی نے کون سے کتابیں بیان کیا ہے۔ واسطہ اسلم۔

وفاق المد الرس

وفاق المدالس



(مولانا امام محمدؒ)

۱۳۹۸ھ اخبارنا مانتے قال بعضی عن جابر بن عبد اللہ انہ سئل عن المسح علی العمامة فقال لا حتی یسرا شیء  
ما قال محمد و بعد اناخذ وهو قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ ، او نخرجوا مسئلة المسح علی العمامة واختلاف الفقہاء  
فی قلت المسئلة علیکم ان تہرؤوا مسئلت الامام ابی حنیفہ بالحجج القویة الصریحہ

**الحل** : سر پرچہ بالا میں دو امور نمبر مذاہب ائمہ نمبر ۲ دلائل جہود دریافت کئے گئے ہیں ،  
جو ترجمہ الباب کے ضمن میں تحریر ہو چکے ۔

## الفتن المافیہ مع افکارہم الطاعیہ

تألیف : مفتی عبد القوی ستانی

کتاب مذکور میں اُن تمام مذہبی فتنوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو خیر القرون کے بعد سے اب تک  
منفہ شہود پر آئے ، ساتھ ہی بانیانے فتن کا تعارف بھی کرایا گیا ہے ، جہاں گمراہ کن نظریات  
و انکار کا رد قرآن ، سنت ، اجماع اور قیاس شرعی کی روشنی میں کیا گیا ہے ۔  
و ہاں مفکرین مسالک کے بعض صمیم خیالات و کراہ کو درست سمجھتے ہوئے تسلیم بھی کیا گیا ہے ۔  
تقابل ادیان کے موضوع پر بے نظیر تحقیقی انسائیکلو پیڈیا جس کا داخل نصاب ہونا یقینی ہے ۔

طلباء و مدرسین کے لئے یکساں مفید

عربی اور اردو زبانوں میں

بیشے بہا علمی خزینہ







اگر فرک سے شکی کی طہارت ثابت ہو تو اس سے ہر اس نجاست کو ظاہر تسلیم کرنا پڑے گا جو نعلین اور عقیق سے چپک جاتے ہو کہ اس نجاست کے ازالے کے لئے بھی بالاتفاق حکم اور فرک کافی ہے حالانکہ فرک سے بعض اجزاء نجاست باقی رہ جاتے ہیں رکماشت من السنۃ من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی طریق نظھیں سے۔ علاوہ شہادہ صاحب کثیر فی فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ فرک کو طہارت کی دلیل قرار دیا جاتے جیسے کہ حضرات شافعیہ کا مسلک ہے تو نفع اے پیشاب کی طہارت کا قائل ہونا پڑے گا (کہا دینی الحدیث) جب کہ نفع سے پیشاب کا اثر نہ نازل ہوتا ہے نہ کم اور فرک سے ازالہ تسلیم نہ بھی کیا جاتے تو تفصیل نجاست یقیناً ہو جاتی ہے لان الفرک فکان دلیلاً علی الطہارۃ کما فہمۃ الشافعیۃ لکان النضح فی البول دلیلاً علی طہارۃ البول جب کہ نفع نہ فرار ہول کے لئے قانع ہے اور نہ ہی متعلق حالانکہ فرک اگرچہ ازالہ منی کے لئے قانع نہیں مطلق تو ہے ہول کو بطریق اولیٰ ظاہر ہونا چاہئے ولا قائل بہ أحد :- حضرات شافعیہ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے غسل کو تطہیر کیلئے متین کر دیا حالانکہ الفصل لیس بتعین للتطہیر بل المطہرات وقد بلغت عندنا الی اذید من ثلاثین کلاً استبحار فی التبلیغ الذلک فی الخقیق والمسح فی مالا تتداخل النجاسة والنجاف فی اللہ والفرک فی المنی۔ گویا فرک ازالہ تطہیر کی ایک کیفیت کا نام ہے نہ کہ طہارت پر حال سے (م) نقص قیاس :-۔ قہر نزدیک ہے کہ قائلین مسلک ثانی کے ہاں منی تو نجس ہے کہ جس سے غسل واجب نہیں ہوتا اور منی پاک ہے کہ جس کے خروج سے غسل واجب ہو جاتا ہے (۵) ثیاب نو مینے میں فرک :- امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں فرک کا ثبوت ملتا ہے وہ ایسے کثرت میں جنہیں آپ سونے کے لئے استعمال کرتے تھے اقامہ حلوۃ کے لئے نہیں اور ثلیل غبٹہ کو برفوں لوم استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

**دلیل ثانی کے جوابات :-** (۱) اجتہاد صحابی :- سیدنا ابن عباس کی حدیث کہ امام ندری نے موقوفاً روایت کیا ہے کہ بہ حضرت ابن عباس کی اپنی راستے ہے۔ کوئی حدیث مرفوع نہیں۔ امام دارقطنی نے جس طریق سے اس اثر موقوف کو مرفوعاً نقل کیا ہے وہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس طریق میں شریک متروک ہے اور شریک اتفاق الحفاظ ضعیف ہے شریک کے علاوہ حضرت دکن حضرت عمرو بن دینار حضرت ابن ہریرہ اور حضرت سیدنا سعید بن جبیر اس حدیث کو موقوفاً نقل کرتے ہیں۔ اس لئے حافظ ابن ہریرہ فرماتے ہیں کہ الصحیح موقوف۔ فقال البیہقی لا یصح دفعہ (۳) لزوجت وجه شہدہاں سیدنا ابن عباس نے جو منی کو مخاطب سے تشبیہ دی ہے وہ باعتبار لزوجت (گاٹھا ہونا) کے ہے کہ طہارت کے (۳) نفس ازالہ میں تشبیہ: بعض حضرات کے اس یہ تشبیہ طریقہ ازالہ میں سے نہ کہ طہارت میں کیونکہ خود سیدنا ابن عباس کے ہاں بھی منی نجس ہے (کہا دینی ابی شیبہ بسند صحیح) عن ابن عباس قال اذا اجنب الرجل فی ثوبہ فرائعاً فیہا اشر فلیغسلہ وان لم یغسل فلیغسلہ اثر موقوف جسے معزز شوافع نے اپنی تائید میں پیش فرمایا ہے



اس میں جملہ "فامطم عنك" غایت پر دلالت کرتا ہے (الاماطة وهي الأذالة) (دم) ضوٹ میں تشریح  
یہاں تشبیہ مخاطب سے مقصود ہے کہ اس کے ازالے کے لئے صرف غسل ضروری نہیں بلکہ نماز کی طہارت و ترک  
سے بھی اس کا ازالہ درست ہے رہا، عدم تشبیہ من کل الوجوه مشیہ اور مشیہ بہ میں من جمیع الوجوه اشتراک  
ضروری نہیں، اگر من جمیع الوجوه اشتراک ضروری ہوتا تو سیدنا ابن عباسؓ فامطم عنك کے الفاظ معنی کیلئے  
استعمال نہ فرماتے کیونکہ مخاطبہ مزانی کے لئے اس قسم کا حکم، احادیث و آثار سے ثابت نہیں، تو معلوم ہوا  
کہ مخاطب اور معنی میں تشبیہ باغیاد طہارۃ کے نہیں بلکہ دیگر وجوہ سے ہے کا بنا

۱۱، وجود حقیقی اثر و قدرت: سجدنا ابن عباسؓ کے اثر میں کسی مستقر اور فاعل کا اعتبار نہ ہی کیا جاتے تو ہر  
بدن احادیث صحیحہ کے مساوی نہیں محض حضرات ائمان (کثر اللہ جمعہم) نے اپنی ابتداء میں پیش فرمایا ہے۔

دلیل ثالث کے جوابات: ۱۰، بمقابلہ احادیث و وجود حقیقی قیاس: ۱۱، حضرات شوافع کی برکتیں  
دلیل جس کی بنیاد عقل و قیاس ہے سراسر غلط اور ناقابل استدلال ہے محض شوافع نے اس قسم کے زیارات  
کو ضیاع وقت کا سبب بتلایا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ جہلاً سند کے مقابلے میں کسی دلیل عقلی کو پیش کرنا ایک  
وراثی کی بات نہیں (۱۲) نجاست بسبب تخلیق کفار: معنی جس طرح اصل انبیاء ہے اس طرح کفار اور جملہ  
موجودات کے لئے بھی اصل کا درجہ دہکتی ہے اگر تخلیق انبیاء کے سبب سے معنی کو ظاہر ہونا چاہیے تھا تو کفار و بدعات

کے اعتبار سے جس کا نجس ہونا بھی ضروری ہے (۱۳) خون اصل معنی تخلیق انبیاء میں صرف معنی اصل نہیں بلکہ خون  
بھی اصل ہے اور وہ بالاتفاق نجس ہے (۱۴) طہارت معنی مستقر میں یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ ہر شے اپنے  
مقام و مستقر میں ظاہر معنی ہے نجس نہیں نجاست کا حکم اُس وقت لگایا جاتا ہے جب وہ اپنے مستقر سے نکل  
جاتے۔ مثلاً انسان: معنی، دم اور کئی قسم کے نجاسات کا مرکز ہے اور اپنے بطن میں ہر قسم کی نجاسات کو لئے  
دوڑے ہے۔ لیکن نجس نہیں۔ تو اس طرح بطن کے اندر معنی بھی ظاہر ہے اصل انبیاء وہی معنی ہے تو اس اعتبار  
سے دم حیض جو انسانی بدن کا ایک جزو ہے۔ وہ بھی پاک ہوگا کیونکہ وہ بھی اپنے مستقر سے نکلتا نہیں۔

دلیل رابع: ۱۵، سنداً ضعیف ہے اگر اس کی صحت تسلیم کر لی لی جاتے تو مندرجہ بالا دلائل سے ہم ثابت کرچکے  
ہیں کہ تشبیہ طہارت کے اعتبار سے نہیں بلکہ۔ لزومیت، طرفہ اذالہ اور ترک کے اعتبار سے ہے۔

(۱۶) وجوہ توجیع: ۱۷، مؤید بالاحادیث والأخبار: بحمد اللہ حضرات ائمان کا مسلک گیارہ احادیث صحیحہ  
مرفوعہ اور موقوفہ جہلاً سند سے ثابت ہے نیز قرآن مجید کی کثرت آیات بھی حضرات اصناف کے مسلک کی تائید  
کرتی ہے (۱۸) تفسیر: اس، عقل و قیاس کا مقتضی بھی ہے کہ معنی نجس ہونی چاہیے ظاہر نہیں کیونکہ ہل  
نہی اور وہی سب بالاتفاق نجس ہیں حالانکہ ان کے طرح سے صرف و ضرورتاً جب ہوتا ہے غسل ضروری نہیں معنی  
کہ بطریق اولیٰ نجس ہونا چاہیے کیونکہ اس سے وضو کے ساتھ غسل بھی ضروری ہے۔

(۳) جامعیت مسلک حنفیہ :- احادیث صحیحہ سے جہاں فرق ثابت ہے اس غسل بھی اور بحمد اللہ ہم ان دونوں پر عامل ہیں۔ نحن لغسلہ اذا کان رطباً وغمسک اذا کان یا بساً مگر یہ حضرات احناف اس باب میں آئمہ جملہ و احادیث پر عامل ہیں، ہم یقین سے بات کہہ سکتے ہیں کہ مسئلہ منی کے باسے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہ ہوگی کہ جس پر حضرت احناف نے عمل نہ کیا۔ اس کے علاوہ حضرات شوافع صرف اُن محدود احادیث پر عمل پیرا ہوتے جن میں فرق کا تذکرہ ہے اور حضرات مالکیہ صرف انہیں احادیث پر عمل کرتے ہیں جن میں غسل کا بیان ہے۔

## وفاق المدارس

۳۹۱ء (۱۹۷۱ء بمطابق ۱۴۱۲ھ)

باب المنی یصلب الثوب و فیہ ضاٹ عائشۃ ضیف فأمرت له بملحفۃ صفراء فنام فیہا  
 اتیہا الأخوة بیئوا اختلاف الأئمة فی نجاسة المنی او طهارتہ  
 بالذلائل القیمة ثم اکتشفوا القناع عن وجه ترجیح مسلک الحنفیۃ فی ہذا المسئلۃ و فصلوا  
 الأجوبۃ عن مستدلّات الائمۃ و ایضاً بیئوا الاختلاف فی طریق تطہیر الثوب من المنی و هل یکنی  
 الفرک أم لا بد فیہ من الغسل و من ینزل ان الفرک یکنی فی ضوء ہذا الحدیث و هل یکنی عندہ  
 الفرک فی منی الرجل و المرأة کلہما و فی المنی الغلیظ و الرقیق علی الاطلاق أو یکنی فی منی الرجل  
 فقط و فی المنی الغلیظ فحسب: نقعوا ہذا الاختلاف مع الذلائل بحیث تشفی منہ القصدی  
 برہن بالامین ص ۵۷ ذیل فقہ احمد قابل استفسار ہیں (۱) بیان مذاہب (۲) دلائل آئمہ و الفہم دلائل  
 جہود (ب) دلائل فریق ثانی (۳) وجہ ترجیح (۴) جوابات دلائل فریق ثانی (۵) طہارت ثوب  
 من المنی میں ملانہ آئمہ (۶) رقعہ دغلافت منی کی بحث مع تحقیق دلائل -

(عماوی ۳۹۱ء اور ۳۹۲ء)

## الحل

۱۔ چھ امور میں سے ابتدائی چار تفصیلاً بیان ہو چکے بقیہ دو درج ذیل ہیں:

۲۔ طہارت ثوب من المنی میں اختلاف ائمہ (۱) امام اعظم امام ابو حنیفہ کے نزدیک منی سبب کیلئے  
 غسل ہی ضروری ہے البتہ منی یا بس کے لئے فرق بھی کافی ہے صاحب درمختار فرماتے ہیں الغسل ان کان رطباً  
 و الفرک ان کان یا بساً (۲) امام مالک کے نزدیک دونوں کو دھونا ضروری ہے فرق کافی نہیں  
 (۳) امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں فرق کافی ہے غسل ضروری نہیں کیلئے



۱۔ رقة و غلاظت منی کی بحث مع تحقیق دلائل :- یہ تو پہلے بیان ہو چکا کہ حضرات حنفیہ کے نزدیک منی  
 نجس ہے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اور خواہ رقیق ہو یا غلیظ۔ نیز اگر منی یا پس ہو تو اس کی تطہیر کے لئے غسل کے علاوہ  
 فرک بھی کافی ہے۔ اب بعض فقہاء نے غلاظت منی کی تفصیل بیان کی ہے اور فرمایا کہ جو مردوں کی منی رقیق ہوئی  
 ہے اس لئے اس کے لئے صرف فرک کافی نہیں بلکہ اس کا دھونا ضروری ہے اور مردوں کی منی جو کہ غلیظ ہوئی ہے اس

لئے فرک بھی کافی ہے۔ اور جمہور فقہاء نے رقت و غلاظت کیلئے مرد اور عورت کی تقسیم نہیں کی بلکہ منی یا پس و طبع کے  
 اعتبار سے حکم لگایا کہ منی طبع خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اسے دھونا ضروری ہے اور منی یا پس کے لئے فرک بھی کافی  
 ہے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی قائلین قول اقل کی دلیل نظر و قیاس ہے کہ یہ پیچھی بات ہے کہ عورت کی منی رقیق ہوتی ہے  
 اور مرد کی غلیظ جب کہ قائلین مسلک ثانی اپنے تائید میں احادیث کو پیش فراتے ہیں کہ جب ہم احادیث بالا پر نظر  
 ڈالتے ہیں تو ان میں مردوں اور عورتوں کے بارے میں غلیظ و رقیق کی تفصیل نہیں ملتی بلکہ مطلقاً غسل اور فرک کا حکم  
 معلوم ہوتا ہے خواہ وہ عورت کی منی ہو یا مرد کی۔ اور منی رقیق ہو یا غلیظ۔ بعض فقہاء نے فرک کا جو صرف اس منی  
 کے لئے دیا ہے جو غلیظ بھی ہو اور یا پس بھی۔ یہ حضرات احادیث فرک کو منی غلیظ یا پس پر معمول کہتے ہیں۔

نظر طحاوی جس وقت مسئلہ الباب میں دلائل شرعیہ باہم مختلف ہوئے اور حضور اکرمؐ سے روایت شدہ احادیث میں بھی نہیں  
 کوئی قول فیصل معلوم نہ ہو سکا تو مسئلہ الباب کو دلیل نظر و قیاس سے ہم نے سلجھانے کی کوشش کی جس کا حاصل درج ذیل ہے  
 کہ زود منی سے حدث اگر کا تحقق ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس سے حدث متحقق ہو وہ یقیناً نجس ہے جیسے لول، غائط، حیض، نفاس، استنجاء اور رگول  
 کا خون یہ تمام اشیاء بالاجماع حدث یعنی موجب طہارت بھی ہیں اور نجس بھی ہند آ منی بھی نجس ہوگی البتہ منی یا پس کی تطہیر کے لئے چونکہ فرک ثابت  
 ہے اس لئے حضرات اصناف نے فرک کی اجازت دے دی تاکہ کسی دلیل عقلی و نقلی کی مخالفت لازم نہ آئے۔

تقلید بخاری :- امام بخاریؒ کے ترجمہ الباب سے مسلک احنق کی بھرپور تائید ہوتی ہے کہ  
 غسل منی فرک سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب کے  
 ضمن میں جو دو روایات نقل کیں ان میں غسل کا کلمہ صراحتاً موجود ہے۔





۲۔ میترہ معادۃ:۔ التي لم يعادۃ و تمیز۔ ۲۔ میترہ میترہ۔ التي لم يعادۃ و تمیز۔ ولا عیادۃ لها

ایام یومنیہ کے نزدیک یون کا اعتبار نہیں بلکہ جلد ایوان ام حیض ہی میں۔ بشرطیکہ مدت حیض میں ہوں۔

والجواب:۔ عدم مسئلۃ الحصرۃ و السوۃ و المصفرۃ و النکدرۃ و الخضرۃ و الترمیۃ۔

ایوان کا تغیر، غذا کب ہو اور مزاج کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے احناف کے نزدیک ایوان کا کوئی اعتبار نہیں۔

۳۔ احکام مستحاضہ

عائضہ اور باقی ایام میں ستحاضہ شمار ہوگی۔ اقل مدت طہر ختم ہونے کے بعد

دوبارہ ایام حیض شمار کئے جائیں گے۔ ایام حیض گزرنے کے بعد وہ غسل کر کے عبادت میں مشغول ہو سکتی ہے۔ علامہ

ابن ہمام فرماتے ہیں:۔ مذہبنا اثنا عشریۃ ایما للہبتۃ آۃ حیض و الباقی۔ استحاضۃ۔

۴۔ عتادۃ:۔ معادۃ کا حکم یہ ہے کہ اس کے ایام عادت تو حیض میں شمار کئے جائیں گے اور باقی ایام

میں بشرطیکہ عادت معروفہ کے بعد خون دس دن سے متجاوز ہو جائے۔ اور اگر دس دن سے قبل خون بند

ہو جائے تو پھر عادت معروفہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھی جائے گا کہ گویا عادت بلی جچی ہے (ایام نکلتے کے

نزدیک عادت کا کوئی اعتبار نہیں۔ صرف تمیز کا اعتبار ہے)۔ ۲۔ متحیرۃ:۔ میترہ کے اقسام کی طرح

احکام بھی کثیر ہیں۔ ۳۔ میترہ بالغہ کے ابتدائی دن یقیناً ایام حیض ہوں گے۔ پھر مکمل سات دن ہر نماز

کے لئے غسل کرے۔ اس کے بعد باقی بیش دنوں میں نماز کے لئے وضو کرے۔ کیونکہ یہ بیش دن یقیناً ایام طہر ہیں۔

۴۔ میترہ بانوقت کا حکم یہ ہے کہ جس دن سے خون مستمر، اس کا شروع ہوا ہے۔ ہر مہینے کی انہی تاریخوں میں تکمیل عادت

مکمل ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے۔ اور اس کے بعد باقی بیش یا بیش دن ہر نماز کے لئے غسل کرے

کیونکہ ان دنوں میں کس عورت کو طہرہ یا عائضہ ہونے میں شک ہے کہ وہ وقت اور زمانہ حیض کو کبھی بھول

چکی ہے۔ ۵۔ میترہ بہا بہ کے لئے حکم یہ ہے کہ جس تاریخ سے مستقلاً خون شروع ہوا ہے۔ ہر مہینے کی انہی تاریخوں

کے ابتدائی یقین دنوں میں ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے اور باقی ایام یعنی ستائیس دنوں میں ہر نماز کے وقت

میں غسل کرے۔ مندرجہ بالا مسائل حضرت حنفیہ کے اہل معمول بجا اور مفتی بجا ہیں۔ آئمہ ثلاثہ ان کے متبعین اور بعض

حضرت حنفیہ نے اس بار میں بڑی تفصیل و بسط کیساتھ مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں جنہیں آپ حضرت کتب فقہ

میں تفصیلاً پڑھ چکے ہیں۔

حضرت احناف کی تحقیق کے مطابق سیدہ فاطمہ یا تو معادہ تھیں

یا مبتدأہ۔ اگر مبتدأہ تھیں تو پھر اکثر ایام بحالت استحاضہ رہتی

تھیں۔ اور آئمہ ثلاثہ کے ہاں یہ معادہ میترہ تھیں، اقبل دم اور ادبار دم سے محسوس کر لیتی تھیں کہ دم حیض کو نہا ہے

۶۔ دم استحاضہ کون سا؟

۵۔ اقبال وادبار دم کی توضیح | اقبال حبش اور ادبار حبش حضرات احناف کے ہاں عادت پر محمول ہے۔ چونکہ حضرت فاطمہ متادہ تھیں۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اقبال حبش اور ادبار حبش کو فاضل بین الحبش والا مستحاضہ قرار دیا۔ ائمہ ثلاثہ اور ان کے مقتدین کے ہاں اس سے تمیز دم کی طرف اشارہ ہے تو ان کے ہاں اختلاف لون فیصل ہو گا نہ کہ عادت (فاطمہ بنت حبش مہینہ بھی تھیں اور متادہ بھی اور ان کی تمیز عادت کے مطلق تھی۔ تو دراصل اعتبار عادت ہی کا تھا نہ کہ تمیز کا۔ کیونکہ اعتبار عادت احادیث کثیرہ مرسیہ سے ثابت ہے) تو گویا ہمارے نزدیک اقبال وادبار کناہ ہے۔ عادت معروذہ سے اور ان کے ہاں اختلاف لون سے۔

۶۔ وضو مستحاضہ میں اختلاف فقہاء | اکثر اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ مستحاضہ پر صرف اس وقت غسل واجب ہے۔ جب اس کے ایلم حبش ختم ہوں، ہاں مستحاضہ ہر نماز کے وقت غسل کرے۔ ہر نماز کے وقت غسل کرے۔ وضو کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ آ۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، حضرت صاحبین، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے اور جب تک وقت باقی ہے۔ اس میں اسی وضو سے متعدد فرائض اور نوافل پڑھ سکتی ہے جیسے ہی صلوٰۃ مکتوبہ کا وقت ختم ہو گا وضو ٹوٹ جائیگا۔ ۱۔ امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک مستحاضہ ہر فرض کے لئے علیحدہ وضو کرے گی۔ ایک وضو سے دو فرض ادا کرے یا قضاء نہیں پڑھ سکتی۔ البتہ سنن و نوافل ایک ہی وضو سے قضاء ادا کئے جاسکتے ہیں۔ ۲۔ امام مالک (فی ردایہ) اور امام ابو ثور نے فرمایا کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے الگ وضو کرے۔ یعنی فرائض کے لئے الگ نوافل اور سنن کے لئے الگ۔ ۳۔ امام مالک کی مشہور روایت اور علامہ داؤد ظل ہری کے قول کے مطابق دم مستحاضہ ناقض وضو نہیں (لا یتعد عذۃ) اس لئے ان کے ہاں حکم وضو استحباب و ندب پر محمول ہو گا۔

۷۔ دلائل فقہاء | (الف) دلائل جمہور ۱۔ امر شاریع: عن عائشہ قالت مثل رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم عن المستحاضۃ قال تتوضا عند کل صلوٰۃ۔ رواہ ابن جبران فی مہموہ وکسنادہ صحیح۔ ۲۔ عن عائشہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمہ بنت ابی حبش تعیننی لوقت کل صلوٰۃ الاخریۃ محمد فی الموطا و ابن قدامہ فی المغنی، والامام العیاض فی کتاب الآثار ۳۔ قول شاریع: عن عدی بن ثابت عن دینار عن ابیہ عن جیدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی المستحاضۃ تتوضا عند کل صلوٰۃ (رواہ ابن ماجہ و ابوداؤد)



لکن عند کلمات ظروف زمانہ میں سے ہے کہیں سے مقصود زمانہ اور وقت ہوا کرتا ہے۔ ۴۔ قیاس : عقل قیاس کا معنی بھی ہے کہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو ہو۔ کیونکہ ان کے اس فراغت من الصلوٰۃ ناقض وضو ہے اور ہمارے اس مفسی وقت پوری شریعت منظر میں اسکی نظیر نہیں ملتی کہ کہیں فراغت من الصلوٰۃ کو ناقض قرار دیا گیا ہو جبکہ مفسی مدت کی نظر بہت ہیں جیسے بعضی مدت لا مسح الخفیف و بعضی مدت لا مسح علی العمامۃ عند احمذ و الظاہرات حمل الحکم علی الظہیر والی من حملہ علی ما لا یخفی لہ۔ ۵۔ اجماع امت :- نیز اس بات پر اجماع ہے کہ جب مستحاضہ وقت صلوٰۃ میں وضو کرے اور نماز نہ پڑھ سکے کہ وقت گزر جائے تو وہ اب اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتی بلکہ اقامۃ صلوٰۃ کے لئے جدید وضو کرنا ہوگا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مفسی وقت ناقض وضو ہے۔

۸۔ وجہ ترجیح | لام وقت کے معنی میں ہے۔ اسے لوقت کل صلوٰۃ کلام شارح اور لغت عربیہ میں اسکی کئی نظائر موجود ہیں۔

۱۔ ارشاد باری :- قرآن مجید میں ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس  
باتفاق المفسرین یہاں لام وقت کے معنی میں ہے اعم وقت ولو کما ۲۔ حدیث :- حدیث بخاری  
ہے۔ ان للصلوٰۃ اولاً و آخراً (رواہ ابو داؤد) باتفاق المحدثین، یہ حدیث  
اوقات صلوٰۃ کے بیان میں ہے اعم ان لوقت الصلوٰۃ اولاً و آخراً۔

۳۔ مسادرہ عرب :- عرب کا محاورہ ہے آیت لصلوٰۃ الظہر اعم وقتھا۔  
۲۔ الف لام بعوض مضاف :- اگر لام کو وقت کے معنی میں نہ لیا جائے تو بھی شرعاً و عرفاً صلوٰۃ کا لفظ بول کر  
وقت مراد لیا جاتا ہے۔ قول شارح ہے ایما رجل ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل اعم ادرکتہ  
وقت الصلوٰۃ۔ ۲۔ حدیث :- حدیث شریف میں آتا ہے ادرکتہ الصلوٰۃ  
تیممت و صلیت ای ادرکتہ وقت الصلوٰۃ ۲۔ صراحۃ وقت ایک روایت میں ۱۔ امام ابو داؤد جب اسی  
حدیث فاطمہ بنت ابی عبیدہ کو نقل فرماتے ہیں تو ضعی لوقت کل صلوٰۃ، بیان فرماتے ہیں  
یہاں وقت صراحۃ کلام میں موجود ہے اور لغت کا قاعدہ ہے الصائم یحمل علی الناطق

۴۔ ترجیح حدیث مسک :- جن احادیث کو امام نے اپنی تائید میں پیش  
کیا ہے محکم ہیں۔ بخلاف آپکی پیش کردہ حدیث کے کہ وہاں حرف لام کی وجہ سے کئی احتمالات موجود ہیں۔ لکنا بتایا  
اور احادیث مسک حدیث متصل سے راجع ہوتی ہیں۔ ۵۔ متروک الظاہر بالاجماع :- علامہ ابن ہمام

فرماتے ہیں کہ حضرات شافعیہ لکل مسلوۃ سے مسلوۃ مکتوبہ مراد لیتے ہیں۔ نوافل سنن کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں تو گویا ان کے ہاں یہ حدیث متروک الظاہر اور مقتد بالکتوبہ ہے۔ ترک ظاہر اور تقید کا جو قرینہ آپ پیش فرمائیں گے وہی قرینہ ہماری طرف سے نقض وقت میں سمجھا جائے۔ ۶۔ حدیث الباب میں حتیٰ یجئ ذالک الوقت کا جملہ اس بات میں سر کیا ہے کہ ناقض وضو وقت مسلوۃ ہے نہ کہ فرائض من الصلوۃ بعض محدثین کا قول ہے کہ یہ زیادتی (توضی لکل مسلوۃ حتیٰ یجئ ذالک الوقت) ۹۔ قول ابو موسیٰ کی سند کی حیثیت

مدرج ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس قول کو رد کیا ہے۔ بعض اہل جرح کے ہاں یہ عروہ پر موقوف ہے۔ حافظ ابن حجر کے ہاں یہ قول بھی مردود ہے۔ فرماتے ہیں: ولم یفرد بذالک ابو موسیٰ وید فقد رواه النسائی من طریق حماد بن زید عن هشام۔ لیکن نسائی نے اسی روایت حماد کے متعلق فرمایا ان حماداً لفرد بهذه الزیادة۔ امام مسلم کے ہاں چونکہ یہ قول (قول امام نسائی) درست ہے۔ اس لئے انھوں نے صحیح میں اس حدیث کو نقل نہیں فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں فحدیث حماد بن زید حرف ترکناہ۔ بہر حال یہ مرفوع ہے اور حماد کے تابعین میں ابو موسیٰ وید ترمذی میں احمد بن سلمہ دارقطنی اطحاوی میں ابو حمزہ ابن جان میں اور ابو عوانہ طحاوی میں موجود ہیں۔ اس حدیث پر مدرج 'موقوف علی عروہ' اور 'فرد حماد' کے اعتراضات جو بعض حفاظ سے منقول تھے۔ اہل فن کے ہاں وہ صحیح نہیں۔ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں۔ متحد قوم من اجل الحديث هذه الزیادة و متحد ابو موسیٰ بن عبد اللہ وغیرہ (اس جملہ کی صحت اور عدم صحت سے مسلک حنفیہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ بصورت عدم صحت دوسری احادیث صحیحہ سے وضو وقت الصلوۃ ثابت ہے اور بصورت صحیحہ حقاً ذالک الوقت کا جملہ مسلک حنفیہ میں اصرار ہے۔

حیض اور استحاضہ کی تعریف مع احکام :- ۱۔ الحيض :- الحيض في اللغة السيلان كما جاء في حاشی اور استحاضہ کی تعریف مع احکام :- ۱۔ الحيض :- الحيض في اللغة السيلان كما جاء في حاشی حاضر الوادی ای سأل وحاضت المرأة اذا سال عنها شيء في حاض يمين من ما خوضه۔ يقال حاضت المرأة تحيض حیضاً۔ تعریف شرعی :- حیض کی شرعی تفسیر یوں مقول ہے الحيض دم يخرج من الرحم ببدون داعٍ۔ بعض نے یوں فرمایا۔ انه دم ينفضه رحم المرأة بالغة من غير داعٍ۔ مال دونوں کا ایک ہے۔ اہل لغت سے حیض کے کئی نام منقول ہیں، الثلث، العراک، الفسک، القرأ۔ الاستحاضہ :- استحاضہ کے لغوی معنی سيلان الدم في غير اوقاته المعتادة کے ہیں۔ استحاضہ کے عربی اصل یہ حیض ہی ہیں تو یہاں زیادتی



حروف اللہ بالذی یا لفظ من دم الحيض الم غیر الحيض ہے۔ استحاضہ ہمیشہ فعل مجہول کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یقال استحيضت المرأة ذہبی المتحاضة۔

تعریف شرعی :- اہل فقہ سے اس کی تعریف یوں منقول ہے دم یسیل من العاذل من اعباء لمداء بہا یا دم یخرج من غیر الرحم من العاذل۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصفی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں ۔ ان الحيض والاستحاضة کلہما ف محل واحد من یكون معتاداً طبعياً یسمى حیضاً والغير المعتاد والغير الطبیعی الذی حدث من فساد المزاج استحاضة ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ استحاضہ کا خون حیض کی طرح رحم سے نہیں بلکہ یہ ایک رگ کا خون ہے جسے عاذل کہا جاتا ہے ۔ طبیب اور حکماء کی تحقیق بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی آئند کرتی ہے ۔ علماء نے حدیث پاک کا جواب دیا کہ استحاضہ دونوں قسموں کے خون کا نام ہے وہ رحم سے خارج ہو یا رگ پھٹنے سے آئے ۔

۱۱۔ دور نبوی کے مستحاضات | علامہ عینی فرماتے ہیں کانت المستحاضات فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدى عشر امرأة

۱۔ ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ انکو زمعہ بنت صالح بھی کہتے ہیں (اخرجہ ابوداؤد)۔ ۲۔ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش (رواہ الطحاوی) ۳۔

۴۔ ام حبیبہ بنت جحش زوجہ عبدالرحمن بن عوف۔ ۵۔ حمزہ بنت جحش زوج ابی طلحہ۔ ۶۔ فاطمہ بنت ابی جحش انھیں فاطمہ بنت قیس بھی کہا جاتا ہے (ترمذی)۔ ۷۔ ام سلمہ سیدہ ہندہ (رواہ سعید بن مسعود فی سنن)۔ ۸۔ اسماء بنت عیس (رواہ دارقطنی ابوداؤد والطحاوی)۔ ۹۔ سہلہ بنت سہیل عند ابی داؤد۔ ۱۰۔ اسماء بنت مرشد اخرجہ البیہقی۔ ۱۱۔ بادیہ بنت غیلان الثقفیہ (رواہ ابن مندہ)۔ ۱۲۔ زینب بنت ام سلمہ فی البیہقی عند البعض سیدہ زینب بنت ام سلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیغہ تھیں۔ اس لئے ان کا استحاضہ ہونا متردو ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے باقی دشس ناموں کو الفیہ اکدیث میں نظماً نقل فرمایا ہے ۔

قد استحيضت فی زمان المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنات جحش سہلہ و بادیہ و ہند و اسماء و سودہ و فاطمہ و بنت مرثد و واہا الراویۃ

۱۵ (مرتب در کس ترمذی اور اکثر اساتذہ و شراح حدیث نے زینب بنت جحش اور ام المؤمنین حضرت زینب کو ایک ایک دستحاضات قرار دیا ہے۔ جو صحیح نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ام المؤمنین زینب زینب بنت جحش ہیں اور دوسری مستحاضہ زینب سیدہ زینب بنت ام سلمہ ہیں۔

۱۱۔ **مدۃ حیض و طہر و نفاس** ۱۔ امام ابو حنیفہؒ، امام ابراہیمؒ، حضرت حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ اور امام ابن منبجہؒ فرماتے ہیں اقل ثلاثۃ ایام و اکثر ثلثۃ عشر ایام۔

۲۔ امام مالکؒ کے ہاں اقل دفعۃً واحدۃ۔ یعنی کوئی تحدید نہیں بلکہ قطرۃ واحد بھی حیض ہے۔ اکثر سبعۃ عشر یوماً ۳۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے اقل یوم و لیلۃ و اکثر خمسۃ عشر یوماً اسی طرح اقل مدت طہر میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام ابراہیمؒ، حضرت حسن بصریؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہاں اقل مدۃ الطہر خمسۃ عشر یوماً ۴۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس میں کوئی تحدید نہیں اس کے علاوہ پانچ یوم دس یوم اور پندرہ یوم کی روایتیں بھی ان سے منقول ہیں۔ بہر حال اس بات پر سب حضرات متفق ہیں ما نقص عن اقل الحيض او زاد على اكثره او اكثر النفاس او علم عاده او استمر دمها او ما رأت حامل نفی استحاضہ۔ نفاس کے بارے میں علماء کا یہ قول تو جماعی ہے کہ لا حد لا قلم۔ لیکن اکثر نفاس کے بارے میں امام اعظمؒ اور چھوڑ علماء کا یہ قول ہے کہ اذا اكثره اربعون يوماً امام مالکؒ (فی عایہ) اور امام شافعیؒ کے ہاں ساٹھ دن ہیں۔ امام مالکؒ کا اس قول سے رجوع الی الجمہور ثابت ہے۔

۱۲۔ **دلائل حنیفیہ** ۱۔ ابی عثمانؒ عن عثمان بن ابی العاص انہ قال الحائض اذا جاوزت عشرۃ ایام فہی بمنزلۃ المستحاضۃ تغسل وتصلی رواہ الدارقطنی والبیہقی وقال البیہقی لا بأس باسنادہ۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ یہ قول موقوف 'مرفوع' کے درجے میں ہے۔ ۲۔ ابی عاتشۃ عن عائشۃ قالت اقل الحيض ثلاثۃ ایام و اکثرہ عشرۃ ایام (رواہ الذہبی) یہ حدیث کثرۃ طرق و اسانید کے سبب حسن لغیرہ کے درجے میں ہے۔ ۳۔ ابی النضرؒ عن النبیؐ الحيض عشرۃ (رواہ الدارقطنی ۳/۱۰۰) ۴۔ ابی النضرؒ عن انس قال ادفع الحيض ثلاثۃ ایام (رواہ الدارقطنی فی سننہ و رجالہ رجال مسلم) ۵۔ قول شارح بہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت النفاس اربعون لا ان ترعى الطہر قبل ذالک (رواہ الدارقطنی ۶/۱۶) قول سفیانؒ قال سفیان الطہر خمس عشر یوماً (دارمی) دلیل عقلی یہ ایک محدث کا قول ہے کہ طہر اقامت کی مانند ہے اور حیض سفر کی مانند اس لئے اقل مدۃ الطہر کا اقل مدۃ الاقامۃ کما ان مدۃ الحيض نظیر اقل مدۃ السفر وهو ثلاثۃ ایام۔ علامہ ابن قدامؒ معنی میں، علامہ ابوبکر مالکؒ نے عارضہ میں علامہ ابن رشد مالکیؒ پرزۃ البہتد میں اور علامہ نوویؒ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں کہ مدت حیض، طہر اور نفاس کے بارے میں اختلاف اس وجہ سے



ہے کہ چونکہ کوئی صحیح روایت اس مسئلے میں وارد نہیں لہذا آئمہ کرام نے روایت سے اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر حدوں کا تعین فرمایا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ جگہ موسم اور خوناک کا اختلاف اس بات سے متاثر نہیں ہے۔  
 ۱۳۔ تمیز بالوان میں دلیل آئمہ ۱۔ ابو داؤد میں فاطمہ بنت ابی حبیش کی روایت ہے دم حیض دم اسود یعرف۔ (۱۵) جوابات :- (۱۶) علامہ ابو حاتم فرماتے ہیں ہو مشکوٰۃ (۱۷) قال ابن قطان ہو فی رأیہ منقطع وبہ قال مار دینی (۱۸) قال الأعمام الطحاوی ہو حدیث لم یروہ عن عمروة إلا محمد بن المثنی (۱۹) أشار الامام النسائی فی سندہ الی اعلالہ فی الموضعین (۲۰) قال الامام احمد بن حنبل انه موقوف (۲۱) قال البیهقی انه مضطرب کیونکہ ایک روایت میں حشام عن فاطمہ اور دوسری روایت میں حشام عن عروہ عن فاطمہ مذکور ہے (۲۲) لما علی قاضی فرماتے ہیں کہ اگرچہ حدیث نسیمہ کر لیا جلتے تو بہ حدیث مینرۃ متاثر ہو کہ مینرۃ عروہ کے مطابق تمیز بالوان کر لیتی تھیں (۲۳) اگر حیض کو دم اسود بھی قرار دے دیا جلتے تو قرآنی آیت قل ہوا ذی کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اذی صرف دم اسود کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام الوان دم کو شامل ہے (۲۴) موسم اور غذا کے اثرات یقیناً دم حیض پر بحشت الوان کے مرتب ہوتے ہیں لہذا صرف دم اسود کو مخصوص بہ دم الحيض کے خلاف نظر دینا درست ہے۔  
 (۲۵) عدم تمیز پر دلالت خلاف :- عن عائشة انها قالت لا تعجلن حتی ترین القصعة البیضاء رواہ البخاری و مالک و محمد فی الموطا (۲۶) ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ الوان دم چھ ہیں ان الوان سے میں سے صرف اسود کو خاص کرنا صحیح نہیں

## اترندی وفاق المدارس

۳۰۱۔ صحیح الامام الترمذی فی باب الاستحاضۃ حدیث عائشۃ جاءت فاطمة بنت ابی حبیش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی امرأة استحاض فلا أظہر فأورع الصلوة قال لا انما ذلک عرق و لیست بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ نسد علی الصلوة و اذا قد سرت فاعسل عنک الدم و صلی۔ قال ابو معاویۃ فی حدیثہ و قال توضع لکل صلوة حتی یجئ ذالک الوقت اذکر و اقسام المستحاضۃ مع ذکر نبذہ فی سیرۃ من أحکامہا و ان فاطمۃ بنت ابی حبیش من اتی قسیم كانت ؟ ثلثاً و صحوا المراد من اقبال الدم و أدبارہ و اختلاف الفقہاء الاربعة فی وضوء المستحاضۃ حققوا المسألة و نقحوا مع سرد الأدلة و ترجیعہم الراجح عند کم قولہ قال ابو معاویۃ فی حدیثہ قال توضع لکل صلوة حتی یجئ ذالک الوقت اختلف المحدثون فی ہذہ الجملة فی دفعہا و وقفہا و فی أدراجہا و قالوا ان حماد بن زید قد تغرد بہ فما ہذا الراجح عند کم فی ہذا التصدد؟  
 ۳۰۲۔ عن عائشۃ قالت جاءت فاطمة بنت ابی حبیش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی امرأة استحاض فلا أظہر فأورع الصلوة قال لا انما ذلک عرق و لیست بالحیضۃ





## ۳۲۔ ابحاثِ تیمم

(۱) تعریفِ تیمم :- تیمم : اَنْ تُمْ اَمَّا سے ماخوذ ہے اہل لغت کے اس تیمم والام کے

معنی القصد مطلقاً اور القصد لامر و قبح کے ہیں اسی طرح تیممیت فلا تا ای قصد نہ کرنا مجرد اور نہ بوجہ قفل میں اس کے معنی ایک ہی ہیں۔ ارشاد باری ہے فیتموا صعباً طیباً ای قصد صعباً طیباً

(۲) تعریفِ شومی اصطلاحی معنی حضرات فقہاء سے یوں منقول ہے قصد الصعید الطاهر بصفیہ مخصوصہ و شومی الیدین والرجل عند عدم الماء حقیقتاً اور حکماً نہ مستحبات الصلوة و انتقال الامر

۴ مشروریۃ تیمم :- تیمم کی مشروعیت کتاب سنت اور اجماع سے ثابت ہے چونکہ تیمم ایک عمل اور

قیاس عمل ہے اس لئے مشروعیت تیمم میں قیاس و نظر کا کوئی دخل نہیں (۱) کتاب اللہ - ارشاد باری ہے وان کنتم

صرضی اذ علی سفر الخ پاره ۵ (۲) دوسری جگہ ارشاد ہے لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى الا ان تعلموا ما بکم پاره ۶ آیت ۱

احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے بعض کو دلائل ائمہ کے تحت مرقوم

ہیں \_\_\_\_\_ اجماع :- اس بات پر امت مسلمہ مجتمع ہے کہ تیمم فضیلة اختفت بہ

هذه الامة کیونکہ حضور اکرم کے ارشاد گرامی جعلت لی الارض مسجداً وظللی فی الامم و اجمعہ

(۳) زمانہ مشروعیت تیمم :- مشروعیت تیمم چونکہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل دو آیتوں سے ثابت ہے

اور سبب نزول آیتین اور وقت نزول آیتین میں حضرات مفسرین محدثین سے مختلف اقوال منقول ہیں اس لئے زمانہ

مشروعیت تیمم میں بھی متعدد اقوال مروی ہیں۔

(۱) سبب نزول آیتیں :- امام بخاری ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے نقل فرماتے ہیں خرجنا مع

رسول اللہ فی بعض اسفار حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجبش انقطع عقد لی (البیداء : ذوالحلیفہ کے

قریب ایک مقام کا نام ہے) آگے فرماتی ہیں فقام رسول اللہ علی غیس ماء حین اصبح فاسئل اللہ آیت

التیمم فیتموا صعباً طیباً (الایتم) اس کی تائید حضرت عمار بن یاسر کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام

احمد بن حنبل نے اپنی سند میں تخریج فرمایا ہے (۲) حضرت مجاہد فرماتے ہیں نزلت هذه الآية فی رجل من

الانصار کان مریضاً فلم یستطع ان یقوم فیتوضأ ولم یکن له خادم فینزل فانزل النبی فذکر ذلک لہ

فانزل اللہ هذه الآية (۳) حضرت سیدہ اعلیٰ بن شریک فرماتے ہیں کنت ارجل ناقة رسول اللہ فاصابنی جنابة

فی لیلة باردة \_\_\_\_\_ فانزل اللہ هذه الآية (۴) وقت نزول آیتین : حضرات محققین کے اس بات

میں شدید اختلاف ہے کہ قصہ عائشہ کے موقع پر آیت نساء نازل ہوئی یا آیت مائدہ (۱) توقف علامہ ابن العربی

مالکی نے توقف سے کام لیا ہے (۲)، علامہ ابن بطال اور علامہ قرطبی کے اس آیتِ نساء کا نازل ہوتی ہوئی کہ مائدہ  
 اہل بیت نساء کا نزول غزوہ احد سے (۳)، علامہ حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ آیت مائدہ نازل  
 ہوئی (۴)، علامہ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں: هذه الآية التي في النساء متقدمة النزول على آية المائدة  
پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ یہ قصہ کس تاریخ کو ہوا، عند البعض یہ غزوہ مریس یعنی غزوہ بنی المصطلق سے جو  
 یث میں ہوا۔ (۵)، عند البعض ہار دوم تبکم ہوا ایک غزوہ ذات الرقاع سے جس میں ابو دوسر غزوہ  
 بنی مصطلق سے (۶) میں۔ آیت تسم غزوہ ذات الرقاع نازل ہوئی اور واقعہ انک غزوہ بنی المصطلق میں پیش آیا  
 کہ واقعہ تسم مقدم ہے واقعہ انک پر (۷)، علامہ طبرانی کی تحقیق یہ ہے کہ قصہ انک واقعہ تسم پر مقدم ہے۔  
 بہر حال مندرجہ بالا اقوال میں سے جمہور محققین کی دلتے یہ معلوم ہوتی ہے کہ واقعہ تسم غزوہ بنی مصطلق سے  
 میں پیش آیا۔ نیز اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ہار دوم غزوات میں کم ہوا لیکن تقدیم و تاخیر میں اختلاف ہے نا ہوا۔

۴۔ مسئلہ: تسم میں دو طرح کا اختلاف ہے (۱) باعتبار اضعاف کہ ضربات کتنی ہیں (۲) باعتبار الملک کہ  
 محل مسج کیا ہے؟ (الف) عدد ضربات میں اختلاف ائمہ :- اس میں پانچ اقوال علامہ ترمذی  
 سے منقول ہیں (۱) امام اعظم امام ابو حنیفہ، امام دارالجمعة امام مالک، امام شافعی، امام سفیان ثوری، یث بن سعد  
 مصری، حضرت صاحبین اور جمہور فقہاء و متفقین کے ہاں التسم ضربات ضوید للوجہ و ضوید للیدین  
 (دوہ قال سیدنا علیؑ سیدنا ابن عمرؓ سیدنا حسن بصریؒ امام شعبیؒ سیدنا سالم بن عبد اللہؒ) ۲۔ امام احمد  
 بن حنبل، امام ابو یوسفؒ، امام اسحاق بن راہویہ، بعض اہل فہم اور جمہور محدثین کے ہاں التسم ضربت واحدہ للوجہ و للیدین  
 (دوہ قال عثمان بن مسعودؓ سیدنا جبرائیلؑ ابن عباسؓ و سیدنا ابوالدرداءؓ) امام عبد اللہ بن ابی شیبہ اور حسن بن علیؒ کے ہاں  
 دو ضرب ہیں ہول کی اور ہر ایک ضرب سے وجہ اور ذراعین دونوں کا مسح کرے گا (۳) علامہ ابن سیرین اور امام مالک  
 انی روایہ کے نزدیک تین ضربات ہول کے الأولى للوجہ والثانی للیدین والثالث للوجہ والیدین کلیہا  
 (۵) علامہ ابن جریر اور بعض علماء اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ ضربیں چار ہیں ضربان للوجہ و ضربان للیدین  
 علامہ یعنی فرماتے ہیں کہ لیس لہ اصل فی السنة۔

(ب) محل مسج یہ ہیں اختلاف ائمہ :- محل مسج میں چار مقابب ہیں اور اس اختلاف کا محل صرف  
 میں ہیں ورنہ وجہ کے محل مسج ہونے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اجماع سے (۱) امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی  
 یث بن سعد مصری، امام سفیان ثوری اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ محل المسح الیدین الی المرفقین و امام احمد  
 بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام ابو یوسف اور عام محدثین کے نزدیک صرف سینین تک مسح ضروری ہے  
 مرفقین تک نہیں (۳) امام مالک (فی روایت) کے مطابق سینین تک مسح واجب اور مرفقین تک مسنون ہے۔



۴۔ علامہ ابن شہاب زہریؒ اور امام عروہؒ کا مسلک ہے کہ یتیم الیٰ المتکبیر والابطال ضروری ہے  
الحاصل اگر فصل اور غسل کی تقسیم کے بغیر ائمہ اربعہ کے مسلک پر نظر کی جائے تو اثر ثلاثہ  
کے ان اذیتیم ضربتان ضربۃ للوجه وضربۃ اخری للیدین الی المرفقین اور امام احمد بن حنبل و  
جمہور محدثین کے ان اذیتیم ضربۃ واحدة للوجه والیدین الی المرفقین۔

۵۔ دلائل المہر۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنی تائید میں حدیث الباب کو پیش فرماتے ہیں عن عطاء بن یاسر  
ان النبی لعمرہ بالیتیم للوجه والکفین (رواہ البیہقی و مسلم و الترمذی و ابو داؤد و غیرہم من اصحاب تصحیح)  
علامہ ابن شہاب زہریؒ کی دلیل حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت ہے فتیمنا مع النبی الی المتکبیر والابطال

(رواہ الترمذی)

۶۔ دلائل جمہور :- حضرات ائمہ ثلاثہ مندرجہ ذیل احادیث و آثار سے استدلال کرتے ہیں آ۔ عن  
عمار بن یاسرؓ ضربنا واحدة للوجه ثم ضربۃ اخری للیدین الی المرفقین  
(اخرجہ ابو داؤد و البیہقی و البرزخ فی مسندہ)۔ ۲۔ عن جابرؓ عن النبیؐ قال یتیم ضربۃ للوجه وضربۃ  
للذراعین الی المرفقین۔ (اخرجہ دارقطنی و البیہقی و الحاکم و احمد بن حنبل و رجال کثرت تصحیح)  
۳۔ عن ابن عمرؓ مدفعاً قال یتیم ضربتان ضربۃ للوجه وضربتان للیدین الی المرفقین  
(رواہ الحاکم و ابو یوسف فی مسندہ و دارقطنی و البیہقی)۔ ۴۔ عن ابی یحییٰ بن الحارث الاصبغی قال اقبل النبیؐ  
فمسح وجهہ و ذراعیه (رواہ صاحب الشکوۃ ابو داؤد)۔ ۵۔ عن اصلع التیمی قال کنا مع النبیؐ فی سفر فقال  
یا اصلع قم فتیم صعباً طیباً ضربۃ للذراعین الی المرفقین (رواہ الطحاوی)

ان احادیث مرفوعہ کے علاوہ حضرت یزیدنا علیؑ سیدنا سعید بن المسیبؒ حضرت حسن بصریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ  
کے آثار بھی ہیں جنہیں امام طحاویؒ اور دوسرے محدثین نے تخریج فرمایا ہے۔

۷۔ احادیث مختلفہ میں وجوہ ترجیح اور تطبیق | حضرت محدثین و فقہاء کے مابین اختلاف  
کا منشاء اختلاف روایات ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں ان احادیث المسوٰی الی النصفین لے الی نصف الساعد و  
الی نصف العضد ضعافت و حدیث المسوٰی الی المرفقین اصح ما فی الباب و حدیث المسوٰی الی المرفقین  
حسن و حدیث المسوٰی الی الابطال قوی۔ اس تحقیقی قول سے ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ  
اور محدثین و فقہاء کی روایات احادیث صحیح قوی یا حسن کے درجہ میں ہیں۔

## ۸۔ وجوہ ترجیح

## ۱۔ اشبہ بالقرآن و القیاس

کہ جب صحاح اور حسان روایات آپس میں متعارض ہو جائیں تو جو احادیث اشبہ بالقرآن یا اشبہ بالقیاس ہوں ان پر عمل کرتے ہیں۔ اب مسئلہ ہمید میں آیت تیمم کیفیت کے اعتبار سے مجمل ہے لہذا تیمم کو وضوء پر قیاس کریں گے۔ وہ یوں کہ تیمم خلیفہ ہے اور وضوء اصل۔ جب وضوء میں وجہ اور یدین کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لیا جاتا ہے تو تیمم میں وجہ یدین کے لئے علیحدہ علیحدہ ضرر نہیں ہونگی اور اسی طرح وضوء میں غسل کا حکم الی المرتفقین ہے تو تیمم میں بھی مسح الی المرتفقین ضروری ہوگا۔ ۲۰۔ العمل علی الجہت: ان ائامہ پر عمل کرنے سے جن میں ضربتیں اور مرتفین کا تذکرہ ہے۔ لازمی طور پر ان احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جن میں ضربت اور رخیں کا ثبوت ملتا ہے گویا کہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے مقلدین حضرات اس صورت کو اختیار فرماتے ہیں جس سے دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے اور حضرت حنفیہ کثر اللہ سوادہم کا یہی طرہ امتیاز ہے کہ وہ ایسی صورت کو معمول سمجھنا جاتے ہیں کہ جس کے سبب جملہ احادیث پر عمل ہو جائے اور کوئی حدیث متروک العمل نہ رہے۔

## ۲۔ الاحتیاط

احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ضربتیں اور مرتفین والی احادیث کو معمول بہا بنایا جائے کیونکہ کل پر عمل پیرا ہونے سے اجزاء خود بخود معمول بہا ہو جاتے ہیں۔ قیاس اولویۃ :- وضوء طہارۃ کاملہ ہے اور تیمم بقول آپ کے الطہارۃ ناقصہ جب طہارۃ کاملہ اصل میں عضو ثانی کے لئے مابعدہ کا حکم دیا گیا ہے تو طہارۃ ناقصہ (فرغ) میں بھی ضربت آخری کا حکم وجوبی طور پر ہونا چاہیے۔

۵۔ رفع اضطرابِ حتن :- حدیث الباب اگرچہ سنداً قوی ہے لیکن متنازعہ مضرب کیونکہ حضرت عمار بن یاسرؓ ایک روایت صحیح میں یوں فرماتے ہیں یتیمنا مع البیۃ الی المناکب والاباط :- (رواہ الترمذی وہ قال ابن شہاب الزہری) دوئری روایت میں حضرت عمار نصف ذراع کا تذکرہ فرماتے ہیں تیسری وچوتھی روایات میں نصف العضد ومرتفقین کا تو گویا حدیث عمار مضرب ٹھہری اب جملہ احادیث میں تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ حضرت عمار تیمم عن الحدیث الاصح سے تو بخوبی واقف تھے لیکن جنابت سے تیمم کا حکم صحابی رسول سیدی حضرت عمار کو معلوم نہ تھا۔ جیسا کہ آپ کے عمل قرغ (مٹی میں لوٹ پوٹ ہونا) سے ظاہر ہے تو اس لئے حضور انورؐ نے جملہ وجہ و کفین پر مسح کر کے اشارہ فرما دیا کہ جنابت کے لئے کبھی اسی طرح تیمم کیا جاتا ہے جس طرح کہ ازالہ عتث کے لئے تیمم ہوتا ہے۔ اس لئے کسی روایت میں الی نصف الساعد مذکور ہے اور کہیں الی نصف العضد کا تذکرہ ہے تو معلوم ہوا کہ اجمال اور سرعت کے سبب حضرت صحابہؓ کو دیکھنے میں اختلاف پڑا۔ آخر کے نزدیک اس توجہ کے سبب جملہ روایات کا معنی بخوبی سمجھ آ سکتا ہے اور اس سے بہتر اور جن توجہ ممکن نہیں مگر نہ یہ حدیث مضرب ٹھہرتی اور اضطراب باعث وجہ کان یورث الضعف۔



کے قاعدہ کے تحت امام اہل حق، مسلم اور مجید حضرت مسیحؑ پر یہ اعتدائیں لازم آئیں گی کہ انھوں نے ایسی حدیث کو یکے میں قرار دیا جس کے راوی اسی حدیث کو علماً اور قولاً مختلف الفاظ سے روایت کرتے ہیں۔  
۱۔ اجتہادات صحابہ قبل از تعلیم نبویؐ

نے عملی تعلیم حضرت صحابہ کو نہ دی تھی اس وقت حضرت صحابہؓ خامسوں اور چوتھوں کے ایک دیکھ سے منکبہ و اباحہ مسیح کرتے رہے لیکن بعد میں حضور انورؐ کی مرفوع احادیث سے ایک حکم کی غایت الیٰ المرتفع قرار پائی۔

۲۔ اشیاء شمیم بہا میں اختلاف مع الدلائل  
قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

فَتَقَسَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً ، صَعِيداً  
کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ۱۔ امام دارالبحرۃ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ امام سفیان ثوریؒ اور علامہ ابن جریرؒ کے ہاں الصعید صحر و جبہ الارض تو گویا ان کے ہاں تمیم ہر اس چیز سے کرنا جائز ہے صحر و جبہ علی و جبہ الارض من تراب و جبہ و رمیل و حصایۃ و نورة و درینجو و حصت و رخا و  
یعنی ہر وہ چیز جو جنسی ارض سے قسطن رکھتی ہے۔ ۲۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، حضرت صاحبینؒ اور علامہ اسماعیل بن راہویؒ کے نزدیک الصعید انة التراب فقط دونوں سائر اجزاء الارضی۔

۳۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں تمیم بالری کی بھی اجازت ہے۔ تاہمین مسلک شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جعلت ترابھا صحر و جبہ الارض

ب۔ دلائل جمہور  
آ۔ ارشاد باری: قرآن مجید میں ہے: فَتَصْبِعُوا صَعِيداً ذَلِلاً۔

سورہ کہف پارہ ۱۸  
صاعیدھا صعیداً جزء ۱۰ اذیت  
سورہ کہف پارہ ۱۸ ان دو آیات میں صعید سے بالاتفاق جملہ اجزاء الارض مراد ہیں۔

قول شارع: انہم نسكن فی الارمان فقال النبیؐ علیکم بالصعید الطیب الحدیث  
حدیث مذکور میں رمل اور دوسری اشیاء ارضیہ پر حضور اکرمؐ نے صعید کا اسحاق فرمایا ہے کہ ہوا الظاہر۔

ارشاد شارع: قال رسول اللہ جعلت۔ لہ الارض مسجداً و طہوراً (الحدیث)

جواب  
دلائل بالہ کی روشنی میں کلمہ تربت کا ذکر کثرت استعمال اور کثرت وجود کے اعتبار سے ہے۔  
ذکر حصر کے لئے۔

**وقت طہارت یتیم میں اختلاف** | حضرات احناف کے ہاں یتیم طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے اس لئے ایک یتیم سے متعدد نمازیں پڑھی جاسکتی

ہیں نیز صلوٰۃ المتوہنی خلف الیتیم جائز ہے۔ ۳۰۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں یتیم طہارت ضروریہ اور اضطراریہ ہے لہذا ایک یتیم سے دو فرض نمازیں پڑھنا جائز نہیں لیکن ان اگر کے ہاں صلوٰۃ المتوہنی خلف الیتیم جائز ہے۔

**دلائل احناف** | ارشاد باری: قرآن مجید میں ہے ولکن یتید لیطہرکم الایۃ (سورہ مائدہ پارہ ۳) بیان یتیم کے بعد لیطہرکم کو حکم طہارت مطلقہ پر صراحت دے گا

**قول شارع** | حدیث مرفوعہ ہے التراب طہور المسلم و لو ان عثر سنین۔ (رد المحتار)

**قول شارع** | حدیث مشہور میں ہے: جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً۔ الحدیث یہاں بھی کلمہ طہور طہارت مطلقہ و کاملہ پر دال ہے لان المطلق اذا اطلق یلزم

بمعنی کامل۔  
**۵۔ یتیم رخصت ہے یا عزیمت؟** | عند البعض الیتیم عزیمۃ و عند البعض انہ رخصۃ بعض حضرات نے یوں تفسیم فرمائی کہ اگر پانی حقیقاً معدوم ہو تو

یتیم عزیمت کے درجہ میں ہے اور اگر مرض یا کوئی عذر ہو جس سے پانی استعمال نہ کر سکے تو یہ رخصت ہے

**۶۔ وجوب نیت فی الیتیم** | اس بات پر اجماع ہے کہ یتیم کے لئے نیت ضروری ہے

قال ابن اربل ان اتفق فقہاء الامصار علی وجوب النیت فیہ لوجوب و معنی القصد فی الیتیم

**فائدہ** | اگر یتیم کے بعد اداء صلوٰۃ سے قبل پانی مل جائے تو بالاتفاق یتیم ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اداء نماز کے بعد وقت کے اندر پانی مل جائے تو بالاتفاق۔ مادہ صلوٰۃ ضروری نہیں لیکن اگر دوران نماز پانی مل جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز توڑ دے اور وضوء کر کے نماز پڑھے۔

**وفاق المدارس**



(ترمذی) ... اخرج المؤلف الامام حديث عمار بن ياسر عن طريق قتادة بن دعامه  
السدي عن ابن النبي صلى الله عليه وسلم امره بالتيتم للوجه والكفين  
ما هو التيمم لغة؟ ومن عا؟ ومنى شرع التيمم؟ وما هو اختلاف الامة المتبوعين  
في كيفية التيمم فعلاً ومحملاً؟

تصرفون ان التيممات المروية في الاحاديث في مسح اليدين ورددت  
بذكر اليدين وبذكر الكفين وبذكر المرفقين وبذكر نصف الذراع وبذكر الا باط وبذكر  
ما فوق المرفقين فها هي وجرد الترجيح والتوفيق بين هذا الاحاديث المختلف اختلافاً  
مدهشاً والفقهاء مثل اب حنيفة ومالك والشافعي قدس كوا العمل بحديث عمار المخرج  
في الصحيحين مع انه اصل حديث في الباب ويقويه ايضا ان عماراً كان يفتي بذلك بعد النبي  
صلى الله عليه وسلم وداوى الحديث اعلم بمراده من غيره ولا سيما الصحابي المجتهد فهل عندكم ما تد  
تفرون به عن هؤلاء الفقهاء الكبار؟

(نسائی ۳۹۳، ابوداؤد ۱۲۸۱ اور ۱۲۸۲)

پرچہ جات بالا میں مندرجہ ذیل چار ابکات حل طلب ہیں۔ آ۔ تعریف تيمم۔ ۲۔ زمانہ مشروع تيمم  
۳۔ اختلاف ائمہ (الف) عدد ضربات میں اختلاف ائمہ ب۔ مثل مسح یدین میں اختلاف ائمہ۔ ۴۔ احادیث متضاد  
میں وجہ ترجیح تطبیق۔

الحل چاروں ابکات پرچے سے قبل بیان ہو چکے ہیں  
تلا حفظ فرمالیں۔

نظر طحاوی جن چار اعضاء کو رب کائنات نے وضوء میں دھونے کا حکم دیا۔ تيمم میں ان میں  
سے دو یعنی راس اور عین کو ساقط کر دیا گیا ہے تو گویا تيمم میں تخفیف ہے جب اعضاء  
منسولہ میں کمی کر دی گئی تو ایدیم کی نفايت میں کیسے اضافہ کر دیا گیا ہوگا۔ کہ مرافق کی بجائے مناکب و ابوالکمال اتھو  
کو دھویا جائے یقیناً وضوء کی طرح ہاتھوں کو بھی مرفقیں تک تيمم میں مس کیا جائیگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# أَبْوَابُ الصَّلَاةِ



مكتبة آية الله العظمى  
مكتبة آية الله العظمى  
مكتبة آية الله العظمى



# فهرست

صفحه	موضوع	صفحه	موضوع
٢٨٤	١٤ - وجوب وتر	٢٩١	١ - مراقبت صلاة
٢٨٩	١٨ - ركعات تراویح	٢٨١	٢ - جمع بین الصلواتین
٢٩١	١٩ - قضاء صلاة مسبوق	٢٨٩	٣ - الاذان والاقامة
٢٩٣	٢٠ - مفترق من خلف الممثل	٢٩٢	٤ - اذان قبل الوقت
٢٩٥	٢١ - زیارة قبور اولیاء	٢٩٩	٥ - الصلاة بالجماعة
٢٩٤	٢٢ - قطع صلاة بوجه مردود	٣٠٢	٦ - مسئلة تامين
٢٩٩	٢٣ - كلام وصلاة عند الخطبة	٣١٠	٧ - عدم جهر تسبیح
٢٤٣	٢٤ - جمعة في القرى	٣١٣	٨ - رفع یدین
٢٤٧	٢٥ - جمعة قبل الزوال	٣١٧	٩ - فاتحة خلف الامام
٢٤٩	٢٦ - صلاة الكسوف	٢٢٧	١٠ - ركعت فاتحة سورة
٢٨٢	٢٧ - مقدار سفر	٢٣٨	١١ - صلاة القائد وانام
٢٨٣	٢٨ - قصر صلاة مسافر	٢٤٠	١٢ - سجدة سهو
٢٨٥	٢٩ - سجدة تلاوت	٢٤٢	١٣ - قنوت فی الفجر والمغرب
٢٨٤	٣٠ - تعداد سجود قراآن	٢٤٥	١٤ - الكلام فی الصلاة
٢٨٩	٣١ - غائبان نماز جنازة	٢٥١	١٥ - تعديل ارکان
٢٩١	٣٢ - صلاة العمید	٢٥٣	١٦ - مسئلة الوتر

نورانی  
۵۱  
۵۲

ابوداؤد ص ۵۲  
طحاوی ص ۱۳۲ تا ۱۳۳  
مولیٰ امام مالک ص ۲  
مولیٰ امام بخاری ص ۲

# ۱ - مواقیبِ صلوٰۃ ص ۵۰/۴۹ (نورانی)

۱۔ اختلاف الکفرہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت صاحبینؒ، امام سفیان ثوریؒ اور حمید فقہاء کے نزدیک نماز عصر میں تاخیر افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تعمیل عصر افضل و مستحب ہے۔ ۲۔ دلائل احناف:۔ ارشاد باری تعالیٰ: قرآن مجید میں ہے: وسیع مجدس بک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا اللہ۔ علامہ ابن کثیر شافعی فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس یعنی صلوٰۃ الفجر وقبل غروبہا یعنی صلوٰۃ العصر کما جاء فی الصحیحین الخ۔ امام اعظم علامہ کثیرؒ اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں فرماتے ہیں کہ قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا کا عنوان اس بات پر دال ہے کہ نماز عصر اور نماز صبح تاخیر سے پڑھنی چاہیے کیونکہ فصحاء عرب کے ہاں قبل زیادہ تقرب کا متفق ہوا کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تغربون ثیابکم اللہ یاں اتفاق المفسرین قبل صلوٰۃ الفجر سے مراد: نوافل فجر کا قریبی وقت ہی مراد ہے۔ نیز عمارۃ عرب ایک قبل الغروب سے ہی غروب شمس سے مقوس دیر پہلے آنا مراد ہوتا ہے۔ (قالہ امام الرزوی) ۲۔ ارشاد باری تعالیٰ: قرآن مجید میں ہے واقعہ الصلوٰۃ طریقی النهار اللہ۔ اتفاق المفسرین طریقی النهار سے صبح اور عصر نماز مراد ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز صبح اور نماز عصر جتنی طریقی النهار کے قریب میں پڑھی جلتے اتنی ہی اولیٰ و افضل ہے۔ ۳۔ حدیث الباب، عن ام سلمہؓ قالت کان رسول اللہ اشد تعجیلاً للظہر منکسر دستہ اشد تعجیلاً للعصر منہ۔ رواہ الترمذی و احمد و اسنادہ صحیح رجالہ علی شرط الصحیح معلوم ہوا کہ نماز عصر میں تاخیر مستحب ہے اور یہی معقولہ کا معمول مبارک تھا۔ ۴۔ عمل شارع، عن علی بن شیبان قال قد مناع علی رسول اللہ الدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ یہ حدیث پاک بعض کے ہاں اگرچہ سند ضعیف ہے لیکن بطور استنباط یسار کیا جاسکتا ہے۔ ۵۔ عمل شارع، عن علیؓ قال کان رسول اللہ اذا كانت الشمس من ہہنا (من الشرق) کھینٹھا من ہہنا (من المغرب) عند العصر صلی رکعتین (صلوٰۃ الاشران) رواہ الترمذی۔ قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن یعنی حضرت اکرمؐ اشراق کی دو رکعتیں ایسے وقت میں پڑھتے تھے جبکہ شمس مشرق میں اتنا مرتفع ہوتا تھا جتنا کہ نماز عصر کے وقت مغرب سے مرتفع ہوتا تھا۔ تو گویا آپ صلوٰۃ اشراق طلوع شمس کے بعد اور صلوٰۃ عصر غروب شمس سے قبل انمازا ایک ہی وقت میں پڑھتے تھے۔ ۶۔ قول شارع، عن رافع بن خدیج قال ان رسول اللہ کان یأمرنا بتاخیر صلوٰۃ العصر رواہ احمد و الطبرانی و البیہقی

علامہ عزراۃ عمان کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں تاخیر مستحب ہے۔ حضرات شوافع کے ہاں مشائخ کے سوا ہر نماز میں تعمیل اولیٰ ہے گویا تعمیل مغرب اور تاخیر اشراق میں عزراۃ المتفقین ہیں۔ ان کے سوا تین نمازوں فجر ظہر عصر میں تعمیل و تاخیر کے استحباب میں اختلاف ہے۔



والدارقطنی۔ حدیث مذکور میں عبد الراہم بن نافع ایک متعلم فیرادی ہے اس کے بارے میں معمر بن کثیر نے زیادہ سطور  
ایضاً ذکر کیا ہے۔ حاتم بن الثقات۔ ۱۔ تیشیل کلم۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کی مشہور حدیث ہے کہ معمر اگر کہنے اُمتِ محمدیہ اور علیٰ آلہ  
کے امور کی تیشیل بیان فرمائی کہ اُمتِ محمدیہ کی مثال اُس اجیر کی طرح ہے جو عصر سے مغرب تک کام کرے اور اسے اجرت کے طور پر پانچ  
دینے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کی مثال اُس اجیر کی طرح ہے جو صبح سے نصف النہار تک کام کرے اور حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کی اُمت کی مثال اُس اجیر کی طرح ہے جو نصف النہار سے عصر تک کام کرے اور انہیں ایک فیڑا ملے تو اس پر اہل کتاب ہنس  
کرتے تھے کہ تمہارا عطیتنا قبیحاً طارنا نحن کنا اکثر عملاً للحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہ۔ حدیث مذکور سے ظاہر ہوتا ہے  
وہ سنی نے لوں استدلال کیا ہے کہ تاخیر عصر کی صورت میں ہی اجیر ثالث کا وقت اجیر ثانی کے مقابل میں کم ہوگا ورنہ کنا اکثر عملاً کا تباہیہ بیجا نہ  
خلاف واقعہ ٹھہرے گا۔ امام محمد اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ هذا الحدیث يدل على تاخير العصر و تأخير العصر  
افضل من تعجيلها۔ رواہ محمد بن الموطا۔

آثار صحابہ۔ ۱۔ اثر ابن مسعود۔ عن عبد الرحمن بن يزيد ان ابن مسعود كان يؤخر صلوة العصر رواه الطبرانی  
في الكبير وعبد الرزاق ورجال موثقون۔ ۲۔ مؤلفہ صحابہ۔ عن ابراہیم النخعی قال من كان قبلكم اشد تعجلاً  
للظهر فاشد تاخيراً للعصر منكم۔ رواه عبد الرزاق ورجال ثقات۔ سیّدنا ابراہیم نخعی کے فرمان میں کان قبلکم سے یعنی تاخیر  
صحابہ کرام کی جماعت ہی مراد ہے۔ تو اس اثر موقوف ہے حضرات صحابہ کی مؤلفہ تاخیر عصر کے متعلق معلوم ہوئی۔ ۲۔ ابراہیم نخعی۔ عن  
ابراہیم النخعی قال ادرکت اصحاب ابن مسعود يؤخرون العصر اخرجہ محمد بن النضر (۱)۔ ۳۔ اثر علی بن  
زیاد بن عبد الرحمن قال قدم علی فیصل بن العاص فصار النصر فافترور الشمس للمغرب فترادها۔ رواه قسطنطین  
وحاکم ص ۱۲۰۔ اس کے علاوہ اثر علی، اثر اعمش اور اثر ابن نافع بن خدیج کتب احادیث میں موجود ہیں۔

**ائمہ ثلاثہ کے دلائل:** ۱۔ آیات قرآنیہ: حفظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی (الصلوة الوسطی  
ہی العصر عند اکثر) محافظتِ صلوٰۃ کا مقتضایہ ہے کہ اور صلوٰۃ میں تعمیل کی جائے۔ نیز فاستبقوا الخیرات  
اور سارعوا الی مغفرۃ من ربکم کی آیات میں افضلیتِ تعمیل پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ نماز میں الخیرات ہے اور  
سببِ مغفرت بھی۔ ۲۔ حدیث الباب: عن عائشۃ اُتھا قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
العصر والشمس فی حجر تمالمہ یظہر النعۃ فی حجۃ تمہارواہ الزہدی والبخاری ذیو۔ یہاں شمس سے ضوؤ الشمس (دھوپ)  
جور سے قناریت (سمن) یا بیت (کرو) اور ظہور فی سے صعود ظل علی الجدار الشرقی (شرقی دیوار پر سایہ کا چڑھنا) مراد ہے گویا  
حضور اگر کہنے ایسے وقت میں صلوٰۃ العصر ادا فرمائی جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ کے کمرہ میں دھوپ تھی۔ اور شرقی  
دیوار پر نہ چڑھی تھی کہ اس وجہ سے سایہ کا چڑھنا وجود میں آتا۔ ۳۔ علی شاریع: عن انس بن رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کان یصلی العصر والشمس بیضاء مرفعة حیۃ ویدھب الذاہب الی العوالی والشمس مرفعة

رواہ محمد بن زید بن عمار - ۱۔ عمل شارب - ۲۔ عن سرافع بن خدیج قال کنا نصلی العصر مع رسول اللہ ثم ننحر  
الجندوس - تطبخ ثم ناکل قبل مغیب الشمس رواہ البخاری وغیرہ۔

### جوابات - ۱۔ آیات قرآنیہ کے جوابات

۱۔ مروجیت اولہ عامہ - ۱۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال آیات کے عموم  
سے ہے لیکن حضرات احناف نے عمومی دلائل کے مقابلے میں اولہ خاصہ (اماریت مرفوعہ صحیحہ قطعیہ الالزام کے مقتضی پر عمل کی ہے  
اور اس مسئلہ میں اولہ عامہ موجود ہوں وہاں - عمومی دلائل کو من حیث الاستصحاب پیش کرنا

درج ہوا کرتا ہے - ۲۔ وقت مستحب میں مسارعہ - ۱۔ محافظت و مسارعہ وقت مستحب میں مراد ہے نہ اوقات مطلقہ  
میں (وقت مستحب کے بعد اداہ صلوٰۃ میں تاخیر نہ کرنی چاہیے) اور اوقات مستحب میں ائمہ کے ہاں اختلاف ہے تعین نہیں۔ محافظت کے  
معنی دوام و حسن ادا کے ہیں - ۲۔ اجماعاً استثناء عشا - ۱۔ اگر آیات بالا سے مطلقاً تعبیل صلوٰۃ مراد ہو تو پھر صلوٰۃ عشا میں بھی تعبیل  
افضل و اولیٰ ہونی چاہیے۔ حالانکہ اتفاق ائمہ ثلاثہ صلوٰۃ عشا میں تاخیر افضل ہے جب عموم آیات سے صلوٰۃ عشا مستثنیٰ ہے تو ائمہ ثلاثہ

مرفوعہ جیدہ کے پیش نظر دیگر نمازیں بھی مستثنیٰ ہوں گی بہ حدیث الباب کے جوابات - ۱۔ قصار الجدران - علامہ  
جنی اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ تعبیل صلوٰۃ عصر حدیث الباب سے اس وقت ثابت ہوگی کہ حجرہ مبارکہ کی دیواریں بلند ہوں۔ لیکن منہج  
دلائل و شواہد سے یہ بات کمال کے سامنے آتی ہے کہ حجرہ مبارکہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اور دھوپ مغرب کے قریب تک وہاں رہتی تھی۔  
حدیث عائشہ - ۱۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ یصلی من الیل فی حجرۃہ وجدار الحجرۃ قصیر فصری الناس

شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری - ۲۔ قول ابن عمر - ۱۔ عن الحسن البصری انہ قال کنت اُدخل  
بیت رسول اللہ وانا غلام صراحتاً انال السقف بیدی (فتح الباری ص ۱۸۰) یعنی ۱۸۰۔ ام الملت سیدنا حسن بصری  
کے اس مشاہدے کی روشنی سے یہ بات بغیر تردد کے ثابت ہوگی کہ ازواج مطہرات کے حجرے کی دیواریں چھوٹی تھیں جسکی وجہ سے عصر  
کے وقت تک ان میں دھوپ پڑنا لازمی امر ہے - ۲۔ قول عامر بن صالح - ۱۔ مسند احمد میں سیدہ عائشہ کی ایک روایت  
حضرت عامر بن صالح کے طریق سے موجود ہے جس میں عامر بن صالح حدیث مرفوعہ بیان کرنے کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتے ہیں  
کہ انت الجدار سبسطۃ ای غیر مرتفعہ۔ رواہ احمد - ۱۔ اس کے علاوہ کتب حیرۃ و تاریخ میں کئی مواقع پر یہ بات  
مراۃ منقول ہے کہ مسجد نبوی اور سیدات ازواج مطہرات کے حجرات کی دیواریں بہت ہی پست تھیں۔ جنہیں ایک طویل القامت  
النساء کا کمر امیراؤ شوارق کا کمر بخیریت اور انلا من کا زناہ تھا۔ مال و دولت کی چمک دکھاتھی۔ نیز حضرات صحابہ ان حجرات کی  
چھتوں کو بچے کے کھڑے ہو کر درست فرمایا کرتے تھے - ۲۔ بناء مسقف یا غیر مسقف - ۱۔ حدیث الباب میں ہے والشمس  
فی حجرۃہما لفظ حجرۃ کا اطلاق بنا غیر مسقف (صحن) پر بھی ہوتا ہے۔ اور بنا مسقف (کمرہ) پر بھی۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے  
ہیں کہ یہاں حجرۃ بنا مسقف کے معنی میں ہے۔ اور اس سے سیدہ عائشہ کا اپنا کمرہ مراد ہے۔ اور علامہ سمہود کی اپنی کتاب



وفار الوفا میں فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں خبر ہے بنا برئہ مستقف (معنی) مراد ہے کیونکہ کان لکل بیت حجر ہما ہما  
بہر حال دونوں اعتبار سے حدیث الباب تا غیر پر دال ہے نہ کہ تعمیل پر۔ وہ یوں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا حجرہ مبارک مسجد نبویہ  
سے جانب مشرق میں واقع تھا اور اس حجرہ کا دروازہ مغرب کی طرف کھلا کرتا تھا۔ تو گویا کمرہ میں دھوپ صوف و دانوں سے  
ہی اندر آتی تھی۔ اور یہ بات شواہد و دلائل سے معلوم ہو چکی ہے کہ بھیت نیچی تھی۔ دروازہ اور دیواریں چھوٹی تھیں۔ اس صوف  
میں دھوپ اس وقت حجرے میں داخل ہو سکتی ہے جب سورج مغرب کی طرف کافی نیچے آچکا ہو۔ وهو المطلوب۔  
علامہ سہروردی کی تحقیق کے مطابق حدیث الباب میں خبر سے معنی مراد ہے اور معنی میں دھوپ کا موجود رہنا چیکہ دیواریں چھوٹی تھیں  
تعمیل پر دلالت نہیں کرتا۔ ۳۔ مرتبہ حقیقت حدیث ہمام ۱۔ ۱۔ مندرجہ بالا اقوال علماء و مؤرخین کے پیش نظر حدیث الباب نقل اور  
مہم مٹھری۔ تو حسب ضابطہ حدیث نقل احادیث حکمت کے مقابلہ میں یقیناً مروج اور ناقابل استدلال ہوگی۔  
۲۔ ترجیح احادیث قولیہ۔ حدیث الباب میں حضرت شارعؒ کے فعل کا ذکر ہے جبکہ حضرات احناف کی مؤید احادیث قولی اور نقلی دونوں  
میں تو مطابق قاعدہ یقیناً احادیث قولیہ کو ترجیح ہوگی۔

۳۔ **دلیل ثالث کے جوابات** :- ۱۔ احتمال عوالی مدینہ۔ مدینہ منورہ سے دودھ دو میل سے لے کر بارہ میل  
تک جتنی بستیوں آباد تھیں ان سب پر عوالی کا اطلاق کیا جاتا تھا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سیدنا انسؓ کے آخر میں یہ  
الفاظ ہیں کہ بعض العوالی من المدینۃ علی اسرعة ایصال او نحوہ تو تاخیر عصر میں بھی انسان بآسانی جا سکتا ہے یا سفر  
کر سکتا ہے۔ ۲۔ اضطراب مٹھری :- یہ حدیث مندرجہ ذیل احتمالات کے سبب مفہوم و معنی مضطرب ہے۔ ۱۔ عدم تعمیل حدیث  
عوالی سے یہاں کو نسا ملا قدر مراد ہے؛ کیونکہ دو میل سے لے کر بارہ میل تک پہنچی ہوئی تمام آبادی کو عوالی ہی کے نام سے یاد کیا  
جاتا ہے۔ چنانچہ احقر کے مشاہدہ کے مطابق آج کل بھی وہ علاقہ جو حرم نبویؐ سے مشکل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے العوالی کے  
نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ علاقہ جنت البقیع کے ختم ہوتے ہی مغرب کی طرف شروع ہوتا ہے اور خود میں بیسیوں مرتبہ  
حرم نبویؐ سے العوالی تک پیدل بالا طہینان چل کر گیا ہوں۔ اور یہ مسانت تیس منٹ میں بآسانی طے کر لیتا تھا۔  
۲۔ کیفیت سفر :- کیفیت سفر میں بھی اجمال ہے۔ کہ یہ صوبہ لذاتہب میں ذاہب پیدل ہوتا تھا یا کسی سواری پر سوار۔  
۳۔ بیان رفتار میں ابہام :- بیان رفتار کے اعتبار سے بھی ابہام ہے۔ کہ ذاہب کی رفتار بالسرعتہ ہوا کرتی تھی یا بالطمأنینت  
بہر حال اگر انسان صلوۃ العصر تا آخر سے بھی ادا کرے تو پھر بھی پیدل چل کر دو چار یا چھ میل قبل از مغرب بآسانی طے کر سکتا ہے۔ اور  
اس کے سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں نظائر موجود ہیں اور بعض مدرسین حضرات کے تجربات سے یہ بات عیاں ہے۔

۴۔ **دلیل رابع کے جوابات** :- ۱۔ فی قصبات و طبع کی مہارت :- علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ماہر قسم کے  
لوگ آج بھی صفر شمس سے قبل صلوۃ العصر پڑھ کر یہ چاروں میل (نحر، تقسیم، بلخ ادا کل) انجام دے سکتے ہیں۔ اور کئی مشائخ  
علماء باحناف نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے۔ (فتح القدیر ص ۲۲) نیز آج کل کے دور میں طبانیوں اور فوجیوں میں یہ بات دیکھی گئی ہے

کہ وہ ایک گھنٹہ میں گمانے وغیرہ فروغ کرنے کے بعد گوشت لٹکا کر گھایا کرتے ہیں۔ اس زمانہ کے عرب لوگ بالآفاق قلعہ  
الرج کے ماہر تھے اور وہ اکثر خیمہ بچتے گھایا کرتے تھے۔ ۲۰۔ واقعہ جزیرہ۔ ملائکہ ولانا شہیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ  
یہ حدیث واقعہ جزیرہ پر دال ہے نہ کہ مفہوم کلی پر۔ ممکن ہے کہ آگے کسی دن انہی غرض کے تحت مسعود العصر علیہ السلام  
لی ہوگا کہ صحابہ کرام نماز کے بعد یہ عمل کر سکیں۔ ۲۱۔ ابہام و تعدد احتمالات۔ ۱۰۔ آخر کے نزدیک یہ حدیث بھی کئی سوالات  
کو دامن میں لئے ہوئے ہے اور اپنے مدعا پر مراعہ دال نہیں۔ ۱۰۔ عدم بیان عدد۔ عمل غریب شامیہ کی تعدد کیا تھی؟  
۲۰۔ اجمال طبع۔ ۱۰۔ غرض دور کے بعد مکمل گوشت کو لپکا گیا یا کبھی وغیرہ کسی خاص گوشت کو لپکا کر تناول کیا گیا جیسا کہ  
عبداللہ بنی کے موقد پر عام مسلمانوں کا معمول ہے کہ پسندیدہ گوشت کو فوراً لپکایا جاتا ہے۔

۳۔ جہالت عالمین۔ ۱۰۔ ذمتی اور ناکل بصیغہ متکلم مستقل ہوتے لیکن عمل غرضی تقسیم اور عمل طبع کو فعل مجہول غائب کے صیغہ  
سے تعبیر کیا گیا جو اس احتمال کو تقویت بخشتا ہے کہ غرض تقسیم اور طبع کے عمل میں بیسیوں لوگ شریک ہوتے تھے اور ہر عمل کیلئے علیحدہ  
علیحدہ افراد متعین تھے جیسا کہ کتب تاریخ میں یہ بات منقول ہے کہ ملک عادل، ولی کامل جناب اورنگ زیب عالمگیر کے عمال  
نارنجیدہ الامنی سے فراغت کے بعد آپ کے خطبہ شہر اور مسافتی خواہں تک قربانی کے جالور کو بھوں کو خدمت عالیہ میں  
بٹن کر دیتے تھے۔

**اختلاف الامم فی انتہاء وقت الظہر وابتداء وقت العصر۔** وقت ظہر کی انتہاء اور وقت  
عصر کی ابتداء میں حضرات فقہاء کے درمیان شدید اختلاف چلا آ رہا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔ ۱۰۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل و  
امام سفیان ثوری، حضرات صاحبین، امام ابو حنیفہ وغیرہ اپنی اپنی کے نزدیک ظہر کو وقت سایہ اعلیٰ کے علاوہ شل اول تک باقی رہتا ہے  
شل ثانی کی ابتداء سے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ۲۰۔ امام مالک اور علامہ داؤد ظاہری کے ہاں شل اول کے ختم ہوجانے  
کے بعد شل ثانی کا ابتدائی وقت جس میں چار رکعت بالا طینان ادا کی جاسکیں ظہر اور عصر دونوں کیلئے مشترک ہے۔ ۳۰۔ حضرات  
غیر متقدمین (غیر متقدمین) کے نزدیک وقت ظہر شل اول پر ختم ہو جاتا ہے لیکن شل اول سے سایہ اعلیٰ کا نشا اور انوار نہیں کیا  
جائے گا۔ بلکہ بشمول سایہ اعلیٰ جب شل اول ختم ہوگا وقت ظہر ختم ہو جائے گا۔ ۴۰۔ امام اعظم، مراجع الامم ابو حنیفہ اور  
بہر فقہاء فرماتے ہیں کہ وقت ظہر کی انتہاء ظہر تک ہے اور شل ثالث سے وقت عصر شروع ہوتا ہے (اخذوا من اصحابہ البتوں و  
اکثر الشافعیین وھذا روایۃ محمد بن عبد الجبار الرافعی رحمہ اللہ۔ مبسوط مسند) اس کے علاوہ امام اعظم سے مزید تین روایتیں منقول ہیں  
۱۔ امام مالک وقت ظہر ہے۔ اور شل ثانی کے بعد وقت عصر (کما ہو منہا عبد الاحق لعمدة الناسخ مبسوط مسند)  
۲۔ علامہ عبد الحکیم بن علی نے اپنے فتاویٰ میں اور علامہ سیّد کاف نے ازالۃ الغشاہ عن مسئلۃ وقت الظہر والعشا اور صاحب درمیان نے امام اعظم  
کا طبع اس قول کی طرف نقل فرمایا ہے۔ ۳۔ شل اول منقص بالظہر ہے اور شل ثالث منقص بالعصر لیکن شل ثانی مکمل میں الظہر والعصر  
(جیسا کہ طبع آفتاب سے زوال آفتاب تک کا وقت فجر اور ظہر کے درمیان مکمل ہے۔ ھذا روایۃ اسد بن عمرو۔



(فتح القدیر ص ۵۰۰) (مہل کی دو قسمیں ہیں۔ پہل حسب الوقت۔ پہل حسب العمل۔ یہاں مثل ثانی مہل  
 حسب العمل ہے۔ ذکر حسب الوقت) (۱) ظہر کا وقت آٹھ مثلین تک ہے۔ اور عصر کی ابتداء مثل ثالث سے ہوگی۔ مگر اگر وقت  
 روایت کے مطابق وقت میں ظہر و العصر کچھ کم ہوگا) (۲) احذروا رباية المعالي عن ابی یوسف والبی حلیفة وصحابة الکاتب  
عمدة القاری ص ۵۰۰ بحر الرائق ص ۵۰۰ (۳) تطبیق بین السریات۔ علامہ الزیلعی ص ۱۰۰ مکتبہ شریعتی دہلی کے  
 ان اقوال اربعہ میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ مثل اول غصن بالظہر ہو اور مثل ثالث غصن بالعصر۔ لیکن مثل ثانی مشترک بین الظہر والعصر  
 بھی ہو اور مہل بھی۔ وہ یوں کہ اصحاب غار کیلئے مثل ثانی میں ظہر اور عصر دونوں جائز ہوں بخلاف غیر معذورین کے کہ ان کے  
 مثل ثانی مہل میں الظہر والعصر ہو اور اس اشتراک کی تائید امام طحاوی (شرح الآثار ص ۹) علامہ ابن قدامہ (المغنی ص ۵۰۰)  
 علامہ عطار، علامہ طحاوی، امام مالک، امام ربیعہ، امام اسحاق بن راہویہ، امام طبرانی، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ سے  
 بھی منقول ہے علامہ ابن رشتہ مالکی ہدایۃ المجتہد ص ۵۰۰ میں فرماتے ہیں قال مالک والشافعی وأحمد إذا ظهرت الشمس  
 فی آخر العصر یستمرها قضاء الظہر والعصر جیسا کہ ظہر اور عصر دونوں کے قضاء کا حکم اس بات پر مراعات وال ہے کہ ظہر  
 اور عصر کے مابین کوئی وقت مشترک ہے اگر نہ طلوع آفتاب کے بعد پاک ہونے والی عورت کیلئے کسی امام نے قضاء فجر  
 کا حکم نہیں فرمایا۔

۱۔ (الف) دلائل احاف ۱۔ حدیث الباب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اذا شد الحر فابردوا عن الصلوة فان شدة الحر من فیج جہنم۔ رواة الترمذی و اخرجه اصحاب الصحاح  
 والسنن (بخاری ص ۵۰۰) وغیرہم۔ ۲۔ قول شارح۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ابردوا بالظہر  
 فان شدة الحر من فیج جہنم۔ رواة البخاری ص ۵۰۰ وغیرہ من اصحاب الصحاح الستہ۔ ۳۔ قول دلائل شارح  
 عن ابی ذر قال اذن مؤذن النبی فقال ابرد۔ ابرد۔ قال ابو ذر حتی رأینا فی التلؤل (اخرجه  
 البخاری وسلم وغیرہما من المحدثین) وفي رواية حتی سادی الظل التلؤل (رواہ البخاری ص ۵۰۰)۔  
 ۴۔ مل شارح۔ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ اذا کان الحر ابردوا بالصلوة (رواہ السنن  
 ورجاله ثقاة من رجال الصحيح) یہ چاروں احادیث صحیحہ صحاح ستہ اور مجملہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان

۵۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی، علامہ ابن عبد البر المالکی، علامہ ابن قیم الحنفی فرماتے ہیں کہ علماء امت و فقہاء ملت کا اس بات پر اتفاق ہے  
 کہ ظہر کا وقت زوال شمس سے شروع ہو جاتا ہے۔ ابتداء میں بعض صحابہ کا یہ مسلک تھا کہ زوال سے قبل بھی نماز ظہر جائز ہے۔ لیکن بعد میں  
 حضرات صحابہ کے اجماع سے یہ مسلک منسوخ ہو گیا۔ (قال ابن عبد البر استقر علیہ الاجماع وكذا قلناه صاحب المغنی) گویا وقت ظہر  
 کی ابتداء میں کسی فقیہ و محدث کا اختلاف نہیں۔ ہاں امام احمد سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ نماز جمعہ کا وقت زوال سے قبل شروع ہو  
 جاتا ہے۔

۱۔ مراحت معلوم ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت مثلین تک باقی رہتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل امور سے احادیث بالا کا یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔

تجربہ و مشاہدہ۔ تجربہ و مشاہدہ سے یہ بات واضح ہے کہ مثل اول تک شدت حرارت باقی رہتی ہے۔ اور مثلین تک درجہ حرارت برودت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث سیدنا ابو ذر میں سید الکونین حضور اکرم کے فرمان ابرو ابرو سے نکالو تا غیر مراحت معلوم ہو رہے ہیں۔ ۲۔ قبة ارقاع۔ ۳۔ عاتقہ ثانیہ فرماتے ہیں کہ حریم شریفین کے نیلے اونچے نہیں جکڑیں۔ غرض بلندیں ان کا سایہ و مثل سے قبل نیلے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ جنتی ساوی الظل التلول۔ ۴۔ بوقت مساواة تلول نامساویں تزیل۔ علامہ انور شاہ صاحب شمیرتی فرماتے ہیں کہ یہ واضح امر ہے کہ جب پھیلی ہوئی چیز کا سایہ اس شے کے مساوی ہو جائے تو بلند نصب کی ہوئی اشیاء کا سایہ لا محالہ یکساں سے زیادہ ہوتا ہے۔ گویا سادی الظل التلول کے الفاظ سے مثل اول کا اختتام بعد از انقضائے النصف ثابت ہے۔ اور اس قیاس و مشاہدہ سے مثل ثانی کا وجود بشارۃ النصف۔ ۵۔ احقر کے ہاں اگر ان تجربات و قیاسات کو نظر انداز کیا کر دیا جائے تو پھر بھی سادی الظل التلول کے بعد مؤذن رسول کو لسان نبوت سے اجازت ملی گویا مثل اول کے اختتام کے بعد اذان دینی گئی۔ اور اس کے بعد حضور اکرم نے نماز پڑھائی۔ کیا یہ نماز مثل اول میں تھی یا مثل ثانی میں؟ ۵۔ اثر ابو ہریرہؓ۔ قال ابو ہریرہؓ: صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان ظلک مثلک (رواہ مالک فی الموطا و اسنح و صحیح) رئیس الحدیث سیدنا ابو ہریرہؓ کا کسی صحابی رسول کو ادارۃ کا وقت مثل اول پر بتلانا اس بات کی بین دہیں ہے کہ مثل اول کے بعد مصلوۃ ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ ۶۔ حدیث تمثیل هذه الاثمة۔ سیدنا عبداللہ بن عمر کی تمثیل والی حدیث ہے جس میں حضور اکرم نے اپنی امت کی نسبت اہم سابقہ سے بیان فرمائی۔ اس حدیث میں نحن کنا اکثر عملاً سے حضرت ابو زید دہلویؒ نے اپنی کتاب الاسرار میں یوں استدلال کیا ہے کہ اگر مثل ثانی کا وقت عصر میں داخل ہو تو اس صورت میں وقت عصر، وقت ظہر سے بڑھ جائے گا۔ حالانکہ یہاں اکثر عملاً کے الفاظ مراحتہ تبار ہے میں کہ وقت ظہر کثیر ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں وقت عصر قلیل۔ ورنہ کنا اکثر عملاً کے الفاظ بے جا اور غلط ہوں گے۔ (رواہ البخاری و صاحب مشکوٰۃ و مالک و غیرہم)

اس میں صدافسوس۔۔۔ اُن غیر مقلدین اور بعض معاصرین پر کہ جنہیں امام بخاری و مسلم کی ان احادیث صحیحہ مرفوعہ جید الاسناد کے بعد مثل ثانی کے مختص یا ظہر ہونے میں تردد ہے ان کے اس تردد پر کوئی تعجب نہیں لان ہذا من شان عدم التقفہ و عدم التقليد۔ ۷۔ عمل شارح۔ ۸۔ عن جابر قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حین صارت ظل کل شئ مثلیہ رواہ ابن ابی شیبہ بسند لا بأس بہ۔ حدیث مذکور میں صیغہ وشتار کی کوئی قید نہیں۔ ۸۔ قول شارح۔ ۹۔ عن عبداللہ ابن عمرؓ ان رسول اللہ قال وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لہ فحضر العصر رواہ مسلم بسند عال۔ یہاں جملہ ثانی و کان ظل الرجل کا جملہ اول اذا زالت الشمس پر عطف



کی گئی۔ گویا زوالِ شمس اور ظلِ الرجل کٹوا یعنی ظلِ اول کے بعد وقتِ ظہر آتی رہتا ہے۔ جبکہ ماہِ محرمِ العصر پر وقتِ ختم ہو جاتا ہے۔ ۹۔ لغوی معنی۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ یقال جاء فلان عصراً لہ بطیناً (تاخیر سے) گویا غلط عصر کے معنی میں تاخیر کے ہیں۔ ولذا قال بعض الفقهاء انما سمیت العصر عصر لانہا تعصر ای تو خسر۔

۶۔ **دلائل ائمہ**۔ قاضی مسکب اقل اپنی تائید میں ہر اس حدیث صحیح کو پیش کرتے ہیں جس میں متبادر الی العمل یا تعمیل مسئلہ کا حکم ہے۔ اور اس کے علاوہ حدیث الباب بھی ان کی مؤید ہے۔ (حدیث الباب میں صحابہ سے منقول ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابو مسعود طبرانی، سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا احمد، سیدنا انس بن مالک، سیدنا داؤد قطنی، سیدنا عمر بن حزم، سیدنا عبد الرزاق، سیدنا برید، اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری کتبِ احادیث میں) قاضی مسکب ثانی حدیثِ الباب کے اس جملے سے استدلال کرتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم حین کان ظل کل شیء مثله لوقت العصر بالامن یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرے دن مسئلہ الظہر اس وقت میں ادا کی جس وقت انہوں نے پہلے دن مسئلہ العصر ادا کی تھی۔ گویا مثلِ ثانی کا ابتداء اسی وقت ظہر اور عصر کے مابین مشترک ہے۔ قاضی مسکب ثالث گویا اپنی تائید میں جملہ عن الاحادیث الصحیحہ، عدم التفقہ والفقاہۃ، شد و ذعن الاجماع والامۃ اور غشادۃ غیر منقلبت کو پیش فرماتے ہیں۔ ان امور کو ہم الا جواب کے تحت مفصلاً بیان کریں گے۔

۷۔ **جوابات دلائل ائمہ**۔ ۱۔ از منسوخ۔ حدیث ابن عباس (حدیثِ امامت جبریل) مکہ میں وارد ہوئی۔ اور حدیثِ تبرید مدینہ منورہ میں، عند التعارض احادیث متاخرہ، حدیث متقدم کیلئے ناسخ ہوا کرتی ہیں۔

۲۔ **ضعیف**۔ حدیث الباب منذ ضعیف ہے۔ اور اس میں حکیم بن حکیم مشکم فیہ راوی ہے۔ اور مندرجہ ذیل اصحاب جرح و تعدیل کی نظر میں ان کی شخصیت کچھ یوں ہے۔ (۱) حافظ الحدیث امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہوا ضعیف منکر الحدیث (قالہ الامام الذہبی فی المیزان) (۲) امام بخاری فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۂ کان یشک فیہ۔ گویا امام بخاری اور حضرت شعبہ کے ہاں یہ مشکم فیہ ہے۔ (۳) حضرت امام شعبہ کی یہ رائے بھی اصحاب جرح و تعدیل کے ہاں مدِ شہرت کو پہنچی ہوئی ہے کہ فرمایا کرتے تھے اخاف الناس ان احدث (۴) امام بخاری اور امام مسلم کی سمجھ میں حدیثِ الباب کا نقل نہ فرمانا ایک قسم کے ضعیف اور عدمِ تحسین پر دال ہے۔ حالانکہ حدیثِ امامت جبریل قاضی مسکب اول اور ثانی کے ہاں اہل اور اسان کا بدرجہ رکھتا ہے۔

۳۔ **تطبیق**۔ حضرات احناف کے ہاں حدیثِ الباب اور احادیثِ تبرید میں کوئی تعارض نہیں بلکہ موسمِ شتاء میں ظلِ بادل اور موسمِ صیف میں ظلِ ثانی اول سے مسئلہ ظہر کیلئے اولیٰ و افضل ہے۔ ۴۔ اشتراک۔ ۱۔ احقر کے ہاں ظلِ اول مختص بالظہر اور ظلِ ثالث مختص بالعصر ہے۔ لیکن ظلِ ثانی میں مسئلہ ظہر اور عصر دونوں جائز ہیں۔ گویا مثلِ ثانی مشترک بین الظہر والعصر ہے۔

ہی قول مشترک سے مندرجہ ذیل مباحث و اعتراضات رفع ہو جائیں گے۔ (۱) وہ احادیث جن سے شل اول میں اٹھنے  
 مسلوۃ کامل معلوم ہوتا ہے۔ (۲) وہ احادیث جن میں حضور اکرمؐ نے تبرید اور تاخیر مسلوۃ کا حکم فرمایا۔ اور اتنا مسلوۃ  
 میں تاخیر فرمائی۔ (۳) حدیث الباب یہ کہہ کر صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی ایک  
 ہی وقت میں ظہر اور عصر ادا فرمائی) کی طرح شل ثانی افر کے ان مشترک سے۔ تو اس لئے ظہر اور عصر کو ایک ہی وقت  
 ادا فرمایا۔ (۴) وہ احادیث صحیحہ جن میں جمع بین الصلواتین کا حکم ہے وہاں جمع تقدیمی، جمع تاخیری اور جمع صوری کا  
 قائل ہونے اور دلائل و اجوبہ کے تکلفات میں پڑنے کا بھلنے یہ قول اختیار کر لیا جائے کہ شل ثانی مشترک میں الظہر  
 والعصر ہے۔ اور یہ اشتراک علامہ سید النور شاہ صاحب شیعری سے مندرجین کتب فقہ میں امام مالک سے شل ثانی  
 کی ابتداء میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے مستحاضہ کے بارے میں کتب فقہ میں وارد ہے اگر اسی اشتراک کو آخر  
 کی رائے کے مطابق بعد سے شل ثانی میں بغیر مندرجین دستحضرات کی قید کے متعین کر دیا جائے تو تمام مسائل مختلف فیہا  
 اور جمیع مباحث و تکلفات سے بچاؤ ہوگا۔

۵۔ ظہر یوم الثانی فی المثل الثانی:- افر کے ان حدیث الباب اخاف کی دلیل ہے نہ کہ قائلین مسک اول کی کی طرح اس  
 حدیث میں یہ جملہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لوقت العصر یا العصر اس بات پر مراحۃ وال ہے کہ اپنے اللہ  
 نام حضرات بھائی نے حضرت جبریلؑ کی اقتدار میں دوسرے روز شل ثانی میں مسلوۃ الظہر ادا کی گویا اس سے حضور اکرمؐ  
 اور حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل شل ثانی میں ادا مسلوۃ کا معلوم ہوا۔ یا الیت شعری العجب ثن العجب کہ کیسے قائلین  
 مسک اول نے حدیث الباب کو اپنی تائید میں پیش فرمایا۔ اگر یوم ثانی میں مسلوۃ الظہر شل اول میں ادا کی گئی تو گویا یوم اول  
 میں عصر بھی شل اول میں ادا کی گئی۔ تو مسلوۃ العصر کو شل اول میں جائز ہونا چاہیے۔ ولا قال بہ احد من علماء السلف  
 والخلف لاهل السنة الا شریعة قليلة من غیر المقلدین۔ وگرنہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ اس بات کو  
 تسلیم کیا جائے کہ شل ثانی میں اولے مسلوۃ الظہر جائز ہے۔ (کما قال الامام الہمام الامام الاعظم ابوحنیفہ)  
 بشل ثانی مشترک بین الظہر والعصر ہو (کما قال الاحقر الافقہ) ان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ  
 فمنی ومن الشیطان۔

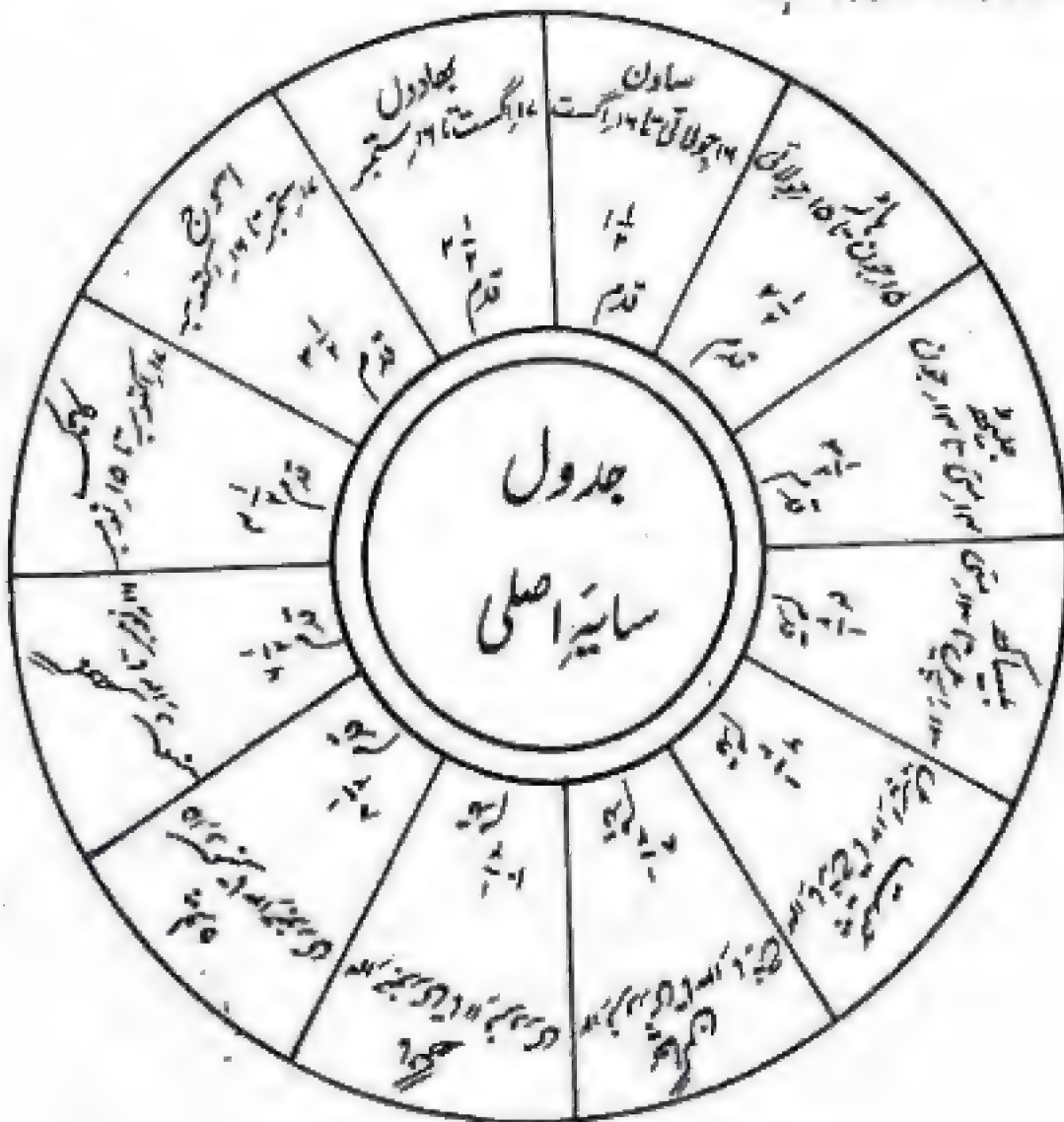
۸۔ غیر مقلدین کے مفالطات کے جوابات۔ اعلیٰ شارح:- دلیل اول کا جواب ہے کہ نام نسائی  
 نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک  
 حدیث مذکور بیان کی ہے خراج رسول اللہ فعلی الظہر حین زالت الشمس وکان الفی قدر الشراک ثم  
 صلی العصر حین کان الفی قدر الشراک وظل الرجل۔ الحدیث (رواہ النسائی) ص ۱۱ کتاب البواقی بسند

۱۔ ان کامل مسلوۃ العصر کے وقت ذہن میں آیا۔ بروذ الزوار تاریخ ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۵۰ھ



(بیچ) اس کے حاشیہ پر شیخ محمد محدث غزنوی فرماتے ہیں الباد فی قوله "وكان النقي" اما حالیه او مفعولیه ای مفعول معه بتاویل مضمون الجملة فالعنی مع کثرت النقی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صلوٰۃ الظہر اور افرائی تو زوال شمس کے ساتھ ساتھ سایہ اصلی قدر شرکاء موجود تھا۔ (یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں صلوٰۃ الظہر اور افرائی کہ جب زوال شمس کے ساتھ ساتھ سایہ اصلی قدر شرکاء موجود تھا) اور اسی طرح جب آپ نے صلوٰۃ العصر اور افرائی تو ظل الریل اور سایہ اصلی دونوں موجود تھے۔ اس کے علاوہ اقوال صحابہ، عمل شارع اور فرمودات تابعین و ائمہ کے بیسوں احادیث و آثار کتب حدیث میں موجود ہیں بخوف طرالت اسی پر گفتا کیا گیا۔

دلیل ثانی اور ثالث کا جواب یہ ہے کہ سایہ اصلی زوال کے وقت موجود ہوتا ہے۔ اور اگر ہر ذی عقل بغیر چشمہ کے دیکھ سکتا ہے۔ ہاں اختلاف بلاد اور تغیر اوقات سے سایہ اصلی گھٹتا اور کم ہوتا رہتا ہے۔ علامہ عبد الرحمن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں تحریر فرماتے ہیں کہ الظل یختلف باختلاف الانسنة والامکنۃ مثلاً (گویا ان کے ہاں بھی سایہ اصلی موجود ہوتا ہے) علماء غنی کے ہاں جو مالک خط استوار سے قریب تر ہوتے ہیں ان میں سایہ اصلی چھوٹا اور جو مالک خط استوار سے قطبیں کی طرف دور ہوتے چلے جاتے ہیں ان میں سایہ اصلی اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ حال برصغیر پاک و ہند میں اختلاف ایام و شہور سے سایہ اصلی مندرجہ ذیل مقدار میں ہوتا ہے۔



سایہ اصلی کی تحقیق فرماتے ہوئے مشنٹی والا پرنس نے ایک شعر فارسی میں ذکر منہ کیا۔  
 سر جسے یہاں اہل ذوق کیلئے لکھا جاتا ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوگا کہ سال میں کچھ ماہ ایسے بھی آتے ہیں جن میں سایہ اصلی  
 مثل اول سے بڑھ جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں قدم کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جس سے ہر شے کا ساتواں حصہ  
 مراد ہے اور ہندی مبینوں کے اعتبار سے اس کی کمی بیشی مذکور ہے۔

شعر ہے  
 یک نیم سادہ است پس پیش ادیگاں  
 افزائی تا چہار پس آنگہ دوگاں دوگاں

یعنی قدم

علامہ محمد یوسف بخاری معارف السنن ص ۳۱ میں فرماتے ہیں لم یدر هذا السکین انه لو کان الدار علی المثل  
 فقط من غیر ان یستثنیٰ منه فی الزوال لزم ان یصلی الظہر بل العصر حیثا یقبل الزوال یعنی برصیر  
 میں ایک سو پانچ دن سال میں ایسے آتے ہیں کہ جن میں سایہ اصلی مثل اول کی مقدار سے بڑھ جاتا ہے۔ گویا حضرات غیر مقلدین  
 کے ہاں ان دنوں میں نماز ظہر قبل الزوال ادا کی جائے گی۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مسلوۃ الظہر قبل الزوال کا کوئی مسلمان  
 قائل نہیں۔ اور بعض ممالک میں تو سایہ اصلی زوال سے قبل مثلین تک بڑھ جاتا ہے۔ تو گویا حضرات غیر مقلدین کے ہاں  
 ان ممالک میں بسنے والے لوگوں کیلئے نہ ہی مسلوۃ الظہر ہوگی اور نہ ہی مسلوۃ العصر۔

دلیل ثالث اور رابع کا جواب بھی مندرجہ بالا تقریر میں دیا جا چکا ہے۔ الغرض ہم اپنے بھائی حضرات غیر مقلدین کو  
 مشورہ دیتے ہیں کہ ان دلائل اربعہ کو چھوڑ کر احادیث صحیحہ مرفوعہ جبہ الاسناد قطعی الثبوت کو ختم لیں۔ اسی میں  
 فلاح دنیوی اور نور اخروی مضمر ہے۔ وما علینا الا البلاغ و بیضاء نظام الهدایۃ والارشاد۔

۹۔ درجہ ترجیح : حضرات احناف کا مسلک مندرجہ ذیل وجہ سے رائج ہے۔ ۱۔ صریح الدلالة : مبدل احادیث  
 صحیحہ اپنے مدعی پر مراحۃ دال ہیں۔ ۲۔ احادیث صحیحین : حضرات احناف کے مزید بخاری و مسلم کی روایات  
 پر ۳۔ عدم الرخص بحديث متا : حدیث الباب اور مبدل احادیث مسلک کے مطابق ہیں۔ محمد النور کوئی حدیث  
 صحیح بارے مسلک سے متعارض نہیں۔ ۴۔ احادیث قوی وفعلی جمیعاً : ہماری ہر حدیث قوی بھی ہے  
 اندلی بھی۔ اس لئے یہ رائج ہوں گی۔ ۵۔ احادیث متاخر : ہماری احادیث متاخرہ ہیں۔ جن کے سبب ان میں  
 تاخیر ہونے کا پہلو تو موجود ہے منسوخ ہونے کا نہیں۔ ۶۔ تکثیر جماعۃ : نماز میں تکثیر جماعت محمود ہے۔ اور  
 تکثیر جماعت ابرار و تاخیر میں زیادہ ممکن ہے۔ کما ہوا للظاہر۔



# ۱۰۔ تغلیس و اسفار کی جامع بحث مع اختلاف و دلائل :-

۱۔ لغوی تحقیق : کتب لغوی

غسل کے دو معنی نقل کئے

ہیں : ۱۔ الغسل (بفتح الجیم) غلّمتہ الیل کو کہتے ہیں۔ (۲) غلّمتہ آخر الیل اذا اختلطت بغسل و الصباح۔ سفر اور اسفار کے معنی کشف اور وضاحت کے آتے ہیں۔ قاموس میں ہے سفر الصبح ای اخلاء و اشرف اسکا اعتبار سے سفر کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں رفاہ و لطافت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ عرب کا ایک مشہور قول ہے کہ كانت النساء سافرات و جوهہن۔ یعنی عورتیں بے پردہ اپنے چہرہ کو کھولے ہوئے تھیں۔

## اختلاف الاہمۃ :- اقامت صلوٰۃ میں فقہاء و محدثین کے مابین اختلاف کی دو فریقیں ہیں : ۱۔ جواز و وجوب

(۲) افضلیت و عدم افضلیت : صلوٰۃ الصبح میں اختلاف افضلیت کے اعتبار سے ہے۔ جواز کے اعتبار سے نہیں۔ اس بات پر تمام اہلسنت کا اجماع ہے کہ صلوٰۃ الصبح میں وقت کی ابتداء صبح صادق (نورانی) سے ہوتی ہے۔ اور انتہاء طلوع آفتاب پر۔ اندر یہ سادہ وقت ادار صلوٰۃ کیلئے کامل ہے ناقص نہیں۔ مذہب اول :- افق الامام الامام ابوحنیفہ، امام ابراہیم حنفی، حضرات صاحبین، امام سفیان ثوری اور جمہور فقہاء کے ہاں صلوٰۃ صبح کی ابتداء اور انتہاء اسفند میں ہو۔ ہاں اگر بیشتر جماعت غلّس میں ممکن ہو تو پھر غلّس میں نماز پڑھنا ادنیٰ ہوگا۔ (بعض معاصرین نے خفیہ کی طرح مالکیہ مسلک بھی اسفند کا لکھا ہے جو صحیح نہیں)۔

مذہب ثانی :- امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام عبد اللہ بن مبارک، امام زہری اور جمہور محدثین کے ہاں تغلیس مستحب ہے ابتداء و انتہاء۔ مذہب ثالث :- امام محمد بن زبیر اور امام طحاوی کے ہاں صلوٰۃ صبح کی ابتداء غلّس میں اور انتہاء اسفار میں ہو۔

دلائل آئمہ :- ۱۔ ائمہ ثلاثہ کے دلائل مندرجہ ذیل میں : ۱۔ حدیث الباب :- عن عائشۃ قالت ما یغفر من الغسل المحدث۔ رواہ الترمذی ص ۲۲ (اتنی تاریکی ہوتی تھی کہ مستورات کی پہچان مشکل ہوتی تھی)۔ ۲۔ رواہ البخاری و مسلم وغیرہا۔ ۲۔ عمل شائع :- عن ابی مسعود الانصاری انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصبح بغلّس۔ حتی مات رواہ ابوداؤد و ابن حبان و الدارقطنی۔ اس کے علاوہ اثر عائشہ السدک للماکم اثر عبد اللہ بن زبیر بن سنان ابن ماجہ ائمہ ثلاثہ کے مؤید ہیں۔ نیز یہ وہ حدیث جس میں تغیل صلوٰۃ کا حکم ہے۔

## دلائل احناف :- ۱۔ حدیث الباب :- عن سراف بن خدیج

قال سمعت رسول اللہ یقول اسفروا بالبحر فانہ اعظم للاجر۔ الترمذی ص ۲۲ قال ابو عبیدہ حدیث سراف بن خدیج حدیث حسن صحیح۔ أخرجه النسائی ابوداؤد و ابن ماجہ۔ علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ سیدنا بلال، سیدنا انس بن مالک، سیدنا

قادہ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدۃ حواءؓ، انصاریہؓ، نصر بن الذریعہؓ، ملا سیر علی شافعیؒ فرماتے ہیں اسفر و ابانجری کی  
 بہت شراذہ لفظ ہے۔ علامہ ابن حجر مستطانی فتح الباری ص ۳۸ میں فرماتے ہیں صحیحہ غیر واحد۔  
 عمل شارح:۔ عن ابن مسعود قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح من  
 الغد قبل وقتہا۔ رواہ البخاری ص ۲۲۳۔ وسلم صلاۃ والوداد ص ۲۹۴۔ قبل وقتہا میں وہ احتمال میں۔  
 قبل وقتہا المعنای ۲۔ قبل وقت صلوۃ الفجر۔ احتمال ثانی کا کوئی قائل نہیں کیونکہ بالاتفاق وقت سے قبل صلوۃ الصبح  
 صحیح نہیں۔ تو یقیناً احتمال اول ہی متبیین ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ اسفار میں نماز پڑھنے  
 کی تھی لیکن اس دن اس عبادت معروضہ کے خلاف صبح کی نماز پہلے غس میں پڑھ لی۔ وہو المظرب۔

علامہ عینی اور علامہ زبلی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں هذا دليل على انه صلي الله  
عليه وسلم كان يفسر بالفجر دأباً وقليلاً صلوا بغسل۔ ۳۔ ارشاد شارح:۔ عن سراج قال  
 سمعت رسول الله قال لبلال فوتر بصلوة الصبح حتى يبصر الفجر مواضع بنسبهم لرواه ابو داود  
 الطيالسي وابن أبي شيبة والطبراني وحاکم وعبد الرزاق (علامہ ابن حجر مستطانی نے اس حدیث کو  
 اپنی کتاب تلخیص الجیر میں نقل فرمایا اور اس کی سند پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔

۴۔ عمل شارح:۔ قال ابوہریرۃ الاسلمی۔ کان یقتل (ینصرف) من صلوۃ الغداة حین یبصر الفجر  
 حلیئہ۔ رواہ البخاری ص ۲۵۰۔ مسجد نبویؐ کی چھت نیچی تھی اور دیواریں چھوٹی۔ تو مسجد میں اپنے ساتھی کو پہچان  
 لینا اس بات کی یقین دلیل ہے کہ مسجد کے باہر اتنی روشنی ہوتی تھی کہ جس کے اثرات مسجد میں بھی پہنچ جاتے تھے۔  
 ۵۔ عمل شارح:۔ عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الغداة حین یفسر البصر (رؤی)  
 رواہ ابو یعلیٰ باسناد حسن۔ ۶۔ ابراہیم غنی:۔ قال ابراہیم النخعی ما اجتمع اصحاب محمد علی شیء ما اجتمعوا  
 علی التزیر بالفجر۔ (رواہ الامام طحاوی وابن ابی شیبہ ص ۲۰۰)۔ ۷۔ عمل شارح:۔ عن جابر قال کان یؤخر  
 الفجر کما سہا رواہ الطحاوی۔ اس کے علاوہ اثر علی، اثر سائب بن زید، اثر انس بن مالک، اثر ابن مسعود طحاوی  
 وغیرہ میں موجود ہیں۔

جوابات:۔ حدیث الباب کے جوابات: ۱۔ منسوخ:۔ احادیث نفس منسوخ میں۔ اور احادیث اسفارنا سخ  
 اس بات کی تائید امام الحرمین حضرت ابراہیم غنیؒ کے قول سے ہوتی ہے۔ ما اجتمع اصحاب محمد الی اخیرہ (قالہ  
 الطحاوی وعینی وصاحب البدایۃ والنهاية)۔ ۲۔ تفسیر بصیرت کثیر، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے  
 ہیں کہ اسفر و ابانجری کا معنی امر ہے۔ جو وجوب کا مقتضی ہے۔ اور انہ اعظم للاجر سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمت  
 اجر کی وجہ کثیر عبادت ہے۔ اگر کہیں احادیث سے اقامت صلوۃ فی النفس ثابت ہے تو اس اعتبار سے کہ حضرات



صحابہ تنجید کے مادی تھے اور یہ حضرات مسجد نبوی میں ہفت نفل جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اور حضرات احناف کے ال بھی اگر نفلیس میں یکچکر نمازت ہو جائے تو اس صورت میں نفل اسفار سے افضل ہوگا۔ کما فی شہر رمضان۔  
ام سرسفر فرماتے ہیں یستحب التعلیس اذا اجتمع الناس۔ شامی ص ۴۰۰۔ بحوالہ اللہ ص ۱۵۵۔ احقر کے ال ہیں جواب سب سے بہتر ہے۔ ۳۔ ادراج راوی :- حدیث الباب میں ما یعرفن کے بعد من الغلس کے الفاظ راوی کی طرف سے مدح میں حضرت عائشہ کا نقل نہیں۔ اس کی تائید امام ابن ماجہ کی روایت ص ۴۰۰ اور امام طحاوی کی روایت ص ۴۰۰ سے جوئی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے فلا یعرفن احد تعنی من الغلس۔ یہاں لفظ تعنی اس بات پر مراحتہ دال ہے کہ من الغلس کا کلمہ راوی کا ہے۔ حدیث کا متن نہیں۔ اور ابن ماجہ کی سند زہدی کی سند سے زیادہ عالی ہے۔ سفیان بن عیینہ عن الزہری عن مردہ عن عائشہ اور اسی طرح امام طحاوی کی سند بھی امام ترمذی سے عالی ہے اور اس میں من الغلس کے الفاظ بالکل نہیں۔

۴۔ عدم معرفت بوجہ بیعت مسجد۔ الشیخ السید الطامہ محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کعبہ جنوب کی طرف ہے۔ اور مسجد نبوی کی دیواریں چھوٹی تھیں۔ سورج کی روشنی مشرق سے چوٹتی ہے۔ لہذا اگر خارج مسجد میں اسفار بھی ہو تو داخل مسجد میں اندھرا ہوگا۔ جس کی وجہ سے معرفت نسا۔ ممکن نہ تھی۔  
۵۔ جواز نفلیس بدین تفصیل :- بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث الباب ہمارے مستثنیٰ نہیں۔ وہ اس طرح کہ حدیث الباب سے صلوۃ البیض کا جواز فی الغلس معلوم ہوتا ہے اولیت نہیں دشمن قاتلون ہم اختلاف اولیت میں ہے جواز میں نہیں۔ احادیث اسفار سے اولیت معلوم ہوتی ہے مثلاً اعظم للاجہا۔ لہذا وہ رائج ہوں گی۔ ۶۔ بوجہ حضور نسا :- بعض حضرات نے یہ توجہ بیان فرمائی کہ تعجیل صلوۃ کی وجہ عورتوں کا مسجد میں آنا جائز تھا۔ اس کے علاوہ بعض حضرات نے معرفت کی دو تہیں بتائیں۔ معرفت نوعی اور معرفت شخصی۔ اگر معرفت شخصی لی جائے تو یہ دن کو بھی ممکن نہیں۔ اور اگر معرفت نوعی مراد ہو تو یہ نفلیس میں بھی ممکن ہے۔ اسی طرح نفلیس میں دو احتمال ہیں نفلیس خارج مسجد۔ نفلیس داخل مسجد۔ احقر کے ال بہتر جواب یہی ہے کہ اصل مقصود کثیر جماعت ہے۔ (بسیا کہ عشاء کے بارے میں تاخیر الی ثلث اللیل فرمایا) تو اگر کثیر جماعت نفلیس میں ممکن ہو تو عند احناف نفلیس مستحب ہے۔ کما فی شہر رمضان۔ اور اگر کثیر جماعت اسفار میں ممکن ہو تو پھر اسفار مستحب ہے۔ مسلک حنفیہ موجودہ لوگوں کے تعاملوں اور طبائع کے مطابق ہے۔ اور امت محمدیہ کیلئے یہ سر کا پہلو اسی میں مضمر ہے۔

دلیل ثانی کے جوابات :- ۱۔ تغنیف : امام ابو داؤد نے خود اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کی تغنیف فرمائی ہے۔ کیونکہ امام زہری کے مشہور تلامذہ حضرت معمر امام مالک، سفیان بن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اللہ

لیث بن سعد وغیرہم اس عبارت کو اپنے شیخ سے نقل نہیں فرماتے۔ مرت اسامہ بن زید لشیخ کا تفسر ہے۔ (ابو داؤد)  
۲۔ بیان اوقات :- مسئلہ الزہراء صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ ایک طویل حدیث کا کڑا ہے جس  
میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اوقات صلوة کی تعلیم دی  
تھی اور آپ نے ایک دن صبح کی نماز غس میں ادا فرمائی اور دوسرے دن اسفار میں۔ درجہ معمول اسفار میں ہی  
نماز پڑھنے کا تھا۔ جیسا کہ سابقہ دلائل سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ اس دلیل کے جوابات وہی ہیں جو دلیل  
اول کے تحت گزرے۔

## ۱۱۔ تحقیق شفق میں اختلاف مع دلائل و وجوہ ترجیح :-

انتہائے مغرب میں اختلاف کی وجہ  
اختلاف معنی شفق ہے۔ لغت شفق

کا اطلاق حمرة اور یامنی دونوں پر ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ الشفق اختلاف  
فرد الشمس بسواد الليل عند غروب الشمس۔ گویا شفق حمرة اور یامنی دونوں کا نام ہے۔ صاحب مجمع البحار کہتے ہیں  
الشفق یطلق علی الحمرة والبیاض۔ اس اختلاف معنی کی وجہ سے حضرات صحابہ اور حضرات تابعین کے  
دونوں مختلف فیہ چلے گئے ہیں۔ قول اول :- خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر، سیدنا مہدی بن جبریل، سیدہ

صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ، رئیس المؤمنین سیدنا ابو ہریرہؓ، جبر اللہ سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا انس بن مالک  
سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ، امام القراء سیدنا ابی بن کعبؓ، خلیفہ عادل سیدنا عمر بن عبد العزیزؓ، امام اعظم امام ابو حنیفہؓ  
امام مالکؓ، روایتی امام شافعیؒ فی القول القدیم، امام اوزاعیؒ، محدث وقت سیدنا ابن مبارکؒ، امام زہریؒ، امام ابو ثورؒ  
حضرات ائمہ سنیہ میں سے امام النخو امام ترمذی، امام فہر، امام ثعلب، امام لغت ابو عمر کے ہاں الشفق هو البیاض۔  
قول ثانی :- سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبادہ بن صامت، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، حضرات صاحبین، امام طحاوی،  
امام سفیان ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ، امام داؤد ظاہری، امام ابو حنیفہؒ فی روایت (روایت اسد بن عمرو) کے ہاں الشفق هو الحمرة۔  
دلائل ائمہ :- ۱۔ اثر ابن عمرو، عن ابن عمر قال الشفق هو الحمرة (سردا مالک فی الموطا) ۲۔ قول شارح،  
عن ابن عمر قال قال رسول اللہ الشفق هو الحمرة۔ داؤد ظاہری۔

دلائل احناف :- ۱۔ حدیث الباب، عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آخر  
وقتھا المغرب حین یغیب الشفق وان اول وقت العشاء الاخرۃ حین یغیب الافق۔ الحدیث  
بخلاف الترمذی حدیث مذکور میں مغرب کے آخری وقت غیبتہ شفق اور عشاء کی ابتداء سمیے غیبتہ افق کو  
متعین فرمایا۔ یقیناً افق کی غیبتہ۔ غیبتہ بیاض کے بعد ہوا کرتی ہے۔ گویا شفق هو البیاض لا الحمرة۔ اگر غیبتہ حمرة  
کے بعد سفیدی میں افق کے غائب ہونے کے کیا معنی؟ ۲۔ ارشاد باری تعالیٰ، قرآن مجید میں ہے۔ فلا  
تسمعوا للشفق واللیل وما یسقی۔ آیت مذکور میں شفق اور لیل کو عطفاً ذکر کیا گیا ہے۔ العطوف یکون



معا یوماً للمعطوف علیہ گریاشن کے معنی میں سے مختلف ہوں گے۔ اور لیل بالاتفاق ظلمت ہی ہے نہ  
 شفق تقریباً بالاتفاق شب من طہرے گی۔ وصرہ المطلوب۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل اقوال سے ہوتی ہے۔ علامہ  
 ابن کثیر شافعی فرماتے ہیں کہ کان اللہ عنہ وجل اسمہ بالبیضاء والظلالہ ابن کثیر منہ۔ تو علامہ ابن کثیر کے حال  
 شفق سے مراد ضیاء اور لیل سے مراد ظلام ہے۔ (۲) ابن ابی ہریرۃ الشفق هو البیاض من (۳) قال مجاهد  
 الشفق انه هو النہار قالہ الجصاص وابن کثیر۔ نہ کمال شارح: عن ابی مسعود الانصاری  
 یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العشاء حین یسوء الافق۔ ابو داؤد مسندہ وابن حبان  
 وصحیحہ ابن خزمیدۃ والنسائی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ غیبرتہ حمرة کے بعد افق اسود نہیں ہوتا۔ بلکہ غیبرتہ بیاض  
 کے بعد ہوا کرتا ہے۔ ۵۔ عمل شارح:۔ عن جابر بن عبد اللہ عن بلال للعشاء حین ذهب یاض النہار

(۱) ابو الشفق رواہ الطبرانی بسند حسن وقال العیثمی اسنادہ حسن (۲) ۴۔ دلیل عقلی امام طہارانی فرماتے ہیں  
 کہ غیبرتہ حمرة اور بیاض دونوں کا حکم آپ کے ہاں ایک ہے۔ کہ حمرة اور بیاض دونوں داخل فی الغیبر ہیں تو عقل و نظر کا  
 تقاضا یہ ہے کہ مغرب میں بھی بیاض اور حمرة دونوں کو مغرب میں داخل ہونا چاہیے۔ ان دلائل کے علاوہ اہل  
 لغت اور علماء نحو کے بیسیوں اقوال سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ الشفق هو البیاض لا الحمرة۔

**جوابات ووجوہ ترجیح:** ۱۔ اثر موقوف: امام بیہقی اور علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن  
 عمر کی حدیث مرفوعہ اصل میں اثر موقوف ہے۔ اور وہ ابن عمر کی اپنی رائے ہے۔ گویا سابقہ دونوں روایات  
 اصل میں حضرت عبد اللہ بن عمر کا اثر ہی ہیں۔ ۲۔ کثرت دلائل: یہ عزائم احادیث کے دلائل کثیر ہیں۔ (۳) آثار  
 مرفوعہ ہیں۔ نیز مزید بالقرآن وبالقیاس ہیں۔ اس کے علاوہ علماء لغت اور اصحاب فن کے اقوال سے بھی مسک  
 عنینہ کی تائید ہوتی ہے۔ (۴) اجماعاً صحیح: امتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مسئلۃ العشاء بیاض اور حمرة کے بعد  
 ادا کی جائے۔ کیونکہ اس وقت اثر اربعہ کے ہاں نمازی کی نماز صحیح ہوگی۔ بخلاف بعد حمرة کے کہ اکثر فقہاء اور محققین  
 کے ہاں نماز درست نہ ہوگی۔

۱۲۔ **صلوۃ کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:** ۱۔ بمعنی الدعاء: صلوۃ اسم مصدر ہے اور صلی یصلی تعلیۃ سے ماخوذ ہے۔  
 جہود اہل لغت اور فقہاء کے ہاں صلوۃ کے حقیقی معنی دوا کے ہیں۔ اور مغانی آخر میں اس کا استعمال مجاز ہے۔ ارشاد باری  
 تعالیٰ ہے وَصَلَّ عَلَیْہِم اِنْ صَلَّوْتَکَ سَکُنَ لَہِمُ الْاٰیۃ۔ سورۃ توبہ آیت ۱۰۳۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ  
 ای ادرع لہم واستغفر لہم (۱۳)۔ ارشاد شارح ہے ان کا صائم فلیصل (الحديث) ای فلیصل  
 لہم۔ بخیر والبرکۃ۔ اسی معنی کے اعتبار سے نماز جنازہ پر صلوۃ علی المیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ صاحب مسلم العلوم  
 نے صلوۃ اور دعا کو مترادف قرار دیا ہے۔ لیکن ابن القیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام فی الصلوۃ علی غیر الانام میں اس

نماز کا انکار فرمایا ہے۔ نماز چوتھو اذعیب کے مجموعے کا نام ہے اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ ٹوگوا صلوٰۃ کا  
 نماز الملاق من قبل تسمیۃ اکل باسم الحرم۔ جیسا کہ بعض مقامات میں تسمیۃ اکل باسم الحرم کے الفاظ ہوں کہ نماز  
 رادل گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ واسکعوا مع امر العین اسی صلوا مع الصلین (انکشاف الزمخشری ص ۱۱۱)  
 ۲۔ بمعنی اللین (نرم و نازک) : علامہ ابن فاریس فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ صلیت العود بالنار سے ماخوذ ہے اور اہل عرب کا  
 محاورہ ہے کہ صلیت العود بالنار اذا التبتہ وقومتہ۔ (آگ کے ذریعے کڑی کو نرم کیا اور سیدھا کیا)  
 تو ہر نماز پر صلوٰۃ کا اطلاق اس اعتبار سے ہوگا کہ الصلوٰۃ کناسر تقوم الصلّی وتمنعہ عن السریخ۔ یعنی نماز  
 نمازی کہ اصلاح کرتی ہے اور فواجش سے بچاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے ان الصلوٰۃ تمنہی عن  
 الفحشاء والمنکر۔ اور اسی طرح معنی میں خشوع و خضوع کے ذریعے عاجزی و نرمی آجاتی ہے۔ (فقہ اللغۃ ص ۴)  
 ۳۔ بمعنی التبرع : بعض اہل لغت کے اہل صلوٰۃ معنی سے ماخوذ ہے اور مصلی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو گھڑ دوڑ  
 میں دوسرے پر پر آئے۔ تو نماز پر صلوٰۃ کا اطلاق اس اعتبار سے آتا ہے کہ ارکان خمسہ میں سے شہادت توحید و  
 رسالت کے بعد نماز کا مقام ہے۔ علامہ الزمخشری فرماتے ہیں کہ چوتھو مقتدی امام کے تابع ہوا کرتا ہے اس لئے اسے  
 مصلی کہتے ہیں۔ عند البعض امام، مقتدی اور مصلی پوزکر حضور اکرم کے افعال و اقوال کے تابع ہوتے ہیں اس اعتبار سے  
 نماز پڑھنے والے کو مصلی کہتے ہیں۔ (المصباح المفید ص ۴۸) اس کے علاوہ عند البعض بمعنی التذریب یا بمعنی الرحۃ قال العینی  
 یا بمعنی الامتثال علی الشیء یا بمعنی التقرب امانی ص ۱۹۲۔ یا بمعنی صلویں بھی ہے۔ (اختارہ الزمخشری فی الکشاف ص ۱۱۱)  
**تعریف اصطلاحی** : الصلوٰۃ فی الشریعۃ عبارتہ عن الاسکان والافعال المخصوصۃ۔ حضرات  
 فقہاء کرام کے اہل اصطلاح شریعت میں صلوٰۃ کے مذکورہ معنی حقیقی اور بمعنی الدمار مجازی ہیں۔ لیکن لغوی اعتبار  
 سے اس کا مکس ہے۔

۱۳۔ **وقت شریعتیہ** : اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ پانچوں نمازوں کی فرضیت معراج کی رات ہوئی۔ اور  
 حضرت جبریل علیہ السلام تعلیم اوقات کیلئے اسی رات کے اگلے دن بوقت ظہر و دوں تشریف لاتے رہے (کنزانی  
 سیرت محمد بن اسماعیل والعمدہ ص ۱۱۵ اور الفتح ص ۱۱۲) لیلۃ المعراج کے متعلق علماء و محققین سے مندرجہ ذیل روایات

منقول ہیں۔ (۱) لیلۃ السبت، ۱۷ رمضان بمطابق ۱۲ نبوی یعنی ہجرت سے ۱۸ ماہ قبل۔ (۲) ستائیس ربیعہ نبوی  
 و ہوا الشہور۔ اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے نماز قائم فرمائی  
 اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہجرت سے چھ ماہ قبل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ۳۰ نبوی سے سنہ نبوی تک مختلف اقوال  
 منقول ہیں۔ **دلائل مشروعیۃ صلوٰۃ** : قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چار آیات میں صلوٰۃ خمسہ کی طرف اشارہ کیا گیا  
 ہے (۱) فسیبکھن اللہ حین تمسون وحین تصبحون۔ ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا



من تظہرون۔ (۱) اقم الصلوة طس فی النہار و زلفا من اللیل۔ (۲) اقم الصلوة لعلک  
 الشمس الی عنق اللیل و قرآن الفجر۔ (۳) و صبح بحد سربک قبل طلوع الشمس و قبل  
 غروب و بعد من اناء اللیل و صبح اطراف النہار۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پانچوں نمازوں کی مشروطہ  
 لیلة المعراج میں ہوئی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ سورت ہنسی میں سے کوئی نماز لیلة المعراج سے قبل فرم  
 تھی یا نہ؟ (۴) عند الجہور لیلة المعراج سے قبل کوئی نماز نہ حضور اکرم پر فرم تھی اور نہ ہی آپ کی امت پر۔ علامہ ابن  
 بطال شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لعین علی نبینا صلوة معنہ صنة قبل الاسلام۔ (۵) امام شافعی کی  
 تحقیق یہ ہے کہ صلوة تہجد حضور اکرم پر لیلة المعراج سے قبل فرم کر دی گئی تھی، ان کے اس قول کی تائید سورۃ نزل کی آیت  
 سے ہوتی ہے۔ (۶) علامہ نور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم لیلة المعراج سے قبل فجر اور عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔  
 اور حضرات صحابہ سے بھی ان دونوں نمازوں کی اقامت قبل المعراج ثابت ہے۔ لیکن ان دونوں نمازوں کی ادائیگی بطور  
 ادائے فرضیت کے تھی یا ادائے نوافل کے۔ اس میں پھر دو قول ہیں۔ بہر حال ان دونوں نمازوں کا حکم مندرجہ ذیل دلائل  
 سے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ۱۔ و صبح بحد سربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب۔ ۲۔ و صبح  
 بحد سربک بالعشی و الالبکاس۔ (۳) علامہ عینی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معراج سے قبل فجر اور عشاء و فرم  
 تھی۔ اور اپنی تائید میں حضور کا فرمان من صلی البردین دخل الجنة پیش فرماتے ہیں۔ بالاتفاق بردین سے مراد صلوۃ  
 صبح اور عشاء ہے۔ (۴) فرضت الصلوة اولاً رکعتین بالغداة و رکعتین بالعشی و هو معنی فی قولہ من صلی  
 البردین دخل الجنة۔ البردان صلوۃ الصبح و العشاء۔

۱۴۱ فصل فی صلوۃ، اس بات پر ملاحظہ ہو کہ صلوۃ انبیاء سابقین پر بھی فرم کی گئی تھی۔ جیسا کہ خاتم النبیین سید  
 الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام پر فرم ہے۔ اس اعتبار سے نماز امت کے خصائص میں سے نہیں۔ لیکن وقتاً فوقتاً  
 اس میں تغیر ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دو نمازیں صبح اور عصر فرمیں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام کی نمازوں میں رکوع نہیں تھا۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کو جب اقامۃ صلوۃ کا حکم دیا گیا تو ارشاد باری  
 ہوا کہ واسکعوا مع البراکعین۔ پانچ نمازیں ارکان ہنسی کے شکل میں تحفہ اس امت محمدیہ کو تھیں۔ اس اعتبار سے صلوۃ امت  
 محمدیہ کے خصائص میں سے ہے۔ حضرت علامہ نور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عیسائی کی کتاب میں پڑھا  
 کہ صلوۃ المنفسد و ساجد و الجماعۃ رکعات و صلوۃ الیہود قائمات و انما بعض الاحوال ساجد یعنی عیسائی  
 کی منفرد نماز صرف سجدہ ہو کرتی تھی۔ اور بصورت جماعۃ مرت رکوع۔ یہودیوں کی نماز قائمات اور کبھی ساجد ہو کرتی تھی۔  
 آگے فرماتے ہیں کہ نماز کیلئے صفوں کا باندھنا اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ نصاریٰ کی نماز اگرچہ بالجماعۃ ہوا  
 کرتی تھی لیکن وہ سفا جمع نہیں ہوتے تھے۔

## لفظ جبریل کی تحقیق :

اہل لغت کے ہاں جبریل بمبر الجیم ہی درست ہے۔ اور بفتح الجیم بھی۔ یہ ایک غلطی نام ہے اس لئے وجود مسبین کی وجہ سے غیر معروف ہے۔ جبرائیل سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں انہ بمعنی عبد اللہ۔ کیونکہ ہر انسانی زبان میں محمد خیر عبد کے معنی میں ہے۔ اور کہہ ایل۔ اللہ کے معنی میں آتا ہے۔ اس بات پر مامار سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ حضرت جبریل افضل الملائکہ ہیں۔ (نامہ : کسی مسلمان کا نام جبریل رکھنا شرعاً درست ہے)

## حکمت صلوٰۃ خمسہ :

اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ۱۔ امر تو قیسی : قدامہ شامیج کے ہاں یہ امر تو قیسی ہے اور انسان ہاں کی حکمتوں پر مطلع ہونا ضروری نہیں۔ بغیر چون در چہا ہی تسلیم کر لینا ایمان ہے۔ ۲۔ اعتبار خواص خمسہ : انسان پر شکر نعم ضروری ہے۔ تو صلوٰۃ خمسہ ان خواص خمسہ کے شکر کی بجا آوری کیلئے فرض کی گئی ہیں۔ خواص خمسہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ذوق۔ شہم۔ سمع۔ بصر۔ لمس۔ ان خواص خمسہ میں سے ہر جس کے مختلف مدارک ہیں تو ان مدارک کے اعتبار سے صلوٰۃ کتبہ کی رکعات کی تعداد مقرر ہے۔ ۱۔ حس لمس لمس کی مدارک دو ہیں مثلاً انسانی بدن سے جب کوئی چیز لمس ہوتی ہے تو انسانی بدن یہ محسوس کر لیتا ہے۔ یہ چیز سخت ہے یا نرم۔ تو گویا قوت لامسہ دو چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔ سختی۔ نرمی۔ تو اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے صلوٰۃ میں دو رکعتیں مقرر فرمائیں۔ ۲۔ حس شہم : رب کائنات کی طرف سے انسان کو قوت شہمہ دوایت کی گئی اس قوت کے ذریعے انسان جو ارباب الہد میں موجود چیزوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ تو اس نعمت کے شکرانے کیلئے ظہر کی چار رکعتیں مقرر فرمائیں۔ ۳۔ حس سمع : اسی طرح قوت سامعہ بھی جو ارباب الہد سے ادراک کر لیتی ہے تو اس لئے عصر کی چار رکعتیں مقرر کی گئیں۔

۴۔ حس بصر : قوت بصر و بیک وقت اطراف ثلاثہ (بیمین و یسار و امام) کا ادراک کر سکتی ہے۔ جانب بائیں (خلف) کا نہیں۔ تو اس لئے مغرب کی تین رکعتیں فرض ہوئیں نہ کہ چار؟ ۵۔ حس ذوق : قوت ذائقہ چار چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔ حرارت، برودت، علادت، جموضت۔ ان چار نعم کے شکرانے کیلئے عشاء کی چار رکعتیں مقرر ہوئیں۔ (الحاس سیدہ رسل) ۳۔ کمال نبوت : امام ارفعی فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پر صبح کی نماز، حضرت داؤد علیہ السلام پر ظہر کی نماز، حضرت سلیمان علیہ السلام پر عصر کی نماز، حضرت یعقوب علیہ السلام پر مغرب کی نماز، حضرت یونس علیہ السلام پر عشاء کی نماز فرض ہوئی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی امت پر انہیں پانچ نمازوں کو فرض کیا گیا۔ مگر آپ کی خبرت درجہ کمال پر فائز ہے۔ فرماتے ہیں۔ ان الصبح کانت لآدم والظہر لمعاذ والعصر لسلیمان والمغرب ليعقوب والعشاء ليعونس فجمعہ اللہ تعالیٰ لامحمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

## ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء وفاق المدارس

عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا قالت صلی اللہ علیہ وسلم العصر والشمس فی حجرہ ما لم یظہر الفیض من حجرہا۔ ایہا الفضلاء بیتوا اختلاف الائمة فی تعجیل الصلوٰۃ و تاخیرہا ای عذین یرتحب



وینتروا ما هو المختار عند الحنفیة مع الدلائل من القرآن والحديث واحسنوا الاجابة من مستدلّات الائمّة  
المخالفةین سیمما هذا الحديث بحیث تطمین القلوب ویرضی بهما الطبع السلیم ولیکن اختلاف الایما  
ابی حلیفة وصاحبه فی انتماء وقت الظہر وابتداء وقت العصر بین عینیکم حیا کما اللہ خیر۔  
(موطا امام محمد ۳۸۳ھ، ۳۹۳ھ، ورموطا امام مالک ۳۸۹ھ)

## تنظیم المداہر

۳۹۲ھ (موطا امام محمد)

دورت الصلوة کے اول وقت الظہر اور آخر وقت الظہر کی تعیین میں۔

تفصیل کے ساتھ مذاہب اربعہ بتاؤ۔

امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان تعیین اول وقت الظہر اور آخر وقت الظہر میں کیا اختلاف ہے؟

ان پر حجت میں چار امور مل طلب ہیں۔ اختلاف اللہ کے دلائل احادیث و دلائل ائمہ ثلاثہ مع بیان اجماع و اجتہاد  
ظہر و ابتداء عصر میں امام ابوحنیفہ اور حضرات صاحبین کا اختلاف۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

## الحل

### نظر طحاوی

۱۔ مذکورہ بالا چاروں امور ترجمۃ الباب کے ذیل میں ابتداء و تحریر ہو چکے ہیں۔ ذہن نشین فرمائیے۔  
نماز ظہر نماز مغرب اور نماز عشاء کے اوقات میں بالا جماع نوافل اور فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی درست  
ہے اسی طرح نماز فجر اور نماز عصر کے متعلق طبعی وقت میں بھی فوت شدہ نمازوں کی قضاء درست ہے اگرچہ  
نوافل پڑھنا جائز نہیں لیکن نماز عصر کے اختلافی وقت یعنی اصفر و شمس میں کسی امام کے نزدیک فوت شدہ نماز کی ادار درست نہیں لہذا  
ثابت ہوا کہ اسی دن کے عصر کی نماز بھی مختلف فیہ وقت میں درست نہ ہونی چاہیے۔ ۲۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ وہ سنی جو  
سفیدی سے پہلے جو ایسی سفیدی میں نماز کی ادار درست ہے البتہ اختلاف اس سفیدی میں ہے جو سنی کے بعد ہو کہ حضرات حنفیہ کے  
ہاں درست ہے فریق ثانی کے ہاں نہیں لہذا ہم نے دیکھا کہ نماز صبح میں پہلے سنی ہے اور پھر سفیدی اور سنی و سفیدی دونوں میں نماز صبح  
درست ہے تو ایسی پر قیاس کرتے ہوئے نماز مغرب بھی سفیدی اور سنی دونوں میں درست ہوگی کما قال ائمنا المحدثون  
ذکر سنی میں درست ہوا اور سفیدی میں نہ کما قال بعض الائمة۔

اصغر کے اقصیٰ مشاہدے میں صبح اور شام دونوں وقت پہلے سفیدی ہوتی ہے اور آخر میں سنی یعنی طلوع فجر کے بعد پہلے افق میں سفیدی پائی  
ہے اور آخر میں طلوع آفتاب کے قریب سنی ایسے ہی غروب آفتاب کے فوراً بعد سفیدی ہوتی ہے اور وقت گزرتے گزرتے سنی  
پھیل جاتی ہے بہر حال نظر درست ہے کہ جس طرح نماز فجر بیاض و حمرة دونوں میں درست ہے ایسے ہی نماز مغرب بیاض و حمرة دونوں میں  
صح ہوگی۔ خواہ حمرة پہلے ہو یا بیاض بلکہ صبح اور مغرب میں مکمل ہی یکسانیت پائی گئی لہذا اسکا بھی یکساں ہوگا۔ سبحان اللہ۔

## ۲- جمع بین الصلواتین

کچھ تہیدی باتیں | حضرات ائمہ کے مسائل جاننے سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ علماء کے اہل جمع بین الصلواتین کی تین صورتیں متصور ہیں۔ ۱۔ جمع تقدیمی ۱۲۰۔ جمع تاخیری ۱۳۰۔ جمع صوی ۱۴۰۔ جمع تقدیمی :- جمع تقدیمی کی صورت یہ ہے کہ نمازی صلوٰۃ الظہر اور عصر دونوں کو وقت ظہر میں ادا کرے یا صلوٰۃ المغرب و عشاء کو وقت مغرب میں ادا کرے۔ ۲۔ جمع تاخیری :- یہ ہے کہ ظہر اور عصر دونوں کو بوقت عصر اور مغرب و عشاء کو بوقت عشاء ادا کیا جائے۔ (علی عکس الاول) ۳۔ جمع صوی :- نمازی ہر نماز کو اپنے وقت میں ادا کرے لیکن پہلی نماز کو وقت مسنون کی بجائے آخری لمحہ میں پڑھے اور دوسری نماز کو وقت مستحب کی بجائے اول وقت میں پڑھے۔ عام آدمی یہ تصور کرے کہ شاید ظہر وقت ظہر میں ادا نہیں ہوئی بلکہ وقت عصر میں ادا ہوئی ہے یا عصر بوقت عصر نہیں بلکہ بوقت ظہر ادا ہوئی ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جمع صوی کو جمع فعلی اور جمع وقتی بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عرفہ میں صلوٰۃ الظہر اور صلوٰۃ العصر کو تقدیم یا اور مزدلفہ میں صلوٰۃ المغرب اور صلوٰۃ العشاء کو تاخیر اجمع کرنا واجب ہے۔

۲۔ تفصیل مذاہب ائمہ | امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرات مساجین، امام سفیان ثوریؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، قاضی ابن ابی لیسلیؒ، امام حماد بن ابی سلیمان، اور جہوہ فقہاء و محدثین کے اہل کسی صورت میں بھی جمع تقدیمی اور جمع تاخیری جائز نہیں۔ نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں اسی طرح نہ ہی عذر (مطر یا مرض) میں اور نہ ہی بغیر کسی عذر کے۔ ہاں البتہ سفر میں جمع صوی جائز ہے۔ ۴۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں عذر کی وجہ سے جمع تقدیمی اور جمع تاخیری دونوں جائز ہیں۔ بلا عذر جائز نہیں۔

پھر یہ دونوں حضرات بیان عذر میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف دو عذر معتبر ہیں۔ ۱۔ سفر بشرطیکہ سفر، سفر قربت ہو یا سفر مباح، سفر حرام میں جائز نہیں۔ جیسے چوری اور ڈاکہ وغیرہ کے لئے سفر کرنا۔ ۲۔ مطر (خواہ سفر میں ہو یا حضر میں) امام احمدؒ کے نزدیک تین عذر کا اعتبار ہے۔ ۱۔ مطر۔ ۲۔ سفر۔ ۳۔ مرض مطلقاً (خواہ حضر میں ہو یا سفر میں) ۴۔ امام مالکؒ سے چار اقوال منقول ہیں:

۱۔ جمع بین الصلواتین مطلقاً بحالت سفر، مطر اور مرض میں جائز ہے کقول احمد۔ ۲۔ جمع بین الصلواتین مطلقاً ناجائز ہے کما قال الاحناف۔ ۳۔ جمع بین الصلواتین سفر میں بحالت سفر جائز ہے اگر کہیں قیام کے لئے تو پھر نہیں۔ ۴۔ اگر حالت سفر عیلت ہو تو پھر جمع بین الصلواتین جائز ہے وگرنہ نہیں۔ ۵۔ علامہ ابن کثیرؒ، امام شعبہؒ، ابن منذر شافعیؒ اور بعض





جیسا کہ دونوں حضرات کے اہل جمع صوئی تو جائز ہے جمع تقدیمی تاخیری نہیں۔ ۱۔ قول شراح۔ عن ابیہ  
 عباس بن محمد فوجاً قال من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اقی باباً من ابواب الکبائر۔  
 (رواہ الترمذی بسند ضعیف) اس روایت میں عائشہ بن قیس راوی ضعیف ہے لیکن اس روایت کی تائید حضرت امام محمد کی اس  
 منقول روایت سے ہوتی ہے کہ جس میں حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دو خیمہ خلافت میں تمام گورنروں کو مسکرم بھیجا  
 تھا کہ جمع بین الصلوٰۃ نہ کریں اور علت بیان فرمائی الجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد کبیرۃ من  
 الکبائر (منوط امام محمد ص ۱۲۹) (ب) دلائل فقہاء۔ یہ قائلین غریبہ الجمع کی دلیل حدیث الباب ہے  
 عن ابن عباس۔ قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الظهر والعصر و بین المغرب  
 والعشاء بالمدينة من غیر خوف ولا مطر۔ قال ابن عباس اور اذان لا تخرج اعتد (ترمذی ص ۱۲۹)  
 تاہم مسکب ثانی اور مسکب ثالث حضرت انسؓ، عبداللہ عباسؓ، کی ان روایات کو اپنی تائید میں پیش فرماتے ہیں  
 جن میں بوقت غزوہ تبوک حضور اکرمؐ نے ظہر و عصر و مغرب و عشاء کو جمع فرمایا مسلم ص ۲۶۶۔ ان روایات سے جمع تاخیری  
 کا حوالہ دے گا ابن جبہؒ کی ص ۱۶۲ والی روایت سے جمع تقدیمی کا حوالہ معلوم ہوتا ہے۔

**۴۔ جوابات**۔ جمع بین الصلوٰتین کی جسد احادیث کو بغیر غور و دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث  
 سے مندرجہ ذیل تین امور ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۔ جمع بین الصلوٰتین مطلقاً بغیر کسی عذر  
 کے جائز ہے۔ کافی حدیث الباب، حدیث ابن عباسؓ۔ ۲۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں جمع تاخیری  
 جائز ہے۔ کافی حدیث انسؓ و ابن عباسؓ عند مسلم۔ ۳۔ اسی طرح ان نمازوں میں جمع تقدیمی بھی جائز ہے  
 کافی روایت معاذ بن جبل (رواہ ابو داؤد) جمع تقدیمی کی حدیث محدثین کی نظر میں : تحقیق امام ابی داؤد  
امام ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث معاذؓ، حدیث منکر۔ اور آگے چل کر اپنا ایک تحقیقی فتویٰ  
 صادر فرماتے ہیں ولیس فی جمع التقدیم حدیث قائم۔ ۲۔ قول حاکم۔ امام حاکمؒ  
 حدیث معاذ بن جبل پر ایک طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں فمنظرنا فاذا الحدیث موضوع۔

**۴۔ منبع نزاری**۔ علامہ عینی اور شراح بخاری کی تحقیق یہ ہے : أنکر البخاری جمع التقدیم کہا بدل  
مسلک فی صحیحہ۔ ۴۔ ار اسے امام اعظمؒ نے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جمع تقدیمی میں وہ نماز تو ادا ہو جائے  
 گی جسے وقت میں پڑھی گئی۔ دوسری نماز کی ادائیگی بدستور ذمہ ہے گی کیونکہ محدثین و فقہاء کے ہاں جمع تقدیمی کی  
 حدیث سے صحیح ثابت نہیں۔

اس کے علاوہ حدیث ابن عباسؓ اور حدیث انسؓ دونوں کا جواب یہی ہے  
 کہ یہاں جمع سے مراد جمع صوئی ہے اور اس کے کئی توہیات ہیں۔ ۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل سے  
 انکا ابو داؤد نے نقل فرمایا ہے اور ہم نے اسے دلائل احناف کی دلیل ملنے کے تحت نقل کیا ہے



۲۔ خود راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ کی اپنی رائے جسے امام مسلمؒ نے نقل فرمایا ہے اور اس کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگرد ابو العشاء جب ابن زیاد کی تائید جسے ہم اولیٰ دلیل برہ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔  
۳۔ عبد بن جبر معتدلی فرماتے ہیں راوی الحدیث اور معنی بالمراد من غیرہ

۴۔ حضرت احناف کے دلائل آیات قرآنیہ ہیں۔ جو بالاتفاق قطعی الثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ قطعی الہیہ بھی ہیں۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے ليعمل بالكتاب ویرک ما عدا۔ یہ دلائل کسی تاویل و توجیہ کے متحمل نہیں۔ کیونکہ قوا و اصول پر وال ہیں بکلام و سبب فریق کے دلائل کے وہ جزئی واقعات پر مبنی ہیں جن میں کسی قسم کی تاویلات متصور ہیں۔ ۳۔ حضرت غنیہ کا مسلک کسی حدیث صحیح کے معارض نہیں بخلاف محدث شاکر وہاں پر دوسری حدیث ۱ حدیث اول کے متعارف ہے جس کے سبب ان حضرات کو دلیات بعیدہ کا استحباب گنا چڑا۔  
۴۔ مسلمانین کا ایک سنی قاعدہ ہے کہ مخیرم کو بیع پر ترجیح ہو کرتی ہے۔ اسلئے مدیم سجاد جمع بین الصلوٰۃین کو حجاز پر ترجیح ہوگی۔ ۵۔ قیاس و فقہ کا اقتضایہ یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰۃین نہ تقدیراً واجباً نہ ہمد نہ تاخیراً کیونکہ فقہ افہامیہ مغرب اور عشار فوج کو جمع کرنا بالاجماع ناجز ہے۔

## وفاق المدارس

(ترمذی) ۱۲۳۳ھ عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف ولا مطر قال فقيل لا حيث عباس ما اراد بذلك قال اراد ان لا تخرج ائمتنا عنكم تفصيل المدارس في اتياب هل يجوز العمل بهذه الحديث وما التوافق في المسئلة الفقهية والحديث وما رأيكم المصنف۔

۱۔ چارہ جات میں تجارت امور محل طلب ہیں۔ ۱۔ تفصیل مذاہب ائمہ ۲۔ حدیث الباب معمول بہا ہے یا نہیں  
۳۔ حدیث الباب اور مسئلہ فقہیہ میں بیان تطبیق ۴۔ امام ترمذی کی ذاتی رائے تفصیل درج ذیل ہے۔

## الحل

تفصیل مذاہب ائمہ کو پہلے سے قبل تحریر کیا گیا ہے۔ آخری تین امور درج ذیل ہیں  
۱۔ حدیث الباب معمول ہے یا نہیں  
حضرات احناف اور جمہور فقہاء و محدثین کے ہاں حدیث الباب سے مقصود جمع صوری ہے نہ کہ جمع تاخیری و تقدیری۔

قال الامام العيني في البناء المراد بالجمع الجمع الصوري وهو مختار الحافظ زبني حجة في فقه الباري والشوكاني في نيل المرام واستتمه لا حاشا للقرطبي

در حجة امام الحرمین و جنم یہ ابن الماحضون المالک والامام الطحاوی

۱۔ بخاری فرماتے ہیں عذا الحدیث یحمل علم الجمع الصور عن گویا امام بخاری کی دانتے  
 ہر مسئلہ میں حضرات فقہ سے متفق ہے حضرت حنفیہ اکثر الشواہد ہم اکے سوا ہاکی آکے مقدمین نے فقہانی  
 کتابت و دیلات کی ہیں جو ستم سے خالی نہیں۔ ۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ مرضی پرمول ہے بظاہر ہے کہ یہ  
 زوجہ فطہ ہے کیونکہ حضور اکرم نے حضرت مسابہ کی معیت میں جمع بین الصلوٰتین فرمایا۔ اور یہ ممکن نہیں کہ سارے حضرات  
 ہی مرضی ہوں۔ نیز امام شافعی کے اس مرضی ایسا قدر نہیں کہ جس کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین کیا جائے۔ کہ قال ابن  
 جریر شافعی فی الفتح ص ۱۱۰۔ ۲۔ بعض علماء نے فرمایا انہ جمع بعد المطر، کہ قال المالک فی القواہ و قول  
 ابی اصف ہے کیونکہ حدیث میں ہے من غیر خوف ولا مطر۔ ۳۔ عند ابی یوسف نماز کے  
 وقت بادل تھے جس سے مسلوۃ ظہر میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے عصر کی نماز اور فرمایا بادل بٹے تو مسلم ہو کر وقت مصر  
 ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ یہ تاویل انتہائی ضعیف ہے کیونکہ مغرب اور عشاء میں یہ احتمال ممکن نہیں تھا انوار  
 بہر حال مسیح توجیر وہی ہے کہ جہاں بھی جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے وہاں جمع سے جمع صوفی فرما ہے لا غیر و گرنہ  
 جمع تقریری و جمع تاخیری کے قائلین کے اس حدیث الباب میں تو حیات موجود کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

۴۔ حدیث الباب اور مسئلہ فقہیہ میں بیان تطبیق مسئلہ فقہیہ یہ ہے کہ بغیر فذر اور مرض وغیرہ کے  
 جمع بین الصلوٰتین بالاجماع حضرات میں ناہائز ہے جبکہ  
 حدیث الباب سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مسئلہ فقہیہ میں مسانعت جمع تقریری کی ہے  
 اور حدیث الباب میں جواز جمع صوفی کا ہے جس کی تفصیل درج بالا جواب مسئلہ کے تحت گزر چکی ہے۔

۴۔ امام ترمذی کی ذاتی رائے | امام ترمذی فرماتے ہیں لیس فی کتابی حدیث اجماعت  
 الاخذ علی ترک العمل ہم الاحادیث ابن عباس

گویا امام ترمذی کے اس حدیث الباب بالاجماع متروک ہے۔

تفسیر طحاوی | ۱۔ بالاجماع مسبح کی نماز میں نہ ہی جمع تقدیمی درست ہے اور نہ ہی جمع تاخیری  
 بلکہ اسکی ادائیگی وقت مقرر ہی میں مشروع ہے جس میں تقدیم و تاخیر ہا نہیں  
 لہذا باقی چنگ نمازوں میں بھی جمع تقدیمی و جمع تاخیری درست نہ ہوگی اور انھیں اپنے ہی اوقات موقوفہ مطروکہ  
 میں پڑھنا لازم ہوگا۔



## ۳۔ الاذان والاقامة

موطا امام مالک رحمہ اللہ  
سنن ابی یوسف رحمہ اللہ  
مسند احمد رحمہ اللہ  
سنن ابی داؤد رحمہ اللہ

مجموعہ احادیث لغت کے ہاں اذان باب تفصیل سے آسم مصدر ہے جیسا کہ قدس سے التالیف  
۱۔ اذان کی لغوی و شرعی تعریف: اذان کا لغوی معنی ہے اعلان اور اذان کا شرعی معنی ہے  
یا اذان باب علم لغت اور اذان یا اذان باب ضرب یضرب سے مصدر سماوی ہے بہر حال اذان کے لغوی معنی اسلام کے ہیں قرآن مجید میں  
ہے و اذان من الله ورسوله الى عباده ان اذان مؤذن (الآیۃ) اور و اذان من الناس بالجموع (الآیۃ)۔  
۲۔ اذان شرعی تعریف: الاذان بالفاظ مخصوصہ فی اوقات مخصوصہ لاحضار الناس للصلوة المفروضة صلوة مفروضہ  
کی قید سے نماز جنازہ، عیدین اور جمعہ نوافل خارج ہو گئے کیونکہ ان کے لئے اذان و تکبیر نہیں ہے۔  
عند العلماء اذان لینے میں درج ذیل حکمتیں ہیں ۱۔ استحضار اسلام کا اظہار ۲۔ بیان  
اذان کی حکمتیں ۳۔ توحید و رسالت ۴۔ وقت صلوٰۃ کے دخول کی اطلاع ۵۔ مکان صلوٰۃ کی حسیب۔

۵۔ اہمیت مسلمہ کو اجتماع کی دعوت۔

۲۔ بیان مراد حدیث: اپنے خواب کو بیان کیا جس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ بیٹات ایک سچا خواب ہے آپ حضرت بلالؓ کیساتھ  
چلے جائیں اور انہیں وہ کلمات سناتے جائیں جو خواب میں آپؐ کو سنائے گئے تھے کیونکہ حضرت بلالؓ کی آواز نسبتاً اونچی تھی اور خوبصورت  
بھی، اس لئے وہی ان کلمات کو بلند آواز سے کہتے جائیں حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جسوقت حضرت فاروقؓ نے حضرت بلالؓ  
سے اذان کے کلمات کو سنا تو اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ جلدی کیوجہ سے آپؐ کی چادر مبارک زمین  
پر گھسٹ رہی تھی اور یہ کلمات اپنے زبان مبارک سے کہتے چلے جا رہے تھے کہ اے اللہ کے رسول اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبیؐ کی حق  
بنا کر بھیجا کہ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جس طرح کا حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے دیکھا ہے تو اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا سب تعریفیں  
اس پر ردگار کے لئے ہیں جو معبود برحق ہے یہ حدیث مسند امام احمدؒ ابن ماجہؒ صحیح ابن حبانؒ وغیرہ میں بھی موجود ہے اور اسکی سند صحیح ہے  
وقال البخاری فهو عندی صحیح نصب الراية ص ۲۵۹ شرح المہذب ص ۱۴۱۔

۳۔ مشرعیۃ اذان کی ابتدا: اذان کی وقت مشرعیۃ میں حضرات محققین اور اصحاب سیر سے متعدد اقوال منقول ہیں۔  
۱۔ آمد جمہور کے ہاں اذان کی مشرعیۃ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ بن عبد ربیعؓ کے  
خواب سے اور حضور اکرمؐ کی وحی مبارک سے ہوئی۔ امام غزالیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس رات چودہ صحابہ نے کلمات اذان کو خوابوں میں سنا۔  
اب ہمیں اختلاف ہے کہ یہ کون سا سنہ تھا جمہور محدثین کے ہاں یہ سنہ کا واقعہ ہے (وہو الرابع درجہ الشوکافی فی السیلۃ وہہ حسنہ)  
حافظ ابن حبیبؒ فی تہذیبہم امام بخاریؒ کی کاسرۃ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اذان کی مشرعیۃ ہجرت کے فوراً بعد سنہ میں ہوئی۔

ہو کر انہوں نے آیات قرآنی ۱۔ واذا نادیتهم الى الصلوة (۱۱۱) ۲۔ واذا نودى للصلوة من يومها لجمعته (۱۱۲) سے مرثہ دعوت اذان  
 ۱۔ اذان کا ایک حصہ اور بالاتفاق جمعہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد سترہ میں ہوئی صاحب دارالتمار اور علامہ نووی کی تحقیق یہی  
 ہے کہ کسی ابتدائی سن اول میں مسلم نبوی کی بنارس کے فوراً بعد ہوئی ۲۔ عند البعض ہجرت کے بعد سترہ میں حضرت عبداللہ رضی  
 اللہ عنہ بیتہ کا واقعہ پیش آیا اور اذان کی مشروعیت سترہ میں ہوئی کریم قال الملّا علی القاری و صاحب مواہب اللہ فیہ ۳۔ عند البعض  
 اذان کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل سیدہ الاسری میں ہوئی جیسا کہ طبرانی کی روایت ظاہر ہے لیکن محدثین کے ہاں یہ حادثہ صحیح  
 نہیں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں ولا یصح منہ شیء عن ہذا الادیث ۴۔ اذان کی مشروعیت  
 مدینہ المعینہ کے بعد اس صبح میں ہوئی جس صبح حضرت جبرائیل علیہ السلام امامت کے لئے تشریف لائے یہ قول بھی مرجوح اور غیر معتبر ہے ۔  
 ۵۔ عند البعض یہ اذان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اذان سے ماخوذ ہے اور یہ حضرات و اذان فی الناس بالیچہ کی آیت کو بطور دلیل پیش  
 کرتے ہیں یہ قول انتہائی ضعیف اور غیر صحیح ہے ۔

۴۔ اذان کی شرعی حیثیت :- ذیل دو آیات سے تشریف اذان کو ثابت فرمایا ہے ۔ ۱۔ قَدْ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ ۙ اِذَا

۵۔ عدد کلمات اذان میں اختلاف ائمہ :- ثوری امام ابراہیم نخعی اور حماد فقہاء کا مذہب ہے کہ اذان کے کلمات پندرہ ہیں یعنی اس مسلک کے قائلین کے ہاں ترجیع الشہادتین مسنون نہیں البتہ آغاز اذان میں ترجیع بکبیر ہے صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ ترجیع نہ تو مستحب ہے اور نہ ہی مکروہ بلکہ مباح ہے گویا یہ اختلاف جواز و عدم جواز کا نہیں بلکہ افضل و مفضول کا ہے۔ صاحب درالمختار نے امام ابو یوسف علیہ روایت نقل کی ہے کہ اذان کے کلمات تیرہ ہیں نہ تو ترجیع ہے اور نہ ہی ترجیع ائمہ امام دارالہجرۃ امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ اذان کے کلمات سترہ ہیں یعنی ترجیع الشہادتین مسنون ہے مگر آغاز اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ کی بجائے دو مرتبہ کہنا مسنون ہے گویا امام مالک کے اذان ترجیع ہے ترجیع نہیں ائمہ۔ امام شافعی کے ہاں کلمات اذان انیس ہیں گویا ان کے اذان ترجیع بھی مسنون ہے اور ترجیع بھی ائمہ۔ بعض محدثین کے نزدیک ترجیع اور ترجیع میں اختار ہے تو گویا کلمات اذان تیرہ، پندرہ، سترہ اور انیس ہیں۔

۱۱۔ کلمات اقامتہ میں اختلاف اممہ :- امام اعظم ابوحنیفہؒ امام احمد بن حنبلہؒ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ربیعؒ اور ربیع میں اختیار ہے کوئی کلمہ اس میں سے نہ لے کر اور نہ اس میں سے کلمہ نہ لے کر۔



کی طرح کہے جاویں گے ۲۔ امام دارالجمہور امام مالک نے ان کلمات اقامۃ دین میں یعنی بحیرہ کے علاوہ باقی جملہ کلمات اذان کو اپنے ہاتھ سے  
جائے ۳۔ امام شافعی امام احمد کا مسلک ہے کہ اقامۃ کے کلمات گیارہ ہیں یعنی جملہ کلمات کو بار بار کہا جائے گا سوائے بحیرہ کے۔

۱۔ اذان فرشتہ :۔ عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ

۲۔ کلمات اذان میں دلائل احناف :۔ کو جس فرشتہ نے اذان کی تعلیم دی تھی اسی میں ترجیح کا کوئی ذکر نہیں امام ابو داؤد

حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربیع کی حدیث کو تین صفحوں میں مختلف اسناد سے بیان فرمایا ہے ان میں سے کسی بھی روایت میں ترجیح نہیں

کا کوئی ذکر نہیں ابو داؤد دمشقی ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹ کے علاوہ صحاح ستہ کی جن جن کتابوں میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربیع کی روایت موجود ہے

باتفاق ائمہ تین کسی میں ترجیح ثابت نہیں یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ رئیس المحققین امام غزالی کی تحقیق کے مطابق چودہ صحابہ نے اپنے اپنے اذان

میں مالک کی زیارت فرمائی اور ان سے اذان کے کلمات سنے گئے ان تمام فرشتوں کی اذانوں میں ترجیح نہ تھی ۲۔ اذان بلا لے :۔ حضرت

بلال رضی اللہ عنہ اور ان سے اذان کے کلمات سنے گئے ہیں باتفاق ائمہ تین آپ حضور اکرم کے سفر و حضر کے مؤذن بلکہ رئیس المؤذنین تھے وہاں ان کی

آپ فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد اذانیں دیتے رہے کسی روایت صحیح سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے اذان میں ترجیح شہادتین فرمایا ہو اذل

ابن الجوزی ۳۔ اذان عبد اللہ بن ام مکتوم :۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رمضان المبارک میں سحری کے وقت حرم نبوی میں اذان

دیا کرتے تھے انکی اذان باتفاق ائمہ تین ترجیح سے خالی ہے ۴۔ حدیث الباب :۔ عن عبد اللہ بن زید قال کان اذان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفعاً فی الاذان والاقامة (ترمذی ص ۲۵) ۵۔ عن ابن عمر :۔ قال کان الاذان

فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثنی مثنی (رواہ النسائی ص ۲۵) ابو داؤد (۲۷۷) وقال ابن الجوزی اسنادہ صحیح

۶۔ مسجد قباء کے مؤذن :۔ صحابی رسول حضرت سعید قرظ کی اذان بھی ترجیح سے خالی ہے ۷۔ اذان ابی محمد ورہ :۔

امام طبرانی نے حضرت ابو محمد ورہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں ترجیح کا ذکر نہیں بہر حال سوائے حضرت ابو محمد ورہ کی مشہور روایت

والی اذان کے کسی صحابی رسول کی اذان میں ترجیح شہادتین مذکور نہیں

۸۔ کلمات اقامۃ میں دلائل احناف :۔ ۱۔ حدیث الباب :۔ عن ابن عمر

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفعاً فی الاذان والاقامة (ترمذی ص ۲۵) ۲۔ عن ابی محمد ورہ :۔ ان

رسول اللہ علیہ السلام سبع عشرة كلمة رواه ابو داؤد والنسائی ۳۔ عن سويد بن غفلة :۔ قال سمعت بلالاً

یؤذن مثنی ویقیم مثنی (رواہ الطحاوی ۴۔ طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربیع کی ایک

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الملائکۃ المنزل من السماء اذن مثنی واقام مثنی علامہ ابن حنیم ظاہری فرماتے ہیں کہ

هذا اسناد فی غایۃ الصمیمۃ و یہ قال ابن الجوزی وابن دقین العید المالکی ۵۔ عن ابی جحیفۃ ان بلالاً

کان یؤذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (رواہ الدارقطنی ص ۲۳۲) ۶۔ عن بلال :۔ قال کان

اذانہ واقامۃ مؤتین مؤتین (رواہ عبد الرزاق ص ۱۶) واخرجہ الطبرانی علامہ مارونی فرماتے ہیں ہذا

سند ثابت ہے۔ عن جہاد الاقامة عشرۃ مشرۃ ہو سکتا۔ استغفہ الامراء بن ایتار بنو امیہ کا فعل ہے یہاں  
 اب اقامۃ میں صحاح ستہ کا جملہ احادیث کو دیکھئے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کے ہوا باقی جملہ مؤذنین اقامۃ شفعاً پڑھا کرتے  
 تھے اور حضرت سید بن فضلہ کی روایت سے معلوم ہو کہ یہ حضرت بلالؓ ہی ابتدا میں ایتار پر عمل پیرا تھے لیکن بعد میں شفع پر عمل کرنے لگے  
 الحاصل یہ۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ حضرات احناف کے ال باب اذان اور باب اقامۃ میں اصل میں فرشتے کے  
 کلمات ہیں جو چونکہ صحابہ کے خوابوں میں تشریف لائے تھے۔

## ۸۔ دلائل ائمہ

تاکلین ترجیع اپنی آئید میں حدیث الباب کو پیش فرماتے ہیں عن ابی محمد و رۃ ال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقمۃ و التی علیہ الاذان حرفاً  
 لوصف الاذان بالترجیع ارداء الترمذی ص ۱۱۱۱۔ اکی باب میں حضرت ابو محمدؓ کی ایک اور روایت ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم علیہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ و الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ حدیث الباب مختلف سندوں سے صحاح ستہ  
 کی پانچ کتابوں میں سوائے بخاری کے موجود ہے اور بالاتفاق اسکی سند میں کوئی سُقم نہیں اقامت میں تا کلین ایتار و فراد کی دلیل حدیث  
 ہے۔ عن انس بن مالک قال اُمّ بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ ارداء الترمذی ص ۱۱۱۱۔ یہ بھی صحاح ستہ کی جملہ کتب میں موجود  
 ہے اور اسکی سند صحیح ہے امام الہک فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں الاقامۃ کا استثناء ثابت نہیں اس لئے قد استیضحت الصلوۃ کے کلمات  
 بھی در انکے جائیں گے لا شفعاً۔

حدیث ابی محمدؓ کی متعدد جوابات محققین ائمہ منقول ہیں۔  
 ۱۔ توجیہات جوابات دلائل ائمہ۔ ۱۔ خصوصیت ابو محمدؓ و رۃ۔ علامہ ابن قدامہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چونکہ ابو محمدؓ  
 نو مسلم تھے ان کے دل میں توحید و رسالت کو راسخ کرنے کے لئے شہادتین کا تکرار کیا گیا گویا ترجیع شہادتین حضرت ابو محمدؓ کی کے ساتھ خاص  
 تھا ائمہ کے ہاں اس جواب کی تائید مندرجہ ذیل دوسرا کئی سے بھی ہوتی ہے۔ ایک حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اکرمؐ  
 غفار راشدؐ کے بارگت دور میں سوائے حضرت ابو محمدؓ کی کسی مؤذن نے ترجیع شہادتین کیا ہو اور پہلے ہم دلائل احناف کے عنوان  
 کے تحت محدثین و محققین کا اتفاق نقل کر چکے ہیں کہ جملہ مؤذنین کا اذان ترجیع سے خالی تھی۔ ۲۔ خود حضرت ابو محمدؓ سے منقول ہے  
 کہ حضور اکرمؐ غزوہ خنین میں طائف سے واپسی پر انکی بستی کے قریب کے اپنے تعین مؤذن کے لئے بیس صحابہ کا استمان لیا حضرت ابو محمدؓ  
 دوسرے بچوں کے ساتھ استہزاء اذان کی نقل اُٹارنے لگے حضور اکرمؐ نے بچوں کے پکڑنے کا حکم فرمایا سب بچے جھاگ گئے سیدنا  
 ابو محمدؓ پکڑے گئے حضور اکرمؐ نے حضرت ابو محمدؓ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور یہ دعا دی کہ بارک اللہ فیک و بارک علیک اس  
 دعا کی برکت سے حلاوت ایمانی ان کے دل میں گھر کر گئی تو آپ نے انہیں اذان سکھائی پہلی دفعہ شہادتین پڑھانے کا مقصد ان کو مسلمان  
 کرنا تھا اور دوسری دفعہ بیان شہادتین تعلیم اذان کے طور پر تھی۔ ۳۔ خصوصیت اہل مکہ۔ علامہ ابن جوزی المتیقن میں فرماتے ہیں  
 کہ ترجیع شہادتین اہل مکہ کا خاصہ ہے کیونکہ اہل مکہ اولین مخاطب تھے لیکن انہوں نے توحید و رسالت سے بغاوت کی سو خدا نے انہیں



میں پیش پیش ہے اسلئے نفع ملک کے بعد ان کے دل میں قومیدور سالت کو راسخ کرنے کے لئے حضرت ابو محمدؑ کو ترجیح شہادتین کی تعلیم  
 دی گئی ۳۔ ذوقِ الجسٹ محذورۃ العین عقیدتین نے یہ جواب دیا کہ ترجیح شہادتین حضرت ابو محمدؑ کا اپنا فوق تھا اور وہ اس  
 سنت کو باقی رکھنا چاہتے تھے تو حضور اکرمؐ نے انہیں اولاً تعلیم اسلام کے لئے اور ثانیاً تعلیم اذان کے لئے شہادتین کے امام سے  
 دیا اس جواب کی تائید حضرت ابو محمدؑ کے اس عمل سے بھی ہوتی ہے جسے حضرات محدثین نے اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت  
 ابو محمدؑ نے پوری زندگی وفات تک ان بالوں کو نہ کوٹایا اور نہ ہی ان بالوں میں انگ انگائی جن پر حضور اکرمؐ نے بوقتِ تعلیم شہادتین اپنا  
 دست مبارک پھیرا تھا اور خود حضرت ابو محمدؑ فرماتے ہیں کہ تعلیم شہادتین سے قبل مجھے اتنا بغض و عداوت پوری و حرقی میں کسی سے نہ تھا جتنا  
 کہ حضور علیہ السلام سے تھا لیکن تعلیم شہادتین کے بعد یہ بغض و عداوت محبت و عقیدت میں بدل گئی جیسا کہ کاتبِ دینی امیر المؤمنین  
 سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشق و محبت کے تحت پوری شہادتین گریبان کھلا رکھا ۴۔ صاحبِ ہدایہؒ فرماتے ہیں  
 کہ ترجیح شہادتین تعلیم اذان کے لئے تھی جسے حضرت ابو محمدؑ نے تشریح نام نیاں کی کیونکہ حضرت ابو محمدؑ درجہ اجتہاد پر فائز تھے  
 اور مجتہد کا ظن قابلِ گرفت نہیں ہوا کرتا ۵۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو محمدؑ نے شہادتین کے کلمات خوف و حجاب کو وہ  
 سے پہلے آہستہ آہستہ پڑھے تو حضور اکرمؐ نے دوبارہ انہیں بلند آواز سے کہلوئے اسکی تائید ابو داؤد اور نسائی کی روایت سے  
 ہوتی ہے کہ "فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ارجع وامدعن صوتك" گوئی آپ کا مقصود مواظبت علی الترجیع کا  
 نہ تھا بلکہ ضرورت کے تحت آپ نے تکرار کر دیا ہر حال اس بارے میں علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابن جوزی کی تحقیق تمام اجوبہ سے اعلیٰ  
 ارفع ہے انسدادِ اقامۃ کے جوابات :- ۱۔ منسوخ :- حدیث الباب سے حضرت بلالؓ کا عمل ایثار ثابت ہوتا ہے۔  
 لیکن حضرت سوید بن غفلہؓ کی روایت سے حضرت بلالؓ کا آخری عمل تشفیغ اقامۃ کا معلوم ہوتا ہے نیز حضرت ابو محمدؑ بالاتفاق  
 اقامۃ کو تشفیغاً کہا کرتے تھے اور حضرت ابو محمدؑ سہۃ میں اسلام لائے اور حضرت سوید بن غفلہؓ بالاتفاق الحفاظہ تابعی ہیں یہ اس  
 دن مدینہ منورہ تشریف لائے جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد مبارک میں اتارا جا رہا تھا ان کا یہ فرمانا سمعۃ بلالؓ اس بات  
 پر مراعۃ دال ہے کہ حضرت بلالؓ کا آخری عمل تشفیغ اقامۃ کا ہے ۲۔ حدیث موقوفہ :- بعض حضرات نے حدیث الباب کے  
 موقوف قرار دیا کیونکہ حدیث میں امر عیثہ مجہول کو استعمال کیا گیا ہے جس میں بلال مامور ہیں اور امر کا کوئی تذکرہ نہیں کہ وہ حضور اکرمؐ  
 تھے یا کوئی اور اور حضرت انس بن مالکؓ بالاتفاق امر ایثار کے وقت موجود نہ تھے بلکہ حضرت بلالؓ کے عمل کو دیکھ کر انہوں نے  
 سمجھا کہ حضور اکرمؐ نے اس طرح ان کو حکم فرمایا ہو گا ہر حال یہ جواب غیر تسلی بخش ہے کہ یقیناً حضرت بلالؓ کا عمل حضور اکرمؐ کے امر کے  
 خلاف ممکن نہیں اور حضرت بلالؓ کا عمل اس بات پر صراحتہ دال ہے کہ اس عمل کے امر حضور اکرمؐ ہیں لا غیر ۳۔ تعلیماً للجوان  
 صاحبِ برہان فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ایثار کا حکم تعلیماً للجوان فرمایا وگرنہ سنتِ ستمۃ تشفیغ اقامۃ ہی کی ہے۔  
 ۴۔ قریش و حذر :- علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ افراد اور شفیع کا حکم سانس کے اعتبار سے ہے کلمات کے اعتبار سے نہیں۔  
 یعنی ایثار کے معنی ہیں انتیان کلمتین بنفس و اجبہ اور شفیع کے معنی انتیان کلمتین بنفسین کے ہیں گویا ان یشفع

الاذان یجوز الاقامة اور یا بلال اذانت فسترسل فاذا اقلت فاحدد کے معنی ایک ہی ہیں اگر ایثار کے معنی کلمات کے اعتبار سے ہوں تو پھر حدیث الباب پر شواہع و مالک کے کلام میں کیونکہ کچھ اقامت کے کلمات لکھتے ہیں ولا قائل بہ اخذ بہر حال ایثار اقامت صرف حضرت بلال سے ابتدائاً ثابت ہے حضرت بلال کے علاوہ جملہ مؤذنین اقامت کو تشفیاً کہا کرتے تھے نیز سید بن طاہر کی روایت یہ بات ثابت ہے کہ بعد میں حضرت بلال بھی تشفیاً اقامت پر عمل پسند حضرت احناف اکثر اللہ سواد جم کے ان باب الاذان والاقامة میں اصل ان فرشتوں کے کلمات میں جو رب کائنات کی طرف سے حضرات صحابہ کو تعلیم دینے کے لئے فرما دیں تھے۔ ان کی اذان و اقامت مسلک احناف کے مطابق ہے۔ ولنا شرف عظیم بن عبدہ وکرمہ۔

۱۔ حضرات صحابہ کے خواجوں میں شریف لانیولے فرشتوں کی اذانیں باتفاق الحمدین ترجیح سے خالی تھیں۔  
۲۔ وجوہ ترجیح :- اور اقامت شفعاً شفعاً تھی ۲۔ حضرت عبداللہ بن زید کی اذان و اقامت باب الاذان میں اس کے ساتھ کہہ دیتی ہے وہ باتفاق المحققین ترجیح سے خالی ہے اور اس میں شفعاً اقامت موجود ہے ۳۔ حضرت بلال رئیس المؤذنین کے نام سے موسوم ہیں آپ حضور اکرم کے سفر و حضر کے مؤذن تھے اور خلافت سیدنا صدیق اکبر میں بھی آپ بار بار اذانیں دیتے رہے باتفاق الفقہاء آپ کی اذان میں ترجیح نہ تھی اور آپ کا آخری عمل شفعاً اقامت کا تھا کما ہوا الظاہر ۴۔ مسجد قبا کے مؤذن حضرت سیدنا سعد قرظ کا اذان و اقامت بھی صحیح روایات میں مسلک حنفیہ کے مطابق ہے ۵۔ حضرات اصولیین کے ان تعامل اہل مدینہ ایک مستقل اور معتبر حجت ہے باتفاق الحمدین اہل مدینہ کا تعامل ترجیح شہادتین کے بغیر رہا ہے ۶۔ عدم ترجیح کی روایات صحت کے اعتبار سے قولی اور تعداد کے اعتبار سے کثیر ہیں مگر عدم ترجیح کی روایات ترجیح کی روایات سے گنا دیکھا غالب ہیں ۷۔ اختلاف اور تعارض روایات کے وقت رجوع الی القیاس اولیٰ ہوا کرتا ہے تو یہاں عقل و نظر اس بات کی تائید کرتا ہے کہ شہادتین میں ترجیح نہ ہونی چاہیے کیونکہ بعد الشہاد میں باتفاق الحمدین ترجیح نہیں ۸۔ احادیث عدم ترجیح اپنے مدعی کے ثبوت میں صریح ہیں جن میں تاویل اور احتمالات کی کوئی گنجائش نہیں بخلاف احادیث ترجیح کے کہ ان میں متعدد احتمالات ہیں۔

ترجیح کے لغوی معنی اعادۃ الشیء کے ہیں اصطلاح شرع میں ترجیح کی تعریف علماء سے  
۱۔ ترجیح کی لغوی اصطلاحی حقیقت :- یوں منقول ہے ہوا عادیۃ الشہادتین بصورت عال بعد ذکر ہما بخفض  
نصوب یعنی شہادتین کو دو مرتبہ آہستہ آہستہ پڑھنے کے بعد دو مرتبہ زور سے پڑھا جائے۔

## وفاق المدارس

مسند (الف) عن محمد بن عبد اللہ بن زید عن ابیہ قال لما اصبحنا اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرنا بالردیاء فقال ان هذا لردیاء حق فقم مع بلال فانہ اندی دامت صوتا منک فالت علیہ قیل لک ولیناد بذلك قال فلما سمع عمرو بن الخطاب نداء بلال بالصلاة خرج الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحمر ازارہ





۱۔ ابو عیسیٰ: یہ امام ترمذی کی کینت ہے اسے مفصل پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔  
 ۲۔ حسن صحیح: امام ترمذی کی اپنی ایک نرالی اصطلاح ہے اس پر جامع بحث پہلے ہو چکی ہے۔

۱۔ حدیث الباب پر امام ترمذی کے دو اشکالات مع جوابات: امام ترمذی نے حدیث الباب پر دو اعتراضات فرمائے ہیں۔ ۱۔ علامہ حجازی نے کس طرح حدیث الباب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عبد الرحمن بن ابی سلیٰ کا سماع عبد اللہ بن زید سے نہیں اسی بات کو امام ترمذی نے ان کلمات سے نقل کیا کہ عبد الرحمن بن ابی سلیٰ لم یسمع من عبد اللہ بن زید (ص ۲۱۱)۔  
 جوابات: ۱۔ حضرات متفقہ کا طرف سے امام زبیدی نے نصبا الراۓ (ص ۲۱۱) میں یہ جواب دیا کہ امام ابن ابی شیبہ جب اس روایت کو نقل فرماتے ہیں تو اپنی سند میں حضرت عبد الرحمن بن ابی سلیٰ کے محدث اصحاب محمد کے جملہ کا اضافہ فرماتے ہیں ۲۔ بعض محدثین نے اس اعتراض کا جواب اس تفصیل سے دیا کہ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن زید بن عبد ربیع کی وفات خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں ہوئی (البیوع ص ۱) اور حضرت عبد الرحمن بن ابی سلیٰ حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی (قال ابن کثیر فی التہذیب ص ۲۱۱) تو گویا حضرت عبد الرحمن بن ابی سلیٰ کی عمر حضرت عبد اللہ بن زید کی وفات کے وقت کم از کم آٹھ سال ہو گئی ہاتھ اتفاق الاصول میں یہ مستعمل سماع کے لئے کافی ہے اسی لئے علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربیع کے تلامذہ کی فہرست میں حضرت عبد الرحمن بن ابی سلیٰ کا نام بھی شمار فرمایا ہے ۳۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی سلیٰ نے حضرت عبد اللہ بن زید سے بواسطہ صحابی حدیث الباب روایت کی ہے تو یہ روایت مرسل ہوگی اور مرسل صحابہ بالاتفاق مقبول و محبت ہے بہر حال حدیث الباب یا تو مرفوع ہے یا مرسل دونوں مرقوں میں حدیث الباب اصلا حثیت استدلال رکھتی ہے۔

دوسرا اشکال مع جوابات: ۱۔ شیعہ امام عبد اللہ بن زید نے صرف اذان کے کلمات خواب میں سنے تھے

اذان کے نہیں اس لئے فی الاقامۃ کے کلمات نقل کرنا درست نہیں۔ جوابات: ۱۔ امام محمدی نے بسند صحیح ایک روایت نقل کی ہے جس کے کلمات تشفیح اذان اور تشفیح اقامۃ میں امر ہے ان عبد اللہ بن زید الانصاری رأی فی المنام الاذان قال البنی فاخبرہ فقال علیہ بل لا فاذن مثنی مثنی و اقام مثنی مثنی (محاوی ج ۱ باب الاقامۃ) ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک حدیث سے مراد واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن زید کو خواب میں اذان کے ساتھ اقامت بھی سکھائی گئی تھی۔  
 ان عبد اللہ بن زید جاء الی البنی فقال ما یت فی المنام فاذا ن مثنی و اقام مثنی فسمع ذلک بلال فقام فاذا ن مثنی مثنی و اقام مثنی مثنی (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱ و محاوی باب الاقامۃ) ۳۔ جن احادیث میں رأیت فی المنام الاذان کے کلمات ہیں وہاں اگے مراد فی الاذان والاقامۃ کے الفاظ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ خواب میں تعلیم دونوں کی دی گئی۔ حال جن



احادیث میں صرف اذان کا بیان ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اقامت کو خواب میں نہیں دکھایا گیا بلکہ مستہم بالشان اور اصل مقصود بالذات ہونے کی وجہ سے صرف اذان کو نفل کیا اور اذان میں بعد اقامت بھی شامل ہے لہذا ہوا نظر ہر قسم قیاس کا اقتضا بھی نہیں ہے کہ اذان دونوں کی تعلیم دی گئی ہو۔ — واللہ اعلم۔

آہم دیکھتے ہیں کہ اذان میں دو طرح کے کلمات ہیں۔ آہ وہ جنہیں دو جگہ یعنی ابتدا و اذان اور انتہا و اذان میں

## نظر طحاوی

دہرایا جاتا ہے گویا ان میں تکرار کلمات ہے۔ آہ وہ جو اذان میں ایک ہی جگہ پڑھے جاتے ہیں جیسے حتی علی الخلا ح اور حتی علی الخلا ح — پہلے قسم کی مثال کلمات تشہد ہیں کہ انہیں اذان کی ابتداء میں بھی پڑھا جاتا ہے اور اذان کے آخر میں بھی جیسے اشہدان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ اذان کے آخر میں۔ اب کلمات تکبیر اللہ اکبر، اللہ اکبر بھی ان کلمات میں سے ہیں جو اذان میں دو جگہ دہرائے جاتے ہیں۔ آہ ابتدا و اذان میں۔ حتی علی الخلا ح کے بعد۔ اس لئے تکبیر کو — تشہد پر قیاس کیا جائے گا اللہ قاضی ہے کہ وہ کلمات جو دو بار دہرائے جائیں وہ پہلی مرتبہ دوسری مرتبہ کے مقابلہ میں ضعف (دو گن) ہوتے ہیں جیسے پہلی مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ کے کلمات دو مرتبہ ہیں اور دوسری مرتبہ آخر میں لا الہ الا اللہ ایک دفعہ تو ایسے کلمات تکبیر ابتدا و اذان میں چار مرتبہ ہوں گے کیونکہ آخر میں کلمات تکبیر دو مرتبہ ہیں۔ (اس نظر سے امام طحاویؒ نے ان حضرات کو رد کیا ہے جن کے نزدیک ابتدا و اذان میں کلمات تکبیر چار مرتبہ کی جگہ دو دفعہ ہیں) — آہ بالاجماع شہادتین کے ماسوا میں تربع کلمات نہیں تو شہادتین میں بھی تربع شہادتین نہ ہوگی گویا ہم مختلف فیہ تربع شہادتین کی صورت کو جمع علیہ ماسوا شہادتین کی صورت پر قیاس کریں گے جب اذان کے باقی کلمات میں تربع نہیں تو شہادتین میں بھی تربع نہ ہوگی۔

## نظر طحاوی

آہ امام طحاویؒ، اس نظر کے ذریعہ ان حضرات کے مسلک کو مبرہن فرما رہے ہیں جن کے ہاں کلمات اقامت ایک ایک مرتبہ اور قنوت الصلا کے الفاظ دو مرتبہ ہیں بیان نظر اسی طرز پر ہے جو ابھی باب الاذان کیف ہو کے ذیل میں گذرا، پہلے آئے پڑھ کر ذہن نشین کریں پھر آگے چلیں۔ چونکہ اذان کے بعد اقامت ہوتی ہے اس لئے کلمات جو اذان میں چار بار دو مرتبہ ہیں وہ اقامت میں دو یا ایک دفعہ ہو جائیں گے کیونکہ ضابطہ ہے کہ ابتدا کلمات البعد میں آئے دلتے کلمات سے ضعف (دو گنے) ہوتے ہیں لہذا ابتدا میں اذان کے جتنے کلمات ہیں وہ اقامت میں نصف ہو جائیں گے چونکہ قنوت الصلا کے کلمات اذان میں نہیں ہوتے اس لئے وہ دو مرتبہ ہی کہلائے جائیں گے۔ اور ان کی تصنیف نہیں ہوگی۔

احقر کی ناقص دلتے میں امام طحاویؒ کا یہ ضابطہ تربع شہادتین کی نفی میں بھی حضرات اصناف کا مؤید بن سکتا ہے جس کی طرف امام طحاویؒ نے اشارہ نہیں فرمایا وہ یوں کہ اگر شہادتین میں تربع ہوتی تو اقامت کی نفی میں بھی کلمات تشہد دو مرتبہ ہر ایک جگہ تھے جس کے چہرہ قائم نہیں تیرہ شہادت کے بعد لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ نہ کہا جاتا بلکہ دو مرتبہ کہا جاتا جو کسی امام کا قول بھی نہیں لہذا معلوم ہوا کہ تربع شہادتین اذان میں نہیں۔ — آہ امام طحاویؒ کا یہ ضابطہ اقامت کے آخر میں اللہ اکبر کے دو دفعہ پڑھنے کی نفی کرتا ہے ملاحظہ بالا جماع اشہد اکبر دو مرتبہ ہی ہے لہذا حضرات اصناف کا مسلک کہ ابتدا و اقامت میں اللہ اکبر چار مرتبہ ہے دو مرتبہ نہیں لکھنا قال المتوافع والخالفہ (۱) قاعدہ بالاسے مؤید ہو کر اپنے حق ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے سبحان اللہ۔

آپ کا استدلال کہ کلمات اقامت اذان کے مقابلہ میں نصف ہوں گے کیونکہ جب کسی کلمہ کا تکرار ہو تو پہلے کی نسبت اُس میں تنصیف ہو جاتی ہے چونکہ اذان کے بعد اقامت ہوتی ہے اور کلمات اذان و اقامت ایک ہی جیسے ہیں لہذا اقامت اذان کے مقابلہ میں نصف ہوگی درست ہے لیکن اگر نظر غائر دیکھا جائے تو اذان کی اپنی مشیت ہے اور اقامت کی مستقل علیحدہ اپنی مشیت جس کی تائید اقامت کے آخر میں کلمہ لا الہ الا اللہ سے ہوتی ہے کہ اذان کا اختتام بھی اسی کلمہ پر ہوتا ہے اور اقامت کا اختتام بھی نیز اذان و اقامت دونوں میں اس کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہا جاتا ہے۔ لہذا جب اقامت مستقل قرار پائی تو لا الہ الا اللہ کے رد میں جس طرح اذان و اقامت میں یکسانیت ہے اسی طرح باقی تمام کلمات اقامت میں بھی یکسانیت ہوگی اور وہ شنی شنی ہوں گے۔ ۳۔ بالا جماع اقامت کے آخر میں اللہ اکبر دو مرتبہ ہے لہذا حسب قاعدہ ابتداء اقامت میں بھی اللہ اکبر چار مرتبہ ہوگا اور باقی کلمات بھی دو دو دفعہ پڑھے جائیں گے۔ وهذا قول امامنا الاعظم وتلامذته الاجلاء النبلاء المرحومین۔

# خواص حضرت الصحابة لسان قبلۃ الکعبۃ تالیف: مولانا محمد عبد القوی

اشرف المخلوقین بعد الانبیاء تمکین مقام مجربیت و نبوت (بجہتم و یحبونہ) فائزین بنصب رضاء صمدیت (رضی اللہ عنہم و رضاعندہ) ائمہ رشد و ہدایت حضرات صحابہ میں سے بعض ارواح قدسیہ و نفوس مطہرہ و مرغیہ جہنمیں لسان نبوت فداۃ الی و اللہ سے الہامی و یوحی الیہ کلمات کے ذریعہ نشان فضل و امتیاز دیا گیا۔ اور جن کی زبان حال نے عالم ملکوت میں یوں صدائے حقیقت بلند کی "جئنا بحراً دقف اثم الانبیاء علی ساحلہ ان کے اسمائے مبارکہ مع القاب خصوصیتہ جب عطار خاصہ، جدید طرز تحریر، نیا انداز بیان عربی اور اردو ادب کے واقعاتی زبان میں دلچسپ و معلوماتی کتاب ہے،



## ۴۔ اذان قبل الوقت

۱۔ مذاہب اگر قبل از وقت اذان دی گئی تو اعادہ واجب ہے۔ البتہ وقت فجر میں اختلاف ہے۔

۱۔ امام غلام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ امام زفر علیؒ اجل کو ذرا اور حضور اہل علم کے نزدیک فجر کی اذان بھی قبل از وقت جائز نہیں اور اگر قبل از وقت دی گئی تو اعادہ واجب ہے۔ ۲۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ قاضی امام ابویوسفؒ اور علماء اجل ہمارے نزدیک اذان فجر وقت فجر سے پہلے دینا درست ہے اعادہ لازم نہیں پھر ان حضرات سے قبل از وقت کی تحدید میں تین مختلف اقوال منقول ہیں۔ ۱۔ نصف اللیل کے بعد ۲۔ سحری کے وقت ۳۔ ثلث اللیل کے بعد۔

۲۔ دلائل احناف لا یؤذن حتی یطلع الفجر (رواہ ابن ماجہ و غیرہما)

اس روایت سے صراحت معلوم ہوا کہ اذان فجر طلوع فجر ہی میں جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان حَتّٰی یُطْلِعَ الْفَجْرَ سے اذان فجر کو طلوع فجر کے ساتھ مقید فرمادیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر درست نہیں ایک روایت میں ہے۔ حَتّٰی اصْحَبَتِ اصْحَبَتِ (رواہ ابوداؤد وغیرہ) کہ اسے ابن مسکون صحیح ہو چکی اب آپ اذان دے دیجئے گا روایت سے مسلک حنفیہ کی تائید واضح ہے۔ ۳۔ حدیث الباب: عن امراؤ قال قلت لبلال یافا بسحر فجلس وینظر الی الفجر فاذا دأبؤا یؤذن (رواہ ابوداؤد وغیرہ)

یہ حدیث کئی وجوہ سے مسلک حق کی تائید کرتی ہے۔ ۱۔ طلوع فجر کی انتظار میں بیٹھے رہنا اور بوقت سحری اذان نہ دینا ۲۔ جب تک فجر کا مشاہدہ نہیں اذان نہیں دی ۳۔ کلمہ کان سے دوام و استمرار کی اطلاع ملتی ہے کہ ہمیشہ یہی معمول رہا۔ ۴۔ حدیث الباب: عن بلال ان رسول اللہ قال لا تؤذن حتی یستبین لك الفجر (رواہ ابوداؤد وغیرہ) یہ روایت منقطع ہونے کے باوجود حضرات محدثین کے ہاں قوی ہے۔ نیز اس مضمون کی کئی روایات کتب حدیث میں مروی ہیں جن سے مسلک جہود کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ ۵۔ حدیث الباب: عن ابن عمر ان بلالاً اذن قبل طلوع الفجر فامرہ النبی ان یرجع فینادی (رواہ ابوداؤد و الطحاوی وغیرہما)

اس حدیث سے بلاشبہ ثابت ہوا کہ اگر اذان فجر وقت سے پہلے دے دی جائے تو اعادہ واجب ہے کتب سیرت میں ہے کہ حضور انورؐ نے قبل از وقت اذان دینے کے سبب حضرت بلالؓ پر زیادہ انہماض فرمایا جس پر سیدنا بلالؓ رونے لگے کہ مجھ سے یہ سہو کیسے ہو گیا۔

اہم نزدیکی نے اس حدیث کو غیر محفوظ قرار دیا ہے لیکن جس سند سے دوسرے محدثین نے حدیث کو روایت کیا ہے وہ محفوظ اور قابلِ حجت ہے۔

۵۔ **دلیل عقلی** :- بالا جماع اذان کی مشروعیت، یقیناً مقصدِ عظیم فوت ہو جائے گا جو درست نہیں۔

۳۔ **دلائل ائمہ** ۱۔ حدیث الباب ۱۔ عن ابن عمر ان النبی قال ان بلا لا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم (رواہ البخاری و مسلم و غیرہ) ۲۔ عن ابن مسعود ان النبی قال لا یمنع احدکم اذان بلا بل من سحور (بخاری و مسلم و غیرہ) اس روایت سے مراد یہ معلوم ہوا کہ سیدنا بلال بوقتِ سحر اذان دیا کرتے تھے جو یقیناً نمازِ صبح کا وقت نہیں۔

۴۔ **جوابات** ۱۔ اذانِ جرائے اطلاعِ سحور: سیدنا بلالؓ کی اذانِ رمضان المبارک میں اطلاعِ سحری کے لئے تھی نہ کہ نمازِ فجر کے لئے جیسا کہ درج ذیل شواہد سے ظاہر ہے۔ ۲۔ بخاری میں ہے: عن ابن مسعود ان النبی قال ان بلا لا یؤذن بلیل لینه ناسکھ یعنی ناسکھ کی تہنیت کے لئے رمضان المبارک میں بوقتِ سحر اذانِ بلالی ہوتی تھی نہ کہ نمازِ فجر کے لئے۔ ۳۔ بخاری میں ہے: فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم یہاں کلوا واشربوا کے کلماتِ رمضان المبارک پر اور حتی یؤذن ابن ام مکتوم کا جملہ اذانِ فجر کی نفی اور اذانِ سحری کے ثبوت پر مراحہ مسلکِ حق کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ ۴۔ بالا جماع کبھی بھی اذانِ بلالی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سیدنا ابن مکتوم کو دوبارہ بوقتِ صبح اذانِ دہرائی جاتی تھی جیسا کہ مسئلہ الباب میں آمد تمام احادیث سے ظاہر ہے اگر قبل از وقت اذان جائز ہوتی تو اذان کا اعادہ نہ کرایا جاتا۔ بہر حال اذانِ بلالی اطلاعِ سحر کے لئے ہوتی تھی تاکہ سونے والے بیدار ہو جائیں اور ساداتِ منصفین سحری کھا سکیں۔ اس اذان کا نمازِ فجر سے کوئی علاقہ نہیں گویا جو حکمِ ثابت ہے اس کے آپ قائل نہیں اور میں کس آپ قائل ہیں اس کا حدیث الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ ۵۔ اذان لغوی ہے: امام شوکانی فرماتے ہیں کہ سیدنا بلالؓ کی اذان بوقتِ سحر بالفاظِ اذان نہ ہوتی تھی بلکہ بعض ایسے کلمات کہے جاتے تھے جن سے سامعین کی تہنیت ہو جائے جیسا کہ نمازِ فجر کے لئے کلماتِ ثنویہ استعمال کئے جاتے تھے۔ ۶۔ دونوں بعد از فجر: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اذانِ بلال اور اذانِ مکتومی میں فاصلہ بہت کم ہوتا تھا اور دونوں اذانیں بعد از فجر دی جاتی تھیں جیسا کہ بخاری اور مسلم کے کلمات سے ظاہر ہے کہ یزنی ذیابینزل ذال یعنی سیدنا بلالؓ اتر رہے ہوتے تھے اور سیدنا ابن ام مکتومؓ منار پر چڑھ رہے ہوتے تھے نہ مولانا گلوکار فرماتے ہیں کہ سیدنا بلالؓ کی اذان فوراً فجر کی ابتداء میں ہوتی تھی اور سیدنا ابن ام مکتومؓ کی اذان کچھ لمحہ



بعد ظہور کامل کے وقت اور بالاجماع روزہ کے لئے اساک عن الاکل والشرب ظہور کامل کے وقت ہے نیز دوہر و نعل میں کچھ وسعت تھی لہذا دونوں اذانیں طلوع فجر کے بعد ہی ہوا کرتی تھیں و لا سلام فیہ۔

۱۔ احقر کی رائے میں پہلی اذان انتہاء وقت محرمی کے لئے دی جاتی تھی اور دوسری اذان نماز صبح کے لئے کبھی جاتی تھی اور یہ دونوں اذانیں صبح صادق کے بعد ہوتی تھیں قرآن درج ذیل ہیں۔

آ۔ صبحین میں ہے یرفی ذوالینزل ذال۔ آ۔ شریعت مظہرہ میں نماز جمعہ کی نظیر موجود ہے کہ دونوں اذانیں بعد از زوال ہوتی ہیں یقیناً سہل الحکم علی التظہیر اولی ما لا نظیر لہ۔

۳۔ نماز صبح کی ادائیگی اسفار میں ہوگی جو حضرات احاف کے ہاں مستحب وقت ہے۔ آم۔ امت کیسے یسر کا پہلو ہی بھی صورت میں ہے کہ انتہاء محرمی کے لئے علیحدہ اذان ہو اور نماز صبح کے لئے علیحدہ نیسے بروز جمعہ اختتام تجارت کے لئے پہلی اذان اور سابع خطبہ کے لئے دوسری اذان ہے۔

احقر کی ناقص رائے میں حدیث الباب کسی طرح بھی قائمین مسلک ثانی کا مستدل نہیں بن سکتی جیسا کہ جوابات بالا سے ظاہر ہے نیز اگر رمضان المبارک میں دو اذانوں کا اہتمام کر لیا جائے تو یہ کئی وجوہ سے راجح ہے۔ آ۔ احادیث صحیحہ معمول بجا ہو جائیں گی کیونکہ احادیث بالا کی صحت پر کوئی کلام نہیں۔ آ۔ ایک سنت متروکہ دوبارہ زندہ ہو جائے گی نیز عابد بادی سنت من احیاء سنت میتا فله اجر سبعین شہید آ کے اعزاز و کرام سے نوازا جائے گا۔

۳۔ اگرچہ ایک اجماعی مسلک قابل عمل ہو جائے گا کیونکہ بالاجماع یہ اذان بوقت سکھوردی جاتی تھی خواہ منیت تذکرہ قائمین ہو یا منیت نوافل۔ آ۔ مرد و زن قابل اعتراض معمولات و عذرہ سرائیول سے امت مسلمہ کا بچاؤ ہوگا اور نامعقول و غلطین و متغیبن کے تفویضات سے امت مرحومہ کی خلاصی ہوگی۔

۵۔ مسئلہ بالاجماع ایک وقتی نواز کے لئے متعدد اذانیں درست ہیں بشرطیکہ مؤذن اور مقام مختلف ہو نیز کثرت اذان سے وسعت و سبب ہو۔

۶۔ سوال مع جواب | احادیث بالا سے اذان بلال کی تقدیم معلوم ہوتی ہے جبکہ نسائی اور عمادوی وغیرہ کی بعض روایات سے سیدنا ابن ام مکتوم کے اذان کی اولیت معلوم ہو رہی ہے مثلاً من عروہ ان رسول اللہ

قال لا تغتروا باذان ابن ام مکتوم و لکن اذان بلال الحدیث جوابات۔ آ۔ مضمون کے حکم سے ذمہ داریاں بہ لٹی رہتی تھیں کبھی سیدنا بلال پہلے اذان دیتے تھے اور کبھی سیدنا ابن ام مکتوم کیونکہ آخر میں سیدنا بلال کی بیانی کمزور ہو گئی تھی اس لئے سیدنا ابن ام مکتوم پہلے اذان دیتے تھے اور سیدنا بلال بعد میں۔ آ۔ احادیث الباب درست ہیں اور نہ کردہ حدیث مقولہ کہ غلطی سے بیان اسباب میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔

نظرِ طحاوی | بالاجماع صبح کے سوا باقی چار نمازوں کے لئے قبل از وقت اذان دینا جائز نہیں کیونکہ اذان وقت صلوٰۃ کے دخول کی اطلاع کے لئے مشروع ہوئی ہے اور قبل از وقت اذان دینے سے مشروطیت اذان کی حکمت معدوم ہو جاتی ہے لہذا نماز فجر کی اذان بھی قبل از وقت درست نہ ہوگی گویا مختلف فیہ صورت کو اجماعی صورت پر قیاس کریں گے۔

ترمذی ۵۸  
بخاری ۱۳۵  
ابن ماجہ ۵۸  
نسائی ۱۳۵

## ۵۔ الصلوة بالجماعة

موطا امام مالک ۱۱۲  
مسند امام احمد ۱۲۸

۱۔ توضیح مراد حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ فرمایا میرا جی پاتا ہے کہ میں اپنے خدا تم اور اپنے نوجوان ساتھیوں کو تکم دوں کہ وہ گزلیوں کا ایک گٹھا جمع کریں پھر میں اقامت صلوٰۃ کی اجازت دوں نماز ادا کی جائے پھر میں اسی قوم کے گھر میں کو بلا ڈالوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اس حدیث مبارک میں اہمیت جماعت کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث مبارک کے کلمات ”ھممت ان آمروا“ اور ”احسبوا“ سے ظاہر ہے یعنی میں تحریق کی نسبت حضور اکرمؐ نے اپنی طرف فرمائی ہے اور تحریق بالآخر کی صورت میں جان و مال کا ہل جانا ظاہر ہے اور مسست واجب است کا حتمی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوق میں سے بد بخت اور شکستہ ترین وہ انسان ہے جو کسی نبی کو قتل کرے یا کسی نبی کے ہاتھ سے قتل ہو۔

۲۔ اقوال ائمہ: حضرت فقہار اور سادات محدثین سے جماعت کی شریعی حیثیت کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں۔ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ حضرات صاحبین اور مجتہد فقہار و محدثین کے نزدیک نماز پنجگانہ کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے اور وجوب کے قریب (صاحب قدری فرماتے ہیں کہ الجماعۃ سنت مؤکدہ ملکہ محقق ابن ہمام فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں علامۃ مشائخنا علیٰ سبیل واجبۃ حضرات احناف کے ہاں سنت مؤکدہ اور وجوب میں کوئی زیادہ فرق نہیں کیونکہ سنت مؤکدہ واجب کا ادنیٰ درجہ ہے سنن مؤکدہ اور واجب دونوں کا تارک یقیناً فاسق اور گنہگار ہے) امام احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راہویہؒ امام ابو ثورؒ امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن جبان کے نزدیک نماز کی طرح جماعت فرض عین ہے البتہ بوقت عذر نہیں ۳۔ علامہ داؤد ظاہریؒ امام اوزاعیؒ اور بعض حنبلیہ کے ہاں نماز کو جماعت سے ادا کرنا فرض ہے اور صحت صلوٰۃ کے لئے شرط جیسا کہ وضو اقامت صلوٰۃ کے لئے شرط ہے اس کے علاوہ بعض شوافع اور حنفیہ نے فرض کفایہ کا قول بھی کیا ہے جیسا کہ حضرات احناف میں سے امام محمدؒ اور امام کریمؒ

۳۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف: ۱۔ قول شارح: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع وعشرين درجة رواه الترمذی من ۲۔ غیرہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح ۲۔ قول شارح: عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان صلوة الرجل في الجماعة تزيد على صلواته وحده خمس وعشرين جزءاً رواه الترمذی من ۳۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح ۳۔ قول ابن مسعود: حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جماعت صلوٰۃ کے متعلق فرمایا انہما من سنن الہدی ولو صلیتم فی بیوتکم ترکتم سنتہ نبیکم ولو ترکتم سنتہ نبیکم لضللتکم (رواہ مسلم والبوداؤد والنسائی موقوفاً) ۴۔ عن ابی بن کعب مرفوعاً قال صلوة رجل مع رجل ازکی من صلواته وحده وصلوة رجل مع رجلین ازکی من صلواته مع رجل (رواہ الحاكم والبوداؤد وساندہ حسن) ان کے علاوہ حضرت قبان بن مالک کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت کا بلا اور وہ جملہ احادیث جن میں صلوٰۃ الجماعت



کی ترقیب دی گئی ہے۔ بسنیت جماعت پر مراحۃ وال ہیں۔

۴۔ دلائل علمائے اہل بیتؑ میں ان احادیث اور آیات قرآنیہ کو پیش فرماتے ہیں جن میں باتو صریحہ  
اور لایا گیا ہے یا ترک جماعت پر ویدہ اور شاذ باری لہ الحسۃ، قرآن مجید میں ہے، اگر کو

مع الراکعین: بالاتفاق آیت مذکورہ میں اقامت جماعت کا حکم ہے ۲۔ یوم یکشف عن ساقی و  
یدعون الی السجود الایہ حضرات مغیر بن کعب بن اعبار کا صفایہ قول نقل فرمایا ہے کہ یہ آیت بصورت  
وعدہ تا کہ جماعت کے حق میں نازل ہوئی ہے ۳۔ حدیث الباب: یہ حدیث مذکور سے مراحۃ یہ ثابت ہو آئے کہ جماعت  
اتناہم فریضہ ہے کہ اس کے ترک پر حضور اقدسؐ کے اہل جان و مال کی حرمت باقی نہیں رہتی قرنیٰ بالنار یقیناً ناک فرما کے لئے ہی  
ہو سکتی ہے نہ تارک سنت مؤکدہ اور واجب کے لئے ۴۔ حدیث عبد اللہ بن اقم مکتوم: یہ حضرت عبد اللہ بن اقمؓ کا  
ایک نابینا صحابی تھے انہوں نے حضور اکرمؐ سے اجازت مانگا چاہی کہ ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے  
حضور اکرمؐ نے فرمایا اهل تسبیح اللہ (الاذان) قال نعم قال فاجب یعنی اجابت فعلی آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ  
نماز میں پہنچیں۔ ان احادیث کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی مرفوع حدیث ابن ماجہ میں حضرت ابوالدرداءؓ کی مرفوع  
حدیث ابوداؤد میں اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ابن جریر میں موجود ہے جنہیں آئینہ فرضیت میں پیش کیا  
جاسکتا ہے۔

۵۔ حدیث الباب کی توجیہات: حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرات فقہار کے مابین یہ اختلاف ایک  
فقہی اور اجتہادی اصول پر مبنی ہے وہ یوں کہ اگر احادیث پر نظر دوڑائی جائے تو اس

مسئلہ میں آمدہ احادیث دو طرح کی ہیں آ۔ وہ احادیث کہ جن میں اقامت جماعت کا حکم دیا گیا ہے اور تارک جماعت کے لئے وعید کا بیان  
ہے۔ ب۔ ایسی احادیث کہ جن میں اذکار کو مد نظر رکھتے ہوئے ترک جماعت کی رخصت دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام اور اہل بیتؑ  
فائزہ وقت تاخیر صلوٰۃ اور ترک جماعت کا حکم دیا گیا۔ اب وہ حضرات فقہار جنہوں نے پہلے نوع کی احادیث کو اپنا مسئلہ بنایا  
اور اذکار کی طرف نظر التفات نہ فرمائی تو ان سادات مجتہدین کے اہل اقامت جماعت فرض اور شرط کے درجے میں ہے اور وہ ائمہ ہدٰی  
جنہوں نے نوع ثانی کی احادیث کو مد نظر رکھا تو ان کے اہل جماعت فرضیت کے مرتبہ سے اترا کر سنت مؤکدہ اور وجوب کے درجے میں  
آپہنچی اور جہاں بھی مسائل میں فرضیت وجوب اور سنت کا اختلاف ہوتا ہے تو وہاں یہی پہلو اور یہی اصول کار فرما ہوا کرتا ہے۔  
۶۔ علامہ عینیؒ اور حافظ ابن حجر مقلانیؒ نے حدیث الباب کے گیارہ جواب دیئے ہیں انیس سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ شدت و تعلیظ: حدیث الباب تشدید و تعلیظ پر محمول ہے حقیقت مراد نہیں اس لئے کہ آپ نے اسکو عملی جامہ نہیں  
پہنایا بلکہ تارکین جماعت کی تنبیہ مقصود تھی ۲۔ جبر و احد: حدیث الباب خبر واحد ہے اور بالاتفاق خبر واحد سے فرضیت  
ثابت نہیں ہوتی فرضیت کے لئے دلیل قطعی اور دلیل صریح کا پایا جانا ضروری ہے ۳۔ مفسوخ: فرضیت جماعت ابتداً

معلوم ہیں حتیٰ بعد میں دوسری احادیث اعدا سے یہ منسوخ ہو گئی۔ جیسا کہ تخریق بان کا حکم بالاجماع منسوخ ہو چکا ہے اور بعض اہل حق کے لئے یہ حدیث الباب منافقین کے بارے میں وارد ہوئی ہے نہ کہ مسلمان مگر کین جماعت کے لئے کیونکہ اس نورانی دور میں حضرات صحابہ اور منافقین کے باہم فرقی حضور جماعت سے معلوم ہوتا تھا یہ وعید محض ترک جماعت پر نہیں بلکہ نفاق ترک صلوات اور ترک جماعت میںوں پر ہے۔ نیز بعض احادیث میں منافقین کا ذکر صراحتہ موجود ہے۔ آخر کے ان حضرات احناف کا مسلک حلیہ آیات و احادیث سے مؤید ہے۔ بحمد اللہ کوئی حدیث و آیت مسلک حنفیہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ احادیث اور آیات قرآنہ جن میں شہود جانت کے لئے مبیہ امر متعلیٰ ہوا ہے وہ حسب القاعدہ و جوب کے مقتضی ہیں نہ کہ فرضیت و شرک کے کاتنا اور اسطرانہ وہ احادیث و آیات جن میں اعدا کے پیش نظر ترک جماعت کی رخصت دی گئی ہے اگر ان دونوں اقوال کو فقہانہ بصیرت و بصارت سے یکجا جائے تو یہی قول ادق اور اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت صلوات پر سنت مؤکدہ اور درجوب کا قول کیا جائے نہ کہ فرضیت مؤکدہ کا۔ واللہ اعلم و علما اتم و اعلم۔

۶۔ اقبام جماعت کے لئے شرط ۳۔ سنت کفایہ تم مستحب ۵۔ مکروہ ۴۔ حرام ۳۔ واجب ۲۔ فرض اور صحت صلوٰۃ جماعت واجب ہے ۴۔ جنازہ جمعہ اور عیدین کے لئے جماعت فرض اور صحت صلوٰۃ کے لئے مشروط ہے ۴۔ صلوٰۃ تراویح کے لئے جماعت کفایہ ہے ۴۔ رمضان المبارک کے دنوں کے لئے جماعت مستحب ہے ۵۔ نوافل کے لئے جماعت مکروہ ہے ۶۔

وفاق المدارس (ترمذی)

٢٠١ هـ : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد هممت أن أمركم أن  
يجتمعوا في الصلاة فتقام ثم أحرق على أقوام لا يشهدون الصلاة قال أبو خيثمة  
هروية حديث حسن صحيح — أو ضحووا مراد الحديث الظاهر أن الصلاة بالجماعة فريضة والمشهور  
عند الجمهور أنها سنة مؤكدة بغير أقوال العلماء ومحملة الحديث

**الحل:** پرچہ بالہ میں درج ذیل پانچ امور حاصل طلب ہیں۔

۱۔ توضیح مراد حدیث ۲۔ احوال علم ۳۔ حدیث الباب کی توضیحات ۴۔ احوال سیدنا ابو ہریرہ  
۵۔ خط کشیدہ الفاظ کی تشریح — ابتدائی تین ائمہ پر جس سے جمل تحریر ہیں البقیہ دو درج ذیل ہیں۔

۵۔ خط کشیدہ الفاظ کی تشریح۔ ا۔ فیتیہی۔ الغنیۃ جمع فنی عربی میں نوجوان کو کہتے ہیں جیسا کہ ایک مثل مشہور ہے کہ لافنی الامسلی۔ تو حدیث الباب میں فیتیہ سے حضرات صحابہؓ کے نوجوانوں کی جماعت مراد ہے۔ ۲۔ ابو یعلیٰ ۳۔ حسن صیح ان دونوں کلمات کی تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے النظر ثمر۔

۱۔ احوال شیدنا ابوہریرۃؓ: یہ مفصلہ پہلے گز رہے ہیں۔



مؤطا امام مالک  
بخاری  
مسند  
ابن ماجہ

## ۶۔ مسئلہ قَامِیَتْ

مؤطا امام محمد  
ترمذی  
ابوداؤد  
طحاوی

اس باب پر اُمت محمدیہ کا اجماع ہے کہ منہل کے فاتحہ پر آمین کہنا سنت ہے نیز سب سے بڑا اختلاف ائمہ اور اکی نوعیت میں آمین کہنا ہی سننا اور مستحب ہے لیکن جہری نمازوں میں جہر و خفا کی فضیلت میں اختلاف ہے جواز میں نہیں۔ حضرت عرسیدہ رضی اللہ عنہا ابن مسعود امام ابراہیم نخعی امام عظیم امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی مجہد صحابہ و تابعین امام سفیان ثوری حضرات صاحبین اسید المومنین فی الحدیث امام شعبہ کامسک یہ ہے کہ جہری نمازوں میں آمین کا آہستہ کہنا سنت افضل ہے ۲۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا قول قدیم و درود مصرعے قبل یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کو جہراً کہیں۔

حدیث الباب: عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ تغیرا المغضوب علیہم ولا الضالین وقال آمین یخفص بها صوتہ (رواہ الترمذی و احمد ابوداؤد و قال ابیہم حدیث صحیح الاسناد ۲۔ قولہ شارح: عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین اخرجه البخاری مثلاً و مسلم وغیرہما۔ اس حدیث پاک سے یہ بات مراد معلوم ہو رہی ہے کہ امام آمین کو سراً کہے اسی روایت کو امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے نقل فرمایا ہے ۳۔ امر شارح: عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولہا (رواہ احمد و النسائی و ابن حبان و اسناد صحیح یہاں ان اللہم یقولہا کا جملہ مراد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ امام آمین کو سراً کہے ۴۔ اثر ابراہیم نخعی: عن

ابراہیم النخعی قال خمس یخفین الامام..... آمین (رواہ عبد الرزاق و الامام محمد اسناد صحیح و رجالہ ثقات) مسئلہ مذکور میں امام و مقتدی دونوں کا حکم ایک ہی ہے جن احادیث میں امام کیلئے آمین سب سے بڑی کا ثبوت ہے گو یہ مقتدی بھی آمین سراً کہے ۵۔ اثر ابی وائل: عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجہران باسم اللہ ولا بآمین (رواہ الطبری فی تہذیب و رد المحتار) اسی روایت کو امام طبری نے حضرت انسؓ کے واسطے سے بھی نقل فرمایا ہے یہ حدیث دوم و استمرار پر دال ہے۔

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ: قرآن مجید میں ہے ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ اور اذا کذبت فی نفسک تضرعاً و خفیۃ اسی طرح دوسری جگہ ہے اذا نادى ربہ سداً خفیاً اور حضرت امام بخاریؒ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے نقل فرماتے ہیں الامین دعا نزلت علی آیت قد اجبت دعوتکما سے بھی آمین کا دعا ہونا ثابت ہے کیوں کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے تھے اور حضرت حارثؓ اس پر آمین کا کہتے تھے تو آیت مذکور میں ان دونوں انبیاءؑ کے کلمات کو دعوت کما سے تعبیر کیا گیا ہے تو گو یہ حضرت ہارون علیہ السلام کا آمین کہنا رپ ذوالجلال کے ہاں دعا ہے تو

ماہل کلام: ہوا کہ الامین دعاء وکل دعا پر احب ان یكون سرّاً و خفياً فامین احب ان یكون سرّاً و خفياً بالامین منقری قرآن و حدیث  
 ہے ثابت اور متفقین کے نزدیک مسلم نیز کبریٰ بھی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے کہ ہوا ان ظاہر: ۷۔ اثنی عشری ۸۔ ام بطریقی نقل فرماتے  
 ہیں ان بن مسعود و الامام النخعی و الشعبي و ابراهيم التیسی کا فوا یخفون بآمین ۸۔ دلیل عقلیہ  
 لغزوہ بالاتفاق آیت قرآنی نہیں اور تسمیہ کے آیت ہونے میں اختلاف ہے جن حضرات کے ان تسمیہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے۔  
 ان فقہائے ان بسم اللہ کو جہراً پڑھا جائے گا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ جن کے ان تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جسہ نہیں ان کے ان بسم اللہ  
 جہراً پڑھا صحیح نہیں۔ مگر جہر و سر کی اختلاف کی بنیاد آیت قرآنیہ کے ہونے اور ہونے کے سبب سے ہے اب آمین بالاتفاق لغزوہ  
 کی سورۃ آیت قرآنیہ نہیں تو حسب ضابطہ آمین میں لغزوہ کی طرح اخفاء اولیٰ و افضل ہوگا۔ (علامہ ابن العربی فتاویٰ مکیہ میں لکھتے ہیں۔  
 الطائفة کلام اللہ و آمین کلام المخلوق فیحجب الاخفاء بکلام المخلوق فرقاً بینہما۔

احادیث الباب: ۱۔ عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۳۔ دلائل فقہاء: ۱۔ قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین وقال آمین و صد بہا صوتہ زرواہ  
 الترمذی وغیرہ) ۲۔ قولہ شارح: ۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام قاضوا  
 ارواہ البخاری وغیرہ) امام بخاری نے حدیث موصوف کو جہراً الام بآمین کے باب کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ ۲۔ امر شارح: ۱۔ عن  
 ام الحصین قالت صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال آمین خضعت وھی فی صف النساء  
 اس کے علاوہ حدیث ابو ہریرۃ ابو داؤد میں حدیث علی بن ابی ہاجر میں موجود ہیں جنہیں قائلین قول ثانی بطور استشہار پیش  
 فرماتے ہیں۔

تائید مذہب ثانی کے دلائل میں سے حدیث الباب اور امام بخاری ترمذی ابو ہریرۃ والی روایت سنداً و متناً بالکل صحیح  
 ۴۔ جوابات: ۱۔ ہے اتدین و متناً میں سے کسی نے ان دو پر کلام نہیں کیا ان کے علاوہ متنی روایات بھی فرقہ ثانی کی طرف سے پیش کی جاتی  
 ہیں وہ سنداً ضعیف اور متناً غیر صریح ہیں تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ ۱۔ حدیث ام الحصین: اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن مسلم  
 موجود ہے جسکی تضعیف امام ترمذی بارہا جامع ترمذی میں کرتے چلے آئے ہیں اور اسکا وجہ سے امام ترمذی نے فی الباب عن کے تحت ام حصین  
 کا ذکر نہیں فرمایا۔ ۲۔ ان کے علاوہ علامہ ابن حجر مستطانی تقریب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف ۳۔ رئیس الحدیث امام احمد بن حنبل فرماتے  
 ہیں ہونکہ حدیث ۴۔ امام نسائی کا فرمان ہے ہونکہ حدیث ۵۔ حضرت علی بن مدینی فرماتے ہیں لا ینبئ حدیث ۶۔ علامہ ابن سعید فرماتے  
 ہیں کہ حدیث ۲۔ حدیث ابو ہریرۃ: امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ کی جس حدیث کو تخریج فرمایا ہے وہ سنداً ضعیف و  
 متناً مضطرب ہے اس حدیث کا دار و مدار بشر بن رافع ایک راوی پر ہے جسکی شخصیت حفاؤ کی نظر میں کیوں ہے۔ ۱۔ امام احمد بن حنبل  
 فرماتے ہیں کہ حدیث ۲۔ ابن سعید کا فرمان ہے حدیث بنا کیر ۳۔ امام نسائی کا فتویٰ ہے انہ یس بالقوی ۴۔ علامہ ابن حبان کی رائے  
 ہے کہ حدیث ۵۔ امام بخاری فرماتے ہیں لا یباع فی حدیثہ (کتاب الاضاح ص ۳) ۳۔ حدیث علی  
 اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الزبیدی نمایاں ہیں جن کا وجود حدیث کی ضعف کے لئے کافی ہے کیونکہ امام نسائی کا فرمان ہے



انہیں بشقہ ۱۔ امام ابو داؤد کا فتویٰ ہے کہ ایسی ہستی ۲۔ شہر حص کے مشہور محدث محمد بن عوف الظہانی نے دی موصوف کو کاذب قرار دیا ہے جوابات روایت امام بخاری ۱۔ امام بخاری نے جس حدیث سے آئین بالجہر کا جواز ثابت کیا ہے بر حدیث پاک

اپنے منکاً پر صراحتہ دال نہیں اور حدیث مذکور سے آئین بالجہر کے جواز کو ثابت کرنا محذو ش اور محل نظر ہے۔ کیونکہ امام ذہبی نے اسی حدیث سے آئین بالجہر کو ثابت کیا ہے ۲۔ امام ترمذی حدیث مبارک کو فضل النعمان کے ذیل میں لے ہیں اور اس سے فضیلت آئین ثابت کی ہے گویا کہ حدیث مذکور ان ائمہ ثلاثہ کی اجتہادی نظر میں آئین بالجہر پر صراحتہ دال نہیں۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حدیث اور مندرجہ ذیل صحیح و صحیح روایات کو سامنے رکھا جائے تو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہاں اذا من الامام مجاز کی معنی میں مستعمل ہے حقیقت پر محمول نہیں لے اذا اراد الامام التامین فامروا اذا ابلغ الامام موضع التامین فامروا تاکہ جملہ احادیث صحاح میں تطبیق ہو سکے۔

جوابات حدیث الباب ۱۔ ابن عیون صریح ۱۔ حضرت دال بن جسر کہ حدیث الباب دو سندوں سے مروی ہے ۱۔ حضرت سفیان ۲۔ حضرت شعبہ ۳۔ حضرت سفیان اس روایت کو مد بھا صوتہ کے کلمات سے اور امیر المؤمنین فی حدیث امام شعبہ تحفص بھا صوتہ کے الفاظ سے نقل فرماتے ہیں گویا حدیث الباب حضرت سفیان کی روایت کے اعتبار سے شافعیہ اور حنبلیہ کی دلیل ہے اور حضرت شعبہ کی روایت کے اعتبار سے حنفیہ مالکیہ اور جمہور فقہاء محدثین کی حدیث الباب کو اسی اختلاف طرق کے سبب حضرت شعبہ نے نقل نہیں فرمایا۔ امام ترمذی نے حضرت سفیان کی حدیث پر حسن کا حکم لگایا ہے۔ حضرات حنفیہ مالکیہ نزدیک حدیث الباب سنداً و متناً صحیح ہے لیکن اپنے منکاً پر صراحتہ دال نہیں کیونکہ مد بھا صوتہ کے کلمات میں معائنہ جہ ذیل تین احتمالات موجود ہیں ۱۔ کہ آپ نے آئین کو بالمد پڑھا ۲۔ آئین میں آواز کو دراز کیا ۳۔ جہ آواز سے آئین کہا۔ پہلے دونوں معنوں کے اعتبار سے حدیث الباب کا مسند مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں بخلاف معنی ثالث کے لیکن حضرت شعبہ کی روایت کے کلمات تحفص بھا صوتہ بالاتفاق ایک ہی معنی پر دال ہیں جسے حضرات حنفیہ مالکیہ نے یہاں سے لیا ہے۔

۲۔ بیان جواز ۱۔ مندرجہ بالا معانی محمد میں سے اگر معنی ثالث ہی کو متعین کر لیا جائے تو بھی حدیث الباب سے جہر آئین کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ اختلاف ثبوت میں نہیں بلکہ بقا و دوام میں ہے جو اس حدیث سے ثابت نہیں ۲۔ نسخہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ابوہریرہؓ کے آثار سے یہ صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سادات صحابہ کا آخری عمل اخفاء کا تھا ۳۔ تعلیم بر علامہ ابن قیم مبنی زاد المعاد میں تفسیر فرماتے ہیں کہ آئین بالجہر تعلیم کے لئے تھا اور اس کی تائید مندرجہ ذیل قرآن سے ہوتی ہے اذ علمہ عافظہ ابو البشر دلالہ نے اپنی کتاب الاسماء داکنی ص ۱۹۲ میں حدیث الباب کے یوں تخریج فرمایا ہے فقال آتین بمد بھا صوتہ ما راہ الا لعلنا گویا حضرت دال بن جسر کے اہل رفع صوت تعلیم ہی کی غرض سے تھا ۴۔ امام ابو داؤد اپنی سنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت دال بن جسر کا تعلق لیکن سے تھا و جہر دال بن جسر ۵۔ مرتبین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنانے کی غرض سے آئین جہراً فرمایا تھا ۶۔ امام عسکریؒ میں حضرت دال بن جسر کی روایت یوں منقول ہے عن داؤد

امام علی علیہ السلام اثنی ثلاث مرات اس پر غلط فہمی نہ ہو۔ مسلمانانہ میں تثلیث میں تثلیث  
یعنی اوقات مضو اکرم اور حضرت صحابہ کرام کے غرض سے اظہار ہو چکا ہے بلکہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
بن جبریلؑ کے ہوتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی کتاب الامام الشافعیؒ میں ہے کہ حضرت ابو جبریلؑ  
توڑیں پھر فرمایا صبح بخیر و سلم میں ہے کہ کبھی کبھار خود حضور اکرم علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ ایک آواز سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

۱۔ جبہ اصنافی اسے اخفاء حقیقی ہے۔ — مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اگر یہ بجا صوت سے رفع صوت ہی مان لیا جائے  
تو یہ بھی حدیث شیعہ اور حدیث سفیان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ رفع صوت اور جبر کے کئی درجات ہیں اور جبر اعلیٰ کہ اتنے بلند آواز سے  
قرأت کہ جگہ کے مکمل حاضرین آواز سنیں جیسا کہ قرأت فاتحہ اور قرأت قرآن ۲۔ جبہ اولیٰ کہ اتنا بلند آواز سے کیا جائے کہ پہلی صف کے  
لوگوں کے متصل مقتدی سن لیں حدیث الباب میں جبر سے مراد جبر اولیٰ ہے تو اس نسبت سے اس جبر پر یہ بجا صوت کا اطلاق بھی صحیح ہے  
یونہی کہ آواز جبار کہ قدرے بلند تھی اور غرض بجا صوت کا اطلاق بھی کیونکہ نسبت قرأت فاتحہ اور قرأت قرآن کے جبر اعلیٰ میں اخفاء تھا۔

۳۔ وجوہ تہجیح بالقرآن: حضرات مغنیہ کثر اللہ سواد علم اُس قول کو اختیار فرماتے ہیں جو آدھن بالقرآن ہو  
ظاہر ہے کہ اخفاء کی حد میں مؤید بالقرآن ہیں۔

۲۔ صوفیہ بالجہور: حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اثر سے یہ بات عیاں ہے کہ جبہ فقہاء بجا اور تابعین کا مسلک بھی اخفاء میں کا  
ہی تھا اس لئے علامہ ابن بسرؒ پر طبریؒ تمذیب الآثار میں فرماتے ہیں ان الحدیثین صحیحان واحتواء للاحفاء اور صاحب جوہر النسخ فرماتے  
ہیں الاخفاء هو السنة والجہر جائز غیر السنة من جهة الدراية: درایت اور قیاس بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ اخفاء  
آمین کا مسلک رائج ہو کیونکہ آمین تعوذ کی طرح آیت قرآنیہ میں سے نہیں تو تعوذ کی طرح آمین بالاتفاق اخفاء ہونا چاہیے۔  
۴۔ صریح اور واضح: تقریر بالا سے یہ بات مدلل طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرات مغنیہ کے دلائل اپنے مدعی پر صراحۃً دل میں  
جن میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں بخلاف فریق ثانی کے دلائل کے کہ وہ صحیح ہیں تو صریح نہیں اگر صریح ہیں تو منفع سے خالی نہیں۔  
بہر حال یہ اختلاف جواز و عدم جواز میں نہیں بلکہ صرف فضیلت و مذہب میں ہے۔

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ کی روایہ امام شافعیؒ امام ابن منبہلؒ اور جبہ فقہاء کے  
۴۔ تأمین کس کا وظیفہ ہے؟ ۱۔ اہل جملۃ جہریہ میں امام اور معتدی دونوں آمین کہیں ۲۔ حضرت امام مالکؒ کی مشہور روایت  
ہے کہ صرف معتدی آمین کہے امام نہیں۔ دراصل یہ اختلاف اختلاف حدیث کی سبب ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ اگر اختلاف  
احادیث کے اختلاف کا عکس ہوا کرتا ہے۔ افسوس ہے ان کم علم افراد کے لئے جو کسی امام کے قول کو تو مؤید بالاحادیث سمجھتے ہیں  
اور کسی امام کے فرمان کو غیر مؤید بالحدیث درحقیقت یہ طرز فکر انکی جہالت کی عکاسی کرتا ہے وہ دُعا حدیث مندرجہ ذیل ہیں۔



عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا من الامام فاقموا ۳۔ وعن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المخطوب علیہ من ولا الضالین فقولوا لا تلحق۔ پہلی حدیث قول اول کا اور دوسری روایت قول ثانی کا مستدل ہے۔

۵۔ امام شعبہ پر امام ترمذی کے اکثر اعتراضات مع جوابات :- نقل کئے ہیں جو حقیقتاً امام بخاری کی طرف سے اٹھائے گئے ہیں ۱۔ امام شعبہ نے حدیث اباب کی سند بیان کرتے ہوئے من عبد ابی العباس سنداً مالا کہ وہ محمد بن العباس ہے کہ قس اسفیان یعنی عبد بنس کے صاحبزادے ہیں بنس کے باپ نہیں اور حجر کی کنیت ابو العباس نہیں بلکہ ابو اسکن ہے ۲۔ حضرت شعبہ نے حجر بن ابی رسول حضرت وائل کے درمیان حضرت علقمہ بن دائی کے واسطے زیادتی فرمائی ہے جبکہ حجر بلا واسطہ حضرت وائل سے سماع ثابت ہے کما روئے سفیان ۳۔ حضرت شعبہ کو متن حدیث میں غلطی لگی کہ مدہا صوتہ کی بجائے خفض بہا صوتہ نقل کر دیا ابو العباس اور ابن العباس ایک ہی راوی کے دو نام ہیں کیونکہ حضرت حجر بن عبدالمطلب اور صاحبہ الیہ کا نام بنس تھا جوابات :- ۱۔ اور پورا سماع متفقہ ہیں اسن ابی داؤد ابان القاسم وراہ الامام صفحہ ۱۲۴ حضرت سفیان کی ایک روایت یوں منقول ہے محمد بن کثیر عن سفیان من سلم عن ثوب ابی العباس اس کے علاوہ حضرت سفیان کے دو شاگرد ابی ہریرہ اور حضرت ابی ہریرہ اور اس کے دارقطنی صفحہ ۳ اور سند دارمی صفحہ ۱۱۱ میں حجر کی کنیت ابی العباس ہی بیان کرتے ہیں نیز عرب میں ایک شخص کی دو کنیتیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ ابو تراب اور ابو اسمن حضرت علی کی کنیتیں تھیں اس طرح حضرت حجر کی کنیت ابو العباس بھی ہے اور ابو اسکن بھی علامہ ابن حجر عسقلانی (الہتذیب صفحہ ۲۱۱) میں رقمطراز ہیں کہ حجر بن العباس حضرت وائل اب اسکن نیز محدث ابن جہان کتاب الثقات میں تصریح فرماتے ہیں کہ محمد بن العباس ابو اسکن الکوفی وحوالہ ذی اقبال لہ ابو العباس امام دارقطنی فرماتے ہیں حدیث صحیحہ ۲۔ حضرت حجر بن العباس کو حدیث کا سماع علقمہ بن دائی اور وائل بن حجر دونوں سے متحقق ہے حضرت حجر خود فرماتے ہیں کہ میرے اولاد حدیث الباب کو حضرت علقمہ کے واسطے سے لیا اور کچھ ہی مدت بعد میری ملاقات حضرت وائل سے ہو گئی چنانچہ سند احمد صفحہ ۱۱۱ مسند ابوداؤد طیحا صفحہ ۱۳ بیہقی صفحہ ۱۵۱ اور دارقطنی صفحہ ۳۳ میں اس کی تصریح موجود ہے ابوداؤد طیحا صفحہ ۱۱۱ کی عبارت ہے عن شعبۃ قال اخبرنی سلمہ قال سمعت حجراً ابی العباس قال سمعت علقمۃ یحدث عن وائل وقد سمعت عن وائل الخ ۳۔ اس جواب کے کئی پہلو ہیں فطانی المتی کی نسبت حضرت شعبہ کی طرف کرنا صحیح نہیں بلکہ باطل ہے

کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت سفیان ثوری کو حضرت شعبہ کی بجائے متی حدیث بیان کرنے میں غلطی لاحق ہوئی ہو یعنی اصل متن تو خفض بہا صوتہ تھا اور حضرت سفیان نے مدہا صوتہ نقل کر بیٹھے (آج) اگر متنا والفاظاً تعارض مان بھی لیا جائے تو معناً دونوں جملے متحد ہیں کیونکہ خفض بہا صوتہ کے کلمات اخبار آئین پر صحت دال ہیں اور مدہا صوتہ تین معانی ممکنہ ہیں ۱۔ مدہا معانی کے اعتبار سے اخبار کے مترادف نہیں کہا جاتا ۲۔ اگر دونوں روایات میں معناً تناقض تسلیم کر لیا جائے پھر بھی دونوں حضرات کی روایات اختلاف اوقات کے سبب صحیح ہیں کیونکہ ابوداؤد میں یہ بات صراحتہ موجود ہے کہ حضرت دائی بارگاہ رسالت میں دوسرے حاضر ہوئے تو حضور اکرم نے پہلی



مرتبہ تعلیم کے لئے آجی بالہر فرمایا جسے حضرت سفیان نے مدبہا صوتہ سے نقل فرمایا اور دوسری مرتبہ معول کے مطابق خطا فرمایا ہو جسے حضرت شعبہ نے غفلت بہا صوتہ سے نقل فرمایا اسی بات کو حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں یوں تحریر فرماتے ہیں  
 فجعل انما يكون مرة سمعه وانكس بعد بالثامین مرة سترًا۔

۱۔ حدیث شعبہ پر مزید اعتراضات مع جوابات :- اس کے علاوہ ایک اور اعتراض امام ترمذی نے اپنی کتاب من کبر فی نقل  
 کا سماع اپنے والد حضرت داؤد سے متعلق نہیں اور حضرت داؤد حضرت علقمہ کی پسیدائش سے چھ ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ حدیث اباب پر  
 مزید اعتراضات حضرت ابو زرہ رازی کی طرف سے کئے گئے ہیں ۵۔ حضرت شعبہ اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد ہیں انکا کوئی تابع  
 اور مؤید راوی کتب احادیث میں موجود نہیں جبکہ حضرت سفیان کے تین تابع کتب احادیث میں ملتے ہیں آجامع ترمذی میں عمار بن صدک  
 ۲۔ دارقطنی میں محمد بن مسلمہ بن کثیر اور ابو داؤد میں علی بن صالح۔ گو یا حضرت شعبہ کی روایت شاذ ہے۔ ۳۔ علامہ ابن عبد اللہ بن قتیبہ  
 میں فرماتے ہیں کہ حضرت شعبہ کی روایت معارضہ بنفسہ ہے کیونکہ حضرت شعبہ کی یہی حدیث اسی سند سے سیقی اسنن کبریٰ اور مسند ابو داؤد  
 جیسی میں مدبہا صوتہ کے کلمات سے مروی ہے۔ گو یا بصورت تعارض کلمات روایت ساقط الاعتبار ہوگی۔ ۴۔ اسماء الرجال کی کتابوں کی  
 ورق گردانی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت سفیان ثوری کامرتبہ حضرت شعبہ سے زیادہ ہے اور جب ان دونوں حضرات کا متنی  
 سند میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اس روایت کو ہوگی جس کے راوی حضرت سفیان ثوری ہوں۔ کیونکہ حضرت شعبہ خود فرماتے ہیں سفیان احفظ  
 جوابات :-

۱۔ علامہ والد صحابی رسول حضرت داؤد سے ایک نہیں متعدد قوی روایات سے ثابت ہے مثلاً آجامع ترمذی ص ۱۱۱ باب ما جاء فی الزنا  
 اذا استكرهت علی الزنا میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ علقمہ بن داؤد بن حجر سمع من ابیہ اور حضرت علقمہ کی روایت کو نقل فرماتے  
 کے بعد اس پر حسن صحیح کا حکم بھی لگایا ہے (۱۱۱) امام ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف لطیف ج ۲ رفع الیدین میں سماع علقمہ کو ثابت  
 فرمایا ہے (۱۱۱) امام مسلم نے صحیح مسلم میں دو مقامات پر حدیث قصاص احمدیث وضع الیمنی علی الیسری کے تحت سماع علقمہ کو عبارت حدیث  
 انما اباء حدیث سے تسلیم فرمایا ہے (۱۱۱) امام ابی داؤد نے ص ۱۱۱ باب رفع الیدین میں یوں عبارت نقل کی ہے کہ علقمہ بن داؤد قال مدنی ابی  
 داؤد ابو داؤد طیار نے اپنی سند ص ۱۲ پر اور ابی ہریرہ نے ص ۱۱۱ اور امام احمد مسند احمد ج ۲ میں حضرت علقمہ کے سماع  
 کو سند و مد سے ثابت فرمایا ہے نیز جواب ثانی کے تحت حضرات محدثین کی بیان کردہ عبارات بھی سماع علقمہ کے ثبوت میں مدد و معاون  
 ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت داؤد کے دو صاحبزادے ہیں حضرت علقمہ اور حضرت عبد الجبار عبد الجبار علقمہ سے عمر میں چھوٹے تھے اور  
 علقمہ حضرت عبد الجبار حضرت داؤد کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ اس بات کو امام ترمذی نے ص ۱۱۱ میں یوں نقل فرمایا علقمہ بن  
 داؤد اکبر من عبد الجبار بن داؤد وعبد الجبار بن داؤد لم یسمع من ابیہ ولا اور کر لیلۃ ولید بعد موت ابیہ با شہد امام ابو داؤد کی  
 تحقیق یہ ہے کہ حضرت عبد الجبار کی ولادت بھی حضرت داؤد کی زندگی میں ہو گئی تھی لیکن ابھی وہ کم سن ہی تھے کہ حضرت داؤد کا انتقال ہو



گیا ۱۸۱۰ ہجری اور حضرت عبدالبار کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ کنت غلاماً لا اعقل بملوۃ ابی ہ۔ حضرت سفیان کے تابعین میں سے علی بن صالح کو اتفاق الحدیثین دہم راوی ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی — اتہذیب میں ۱۸۱۰ میں فرماتے ہیں ہذا وہم من ابی داؤد و ابن ماجہ و ابن عبد البر و ابن صالح۔ گو علی بن صالح حضرت سفیان کے تیسرے متابع نہیں بلکہ دہی ملاہ ابن صالح ہی ہیں جو جامع ترمذی میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب ملاہ بن صالح اور محمد بن سلمہ بن کھیل دونوں ایسے راوی ہیں کہ جن کا تائید و جہ ضعف تو بن سکتی ہے۔ تو بن نہیں کیونکہ دونوں حضرات ثقہ نہیں بلکہ ضعیف ہیں علامہ بن صالح کے متعلق علامہ ذہبی میزان الافعال میں فرماتے ہیں "قال ابو حاتم کان من اعنف الشیعہ" اور حضرت علی بن مدینی کا رائے ہے۔ روئی احادیث مناکیر۔ اسطرح محمد بن سلمہ کی شخصیت علامہ ذہبی کی کتاب میزان الافعال میں یوں متعارف ہے "قال الجوزجانی ہذا ہب و اھی الحدیث اس کے علاوہ اسان المیزان اللہ" فتح الباری میں بھی ان کی شخصیت انہی الفاظ سے متعارف کرائی گئی الحاصل ہے ۱۔ حضرت سفیان کے متنبول متابع غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہیں لہذا ان کی تبدیلی متن میں مخالف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ۲۔ حضرت شعبہ کے تلامذہ میں سے

ابوداؤد دیلمی، محمد بن جعفر، یزید بن ذریع، عمر بن مرزوق، حدیث الباب کو امام شعبہ سے خفض بھا صوتہ کے کلمات سے نقل کرتے ہیں صرف ابوالوکیہ خفض بھا صوتہ کے بجائے مد بھا صوتہ کے الفاظ نقل کئے ہیں تو قواعد کے اعتبار سے یہ روایت شاذ ٹھہری۔ اگر یہ کلمات حضرت شعبہ سے مروی بھی ہوں تو پھر بھی مد بھا صوتہ کا مفہوم معاً خفض بھا صوتہ کے متناقص نہیں ہے۔ ساتویں اعتراض کا جواب — امام شعبہ و سفیان میں علم رجال کا محاکمہ کے تحت تفصیلاً آ رہا ہے۔

حضرات محدثین نے حضرت شعبہ اور حضرت سفیان دونوں کی توہین فرمائی ہے اور ان دونوں ائمہ کو اپنے اپنے وقت میں حدیث کا ماہر اور امام مانا ہے بعض اقوال سے اگر ایک امام کی ترمیم ثابت ہوتی ہے تو دیگر اقوال سے دوسرے امام کی فضیلت خود حضرت سفیان ثوری نے حضرت شعبہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کے خطاب سے نوازا ہے (کتاب العمل ص ۱۸) حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں:

کان شعبۃ صاحب حدیث و اعلم بالرجال و کان سفیان صاحب الاجاب و کان امیر من سفیان فی الممتون۔ (کتاب العمل ص ۱۸) رئیس ائمہ میں حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مقولہ ہے "کان سفیان رجلاً حفظاً و کان شعبۃ اثبت منہ" اگر حضرت حفاظ کا یہ رائے ہے کہ استنباطات میں حضرت سفیان کا درجہ زیادہ ہے لیکن الفاظ و متن حدیث کے ضبط کرنے میں حضرت شعبہ کا۔ بہر حال حضرت شعبہ اور حضرت سفیان دونوں متن حدیث کے بے تاج بادشاہ مانے جاتے ہیں لیکن یہاں حضرت شعبہ کی روایت حضرت سفیان کی روایت سے کہیں رائج ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعبہ نے کسی ثقہ راوی سے اور نہ ہی کسی ضعیف سے تلمیس کرتے تھے۔ بلکہ ان کے ہاں تلمیس ایک امر مکروہ ہے آپ کا مشہور مقولہ ہے "ان ازل من السماء اعب الی من ان ادنس" (مقدم ابن صلاح) یعنی میرے نزدیک آسمان سے گونا تلمیس سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے لیکن حضرت سفیان بعض اوقات

یہیں فرمایا کرتے تھے نیز حضرت محمدؐ نے انھیں مدینہ میں شمار کیا ہے، حدیث الباب کو حضرت سفیانؒ کا غلط معنی سے روایت نہ دیتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ مدس کا معنی غیر مقبول ہوتا ہے، اور حضرت شعبہؒ یا دیگر کسی نہ ہونے کے حدیث الباب کو انہیں نایاب شدہ سے روایت فرماتے ہیں، بہر حال حضرت سفیانؒ کا مذہب ان کو مضرب نہیں مگر مرجوح ضرور ہے، اگر دونوں احادیث ایک ہی مرتبے پر قائم ہوں یا پھر بھی حضرت شعبہؒ کا روایت معنی صحیح ہے اور حضرت سفیانؒ کا روایت معنی محتمل۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

مسند ۳۸۳: عن ابي بن حجر قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا الضالين قال امين ومدى  
بنا صوت۔۔۔ آئینہ بالجہد السمری اکثر اربعہ کا اختلاف مع الاول اور مذہب احناف کے وجوہ ترجیح بہ تفصیل تحریر کریں نیز  
ترمذی نے شعبہ کی روایت کا تخطیہ من درجہ سے کیا ہے وہاں ان کے جوابات ترتیب وار تفصیل سے بیان کریں اور شعبہ و سفیان کے  
میں اختلاف رجال نے جو محاکمہ کیا ہے دیکھنے کے بعد فیصلہ کریں کہ شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہے یا سفیان کی؟ محققانہ کلام فرمائیں۔

(ترمذی)

مسند ۳۸۴: عن جبرائيل العنبري عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قرأ غير  
المضروب عليه ولا الضالين فقال امين وخفف به يا صوته، نقول احوال الأئمة مع مستدلا تهم في  
هذا الخلاف مع توضيح كيفية الاختلاف وتوجيه ما هو الراجح وما اذا اورد المصنف على هذا الحديث من  
من الايرادات اثلث وهل عندكم الخلل عنهما وما اذا راىكم في شعبة وسفيان ايتيها على مرتبة في الحديث

ان دو پرچوں میں درج ذیل پانچ بھاث قابل استفسار ہیں۔ جو بالتفصیل تحریر ہو چکے۔

الحل

۱۔ اختلاف اکثر اور اسکی نوعیت ۲۔ دلائل اکثر (الف) دلائل احناف (ب) دلائل فقہاء ۳۔ وجوہ ترجیح ۴۔ امام شعبہ

۵۔ امام ترمذی کے اعتراضات مع جوابات ۵۔ امام شعبہ و سفیان میں مسلمان رجال کا محاکمہ





۳۔ **دلائل الثمہ** آتائین مسلک ثانی کا استدلال حدیث الباب سے ہے کہ سیدنا محمد بن الفضل نے فرمایا  
 فلم اسمع احدا منهم يقولها ولا نقلها (رواہ الترمذی و ابوداؤد وغیرہما)

یہاں مطلقاً عدم قول کا حکم ہے خواہ تہرا ہو یا سہرا لہذا تسمیہ ابتدا اور فاتحہ میں بدعت اور غیر مننون ہوگی  
 تسمیہ ناس کی حدیث میں ہے فلم اسمع احدا منهم یقولہا (رواہ مسلم) یہاں قراءت کی نفی ہے لہذا تسمیہ کو نہ ہی جہر پڑھا  
 جاتے گا اور نہ ہی سرور۔ ان کے علاوہ عدم جزئیہ تسمیہ کی روایات بھی عدم قرأت کو مستلزم ہیں۔  
 آتائین مسلک ثالث کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حدیث الباب: عن ابن عباس قال کان رسول اللہ یفتتح صلاۃہ بسم اللہ (رواہ الترمذی وغیرہ)  
 فیما انت جالساً بالتسمیۃ سے مقصود جہر تسمیہ ہے ورنہ ابتدا و صلاۃ تو بالاجماع کلمات ثناء سے ہوتی ہے چونکہ کلمات ثناء سرور  
 ہوتے ہیں اس لئے سیدنا ابن عباس نے تسمیہ سے ابتدا و صلاۃ کو نقل فرمایا لہذا معلوم ہوا کہ تسمیہ کا جہر مننون ہے۔  
 ۲۔ حدیث الباب: عن نعیم المجمر قال صلیت و دعا ابی ہریرۃ فقرأ بسم اللہ ثم قال انی لا مشتبہکم صلاۃ  
 رسول اللہ فانہ اذا دعا ما نسی ان یسأل کو باب المجمر بسم اللہ کے ذیل میں لائے ہیں اور یہ حدیث بلا ریب سنداً صحیح ہے۔  
 ان دو دلائل کے علاوہ جزئیہ تسمیہ کی احادیث بھی حضرات شوافع کی مؤید ہیں۔

۴۔ **جوابات** ۱۔ نفی جہر: آتائین مسلک ثانی کے دلائل کا مجموعی جواب یہ ہے کہ تسمیہ کا ابتدا و صلاۃ میں پڑھنا  
 احادیث صحیحہ سے ثابت ہے نیز بعض روایات میں لاجہر کا جملہ صراحتاً مروی ہے لہذا احادیث بالا  
 میں لا تنقیح اور لا یقر سے جہر تسمیہ کی نفی ہوگی قراءت تسمیہ کی نہیں تاکہ دونوں طرح کی احادیث معمول بجا ہو جائیں۔  
 حدیث الباب کا تین طرح سے جواب دیا گیا ہے۔

ضعیف محلول: امام ترمذی فرماتے ہیں لیست اسنادہ بالقوی (ترمذی) امام ابوداؤد، محدث عقیلی اور غلام  
 ابن علی نے اسماعیل بن حماد اور ابو خالد راویوں کے وجود کے باعث حدیث الباب کو ضعیف قرار دیا ہے۔  
 ۲۔ حدیث میں یضیح کا جملہ منقول ہے جہر کا نہیں جس سے جہر کا ثبوت درست نہیں کیونکہ امام ترمذی نے حدیث  
 الباب سے دو باب قبل سیدۃ عائشہ کی روایت نقل کی ہے۔ اذا افتتح الصلاۃ قال سبحانک اللہ اور  
 بالجماع سبحانک اللہ۔ کے کلمات سر اکیے جاتے ہیں لہذا کلمہ افتتاح سے جہر کا مفہوم لیتا درست نہیں  
 ہو سکتا ہے کہ تعلیم تسمیہ کے لئے سیدی حضور انور نے جہر تسمیہ پڑھا ہو جیسا کہ تعلیم کے لئے آپ بعض اوقات  
 سری کلمات کو جہر ادا فرماتے تھے۔ اور اس کے کئی نظائر شریعت مطہرہ میں موجود ہیں۔

حضرات شافعی کی دوسری دلیل کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ محلول: امام زلیخا فرماتے ہیں کہ یہ راویہ، شاذ ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ کے آٹھ سوتلانہ میں سے



صرف انہی پر اس وقت کے ناقل ہیں اس لئے امام دارقطنی فرماتے ہیں کُلُّ ما روى عن النبي فليس به يوم  
ہذا اگر محنت تسلیم کر لی جائے تب بھی فریق ثالث کا تہی اس روایت سے ثابت نہیں کیونکہ اگر اس قرأت کا

ثبوت ہے مگر کا نہیں اور قرأت تسمیہ کے ہم قائل ہیں۔  
بہر حال اور بھی دلائل فریق دیگر کی طرف سے اپنی بایکد میں پیش کئے جاتے ہیں جو بہانہ الحدیثی سنداً ضعیف اور متنازعہ پر  
ہیں مگر امام دارقطنی کے فتویٰ سے ظاہر ہے۔ اور اگر محنت مان لی جائے تو پھر بھی حضرات فقہاء و محققین کے ہاں یہ بات  
منسوخ میں مگر ابو داؤد کی روایت ضما جہل النبی بالتسمیہ حتی مات (ابو داؤد) سے ظاہر ہے لہذا مسلک جمہور ائمہ  
کی روشنی میں یقیناً راجح اور اولیٰ ہے۔

۵۔ **فائدہ** | جزیئت تسمیہ کا مسئلہ تو نیکو کتاب التفسیر سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اس لئے اسے یہاں پر  
نہیں کیا گیا۔ امید ہے کہ مستفین حضرات بھی غارت نصاب سمجھتے ہوئے ایسے مسائل استغنائی پر  
میں پوچھ کر طلباء کو درط نہرت میں نہیں ڈالیں گے۔

# المسائل المجمعة للأئمة الأربعة (زیر نظر)

تالیف: مؤلف: مصوف مفتی قاضی محمد عبد القوی صاحب مدنی

۱۔ مسألہ متفقہ پر ایک جامع دستاویز

۲۔ دین فطرت کے اصولی و متفقہ بین الائمہ مسئلہ محمد کا تفسیلی جائزہ

۳۔ اختلاف ائمہ کو بہانہ بنا کر شریعت مصطفویٰ سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کو دعوتِ فکر

۴۔ شریعت محمدیہ کے اصولی و اساسی مجمع علیہ مسائل کی ڈکشنری





کثیر پر مال ہے جو کسی رفع یدین کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا۔ (۳) عن البراء بن عازب قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه — ثم لا يعو — رواه ابو داود وصححه دارقطنی والطحاوی  
وابن ابی شیبہ۔ (۴) عن ابی ہریرۃ قال کان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل في الصلوة رفع يديه رواه  
رواه النسائي ابو داود وصححه دارقطنی وابن عدي وغيرهم۔ امام ابو داود نے حدیث مذکور کو باب من لم يذكر الرفع عند الركوع کے تحت فرمایا ہے اور اس کی سند میں کوئی کلمہ نہیں لکھا ہے گویا یہ حدیث امام ابو داود کے ہاں سند صحیح اور متناثر صحیح ہے (۵) عن ابن مسعود  
قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم والي بكر وعمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند استفتاح الصلوة  
رواه دارقطنی وابن عدي وابن عبيد بن عمير قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لا ترفع اليدين  
الا في سبع مواطن (عند افتتاح الصلوة استقبال البيت والصف والمروة والموقفين والحج) ذكره البخاري  
في جزئه۔ والبيهقي والمحاكم والطبراني مرفوعا وابن ابی شیبہ موقوفاً (۶) عن ابن عمر مرفوعاً قال  
لا ترفع الا يدي الا في سبع مواطن الخ رواه البخاري في جزئه والبيهقي والمحاكم والبخاري مرفوعاً (۷) عن  
بن زبیر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا افتتح الصلوة رفع يديه في اول الصلوة ثم لم يرفعها في شيء حتى  
يفرج۔ اخبرني البيهقي۔ حضرت عمار بن زبیر تابعی میں صحابی نہیں گویا یہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل عند الجہود  
قابل استدلال ہے۔ (۸) عن علي موقوفاً قال كان يرفع يديه في اول تكبيرة من الصلوة ثم لا يرفع بعدها رولا البيهقي  
موقوفاً باسناد صحيح والطحاوی وابن ابی شیبہ مرفوعاً ودارقطنی

(۳) مزید دلائل اخلاف: (۱) آثار صحابہ و تابعین۔ عن الاسود قال رايت عمر بن الخطاب يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يعو۔ رواه الطحاوی صححه (۲) وقال العيني الحديث على شرط مسلم وقال المحافظ ابن حجر في الدرر النيرة رجاله ثقات والبيهقي وابن ابی شیبہ صاحب جوہر النسخ امام الترمذی مارود بن شیبہ فرماتے ہیں کہ هذا الحديث صحيح على شرط مسلم علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شافعی و راہ میں رقم قرآن میں کو روایت ثقات سے عن مجاهد قال صليت نزلت عمر بن الخطاب فلم يكن يرفع يديه الا في تكبيرة الاولى من الصلوة۔  
رواه الصحاح والبيهقي وسنده صحيح۔ عن ابی بكر بن عتياب عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف  
ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في تكبيرة الاولى من الصلوة رواه البخاري في جزئه وابن ابی شیبہ (۳) والامام  
المصنوع بن ابی شیبہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کا یہ اثر سنداً متناثر صحیح ہے۔ کما اشار الیہ البخاری فی جزئه ثم عن  
ابراهيم الحنفی قال کان عبد الله بن مسعود لا يرفع يديه في شيء من الصلوة الا في الافتتاح (طحاوی) (۴)  
(مصنف عبد الرزاق استاد امام بخاری مدظلہ العالی ابن ابی شیبہ مدظلہ العالی امام ابراہیم حنفی کے مراسیل بالاتفاق محدثین کے ہاں حجت ہیں  
عن ابی اسحاق دو کیم قال کان اصحاب عبد الله واصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة۔ رواه ابن

الشیبہ باسناد صحیح ان کے علاوہ حضرات صحابہ اور سادات تابعین سے کئی آثار اور اقوال منقول ہیں جنہیں کتب حدیث میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ب۔ ۱۔ ارشادات محمد بن ابی۔ ۱۔ قول ترمذی۔ قال ابو عیسیٰ الترمذی  
 وہ (ای ہذا) یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین (ترمذی رحمہ اللہ)  
 ترمذی کے اس تاریخ ساز اور محققانہ فتویٰ سے بات روز روشن کی طرح میاں ہو جاتی ہے کہ حضرات صحابہ اور عزرائل تابعین  
 کی کثرت ترک رفع کی قائل تھی یہ فتویٰ بالتحقیق بغیر کسی تردد اور شک کے سند صحیح اور متناہر ہے۔ بعد ازاں آج بھی  
 انتہی مسلم کی انتہی فی صد آبادی واضح اکثریت سے ترک رفع ہی کی قائل ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی ہدایۃ المبتدئ میں تحفہ  
 بہت قیمتی کے بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں ان الامام مالک رحمہ اللہ ترک لایہ جرح علیہ تعادل السلف من اهل المدينة  
 قائل جن مدینہ اکثر فقہاء و متقدمین کے ہاں مستقل حجت رہا ہے۔ ۲۔ قول امام دار الجرحۃ: قال الامام مالک لا یعرف رفع الیدین  
 و شئ من تکبیر الصلوۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوۃ (المدة للامام مالک) اور در حجۃ کوفہ  
 ہرگز وسط صلوۃ میں جملہ رفع الیدین کی مطلقاً نفی کرتا ہے۔ گویا امام موصوف کے نزدیک تکبیر تحریم میں رفع الیدین کے سوا باقی جملہ  
 مقامات میں رفع الیدین غیر ثابت غیر معروف اور غیر معمول ہے۔ ۳۔ قول محمد بن الحسن الشیبانی:

قال صاحب الامام الاعظم الامام الاظم محمد بن الحسن الشیبانی ثبت عن علی بن مسعود انہما  
 ابرقوا فعلى و ابن مسعود من اصحاب بدر و حمہ من اصحاب الصف الاول ۵۔ قول ائمة  
 قال ابن مسعود رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفعوا ذکراً فترکوا (البدائع ص ۶)۔ قول القاضی الامام  
 ابی یوسف: قال الامام القاضی ابی یوسف الرفع ہیئۃ الدخول فی الصلوۃ فلا یكون الامر (فیض الباری ص ۶)  
 ۷۔ قول جبرائیل: قال ابن عباس ان عشرة الذین شہد نعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجنتہ ما کانوا  
 یرفعون ایدیہما الا لافتتاح الصلوۃ۔ البدائع ص ۶۔ اصحابی کا الجہنم کے تحت ہر صحابی رسول کا قول و عمل مستقل حجت  
 حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول گویا دلائل پر مشتمل ہے جن سے ترک رفع کا عمل مراحہ ثابت ہے۔ ۸۔ قول  
 ابن رشد: قال ابن رشد فی ہدایۃ اجتہاد وہ (بہر ترک الرفع) قال سائر فقہاء الکوفۃ قديماً وحديثاً وهو قول ابن  
 مسعود اصحابہ و اهل المدينة علامہ ابن رشد کی محققانہ نظر میں تعامل اصل کو نہ تعامل اصل مدینہ اور جملہ کوفہ ائمة الامر  
 سیدنا عبداللہ بن مسعود ترک رفع کے عامل اور قائل ہے۔ کتب تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم  
 کے دور خلافت میں کوفہ کے قریب قریب بستی میں ایک فوجی جہاد کی قیادت کی گئی تھی جس میں چھ سو سے لے کر چار ہزار تک حضرات صحابہ  
 کو ام کلثوم افروز بستے تھے اسی لئے امام ترمذی کبیر واحد کی نسبت ہمارے ترک رفع کی جانب کی ہے۔

قال ابو بکر بن عیاش ما رأیت فیہا قط یفعلہ و یرفع یدیه فی غین تکبیر الاولی لرداء بطحاوی بسند قوی



۱۰۔ **قولہ عطیہ**۔ **قالہ** عطیہ ان اباسعید الخدری و ابن عمر کا نام عرفان  
ابنہ یحییٰ اذہم لایکون ان رواہ البیہقی فی السنن الخمری۔ علامہ نمونہ آثار السنن میں فرماتے ہیں کہ خلفہ راشدین سے رفع  
یدین زیر بحث مواضع میں کسی قوی سند سے ثابت نہیں حالانکہ یہ حضرات تیس سال امامت و قیادت کے فرائض سرانجام دیتے تھے

**ابحدیث الباب**۔ عن ابن عمر قال یسجد  
**دلائل ائمہ (ب) دلائل دیگر مذاہب** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فتیح الصلۃ

برفع یدیه و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الركوع۔ قال ابو عینی حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح  
رواہ اصحاب الصحاح الستہ (۲) عن علی بن ابي طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا کبر  
للصلوۃ و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع راسہ من الركوع و اذا قام من الركعتین رواہ البخاری فی جز ۱۰ من  
البدواد و ص ۱۹ و احمد و بیہقی ترمذی و النسائی (۳) عن مالک بن الحویرث انہ راۃ النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم یرفع یدیه فی صلوۃ اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الركوع و اذا سجد و اذا رفع راسہ من السجود  
رواہ ابو داؤد ص ۱۹ و بخاری فی جز ۱۰ ص ۱۹ و النسائی ص ۱۹ و ابن ماجہ ص ۱۹ و دارقطنی ص ۱۹  
عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلوۃ و اذا رفع راسہ من الركوع  
(بیہقی ص ۱۹) و دارقطنی ص ۱۹) عن ابی ہریرۃ انہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر  
للصلوۃ جعل یدیه حذو منکبیه و اذا رکع فعل مثل ذالک و اذا رفع للسجود فعل مثل ذالک و اذا قام  
من الركعتین فعل مثل ذالک رواہ ابو داؤد ص ۱۹ و البیہقی ص ۱۹ و ابن ماجہ ص ۱۹ و عن ابی موسیٰ اشعری  
قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه عند الركوع و عند الرفع منہ ان کے علاوہ سیدنا جابر بن عبد اللہ کی روایت  
ابن ماجہ ص ۱۹ میں حضرت سیدنا عمار الشبی کی روایت ابن ماجہ ص ۱۹ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس کی روایت ابو داؤد ص ۱۹ میں  
موجود ہے۔

۵۔ **جوابات دلائل**۔ تاہم مسکب ثانی کی طرف سے جتنے احادیث آثار رفع یدین کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں اگر ان پر محمد زائد  
ہیں یا اپنے مدعی پر مراحہ دال نہیں یہ حقیقت مندرجہ ذیل تفصیل سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے ہاں حضرت عبد اللہ بن عمر کی  
روایت سند سند الزحہب ہے اور اسے اس سند میں صحیح مانی الباب قرار دینا خلاف واقعہ نہ ہوگا لیکن وہ متنا کئی وجوہ سے مضطرب  
ہے نیز اس روایت کے موقوف و مرفوع ہونے میں رواد کے دین شدید اختلاف ہے جسے ہم آئندہ عبارت میں تفصیلاً بیان کر رہے ہیں  
۱۔ ضعیف الاسناد احادیث ۱۔ احادیث پر تفصیلی بحث از روایت علی بن عباس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن ابی ہریرہ کا نام  
کے باقی حضرات محدثین کی رائے یوں ہے۔ ۱۔ سیدنا امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں مضطرب الحدیث لایکتب بہ ۲۔ امام ابو حاتم کا فرمان ہے  
مشہور حدیث مسند بن علی نقل فرماتے ہیں ترک الامام ابن ہشام کا (سنن ابو داؤد ص ۱۹) نیز روایت مذکورہ میں رکعتیں سے قیام



وقت رفع یدین کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا کوئی احسن سند مسلمان قائل نہیں ہے۔ حضرت انس کے ہاں گویا بالاتفاق یہ حدیث متروک منسوخ  
 اور قول ہے ۲۰ روایت مالک بن الحویرث ہے یہ روایت اگرچہ سند صحیح ہے لیکن مظهر مثلاً ابو داؤد اور نسائی میں یہ روایت  
 نصف سنو سے مروی ہے جس میں تین بیانی اور پانچ مواضع میں رفع یدین کا ثبوت ہے اور ان میں سے رفع یدین قبل سجدہ اور  
 بعد از سجدہ کسی کے ہاں بھی مشروع نہیں گویا روایت مالک بن الحویرث باوجود سند صحیح ہونے کے قائلین مسلک ثانی و ثالث  
 کے ہاں متروک یا منسوخ ہے۔ وگرنہ یہ حدیث صحیح ان پر ثبت ہے گناہا جو ابکم فہو جہا یبنا ۳ روایت مستیدنا السنۃ ہے یہ  
 روایت ابو داؤد ابی نعفی کے طریق سے مروی ہے اور عبد الوہاب الثقفی محدثین و فقہاء کی نظر میں ایک ضعیف ترین راوی ہے۔ اور یہ روایت  
 ہونا راوی ہونا انہیں نیز یہاں صرف عند الرفع من الركوع رفع یدین ثابت ہے جس سے مدعی کی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ ہم حدیث  
 عمر بن الخطابؓ پر یہ روایت بھی من قبیل الضعاف ہے کیونکہ اسکی سند میں ایک ایسی شخصیت مجددہ افزہ ہے جن کی امام ترمذی ہر عام  
 ضعیف کہتے چلے آئے ہیں۔ شخصیت رشید بن سعد کے نام سے مشہور ہے نیز اپنے دعویٰ پر کلیۃً منطبق نہیں ۵۔ روایت ابی  
 حریزہ ۱۔ یہ روایت دو طریق سے مروی ہے ایک ابی بن ایوب کے طریق سے (ابوداؤد میں) اور ۲۔ اسماعیل بن ابی عیاش کے طریق سے  
 بنی بن دوول راوی سمحہ تخرج وتعدیل کی نظر میں غیر معتبر اور مختلف فیہ ہیں نیز حدیث مذکور کعین سے قیام کے وقت رفع یدین کو ثابت  
 کیا ہے جس کا ساہما سال سے کوئی قائل نہیں رہا (بذلک الجہد میث) ۶۔ حدیث ابی موسیٰ الشعمریؓ اس روایت میں مشہور محدث  
 سید ہمام بن سلمہ نمایاں ہیں جن سے ان کے تین قاضی تھے سیدہ جہاد بن مبارک ۲۔ نصر بن اشیل ۳۔ زید بن حباب حدیث مذکور روایت  
 کرتے ہیں ان تین قاضیوں سے صرف حضرت عبداللہ بن مبارک ایک ایسے راوی ہیں جن پر کسی جراح نے قبیل و قال نہیں کیا ان کے  
 علاوہ باقی دو حضرات ضعیف کی فہرست میں نظر آتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ حدیث مذکور کو مرفوعاً آخری اور رواۃ نقل کرتے ہیں حضرت  
 زید بن مبارک نہیں گویا اس حدیث کا ضعیف ہونا انہیں نہیں شمس ہے (بذلک میث) ۷۔ حدیث مستیدنا جابر بن عبد اللہ اس حدیث کی  
 سند میں ابو عبد اللہ موسیٰ بن مسعود راوی مندرجہ ذیل تہہ ثمن کی نظر میں کچھ یوں ہے ۱۔ قتال صاحب المیزان ہو ضعیف عند القہرین  
 وکم فیہ احمد وضعفہ الترمذی ۲۔ علامہ ابن خثیر کہہ رہے ہیں کہ لا یجزم بہ مشہور محدث عمرو بن علی اس راوی کے بارے  
 میں یہاں تک فرماتے ہیں لا یحدث عنہم من یضرب الحدیث ۳۔ علامہ ابو احمد القاسم کا فرمان ہے اتہ لیس بالقوی عندہم  
 (لہذا) ۴۔ علامہ حاکم ابو عبد اللہ کا مقولہ ہو کثیر الوہم سیئ الحفظ ان کے علاوہ علامہ بن داؤد علامہ ابن قانع اور مشہور محدث  
 علامہ ساجی کے نزدیک بھی حضرت مرحوم کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں (بذلک میث) ۸۔ حدیث عمرو لیشی ۱۔ اس حدیث کی تخریج میں  
 تہہ ثمن قدامہ ایک راوی ہیں جن کے بارے میں حضرات تہہ ثمن کے فرامین درج ذیل ہیں ۱۔ علامہ ابو حاتم کا قول ہے ہونکر الحدیث  
 (بذلک میث) ۲۔ فی زبانی بعض المناکیر لا یتابع فی حدیثہ ۳۔ امام نسائی انہیں لیس بالقوی کے الفاظ  
 سے ذکر فرماتے ہیں ۴۔ امام دارقطنی انہیں متروک فرماتے ہیں اس کے علاوہ علامہ ابن حبان اور امام ابن ماجہ بھی انہیں ضعیف رواۃ میں  
 سے شمار کرتے ہیں (بذلک میث) ۹۔ حدیث ابن عباسؓ یہ روایت ابن ماجہ اور ابوداؤد میں مکتوب ہے۔ ابن ماجہ کی سند میں



عمر بن ربیع مویلا ہیں جنہیں امام بخاری نے عمرو بن مسلم انفاس کی روایت سے دجال قرار دیا ہے۔ امام نسائی اور امام دورقطنی کے  
 ان ہاں نقلی یہ سزا دے ہے۔ اس کے علاوہ علامہ حاکم ابو احمد علامہ ابن مدنی علامہ ابن جہان علامہ عقیلی علامہ عبد بن علی علامہ شامی  
 کی نظر میں بھی یہ اصنف ترین ایک راوی ہیں اور ابو داؤد کی روایت میں ایک کی بجائے ایسے دو راوی نظر آتے ہیں۔ جی  
 موجودگی سے حدیث مبارک رحمہم تصنف تک جائز مکتی ہے۔ ۱۔ عبد اللہ بن حصہ ۲۔ مہموک المکی ان دونوں کو اصحاب جرح و تعدیل  
 نے ضعیف ٹاٹھتے۔ اور مہموک قرار دیا ہے الحاصل ۳۔ مذکورہ بالا نو احادیث سے رفع یدین عند الركوع اور عند ارفاع  
 من الركوع ثابت کرنا خلاف نقل و اصل اور غیر صحیح ہے۔ تعجب ہے اُن علماء غیر فقہائیکہ کے لئے جو اپنی آئید میں ہر اس  
 حدیث کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں لفظاً کچھ ترادف ہو۔ چاہے اس سے مدعی کی طور پر ثابت ہو یا نہ یہ حضرات  
 ایسے مواضع پر نہ ہی سند و متن حدیث پر نظر ڈالتے ہیں اور نہ ہی کتب قواعد حدیث پر لیکن اپنے آپکو اہل حدیث کہلوانے  
 میں پیش پیش نظر کرتے ہیں۔ ۱۰۔ حدیث مستیدنا ابن عمرؓ: حدیث الباب متنا کی وجہ سے مضطرب ہے اور ہر طریق  
 دوسرے طریق سے معنوی و منطوقاً متعارض ہے جس کے سبب کسی طریق کو دوسرے پر ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح ہو گا اور افعال  
 کے خلاف اسکی بایک علامہ ابن ارسلان کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں سئل الامام احمد عند القيام من  
الستین و بین السجودین قال لا اذهب الى سجودين سالم عن ابيه ولا حدیث دائل لانه مختلف في الفاظه  
او بسند اسلم ۱۱۔ تفصیل درج ذیل ہے۔ ۱۔ صرف تکبیر تحریمہ ہیں ۱۱۔ حدیث الباب (امد و سہ) تکبیر کی حدیث  
 امام مالک کے طریق سے صرف ایک جگہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کو ثابت کرتی ہے۔ بلاریب یہ طریق سنداً بالکل صحیح  
 ہے۔ ۱۲۔ مسئلہ: اپنی تصنیف لطیف الحنفیات میں حدیث الباب کو بسند صحیح یوں نقل کیا ہے۔ عن عبد الله بن عون ثنا ما قاله  
 عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ان النبي كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يعود (لنصب الراية: ۳۱۸)  
 ۳۔ حضرت بکر فرماتے ہیں صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في تكبيرة الاولي من الصلوة (رواة البخاري)  
 فی جزوہ بسند صحیح ایہ تینوں صحیح روایات صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کو مشروع بتلاقی ہیں۔ ۲۔ تکبیر تحریمہ اور  
 بعد الركوع — امام مالک نے الموطا ص ۵۵ بڑھ حدیث الباب کو یوں تخریج فرمایا ہے ما لم عن ابن شهاب الزهري  
عن سالم عن عبد الله بن عمر ان رسول الله كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذا رفع رأسه من الركوع  
رفعهما كذلك ايضا ۳۔ امام مالک (الموطا ص ۱۲) پر حضرت مستیدنا ابن عمرؓ کا عمل اس سند سے نقل فرماتے ہیں۔  
 مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما  
 الحدیث ۳۔ علامہ عبد البر فرماتے ہیں کہ امام مالک کے علاوہ زید سے امام کی کسی کے علاوہ علامہ قسطنطینی امام شافعی علامہ معین اور ابن نافع  
 الزبیری بھی حدیث الباب کو اسی متن سے روایت کرتے ہیں نیز امام مالک اسی متن کے روایت کرنے میں متفرق نہیں بلکہ امام ابن



Source: *Author's calculations*.



مسلم اور سیدنا نافع بھی وقف و رفع میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی اختلاف کے سبب امام دارالجمہور امام مالک نے کتب میں کتب  
بعد اشرق عشر کے منوم کا پاسبان اور ایسی کہا گیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الانصاف میں فرماتے ہیں مالک کو مسلم  
انامی بحديث ابن عمر، حدیث الباب کو اختیار فرماتے کے بجائے اس سلسلہ میں تعالیٰ اہل بدینہ کو ترجیح دی اور ترک رفع کا قیاس

۱۔ احادیث رفع یدین کی مکمل تفصیل | بارے میں مندرجہ ذیل چھ قسم کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں اور

قسم پر علماء سلف اور فقہار متقدمین کا عمل بھی رہا ہے ان میں سے کسی نوع کو بغیر دلیل قوی کے اختیار کرنا خلاف ضابطہ ہو گا تاہم  
کی احادیث و روایات ان پر حجت رہیں گی ۱۔ صرف بعد الرکوع ۲۔ حدیث سیدنا ابن عمر مرفوعاً (موطا امام مالک) ۳۔ حدیث سیدنا  
سیدنا ابن عمر (موطا امام مالک) ۴۔ حدیث ابن عمر بطریق یونس عن الزہری (سنن البخاری) ۵۔ حدیث سیدنا  
ابن عمر عن عریق بن حواد بن سلمہ عن ایوب عن نافع بن جبر بن جابر عن ابی ہریرہ (سنن البخاری) ۶۔ حدیث صحیحہ کے پیش نظر سیدنا نافع اور سیدنا  
مسلم بن عبد اللہ بن عمر قبل الرکوع رفع الیدین نہ فرمایا کرتے تھے اور اسے منسوخ سمجھتے تھے صرف بعد الرکوع رفع الیدین  
کو سنت مستمرہ اور معمول بہ جانتے تھے ۲۔ قبل الرکوع اور بعد الرکوع ۳۔

۴۔ حدیث ابن عمر صحیح سنن میں مرفوعاً و موقوفاً (ترمذی شریف ص ۲۵) ۵۔ قبل الرکوع ۶۔ بعد الرکوع  
اور قیام رکعتین کے بعد ۱۔ حدیث سیدنا ابن عمر بطریق نافع بخاری و ابوداؤد میں ۲۔ سیدنا ابو حمید ساعدی کی  
مرفوع روایت بسند صحیح ابوداؤد و ترمذی وغیرہ میں ۳۔ سیدنا ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ابوداؤد وغیرہ میں۔

۴۔ حدیث سیدنا ابن عباس مصنف عبد الرزاق میں ۵۔ مسجدہ میں جاتے یا اٹھتے وقت ۶۔ روایت  
سیدنا مالک بن حویرث سنن نسائی میں جب ۱۔ عن عریق بن ہشام عن قتادہ ۲۔ حدیث سیدنا انس بن مالک مسند ابوالعلیٰ میں بسند صحیح  
قال البیہقی رجالہ رجال الصمیم ۳۔ سیدنا ابن عمر کی مرفوع حدیث بسند صحیح طبرانی میں ۴۔ سیدنا ابو ہریرہ کی مرفوع روایت ابی  
ماجمہ میں ۵۔ حدیث سیدنا داؤد بن جحر سنن ابوداؤد و مسند احمد و دارقطنی میں ۶۔ روایت سیدنا ابن عباس مرفوعاً نسائی و ابی  
رفع الیدین میں ۷۔ مسجدین قطاف الوجہ میں بسند صحیح حدیث سیدنا مالک بن الحویرث عن طلحہ بن سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ  
عن احمد بن سنن نسائی ص ۱۶۵ میں ۸۔ طاہر بن طاؤس، سیدنا طاؤس، سیدنا حسن بصری، سیدنا ابن سیرین اور سیدنا نافع (ابن ابی  
شیبہ) میں حسن بصری و مجاہد، عطاء، قیس بن سعد، حاکم بن عطاء و طاؤس (سنن رفع الیدین للبخاری) میں ۹۔ ابن اسجدین رفع الیدین کرتے تھے  
۹۔ قال عبد الرحمن بن مہدی هذا من السنة (المکمل الدرر ص ۱۶۹)

۵۔ دوسری رکعت کی طرف قیام کے بعد ۱۔ حدیث سیدنا علی بن فضال سنن ابی داؤد و مسند احمد میں بسند صحیح ۲۔ روایت  
سیدنا ابن عباس ابوداؤد و بیہقی میں ۳۔ سیدنا مالک بن الحویرث کی روایت سنن نسائی میں مذکور ہیں اقبال احمد و ترمذی و احمد  
صحیح ۶۔ ہر تکیوں و انتقال کے بعد ۱۔ حدیث سیدنا جابر بن عبد اللہ صحیح مسند احمد ۲۔ روایت سیدنا ابن عباس ابوداؤد

دین میں۔ الغرض سے رفع یدین ابتداء میں نماز کے ہر انتقال و تکبیر کے وقت مشروع تھا پھر رفتہ رفتہ متروک و منسوخ ہوتا چلا گیا۔  
 کیونکہ نماز باہ اتفاق تدریجاً حرکت سے سکون کی طرف منتقل ہوتی ہے جیسا کہ ابتداء کلام، سلام، اتفات، عمل کثیر نماز میں جائز تھے۔ بعد میں

بالاجماع یہ امور منسوخ ہو گئے اسی طرح ابتداء رفع یدین نماز کی ہر تکبیر کے بعد معمول بہ تھا پھر ہمیں کمی ہوتی چلی  
 گئی اور وہ منسوخ و متروک ہوتا چلا گیا۔

یہاں تک کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت مشروع و منسوخ رہ گیا۔ چونکہ  
 رفع یدین ان چھ مواضع میں سے چار یا پانچ مواضع میں رفع یدین کو ترک کرنے کا کیا وجہ ہے؟ غنا جو ایک فہم جو ایسا۔

اگر احادیث رفع یدین کو باوجود ضعیف یا غیر مرید ہونے کے صحیح و صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی مندرجہ ذیل احادیث  
 واجوبہ جملہ احادیث میں موجود ہیں جن کے پیش نظر یقیناً ترجیح ترک رفع ہی کو ہوگی۔ ۱۔ دوام الاستمرار۔ ہم تسلیم کرتے

ہیں کہ رفع یدین وسط صلوٰۃ میں کئی جگہ ثابت ہے اور وہ کچھ مدت تک معمول بہ بھی رہا لیکن اختلاف نفس ثبوت میں نہیں بلکہ  
 دوام استمرار میں ہے۔ حضرات جمہور صحابہ، تابعین، فقہاء اور محدثین کا تحقیق یہ ہے کہ رفتہ رفتہ رفع یدین ترک ہوتا چلا گیا اور

آخری دور میں آنحضرتؐ نے رفع یدین کو ترک فرمادیا تھا۔ اس دعویٰ کی تائید مندرجہ ذیل قرآن و شواہد سے ہوتی ہے۔ ۱۔ خلیفہ رابع

سیدنا علیؑ اور جبرائیلؑ سیدنا عبداللہؑ بن مسعودؓ اور کبار صحابہؓ اور فقہاء سے ہیں جو باہ اتفاق صنف اول کے مقتدی تھے (کا اپنا عمل و قول  
 ترک رفع کا تھا اور ان کے جملہ تلامذہ ترک رفع ہی پر عامل رہے) ۲۔ سیدنا ابن عمرؓ جن کی رفع یدین والی حدیث اس مسئلہ کا مدعا

ہے انہوں نے آخر کار رفع یدین کو ترک فرمادیا تھا جیسا کہ حضرت مجاہدؓ کے آثار سابقہ سے ظاہر ہے ۳۔ خلفاء راشدینؓ میں سے  
 خلیفہ ثانی سیدنا عمرؓ اور خلیفہ رابع سیدنا علیؑ سے ترک رفع یدین قوی اور صحیح سند سے ثابت ہے باقی دو خلفاء کے عمل

و قول سے آثار و احادیث ساکت ہیں جو قیاساً اس دعویٰ کو ترجیح دیتے ہیں کہ وہ حضرات بھی ترک رفع ہی کے قائل و عامل تھے۔

۴۔ تعامل اصل کو فہم، تعامل اصل بدینہ اور جمہور صحابہ و تابعین کا عمل و قول (اہم ترمذی منہ ۲)

۵۔ نسخہ۔ یہ بات اتفاقی اور اجتماعی ہے کہ صلوٰۃ حرکت و عدم خشوع سے سکون اور خشوع کی طرف منتقل ہوتی ہے اور

یقیناً رفع یدین وسط صلوٰۃ میں سکون کے منافی ہے اور نماز کی تکمیل تدریجاً ہوتی ہے گویا وسط صلوٰۃ میں تھکی جگہ رفع یدین ختم

ہوتا چلا گیا اور آپؐ کا آخری عمل ترک رفع کا تھا۔ مسک ثانی و ثالث کے حضرات بھی کسی کسی درجہ میں اسکے قائل ہیں۔ لکھا ہوا الظاہر۔

۱۔ اذقے بالقرآن: سادات احناف کثیر اللہ سواد ہم تعارض احادیث و آثار کے وقت اس قول کو اختیار

فرماتے ہیں جو مؤید اور موافق بالقرآن ہو مسئلہ الباب میں بھی ترک رفع کی روایات اذقے بالقرآن ہیں کیونکہ

ارشاد باری ہے ۱۔ قد اقم المؤمنون الدین ہمدی صلوٰۃ فہم خاشعون الایۃ ۲۔ قوموا لللہ قانتین الایۃ ملائکہ ابن حجر

مستطانی الثانی فتح الباری میں فرماتے ہیں الخشوع تارة ینکون من فعل البدن کالسکون یہ لازمی امر ہے کہ سکون فی الصلوٰۃ اور

خشوع بالجوارح ترک رفع ہی سے حاصل ہوتا ہے نیز مسلم شریف میں ایک روایت اسکون فی الصلوٰۃ سے سکون فی الصلوٰۃ کا وجوب معلوم



ہوئے۔ جو ترک کلام، ترک سلام اور ترک رفع یدین ہی سے حاصل ہوگا ۲۔ صریح و متفق علیہ ۱۔ احادیث و آثار ترک اٹھتی پر صراحۃً دل ہیں اور ان سے صرف ترک رفع ہی ثابت ہوتا ہے نیز ان کے ناقلین کا عمل اپنی روایات کے منافی و معارض نہیں ہوگا۔ رفع یدین کی احادیث و آثار سے ایسے مواضع میں بھی رفع یدین ثابت ہوتا ہے جو ثلثہ اربعہ کے نزدیک اجماعاً متروک و غیر معمولی ہیں گویا ان روایات سے مدعی کی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ یقیناً ایسی احادیث کو اختیار کرنا جو حکم صریح اور مکمل طور پر معمولی بھی ہوں اولیٰ و افضل ہوگا دوسری نوع کی احادیث سے ۳۔ تعامل خلفاء و صحابہ ۴۔ احادیث مرفوعہ میں تعارض کے وقت خلفاء و راشدینؓ اور حضرات صحابہؓ کے تعامل کو مدار و اساس بنایا جاتا ہے مسئلہ اباب میں بحمد اللہ خلیفہ ثانی، خلیفہ رابع اور حضرات کبار بدر میں صحابہؓ کا عمل و فعل ترک رفع ہی کا ہے جو عظیم ثبوت و صحابہ کے امین و خلاصہ تھے۔ لیکن دوسری طرف قائلین رفع کے روادے میں سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابن زبیر جیسے صحابہ میں جو زمانہ مصطفیٰ میں کم سن اور چھوٹی عمر کے تھے، امام بخاری کے شیخ سیدنا علی بن المدینی فرماتے ہیں داؤد اجماع ابن مسعود و ابن عمر و خلفاء ابن مسعود (دارقطنی - بیہقی مستدرک)

۲۔ اقرب الی الخشوع: حضرات حنفیہ کے ہاں نماز کی روح سکون و خشوع میں مضمر ہے اور خشوع ہی اصل صلوٰۃ ہے۔ اس لئے تعارض آثار کے وقت حضرات احناف نے ترک رفع کو ترجیح دی کیونکہ سکون جو ارجح خشوع کو مستلزم ہے ۵۔ تعامل اہل مدینہ و کوفہ ۶۔ امام مالک اور اکثر محدثین کے ہاں تعامل اہل مدینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مکتب سیر کی ورق گردانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل کوفہ کی طرح اہل مدینہ کا تعامل بھی ترک رفع ہی کا تھا ۶۔ تو کہ بدعت ۷۔ رفع یدین کی احادیث صرف تین مقامات میں اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو رفع یدین وسط صلوٰۃ میں سنت قرار پائے گا ۱۰۔ اور اگر ترک رفع کی احادیث کو صحیح یا رفع یدین کی احادیث کو سنیت مان لیا جائے گا ہوا نظر ہر رفع یدین وسط صلوٰۃ میں بدعت ہوگا۔ علماء محققین کے ہاں ترک بدعت مل پست سے اولیٰ ہے گویا ترک رفع کو ترجیح ہوگی (بدائع ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶،



صلوٰۃ کے لئے علیحدہ بلندی رفع یدین یا تحویل وجہ وسط صلوٰۃ میں بعض انتقالات کے وقت رفع یدین کرنا اور بعض میں ترک کر دینا غلط ہے  
 نقل و نقل ہوگا۔ ۲۰ احادیث کلیہ۔ فعلی احادیث ترک رفع اور ثبوت رفع میں متعارض ہیں۔ علماء فقیہ کے پاس موجود  
 ہیں لیکن احادیث قولیہ صرف ترک رفع ہی میں ہیں اور عند المعارض احادیث قولیہ ہی کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ ۲۱ احادیث عجیبہ۔  
 ثبوت رفع کے دلائل موجود ہیں اور ترک رفع کے دلائل مانع عند المعارض احادیث مانع کو ترجیح ہوتی ہے۔ ۲۲ شخصی القلب۔ علامہ  
 امام الحرمین ابن حجر مہذب پر تحریر فرماتے ہیں دفع الیدین کحیث یمد القدوم علی المملک والمصلیٰ کالقادم علی اللہ وید  
 القدوم عند المحرمین وبعداً حضر قلبہ مع اللہ بغیر مغارقات یعنی اشارۃ صلوٰۃ میں رفع یدین

منصور القلب مع اللہ ثبات مانع ہے اس لئے ترک رفع کو ترجیح ہوگی۔ ۲۵ احادیث کلیہ۔ احادیث  
 ترک قاعدہ کلیہ پر مشتمل ہیں مثلاً حدیث سیدنا ابن عباسؓ سیدنا ابن عمرؓ اور احادیث رفع امور جریجہ پر دال ہیں۔  
 عند المعارض قواعد کے مطابق امور کلیہ کو ترجیح ہوتی ہے۔ ۲۶ قواعد عملیہ۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ ترک  
 تواثر عمل سے ثابت ہے کیونکہ مضمون براہیمؓ کے نورانی دوسرے ہی حکم ترک رفع متواتر معمول پر چلا آتا ہے جسے عقل اہل کوفہ اور  
 اہل مدینہ یقیناً تواثر عمل متواتر اسناد سے دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی اور راسخ ہوا کرتا ہے۔ ۲۷ کثیر احادیث بشمول حدیث  
 ابن عباسؓ نے اس حقیقت کو تسلیم فرمایا ہے کہ وسط صلوٰۃ میں صرف چھ احادیث سنداً صحیح ہیں اور پھر ان چھ میں وقف و رفع  
 عادت و عدم عادت میں شدید اختلاف موجود ہے۔ ان یہ چھ احادیث مختلف طرق و سانیہ سے مروی ہیں لیکن احادیث ترک باوجود  
 عدم ہونے کے کچھ کچھ امر و جہودی کے ناقلین امر و نہی کے ناقلین سے عام طور پر زیادہ ہوا کرتے ہیں احادیث رفع سے کثیر ہیں۔ وہ  
 یوں کہ وہ احادیث جن میں مستحبات تک کا بیان ہے لیکن وسط صلوٰۃ میں رفع یدین کا ذکر نہیں۔ مگر یادہ اس بات پر دال ہیں کہ  
 وسط صلوٰۃ میں کہیں بھی رفع الیدین مسنون و مستحب نہیں (لأن السکوت فی معوض البیان دلیل علی الترتیب) ان احادیث کے ملنے  
 سے جن میں مراء ترک رفع مذکور ہے عدداً و کثرتاً جو جائیں گی (معارف السنن ج ۱) ہدفہ روات کی زیادتی  
 یہ بات معلوم ہو چکی کہ اولاً ہر انتقال کے وقت رفع یدین مشروع تھا بعد میں رفتہ رفتہ منسوخ ہوا لہذا اگر

حضرت سیدنا ابن عمرؓ کی صحاح ستہ والی روایت اس وقت کی ہے جب رفع یدین منسوخ ہوتے ہوتے صرف  
 تین مواقع میں باقی رہا اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث اُوقت کی ہے جب صرف بحیر تحریر میں رفع باقی تھا لہذا دونوں احادیث  
 میں کوئی تعارض نہیں اور سیدنا ابوسعیدؓ کی روایت سیدنا ابن عمرؓ کے مقابلہ میں زیادتی نسخ کو ثابت کرتی ہے اور ثقہ کی زیادتی  
 بالاتفاق حجت ہے۔

۲۔ بحیر تحریر کے وقت رفع یدین میں حکمتیں | علماء اہل سنت اور محققین ملت نے مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں انہی کے کبریا  
 عن غیر اللہ۔ علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں فی اللہ کی کبریا  
 عظمت کی نفی کی طرف اشارہ ہے اس لئے رفع الیدین کو بحیر سے مقدم کرنا چاہیے کیونکہ بحیر میں کبریا کی وحدۃ کے اثبات کا اقرار ہے۔





عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة  
يحاذی منكبيه وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا اجتمع إلى عمر بن  
الخطاب وكان لا يرفع بين السجدين. فنفوا مسئلة رفع اليدين باختلاف العلماء ومثلت الأئمة  
وأشروا بالفاظ المحفوظة.

## تنظیم المدارس

(ترمذی)

عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح  
الصلاة يرفع يديه حتى يحاذی منكبيه وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع.  
قالت العنقية يرفع اليدين لهذا شكاى الأئمة والحدیث بخالفها وأيضا عند العنقية  
يرفع اليدين في افتتاح الصلاة فقط ولا يوافقها هذا الحديث في الجوارح عند  
(ترمذی ۱۳۹۴ موطا امام محمد ۱۳۹۴ م)

مدرج بالا تین پرچوں میں درج ذیل پانچ امور قابل عمل ہیں۔

## الحل

(۱) مذہب ائمہ (۲) دلیل ائمہ (۳) دلائل منات کتب (۴) دلائل ائمہ مذہب  
جوابات دلائل (۵) وجوہ ترجیح (۶) خط کشیدہ الفاظ کی تشریح ابتدائی چار امور پر چرچے سے قبل اور نمبر ہینچے تو کتب  
۱. عن ابیہ :- اس کی تفسیر کامرین لفظ سالم ہے اور سیدنا سالم کے والد ماجد (۱)  
۵. خط کشیدہ الفاظ کی تشریح :- سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ جو ایک علیل القدر فقہ صحابی ہیں اور غلیظہ ثانی سیدنا  
نزدق عظم کے صاحبزادے ہیں۔ ۲. یحاذی منکبہ :- عادی ثبوتی محاذات کے معنی برابر ہونے کے ہیں یعنی حضور اکرمؐ اپنے  
باتھ باریک کاغذوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔ کتب حدیث میں رفع الیدین کے بارے میں تین قسم کے کلمات منقول ہیں۔ ۱. یحاذی  
منکبہ (۲) کاغذوں کے برابر ۳. یحاذی شکتی اذنیہ کہ کانوں کے لو کے مساوی ۴. یحاذی فرج اذنیہ کانوں کے مساوی ۵. حضرت  
احباب اور حضرات شوافع نے تمام احادیث پر عمل کرتے ہوئے یہ قول اختیار فرمایا کہ نمازی اپنے (حقوں کو اپنے کاغذوں کے مساوی پس  
طرح کرے کہ اس کے انجلیوں کے کونے کانوں کے مساوی ہوں اور اسکے دونوں آگوتھے کان کی نو کے مساوی اور اس کی ہتھیلیاں  
اسکے کاغذوں کے مساوی ہو جائیں۔ اس طرح تمام احادیث معمول بجا ہو جائیں گی اور کسی حدیث کو ترک لازم نہ لگے گا۔ جو حضرات  
ابن کثیرؒ سوا دھم کا خاصہ ہے ۳. لا یرفیع بین السجدين :- یہ رفع کی تفسیر کامرین حضور اکرمؐ میں یعنی آپ کا معمول مبارک  
یہ تھا کہ آپ دو سجدوں کے درمیان اٹھتے مبارک نہ اٹھانے تھے حضرات اکثر میں سے کوئی بھی اس رفع یدین کا قائل نہیں  
ابن کثیرؒ نے سیدنا مالک بن انورؒ کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے بین السجدين رفع یدین ثابت ہے نیز سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ  
کی احادیث سے بھی اس موقع پر رفع یدین ثابت ہوتا ہے ان کا جواب بالاجماع یہی ہے کہ یہ رفع یدین منسوخ ہے اور حضرات ائمہ  
نہایت میں سے کوئی بھی اس کا قائل و عامل نہیں۔



موطا امام محمد رحمہ اللہ ۲۹۵  
ترمذی رحمہ اللہ  
ابوداؤد رحمہ اللہ  
مسند احمد رحمہ اللہ

## ۹۔ فاتحہ خلف الامام

موطا امام مالک رحمہ اللہ  
مسلم رحمہ اللہ  
بخاری رحمہ اللہ

آ۔ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ امام سفیان ثوریؒ حضرت صاحبینؒ اور جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک ہے کہ نماز  
مذہب امام محمدؒ : فاتحہ خلف الامام نماز جہری اور تہری میں مکروہ تحریمی ہے (موطا امام محمدؒ : فتح القدیر ج ۲ : فیض الباری ج ۲ : ۱۷۲)

آ۔ امام دارالبحرۃ امام مالکؒ اور فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک جہری نماز میں مقتدی کے لئے قراءۃ فاتحہ مکروہ ہے اور تہری میں مستحب ہے (ابن تیمیہ  
میزان المعبر ج ۱ : ۱۵۷)۔ امام شافعیؒ سیدنا عبد اللہ بن مبارک امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کا فرمان ہے کہ مقتدی کے لئے قراءۃ فاتحہ  
مکروہ نماز تہری ہو یا جہری (جواب کے درجے میں ہے)۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ فی ردایہ (رد المحتار ص ۱) کے ال نماز  
جہری میں قراءۃ خلف الامام مکروہ ہے اور نماز تہری میں اور نماز جہری میں اس وقت جبکہ مقتدی امام کی قراءت نہ سن سکے مقتدی کے لئے قراءۃ فاتحہ  
مستحب ہے (رد المحتار فی فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ : ۱۷۲)۔ اگر امام اعظم امام ابوحنیفہؒ امام دارالبحرۃ امام مالکؒ رئیس القادیان امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور علماء جہری  
کے مسلک میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام نماز جہری میں مکروہ تحریمی ہے اور امام شافعیؒ کی تصنیف لطیف کتاب الامم کے مطابق اس سے یہ بات معلوم ہوتی  
ہے کہ آپ کے ال نماز جہری میں مقتدی پر تسبیح قراءۃ فرمیں نہیں اس لئے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں : ما سمعنا احدا من اهل الاسلام يقول  
ان الامام اذا جهز بالقرآن لا يجزئ صلوة من لم يقرأ خلفه (معنی میں ہے : فیض الباری ج ۲ : ۱۷۲) یعنی امت محمدیہ میں سے کوئی  
شخص بھی اس کا قائل نہیں کہ نماز جہری میں قراءۃ فاتحہ کے بغیر مقتدی کی نماز درست نہیں۔ گویا امام اربعہ اور جمہور محدثین نماز جہری میں قراءۃ  
فاتحہ خلف الامام کے مکروہ ہونے پر متفق ہیں۔ اور نماز تہری میں علماء امت سے مختلف اقوال ہیں۔ اگر وہ تحریمی جمہور حنفیہ کے ال ۲ : مباح کفرہ  
تہری بھی بعض متاخرین حنفیہ کے نزدیک ۳ : واجب امام شافعیؒ کی مشہور روایت میں ۴ : مستحب مالکؒ نے ضابطہ احمد امام شافعیؒ کی ایک روایت کے  
مطابق کتابا میں امام شافعیؒ کے کلام سے اکی آخری قول کی تائید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں : ونحن نقول ان صلوة صلیت خلف الامام فانما  
يغفر قراءته لا يسمع فيها قراءته۔

۳۔ مدال اہل اہتمام : حضرت حنفیہ کی طرف سے بے شمار دلائل پیش کئے جاتے ہیں جو متعدد انواع پر مشتمل ہیں۔ ایک کتاب اللہ آیت شریعہ  
عبر اسلام ۳ : ۱۰۲ اور حضرت علقمہؒ و صحابہ ۴ : اقوال سادات تابعین ۵ : دلائل قیاسیہ و نظریہ۔  
۱۔ ارشاد باری تعالیٰ : قرآن مجید میں ہے : وَاذْكُرْ اَنَّا نُنزِّلُ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَاصْلُوا الْاٰیَةَ۔ تمام مومنین کا اس بات پر  
اجماع ہے کہ جو دلیل قطعی انبوت اور قطعی الہیات ہو وہ تمام ادلہ سے راجع اور ادلی ہوا کرتی ہے، آیت مذکورہ اصطلاح منطلق میں قضیہ مجدد  
شرطیہ ہے معروف قاعدہ ہے۔ مہلات العلوم کلیات : آیت کا مفہوم یوں ہوا : کَلِمَاتُ الْقُرْآنِ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَاصْلُوا الْاٰیَةَ۔  
استماع اور انصات کو بصیغہ امر لایا گیا جو وجوب پر دال ہے اور بالاجماع ترک واجب مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ رئیس القادیان امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں  
اجم الناس علی انہا هذه الایة فی الصلوة افتادی ابن تیمیہ ج ۲ : ۱۷۲ معنی ابن قدامہؒ ج ۲ : ۱۷۲۔ حدیث ابو موسیٰ اشعریؒ : ۴۰  
ابن تیمیہؒ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا اصلواتنا فقال : ... اذ اقموا فالصلوا (نسائی احمد و مسلم) حضرت علقمہؒ

زمانہ میں کہ حدیث صحیح مسلم کی جملہ احادیث سے صحیح ہے کیونکہ ایک مسئلہ کے جواب پر امام مسلم نے فرمایا اتريد اخذ من سيلان النقي  
 اسباق میں حدیث میں سیلان تھی راوی سے کسی دوسرے زیادہ حافظے والے راوی کا تعاضد کرتے ہوئے گویا سیلان میں ایک حفظ راوی  
 ہیں اور حدیث مذکور کی تصحیح خود امام مسلم ہی کے زبان مبارک سے ہوئی ہے اور حدیث مذکور صراحتاً اس پر دل ہے کہ امام کا وظیفہ قراۃ ہے  
 اور مقتدی کا کام صرف اور صرف انصاف ہے حدیث پاک جہری سری اور قرأت فاتحہ سورۃ سب کو شامل ہے ۲۔ قول شارح  
 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیتم بہ فاذا اکبر فکبروا واذ اقمۃ فانصتوا  
 واذ قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین (رداۃ اللیثی وادوۃ الدلائل ما جسر احمد وغیرہم الام سلم نے  
 صحیح مسلم ۱۲ پر اس حدیث کی ان الفاظ سے تصحیح فرمائی ہے فقال لہ ابو بکر بخدیث ابی ہریرۃ فقال هو عندی صحیح  
 اتفاق المحدثین یہ حدیث صحیح احادیث میں سے ہے حدیث مذکور تقسیم عمل پر دل ہے اور صراحتاً بتلائی ہے کہ امام کا فرض منصبی قراۃ قرآن ہے  
 اور مقتدی کا فرض صرف اور صرف انصاف ہی کا ہے چاہے وہ مقتدی نماز جہری میں ہو یا سری میں اور فاذا قال غیر المغضوب  
 علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کا جملہ اثبات مدعی میں اتنا واضح ہے کہ ہر ذی عقل ہسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ امام اور مقتدی  
 کے فرض کیا کیا ہو صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تیز و اذ قال سے پہلے واذ اقمۃ فانصتوا کا جملہ اس حقیقت کو وضع کر رہا ہے کہ کسی  
 ایسی قرأت پر انصاف کا حکم ہے جو غیر المغضوب علیہم سے پہلے ہے ۲۔ حدیث الباب ۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال غسانہم الناس  
 من القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رداۃ اللیثی ص ۱۱۱) ابوداؤد و نسائی، مک فی مؤلف

وقال الترمذی ہذا حدیث حسن اس حدیث میں مذکور ذیل میں مجھے ترک قراۃ خلف الامام کی تین مستقل دلیل ہیں آ۔ ہل  
 قد اُمر احدکم ۲۔ مالی انازع القرآن ۳۔ فانفخی الناس عن القراءۃ یعنی جماعت صحابہ میں سے صرف ایک شخص نے  
 قراۃ کی جس پر آپ نے انکار فرمایا اور اُسے منازعت سے تعبیر فرمایا جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ قرات قرآن رک  
 گئے یہ حدیث اجماع صحابہ پر دل ہے لیکن چشم بصیرت کی ضرورت ہے ۵۔ عن النبی ان النبی قال اذا قرا الامام فانصتوا  
 کتاب القراءۃ للبیہقی رجالہ ثقات حدیث اور سابقہ دو حدیثیں حدیث ابی موسیٰ اشعری اور حدیث ابی ہریرہؓ آیت قرآنہ کی تفسیر ہیں اور  
 اس مضموم میں صریح ہیں کہ قراۃ صرف امام کا وظیفہ ہے خواہ وہ سورۃ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ اور مقتدی پر انصاف فرض ہے چاہے وہ نماز  
 نری کا مقتدی ہو یا نماز جہری کا ۶۔ الامام محمد عن ابی حنیفہ حدیثنا موسیٰ ابن ابی عائشہ حدیثنا عبد اللہ بن شداد حدیثنا  
 جابر بن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قراءۃ (رداۃ احمد  
 محمد و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و عبد الرزاق شیخ البخاری) یہ حدیث سنداً سلسلۃ الذہب ہے اور اسکے جملہ رواقی اپنے زمانے میں حدیث و  
 فقہ کے امام ہیں علماء محدثین کا اجماع ہے کہ فقہاء و ائمہ کی روایت غیر فقہاء سے کہیں زیادہ راجح اور اولیٰ ہوا کرتی ہے مضموم کے اعتبار سے  
 یہ حدیث صراحتاً اس بات کی طرف مشیر ہے کہ امام کی قراۃ اپنے لئے قراۃ حقیقیہ ہے اور مقتدی کے لئے قراۃ مکبرہ یہ حدیث پاک آٹھ صحابہ  
 سے روکی ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں بشیر بن جابر بشیر بن ابی عمیر بشیر بن ابی سعید بخاری بشیر بن ابی ہریرہ بشیر بن ابی جابر



شہید النبی بن مالک بشیخنا علیؑ اور شہیدنا عمر بن حصینؓ یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ ہمیشہ نمائندے کی بات اس کے منسوب کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید علیہ السلام غاذا اقدراءناہ فاتبہ قوانہ۔ یعنی حضور اکرم کے سامنے حضرت جبریل قرآن پڑھا کرتے تھے جو ان کائنات کی طرف سے ایک نمائندے کی حیثیت رکھتے تھے حضرت جبریل کی قرأت کو رب الارض وسماء نے اپنی طرف منسوب فرمایا دنیا کے تمام مقادیر کے ہاں یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ نمائندے کی بات کو اصل ہی کی بات سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شارع جو دنیا کے جد فقہار و مکارک امام ہیں اس حدیث میں اسی قاعدہ کلیہ کو بیان فرمایا افسوس ہے ان افراد کے لئے جو فوج بصارت کے ساتھ فہم بصیرت سے بے ناکشہ ہیں۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الاما انما من واحد من عتق من (رواہ الترمذی) امام کو بیان مقتدیوں کا ضامن قرار دیا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مقتدی اور امام دونوں اور فعلیہ میں برابر کے شریک ہیں کہ دونوں شمار رکوع سجدہ اور تشہید وغیرہ اور سرانجام دیتے ہیں تو یقیناً امام قرأتہ مقتدی کا ضامن رہ جاتا ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال من صلی رکعة لم یقر فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام (رواہ مالک فی الموطا والترمذی موقوفاً والامام الطحاوی مرفوعاً) وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح (ام مالک نے اسے تین دسانٹھ سے نقل فرمایا ہے تو باتفاق احمدین سند عالی کہلاتی ہیں اس حدیث سے یہ بات صراحتہً مترشح ہے کہ مقتدی کے لئے قرأتہ فاتحہ مکروہ ہے۔

۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا فلیتوم القوم اقراءہم بکتاب اللہ عند وجہ اور دوسرے مقام پر فرمایا الا حق بالامامة اقراءہم (احمدیہ) اگر مقتدی اور امام دونوں کی اپنی اپنی قرأتہ کا اعتبار ہے تو پھر امام کے لئے اقراء ہوئے کی شرط بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں حضرت شارع کا حکمانہ قول ذومکت بنتا ہے کہ جب قرأتہ امام ہی کو قرأت ناموسین تصور کیا جائے گا۔ کما ہو الظاہر۔ اس کے علاوہ حدیث ابو ہریرہؓ کہ سنن بیہقی میں حدیث عبد اللہ بن جحیمہؓ مسند احمد میں بسند صحیح، روایت ابن مسعودؓ بطران و ہزار میں بسند حسن روایت ابی بکرؓ سنن کبریٰ، ابی یوسفؓ میں حدیث شہیدنا عمرانؓ صحیح مسلم نسائی میں حدیث شہیدنا عبد اللہ بن شدادؓ موطا امام محمدؓ میں صحیح اسناد کے ساتھ اور مصریؓ متون سے موجود ہیں جو مسلک حنفیہ کو تقریت بخشی ہیں۔

۱۔ عن ابن عمرؓ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فخبہ قرأتہ الامام۔  
 ۲۔ آثار صحابہ تابعین اور اقوال محدثین۔ اذا صلی وحدا فلیقرء وکان عبد اللہ بن عمر لا یقر خلف الامام۔ (رواہ مالک فی الموطا والترمذی ص۔ وابی یوسف ص ۱۱۱ والظاہری ص ۱۲۹ بسند صحیح و مسند ابن ماجہ الا سانید حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ اثر حضرت مغنیہ کے مسلک پر اثر ہے اور یہی ایک اثر قائم مقام تین دلائل کے ہے کیونکہ اس کا ہر ایک جملہ تأیید میں باطل واضح ہے۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ قال من صلی رکعة لم یقر فیہا بام القرآن فلم یصل لا وداو الامام (رواہ مالک فی الموطا والترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح) یہ اثر موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طریق سے مروی ہے۔ ۴۔ عن زید بن ابیہ قال لا قرأتہ مع الامام فی مثل (رواہ مسلم ص ۱۱۱) وامنال و محمد بن الموطا بسند حسن صحیح اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں اور









ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث کے اگر جملہ اسانید و طرق اور کلمات متون کو نظر ثانی کیا جائے تو حدیث سیدنا  
عبادہ بن صامت مسلک حنفیہ کی واضح اور قوی ترین دلیل ہے۔ کیونکہ مذکورہ ذیل دلائل کے پیش نظر اس حدیث کا تعلق

صرف منفرد اور امام سے ہے مقتدی سے نہیں۔ تفصیل دلائل درج ذیل ہے۔ ۱۔ زیادتی فصاعداً۔ حضرت سیدنا عبادہ بن  
صامت کی روایت صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں اس متن و سند سے مروی ہے۔ ۲۔ سفیان حدیثنا الزہری عن محمود  
فان صرح عن صامت ان رسول الله قال لا صلوة لمن يقرأ بفتح اللام جبکہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہی روایت اس  
درجہ میں ہے محمود عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادہ بن صامت ان رسول الله قال لا صلوة لمن يقرأ بفتح اللام  
بفتح اللام یقیناً فصاعداً کی زیادتی سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حدیث عبادہ بن صامت کا حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے ذمہ  
قرأت فاتحہ کے ساتھ ساتھ قرأت سورت بھی ہے اور بالا جماع قرأت سورت کا وجوب صرف امام و منفرد کے لئے ہے نہ کہ  
مقتدی کے لئے۔ ۳۔ قولہ رئیس المحدثین ۱۔ امام ترمذی نے سیدنا امام احمد بن حنبل سے نقل فرمایا معنی قول ابنی سلم لم  
یقرأ بفتح اللام کتاب اذا كان وحده اور امام احمد کا تحقیقی فتویٰ بھی یہی ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کا قائل و فاعل نماز جہری میں کوئی مسلمان  
نہیں۔ ۴۔ فرمان سیدنا سفیان۔ سیدنا امام شافعی کے استاذ امام سفیان بن عیینہ کی رائے سنن ابی داؤد میں بھی یہی ہے  
کہ داخل یقول وحده ۳۔ اثر سیدنا ابن عمر ۱۔ امام مالک نے الموطا میں حضرت سیدنا ابن عمر کا فرمان نقل کیا ہے کہ حدیث سیدنا  
عبادہ بن صامت کا تعلق مقتدیوں سے نہیں اور نہ ہی مقتدی اس حکم میں شامل ہے۔ ۵۔ قاضی زیادتی فصاعداً۔ سیدنا عبادہ بن

صامت کی حدیث میں فصاعداً کی زیادتی سیدنا سمر کے ملاہ سفیان بن عیینہ (ابوداؤد میں) امام ابو داؤد (امام شعبہ  
در کتاب القراءۃ البیہقی میں) اور عبد الرحمن بن اسحاق (رد المحتار میں) سے ہے۔ ۶۔ جز القراءۃ للبخاری میں (اور صحاح کبائر  
الدرہ القاری میں) بھی نقل فرماتے ہیں نیز فصاعداً کے ہم معنی کلمات مثلاً نماز کا لفظ ابوداؤد میں سیدنا ابو ہریرہ سے ہوا۔ مستر کا لفظ  
مسند احمد میں ۲۔ وقال امام یحییٰ علی شرط الشیخین ابوداؤد میں ۳۔ ابو سعید الخدری سے امام القرآن دہا شام اللہ کا کلمہ سنن ابی داؤد  
یلم اور سورۃ سجا کا کلمہ ترمذی وابن ماجہ میں موجود ہیں۔ بہر حال ان چار دلائل سے یہ بات باطل و دفع ہو جاتی ہے کہ حدیث عبادہ بن صامت  
لا تعلق صرف امام و منفرد امام سے ہے مقتدی سے نہیں۔ وہو القول لایم الامام الاعظم و اگر نہ قرأت سورت کا وجوب مقتدی کے لئے ثابت ہے  
تاہو جو امام نہ ہو جو بنا۔ یہ دلائل و اقوال قائلین مسلک پر حجتہ ہیں۔ اگر ان دلائل سے چشم پوشی کر کے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حکم مقتدی کو  
بھی شامل ہے تو پھر بھی کئی ایسے اشکالات موجود ہیں جن کے پیش نظر وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام پر اس حدیث استلزامی نہیں۔ جو آخر میں جواباً  
حدیث الباب کے تحت آئے ہیں ۱۔ جوابات حدیث ابی ہریرہ ۱۔ ۲۔ غیر مرجح۔ حدیث مذکور کا پہلا جز مرفوع ہے  
اور آخری موقوف جز مرفوع سے قائلین قرأت خلف الامام کا مدعی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ خداج  
کے معنی ناقص کے ہیں افعال خدجت الناقۃ خداجاً اذا اقلت حملها قبل اداسم اور حضرات حنفیہ کے نزدیک بھی بسبب وجوب  
قرأت فاتحہ نماز بغیر قرأت فاتحہ کے ناقص و نامکمل ہوگی باطل نہیں اور مقتدی دلائل سابقہ و احادیث صحیحہ کے سبب اس حکم میں شامل نہیں  
ہیں بلکہ مذکورہ بالا جماع شامل نہیں۔ آخری جز حضرت ابو ہریرہ کا فرمان ہے جس میں مذکورہ بالا قرائن کے پیش نظر درج ذیل توضیحات







صحت مند عالم اور دارقطنی میں کس کے علاوہ چار وجوہ اسانید کتب عدیش میں اور بھی ہیں جن سے معلوم ہو کہ یہ کہ مدینہ الہیہ  
مذہب ذیل وجوہ سے مضطرب ہے یا موقوف

روایت کر غولہ سیدنا نافع بن مالک النعمان اور دیگر صحابہ سے۔

روایت کر فیو الح سیدنا نافع ہیں یا ابو نعیم یا مسعود بن الربیع ۲۰۲ درجہ صحابی میں سیدنا امامہ بن الصامت ہیں یا سیدنا عبد اللہ بن مسعود بن العاصم ۱۰۲ اضطراب متن: معارف السنن میں علامہ ابو نعیم نے فرمایا کہ

۱۔ ایضاً کتاب مفصلہ، رداء مسلم، رداء ذم، ۲۔ اصولوۃ الايفاحۃ الکتاب، ۳۔ مستدرک معراج، ۴۔ اربعۃ ائمه، ۵۔ اصولوۃ

و لا بد انهم من مثل خلف الامام فليقرء بفاتحة الكتاب و اوردوا في البقرة الآية ٢٥٠ لا تسولوا لمن لم يقرر بفاتحة الكتاب امام وغيره

الفرقة الأولى القرآن روم دارقطني - لا تفعلوا إلا بطاعته الكتاب روم دارقطني - لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب

مورقہ فی منزل بیضیہ وغیرہ (رداء احمد فی مسند) الغرض حدیث الباب میں مسند و متن کے اضطرابات بے شمار ہیں آٹا اضطراب کسی اور

حدیث میں نہیں۔ اس کے لئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: **هذا الحديث معطل عن ائمة الحديث كائناً من كان**۔  
 وبقية من الائمة آگے چل کر لکھتے ہیں کہ **در اصل سندنا معادة عن الصادق كالمقوم**۔ اور مرقاۃ المفاتیح ص ۱۱۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ **لا يصح ما نقله الحافظ**۔

و دیگر من الامامہ الیٰہیں دراصل سیدنا عبادۃ بن الصامت کا مرفوع حدیث تو صرف لاصلوۃ لمن لم یقرء بقرآن تہ

مگر ہے وہ موقوف و مضطر ہے ایسے ہی ملازمین ابن حجر و مستطانی الشافعی فرماتے ہیں کہ ہمیں دالی روایت مختصر ہے اور صحیح ہے لیکن باقی جسد

عاریث مطول ہیں اور معلول۔ گویا جو حدیث صحیح ہے وہ صریح نہیں اور جو صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ ہم بحثوگے جوابات دے۔ اگر فاضلین اربعۃ فائزہ۔ الامام کو تمناں دلائی کہ وہ جو مسلمہ کو لانا چاہتے تو کھڑے ہوں دلائل سے وجوب قراۃ فاتحہ طمقہ کی ثبات نہیں

مقتصدین نے یہاں سے انحصار سے استثنائے اہل اہلکار و جماعہ کا یہ کہ ضرر سے استثنائے اہلکار کے وقت صرف مستثنیٰ

دو تفصیل درج ذیل ہے —————۔

۱۔ شخصی سے استثناء۔ بہ اہل لغت کا یہ خیال عامی تھا کہ کسی سے استثناء کے وقت صرف کتاب میں امانت پیدا ہوتی ہے و جب درگتہ نہیں اور یہاں بھی سے استثناء ہے مگر باقرۃ فاتحہ مباح ہے جس کے آپ

میں اباحت پیدا ہوئی ہے جبکہ درمیانی میں اور پہلے میں اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ

بین بالا جماع مد رک رکوع اس میں عموم سے خارج ہے جب مد رک رکوع دلائل و اعماد میں کے سبب خارج ہے تو مقتدی بھی اس میں

معموم سے خارج ہونا چاہیے کیونکہ اخراج مقتدی کیلئے ایک نہیں متعدد دلائل قویہ موجود ہیں۔ قضاء کا حکم: قرارداد کی دو قسمیں

حقیقی، قرآنہ عکسی یہ ہے کہ شریعت مطہرۃ قاری کی قرأت کو تسلیم کرے جیسے مد رک رکوی بالانکاس کما قاری بجا جاتا ہے  
 (۱) کہ قرآنہ عکسی کو لزومۃً متناقضۃً قرار دیا جاوے اور مقتدی کے لئے ممکنہ ۴۰ دلیل ظنی، مضموم متن سے بالاجماع مد رک رکوی محض

ہے تو اگر باعد ثلث الباب عام خص عنہ، البعض شہری اور وہ دلیل جو عام خص عنہ البعض جو اس سے رکنیت ثابت نہیں ہوتی یہ سوال قائم

پس جو دلائل صحیح ہیں ان سے مدعی ثابت نہیں ہوتا اور جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں۔



# وفاق المدارس

(ترمذی)

۱۳۸۱ھ :۔ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب لکھنے کے بعد صرف مذہب حنفیہ کے دلائل کثیر رکریں اور حدیث میں کان لے امام فقراء الامام لے قراءۃ کی کوئی ایسی سند جس میں جابر جعفی کا واسطہ نہ ہو تفسیر فرمائی منقول مذہب لے دلائل منقولہ و منضبط الفاظ میں جسے زیادہ سے زیادہ یاد ہوئی تفسیر کریں دوسرے ائمہ کے دلائل اور ان کے رد کی ضرورت نہیں صرف مذہب حنفیہ کے دلائل کی تفصیل مطلوب ہے اور حرمی اپنے دلائل پر اعتراضات کی تفصیل اور ان کے جوابات مطلوب ہیں ۔

( ابو داؤد ۱۳۹۲ھ ترمذی ۱۳۹۲ھ )

## تنظیم المدارس

ترمذی ۱۳۰۶ھ :۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوٰۃ لم یقدم فیہا بام القرآن فہی خداج فہی خداج غیر تمام ۔  
فصل الاختلاف بین الحنفیۃ والشافعیۃ فی القراءۃ خلف الامام مع دلائل کثیر خریق ۔  
( مولانا محمد ۱۳۹۴ھ )

ان پرچوں میں درج ذیل پانچ امور عل طلب ہیں ۔  
۱۔ مذاہب ائمہ آ۔ دلائل اخلاف تہ۔ حدیث میں کان لے امام کی صحیح سند تہ۔ رکنیۃ فاتحہ سورۃ میں اختلاف ائمہ تہ۔ وجہ ترجیح ۔

**الحل** :۔ مذکورہ بالا پانچ امور میں سے آ اور آ تحریر ہو چکے آ اور آ درج ذیل ہیں جبکہ تم آمد ترجمہ ایاب کے ذیل میں تفصیلاً مرقوم ہے ۔

۱۔ روی الامام محمد بن ابی حنیفہ حدیثنا موسیٰ بن ابی عائشہ حدیثنا  
۲۔ حدیث میں کان لے امام کی صحیح سند :۔ عبد اللہ بن شداد حدیثنا جابر بن عبد اللہ قال قال البقی  
صلی اللہ علیہ وسلم من کان لے امام فقراء الامام لے قراءۃ من ابی حنیفہ حدیثنا ابو الحسن موسیٰ بن  
ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام  
فان قراءۃ الامام لے قراءۃ ۔

۱۔ اوفی بالقرآن :۔ بحمد اللہ مسلک حنفیہ اور ان کی مؤید احادیث قرآنی آیات کے موافق ہیں گما ہوا الظاہر  
۲۔ وجہ ترجیح :۔ مؤید بالاجماع :۔ امام احمد بن حنبل کا تفسیق قول پہلے گزر چکا ہے کہ ہماری نمازوں میں مقتدی کے لئے زکوٰۃ

۱۔ فاقہ عامی مسلک ہے اور اہل سنت محمدیہ میں سے کوئی اس اجماع کے خلاف نہیں ۲۔ اقربہ الی القیاس سے ۳۔ دلائل قیاسیہ میں ہم  
 ایک نہیں کہی دلائل عقلی و قیاسی مسلک حنفیہ کے لئے مرتب ہیں ۴۔ احادیث سے ٹھوٹھ ۵۔ آثار میں دلائل کے وقت احادیث و  
 دلائل اجماع ہوتے ہیں ۶۔ دلائل اجماع غریب ہیں جو صحیح اولہ سے یقیناً راجح ہوں گی ۷۔ احادیث کشیدہ ۸۔ مکتب احادیث پر بغور نظر کرنے  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ (انوار اہل عظام) اکابر صحابہؓ اور مشائخ تابعین کے اقوال و آثار کثرت سے مسلک حنفیہ کے موافق ہیں  
 ۹۔ دلائل عقلیہ ۱۰۔ قائلین قرآنہ فاتحہ خلف الامام کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث دار سے ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور اکرم  
 و انصار صحابہ تابعین نے مقتدی کو قرآنہ فاتحہ کا حکم فرمایا ہو بخلاف ترک فاتحہ کے کہ ایک نہیں متعدد احادیث و آثار سے بظنیوں  
 ثابت ہے ۱۱۔ زجر و توبیخ ۱۲۔ بعض احادیث و آثار میں قرآنہ فاتحہ خلف الامام پر وجہ توبیخ کا بیان ہے جیسا کہ اہل  
 اہل سے ظاہر اور یقیناً اس مسلک اختیار کرنا کہ جس کے فائل و عامل پر درود و عید و زجر ہر جرح ہو گا اور دوسرا مسلک قوی راجح  
 بالاجماع حالت رکوع میں شامل ہونے والا مقتدی اگر تحریر کرے کہ رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو  
 نظر طحاوی اچانے تو ایسے مقتدی نے وہ رکعت پائی کیونکہ مدرک رکوع صلاۃ ہے مالا لکھ مقتدی نے سورہ فاتحہ  
 نہیں پڑھی اب عدم قرآنہ فاتحہ کے باوجود اس رکعت کے شمار ہونے میں دو احتمال ہیں ۱۔ نظریہ ضرورت کے تحت قرآنہ  
 کو ساقط کر دیا گیا ہو تاکہ رکعت فوت نہ ہو جائے ۲۔ بوجہ عدم فرضیت کہ چونکہ قرآنہ فاتحہ فرض نہیں اس لئے چھوٹ  
 جانے کا اعتبار ہی نہیں لہذا ان دو احتمالات میں سے کون سا احتمال حقیقی ہے تو ہم ایک دوسری صورت سے صورت ہلا کا موازنہ کرتے  
 ہیں کہ اگر یہ مقتدی امام کو بحالت رکوع پائے اور وہ بغیر تحریر کرے کہ رکوع میں چلا جائے تو بالاجماع ایسا مقتدی مدرک رکعت نہیں کیونکہ  
 قیاس فرض تھا جو اس مقتدی سے چھوٹ گیا تو معلوم ہوا کہ جو عمل فرض ہو وہ کسی صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا نہ ہی نظریہ ضرورت کے  
 تحت اور نہ ہی بوجہ غدر لہذا یقیناً دوسرا احتمال حقیقی ٹھہرے کہ قرآنہ فاتحہ فرض نہیں۔

طلبہ اکیلے

عظیم نوشہری

حکومت پاکستان نے مدارس عربیہ کی سند فراغ (شہادۃ العالمیہ)  
 کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے۔ نیز فضلا، مدارس  
 عربیہ کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ ملتان، پنجاب اور دیگر پاکستان کی یونیورسٹیوں  
 میں بی اے کی کسی دو مضامین کا امتحان دے کر بی اے کے  
 سند حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے دو سال بعد کسی مضمون پر ایم اے کا امتحان  
 دے سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں

مفت مولف مومون کے تجربات سے استفادہ کیجئے اور اس زرین موقع سے  
 فائدہ اٹھائیے



## ۱۰۔ رُکْنِیۃ فاتحہ و سورۃ

۱۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک ہے کہ قرآنہ فاتحہ ہر نماز میں فرض ہے  
 اختلاف ائمہ :- اور غم سورۃ شمس امام مالک کی مشہور روایت یہ ہے کہ فاتحہ اور سورۃ اولیٰ  
 کا پڑھنا نماز میں فرض ہے امام اعظم امام ابو حنیفہ اور امام مالک فی ردایہ کے نزدیک نماز کی ہر رکعت میں قرآنہ مطلقاً فرض ہے جبکہ سورۃ  
 فاتحہ کو ہر رکعت میں پڑھنا اور غم سورۃ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنن نوائل کی ہر رکعت میں واجب ہے۔  
 (علامہ حجاز میں کے نزدیک مرتبہ واجب اور مرتبہ فرضیت و رکعتیت دونوں امر واحد ہیں اور معنی مترادف ہیں)  
 لیکن امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مرتبہ واجب سنت اور فرض کے درمیان ایک مرتبہ کا نام ہے)

ارشاد باری تعالیٰ :- قرآن مجید میں ہے فاقروا ما نزلنا من القرآن الاذکرہ لعلکم  
 ۲۔ دلائل ائمہ :- رالف : دلائل احناف :- فقہ امام شافعی جو مطلق قرآنہ کی فرضیت پر دال ہے نیز اتفاق فرضیت شافعی کے  
 نے قطعی البتہ الدلائل کا وجود ضروری ہے جبکہ خبر واحد بالاجماع قطعی البتہ ہے۔ ۲۔ حدیث ابو ہریرہؓ :- یہ حدیث  
 مسنی الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے اس میں ہے ثم اقرأ ما نزل من القرآن رداً عن ابی ہریرۃؓ و مسلم میں ہے اگوائے  
 مرفوع حدیث آیت قرآن کی تفسیر :- ۲۔ حدیث ابو ہریرہؓ :- عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً قال من صلی صلوٰۃ لم یقرأ بغيرها  
 بام القرآن فلفی خدا جہ غیر تمام روایہم و ابوداؤد کسی مضمون کی روایات صحیح بخاری جامع ترمذی سنن نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں  
 بھی موجود ہیں خدا کے لغوی معنی ناقص کے ہیں نیز حدیث مذکور میں خدا کے تفسیر غیر تمام سے کی گئی ہے جس سے نقصان ہی کے  
 معنی کی تائید ہوتی ہے بالاجماع ترک واجب موجب نقصان ہوتا ہے اور ترک فرض موجب بطلان معلوم ہوا کہ قرأت فاتحہ واجب ہے  
 فرض نہیں ۳۔ حدیث ابو ہریرہؓ :- عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً لا صلوة الا بقراۃ الاولیٰ و لا بغيرہ  
 لفظ کو اس بات پر صراحت دال ہے کہ قرأت فاتحہ کوئی تنصیف نہیں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ بدخول ہمیشہ غیر ضروری  
 ہوا کرتا ہے۔ ۵۔ عن عبادۃ بن الصامت مرفوعاً قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً (رداء مسند نسائی ص ۱۱۱)

معلوم ہوا کہ حکم فاتحہ اور حکم سورۃ ایک ہی ہے یعنی دونوں واجب ہیں کما قال الامام الاعظم ابو حنیفہ  
 ۳۔ دلیل فقہاء :- قائلین رکعت فاتحہ کا استہلال حضرت سیدنا عبادۃ بن صامت کی حدیث الباب جو صحیح ہے  
 کہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

۴۔ جوابات حدیث سیدنا عبادۃ بن الصامتؓ :- وغیرہ میں موجود ہے جو بالاجماع سنداً و متناسباً صحیح ہے نیز اس کے مترادف کلمات مثلاً قنّاناً و مائیسر و سورۃ مائدہ اور سورۃ فی خبریۃ وغیرہ کتب عاریت میں صحیح سند و متن کے ساتھ موجود ہیں تو قرأت فاتحہ کو فرض اور ختم سورت کو تحب کہنا صحیح نہ ہوگا کیا ہوا انظار ہو گیا حدیث سیدنا عبادہ بن الصامتؓ کے جملہ اسانید کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو قائلین فرضیت فاتحہ کا مسلک بغیر دلیل کے رہ جاتا ہے ۲۔ ظنی الثبوت :- حدیث سیدنا عبادہ بن الصامتؓ خبر واحدہ ہے جو بالاجماع ظنی الثبوت ہے اور دلیل ظنی سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ وجوب ثابت ہوتا ہے جس کے ہم قائل ہیں گویا قائلین رکعت فاتحہ کی دلیل اپنے مدعی کو ثابت نہیں کرتی ۳۔ نفی کمال :- وہ احادیث جنہیں ہم دلائل احادیث کے ذیل میں آئے ہیں، ان صحیح احادیث کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور میں لفظ لا نفی کمال پر محمول ہے کیونکہ لا نفی ذات اور نفی کمال دونوں معنوں کا محتمل ہے نیز قرآن و احادیث میں کئی مقامات پر بالاجماع لفظ لا نفی کمال و صفات کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ احادیث میں اسکی اٹھائیس نقل ہیں ۴۔ مطلقاً قرأت :- علامہ انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ لا نفی ذات کے لئے ہے اور جملہ احادیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف قرأت فاتحہ کا حکم ہی نہیں بلکہ فاتحہ اور سورت دونوں کے پڑھنے کا حکم ہے جیسا کہ فصاعداً قنّاناً و مائیسر وغیرہ کے کلمات سے ظاہر ہے اب جو حکم فاتحہ کا ہوگا وہی ختم سورۃ کا ہوگا گویا حدیث سیدنا عبادہ بن الصامتؓ میں مطلقاً قرأت قرآن کا حکم ہے جو فرض ہے نیز لغت عربیہ میں قرأت مستعمل اور اذتہ کے کلمات کو اگر متعدی یا باب کیا جائے تو اس لئے غلبہ یہ ہوتا ہے کہ مفعول بہ مفعول کا بسندہ ہے کل مفعول نہیں اور مفعولیت میں اس کے علاوہ اور بھی اس کے ساتھ کوئی شریک ہے اس قاعدہ کی رو سے معلوم ہوا کہ صرف فاتحہ کتاب کا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ کسی اور سورۃ کا پڑھنا بھی ضروری ہے مثلاً قرء بالستین و مائتہ اور یوتر بواحدہ وغیرہ وغیرہ

۵۔ اوفقہ بالقرآن :- معارض احادیث کے دقت جو الی القرآن اولیٰ ہوا کرتا ہے مسئلہ باب میں ۱۔ وجوہ ترجیح :- بھی الحمد للہ آیات قرآنیہ مسلک خفیہ کی تائید ہیں ۲۔ احادیث کثیرہ :- یقیناً وہ مسلک راجح ہوگا جسکی تائید احادیث کی تعداد زیادہ ہو، ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلک خفیہ کی تائید احادیث کی تعداد قائلین رکعت فاتحہ کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے ۳۔ احادیث قطعیہ :- ہماری تائید احادیث قطعیہ الثبوت کے ساتھ ساتھ قطعی الدلالت بھی ہیں حدیث عبادہ بن الصامتؓ وغیرہ متعلّات ہیں بالاجماع احادیث مکملہ غیر متصل راجح ہوتی ہیں ۴۔ احادیث صریحہ :- مسلک خفیہ کی جملہ احادیث سے تائید ہوتی ہے بلکہ قائلین رکعت فاتحہ بعض احادیث معتد کو اختیار فرماتے ہیں اور کثیر احادیث صحیحہ اور صریحہ کو ترک کر دیتے ہیں بالاجماع وہ مسلک کی ہوگا جس میں مل جمیع الامارہ ہو اس سے جہاں عمل بالبعض اور اسقاط البعض لازم آئے۔



## ۱۱۔ صلوٰۃ القاعدہ والثاثر منہ

برقہ الامام محمد

۱۲۸۳ھ عن عمران بن حصین قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ الرجل وهو قاعد فقال من صلی قائماً فهو افضل ومن صلی قاعداً فلن عن صلوٰۃ الرجل وهو قاعد فقال نصف اجر القاعد قال حدیث حسن صحیح نصف اجر القائم ومن صلی قائماً فله نصف اجر القاعد قال حدیث حسن صحیح ناہم کے معنی متین کر کے یہ لکھو کہ مصداق حدیث مفتر من ہے یا متنفل۔ اور دونوں صورتوں میں معذور شخص مراد ہے یا غیر معذور۔ معذور کی صورت میں خواہ مفتر من ہو یا متنفل، اجر کی تنصیف نہیں بلکہ اجر کامل ہے اور غیر معذور اگر مفتر من ہو تو قیام پر قدرت رکھتے ہوئے اس کی نماز بحالت قعود درست نہیں چہ جائیکہ نصف اجر ہو اور اگر غیر معذور متنفل مراد ہے تو متنفل غیر معذور کی نماز قائم درست نہیں۔ لہذا حدیث کا ایسا مصداق متین کر دیں کہ بلا اشکال سب الفاظ حدیث اس پر منطبق ہو سکیں۔

**اھل** :- پر یہ بالا میں درج ذیل دو امور حل طلب ہیں (۱) ناہم کے معنی (۲) تعین مصداق۔ تفصیل صوب ذیل ہے۔ ۱۔ ناہم کے معنی: حدیث الباب میں نوم سے مراد حالت اضطجاع ہے جس کے معنی پہلو کے بل لیٹنا ہے تو گویا ناہم سے مراد وہ شخص ہے جو لیٹ کر نماز ادا کرے یعنی یہاں نوم کے حقیقی معنی مراد نہیں اور بعض علما نے نوم کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے یہ تاویل کی ہے کہ حدیث الباب کے متن میں تصحیف ہوئی ہے۔ اور حدیث کا صحیح متن یوں ہے۔ من صلی ایماء فله نصف اجر القاعد (رواہ صاحب معالم السنن)

**تعین مصداق** :- سیدنا عمران بن حصین کی حدیث، الباب حضرات محدثین و شراح کی نظر میں کئی اشکالات کو دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اس کی تاویل کو جس صورت میں بھی اختیار کیا جائے اس میں کئی اشکالات باقی رہتے ہیں۔ ہر حال سات محدثین اور علماء تحقیق نے مندرجہ ذیل دعوہ سے حدیث الباب کو حل کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ ۱۔ غیر معذور متنفل: امام ترمذی نے حدیث الباب کو متنفل غیر معذور پر محمول کیا ہے۔ اور اس کے تحت حضرت جسیر بن کاتول نقل فرمایا۔ ان شاء الرجل صلی صلوٰۃ التطوع قائماً وجالساً مضطجعا یعنی اس مسلک کے مطابق نفلی نماز غیر معذور شخص کیلئے ہر حالت میں جائز ہے۔ علامہ قاضی عیاضؒ نے الاکمال میں بعض مالکیہ کا قول بھی اس مسلک کے موافق نقل کیا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ اور شوافع کی ایک روایت بھی اس کے موافق ہے۔ ۲۔ مفتر من معذور علامہ خطابیؒ، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، اور علامہ الزہد شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے حدیث الباب کو مفتر من معذور پر محمول کیا ہے۔ اور اس معذور سے وہ شخص مراد ہے جو ایسے مرتب میں مبتلا ہو کہ جس کی وجہ سے بیچہ کر پڑھنے کی ترغاب اجازت ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قیام پر قدرت رکھتا ہو۔ اور وہ تکلیف برداشت نہ کر سکے بلکہ جائز صورت شرعاً مشروع نہیں۔

کے نماز قائم ادا کرے۔ گویا عند الجہور معذورین کی دو میں ہیں۔ ۱۔ وہ معذور جو قیام و قعود پر قادر نہ ہو۔ ۲۔ وہ معذور جو شدید مشقت و تکلیف کے ساتھ قیام و قعود پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی اس کیلئے قیام و قعود ممکن ہو متعذر ہو۔ گویا حدیث الباب کا حاصل یہ ہو گا کہ جو فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کے استطاعت رکھتا ہو وہ شرعاً بیٹھ کر پڑھنے کا مجاز ہے۔ البتہ تکلیف مجاہدہ کرتے ہوئے مریض نمازی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اجبر مضاعف کا موجب ہے۔ اس طرح جو شخص مریض شدید کی وجہ سے بیٹھنے سے بھی عاجز ہو شرفائیت کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر تکلیف برداشت کرتے ہوئے یہ مریض بیٹھ کر نماز ادا کرے تو دوسرے ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ آدھا ثواب تندرست آدمی کی قیام والی نماز کے ثواب کے برابر ہو گا۔ جہور کے موقف کی تائید مؤطا امام مالکؒ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ حضرات صحابہؓ شدید بخاریں مبتلا تھے فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس وہم یصلون فی صفین حم قعود افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ القاعد نصف صلوٰۃ القائم۔ اس طرح کی ایک روایت مؤطا امام مالکؒ اور مؤطا امام محمدؒ میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے بھی مروی ہے لیکن یہ حدیث سنداً منقطع ہے کیونکہ حضرت امام زہریؒ کا سماع سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ثابت نہیں۔

۲۔ ترغیب علی القیام :- شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ فرماتے ہیں کہ یہاں صرف نماز میں قیام کیلئے ترغیب دینا مقصود ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا اجر و ثواب بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نسبت دو گنا ہے۔ اور مسلمان کو چاہیے کہ باہمت ہو کر حتی الامکان زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ گویا حدیث مذکور میں قیام، قعود اور اضطجاع کے مابین ثواب کی نسبت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اہل معذور، غیر معذور، مفتر من اور متغفل کیلئے قعود اور اضطجاع کب جائز ہے اور ان کے مابین اجرو ثواب کی کیا نسبت ہے دوسری روایات سے معلوم ہو سکے گا۔





۱۔ **تذکرہ شام** : ابن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً قال یسجد سجدتین قبل ان یسلم اس کے علاوہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف کی روایت ترمذی میں سیدنا ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح ستہ میں اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ابو داؤد میں موجود ہیں جن میں قبل ان یسلم کے کلمات صراحتہ موجود ہیں اور یہ روایات بالا جماع سنداً صحیح ہیں۔ امام مالکؒ کے مسلک کی تائید میں کوئی حدیث صراحتہ موجود نہیں۔ ممکن ہے کہ مسئلہ الباب میں آمد جملہ احادیث میں فقہانہ بصیرت کے تحت انہوں نے یہ مسلک اختیار فرمایا ہو۔ امام احمد اور امام اسحاق کے اقوال بھی مستدرجہ بالا احادیث سے مؤید ہیں کما ہوا للظاہر

۲۔ **جوابات و تجویز ترجیح** : حضرات ائمہ اربعہ کے مابین یہ اختلاف محض فضیلت داؤدیت میں ہے و اگر نہ سجدہ سہو قبل السلام

دوبعد السلام کے جواز پر سب ائمہ متفق ہیں مسئلہ الباب سے جتنی صحیح احادیث متعلق ہیں انہیں بلا اختلاف قبل السلام

اور بعد السلام دونوں طرح سجدہ سہو کا ثبوت ملے گا۔ حضرات حنفیہ نے مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر احادیث بعد

السلام کو ترجیح دی ہے۔ ۱۔ احادیث ضعیفہ قولیہ : علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مسئلہ الباب میں فعلی احادیث آپس میں متعارض ہیں اور احادیث

قریبیہ سے سجدہ سہو قبل السلام صرف ان احادیث سے ثابت ہے جو مشک کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی

روایت عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایات لیکن سجدہ سہو بعد السلام ایسی احادیث قولیہ سے ثابت ہے جو قاعدہ کلیہ پر دال ہیں اور

اپنے علوم کے اعتبار سے سہو کی تمام صورتوں کو شامل ہیں ۲۔ تمام احادیث پر عملے : حضرات حنفیہ کے مسلک میں دونوں قسم

کی احادیث پر عمل ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ سجدہ سہو میں دو سلام ہوتے ہیں ۱۔ فراغت عن الصلوٰۃ کے لئے ۲۔ فصل کے لئے قبل السلام

دالی احادیث فراغت عن الصلوٰۃ کے سلام پر محمول ہیں اور بعد السلام دالی روایات سلام فصل اور سلام سہو پر اس وجہ ترجیح

کہ انسید سیدنا عمران ابن حصینؓ کی مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں دو سلاموں کا ذکر ہے گویا جس راوی نے ایک سلام کا

ذکر فرمایا انہوں نے دوسرے سلام کے بیان سے خاموشی اختیار فرمائی۔ ۳۔ تعامل صحابہ و تابعین : حضرات صحابہ

تابعین کی ایک کثیر جماعت سجدہ سہو بعد السلام کی قائل و عامل ہے جن کے اہم بارگاہی مختصر پہلے گزر چکے۔ ۴۔ مؤید بالقیاس : سجدہ سہو بالا جماع ثلثی نافات کے لئے ہے لہذا سجدہ سہو بعد السلام ہونا چاہیے جیسا کہ فرائض کی کمی پورا کرنے کے لئے بالاتفاق نوافل

شرعی ہونے اور وہ فرائض کے بعد ہی پڑھے جلتے ہیں اس لئے سجدہ سہو بھی سلام کے بعد ہونا چاہیے۔ امام مالکؒ نے جو احادیث

مجموعہ تطبیق دی ہے وہ جامع نہیں کیونکہ نماز میں نمازی سے اگر کمی و زیادتی دونوں قسم کی غلطی سرزد ہو جائے تو پھر قبل السلام سجدہ

سہو ہوگا یا بعد السلام یہ اشکال حضرات مالکیہ کے لئے باعث تفریح ہے جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام مالک کے درمیان مدینہ منورہ میں

ماخوذ ہوا۔ امام ابو یوسفؒ کے سوال پر سیدنا امام مالکؒ نے اپنا مسلک بیان فرمایا جس پر امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے، فان زاد الرجل

نفساً معاً تو امام مالکؒ خاموش ہو گئے اور سوچنے لگے۔

۵۔ **موضح سہو لفظی** : مرتبہ قراۃ صلوٰۃ میں سہو التباس واقع ہوا۔ ۱۔ نماز ظہر کے قعدہ میں سیدنا ابن کثیرؒ



\_\_\_\_\_ کی روایت ہے ان النبی قام فی صلوٰۃ الظہر وعلیہ جلوس الحدیث یعنی آپ نے دوسری رکعت میں قعدہ

\_\_\_\_\_ فرمایا بلکہ تیسری رکعت کے لئے آپ کھڑے ہو گئے ۱۔ نماز ظہر یا عصر میں دو رکعتیں: سیدنا زید الدیرانی

کا مشہور حدیث ہے صلیٰ بنا رکعتین ثم سلم (۱۰۰۱ ابوداؤد وصحیح) یعنی ظہر یا عصر میں پھر رکعت کی بجائے حضور اکرمؐ نے دو رکعتوں

پر سلام فرمایا ۲۔ نماز ظہر میں پانچ رکعتیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے صلیٰ الظہر خمساً الحدیث یعنی حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں پانچ رکعتیں ادا فرمائیں ۳۔ نماز عصر میں تین رکعتیں: سیدنا عمر بن حفصین کی حدیث ہے

سلم رسول اللہ فی ثلاث رکعات من العصر الحدیث کہ آپ نے نماز عصر کی کل تین رکعتیں ادا فرمائیں ۵۔ شک رکعت ہے

حضرت سیدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ کو نماز میں شک ہوا تو مسجد پہنچا (یعنی بحوالہ معارف ص ۲۴)

۶۔ التباہی قراۃ: امام نسائی نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے ان النبی صلی صلوٰۃ الصبح قصر الروم فالس علیہ

۷۔ نماز مغرب میں دو رکعتیں ۱۔ عن معاویہ بن خدیج قال صلیت مع رسول اللہ المغرب سہا خلم فی رکعتین

استدرك فی فیض الباری ص ۲۱ ۸۔ ایک آیت ترک ہوئی ۱۰۔ ابوداؤد کی ایک روایت ہے انہ ترک ایۃ من السورۃ فی القراۃ -

## وفاق المدارس العربیہ

(ترمذی)

سنہ ۱۳۸۰ھ عن عبد اللہ بن جبینۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فی صلوٰۃ الظہر وعلیہ جلوس فلما اتم صلوٰۃ سجد سجدین یکبّر فی کل سجدۃ دھوجا الس قبل ان یسلم وسجد ہما الناس معہ مکان ما یشی من الجلوس۔

سجود پہلے قبل اسلام و بعد اسلام میں امام ترمذی نے حضرات ائمہ کا اختلاف کیا نقل کیا ہے حضرات حنفیہ کی عین کیا رائے ہے ان کا دلیل کیا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیے۔

اس پرچہ میں صرف دو امور دریافت کئے گئے ہیں۔

۱۔ اختلاف ائمہ ۲۔ دلائل احاف

**الحل**

دونوں دریافت طلب امور پرچے سے قبل تحریر ہو چکے۔

## ۱۲۔ قنوت فی الفجر والمغرب

امام ابو حنیفہؒ حضرت صاحبینؒ سیدنا ابن المبارکؒ علامہ لیث بن سعد مصریؒ امام سفیان ثوریؒ امام اسحاقؒ امام  
۱۔ مذاہب ائمہ :- احمد بن حنبلؒ جملہ فقہاء اہل کوفہ اور اکثر اہل علم حضرات تابعین میں سے امام اسود امام شعبیؒ سیدنا سعید بن جبیرؒ  
امام ابراہیم النخعیؒ امام طاہرؒ اور علامہ ابن شہابؒ الزہریؒ سادات صحابہ میں سے خلفاء اربعہ عبادہ ثمالہ اور عبید اللہؒ کا مسلک یہ ہے کہ قنوت  
صرف نماز وتر میں سنون ہے باقی نمازوں میں غیر مشروع اور غیر مسنون ہے۔ اہل عجم کی نماز اور بقیہ حضرات جہر یہ میں قنوت اس وقت سنون ہے  
جب امت مسلمہ پر کوئی مصیبت آفت آپڑے اسے قنوت نازل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۲۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو ثورؒ فرماتے ہیں کہ قنوت  
ہمیشہ صبح کی نماز میں پڑھی جائے خواہ مصیبت ہو یا نہ ہو اور وتر میں سوائے رمضان کے آخری پندرہ دنوں کے قنوت نہیں پڑھی جائیگی۔  
پھر امام مالکؒ صلوٰۃ فجر میں قنوت کے استحباب کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ نیت کے الحاصل :- قنوت نازل خواہ نماز فجر میں ہو یا مغرب  
میں اگر اربعہ کے نزدیک مشروع ہے قنوت نازل کے علاوہ حضرات حنفیہ اور حنبلیہ کے ال صلوٰۃ فجر اور صلوٰۃ مغرب میں کوئی قنوت مشروع و  
مسنون نہیں جبکہ حضرات شوافع کے نزدیک صرف نماز صبح میں قنوت مسنون ہے اور حضرات مالکیہ کے نزدیک مستحب گو یا نماز مغرب میں  
قنوت کا کوئی بھی قائل نہیں۔

۱۔ حدیث الباب :- عن ابی مالک الاشجعی مرفوعاً انکذا یقننون قال

۱۔ دلائل احناف :- امی بلی محمدؒ (رواہ الترمذی ص ۵۵) وقال هذا حدیث حسن صحیح والعل

علیہ عند اکثر اہل العلم والنسائی و احمد وابن ماجہ اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ نماز صبح میں قنوت :- حضور اکرمؐ کا معمول تھا اور  
زہریؒ غلطی کے راشدینؒ میں کا ۲۔ حدیث سیدنا انسؒ :- عن انس قال انما قنت رسول اللہؐ مشہراً بعد الركوع  
فی صلوٰۃ الصبح یدعو علی رعل و ذکوان (رواہ البخاری و مسلم و عیوہما) یہاں یدعو علی کے کلمات اس بات پر صراحت  
دل ہیں کہ یہ قنوت قنوت نازل تھی ۳۔ حدیث سیدنا امام انسؒ عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود ان  
رسول اللہؐ لم یقنن فی صلوٰۃ الفجر قط الا مشہراً واحداً (فتح القدیر ص ۳ اور مسند امام اعظمؒ) اس روایت سے  
معلوم ہوا ہے کہ نماز فجر میں آپؐ کا قنوت پڑھنا صرف ایک ماہ کے لئے تھا جس میں آپؐ مشرکین کے لئے بُدعا فرماتے تھے۔

۴۔ حدیث ابی ہریرہؒ :- عن ابی ہریرہ قال کان رسول اللہؐ لا یقنن فی صلوٰۃ الصبح الا ان یدعو لقوم اذ علی  
قوم ان ینزل روایات سے صراحت معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے نماز فجر میں کبھی کبھی قنوت نازل پڑھی اسکے علاوہ کوئی اور قنوت کسی نماز  
میں بھی آپؐ سے ثابت نہیں۔ علامہ عیوہؒ نے انار اسنی میں مسلک حنفیہ کی آئید میں تقریباً بیسٹ مرفوع و موقوف احادیث نقل کی ہیں۔

۱۔ حدیث الباب :- عن البراء بن عازبؓ ان النبیؐ کان یقنن فی صلوٰۃ الصبح والمغرب  
۲۔ دلائل ائمہ :- (رواہ الترمذی ص ۵۵) وقال حدیث ابراہیم حدیث حسن صحیح (۱۔ حدیث ۱۔ عن انسؓ ما زال رسول اللہؐ یقنن

فی الفجر حتی فارق الدنیا (رواہ الدارقطنی و احمد ص ۳) ۳۔ حدیث ابی ہریرہؓ عن ابی ہریرہؓ قال ان النبیؐ اذا رفع راسہ



ریٹ

من الركوع من صلوٰۃ الصبح فی الركعة الثانیة رفع یدایہ

فریق ثانی کے دلائل میں سے حدیث سیدنا انسؓ اور حدیث سیدنا ابی ہریرہؓ ضعیف ہے کیونکہ حدیث ثانیہ کی روایت میں ابو جعفر اور حدیث ثانیہ کی سند میں عبد اللہ بن سعید المقبریؒ ایسے راوی ہیں جن کا شمار متبانی ضعیف روایت میں سے ہوتا ہے ابو جعفر راوی کے متعلق امام احمد اور امام نسائی فرماتے ہیں انہ لیس بالقوی علامہ ابن القیمؒ کی رائے ہے هو حسن المذکور ایسے ہی علامہ ابو زرہؒ کی تحقیق ہے انہ ینھم کثیراً ۲۔ قنوت نازلہ : فریق ثانی کی جگہ احادیث بصوت تسلیم درست قنوت نازلہ پر مہمل میں کہا ہوا ظاہر ۳۔ بمعنی طول القیام : علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ لغت عربیہ میں قنوت کے کئی معنی ہیں مثلاً دعا، سکوت اور طول قراۃ وغیرہ چنانچہ متعارض احادیث میں تطبیق دینے کے لئے ضروری ہے کہ قنوت سے مراد طول قیام ہو اور یہ معنی کتب احادیث میں کئی جگہ بالاتفاق لیا گیا ہے ۴۔ عدم مطابقت : حدیث الباب سنداً صحیح ہے لیکن اس سے آپکا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں نماز فجر کی طرح نماز مغرب میں بھی قنوت پڑھنا ثابت ہے جس کے آپ قائل نہیں خاصاً جو ابکم فی قنوت المغرب فقہو جوابنا فی قنوت النحر۔ الغرض قائلین مسلک ثانی کی جو حدیث صحیح ہے وہ محکم و صریح نہیں اور جو صریح ہے وہ صحیح نہیں، کہا ہوا ظاہر۔

بسم اللہ مسلک منفیہ کئی وجوہ سے راجح ہے جن میں کثرۃ احادیث احادیث محکمہ احادیث قولیہ اور تعاملیہ ۲۱۔ وجوہ ترجیح ۱۔ صحابہؓ مجیبے وجوہ ترجیح موجود ہیں۔

## وفاق المذاهب

(ترمذی)

۳۸۳ھ عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کاذ یقنت فی صلوٰۃ الصبح المغرب قال ابو عیینہ حسن صحیح۔ صلوٰۃ صبح و مغرب میں قنوت کے متعلق مذاہب ائمہ بیان کر کے یہ بناؤ کہ حدیث مذکور حنفی مذہب کے مطابق ہے یا نہیں ۱۰۔ اگر مطابق نہیں تو کیوں اور کس دلیل سے ۱۱۔ اور اس حدیث سے حنفیہ کیا جواب دیتے ہیں۔

## الحل

پہلے بالا میں درج ذیل چار ابحاث قابل حل ہیں۔

۱۔ مذاہب ائمہ ۲۔ دلائل ائمہ ۳۔ جوابات ۴۔ وجوہ ترجیح — یہ چاروں امور پر پہلے سے قبل تحریر ہو چکے

## نظر طحاوی

۱۔ احادیث میں نماز فجر اور نماز مغرب کے وقت قنوت پڑھنے کا ثبوت قطعی ہے اور نماز عشاء میں تماماً جبکہ نماز ظہر اور نماز عصر میں علم قنوت کا ثبوت اجماعاً ہے کہ قنوت نہ ہی حالت حرب میں مشروع ہے نہ ہی حالت آسہ میں نیز فجر و مغرب اور عشاء میں قنوت فقط بحالت حرب ثابت ہے جس کے جواز میں اختلاف ہے لہذا مختلف فیہ صورت کو اجماعی کیفیت پر قیاس کرتے ہوئے فجر و مغرب اور عشاء میں بھی قنوت کو ترک کر دیں گے خواہ حالت حرب ہو یا عافا حالات۔ ۲۔ بالا اجماع نماز وتر میں قنوت مشروع ہے پورا سال اکثر فقہاء کے نزدیک اور رمضان المبارک کے آخری پندرہ دنوں میں بعض فقہاء کے ہاں خواہ زمانہ حرب ہو یا زمانہ آسہ نیز قنوت نماز وتر کے ساتھ مخصوص ہے لہذا نماز فجر و مغرب اور عشاء میں بھی قنوت زمانہ حرب کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی بلکہ نماز کے ساتھ مختص ہوگی جب فریق ثانی کے ہاں نماز کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ فقط زمانہ حرب کے ساتھ خاص ہے تو قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ قنوت ان نمازوں میں درست ہی نہ ہو۔

طحاوی ص ۲۹۹  
موسلم ص ۱۳۳  
بخاری ص ۸۵

بخاری ص ۱۳۳  
موسلم ص ۱۳۳  
بخاری ص ۸۵

## ۱۴ - الکلام فی الصلوة

۱۱ اختلاف ائمہ

ایم ائمہ ابوحنیفہ حضرات صاحبین ائمہ ابو یوسف محمد بن اسماعیل ثوری و علامہ ابن شہاب زہری ائمہ ابیانی  
بہ کہ نماز میں کلام کرنا مطلقاً مفید صلوة ہے خواہ عدا ہو یا مسلمانانہ فقیل ہوا یا غیر نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو وہ  
نار بن مسعود بن ارقم و اکثر اہل العلم کا قول (ترمذی ص ۱۵۲) ۱۲ امام دارالحدیث امام مالک اور امام ابو داؤد اہل کے نزدیک نماز میں جو  
کلام اصلاح صلوة کے لئے کی جائے وہ مفید صلوة نہیں اگرچہ عدا کی کیوں نہ ہو ۱۳ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل روایت ہے کہ ان اگر  
نماز میں بھول کر تھوڑی سی بات کر لی جائے تو مفید صلوة نہیں اس کے علاوہ باقی سورتیں مفید صلوة ہیں ۱۴ امام احمد بن حنبل کا مشہور  
قول ہے کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو خارج عن الصلوة سمجھ کر کلام کر لی بعد میں اسے معلوم ہوا کہ نماز بھی مکمل نہیں ہوئی تو اس قسم کا کلام مطلق  
صلوة نہیں بہر حال اس بات پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ جو کلام عدا ہو اور اصلاح صلوة کے لئے نہ ہو وہ مفید صلوة ہے۔

## ۲ - دلائل احناف

۱ ارشاد ربنا تعالیٰ قرآن مجید میں ہے۔ وَقُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ حضرات مفسرین کا یہ  
اجماعی قول ہے کہ یہاں قنوت سکوت کے معنی میں ہے۔ نیز یہ آیت مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی

(بخاری ص ۲۵۶) ۲۱ حدیث الباب۔ عن زید بن ارقم قال کنا نعظم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض نزلت وقوہوا  
للہ قانتین فاتمروا بسکوت و فہینا عن الکلام (بخاری ص ۲۵۶ ج ۲ مسلم ص ۲۷۵ ترمذی ص ۲۷۵ وغیرہم قبل ابوحنیفہ حدیث  
زید بن ارقم حدیث حسن صحیح) اس حدیث میں مطلقاً کلام کو منہی عنہ قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت حدیث الباب آیات قرآنی کی تفسیر ہے اور  
حضرت منیر بن سادات صحابہ ہیں جنہیں سیدنا زید بن ارقم جمع متکم کے صیغہ سے نقل فرما رہے ہیں نیز یہ حدیث قولی بھی ہے اور عام  
بھی جو ہر قسم کے کلام کے نسخ پر دال ہے۔ یقیناً یہ حدیث کئی راہیں مسلک حنفیہ کو جامع ہے۔ ۲۲ حدیث سیدنا ابن مسعود رو  
عن ابن مسعود قال کنا نسلم علی رسول اللہ فیہرۃ علینا حتی قلنا مناعن ارض الحبشة سلطنا علیہ فلم  
یرد علینا فقال ان لا یتکلم فی الصلوة (رداۃ البخاری وسلم اصحاب السنن) سیدنا عبد اللہ بن مسعود مدینہ منورہ ص ۲۷۵ کو ہر  
سے حجت کر کے تشریف لائے۔ یہ حدیث قاعدہ کلیہ کے درجہ میں ہے اور نماز میں ہر قسم کی کلام کے نسخ پر دال ہے۔

یہ حدیث سیدنا ابن حکم ۲۳ عن معاویہ بن حکم سلمی مرفوعاً قال ان هذا الصلوة لا یصلح فیہا شیء من کلام الناس  
الساہو والتسیب والتکبیر وقرۃ القرآن - رواہ مسلم ص ۲۵۳ ابو داؤد والنسائی ص ۱۹۹ وغیرہم  
یہ حدیث مندرجہ ذیل تین وجوہ سے مسلک حنفیہ کی مؤید ہے ۱۔ نحو و کنت النفی - اہل لغت کا مسلک قاعدہ ہے کہ النکرة تحت  
النفی یغید العموم یہاں کلمہ شیء لا یصلح کے بعد لایا گیا ہے جس میں بوجہ عموم ہر قسم کا کلام داخل ہے۔ نیز اس عموم کی تائید کلمہ من  
سے بھی ہو رہی ہے ۲۔ یہاں کلمہ انما کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز میں صرف تکبر  
تبیح الذلقات قرآن ہی مشروع ہے ۳۔ قاعدہ کلیہ ۴۔ حدیث مذکور کا سیاق عموم اور قاعدہ کلیہ پر دال ہے جس کی وجہ سے





سیدنا ابو زہریؒ کا فتویٰ ہے اسکا کان ہذا قبل بدہ شر احکمت الامور بعد (ابن مہان فی الصبح) ص ۱۸  
 قول سیدنا ابن دہبؒ۔ امام ابن دہبؒ فرماتے ہیں اسکا کانہ قصۃ ذی الیدین فی بدۃ الاسلام ۱۵ غلب  
 فاروق اعظمؓ۔ سیدنا فاروق اعظمؓ یقیناً واقعہ ذوالیدین میں شریک ہوں گے۔ لیکن جب آپؓ کے زمانہ خلافت میں اس قسم  
 کا واقعہ رونما ہوا تو آپؓ نے دوبارہ مکمل چار رکعت کی امامت فرمائی جیسا کہ حضرت عطاءؒ سے مروی ہے۔ صلی علیہ وسلم بن الخطاب  
 باصحابہ وسلم فی رکعتین شر انصرف فقیل لہ ذالک فصلی مہک اربع رکعات رداد الطہادی عرسہ سلم  
 صبح اگر کلام فی الصلوۃ منسوخ نہ ہوتی تو حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ اتباع سنت میں اعادہ صلوۃ نہ فرماتے۔ نیز حضرات صحابہؓ  
 میں سے کسی نے انکار بھی نہیں فرمایا جو نسخ فی الکلام پر اجماع صحابہؓ کے وہاں ہے ۱۷ مکمل تحفہ برقیاس۔ اس حدیث میں  
 یہاں کلام فی الصلوۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں مندرجہ ذیل امور کا جواز بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے ۱۸ چنانچہ (۲) قبلہ سے سینے  
 کا پھر جانا ۱۹ بعض صحابہؓ کا قصرت الصلوۃ فرماتے ہوئے گھروں کی طرف چل دینا وغیرہ وغیرہ۔ بالا جماع یہ تمام افعال نماز میں منسوخ  
 ہو چکے ہیں لہذا کلام فی الصلوۃ بھی منسوخ ہو گئی ۲۰ سجدہ سہو برقیاس۔ اس واقعہ سیدنا ذوالیدین میں ارکان صلوۃ کی  
 ادائیگی میں اتنی تاخیر کے باوجود سجدہ سہو نہیں کیا گیا حالانکہ بالاتفاق کسی رکن کی ادائیگی میں اتنی تاخیر پر سجدہ سہو ضروری ہے تو یقیناً  
 برواق نسخ سے پہلے کا ہے وگرنہ سجدہ سہو کے ترک کی کوئی وجہ نہیں۔ ۲۱ بدر میں شہادۃ ذوالیدین پر کتب سیر میں یہ  
 بات منقول ہے کہ سیدنا ذوالیدین کی وفات بالاتفاق غزوہ بدر میں ہوئی تھی تو یقیناً یہ واقعہ تاریخی اعتبار سے بھی نسخ کلام  
 سے پہلے کا ہے۔ یہ تحقیق مفصل ذوالیدین اور ذوالشمالین کی شخصی تحقیق کے عنوان سے آ رہی ہے۔ ۲۲ واقعہ ذوالیدین بنا برسر قبلہ  
 علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ واقعہ سیدنا ذوالیدین میں یہ کلمات مروی میں فقام الی خشبۃ معوضۃ  
 فی المسجد فاتکأ علیہا (بخاری ص ۱۹) شہرتی جذعاً فی قبلۃ المسجد فاستند الیہا مسلم ص ۱۱ جن سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہام صلوۃ کے بعد ایک نصب شدہ لکڑی سے ٹیک لگا کر اہل سیر کی کتب سے یہ بات ثابت ہے  
 کہ یہ نصب شدہ لکڑی منبر بننے سے پہلے حرم نبوی میں تھی جو منبر بننے کے بعد دفن کر دی گئی اور بالاتفاق منبر سے جس محل قبلہ سے  
 قبل بنایا گیا۔ الحاصل۔ مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا ذوالیدین کا واقعہ ۲۳ جو سے قبل کا ہے  
 باقی مباحث منسوخ کلام فی الصلوۃ کے عنوان کے تحت آگے آ رہے ہیں ۲۴ تحقیق اضطراب۔ علامہ غمیوی رحمہ اللہ اس  
 ص ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ حدیث الباب اگرچہ صحیحین کی روایت ہے لیکن اس میں کئی وجوہ سے متعدد اضطراب ہیں ۲۵ وقت صلوۃ کی  
 سیدنا ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے صلی رکعتین من صلوۃ الظہر رواہ البخاری و مسلم ص ۱۱ صحیح مسلم کی دوسری روایت میں  
 ہے صلی النار رسول اللہ صلوۃ العصر صحیح بخاری و مسلم کی تیسری روایت ہے احدی صلوۃ العشی صحیح مسلم کی ایک اور  
 روایت کے کلمات بدل ہیں إتما الظہر و إتما العصر (شک کے ساتھ) ۲۶ تعداد رکعات میں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ  
 کی روایت میں صلی رکعتین فرسٹم کے کلمات منقول ہیں رداد البخاری و مسلم و الترمذی لیکن سیدنا عمران بن حصین کی مسلم کی روایت  
 ۲۷ ہے مسلم فی ثلاث رکعات ۲۸ محل وقوف میں۔ بخاری ص ۱۱ کی ایک روایت میں ہے شر



قام الی خشبۃ جبکہ سیدنا عمران بن حصین کی حدیث میں ہے فد خل الحرقہ رواہ مسلم ص ۱۸۳ یک مسجد کہو میں  
صحیحین کی روایت سے ترجمہ ہے کہ اندہ مسجد سجدتی السہو ترجمہ والوداد ص ۱۳۵ اور نسائی کی صحیح روایت  
ص ۱۸۳ میں ہے اندہ لہو مسجد سجدتی السہو بہر حال حدیث الباب کو اگر قابل استدلال سمجھ لیا جائے تو پھر بھی نہ  
اضطراب کی وجہ سے یقیناً احادیث صحیحہ کے مقابل میں ہر جوجج ہو گی (مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں  
کہ واقعہ ذوالیدین حضور اکرم کے خصائص میں سے ہے کیونکہ حضور اکرم سے کلام کرنا کلام مع اللہ کی طرح مبطل صلوٰۃ نہیں ہے)۔  
علاوہ باقی جوابات وجوہ ترجیح کے ذیل میں آرہے ہیں۔

### (۵) منسوخیت کا تاریخی جائزہ

تالیف مشکوٰۃ ثانی کی رائے یہ ہے کہ نماز میں کلام کا نسخہ مکہ مکرمہ میں ہوا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود حبشہ سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں تشریف  
لائے تھے جبکہ سیدنا ذوالیدین کا واقعہ بالاتفاق مدینہ منورہ میں پیش آیا تو معلوم ہوا کہ نسخہ انبیا یا اصلاح صلوٰۃ کے لئے کلام اگر انہماک  
اور وہ منسوخ نہیں۔ لیکن حضرات احناف کی تحقیق یہ ہے کہ نماز میں کلام کی منسوخیت مدینہ منورہ میں جنگ بدر سے کچھ قبل ہوئی اور  
سیدنا ذوالیدین کا واقعہ اس نسخہ سے قبل کا ہے ان دونوں دعویٰ کی تائید مندرجہ ذیل قرآن سے ہوتی ہے اے حدیث سیدنا  
زید بن ارقم۔ سیدنا زید بن ارقم کی روایت منسوخیت کلام میں عبارتہ انص ہے اور بالاتفاق المفسرین قہو واللہ فائزین  
کی آیت منی ہے اے روادۃ احادیث مدنی صحابہ۔ دلائل احناف کے ذیل میں صحت احادیث نسخہ کلام پر دال ہیں ان روایات کو  
نقل کرنے والے سادات صحابہ مدنی ہیں۔ ہیں کہ سیدنا زید بن ارقم، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا ابوالواہ  
اور سیدنا معاذ بن اسلمی ۳ قول ابن حجر۔ علامہ ابن حجر شافعی فتح الباری میں ایک جامع بحث و تمحیص کے بعد فرماتے ہیں  
ان النسخ وقع بالمدينة لان الآية مدنیۃ بالاتفاق فتح الباری ص ۵۹۔ ہجرت ثانیہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ  
ابن سیر کا اتفاقی تحقیقی فیصلہ ہے کہ سیدنا ابن مسعود کی حشر سے واپسی دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں جب سورۃ النجم نازل  
ہوئی اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں جنگ بدر سے کچھ قبل۔ یہاں حدیث سیدنا ابن مسعود میں دوسری ہجرت کا تذکرہ ہے جس پر باقی دلائل  
و شواہد عقیدہ ہیں۔ ان دلائل کے علاوہ جوابات کے ذیل میں تحقیق نسخہ کے عنوان کے تحت جو نو قرآن و شواہد نقل کئے گئے وہ بھی ہر  
مسلب حنفیہ کی تائید کرتے ہیں۔

### (۴) ذوالیدین اور ذوالشمالین کی شخصی تحقیق

حضرات ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالیدین  
اور ذوالشمالین دو الگ الگ شخصیتیں ہیں جن میں سیدنا  
ذوالیدین کا نام عمیر یا غربانی یا عمر تھا اور یہ صحابی قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت سیدنا فاروق اعظم کے زمانہ خلافت  
تک زندہ رہے جبکہ سیدنا ذوالشمالین کا تعلق قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا اور یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے  
غلام نبوی ائمہ السنن میں فرماتے ہیں کہ متعدد قرائن و شواہد سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ ایک صحابی رسول کے تین لقب ہیں ۱۔  
ذوالیدین ۲۔ ذوالشمالین ۳۔ غربانی زمانہ جاہلیت میں غربانی لقب تھا جبکہ زمانہ اسلام میں اولاً ذوالشمالین پھر ذوالیدین لقب لکھا



ابن ہشام مبارک الخیر بن عبد عامر بن الفضل بن عمار غفرلہ ہے

یونکہ بنو سلیم بنو غزوانہ کی شاخ ہے۔ اس لئے آپ کو بھی کہیں دونوں قبائل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چند شواہد درج ذیل ہیں

۱۔ حدیث سیدنا ابی ہریرہ۔ حدیث الباب شعب بن سباؓ میں ابن مسعودؓ صحیح ان کلمات سے مراد ہے عن ابی ہریرہ مرفوعاً

قال له ذو الشمالين ان عمرو اقصرت الصلوة ام نسيت فقال النبي ما يقول ذو اليمين (نسائي ص ۱۹۳) اس

کے حدیث میں نسائی ص ۱۹۳ میں ابن عمر بن ابی انس طحاوی ص ۲۵۵ میں اگرچہ بن مسعودؓ منقولہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ میں سیدنا عمرؓ کے

طرف سے حدیث اول کے مترادف کلمات منقول ہیں۔ ۲۔ شہادۃ طبقات ابن سعد :- علامہ ابن سعدؒ اپنی تصنیف الطبقات میں

پرندہ طراز میں ذوالیہدین و یقال له ذو الشمالين اسمہ عمیر بن عبد عامر بن فضل من الخزاعة

۳۔ شہادۃ ابن حبان :- علامہ ابن حبان کتاب الثقات میں تحریر فرماتے ہیں ذوالیہدین و یقال له ذو الشمالين

۴۔ شہادۃ علامہ مبرد :- علامہ موصوف کامل لمبرد ص ۱۵۱ میں فرماتے ہیں : ذوالیہدین هو ذو الشمالين كان

یشتی بھما جمیعاً ۵۔ شہادۃ علامہ ابو محمد غزالی :- سیدنا ذوالیہدین کے پوتے مشہور ادیب گذرے ہیں جنہیں

ابو محمد غزالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے فرماتے ہیں ذوالیہدین احد اجدادنا و هو ذو الشمالين ۶۔ اثر سیدنا ابن عمر :-

علامہ طحاویؒ نے سیدنا ابن عمرؓ کا اثر نقل فرمایا ہے کان اسلام ابی ہریرہؓ بعد ما قتل ذو الیہدین۔ الغرض ذوالیہدین اور

ذوالشمالین ایک صحابی رسولؐ کے لقب ہیں۔ یہی بات حضرات محدثین اور مؤرخین کے ہاں محقق ہے لہذا واقعہ سیدنا ذوالیہدینؓ

نسخ کلام سے قبل کہ ہے تو اس حدیث سے کلام فی الصلوٰۃ کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ شہادۃ علامہ سمعانی :-

علامہ سمعانی شافعی الانساب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذوالیہدین اور ذوالشمالین ایک ہی صحابیؓ کے دو نام ہیں۔

۱۔ اذقن بالقرآن : دوسرے مسائل کی طرح مسئلہ الباب میں بھی مسلک حنفیہ مؤید بالقرآن ہے

۲۔ احادیث قولیہ :- نسخ کلام میں حدیث قولیہ و فعلیہ دونوں موجود ہیں جبکہ نماز میں سیدنا

یا اصحاب صلوٰۃ کے جواز پر کوئی حدیث قولی موجود نہیں۔ حسب ضابطہ احادیث قولیہ کو ترجیح ہوگی ۳۔ تشریع عام :- مسلک

حنفیہ کی مؤید احادیث قانون کلی اور تشریع عام پر دال ہیں جبکہ حدیث سیدنا ذوالیہدین ایک واقعہ جزئیہ ہے تو ظاہر ہے

کہ بوقت تعارض احادیث عموم راجح ہوتی ہیں ۴۔ محرم :- احادیث نسخ الکلام محرم ہیں اور حدیث ذوالیہدین بیسغ عند التعارض

محرم بیسغ سے راجح ہوتا ہے۔ ۵۔ احادیث محکم :- مانعت کلام کی احادیث مفصل اور محکم ہیں جن میں کوئی احتمال نہیں۔

بلکہ حدیث الباب کئی احتمالات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یقیناً احادیث محکمہ کو ترجیح ہوگی۔

۱۱۔ **شہد مع جواب :-** حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ واقعہ ذوالیہدین نسخ کلام کے بعد کا ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی

سیدنا ابو ہریرہؓ ۳۷ھ میں غزوہ خیبر کے بعد اسلام لانے میں اور وہ اس واقعہ میں شریک تھے جیسا کہ صلی بن رسول اللہؐ نے

دفع ہے۔ **جواب :-** سیدنا ابو ہریرہؓ واقعہ ذوالیہدین کے پانچ چھ سال بعد شہد باسلام ہوئے جیسا کہ تحقیق نسخ کے

ذیل میں تحریر شدہ نو ذلال سے ظاہر ہے کہ واقعہ ذوالیہدین غزوہ بدر سے قبل کا ہے۔ نیز ابام طحاویؒ نے سیدنا ابن عمرؓ کا فرمان

ذیل میں تحریر شدہ نو ذلال سے ظاہر ہے کہ واقعہ ذوالیہدین غزوہ بدر سے قبل کا ہے۔ نیز ابام طحاویؒ نے سیدنا ابن عمرؓ کا فرمان

ذیل میں تحریر شدہ نو ذلال سے ظاہر ہے کہ واقعہ ذوالیہدین غزوہ بدر سے قبل کا ہے۔ نیز ابام طحاویؒ نے سیدنا ابن عمرؓ کا فرمان



نقل کیا ہے کان اسلام آبی ہدیۃ بعد ما قتل ذوالیہدین۔ اس امر سے صراحت معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہؓ واقعہ ذوالیہدین میں شریک تھے۔ باقی سیدنا ابو ہریرہؓ کا اسمی بنا فرمانا صلی بالکین کے معنی میں ہے اور نص میں قرآنہ اور احادیث نبویہ میں ایسے بیسیوں نفاذ موجود ہیں کہ محکم اور مخالفین ایک واقعہ میں موجود نہیں ہوتے لیکن تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ موجود تھے دو مثالیں درج ذیل ہیں۔ ۱۰۔ قرآنی آیت ہے **وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا** اویۃ اس آیت میں قتل نفس کی نسبت اور اس کا مخاطب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود یہودیوں کو بنایا گیا ہے حالانکہ قاتلین پہلے دور کے یہود تھے (۱۱) ایک حدیث میں سیدنا ابو ہریرہؓ نقل فرماتے ہیں **بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ الصَّلَاةُ إِلَى يَهُودِ الْحَدِيثِ** سرور مذکور میں جو قرینہ کے یہودیوں کے اخراج کی طرف اشارہ ہے جس کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہؓ بینا نحن اور حضور الیہد کے کلمات فرما رہے ہیں۔ حالانکہ کتب سیر سے یہ بات بلا ریب ثابت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ واقعہ جو قرینہ کے بعد اسلام لائے۔

## (۷) نماز میں اشارۃ بالید کی جامع بحث

سے جواب مکروہ ہے۔ البتہ نماز فاسد نہیں ہوتی ۱۲۔ سلام کا جواب الفاظ سے دینا یا مصافحہ کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک ہمارے اور بطل صلاۃ ہے۔ جبکہ سیدنا حسن بصریؒ سیدنا قتادہؒ اور سیدنا سعید بن مسیبؒ کے نزدیک رد اسلام بالفاظ بھی جائز ہے۔ **دلائل فقہاء** ائمہ ثلثہ کی روایت الباب ہے **وَلَا تَلُكُ أَحَنَانٌ** ۱۳۔ حدیث سیدنا ابن مسعودؓ ۱۴۔ حدیث مالکی اور اکبر دافعی ابیہم الحدیث۔ **الاجوبۃ** ۱۵۔ منسوخ بحمدیث سیدنا ابن مسعودؓ جس پر دفران دال ہیں لم یرد کا غلو اور اس کا ناراضگی ۱۶۔ خود سیدنا ابن عمرؓ نے نہیں دیکھا اس لئے سیدنا بلالؓ سے پوچھا مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ نماز فرض میں اشارہ مکروہ ہے نقل میں مکروہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(ترمذی)

## وفاق المذارس

(ترمذی ۳۵۲۰، مشکوٰۃ ۳۵۲۰)

اور مولانا امام مالک ۳۹۸)

۱۷۔ اخرج الامام من حدیث زید بن ارقم قال کنا نکتلم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ لیکلم الرجل صاحبه الی جنب حتی نزلت وقوموا للہ قانتین فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام، حققوا مسئلۃ الکلام فی الصلاۃ هل هو بجمیع اقسامه مفسد للصلاۃ ام بعض انواعه لا یفسدها۔ بینوا مذهب الائمة فی هذه المسئلة معہ دلائل مرد و جود ترجیح مذهب السادة الحنفیہ وجوہ ابہم عن دلائل الفریق الثانی۔ و ما حکم الاشارة بالید فی الصلاۃ۔ و هل فرق بین المکتوبہ و المناقلۃ ام لا بینوا ما هو الحق عندکم۔ وفقکم اللہ تعالیٰ۔

**الحل** ان پرچوں میں درج ذیل سات اسماں قابل حل ہیں۔ ۱۔ اختلاف ائمہ (۲) دلائل ائمہ (الف) دلائل اختلاف (ب) دلائل دیگر فقہاء (۳) جوابات (۴) ذوالیہدین اور ذوالشمالین کی تحقیق (۵) منسوخیت کلام کا اثر کیا ہے (۶) وجہ ترجیح انہ نماز میں اشارۃ بالید کی جامع بحث۔ یہ سائل امور پرچہ سے قبل مرقوم ہیں۔

## ۱۵۔ تعدیل ارکان

۱۔ مذہب [ امام غنیم ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ، امام کرخیؒ، امام سفیان ثوریؒ، علامہ اجل کوثر بعض علماء و محدثین اور جمہور احناف کے نزدیک تعدیل ارکان اور طہانیت فی الصلوٰۃ واجب ہے ۲۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابو یوسفؒ، علامہ اجل عواہر امام طحاویؒ اور علماء حجازین کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات ائمہ کا یہ اختلاف ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر تعدیل ارکان میں ہے۔ وگرنہ اس سے زائد تعدیل ارکان سنون ہے۔ جو راقی میں ہے: الطمانینۃ بحیث ما تنقطع بہ الحریکۃ الاولی فرض ثم المکث بقدر تسبیحۃ واجب وبقدر ثلث تسبیحات سنۃ۔

۲۔ دلائل خلاف [ ارشاد باری ہے: ۱۔ یٰٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاَسْجُدُوْا لِلّٰہِ اٰیۃٌ مِّنْ رَّکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ سَجْدًا بَیْکُمْ اَوْ رُفُفٍ رَّکُوْعٍ اَخْفَیْ سَے اور نفیس رکوع انھارے اور سجدہ وضع بعض الوجہ سے متحقق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا رکوع و سجدہ کی بجائے اور فرض ہے اور اطمینان و سکون قلب واجب کیونکہ تعدیل ارکان کا حکم اخبار امارے ثابت ہے اور اخبار امارے ثابت شدہ احکاماً یقیناً واجب ہوتے ہیں۔ ۲۔ حدیث الباب: ۱۔ عن ابی ہریرۃؓ عن رسول اللہؐ قال: وما انتقصت من هذا شیئاً فقد انتقصت من صلوٰۃ و درود البخاری یہاں حضور اکرمؐ نے جناب صحابی کی نسا کو تعدیل ارکان میں نقص کی بنا پر ناقص قرار دیا ہے باطل نہیں جس سے معلوم ہوا کہ صحت صلوٰۃ طہانیت پر موقوف نہیں لہٰذا تعدیل ارکان واجب ہے۔ ۲۔ حضور اکرمؐ نے طہانیت فی الصلوٰۃ پر موافقت اختیار فرمائی ہے جو یقیناً دلیل و وجہ ہے ۳۔ عن ابی قتادۃؓ مرفوعاً قال ان اسوء الناس سرقۃ من یسرق فی صلوٰۃ لے لایتم رکوع ہا و سجدہا (رواہ احمد و الطبرانی) وقال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح حدیث مذکور سے ظاہر ہے کہ عدم اتمام رکوع و سجدہ نماز ہو تو باقی ہے لیکن واجب پھوٹنے پر ناقص رہتی ہے جسے حضورؐ نے چوری سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان روایات کے علاوہ سیدنا ابو سعید خدریؓ سیدنا ابو ہریرہؓ سیدنا منفل کی روایات کتب میں مروی ہیں جس سے تعدیل ارکان کا وجوب نصاً ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ دلائل ائمہ [ حدیث الباب: ۱۔ عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہؐ قال رجبہ فصل فانک لم تصل (رواہ البخاری) یہ صحابی سیدنا خلا بن رافعؓ تھے انہوں نے تعدیل ارکان کو ترک کیا جس کی بنا پر حضور اکرمؐ نے امارہ صلوٰۃ کا حکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہے یہ حدیث بزرگ حبیبیؓ فی الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۔ عن ابی مسعود الانصاریؓ قال قال رسول اللہؐ لا یقبل اللہ صلوٰۃ رجل لا یقیم صلبہ فی الرکوع و السجود (رواہ ابو داؤد و غیرہ) اقامت صلب تعدیل ارکان سے کنایہ ہے یعنی تعدیل ارکان کے بغیر نماز جائز نہیں۔



۴۔ جوابات :- ۱۔ آپ کے دلائل اخبار غنیہ میں جن سے حسب اصول فرضیت ثابت نہ ہوگی ۲۔ خبر واحدہ سے زیادہ علی کدیق بطریق الغرضیہ درست نہیں لہذا تعدیل ارکان کی فرضیت معلوم نہ ہوئی ۳۔ لم تصل میں کمال کی نفی ہے چہ ازکی نہیں جس پر دو قرائن دال ہیں آ۔ اسی حدیث کا آخری جملہ ہے فقد نقصت من صلواتک یقیناً نقصان وجوب کی علامت ہے ورنہ ترک فرض سے فساد و بطلان لازم آتا ہے نقصان نہیں ۱۰۔ اگر تعدیل ارکان فرض ہوتا اور اس کے ترک سے نماز فاسد ہوتی تو حضور انور جناب صحابی کو نماز فاسد جاری رکھنے کی اجازت مرحمت نہ فرماتے کیونکہ بالاجماع نماز فاسد پر ٹھننا اور جاری رکھنا جائز نہیں ۔  
بہر حال احقر کے ناقص مطالعہ میں یہ بات عیاں ہوئی کہ استواء اعضاء انقطاع حرکتہ اور ادنیٰ ما یطلق علیہ التعدیل بالاجماع سب کے ہاں فرض ہے جیسا کہ امام طحاوی کے کلام سے ظاہر ہے لہذا حضرات ائمہ کا یہ اختلاف ایک تسبیح کے بقدر تعدیل ارکان میں ہے جو حضرات غنیہ کے ہاں واجب ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک فرض نیز دلائل نقلیہ و عقلیہ سے مسلک غنیہ ہی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے ۔ کما صد الظاہر :

## وفاق المدارس

۱۳۸۲ھ (البداء و)

عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى ثم جاء فسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ارجع فصل فانك لم تصل حتى فعل ثلاث مرات  
ی شخص بظاہر تو نماز پڑھ چکا ہے مگر حضور نے خود شاہد فرمایا پھر آپ نے اسکی نماز کی نفی کیوں فرمائی اور تین مرتبہ اعادہ کیئے  
کیوں فرمایا کیا یہ نفی کمال ہے یا نفی جواز ؟ اس مسئلہ میں ائمہ کے اختلاف کو واضح کرنے کے بعد مسلک راجح مع وجہ ترجیح بیان کیجئے

**الحل :-** پرچہ بالا میں جتنے امور دریافت کئے گئے ہیں تمام پرچے سے قبل تحریر کئے جا چکے ہیں ۔

## ۱۶۔ مسئلہ الوتر (ترمذی ص ۹۱)

علامہ زرکانی اور علامہ مینی فرماتے ہیں کہ لفظ وتر حشر الواد اور بفتح الواو معاً مترادف ہے دونوں اعتبار سے اس کی  
ابمفہوم وتر :- جمیع اوتار آتی ہے لغت میں ایک تنہا وہ عدد جو بخت نہ ہو اور وہ جو دو مساوی حصوں میں تقسیم نہ ہو سکے  
بار وتر کا اطلاق ہوتا ہے يقال الوتر الفرد اذ حالہ یتشفم من العدد صاحب مجد لکھے ہیں۔ دو تر یترو وتر اور اوتار یتاراً  
ابا بفتح الاء کے معنی جعل الشیء وتراً اے فردا کے ہیں۔ گویا وتر شفیع کی نفیض ہے۔ قرآن مجید میں ہے والشفع والوتر الایة  
یہاں مشہور قرأت بفتح الواو کی ہے جبکہ بحشر الواد بھی ایک قرأت ہے اور دونوں مترادف ہیں۔

۲۔ عدد در رکعات وتر میں اختلاف مکمل :- سیدنا قادمہ حضرات فقہاء سبوح اہل مدینہ اور جمہور اہل علم کا مسلک ہے کہ نماز  
در تین رکعتیں ہیں دو شہد اور ایک سلام کے ساتھ ۲۔ امام دارالہجرۃ امام مالک کے نزدیک وتر تین رکعتیں ہیں لیکن دو سلام کے  
ساتھ اور نماز وتر میں صرف ایک رکعت کا پڑھنا مکروہ ہے امام مالک فرماتے ہیں ولیس علی هذا العمل عندنا وکن ادنی الوتر ثلاث  
امام شافعی امام احمد بن حنبل امام اسحاق اور بعض تابعین فرماتے ہیں کہ نماز وتر و صلوة الیل کے تابع ہے اس لئے نماز وتر ایک رکعت سے گیارہ  
رکعت تک پڑھنا درست ہے لیکن افضل یہی ہے کہ نماز وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے پڑھی جائیں الغرض اس بات پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے  
کہ نماز وتر کی ادائیگی میں افضل و ادنیٰ صوت یہی ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ادا کی جائیں اسی لئے امام احمد بن حنبل نے وتر کی تین رکعتوں کی فضیلت  
پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

۳۔ اختلاف رکعات نبویہ کا منشاء مع تنقیح و تطبیق :- کتب احادیث پر نظر ڈالنے سے ہر ذی عقل صاحب علم پر یہ بات واضح ہو  
جاتی ہے کہ حضرات محدثین اور سادات دین نے صلوة الیل پر عموماً وتر کا اطلاق کیا ہے اور کتب احادیث میں صلوة الوتر کے باب کے  
ذیل میں صلوة الیل کی احادیث و روایات کو تحریر فرمایا ہے اسی طرح حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم کے  
نواہل شہینہ و یلیدہ کو وتر کے عنوان سے نقل فرمایا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اختلاف احوال اور تغیر اوقات کی وجہ سے حضور اکرم کی شہینہ  
نواہل میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اسی لئے حضرات ائمہ کے اقوال و مسامک میں اختلاف رونما ہوا نیز ان حضرات کے مابین و جہ اختلاف ہے  
کہ سیدنا امام عظیم اور جمہور نقباء و محققین کے نزدیک نماز وتر ایک مستقل نماز ہے جو صلوة الیل اور صلوة شہد کے تابع نہیں جبکہ حضرات شوافع  
اور بعض متقدمین علماء کے نزدیک نماز وتر صلوة الیل کے تابع ہے اس لئے ان کے نزدیک ایک تین، پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعتیں  
درج ہیں۔





ہو یا نماز وتر جس سے اہل ظواہر کو رکعات وتر کی تعیین میں مغالطہ نہ لگے۔ ۲۔ حدیث مسیدنا ابن عباسؓ سے: ایک دفعہ سیدنا ابن عباسؓ نے اپنی غلامہ سیدۃ ام المؤمنین میمونہؓ کے دل رات گزاری اس رات حضور اکرمؐ کی صلوٰۃ تہجد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں اور تر بثلاثہ (ارداء مسلم ص ۱۲) وغیرہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے وتر کی تین رکعتیں ایک ہی سلام سے اور فرمائیں کیونکہ ائمہ نے قبل کے حکمت یوں ہیں فصلی رکعتیں ثم رکعتیں ثم رکعتیں الخ کہ تہجد کے لئے اہل آپؐ شفعاً شفعاً منشیٰ منشیٰ پڑھتے رہے اور آخر میں آپؐ نے وتر کی تین رکعتیں پڑھیں۔ ۳۔ حدیث مسیدۃ عائشہؓ: عن عائشہؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتیں ثم صلی بعد ہما رکعتیں طولاً منہما ثم اور بثلاثہ لا یفصل بینہما (رداء احمد باسناد حسن) ۴۔ حدیث مسیدنا ابن عمرؓ: عن ابن عمرؓ مرفوعاً قال صلوٰۃ المغرب وتر صلوٰۃ النہار (رداء النسائی وغیرہ نماز مغرب کو دن کا وتر قرار دیا گیا ہے تو یقیناً صلوٰۃ وتر مغرب کی طرح تین رکعت اور ایک سلام پر مشتمل ہوگی یہی مضمون حدیث مسیدنا ابن مسعودؓ وارضی عنہما وارضی عنہما اور مسند احمد سے اور سیدنا ابن عباسؓ موطا ائمہ محمد سے بسہم حسن مؤید ہے آثار صحابہ و تابعین:۔ استیدنا صدیق اکبرؓ کہ پوتے سیدنا قاسمؓ فرماتے ہیں رأینا اناساً منذ ذکنا یوتون بثلاثہ (بخاری ص ۱۳) (مطبوعہ مصر) ۲۔ سیدنا ابو العالیہؓ فرماتے ہیں علمنا اصحاب رسول اللہ ان یوترون مثل صلوٰۃ المغرب (رداء طحاوی بسند صحیح) ۳۔ علامہ ابوالزنادؓ فقہائے سبعہ اہل مدینہ کے متعلق روایت فرماتے ہیں کہ ان کا فرمان ہے

ان یوتر بثلاثہ لا یصلی الا فی آخر صلوٰۃ (مسند احمد فی غایۃ القوة وضاہیۃ الضمیر ص ۴)۔ عن عبد بن الخطاب قال ما أحب انی ترک الیوتر بثلاثہ (موطا امام محمد ص ۱۴)۔ قال النسائی اخذت عن رسول اللہ اور بثلاثہ یصلی فی آخرین (کنز العمال ابن مساکر ص ۲) رجاءہ یقاً ۶۔ عن ابن مسعودؓ قال ما اجزئت رکعة قطار واداء الامام محمد فی الموطا ۱۔ حدیث الباب:۔ عن ابن عمرؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من الیل مثل منشیٰ ویوتر ۲۔ دلائل فقہاء:۔ برکۃ (رداء الزمذی ص ۱۰) البخاری و مسلم و قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح و لعل علو هذا عند بعض اهل العلم من الصحابة و التابعین ۲۔ حدیث عائشہؓ عن عائشہؓ قالت کان یوتر بواحدۃ (رداء مشکوٰۃ ص ۴) حدیث ابن عمرؓ:۔ عن ابن عمرؓ مرفوعاً الیوتر رکعة من آخر الیل ۴۔ حدیث ابن عباسؓ:۔ سیدنا ابن عباسؓ کو ایک سائل نے کہا هل لك في امير المؤمنين معاوية ما أوترألاً بواحدة قال اصاب الله فقیہ ۵۔ حدیث ابی ایوبؓ:۔ عن ابی ایوب من احب ان یوتر بخمسۃ فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاثۃ فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل (رداء مسلم بوداد و غیرہا) اس کے علاوہ حدیث سیدنا ابو ہریرہؓ اور حدیث سیدۃ ام سلمہؓ کو تا کہیں مسک ثانی و ثالث اپنی ہمید میں پیش فرماتے ہیں۔

۱۔ اطلاق وتر پڑی صلوٰۃ الیل پر تغلیباً:۔ حضرت صحابہ حضور اکرمؐ کی رات بھر کی عبادت کے جوابات لائل فقہاء:۔ کہ وتر کے عنوان سے نفل فرماتے تھے جیسے کہ پہلے بیان ہوا نیز کتب امامیہ میں حضرات رواداء عبادت تہم ثمن نے نماز تہجد اور نماز وتر دونوں پر ایثار اور وتر کا اطلاق فرمایا ہے کما ہوا للظاہر ۲۔ ایثار و شفیع:۔ جملہ امامیہ میں



تطبيق في سنة من سنة توحيد يا بواحد م کے معنی یہ ہوں کہ دو رکعت کے آخر میں ایک رکعت پڑھنے سے ان  
 رکعتوں کو وتر بنا دیتے تھے یعنی کو تین رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اس توجیہ کی تائید سیدنا ابن مسکون ان کلمات سے ہوتی ہے  
 اذا احتسب احدكم الصبح صلى ركعة واحدة فوتر من قبله ما قد صلى ابداه البخاري ومسلم واصحاب السنن يعني قبل وتر  
 ایک رکعت کے پڑھنے سے وتر بن جائیں گی۔ نیز سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے ان رسول اللہ ﷺ عن البشير  
 يعني ايك ركعة والى نماز شرعا منوط ہے علامہ محدث ابن صلاح فرماتے ہیں لا تعلم في روايات الوتر مع كثرة منها سنة او تر جواحدة  
 بحسب سنة حديث سیدنا ابی ایوب کے وقت میں اختلاف ہے راجع عند المدائنی وقت ہے یقیناً سیدنا ابی ایوب کا اجتہاد صرف نماز  
 کے مقابلے میں مروج ہے ایسے ہی سیدنا معاویہ کا اجتہاد اور سیدنا ابن عباس کا نہ ضعیف فرما وتر کی تین رکعتوں پر تعامل صحابہ  
 کی دلیل ہے۔

۱۔ کثرة رواية: مسک نفیہ کی مؤید احادیث کے راوی عدداً بہت زیادہ ہیں نحو عطاء بن یدعہ و علی و ابن مسعود و  
 ۸۔ وتر وتر ترجیح ابن عباس و مذاہب دانش و ابی بن کعب و غیر ہم ۱۰۔ اعلم بالسنة: یہ وہ رواۃ ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے حالات و عبادت  
 کو زیادہ دیکھنے اور ان کے ہاں زیادہ علم رکھنے والے ہیں مثلاً عائشہ ۱۲۔ موافقة قیاس: سیسن نوافل و فرائض میں ایک رکعت والی نماز  
 کی کوئی تفسیر نہیں جبکہ تین رکعت والی نماز صلوٰۃ المغرب مشابہ ہے اس لئے راجح ہوگی ۲۔ مشابہہ سیدنا ابن عباس و سیدۃ عائشہ نے مشابہہ  
 فرما کر عمل ابی بنی النعیم نقل فرمایا ۵۔ عدم تعارض: ۱۔ کتابا رکعت کی حدیث صلوٰۃ بتیسر کی معارض ہے جبکہ احادیث ثبوت سالم عن العلاء  
 لہذا راجح ہوں گی ۶۔ العمل علی الجمیع: مسک نفیہ کے اختیار کرنے میں بکثرت احادیث معمول بجا بن جاتی ہیں بخلاف مساک آخر کے  
 قاعدة کلیة: مسک نفیہ ایک اصول و ضابطہ کے مطابق ہے کہ لاوکس و لا مشطط جبکہ دوسرے مساک میں تردد ہے۔

## (ترمذی) وفاق المدارس

مسند ۲۰۱۔ حدثنی شافعیہ نا حماد بن زید عن النس بن سیرین قال سألت ابن عمر فقلت  
 اطلیل فی رکعتی العنجر فقال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصل من اللیل متنی متنی و لیوتر برکعة و کان یصل  
 الکرعتین والاذان فی اذنه  
 اکشفوا الست عن مسئلة الوتر ثم اذکروا اختلاف الائمة المتبرعین فی مسئلة عدد رکعات الوتر مع ترجیح  
 المذہب الحسنی و ادلتہ روایة و درایة و لیکن کلامکم بالاحشوا و کلمہ الشکر الجزیل و الاجر البیل

ترمذی ۳۸۴، ہنادی ۳۸۳، ابی داؤد ۳۹۲،

الحل

پہلے میں درج ذیل پانچ امور حل طلب ہیں۔

- ۱۔ مفہوم وتر ۲۔ عدد رکعات وتر میں اختلاف اکثر ۳۔ اختلاف رکعات نبویہ کا منشأ مع تفتیح و تطبیق ۴۔ دلائل  
 اخلاف ۵۔ وجہ ترجیح — پانچوں امور پرچے سے قبل حل کر دیئے گئے ہیں۔

نہیٰ صحت  
الہود اور صحت  
مولا امام مالک صحت

## ۱۷۔ وجوب وتر

- ۱۔ وجوب سنت وتر میں اقوال ائمہ  
 امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مجاہدؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام ضحاکؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک  
 نماز وتر واجب ہے (ابن قسطل سیدنا ابن مسعودؓ دستیدنا حذیفہؓ وسیدنا  
 سعید بن المسیبؓ والوعیب دقہ ۲۰۲ امام اعظمؒ فی ردایہ) امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ حضرات صاحبینؒ اور جمہور  
 اہل علم کے نزدیک صلوٰۃ وتر سنت مؤکدہ ہے۔ (ان حضرات کے نزدیک وتر واجب ہے ہی نہیں فرض سے کم صرف اور  
 صرف سنت مؤکدہ کا درجہ ہے گویا جسے حضرات احناف واجب کہتے ہیں وہ ان کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے جبکہ حضرات  
 امام اعظمؒ کے نزدیک فرض سے کم اور سنت مؤکدہ سے اوپر واجب درجہ ہے جسے یہ حضرات سنت مؤکدہ کہتے ہیں گویا یہ ایک لفظی نزاع ہے)  
 حدیث الباب ۱۔ عن خارجیۃ بن حذافۃ مرفوعاً قال ان اللہ اندکم بصلوۃ حتی  
 ۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف: خیر لکم من حمر النعم الوتر (رواہ ترمذی بسندہ غریب) امام ابو داؤدؒ نے اس حدیث کو  
 صحیح سند سے روایت کیا ہے اسی مضمون کی احادیث درج ذیل حضرات صحابہ سے مروی ہیں: سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن  
 عمرؓ، سیدنا عمر بن شعیبؓ عن ابیہ عن جددہم سیدنا ابوسعید خدریؓ وغیرہم حدیث الباب چار وجوہ سے مسلک احناف کی مؤید ہے۔ ۱۔ اس  
 میں اللہ کم کا اسناد اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زائد کی ہے اور یہ ایک سکر اجماعی ضابطہ ہے کہ جس حکم کی نسبت  
 رب کائنات کی طرف ہو وہ کم از کم واجب کے لئے ہوتا ہے۔ اور جس کی نسبت حضورؐ پر نور کی طرف ہو وہ سنت ۲۔ یہ ایک بدیہی امر ہے  
 کہ مزید مزید علیہ کی جنس سے ہوتا ہے تو یقیناً وتر کم از کم واجب ہوگا ۳۔ زیادتی جب ہی متوقع ہے کہ مزید علیہ کی کوئی تعداد متعین ہو  
 تعداد فراغ کی متعین ہے نوافل کی نہیں لہذا وتر کو فراغ فی القس کے قبیل سے ہونا چاہیے اسلئے وتر فرض عملی ہے ۴۔ حدیث الباب میں  
 وتر کا وقت عشر و صبح کے مابین بتلایا گیا ہے یقیناً توقیت نوافل کی نہیں ہوا کرتی ۵۔ قول شارح ۱۔ عن ابی ایوب مرفوعاً  
 قال قال رسول اللہ ﷺ التوحق واجب علی کل مسلم (رواہ النسائی) ابو داؤدؒ (یہ حدیث وجوب وتر میں عبارتہ النفس ہے۔  
 ۳۔ قول شارح ۱۔ عن بريدة مرفوعاً انه قال التوحق لمن لم يؤترفليس منا (رواہ الحاكم وقال صیغہ علی شرط الشیخین) حدیث  
 مذکور میں حضور اکرمؐ نے اسی کلمہ کو تین مرتبہ فرمایا اس طرح کی تاکید یقیناً واجب بھی کہنے ہو سکتی ہے نیز فلیس منا کی شدید تعبیر  
 بھی وجوب وتر پر دلالت ہے ۴۔ قول شارح ۱۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ ادعوا دعوہ وسلم والنسائی والبودی  
 وغیرہم اس حدیث میں نماز وتر کا حکم صیغہ امر سے دیا گیا ہے اور حضرات اصولیین کے نزدیک مطلق امر وجوب شکی کے لئے ہوتا ہے  
 مگر یہ کہ کوئی تردید اس کے خلاف ہو مسئلہ اباب میں کوئی قرینہ ایسا نہیں اس طرح کا مضمون سیدنا ابن عمرؓ صحیح ہے



وغیرہ میں استیداعی سے سنن نسائی وغیرہ میں سیدۃ عائشہؓ سے طحاوی میں منقول ہے جس سے مسلک وجوب نفل ہو کہ ہے ۵۔ قول شارح: عن ابی سعید الخدری مرفوعاً عن قام عن الوتر اذ نسیتہ فلیصل اذ ذکر ادا مستیظنا رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ بیان نماز وتر کی قضا کا حکم دیا گیا ہے جس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے کیونکہ وجوب قضا وجوب ادا کی فرض ہے ان احادیث صحیحہ کے علاوہ دلیل قرآنی و شواہد بھی وجوب وتر پر دال ہیں اور حضور انورؐ حضرات صحابہؓ و تابعینؓ و سلف و حضرات میں بھی نفل نماز وتر ثابت نہیں اگر نماز وتر واجب ہوتا تو بیان منیت کے لئے کبھی نہ یہ حضرات ترک فرماتے کسی عمل پر مواظبت وجوب کی واضح ترین دلیل ہے ۲۔ حضرات ائمہ اربعہ اور جملہ فقہار و محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر نماز وتر کسی شخص سے رہ جائے تو اسکی قضا ضروری ہے ۳۔ حضرات صحابہؓ سے ۱۹ روایات وجوب وتر کے متعلق مڑی ہیں جن میں سے اکثر صحیح اور بعض حسن ہیں یہ تمام ادا مرتضیٰ اس بات کے مقتضی ہیں کہ نماز واجب ہو نہ کہ سنت۔

۱۔ قول شارح: عن عبادة بن الصامت مرفوعاً ان الله كتب عليكم في كل يوم خمس صلوات ۳۔ دلائل جمہور: رواہ ابوداؤد اسی مضمون کی حدیث سیدنا معاذ سے صحیح بخاری و مسلم میں اور سیدنا جابر سے صحیح ابن حبان میں مڑی ہے جن سے وتر کا غیر ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز ایک اعرابی تشریف لائے کہ آپؐ نے فرمایا خمس صلوات کتبہا اللہ علیک رواہ الشیخان

۴۔ جوابات: الفحیٰ فرضیت: کتب سے فرضیت کئی مراد ہوا کرتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے کتب علیکم الصیام ایک اور آیت میں ہے کتب علیکم القتال وغیرہ وغیرہ اور بالاجماع فرضیت کا انحصار پانچ نمازوں میں ہی ہے حضرات احناف وجوب وتر کے قائل ہیں نہ کہ فرضیت وتر کے ۲۔ حضرات احناف جس درجہ میں وجوب وتر کے قائل ہیں حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بعینہ اسی درجہ کے قائل ہیں امام مالکؒ لکھتے ہیں من ترکہ ادب و کانت جرحۃ فی شہادۃ (رواہ ابن حزم فی المللی) یعنی تارک وتر کی شہادت مقبول نہیں امام احمدؒ فرماتے ہیں من ترک الوتر عمداً فهو رجل سوء (المعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شخص مسلمان فی ترک واحد منہما الوتر و رکعتی الفجر تیوں حضرات ائمہ کے اقوال کا خلاصہ ہے کہ تارک وتر قابل سزا و مرزئش ہے اور اسکی شہادت ناقابل قبول ہے کیا ان ائمہ ہدایہ کے اقوال سے وتر کی ادائیگی کا لزوم معلوم نہیں ہوا یقیناً معلوم ہو کہ یہی حضرات احناف کے نزدیک درجہ وجوب ہے کما ہوا الظاہر۔

## تنظیم المدارس

۱۴۰۶ھ: اخبارنا مالک اخبارنا ابو بکر بن عمر عن سعید بن یسار، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ تر علی راجلہ بین ان الوتر سنتہ ام واجب عندا لاخاف بالذکیل القوی۔

الحل: دریافت طلب دونوں امور ترجمۃ الباب کے ضمن میں تحریر ہو چکے ہیں

جمادی الثانی ۱۲۹۱ھ  
۱۵۳۲  
۲۵۲

البدایہ والنہایہ  
موطا امام مالک  
موطا امام محمد

## ۱۸۔ رکعات تراویح

۱۔ مذاہب اربعہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ فی روایۃ علامہ داؤد غلہریؒ  
جمہور اہل علم علماء و محدثین، مجتہدین اور ان کے متبعین کے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں مستحکم ہیں۔  
آخیر مقلدین کے نزدیک تراویح کی رکعتیں آٹھ ہیں۔ امام مالکؒ اور بعض متقدمین علماء سے چھتیس، چالیس، اکتالیس اور  
سناٹا بیس کے اقوال منقول ہیں۔

۲۔ دلائل ائمہ کے اجماع سے چار چیزیں مشرّع ہوئیں۔ ۱۔ تراویح کے رکعت کی تعداد ۲۰۔ نماز تراویح کی جماعت ۳۰۔ نماز  
تراویح میں مستحب قرآن ۳۰۔ نماز عشاء کے بعد مستطاب نماز تراویح کا اہتمام جبکہ حضور اکرمؐ اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے مبارک دور  
میں نہ ہی نماز تراویح پڑھی گئی اور نہ ہی اسکی مشروعیت تھی جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں :-

۱۔ عن یزید بن رومان اثنہ قال کان الناس یقومون فی زمن عمرؓ فی رمضان بثلاث وعشہ ین رکعتہ (موطا  
ام مالک) ۲۔ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمرؓ فی شہر رمضان بعشرین رکعتہ  
وعلی عهد عثمانؓ وعلیؓ مثله (رواہ البیہقی بسند صحیح) ۳۔ عن یحییٰ بن عمرؓ امر رجلاً ان یصلی بھم  
بعشرین رکعتہ (رواہ ابن ابی شیبہ باسناد قوی) یہ تینوں آثار اجماع امت کی تائید میں شاہد عدل ہیں اور ان  
یہ بات عیاں ہے کہ عہد فاروقیؓ اور اسکے مابعد حضرات صحابہؓ، ہادرات تابعینؒ اور علماء و محققین تراویح کی بیس رکعتیں ہی ادا  
فرماتے تھے اور ان میں بیس رکعت تراویح کا عام معمول تھا نیز ان نورانی ادوار میں کوئی مسلمان نہ ہی آٹھ رکعتوں کا قائل تھا  
اور نہ ہی عامل جیسا کہ ابن قدامہؒ مغنی میں فرماتے ہیں یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعتہ وھذا کالاجماع (۴)  
اور امام ترمذیؒ کے قول سے ظاہر ہے واکثر اہل العلم علی ما روی عن علیؓ وعمرؓ وغیرھما من  
اصحاب البیت عشرین رکعتہ (ترمذی شریف) چونکہ اس سلسلہ میں حضرات ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین و مقلدین کا قول و عمل  
بموجبہ دلیل سے متفق اور مجمع علیہ ہے لہذا انہیں دلائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وگرنہ حضرات تابعینؒ اور سادات تابعینؒ  
کے فتاویٰ اور فرامین کتب حدیث میں بیس تراویح کی ثبوت کے بارے میں اس درجہ منقول ہیں کہ جنہیں اس کتاب میں جمع کرنا دشوار  
ہے اسی لئے حضرات حنفیہ میں سے علامہ عینیؒ اور صاحب ہدایہ حضرات مالکیہ میں سے ابن عبد البرؒ مالکیؒ اور علامہ ابن رشدؒ حضرات  
شافعیہ میں سے امام نوویؒ اور امام غزالیؒ، حضرات حنبلیہ میں سے علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ علماء غلو اہرہؒ داؤد غلہریؒ و انصاف  
پسند غیر مقلدین علماء سے نواب صدیق حسن خانؒ کا اجماعی فیصلہ یہی ہے صلوٰۃ التراویح سنۃ مؤکدہ وھی عشرون رکعتہ



یعنی نماز تراویح بیس رکعتیں ہی مسنون ہیں۔

۳۔ قول ثانی کی دلیل

اولیٰ ان قائلین نے تین متضاد دعوے کئے۔ آ۔ کہ حضور اکرمؐ سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ تاہم حضرت عمرؓ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا اور حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کا ثبوت ہی نہیں نہ ہی آٹھ کا اور نہ ہی بیس کا۔ تاہم آٹھ تراویح بھی احادیث سے ثابت ہیں اور بیس بھی بوجہ سہولت۔ آٹھ پر عمل کیا جائے، بہر حال آج کل اس طبقہ کی طرف سے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ عن عائشةؓ قالت ما کان رسول اللہؐ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشر رکعة یصلی اربعاً (رواہ البخاری)

۴۔ جوابات

مذکور سے قائلین قول ثانی کا دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوا کیونکہ نسلی اربعاً کے کلمات سے واضح ہے کہ آپؐ چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے تھے جبکہ غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں اور وہ دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ ۳۔ بارہ حدیثوں سے علماء و محدثین نے حدیث مذکور پر تعداد تراویح کا باب قائم نہیں کیا بلکہ قیام الیل اور باب صلوة التہجد کے دو ابواب باندھے ہیں۔ تاہم اس حدیث طویل کے آخری جملے ولا ینام قلبی سے یہ بات عیاں ہے کہ نماز مذکور رات کے آخری حصے میں ہونے کے بعد آپؐ پڑھتے تھے یقیناً رات کے آخری حصے میں تہجد پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح ۵۔ بیس تراویح پڑھنے والے حضرات یقیناً آٹھ والی حدیث پر عامل ہیں کیونکہ بیس کے عدد میں آٹھ شامل ہے لیکن غیر مقلدین آٹھ رکعت پڑھ کر بیس رکعت کی روایات کے مخالف اور تارک ہیں۔ یہ گیارہ رکعتیں بغیر جماعت کے سیدہ عائشہؓ کے حجرہ میں ثابت ہیں جبکہ بالافتاء نماز تراویح جماعت سے مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔

## وفاق المدارس

۱۔ سلمۃ بالوداد مسئلۃ رکعات التراويح

حل ہی عشرین امراً ؟

بینوا دلائل العشرین والثمانیۃ واجتبروا عن دلیل الثمانیۃ ان کان عندکم۔

الحل :- پہلے بالامیں چار امور دریافت کئے گئے ہیں ۱۔ مذاہب ائمہ ۲۔ دلائل جمہور ۳۔ دلیل بعض علماء ۴۔ جوابات دلیل۔ یہ چاروں امور پرچے سے قبل مذکور ہیں

## ۱۹- قضاءِ صلوٰۃ مسبوق

ابن ماجہ ص ۸۸  
موطا امام محمد ص ۸۸

**۱۔ مذاہب** امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرات سابقین اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک مسبوق کی وہ رکعتیں جو امام کے ساتھ آدابوں وہ مسبوق کی آخری رکعتیں متصور ہوں گی اور جو بقیہ رکعتیں رہ جائیں انہیں اقوال و افعال کے اعتبار سے پہلی رکعتوں جیسا ادا کرنا ہوگا۔ ۲۔ امام مالکؒ اور علماء اہل مدینہ کے نزدیک امام کے ساتھ پڑھی جانے والی رکعتیں افعال کے اعتبار سے اول صلاۃ اور اقوال کے اعتبار سے آخر صلاۃ متصور ہوں گی لہذا وہ جانے والی رکعات کو اقوال و غایت کے اعتبار سے ابتدائی رکعتوں جیسا اور افعال و ارکان کو آخری رکعتوں جیسا قضا کرنا ہوگا۔ ۳۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور بعض فقہاء و محدثین کے نزدیک مسبوق کو جس قدر نماز امام کے ساتھ پڑھے وہ اس کی ابتدائی نماز ہے اور جو فوت ہوئی وہ اقوال و افعال کے اعتبار سے آخری نماز۔ گویا یہ مسلک پہلے مسلک کے برعکس ہے۔ ۴۔ امام احمدؒ اور جمہور علماء احناف کے نزدیک مسبوق کی بقیہ نماز قمرۃ کے اعتبار سے ابتدائی اور شہد کے اعتبار سے آخر صلاۃ منہوم ہوگی، حضرات حنفیہ کے ہاں یہی قول مفتی بہ ہے اور معمول بہ

**۲۔ دلائل احناف** ۱۔ حدیث الباب: عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہؐ یقول فیما ادرکتہم فصلوا واما فاتکم فاستقوا (رداۃ ابوداؤد) کلمہ رہا فاتکم سے تائید جمہور واضح ہے کیونکہ جو رکعتیں امام کی اقتدار سے پہلے پڑھیں انہیں کلمہ فات سے تعبیر کیا گیا ہے اور فوت شدہ رکعتیں یقیناً ابتدائی رکعتیں ہیں لہذا سلام امام کے بعد فوت شدہ ابتدائی رکعتوں کو مکمل کیا جائے گا اور یہی مسلک جمہور ہے۔ ۲۔ عن ابی ہریرۃؓ عن النبیؐ قال ما فاتکم فاقضوا (رداۃ مسلم و انسائی وغیرہما) یقیناً قضاء اعمال فاتہ کی ہوتی اور فوت ابتدائی رکعات ہونے میں لہذا انہیں امام سے فراغت کے بعد ادا کیا جائے گا۔ نیز کلمہ فاتات سے بھی مسلک جمہور کی تائید ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث بالا میں گذرا سبحان اللہ۔ ۳۔ حدیث الباب: عن ابی ہریرۃؓ عن النبیؐ قال و اقضوا ما سبقکم (رداۃ ابوداؤد) یہاں بھی کلمہ قضا مستعمل ہوا جو تائید مسلک جمہور میں نص ہے۔ نیز اس طرح کی کئی روایات کتب احادیث میں ناقض ما سبقکم اور ما فاتہ فلیقض کے جملوں سے مروی ہیں جن سے مسلک جمہور کی حقانیت روشن ہے۔

۴۔ حدیث الباب: ان ابن عمرؓ اذا سلم قام فقرأ لنفسہ فی ما یقضیہ (رداۃ محمد و غیرہ) اس اثر کے آخر میں امام محمدؒ فرماتے ہیں: وبہذا نأخذ وهو قول ابی حنیفہؒ۔

**۳۔ دلائل اہل اہل** ۱۔ قاضین مسلک شافعی کا استدلال سیدنا علیؑ کے ایک اثر سے ہے۔ ان علیاؑ قال ما ادرکت مع الامام فقرأت من صلوٰۃ ما سبقک و اقض ما سبقک بہ من القرآن (رداۃ البیہقی وغیرہ) قاضین مسلک شافعی کا استدلال



ان روایات سے ہے جن میں ماخذاً کہ فاقصوا اور اداء اور (اور فیر) کا جملہ منقول ہے۔ کیونکہ لفظ اتمام کا لفظ ان کے لئے ہے۔  
 حدیث میں پر ہوتا ہے جس کا کپڑا نہ گھڑ پکا ہو اور مسبوق نام کی اقتدار سے وہ جانے والا حد نماز کی تکمیل کے لئے ۱۰ (۱۰) (۱۰) مسبوق کی نماز کا آخری حصہ ہے کیونکہ ابتدائی حصہ نام کی اقتدار میں ادا کر چکا ہے۔

۴۔ جوابات تمام روایات کو معمول بجا بناتے ہوئے لفظ اتمام کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ چونکہ حدیث نام کی نماز آپس میں شرعاً مربوط ہوتی ہے اس لئے اقتدار امام سے وہ جانے والی نماز کو شمار کرتے ہوئے اتمام و قضاء صلوة کا حکم دیا گیا ورنہ قضاء و اتمام کا ایک ہی مفہوم ہے۔ ۱۰۔ احقر کے نزدیک تمام کے لئے اگر فریق ثانی کا نقل منہوم تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے ما قبل کا جملہ ما فاقم تائید مجہور میں نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لہذا لفظ اتمام کے وہی معنی لئے جائیں گے جس میں شرط و جزاء کے دونوں جملے معاً مشترک ہوں۔ لہذا لازم نہ آئے۔

## وفاق المدارس

(ابوداؤد)

۱۳۸۴ھ۔ عن ابی ہریرۃ مر فوعاً یقولوا بالصلوۃ و معکم السکینۃ صلوا ملائکہ رکعت و اقصوا ما سبقتکم قال ابوداؤد۔  
 روای عنہ اتعوا معکم باضاح الفرق بنی الفظیلین بحسب المؤدی والمقصود تعلیم بناء علی الفروع۔ قال ابوداؤد بعد کہ المتابعین  
 لاطریقین: روای عنہ اتعوا و اقصوا فاختلف فیہ۔ وایا من ارجعین احتاراً یحاجنا وما بعد الترجیع من المنقول والمختول؟  
 (مسلم)

۱۳۸۵ھ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نودی بالصلوۃ فاقوها وانتم تمشون وحکم اسایتہ  
 فعاورکم فصلوا و ما خاتکم فاقصوا۔

حدیث کی شرح کر کے تحریر فرمائیے کہ مسبوق جو حصہ نماز کا امام کے ساتھ ادا کرتا ہے کیا وہ اس کی نماز کا پہلا  
 حصہ ہے یا یہ کہ جو کچھ وہ سلام کے بعد ادا کرتا ہے اس کو اول صلوة قرار دیا جانا چاہیے اس میں جو اختلاف ہے  
 اسے بالتفصیل لکھئے؟

**الحل**؛ پرچہ بالا میں پارا امور دریافت کئے گئے ہیں ۱۔ مذاہب ۲۔ دلائل احناف  
 ۳۔ دلائل ائمہ ۴۔ جوابات۔ ان جملہ امور کو بالترتیب لکھ دیا گیا ہے۔

## ۲۰۔ مفترض خلف المتفل

۱۔ امام انصاری ابو حنیفہؒ حضرات صاحبین امام ابراہیمؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ بن حنبلؒ فی روایہ اور جمہور اہل علم  
**مذاہب** فقہاء و محدثین کے نزدیک امام متفل کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز جائز نہیں ۲۔ امام شافعیؒ امام احمدیؒ  
 (روایہ) اور علامہ داؤد نکلاہری کے نزدیک متفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز جائز ہے۔

۳۔ **دلائل اُخلاف** ۱۔ عن ابی حویرۃ قال قال رسول اللہ الامام ضامن (ابوداؤد وترمذی) یہاں امام کو صحت اور  
 فساد نماز کے اعتبار سے ضامن قرار دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ضعیف قوی کا ضامن نہیں ہو سکتا لہذا  
 متفل چونکہ ضعیف ہے اور مفترض قوی تو مفترض کی اقتداء متفل کے پیچھے جائز نہ ہوگی۔

۲۔ عن ابی حویرۃ ان رسول اللہ قال انما جعل الامام لیوثق بہ فلا یختلفوا علیہ (رواد مسلم) اقتداء المفترض  
 خلف المتفل کی صورت میں یقیناً اختلاف علی الامام ہے جو کہ حدیث مذکور کی وجہ سے جائز نہیں بلکہ مخالفت و جوب ہے۔  
 ۳۔ نماز بخوف کی مشروعت مسئلہ اباب میں قوی ترین دلیل ہے کیونکہ اگر نماز مفترض خلف المتفل جائز ہوتی تو امام ایک  
 رکوع کو نماز مکمل پڑھا کر دوسرے رکوع کو بنیت نفل نماز پڑھا دیتا جس میں بلا وجہ دو رکوع بنانے اور افعال و حرکات کثیرہ  
 (چونکہ نفل للصلیۃ ہیں) کے مرتکب ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۴۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی امام سے قبل رکوع یا  
 سجدہ کرے بالاتفاق نماز درست نہیں حالانکہ قبلت و بعدت اوصاف صلاۃ میں سے نہیں جبکہ نیت ارکان صلاۃ میں سے ہے  
 لہذا مقتدی اور امام میں نیت کی مخالفت کی بنا پر نماز درست نہ ہونی چاہیے۔

۵۔ **دلیل ائمہ** ۱۔ حدیث الباب بین جابر قال کان معاذ یصلی مع ابنی ثعلبہ یاتی فیوم قیامہ (رواد ابوداؤد)  
 یعنی سیدنا معاذ حضور کے ساتھ نماز عشاء بنیت فرض پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کو جا کر بنیت نفل عشاء  
 کی نماز پڑھاتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ متفل امام کے پیچھے فرضی نماز پڑھنا جائز ہے۔

۲۔ **ابن مسعود** امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاذ کا واقعہ اس زمانے کا ہے کہ جب ایک نماز فرضی کو دو مرتبہ پڑھا جائز  
 تھا پھر بعد میں اس سے روک دیا گیا جیسا کہ سیدنا ابن عمرؓ کی حدیث سے واضح ہے کہ نبی الہیؐ

ان کصلی فریضۃ مرتین (رواد ابوداؤد و نسائی) گو یا حدیث معاذ منسوخ ہے ۳۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ نیت چونکہ  
 ایک فعل قلبی ہے اور اس پر کوئی دوسرا شخص مطلع نہیں ہو سکتا تو ممکن ہے کہ سیدنا معاذ حضور کی اقتداء میں نماز عشاء  
 بنیت نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو نماز عشاء بنیت فرض پڑھاتے ہوں ۴۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ سیدنا معاذؓ  
 حضور کے پیچھے نماز عشاء بنیت فرض پڑھتے تھے تو یہ سیدنا معاذؓ کا اپنا عمل تھا اسکی تائید حضور ارم علیہ السلام سے



ثابت نہیں بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ کی اطلاع پر سیدنا معاذؓ کو لاؤنگائی دینا یا معاذؓ کو اس عمل سے منع فرمادیا۔

۴۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور میں سیدنا معاذؓ کی عادت بیان کی گئی ہے کہ کبھی آپ عشاء کی نماز حضورؐ کی اقتدار میں پڑھتے تھے اور کبھی اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

۵۔ اشکال اس روایت کے آخر میں **لَمْ تَطَوَّعْ وَلَهُمْ فَرِيضَةٌ** کا جملہ کتب حدیث میں مروی ہے جس سے ظاہر ہے کہ سیدنا معاذؓ کی نماز نفل ہوتی تھی اور حضرات صحابہؓ کی فرضی۔

۶۔ جواب ائمہ حدیث کے نزدیک یہ جملہ حدیث کا حصہ نہیں بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں **ان الامام احمد ضعف هذه الزيادة**

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں۔ **هذه الزيادة لا تصح ولو صححت لكان خطأ من جابر**

(ابوداؤد) **وفاته المدارس**

۳۹۵ھ

حدثنا احمد بن حنبل ناسفیان عن عمرو بن سعد عن جابر قال كان معاذ يصلي مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم

عليه وسلم ثم يروح فيومنا.

اس حدیث میں ائمہ مفسرین خلف المتنفل معلوم ہو رہی ہے خصوصاً طحاوی سیقی دارقطنی و مسند امام شافعی کی روایت کی یہ تشریح ہی کہ **لَمْ تَطَوَّعْ وَلَهُمْ فَرِيضَةٌ** تو مالکیہ صنفہ دم جواز کے کیوں قائل ہوئے؟ مدلل و موثق ذکر فرمانے کے بعد تلامذہ کہ اس روایت میں عشاء کا ذکر ہے اور ترمذی اور ابوداؤد کی عزم بن کعب کی روایت میں مغرب پر دال ہے تطبیق دیکھئے یا توجیہ فرمائیے۔

**الحل** :- پرچہ بالا میں جتنے امور مل طلب ہیں تمام بیان ہو چکے۔

**نظر طحاوی** ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدی کے نماز کی صحت و عدم صحت امام کے نماز کی صحت و عدم صحت پر موقوف مثلاً امام بولے تو سجدہ سہو بالاجماع امام اور مقتدی دونوں پر ہوگا خواہ مقتدی بھولے یا نہ اور اگر مقتدی بھولے تو سجدہ سہو نہ ہی مقتدی پر ہے اور نہ ہی امام پر تو گویا مقتدی کی نماز امام پر موقوف ہے لہذا مقتدی اور امام کی نیت میں یکسانیت ہونی چاہیے مخالف درست نہیں۔

ابن ماجہ رحمہ اللہ  
نسائی رحمہ اللہ

## ۲۱ - زیارۃ قبور اولیاء

آیت ابو جہر صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہاء وغیرہ کے نزدیک حضور انور کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے۔ اگر استحب موجب (غیر ظہر اور غیر شہادت مقبولہ) ہے ایسے ہی حضرات صحابہ و سادات تابعین و ائمہ محدثین کے قبور کی زیارت ان کے اخروی مراتب و درجات کی حیثیت سے موجب قربت اور باعث ثواب ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بعض اہل علم کے نزدیک قبول کیا اور مقامات مقدسہ کی زیارات کے لئے سفر کرنا ناجائز بلکہ حرام ہے۔ بعض صوفیاء اور اہل سلوک کے نزدیک حضور اکرم کے مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر آتی پر واجب ہے۔ سفر عمرہ یا حج اگر بغیر زیارت کے لوگ تو ترک و وجوب کے سبب فاسق ہوگا۔

۲۰۔ دلائل استحباب | آیت ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ کنت نہیتم عن زیارۃ القبور وروھا (رواہ ابن ماجہ) یہ حدیث زیارۃ قبور میں اس ہے نیز حدیث کے قولی اور آپؐ کے سبب کئی طرح سے دوسری احادیث پر راجع ہے۔ جب زیارۃ قبور مہربان ہے تو یقیناً اس کے لئے سفر بھی جائز ہوگا کیونکہ بغیر سفر کے زیارۃ مقابر ممکن نہیں۔

۱۔ تابعین قول ثالث نے الامر للوجوب کے قاعدہ سے وجوب قول کیا آیت عن حاطب بن ابی بلتعہ قال قال النبیؐ من زار قبري بعد مماتي كان كمن زارني في حياتي (رواہ قرطبی) اس مضمون کی متعدد احادیث کتب حدیث میں مروی ہیں اگرچہ سند ضعیف ہیں لیکن کثرت اسانید کے سبب حضور اکرم کی قبر مبارک کی زیارت کا استحباب ان سے یقیناً ثابت ہے۔ ۲۔ ابن عمرؓ ان النبیؐ قال من زار قبري دجبت له شفاعة (رواہ ابن خزيمة) یہ حدیث مختلف طرق سے کلمات کی کمی بیشی کے ساتھ منقول ہے جس میں ایک روایت میں چالیس نماز کی ادائیگی پر شفاعت کا وعدہ ہے اگرچہ محدثین کے نزدیک تمام طرق ضعیف ہیں لیکن لکھنؤ میں دلاق سے استحباب یقیناً سمیع ہے۔ اور وجوب قول درست نہیں۔

۲۱۔ دلائل عدم جواز | حدیث الباب | عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ قال لا تشددوا لروح الایالی ثلثۃ مساجد (رواہ انسائی وغیرہ) جب مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی جگہ کی طرف سفر کرنے سے روک دیا گیا تو روئے ظہر کا ذکر نہ کرنا اور نہ نماز کی طرف سفر کرنا یقیناً ممنوع و ناجائز ہوگا اور یہ سفر شرعاً سفر معصیت مقصور ہوگا۔ اسی طرح کی ایک اور روایت سیدنا ابوسعید خدریؓ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ سیدنا ابولبصرہ فزاریؓ نے سیدنا ابوہریرہؓ کا طور کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ناپسند کیا اور فرمایا نوادہ کذا قبل ان تخرج ما خرجت — کہ اگر آپ کے سفر کرنے سے قبل میں آپ کے لئے نماز کی طرف دعا دے دوں تو سیدنا ابوہریرہؓ نے ان کے فرمان کی تائید کی دعا اے اللہ! یہ آخری حدیث کی قولی و عملی تشریح ہے۔ جب مقام مورد جیسے بزرگ مقام کی طرف سفر کرنے کو دوسری رسول ناجائز سمجھ رہے ہیں۔

نہی اور اگر کسی طرف سفر کرنا کیسے درست ہوگا؟



۱۔ مسجد مستثنیٰ عنہ الام غزالی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب مساجد کے بارے میں ہے یعنی ان میں سے  
 ۲۔ جوابات کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت کے لئے سفر درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا کے باقی  
 جملہ مساجد مرتبہ یکساں ہیں دلہ فضل لمجید علی مسجد اس لئے کسی مسجد کی طرف سفر کرنا عبادت ہے جبکہ مقابر اولیاء کرام و برکات  
 کے اعتبار سے متفاوت ہیں یکساں نہیں کیونکہ صاحب قبر جس مقام و منزلت کا حامل ہوگا اس کی زیارت سے زائر کو اتنے برکات  
 منافع حاصل ہوں گے بقدر حصول برکات کے لئے مقابر اولیاء و انبیاء کی زیارات کے لئے سفر کرنا جائز ہی نہیں بلکہ موجب ثواب  
 رفع درجات ہے سبحان اللہ، ولله در الامام الشافعی ما اوقى ذكره و نظره في المسائل الشرعية

۳۔ مفہوم مخالف سے مساکت۔ علامہ عراقی کی تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف مساجد کا حکم بتلایا گیا ہے مساجد کے  
 علاوہ میں سفر کرنے سے حدیث الباب ساکت ہے اور مفہوم مخالف مقبروں کے اہل جنت نہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث  
 میں مستثنیٰ منہ عام الحج موقوف مذکور ماننا درست نہیں بلکہ مستثنیٰ منہ خاص مسجد نمہ و من ہوگا جس کی تائید درج ذیل  
 دو شواہد سے ہوتی ہے۔ ۱۔ یہی حدیث مسجد احمد میں مراد لفظ مسجد سے مروی ہے لکن لا تشدوا الرجال الى مسجد الا الى  
 ثلاثة مساجد الحدیث — ۲۔ طلب علم، صلح جمعی اور حصول رزق حلال کے لئے سفر کرنا بالاجماع جائز ہے اگر مستثنیٰ منہ عام  
 مانا جائے تو ان امور کے لئے سفر کرنا بھی حرام ہوگا نیز احادیث میں تعارض ہوگا اور دونوں احادیث اذا تعارضتا سقطا  
 کے قاعدہ سے ساقط ہو جائیں گی اور یہ درست نہیں۔

۴۔ فضیلت ذاتی سے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ ان تین مقامات کو ذاتی اعتبار سے فضیلت و عظمت حاصل ہے جبکہ دنیا کے باقی مقامات  
 مقدمہ کو بالذات فضیلت نہیں بلکہ اولیاء کے وجود یا علم کے مرکز ہونے کی حیثیت سے عظمت ملی ہے لہذا ان تین مواضع کے علاوہ  
 کسی جگہ کی فضیلت ذاتی کا تصور کرتے ہوئے سفر کرنا درست نہیں بلکہ اگر اوصاف غرضی مثلاً علم، جہاد یا زیارت والدین و قبور اولیاء کے  
 تصور سے سفر کرے تو حدیث الباب اور دوسری احادیث کی رو سے درست ہے و لا تعارض بینہما۔

۵۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مشرکین عرب زمانہ جاہلیت میں تبرک مقامات پر جا کر بدعات و لغویات میں مشغول  
 ہو جاتے تھے لہذا اس کے بعد باب کے لئے آپ نے لا تشدوا الرجال کا حکم دیا اگرچہ بھی اگر قبور اولیاء، بدعات و غرافات کا مرکز بن جائیں  
 تو ان کی طرف سفر کرنا حرام ہوگا (حجۃ اللہ البالغہ)

دلیل ثانی ایک اثر موقوف ہے جو ایہ صحابی کا مسلک ہے احادیث میمہ کے تعارض سے مخرج ہوگا۔ یہ اثر ہمارے معنی نہیں  
 کیونکہ اختلاف قبور انبیاء و اولیاء میں ہے نہ مطلقاً عام مقامات کے بارے میں۔ اور اثر زیارت قبور کے لئے سفر کرنے سے ساقط ہے۔

## وفاق المدارس

(نسائی)

۱۳۸۲ھ

مسجد ۵۔ ہذا و مسجد الاقصیٰ بعض لوگ اس حدیث سے تسک پکڑتے ہیں اور مساجد مذکورہ کے سوا کمنہ تبرک حتیٰ کہ قبر ابنی عبد الصلوة والسلام کی  
 زیارت کی نیست سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اگر آپ جائز سمجھتے ہیں تو جو ان کی اُردن اور ان کے تسک کا جواب مع حوالہ القاب تحریر کریں۔

ابو داؤد وصحہ  
بخاری مشک  
ترمذی مشک  
ابن ماجہ مشک

## ۲۲۔ قطعِ صلاۃ بوجہ مرور

آئمہ ابوسنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین، جمہور اہل علم اور اکثر فقہاء و متدین کے نزدیک  
۱۔ مذاہبِ غیر سترہ کے کسی چیز کے گزرنے سے نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ کافر ہو یا غوث، لکھا ہو یا کتا۔  
۲۔ امام احمد اور بعض علماء حجاز میں کے نزدیک کلبِ اسود کے گزرنے سے نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔  
۳۔ سیدنا حسن بصری، علامہ داؤد غامہری اور علماء اہل ظواہر کے نزدیک غوث، کلب اور گدھے کے گزرنے سے مسئلہ کی نماز  
والتی باقی ہے خواہ ایک مرتبہ گزرتے یا زیادہ دفعہ، زندہ ہو یا مردہ۔

۴۔ دلائلِ جمہور | آحدیث الباب: عن عائشہ ان النبی کان یصلی وانا معترضۃ بین یدیه  
(رواہ البخاری وغیرہ) جب عورت کا نمازی کے آگے سویا ہونا قطعِ صلاۃ نہیں تو آگے سے ایک لمحہ  
میں گزر جانا بطریقِ اولیٰ مفیدِ صلاۃ نہ ہوگا۔ آحدیث الباب: عن ام سلمہ قالت کان فراسھا  
بجذۃ المذنب (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) ۴۔ عن میمونۃ قالت کان النبی یصلی وانا بحذاءہ (رواہ ابن ماجہ وغیرہ) سندِ صحیح  
منقول روایات سے صراحت ثابت ہوتا ہے کہ غوث کا نمازی کے سامنے ہونا موجبِ فسادِ صلاۃ نہیں۔

۵۔ دلائلِ علماء | آحدیث الباب: عن ابی ہریرۃ عن النبی قال یقطع الصلاۃ المرأة والحمار  
(رواہ مسلم وابدوداؤد وابن ماجہ وغیرہم) یہ حدیث تائیدِ علماء میں نص ہے۔  
آئمہ ابوسنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین، جمہور اہل علم اور اکثر فقہاء و متدین کے نزدیک  
۱۔ مذاہبِ غیر سترہ کے کسی چیز کے گزرنے سے نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ کافر ہو یا غوث، لکھا ہو یا کتا۔  
۲۔ امام احمد اور بعض علماء حجاز میں کے نزدیک کلبِ اسود کے گزرنے سے نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔  
۳۔ سیدنا حسن بصری، علامہ داؤد غامہری اور علماء اہل ظواہر کے نزدیک غوث، کلب اور گدھے کے گزرنے سے مسئلہ کی نماز  
والتی باقی ہے خواہ ایک مرتبہ گزرتے یا زیادہ دفعہ، زندہ ہو یا مردہ۔

۴۔ دلائلِ علماء | آحدیث الباب: عن ابی ہریرۃ عن النبی قال یقطع الصلاۃ المرأة والحمار  
(رواہ مسلم وابدوداؤد وابن ماجہ وغیرہم) یہ حدیث تائیدِ علماء میں نص ہے۔

آئمہ ابوسنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین، جمہور اہل علم اور اکثر فقہاء و متدین کے نزدیک  
۱۔ مذاہبِ غیر سترہ کے کسی چیز کے گزرنے سے نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ کافر ہو یا غوث، لکھا ہو یا کتا۔  
۲۔ امام احمد اور بعض علماء حجاز میں کے نزدیک کلبِ اسود کے گزرنے سے نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔  
۳۔ سیدنا حسن بصری، علامہ داؤد غامہری اور علماء اہل ظواہر کے نزدیک غوث، کلب اور گدھے کے گزرنے سے مسئلہ کی نماز  
والتی باقی ہے خواہ ایک مرتبہ گزرتے یا زیادہ دفعہ، زندہ ہو یا مردہ۔



صلوٰۃ کی روایات باہم متعارض ہیں ترجمہ کا قول لیتے ہوئے ان دو میں عدم قطع کا قول اختیار کیا جائے گا جبکہ کلب اسود میں قطع متعارض کے قطع صلوٰۃ کی حدیث وارد ہے لہذا کلب اسود یقیناً قاطع صلوٰۃ ہوگا۔

۲۔ **جوابات** | آ۔ ہضوخ:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امامیہ قطع صلوٰۃ اُحادیث سے منسوخ ہیں جس پر قرینہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ عسکریؓ جن سے قطع صلوٰۃ کی اُحادیث مروی ہیں انہیں سے قطع

قطع کے فائدہ بھی منقول ہیں۔ بیسا کہ موطا امام مالکؒ میں ہے: **أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ مَشْيٌ** ایسے ہی سیدنا ابن عباسؓ سے سوال ہوا **لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْدَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ قَالَ لَا** (رواہ ابویہ و الطحاوی)۔

۳۔ قطع خشوع:۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ قطع سے مراد قطع خشوع ہے کیونکہ کتبہ کی وجہ سے خوف گدھے کی وجہ سے نفرت اور عورت کی وجہ سے محبت کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے جس سے یقیناً خشوع خضوع جاتا رہتا ہے نیز احمق کی ناقص رائے میں صلوٰۃ اتصال سے ناخوذ ہے اور یقیناً ان اشیاء ثلاثہ کا وجود اتصال مع اللہ میں انقطاع پیدا کرتا ہے لہذا قطع صلوٰۃ مراد انقطاع اتصال مع اللہ مراد ہوگا۔ اور ان تین کی تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ شیطان کا قریبی رابطہ ہے۔

۵۔ **حذر و ر** | اس بارے میں علامہ شامی نے مندرجہ ذیل اقوال نقل کئے ہیں۔  
آ۔ تین گز کے اندر ممنوع ہے آ۔ پانچ گز تک آ۔ جہاں تک انسان سجدہ کرے تم۔ چالیس گز تک منع ہے۔ تین صفوں تک آ۔ موضع سجدہ کو دیکھتے ہوئے جہاں تک نظر جائے اسے اندر نہ جانا ہے اس کے باوجود درست یہ قول تمام اقوال بالا سے راجع، ادنیٰ اور ممتاز ہے۔

## وفاق المدارس العربیہ

ابوداؤد

مسئلہ ۹۳:۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقطع الصلوٰۃ المرأۃ اذا کلب علی الحمار مسئلہ مذکورہ فی الحدیث میں فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ لکھئے

**نظر طحاوی** | فریق ثانی کے نزدیک فقط کلب اسود کا مرد قاطع صلوٰۃ ہے غیر اسود کتوں کا نہیں جبکہ بالا جماع تمام کتبے حرام میں خواہ کلبے رنگ کے ہوں یا کسی اور رنگ کے جب حرمت میں لون مؤثر نہیں تو قطع صلوٰۃ میں بھی لون کی تاثیر نہیں ہوگی۔ اسی طرح تمام درندے چرندے رنگ کی تقسیم کے بغیر حرام ہیں اور ان کی حرمت میں یقیناً رنگ دخل نہیں۔ نیز ان کا مرد بھی قاطع صلوٰۃ نہیں لہذا قیاس کا تعاضی یہ ہے کہ مسئلہ الباب میں تمام کتوں اور درندوں کا حکم یکساں ہو کہ کسی کا مرد بھی قاطع صلوٰۃ نہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح گدھا کا مرد تو بطریق اولیٰ قاطع صلوٰۃ نہ ہوگا کیونکہ جب مجمع علیہ حرام جانورین مثلاً درندے، چرندے اور کتے وغیرہ کا مرد قاطع صلوٰۃ نہیں تو گدھے کی علت و حرمت اللہ کے ہاں ویسے مختلف فیہ ہے لہذا اس کا مرد تو یقیناً قاطع صلوٰۃ نہ ہوگا۔





۱۔ حدیث سیدنا انس بن مالکؓ بسیدنا ابن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ خطبہ فرمایا۔  
 ۲۔ مزید دلائل احصاف۔ یہ ہے کہ ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے اور قحط کی شکایت فرماتے گئے حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی اس پر حضرت سیدنا ابوبکرؓ نے جہر مضروب فرمایا اور ان کے لئے بارش کے رک جمانے کا دعا فرمائی حدیث روایت البخاری وغیرہ حدیث مذکور میں صحابی رسولؐ دونوں مرتبہ بحالت خطبہ تشریف لائے لیکن آپؐ نے انہیں تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا حکم نہیں فرمایا۔  
 ۳۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۴۔ ابن مسعودؓ مجلس علی باب المسجد فرمایا رسول اللہؐ فقال تعال یا عبد اللہ بن مسعود۔  
 ۵۔ جہاں شائع ہے اور بعض کا حکم نہیں دیا وہاں سکون سے بیٹھ کر خطبہ سننے کا حکم فرمایا جس سے مسلک حنفیہ ذہن پر عاید ہے۔

۱۔ حدیث سیدنا ابوبکرؓ بسیدنا ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۲۔ ابن مسعودؓ مجلس علی باب المسجد فرمایا رسول اللہؐ فقال تعال یا عبد اللہ بن مسعود۔  
 ۳۔ جہاں شائع ہے اور بعض کا حکم نہیں دیا وہاں سکون سے بیٹھ کر خطبہ سننے کا حکم فرمایا جس سے مسلک حنفیہ ذہن پر عاید ہے۔  
 ۴۔ حدیث سیدنا ابوبکرؓ بسیدنا ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۵۔ ابن مسعودؓ مجلس علی باب المسجد فرمایا رسول اللہؐ فقال تعال یا عبد اللہ بن مسعود۔  
 ۶۔ جہاں شائع ہے اور بعض کا حکم نہیں دیا وہاں سکون سے بیٹھ کر خطبہ سننے کا حکم فرمایا جس سے مسلک حنفیہ ذہن پر عاید ہے۔  
 ۷۔ حدیث سیدنا ابوبکرؓ بسیدنا ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۸۔ ابن مسعودؓ مجلس علی باب المسجد فرمایا رسول اللہؐ فقال تعال یا عبد اللہ بن مسعود۔  
 ۹۔ جہاں شائع ہے اور بعض کا حکم نہیں دیا وہاں سکون سے بیٹھ کر خطبہ سننے کا حکم فرمایا جس سے مسلک حنفیہ ذہن پر عاید ہے۔  
 ۱۰۔ حدیث سیدنا ابوبکرؓ بسیدنا ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۱۱۔ ابن مسعودؓ مجلس علی باب المسجد فرمایا رسول اللہؐ فقال تعال یا عبد اللہ بن مسعود۔  
 ۱۲۔ جہاں شائع ہے اور بعض کا حکم نہیں دیا وہاں سکون سے بیٹھ کر خطبہ سننے کا حکم فرمایا جس سے مسلک حنفیہ ذہن پر عاید ہے۔

۴۔ دلائل ائمہ (ب) دلائل فقہاء۔

۱۔ حدیث الباب۔ عن جابر بن عبد اللہ قال بینما النبیؐ یخطب یوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبیؐ اصلیئت قال لا فقہم فارکم۔  
 ۲۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۳۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۴۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۵۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۶۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۷۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۸۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۹۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۱۰۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۱۱۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔  
 ۱۲۔ حدیث سیدنا جابرؓ بسیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے قال اجلسوا لعلکم تسمعون۔

۵۔ جوابات۔ حدیث اباب مکتبہ عادیث میں کی صحیح طرق سے مفصلاً مروی ہے اگر جملہ متون کو سامنے رکھا جائے تو مندرجہ ذیل جوابات خود کلمات حدیث سے مترشح ہو جاتے ہیں۔  
 ۱۔ خصوصیت سے۔ دوران خطبہ تشریف لے آنے والے صحابی سیدنا سیدک بن ہر غطفانی تھے یہ صحابی انتہائی خستہ اور پرانہ حالت میں تشریف لائے حضور اکرمؐ نے انکو نماز پڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ حضرات صحابہؓ انکی اس ہیئت خستہ کو دیکھ کر صدقہ و خیرات کریں اس تاویل کی تائید مندرجہ ذیل قرآن سے

مولانا جسیذ ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ جَاءَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي هَيْئَةٍ بَسْرَةٍ قَامَرَةٍ  
يَقُولُ يَكْفِينُ دَانَا آدِرْجَانِ يَتَغَطَّنُ لَهُ رَجُلٌ خَتِيصِدَقٍ عَلَيْهِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاحْمَدُ وَصَحَابُ السُّنَنِ ۲۔ سنن نسائی کی ایک

کلمات سے مروی ہے۔ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ أَصْلَيْتَ قَالَ لَا قَالَ صَلَّ رَكَعَتَيْنِ وَحَثَّ النَّاسَ عَلَى الصَّدَقَةِ ۳۔ صحیح ابن حبان  
کے کلمات تو مرادہ خصوصیت صحابی کی تصریح کرتے ہیں چنانچہ حضرت جابر فرماتے ہیں قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ارْكَعْ وَلَا تَعُودُ  
مِنْ هَذَا ۱۔ ان تینوں روایات سے باہمی واضح ہو رہا ہے کہ یہ حکم ہی بڑی صحابی سے مخصوص تھا ۲۔ قبل الخطبۃ سیدنا سلیک  
فطانی کا واقعہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے کا ہے اسکی تائید دو شواہد سے ہوتی ہے ۱۔ ام نسائی نے سنن کبریٰ میں حدیث الباب پر  
الصلوة قبل الخطبة کا باب قائم کیا ہے ۲۔ صحیح مسلم کی روایت میں جاسطیٹ الخطبانی یوم الجمعة ورسول الله قاعد علی المنبر  
کا ہے بالاجماع خطبہ قائم ہوتا ہے جب آپ بحالت قعود تھے تو یقیناً خطبہ بھی شروع نہ ہوا ہوگا ۳۔ امساک عن الخطبة ۴۔  
سیدنا سلیک فطانی کے نماز پڑھنے تک حضور اکرم خطبہ سے رُک گئے تھے گویا جتنی دیر صحابی رسول نے نماز پڑھی اتنی دیر آپ خاموش  
ہے اسکی تائید دارقطنی ص ۱۵۱ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس کے کلمات یوں ہیں امساک عن الخطبة  
حتیٰ نزع من رکعتہ یہ روایت سنداً صحیح ہے اور اس کے رواۃ تمام ثقہ ہیں ۲۰۔ عدم بقوت دعویٰ ۲۱۔ تائین مسک ثانی کے  
ذکر تحفہ المسجد نمازی کے بیٹھنے سے ساقط ہو جاتا ہے جبکہ مندرجہ ذیل دو احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا سلیک فطانی مسجد میں  
لوٹنے کے تھے جس سے تائین مسک ثانی کا دعویٰ حدیث الباب سے ثابت نہ ہوگا۔ حدیث الباب کے کلمات ہیں ۱۔ قال النبی فقد فارکم

رواہ الترمذی ۲۔ کلہ نعم سے ظاہر ہے کہ وہ بیٹھ چکے تھے ۲۔ صحیح مسلم میں ہے فقد سلیک قبل ان یصلی الحدیث ۱۔ ان  
کلمات میں تعویذ تصریح ہے ۵۔ عدم مطابقت، حدیث الباب میں رکعتین کی ادائیگی کا حکم ہے جس سے تائین مسک ثانی نے تحفہ المسجد کے  
انتساب کا قول کیا حالانکہ ابن ماجہ کی صحیح السند روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان رکعتین سے یا تو قبل الجمعۃ کی دو سنتیں مراد ہیں یا کوئی فرضی  
رکعتیں۔ فقال له السنبی آصليت رکعتین قبل ان تجتہی قال لا قال فصل رکعتین الحدیث صحیحہ العراقی ظاہر ہے کہ مسجد میں آنے سے  
تین منجزہ المسجد مشروع نہیں بلکہ یا تو جمعہ سے قبل کی دو رکعتیں ہیں جو شرفاً مسنون ہیں یا کوئی فرائض جسے حضور اکرم نے بطریق الکشف معلوم  
فرمایا اور اسی اقتدار کا حکم دیا اس لئے ام اوزاعی نے اسی حدیث کی بنا پر یہ مسکا اختیار فرمایا کہ اگر کسی نے سنتیں گھر میں ادا نہیں کیں اور  
مسجد میں خطبہ کا وقت آیا تو پھر بحالت خطبہ سنن جمعہ کی ادائیگی مستحب ہے ۶۔ منسوخ سیدنا سلیک فطانی کا واقعہ منسوخیت کلام و  
کلمات سے قبل کا ہے جب کلام فی الصلوة منسوخ ہوئی تو اس کے ساتھ ہی کلام عین الخطبہ بھی منسوخ ہوگئی نیز دوران خطبہ اس بالمعروف  
اور نہی من المنکر کو ناجائز قرار دیا گیا تو نوافل و مستحبات کی ادائیگی بھی منسوخ ہوگئی اس جواب کی تائید حدیث الباب میں بیان شدہ عین امور سے  
ہر قسم جو بالاجماع اب بحالت خطبہ غیر مشروع ہیں ۱۔ حضرات صحابہ نے اپنے اپنے کپڑے اتار کر سیدنا سلیک کو صدقہ و خیرات کے  
نقشبندے آ خطبہ چھوڑ کر دیر تک سیدنا سلیک سے آپ باتیں کرتے رہے ۳۔ ابن حبان اور سنن نسائی وغیرہ میں منقول ہے کہ آپ طویل  
نہجہ منول کلام الصلوة فرماتے رہے جو بعد میں ترک فرما دیا ۲۔ جوابات حدیث قولی ۱۔ معلول بوجہ متن ۲۔ فطانی



نے کتاب التبیان علی اصحابہ میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس میں صحیحین کی تقریباً سو اناویث پر کلام کیا جن میں صحیح بخاری کی انیس روایت ہیں ایکس باعتبار سند کے اور ایک حدیث باعتبار متن کے معلول ہے جو یہی ہے کہ امام بخاری کی تحقیق میں حدیث الباب حدیث فعلی ہے جس کو امام شافعی نے طرہ اول حدیث کی مخالفت فرماتے ہوئے بالمتن روایت فرما کر قول بنا دیا ہے جو خلاف واقعہ ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری حدیث جابرہ کو زیر بحث باب میں نہیں لائے بلکہ دوسری جگہ تحریر فرمایا نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم کے کلمات مختلف ہیں صحیح مسلم میں ہے اذ اجابوا بعدکم وقد خرج الامام صحیح بخاری میں ہے والامام یخطب اذ قد خرج حقیقتہ یہی ہے کہ حدیث سیدنا جابر ایک فعلی حدیث ہے جو درجہ اولیٰ سے قول ابن کثیر ہے ۲۔ منسوخ ۱۔ حدیث جابرہ کی اگر صورت تسلیم کی جائے تو یہ حدیث نسخ صلوٰۃ و کلام سے قبل کی ہے کیونکہ اس میں القی والقی ثابہم کے کلمات ہیں جو بالاجماع اب بحالت خطبہ منسوخ ہے ۳۔ قبل بدء الخطبة۔ جملہ احادیث صحیحہ میں تطبیق کے لئے ضروری ہے کہ اس میں یہ تاویل کی جائے کہ والامام یخطب کا الامام ان یخطب مراد ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں اس کے کئی نظائر ہیں۔

## وفاق الملائک

(ترمذی)

۳۸۲۔ عن جابر بن عبد الله قال قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبي صلى الله عليه وسلم اُصليت فقال لا قال فقهر فادركم۔

فتحوا الامور الآتية: (۱) هل يجوز الكلام للامام بعد ما شرع في الخطبة (۲) هل يجوز التطوع بيان الخطبة (۳) لایة صلوٰۃ امر النبي صلى الله عليه وسلم ذلك الرجل۔

(نسائی ۳۰۶)

اس پرچہ میں درج ذیل چار مباحث ذکر کئے گئے ہیں۔

## الحل

۱۔ دوران خطبہ کلام امام کا شرعی حکم ۲۔ دوران خطبہ حاضرین کے لئے صلوٰۃ و کلام میں اختلاف امر ۳۔ دلائل امر الائمہ دلائل احناف اب ۴۔ دلائل فقہاء ۵۔ جوابات ۶۔ آخری تین امور پرچے سے قبل اور آجیچے مرقوم ہے۔

اس بات پر حضرات ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کا اجماع ہے کہ بوقت خطبہ امام کے لئے دینی ضرورت کے تحت مخاطبین سے بات چیت کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم نے مسئلہ الباب ایک اعرابی صحابی سے کلام فرمایا ایسے ہی سیدنا عمرؓ دوران خطبہ سیدنا عثمانؓ کو دیر سے تشریف لائے اور عجل نہ کرنے پر توبہ فرمائی۔

## نظر علی ادوی

ایسا مقتدی جو امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل مسجد میں موجود ہو وہ بالاجماع دوران خطبہ نماز نہیں پڑھ ۱۔ نیز یہ خطبہ بالاجماع ادار صلوٰۃ کے لئے مانع ہے تو لہذا ایسا مقتدی بھی نوافل و سنن نہیں پڑھ سکتا جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب خطبہ وہ جابرہ ہو ۲۔ ایسے اوقات جن میں نماز پڑھنا منسوخ ہے۔ ان میں بالاجماع نہ ہی وہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے جو ان اوقات کی آمد سے قبل مسجد میں موجود ہو اور نہ ہی وہ شخص جو ان اوقات کے دوران مسجد میں داخل ہو ایسے ہی خطبہ ادار صلوٰۃ کے لئے مانع ہے خواہ انسان خطبہ کے انتہاء سے قبل مسجد میں موجود ہو یا دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو لہذا دوران خطبہ نماز پڑھنا درست نہیں۔

و هو قول الحنفیہ و اتباعہ

الرواۃ ص ۱۵۳  
مسند امام مالک ص ۹

## ۲۲- جمعہ فی القری

بخاری ص ۱۱۲  
ابن ماجہ ص ۱۱۲

**۱۔ مذاہب** یہ بات اجماعی ہے کہ شہر اور بڑی بستی میں جمعہ کی ادائیگی جائز ہے اور مکمل و بیابان میں ناجائز نیز اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نماز جمعہ باقی نمازوں کی طرح نہیں بلکہ اسکی صحت کے لئے جماعت اور تہن ثنائی ضروری ہے۔

ابن تیمیہ کی تفسیر میں مضرات ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں۔  
۱۔ امام غزالیؒ جو منیفہ حضرات صاحبینؒ اور جمہور اہل علم کے نزدیک وجوب جمعہ اور صحت جمعہ کے لئے مفسر جامع شرط ہے لہذا چھوٹی بستی میں نہ ہی جمعہ واجب ہے اور نہ ہی مسح۔ ۲۔ امام مالکؒ اور ائمہ اہل مدینہ کے نزدیک ہر ایسی بستی جس میں بازار اور مکانات متعلقہ موجود ہوں ہمیں جمعہ واجب ہے۔ ۳۔ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام داؤد ظاہریؒ اور مکمل اہل ظواہر کے نزدیک جس بستی میں چالیس عاقل بالغ متقیم مرد رہتے ہوں اور انکے مکانات بھی متصل ہوں۔ نیز وہ چالیس آدمی جمعہ میں حاضری بھی دیتے ہوں تو ان پر جمعہ واجب ہے۔ گو یا حضرات اخاف کے ۱۱ چھوٹی بستیوں میں وجوب جمعہ نہیں جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چند قیودات کے ساتھ جائز ہے۔

**۲۔ دلائل اخاف** آ رہشاد باری تعالیٰ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔** (الایہ) آیت کے سیاق و سباق سے یہ بات مراد معلوم ہوتی ہے کہ۔۔۔ جمعہ ایسے مقامات میں ادا کیا جائے جہاں تجارت اور خرید و فروخت اصل ایمان کے یقین عام طور پر ہوا کرے یقیناً تجارت کام کو شہر اور بڑی بستیوں میں ہو کرتی ہیں نہ کہ دیہات۔ ۲۔ حدیث الباب: عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعة جمعت في الاسلام بعد جمعة جمعت في مسجد رسول الله لجمعة جمعت بجوثي حديث مذکور سے صرف اور صرف مدینہ منورہ بجوثی میں جمعہ کی ادائیگی معلوم ہوتی ہے اور بجوثی میں وفد عبدالقیس کو اپنے علاقہ میں روانگی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت جمعہ کی اجازت عطا فرمائی تھی اور بالاتفاق وفد عبدالقیس مدینہ منورہ آیا تھا اس سے قبل یقیناً شہر تک مسلمانوں کی بیسیوں بستیاں آباد ہو چکی تھیں لیکن کہیں بھی اقامت جمعہ ثابت نہیں۔ ۳۔ عن عائشةؓ قالت كان الناس يفتنون يوم الجمعة من منازلهم والعوالم (رواہ البخاری و مسلم) یعنی حضرات صحابہ مدینہ منورہ کے مضافات اور محض بستیوں سے حقوق درجوع حرم نبوی میں تشریف لاتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ اقامت جمعہ بستیوں میں نہیں ہو کرتا تھا۔ ۴۔ عن علیؓ قال لا جمعة ولا تشریق الا في مضر بجا صبح۔

(رواہ البیہقی وابن ابی شیبہ) یہ حدیث مختلف طرق سے کتب احادیث میں مروی ہے جن میں سے بعض طرق حسن اور قوی ہیں نیز حدیث مذکور مائید مسلک ضعیفہ میں شاہد عدل ہے۔



اور غیر بدرک بالیقین ہونے کی وجہ سے۔ اثر موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کہ ہجرت کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوڑھ یا پچیس دن تک قبا میں قیام فرمایا لیکن کسی تاریخ و سیرت کی کتاب سے آپ کا جمعہ پر طعن ثابت نہیں حالانکہ جمعہ کی فرضیت بالا جماع ہجرت سے قبل وقتی فنی کے ذریعہ ہو چکی تھی جیسا کہ ائمہ محدثین کا تحقیق سے ظاہر نیز جیسے ہی آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے آپ نے جمعہ ادا فرمایا جس سے یہ بات عیاں ہوئی کہ جمعہ کے لئے تمدن ضروری ہے۔ سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ جوۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ جمعہ کے دن فرمایا لیکن آپ نے اول آپ کے سر ہزار پر دانوں نے جمعہ کی بجائے نفل کی نماز ادا فرمائی جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرات صحابہؓ نے غیر القرون کے زمانہ میں مختلف بلاد کو فتح فرمایا لیکن کسی بستی میں اقامت جمعہ کا ثبوت نہیں ملتا نیز مدینہ منورہ کے مضافات میں بیٹوں بستیاں آباد تھیں لیکن کتب سیر کی ورق گردانی سے کہیں بھی ادائیگی جمعہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ ان کے علاوہ سیدنا مدنیؒ، سیدنا حسن بصریؒ، سیدنا محمد بن بشر بن، امام ابراہیم نخعیؒ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود بن العباس کے آثار کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے واضح طور پر یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہؓ نے شہروں کے سوا نہ ہی کہیں جمعہ ادا فرمایا ہے اور نہ ہی کہیں اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ سیدنا عثمانؓ فنی کے دور خلافت میں جمعہ اور عید ایک دن مجتمع ہو گئے آپ نے عید کی ادائیگی کے بعد حضرات صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا: **من احب من اهل العالم ان ينتظر الجمعة فلينتظرها ومن احب ان يرجع فقد اذنت له** (رواہ البخاری والامام مالک فی الموطا)

**۴۔ دلائل ائمہ ثلاثہ** ————— آ حدیث الباب: عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعة لجمعة جمعت جواثی (رواہ ابو داؤد)۔ عن مسروق قال جمعتوا حیث ما كنتم (رواہ

ابن ابی شیبہ) اس اثر موقوف میں کلمہ حیث عام ہے جو شہر اور دیہات دونوں کو شامل ہے۔ حدیث الباب: قال کعب بن مالکؓ **تَرَحُّمًا لَا تُعَذِّبُ أَهْلًا وَلَا مَالًا مِنْ جَمْعٍ بَنَّا فَمَحَ** — (رواہ ابو داؤد صفحہ ۱۵۳) اسکے علاوہ سیدنا جابرؓ اور سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کے فرامین سے ایک طرح کا عموم ثابت ہوتا ہے جس سے اہل دیہات بھی اقامت جمعہ کے مکلف ہوں گے۔

**۵۔ جوابات** ————— حدیث الباب سے حضرات ائمہ ثلاثہ کا استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ جواثی بحرین کی ایک چھوٹی سی بستی نہ تھی بلکہ چار ہزار سے زائد رہنے والے انسانوں کا ایک وسیع و عریض تجارتی شہر تھا تاہم کہنے والے ائمہ تاریخ کے اقوال ملاحظہ ہوں آ۔ امام ابو نعیم البکریؒ فرماتے ہیں **ھی مدینة بالبحرین** — آ۔ امام عینیؒ کی تحقیق یہ ہے **كان لمسكن فيها فوق اربعة آلاف نفس** — آ۔ شیخ ابوالحسنؒ سے منقول ہے **انها مدینة** (رواہ ابن الاثیر) — صاحب قاموسؒ لکھتے ہیں۔ **انها مدینة و حصن** حدیث کے کلمات **قریة من قری البحرین** سے اگر ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہو تو پھر بھی صحیح نہیں کیونکہ ائمہ حدیث اور علماء لغت کی یہ اجماعی تحقیق ہے کہ لفظ **قریة** کا اطلاق

بستی اور شہر دونوں پر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں پانچ مقامات پر مشہور ہے اور اسلامیہ کو لفظ قرینہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔  
۳۔ ارشاد باری کی ہے: رَتَبْنَا اخْبَرَ حَبْنًا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ لَمْ يَنْصُرْ مَكَّةَ ۝۶۰ دَسْتُ الْقَرْيَةَ لَمْ يَنْصُرْ

تیز اگر علماء تاریخ و سیر کی تحقیق کو مسترد کر کے جو ان کی کو بالفرض ایک چھوٹی سی بستی بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی حضرات ائمہ ثلاثہ کا استدلال تام نہیں کیونکہ حدیث الباب میں صرف اتنا مذکور ہے کہ وفد عبد القیس نے جو ان کے مقام پر موجود تھے کیا جبکہ یہ معلوم نہیں کہ وفد عبد القیس نے اسکی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے یا نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو برقرار رکھا ہے یا نہیں

**دلیل ثانی کے جوابات** یہ دلیل بھی ائمہ ثلاثہ کا استدلال نہیں بن سکتی کیونکہ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ كَانُمْ بِكُمْ مِنْكُمْ بھی ان حضرات کے ہاں کچھ قیودات سے مقید ہے مثلاً یہاں ایسے یقین اور بازار وغیرہ کا پایا جانا جنگل کا نہ ہونا گویا حدیث مذکور کا عموم بالا جماع متروک ہے لہذا حضرات ضعیفہ کے ہاں بھی یہ حکم بتیہ البصر ہوگا اس پر قرینہ یہ کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کا یہ قول درحقیقت سیدنا ابی ہریرہؓ کے سوال کا ایک جواب ہے جو آپ نے عبد فاروقؓ میں بحرین کے گورنر ہونے کی حیثیت میں سیدنا فاروق اعظمؓ سے پوچھا تھا سیدنا ابو ہریرہؓ کا پوچھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مر جگہ نماز جمعہ درست نہیں بلکہ اس کے لئے محمد بن عمروؓ ضروری ہے تمام نصوص پر محمل پرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ روایت مذکورہ کو مصر سے مقید کیا جائے۔

**دلیل ثالث کے جوابات** محمد بن سنانؓ کے تفسرد کی وجہ سے ضعیف اور مرجوح ہے بالفرض اگر درست ہو تو یہاں جمعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل حضرات صحابہ نے قائم فرمایا جو حضرات صحابہ کا اپنا اجتہاد تھا جو یقیناً نصوص قطعیہ صریحہ کے سبب مرجوح و منکول ہے تاہم طہرانی میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ جگہ مدینہ منورہ کے مضافات میں واقع تھی اور اس کے حدود مدینہ منورہ کے شہر سے ہٹ ہوئے تھے اور یہ مستقل بستی نہ تھی۔ لہذا حوائی مصر ہونے کے وجہ سے جمعہ ادا کیا گیا۔

## وفاق المذاہب

۱۲۹۶ھ (البدایہ و النہایہ) - عن ابن عباسؓ قال اول جمعة جمعت في الاسلام بعد جمعة بُعثت في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة لجمعة جمعت بجراش قد يده من البحر قال عثمان قرينة من قرى عبد القيس.

اختلاف العلماء في موضع إقامة الجمعة مع بيان مذهب الامام ابی حنيفة النعمان مشيد بالادلة والحجوب عن ادلة المخالفين يسلك الامام وثالثا هذان الحديثان مخالفان للامام الاعظم لم موافقان فان كان مخالفين فما الجواب عنهم؟

**الحل** ۱۔ پرچہ بالا میں آئندہ باب ۳۔ دلائل اخاف ۳۔ دلائل ائمہ ۴۔ جماعات قابل عمل ہیں جنہیں پرچہ سے قبل حل کر دیا گیا ہے



بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين  
والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله

٢٥ - جمعة قبل الزوال

**ارکذاہیب** | امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین، اکثر اہل علم صحابہ و تابعین اور جمہور فقہ مالکی کے نزدیک نماز جمعہ زوال شمس سے قبل جائز نہیں بلکہ نماز ظہر کی طرح نماز جمعہ بعد الزوال اداء کیا جائے گا البتہ ظہر کی طرح اس میں تاخیر و ابراد مستحب نہیں بلکہ صیغہ و شتا میں تعمیل مذکور ہے۔

۴۰ امام احمد، امام اسحاق اور بعض متقدمین محدثین کے نزدیک نماز جمعہ زوال سے قبل جائز ہے البتہ بعد الزوال اولیٰ ہے

۲۔ دلائل جمہور | ارحدیث الباب: عن انس بن مالک ان النبی کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس  
 درواذ الترمذی "والبوداود وبنجاری" وغیرہم من اصحاب السنن.

یہ حدیث بالاجماع سنداً صحیح اور متناً صریح ہے نیز کان یصلی کا صیغہ دوام و استمرار پر دلالت ہے۔

۲۔ عن سلمہ بن ابراہیم قال سمعنا نبحہ مع رسول اللہؐ اذا زالت الشمس اخرجہ مسلم فیئریہ حدیث بہاں ہوا  
و دوام پر دلالت کرتی ہے وہاں حضور اکرمؐ اور حضرات صحابہ کے اجماعی عمل پر بھی مشیر ہے۔

۳۔ حدیث الباب: عن جابر قال كنا نصلی مع رسول الله ﷺ الجمعة بعد ذوال الشمس۔  
(رداء النسائی وسلم وغیرہما)۔ یہ مضمون سیدنا سعدؓ سے ابن ماجہ میں اور سیدنا بلالؓ سے  
الطبرانی وغیرہ میں بھی منقول ہے جن سے دور مصطفویٰ میں نماز جمعہ کا بعد الزوال ادا کرنا صراحتہ ثابت ہوتا ہے۔

٣٠٠ عن سويد بن غفلة قال انه صلى مع النبي و ابي بكر وعمر حين زالت الشمس (رواه ابن ابي شيبة)

۳. **ولا یرل بعض** — حدیث الباب ۱ عن سہیل بن سعد قال کنا نقیل ونتعد بعد الجمعة -  
(رواہ البوداد و الترمذی والبخاری وغيرهم) — لغة "فدا کا"

اطلاق ایسے طعام پر ہوتا ہے جو نصف النہار سے پہلے کھایا جائے ایسے ہی قیلولہ وہ نیند ہوتی ہے جو نصف النہار کے وقت ہو، صاحب قاموس فرماتے ہیں القیلولة والمقیل عند العرب الاستراحة لنصف النهار والغد هو الطعام الذي يؤكل اول النهار جب حضرات صحابہ غدار قیلولہ نماز جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے، تو معلوم ہوا کہ نماز جمعہ نصف النہار سے قبل ادا کیا جاتا تھا ————— ۲۔ عن انس قال كنا نكبر بالجمعة ونقبل

بعد الجمعة اخرجہ البخاری وغیرہ اس روایت سے بھی مضمون بالا کی تائید ہوتی ہے۔

۳۔ حدیث الباب : عن سلمہ بن الأكوع قال كنا نصلی مع رسول اللہ ﷺ ثم ننصرف وليس للیصلن فیہ الا اذ اورد البغاری سلم۔ حضرات صحابہ کا مسجد نبوی میں جمع ہونا۔ ۴۔ حضور اکرم کا وہ خطبوں میں وعظ و تبلیغ فرمانا۔ ۵۔ نماز جمعہ کا حضور اکرم کی اقتدا میں حضرات صحابہ کا اطمینان سے ادا کرنا۔

جہ کے سنن و تراویح سے فراغت پا کر باقی حالت اپنے گھروں کو لوٹنا کہ سایہ اصلی دیوار کے ساتھ نہ ہو اقیانیا تمام ہو اس بات پر دال ہیں کہ نماز جمعہ قبل الزوال ادا کیا جاتا تھا، ان دلائل کے علاوہ باقی جمیع روایات سند اضعیف میں اس لئے انہیں نقل نہیں کیا گیا۔

**۲۔ جوابات** — امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ چونکہ نماز جمعہ کا خاص اہتمام فرماتے تھے اس لئے وہ اپنے غدار و قیلولہ کو نماز جمعہ سے فراغت تک مؤخر فرمادیتے تھے جیسا کہ دوسری روایت کے جملہ کاتبین کے ظاہر ہے اب یہ اشکال کہ غدار قیلولہ قبل الزوال ہو کر تا ہے تو جواب یہ ہے کہ غدار اور قیلولہ کا اطلاق باقی وجہ ہے کہ یہ دونوں ان کے بدلے میں ہیں اگر یہ وقت میں تقدیم و تاخیر ہو چکی ہے یا یہ کہ قبل الزوال والی قیصر درست نہیں کیونکہ ایک روایت میں سحری کے کھانے پر بھی حضور انورؐ نے غدار کا اطلاق فرمایا ہے۔ عن العرباض قال دعانی البنی الی السجود فقال هلتم الی لغداء المبادک (رواہ النسائی و ابوداؤد و غیرہما) — ۲۔ صاحب کبیل السلام فرماتے ہیں کہ تمام احادیث میں تطبیق یوں ہوگی کہ حضرات صحابہ عام دنوں میں نماز ظہر (احادیث ابراد و تاخیر پر عمل پیرا ہوتے ہوئے) قیلولہ و غدار کے بعد ادا فرماتے تھے لیکن نماز جمعہ کے لئے چونکہ ابراد مستحب نہیں اس لئے خلافِ عادت نماز جمعہ پہلے ادا فرماتے اور قیلولہ و غدار بعد میں تاکہ جملہ احادیث معمول بہا ہو جائیں، تیسری روایت کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ نفی فیہی حاصل۔ یہی روایت صحیح اسناد میں یوں مروی ہے خلیٰ نستظل بہ رواہ البخاری و مسلم و غیرہما گویا مطلقاً یہ کی نفی نہیں بلکہ اس سایہ کی نفی ہے جو اتنی مقدار میں ہو کہ انسان اس سے استفادہ کر سکے کیونکہ یہ ایک مسلم ضابطہ ہے کہ اگر نفی مقید پر داخل ہو تو اس سے قید کی نفی ہوتی ہے مقید کی نہیں۔

۲۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ چونکہ جمعہ کے لئے ابراد مستحب نہیں اس لئے آپ اور حضرات صحابہ جلدی نماز ادا فرمادیتے نیز مدینہ طیبہ کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں جس کے سبب دیواروں کا سایہ چھوٹا ہوتا قابلِ استظلال نہ ہو سکتا تھا آخر کے نزدیک حضرات منیہ کا مسلک ابراد ظہر کا احادیث بالا سے مؤید ہے مکاھوا الظاہی آخر کی ناقص رائے میں قائلین مسلک ثانی کا مسلک کئی وجہ سے مرجوح ہے — ۳۔ ارشاد باری ہے اذ الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً (المائتہ) اگر نماز جمعہ قبل الزوال صحیح تسلیم کر لی جائے تو پھر قبل الزوال کتنے وقت کے اندر تک نماز جمعہ درست ہوگی؟ جس کا کوئی تعین فریق ثانی کے ہاں نہیں جس سے اس مسلک کا خلاف نص قطعی ہو ناظر ہے — ۴۔ یہ مسلک ان دلائل قطعیہ صریحہ کے معارض ہے جن میں نماز جمعہ اور نماز ظہر کی ابتدا زوال شمس کو قرار دیا گیا ہے مکاھوا الظاہر۔



۳۔ یہ مسلک اس اجماع کے بھی خلاف ہے جس کے مطابقی کوئی نماز خواہ فرض ہو یا نفل بوقت زوال ادارہ کرنا حرام اور منہی عنہ ہے۔ یہ مسلک فقہ کے اصول اور اس اجماعی ضابطہ کے بھی منافی ہے جس کے تحت وقت کو وجوب صلاۃ کا سبب اور شرط قرار دیا گیا ہے اگر نماز جمعہ قبل الزوال درست ہو تو پھر نماز جمعہ کیلئے کوئی وقت سبب و شرط وجوب ہے جس کی کوئی تحدید نہیں لہذا مسلک جمہوری راجح ہوگا، نیز اذا فأت الشروط فان المشروط کے تحت تو نماز جمعہ کی مشروعیت بھی جاتی رہے گی جو یقیناً خلاف نقل و شرع ہے۔  
 احقر کی ناقص تحقیق میں قائلین مسلک ثانی نے جن احادیث سے جمعہ قبل الزوال کو ثابت کیا ہے وہ سنداً تو صحیح ہیں لیکن متناصریح نہیں لکھا ہوا ظاہر نیز ان کے رواۃ البیہود ہی ہیں جو دلائل جمہور کے رواۃ ہیں اور ان سے جمعہ بعد الزوال معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا انس بن مالک اور سیدنا سلمہ بن الاکوع۔ گویا یہ احادیث مفسوخ ہیں۔

## دورہ علوم

فضلاً پر شہادۃ العالمیہ اپنے سابقہ تعلیمی سنوات میں حاصل کردہ علوم کی تکمیل کے لئے دورہ علوم میں شرکت فرمائیں جس میں انہیں انشاء و ادب (یعنی عربی سے اردو)، اردو سے عربی، عربی گرامر اور مضامین و خطوط نویسی وغیرہ) تاریخ و سیرت، حضور اقدس حضرت خلفائے، بنو امیہ عباس اور سلطنت عثمانیہ کے احوال، فقہ و اصول فقہ (فقہ کی متداول کتابوں سے منقبات و اصطلاحات، حدیث و اصول حدیث، تفسیر و اصول تفسیر اور تفسیر نالوج (موجودہ سائنسی معلومات) اور نئی ایجادات کے تعلیم دی جائے گا۔

معلومات کے لئے

ناظم دارالعلوم، قدیر آباد، ملتان

نہادی ۲۲۵  
نویں ص ۱۷۱  
۱۷۵

## ۲۶ - صلاة الكسوف

ابوداؤد ص ۱۷۶  
نسائی ص ۲۲۲ تا ص ۲۲۴  
بخاری ص ۲۹۶

۱۔ مذاہب کی ہر رکعت میں ایک رکوع ہے البتہ تعداد رکعات میں اختیار ہے کہ دو پڑھے یا چار۔

۲۔ امام مالک امام شافعی امام احمد امام ابو ثور اور علماء حجازین کے نزدیک ہر رکعت میں ایک رکوع کی بجائے دو رکوع ہیں۔

۳۔ ان دو اقوال کے علاوہ ائمہ حدیث اور علماء امت سے مندرجہ ذیل تین اقوال مروی ہیں :-

۱۔ نماز کسوف کی رکعت میں تین رکوع ہیں ۲۔ ہر رکعت میں چار رکوع ہیں ۳۔ دو رکعتوں میں دس اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں

۴۔ دلائل اخاف صاحب المشکاۃ حدیث مذکور میں مثل صلاتی کلمت اس بات پر مراعتہ دل ہیں کہ نماز کسوف

بیس نمازوں کی طرح ایک رکوع اور دو سجود ہیں۔

۵۔ عن عبد الله بن عمر بن العاص قال فقام النبي ثم ركع (رواه ابو داؤد الترمذی والنسائی والحاکم قال صحيح)

اس حدیث میں صریحاً نماز پنجگانہ کی طرح ایک رکوع کا ذکر ہے۔ ترمذی عن سمرة بن جندب قال فصلی النبی فقام

ثم رکع بنا کما طول ما رکع بنا فی صلوة قط ثم سجد (رواه ابو داؤد والنسائی یہاں بھی باقی نمازوں کی طرح ایک

رکوع کا ذکر ہے) ثم بر عن نعمان بن بشیر عن النبی قال اذا خسفت الشمس فصلوا کما حدث صلوة صلیتموها

من المکتوبة (خروجہ ابوداؤد والنسائی) یہ حدیث قولی ایک ضابطہ کلیہ پر دال ہے جو قانون شرعی کا درجہ رکھتی ہے اس میں

کا حدیث صلوة کے کلمات مسلک حنفیہ کی صداقت و حقیقت کو بر ملا ظاہر کر رہے ہیں اور آپ صلیتموها من المکتوبة کا ارشاد

داخل طور پر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ صلوة کسوف کے بارے میں بھی قانون صلوة پر عمل پیرا ہوئے ایک رکعت

میں ایک رکوع سے زیادہ نہیں۔ فلهذا درأمتنا الحنفیہ ما اذق نظرهم وفهمهم

فی النصوص والقوانين الشرعیة الغراء البیضاء ۵۔ عن ابی بکر ان النبی صلی رکعتین مثل صلواتکم هذه

(رواه الحاکم وقال هو علی شرط الشیخین) اس حدیث میں مثل صلواتکم کے کلمات تائید مسلک حنفیہ میں شامل

ہیں ۶۔ عن قبیصة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلوا کما حدث صلوة صلیتموها من المکتوبة

(رواه ابو داؤد والنسائی) حدیث بالا کی طرح یہ حدیث بھی قولی ہے اور قاعدہ کلیہ پر دال ہے۔ ان کے علاوہ سیدنا ابن مسعود کی روایت

کتب حدیث میں سیدنا عبد الرحمن کی حدیث نسائی میں سیدنا بلال کی روایت طبرانی میں موجود ہے جن سے یہی بات روز روشن کی

طریقہ میں ملتی ہے کہ نماز کسوف بھی باقی نمازوں کی مانند ہے اور اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجود ہیں۔



۳۔ دلائل ائمہ | حضرات ائمہ ثلاثہ کی مستلزمات وہ تمام روایتیں ہیں جن میں دو رکوعوں کا ذکر ہے مثلاً حدیث سیدہ عائشہ، حدیث سیدنا ابن عباس بخاری و مسلم میں اور حدیث سیدنا جابر و اؤد میں ان تمام احادیث میں مراد رکعت و رکع

کے کلمات مذکور ہیں۔

ناقلین مسلک ثلاثہ کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے آئمہ حدیث سیدنا جابر اور سیدہ عائشہ صحیح مسلم میں ان دونوں روایات سے ہر رکعت میں تین رکوعوں کا ثبوت ملتا ہے۔

مثلاً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعت سے رکعت میں تین رکوعوں کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث سیدنا ابن عباس صحیح مسلم میں اور حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں منقول ہیں جن سے ہر رکعت میں چار رکوعوں کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث سیدنا ابی بن کعب سنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں پانچ رکوعوں پر دلالت کرتے ہیں۔

۴۔ بہایات | ناقلین مسلک ثنائی اور مسلک ثلاثہ کی طرف سے متبنی روایات پیش کی جاتی ہیں یہ سب سنداً صحیح ہیں اور ان میں کوئی کلام نہیں لیکن مفہوماً متعارض و مضطرب ہیں یعنی ایک سے پانچ رکوعوں تک کا ان میں ثبوت ملتا ہے اس لئے حضرات اخلاف کثر اللہ سوا دھم نے مندرجہ ذیل وجوہ ترجیح کی بنا پر صلاۃ کسوف میں اس ضابطہ و کلیۃ پر عمل پیرا ہوئے جو تمام نوافل و فرائض میں موجود ہے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔ مسئلہ الباب میں تین احادیث

قولہ مسلک حنفیہ کی تائید کر رہی ہیں۔ لہذا ان احادیث کو ترجیح ہوگی۔ ۱۔ احادیث قولہ تعارض و مضطرب محفوظ ہیں جبکہ روایات فعلیہ متعارض و مضطرب لہذا حسب قاعدہ روایات قولہ جو سالم عن العلاء ہیں کو ترجیح ہوگی۔ ۲۔ ہماری احادیث ایک قاعدہ کلیہ پر دال ہیں جبکہ باقی ائمہ کی احادیث ایک خاص جزئی واقعہ کو بیان کر رہی ہیں تو حسب ضابطہ احادیث قواعد کو ترجیح ہوگی۔ ۳۔ رکوع واحد کی روایات نقل مشہور اور اصول درایت کے موافق ہیں لہذا وہ یقیناً ان روایات سے راجع ہوں گی جن میں دو سے پانچ رکوعوں کا ذکر ہے۔ ۴۔ ایک رکوع کے ناقلین حضرات میں سیدنا سمرہ بن جندب، سیدنا عمر بن العاص، سیدنا عبدالرحمان بن سمرہ اور دیگر کبار صحابہ کے اہل گرامی ہمارے سامنے آتے ہیں جو یقیناً صف اول کے مقتدی ہیں جبکہ نماز کسوف کے بارے میں متعدد رکوعوں کے ناقلین میں سیدہ کائنات عائشہ صدیقہ اور سیدنا ابن عباس کے اہل گرامی ہیں جو یقیناً مقتدوں اور بچوں کی صفوں میں نماز پڑھتے ہونگے لہذا اسباقین متقدمین فی الصفوف مقتدیوں کا قول زیادہ معتبر اور مستند ہوگا۔ ۵۔ ایک رکوع کے روایات میں سے سیدنا سمرہ بن جندب اور سیدنا عبدالرحمان بن سمرہ سوچ گر ہیں کہ وقت تیر اندازی کر رہے تھے تو یہ دونوں حضرات تیر اندازی کو ترک کر کے حضور اکرم کی نماز کی کیفیت کو دیکھنے اور ضبط کرنے کے لئے حرم نبوی میں دوڑے دوڑے آئے جیسا کہ کتب حدیث سے ظاہر ہے لہذا ان دونوں حضرات کا مشاہدہ یقیناً تمام روایات سے راجع ہوگا۔ ۶۔ بالفرض اگر مندرجہ بالا وجوہ ترجیح سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تو بھی ائمہ حنفیہ نے ناقلین مسلک ثنائی و ثلاثہ کی روایات کے متعدد جوابات دیئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تعدد رکوع کے ناقلین حضرات چونکہ عورتوں اور بچوں کی صفوں کے مقتدی ہونے کی وجہ سے حضور اکرم سے دُور کھلی صفوں میں کھڑے ہوئے تھے اور رکوع عام معمول سے زیادہ طویل تھا تو غلطی سے درمیان میں صفت کے مقتدیوں نے رکوع سے سر اٹھایا اور پھر رکوع میں واپس چلے گئے تو پہلی صف والوں کو مغالطہ ہوا کہ شاید حضور اور اکابر صحابہ نے بھی متعدد رکوع کئے ہیں جبکہ حقیقتاً حسب ضابطہ ایک ہی رکوع کیا گیا۔ ۲۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ تعدد رکوع صورتہ تھا کہ حقیقتاً کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نماز میں جنت و جہنم دونوں بحالت رکوع دکھانے گئے۔ اس لئے کبھی آپ آگے تشریف لے جاتے کبھی پیچھے کبھی سر مبارک اٹھاتے اور کبھی پیچھے جاتے جس سے کھلی صفوں میں کھڑے ہونے والے حضرات کو تعدد رکوع کا اشتباہ ہوا۔ ۳۔ امام زبیریؒ فرماتے ہیں کہ اس نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف احوال سے متصف ہوئے مثلاً آپ نے تعوذ بالجہر پڑھا متعدد بار آپ آگے ہوئے اور پیچھے وغیرہ جیسے ان احوال کو تمام ائمہ اپنی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں ایسے اگر تعدد رکوع بھی ثابت ہو جائے تو یہ ان احوال مخصوصہ میں سے ایک ہو گا۔ ۴۔ حدیث بالا سے ہر رکعت میں دو سے پانچ رکوعوں تک ثبوت ملتا ہے۔ بالا جماع حسب ضابطہ ثقہ روایت کی زیادتی قابلِ حجت اور معتبر ہے لہذا اگر متعدد رکوعات پر عمل کرنا ہے تو پھر دو کی بجائے ہر رکعت میں پانچ رکوع کرنے ہوں گے۔

فَعَاوُجُوا بَيْنَكُمْ فَهَوَّجُوا بَيْنَا ۛ سَيِّدَنَا ابْنِ عَبَّاسٍ جَسَ زَمَانَهُ لَبْرَهُ كَعُ كُورِ زَرْتَحَىٰ اَبِی نَعْمَا زَكُوسُفِ اِيَكُ رُكُوعِ  
سے پڑھائی جبکہ تعدد رکوع کے ناقل بھی سیدنا ابن عباس ہیں تو جس وقت راوی کا عمل اپنی روایت کے موافق نہ ہے تو وہ روایت قابلِ استدلال نہیں رہتی۔

## وفاق المذاهب

(ابوداؤد)

۴۰۲ھ :- رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي مُعْجَمِهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَّى رُكُوعًا وَاحِدَةً عَلَى الْأَصَحِّ لَكِنْ الْأَحَادِيثُ فِي عَدَدِ الرُّكُوعِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ مُتَعَلِّفَةٌ تَدُلُّ عَلَى رُكُوعٍ وَاحِدٍ إِلَى خَمْسٍ رُكُوعَاتٍ فَمَا تَوَجَّيْهِ هَذَا الْإِخْتِلَافُ ؟

**الحل** :- پرچہ بالا میں چار امور محل طلب ہیں آراء مذہب ۲۔ دلائل احناف ۳۔ دلائل اہل بیت جوابات :- یہ چاروں امور ترجمہ الباب کے تحت مل کر دیئے گئے ہیں۔

بالاجماع فرائض و نوافل میں ایک رکوع اور دو سجدے ہی متعین ہیں لہذا نماز کسوف میں بھی ایک رکوع اور دو سجدے ہی مشروع ہوں گے۔

**نظر طحاوی**



## ۲۶- مقدار سفر

موطا امام مالک ص ۱۳  
موطا امام محمد ص ۱۲۹  
بخاری ص ۱۲

۱۔ مذاہب | امام عظیم ابو حنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام سفیانؒ ثوریؒ اور جہور فقہاء و محدثین کا مذہب ہے کہ اگر کوئی مسافر پندرہ دن یا اس سے زائد کسی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو مستقیم ہوگا اور یہ نماز میں قیام کرے گا گویا ان حضرات کے نزدیک کم از کم مدت اقامت پندرہ دن ہے۔ ۲۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی جگہ چار دن قیام کا ارادہ کر لیا تو یہ مستقیم ہے نماز مکمل ادا کرے۔ ۳۔ امام احمدؒ اور امام داؤدؒ بخاریؒ کے نزدیک اگر مسافر نے اکیس نمازوں سے زائد کا ارادہ کیا تو مستقیم ہوگا وگرنہ نہیں تم۔ امام اوزائیؒ کے نزدیک بارہ دن مثلاً ابن عباسؓ اور علامہ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک انیس دن مدت اقامت ہے۔

۲۔ دلائل احناف | مسئلہ الباب میں تمام ائمہ ہدیٰ اپنی تائید میں آثار صحابہؓ کو پیش فرماتے ہیں کسی امام کے پاس بھی حدیث مرفوعہ نہیں کیونکہ حضور اکرمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں کہیں بھی پندرہ دن اقامت کی نیت سے نہیں گزارے۔ ۱۔ عن ابن عباس قال اذا قدمت بلدة فادف ففینک ان فیتقم خمسة عشر يوما فاکل الصلاة ثم روى عن ابي بصير قال اذا اجمع على اقامة خمسة عشر يوما انته الصلاة قال (رواه ابن ابي شيبة) قصر تمام صلاة کا مسئلہ چونکہ مدرک بالقیاس نہیں تو اس لئے یہ آثار احادیث مرفوعہ کے حکم میں ہوں گے

۵۔ حدیث الباب | عن ابن عباس قال اقام رسول الله عليه وسلم بمكة عام الفتح خمسة عشر يوما بقصر الصلاة (رواه ابو داؤد وصحاح النسائی مشن) یہ حدیث پندرہ سترہ ائمہ اور انیس ایام کے اختلاف سے کتب حدیث میں ہے چونکہ ان میں سے اقل اور متیقن پندرہ دن ہیں تو اسلئے حضرات حنفیہ نے اسی قول کو اختیار فرمایا۔

۳۔ دلیل ائمہ | قائلین مسلک ثانی اور ثالث کا استدلال حجۃ الوداع کی اقامت کی احادیث سے ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آٹھ کو آپ منی تشریف لے گئے اور آپ نے ان چار دنوں میں بحالت قصر نماز ادا کی جس سے ظاہر ہے کہ اگر مسافر کا ارادہ چار دن تک قیام کا ہو تو نماز بحالت قصر پڑھے اور اگر اس سے زائد ہو تو مکمل پڑھے۔

۴۔ جواب | حدیث مذکور سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کہیں چار دن قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل نہ پڑھے بلکہ قصر کرے جبکہ اختلاف اکیس بات میں ہے کہ مدت اقامت کتنی ہے جو اس سے ثابت نہیں ہوگا یہ اجتہاد کہ اگر حضور چار دن سے زیادہ رہتے تو نماز مکمل فرماتے یہ ایک احتمال ہے جو ناشکی عن غیر دلیل ہے جو ہم پر لازم نہیں نیز کسی اثر موقوف سے مؤید نہ ہونے کی وجہ سے یقیناً مردود ہے۔

## ۲۸۔ قصرِ صلاۃ مُسافر

۱۔ مذاہب | امام اعظم ابوحنیفہ حضرات صاحبین امام مالک فی روایۃ اور جمہور فقہار محدثین کے نزدیک مُسافر کے لئے قصرِ صلاۃ ہی عزیمت اور واجب ہے اور اتمام ناجائز ۲۔ امام شافعی ۳۔ امام مالک (فی روایۃ) اور علماء حجازین کے نزدیک قصرِ صلاۃ مُسافر کے لئے رخصت واجب نہیں جبکہ اتمام افضل ہے ۴۔ امام احمد اور علماء اہل فہم کے نزدیک قصرِ صلاۃ افضل اور اتمام صلاۃ جائز ہے گو یا حضرات حنفیہ کے نزدیک قصرِ صلاۃ رخصت استقاط ہے جس میں عزیمت پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک قصرِ صلاۃ رخصت ترفیہ ہے جس میں عزیمت پر بھی عمل کرنا جائز ہوتا ہے۔

۲۔ دلائل احناف | عن ابن عمر قال صاحب النبی کان لا یزید فی السفر علی رکعتین وایا بکر و عمر وعثمان کذا لک لہ رواہ البخاری و مسلم

حدیث مذکور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء کا سفر میں قصر کرنا موافقہ معلوم ہوتا ہے جو یقیناً وجوب قصر کی دلیل ہے ۳۔ عن عائشۃ قالت فرضت الصلاۃ رکعتین فی المحض والمسیح (رواہ البخاری و مسلم) جس وقت سفر کی دو ہی رکعتیں فرض ہیں تو دو سے زیادہ رکعتیں کیسے جائز ہوں گی جس طرح بالاجماع نماز صبح میں دو رکعتوں سے زیادتی جائز نہیں اسی طرح سفر کے دو گھنٹے میں بھی زیادتی جائز نہ ہوگی ۴۔ عن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقہم رواہ البخاری وغیرہ یہاں قصرِ صلاۃ کو نعمت خداوندی قرار دے کر قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا اس نعمت کو رد کرنا درست نہ ہونا چاہیے نیز فاقبلوا امر کا صیغہ ہے اور مطلق امر وجوب کو مستلزم ہے تم عن عمر قال صلاۃ الفطر رکعتان وصلوۃ المسافر رکعتان (رواہ النسائی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کی طرح نماز سفر کی بھی دو ہی رکعتیں مشروع ہیں جس میں کمی بیشی جائز نہ ہونی چاہیے ۵۔ عن ابن عباس قال قال اللہ فرض علی لسان نبیکم علی المسافر رکعتین (رواہ مسلم) جس وقت سیدنا ابن عباس کی شہادت کے مطابق اللہ تبارک تعالیٰ نے مُسافر پر دو ہی رکعتیں فرض کی ہیں تو دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنا کیسے درست ہوگا ان کے علاوہ سیدنا ابن عمر کی روایت نسائی میں سیدنا ابن مسعود کی حدیث بخاری وغیرہ میں اور سیدنا ابن عمر و سیدنا ابن عباس کے فرامین کُتبِ حدیث میں منقول ہیں جس سے مسلک حنفیہ کی بھرپور تائید ہوتی ہے نیز علامہ ابن تیمیہ نے مسئلۃ الباب میں حضرات صحابہؓ اور سادات تابعین کے فتاویٰ کافی تعداد میں نقل کئے ہیں جن سے مسلک حنفیہ کی حقانیت واضح ہوتی ہے۔

۳۔ دلائل ائمہ | ارشادِ باری ہے۔ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ۔ (الآیۃ)



آیت مذکور میں لاجناح کی عبارت نفی وجوب پر دال ہے۔ یعنی قصر واجب نہیں ۲۔ عین عائشہ قالت اعفوت  
 مع رسول اللہ قصرت وائتممت فقال احسنت یا عائشہ (روادہ النسانی) حضور اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ کو تمام صلاۃ پر جب  
 احسنت فرمایا تو یقیناً قصر صلاۃ واجب نہیں یہ عن ابن مسعود عن عثمان مطلق بعد ذلک اربعاً  
 (روادہ البخاری) اسکے علاوہ سیدنا عمران کی روایت اور سیدہ عائشہ کی روایات سے بھی تمام  
 ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ جوابات لاجناح کا عنوان فرض اور واجب کے لئے بھی قرآن مجید میں مستعمل ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے فلا  
 جناح علیہ ان یطوف بہما یہاں پر بالا جماع صفا اور مروم کے مابین طواف واجب ہے بلکہ  
 اہم شافعی کے ہاں فرض ۲۔ صاحب روح المعالی فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرات صحابہ عبادات و فرائض میں دل جمعی  
 اور طوالت و کثرت کے عادی تھے تو گمان غالب تھا کہ حکیم قصر سے ان کے قلب میں یہ خیال پیدا ہو کہ قصر نماز ایک  
 طرح کا نقص و مصیبت ہے لہذا تطیب خاطر کے طور پر رب کائنات نے لاجناح کی تصریح فرمائی ۳۔ آیت مذکورہ  
 کا سیاق اس بات پر دال ہے کہ یہاں قصر سے مراد قصر نماز خوف ہے (یعنی بوقت جنگ ہر جماعت کا اہم کے ساتھ  
 ایک رکعت پڑھنا) اور اس قصر میں ہماری گفتگو نہیں۔

۵۔ دلیل ثانی کے جوابات جمہور متہین کے ہاں یہ حدیث معلول ہے جیسے کہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں  
 هذا الحديث كذب علی عائشہ ۴۔ ابتدائی زمانہ کی بات ہے بعد میں قصر  
 صلاۃ کا حکم دھوبی ہو گیا تھا۔

۱۔ دلیل ثالث کے جوابات سیدنا عثمان غنیؓ کے عمل پر تمام صحابہؓ کا اعتراف کرنا وجوب کی دلیل ہے ۵۔ بخیرنا  
 عثمان غنیؓ بھی چونکہ وجوب قصر کے قائل تھے۔ لہذا آپ نے اعتراضات کے جواب  
 یوں دیئے ۱۔ انی تاقلت بھا یعنی میں نے یہاں شادی کر لی ہے اور یہ میرا اپنا گھر ہے ۲۔ بعض صحابہؓ کو فرمایا کہ میں  
 خلیفۃ المسلمین ہوں تمام مسلمانوں کا مسکن میرا ہی مسکن ہے ۳۔ بعض صحابہؓ کو جواب دیا کہ کچھ دیہاتی نو مسلم صحابہؓ اس  
 حج میں شریک تھے انکی تعلیم کی خاطر میں نے یہ عمل کیا ۴۔ یہ سیدنا عثمان غنیؓ کا اجتہاد تھا کہ شاید ان کے ہاں قصر صلاۃ کا حکم  
 سفر جاری کے ساتھ مخصوص ہے کہیں ٹھہر جانے کی صورت میں تمام ضروری ہے جو حجت نہیں۔

نقلہ طحاوی ۱۔ جماع وہ عمل جسے لازماً کرنا پڑے اور ہمیں نہ کرنے کا اختیار نہ ہو اسے فرض کہنا جانا ہے اور جس کے کرنے

کعتوں میں اختلاف ہے کہ انہیں پڑھا جائے یا نہ تو گویا ابتدائی دو رکعتیں لازم عمل کی وجہ سے فرض قرار پائیں اور آخری دو رکعتیں اختلاف و  
 نیار کے سبب نفل۔ لہذا ثابت ہوا کہ حالت سفر میں فقط دو رکعتیں ہی فرض ہیں لا غیر وہو قولنا و قولنا ائمتنا المہدیین  
 جب حالت حضر میں چار فرضی رکعتوں سے زیادہ رکعتیں پڑھنا بالا جماع جائز نہیں تو حالت سفر میں بھی دو فرضی رکعتوں سے زیادہ رکعتیں  
 پڑھنا جائز نہ ہوگا وہو قولنا اھنا و اصحابہ۔

ابوداؤد ۱۹۹ تا ص ۲۲۳  
طحاوی ص ۲۲۳  
نسائی ص

## ۲۹۔ سجدۃ تلاوت

موطا امام مالک ۱۹  
موطا امام محمد ص ۱۵۱

۱۔ مذاہب ۱۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام سفیان ثوریؒ، جمہور فقہاء و محدثین اور اکثر اہل مسلم کے نزدیک سجدۃ تلاوت واجب ہے۔ ۲۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام محمدؒ، امام طحاویؒ اور علماء اہل عہد کے نزدیک سجدۃ تلاوت سنت مؤکدہ ہے۔

۲۔ دلائل اخصاف ۱۔ عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً قال اذا سجد ابن آدم فيقول الشيطان امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة (رواه مسلم وغيره) یہ مضمون سیدنا انسؓ اور سیدنا ابن مسعودؓ کے واسطے بھی کتب حدیث میں مروی ہے جو کئی طرح سے مسلک جمہور کی تائید کرتا ہے۔ ۲۔ آ۔ ابن آدم کو مامور بالسجود قرار دیا گیا ہے یقیناً مطلقاً امر و وجوب کو مستلزم ہے۔ ۳۔ سجدہ کو دخول جنت کا مدار بتایا گیا ہے جو بلا ریب قرینہ و وجوب ہے۔ ۴۔ حدیث الباب: عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبیؐ السجدة علی من تلاها دسمعها (رواه الطحاوی و ترمذی) متفقین کے ہاں حرف علی ایجاب پر دلالت کرتا ہے۔ ۵۔ دلیل لظہری: علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ سجدۃ تلاوت کی آیات میں تین قسم کا مضمون پایا جاتا ہے۔ ۱۔ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یقیناً حکم خداوندی وجوب پر دلالت ہے۔ ۲۔ انبیاء سابقہ کے فعل سجود کو نقل کیا گیا ہے بلا ریب تقلید فعلی انبیاء واجب ہے۔ ۳۔ مقررین و شیاطین کے ترک سجود پر ان کی مذمت بیان کی گئی ہے اور بلا شک مخالفت کفار واجب ہے۔ گویا سجدۃ تلاوت کے آیات کا مقتضی ہی وجوب سجدہ ہے۔

۴۔ حضور انورؐ کی عادت مستمرة کہ جب ہی آیات سجود کی تلاوت کی سجدہ فرمایا یقیناً آپ کی مواظبت وجوب پر دلالت ہے۔

۲۔ دلائل ائمہ ۱۔ حدیث الباب: عن زید بن ثابتؓ قال قرأت علی رسول اللہ ﷺ السجدة فلم یسجد فیہا (رواه الترمذی وغیرہ) اگر سجدۃ تلاوت واجب ہوتا تو حضور انورؐ اُسے ترک نہ فرماتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ سجدۃ تلاوت واجب نہیں۔ ۲۔ حدیث الباب: قال عمرؓ ان السجدة لم تکتب علینا

فلم یسجد ولم یسجدوا (رواه الترمذی و النسائی وغیرہ) یہ حدیث بخاری میں یوں مروی ہے: قال عمرؓ من سجد فقد اصاب ومن لم یسجد فلاثم علیہ ولم یسجد عمرؓ (رواه البخاری وغیرہ) گویا یہ روایت کئی طرح سے مسلک ائمہ کی تائید ہے۔ سیدنا عمرؓ کے فرمان لم تکتب سے عدم کتابت و وجوب کا اثبات ۳۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کا عمل ترک سجدہ ۴۔ حضرات مجاہد کا اجماع کہ حضور مجاہد میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ ولعمینک علیہ احد من الصحابة۔



۱۔ عدم وجوب علی الفور :- مذکورہ بالا دونوں واقعات جزئیہ میں علی الفور سجدہ تلاوت کو ترک کیا گیا ہے مطلقاً سجدہ کو ترک نہیں کیا گیا اور وجوب سجدہ علی الفور کے ہم بھی قائل نہیں۔

۴۔ جوابات

۱۔ آخر کی ناقص رائے میں جب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت مؤکدہ اور فرض کے مابین وجوب کے نام کا کوئی درجہ نہیں اور جب حضرات اخلاف واجب قرار دیتے ہیں انھیں ائمہ ثلاثہ سنت مؤکدہ سے تعبیر کرتے ہیں تو گویا دونوں اقوال کا حاصل ایک ہی ٹھہرا اور ان میں کوئی تعارض باقی نہ رہا۔ ۲۔ آخر کی ناقص تحقیق میں دونوں طرح کی روایات کو اگر باہم صورت جمع کر لیا جائے کہ بجاالت صلوة یا بجاالت وضو تو سجدہ تلاوت سامع اقوالی دونوں پر واجب ہو اور خارج صلاۃ یا بوقت حدیث میں مستحب تو کوئی طرح سے رائج ہے۔ ۳۔ دونوں طرح کی احادیث معمول بجا ہو جائیں گی۔ ۴۔ حضرات صحابہ کے اجماع سکوتی کا ترک لازم نہ آئے گا جو اقصیٰ تمام دلائل سے رائج ہے۔ ۵۔ امت مسلمہ کا ایک ضابطہ پر ہونا ہو جائے گا جو بلا ریب اولیٰ ہے۔

۳۔ آخر کے نزدیک حضرات ائمہ ثلاثہ کا مسلک دلائل بالا سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان احادیث سے زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا عمرؓ اور حضرات صحابہؓ کے عمل ترک سجدہ تلاوت سے ظاہر ہے نیز بالاجماع فلا اثم علیہ کا فتویٰ عمل مستحب کے لئے ہوتا ہے نہ کہ سنت مؤکدہ کے لئے کیونکہ سنت مؤکدہ کا تارک بالاجماع ناسق اور محروم شفاعت مصطفویٰ ہے۔

## تشنگان علم کے لئے سہری مواقع

فارغ التحصیل علماء شہادۃ العالمیہ کے حصول کے بعد اگر مزید تعلیم درج ذیل جامعات میں جاری رکھنا چاہیں تو حضرت مولف موصوف کے قیمتی اور مفید تجربات سے مستفید ہوں۔

۱۔ جامعہ اسلامیہ، اسلام آباد ۲۔ جامعہ ازہر، قاہرہ مصر

۳۔ ایڈینبرا یونیورسٹی، انگلینڈ

۴۔ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

۵۔ جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ

۶۔ علامہ اقبال ادب سے، یونیورسٹی، پاکستان

## ۳۰ - تعداد سجود قرآن

۱۔ مذاہب | امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، ملا محمد داؤد ظاہریؒ اور فقہاء و محدثین کے نزدیک قرآن مجید کے سجدوں کی تعداد چودہ ہے جن میں سے ایک سجدہ سورہ حج میں ہے اور دوسرا سجدہ سورہ ص میں گویا سورہ حج کا دوسرا سجدہ مشروع نہیں۔ ————— ۲۔ امام مالکؒ اور بعض فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک سجود قرآن گیارہ ہیں یعنی مفصلات سورہ نجم، اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربك کے تین سجدے لازم نہیں۔ ————— ۳۔ امام شافعیؒ اور بعض علماء اہل حجاز کے نزدیک تعداد سجدہ تلاوت چودہ ہے جن میں سے سورہ حج میں دو سجدے ہیں اور سورہ ص کا سجدہ مستنون نہیں۔ ————— ۴۔ امام احمدؒ اور بعض فقہاء اہل عرب کے نزدیک سجدہ تلاوت پندرہ ہیں جن میں سورہ حج کے دونوں سجدے مشروع ہیں اور سورہ ص کا سجدہ بھی مستنون ہے۔

۲۔ دلائل احناف | مفصلات یعنی سورہ نجم، سورہ اذا السماء انشقت اور سورہ اقرا کے سجدوں کی مشروعیت پر درج ذیل دلائل دال ہیں ————— آ۔ حدیث الباب:۔ عن ابی ہریرۃ قال سجد نامع رسول اللہ فی اقراء اذا السماء انشقت (رواہ الترمذی وغیرہ) ————— ۲۔ حدیث الباب:۔ عن ابن عباسؓ قال قال محمد رسول اللہ فی سورۃ النجم (رواہ الترمذی وغیرہ) یہ مضمون سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے جس کی طرف امام ترمذی نے فی الباب سے اشارہ فرمایا ہے

سورہ ص کے سجدہ کا وجوب درج ذیل دلائل سے ثابت ہے۔

۱۔ حدیث الباب:۔ عن ابن عباسؓ قال رایت رسول اللہ یسجد فی ص (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وغیرہم) امام ترمذیؒ نے اس روایت پر حسن صحیح کا حکم لگایا ہے جو یقیناً سنداً صحیح متنازعاً صحیح ہے۔  
۲۔ حدیث الباب:۔ عن ابی سعید الخدییؓ ان النبیؐ قرء من فلما بلغ السجدة نزل فجد البی و سجد (رواہ البخاری) حضور اکرمؐ اور حضرات صحابہؓ کا سجدہ کرنا یقیناً وجوب سجدہ پر دلالت کرتا ہے  
سورہ حج کے ایک سجدہ کی مشروعیت پر دلیل ملاحظہ ہو۔

۳۔ عن ابن عباسؓ قال فی الحجہ مسجدۃ (رواہ الطحاوی وغیرہ) اس طرح کا ایک اثر سیدنا بخاری سے یوں مروی ہے۔  
السجدة التي فی آخر الحج انما هی موعظة ولیست بسجدة (رواہ الطحاوی وغیرہ)

۲۔ دلائل ائمہ | تابعین مسلک ثانی کا استدلال حسب ذیل دو دلائل سے ہے۔  
۱۔ حدیث الباب:۔ عن ابن عباسؓ ان رسول اللہؐ لم یجد فی شیعی من المفصل



رواہ ابو داؤد وغیرہ) امام ابو داؤد نے اس روایت کو باب من لم یزج سجود فی المفضل کے ذیل میں نقل فرمایا ہے۔

۲۔ حدیث الباب: عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ ﷺ فلم یسجد فیہا (رواہ الترمذی وغیرہ)

ابو داؤد وغیرہ) یہ حدیث بالا جماع حسن بھی ہے اور صحیح بھی۔

تاکین مسلک ثالث اپنے دونوں دھروں کے سورۃ سج میں دو سجے ہیں۔ (۱۰) سورۃ ص کا بعد مسنون نہیں کہ درج ذیل تین دلائل سے ثابت فرماتے ہیں۔

۱۔ حدیث الباب: عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ فضلت سورۃ الحج بان فیہا سجدتین (رواہ

الترمذی و ابو داؤد وغیرہ) ۲۔ حدیث الباب: عن عمرو بن العاص قال فی سورۃ الحج سجدتان (رواہ ابو داؤد وغیرہ)

۳۔ حدیث الباب: عن ابن عباس قال لیست من عنائم السجود (رواہ الترمذی وغیرہ)

تاکین مسلک رابع درج ذیل شواہد سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ حدیث الباب: عن عمرو بن العاص قال اقرؤ فی النبی خمس عشرة سجدة (رواہ ابو داؤد وغیرہ)

۲۔ وہ جملہ دلائل جن میں سورۃ سج کے دونوں سجدوں اور سورۃ ص کے سجدہ کو مسنون قرار دیا گیا ہے۔

تاکین مسلک ثانی کی پہلی روایت ابو قتادہ راوی کے سبب سند ضعیف ہے علامہ ابن عبد البر

فرماتے ہیں ہذا حدیث منکروہ البوقد امد لیس بشئ۔ حدیث ثانی وجوب علی القوی

تاکین مسلک ثالث کی پہلی دو حدیثیں سند ضعیف ہیں پہلی روایت کے بارے میں

امام ترمذی فرماتے ہیں لیس اسنادہ بالقوی کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے دوسری روایت میں

عبد اللہ بن منیر ایک مجہول راوی ہے۔ اگر محنت تسلیم کر لی جائے تو دوسرا سجدہ اقامت اداء صلوة

کے حکم پر مجہول ہے جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق یا ایہا الذین امنوا رکعوا واسجدوا (آیہ ۱) سے ظاہر ہے۔

آخری روایت میں من عزائمہ السجود فرمانے کے باوجود حضور اکرم اور حضرات صحابہؓ سے سجدہ کرنا ثابت ہے

لہذا معلوم ہوا کہ عزائم سے ترک سجدہ مراد نہیں ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ کا اثر حدیث مرفوعہ کی نسبت میں مرجوح ہے۔

امام احمدؒ کی دلیل سند ضعیف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ کیونکہ اس میں ابن لہیعہ نامی راوی ضعیف اور مشکلم فیہ ہے

احقر کے نزدیک اگر سورۃ سج کا دوسرا سجدہ صحیح السند روایت سے ثابت ہوتا تو حضرات اخاف کثر اللہ سوادہم

اسے ضرور واجب قرار دیتے کیونکہ وہ طاقتور ہدی جو قرآن کے چو گڑھ سجدوں کو مستحب کی بجائے واجب قرار دے کر صحیح

معنی میں عبودیت خداوندی سے معزز ہوتا ہے وہ ایک اور سجدہ کو واجب قرار دے کر اس اعزاز کی ضرورت کیل کرتا۔

## ۳۱۔ غائبانہ نماز جنازہ

۱۔ **مذاہب** امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ امام مالکؒ اور علماء اہل کوفہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ شرعاً جائز نہیں۔ — امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور علماء اہل حجاز کے نزدیک میت غائب پر نماز جنازہ شرعاً درست ہے۔

۲۔ **دلائل جمہور** آ۔ بیسویں غزوات و سرایا میں حضرات صحابہ شہید ہوئے لیکن حضور انورؐ، حضرات خلفاءؓ اور سادات صحابہؓ سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں اگر غائبانہ نماز جنازہ درست ہوتی تو یقیناً اس سنت کو عمل

پہنچایا جاتا کیونکہ آپؐ کا ارشاد گرامی تھا۔ ان صلواتی علی المیت رحمة (رواۃ ابو داؤد وغیرہ) — احقر کے نزدیک بالاجماع اثبات شکی کے لئے دلائل کی حاجت ہوتی ہے علم کے لئے نہیں لہذا کتاب الجنائز کے ذیل میں آمدہ تمام روایات جمہور کی موافق ہیں کیونکہ ان میں سے کسی قول و فعلی روایت سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت نہیں ملتا۔

۳۔ **دلائل اکثرت** ۱۔ حدیث الباجی: عن ابی ہریرۃؓ ان النبیؐ خرج بالناس فی الیوم الذی مات فیہ الجاشی و کثر اربع تکبیرات (رواۃ البخاری و مسلم وغیرہما) —

۲۔ عن ابی امامۃؓ قال کنا مع النبیؐ ببتوک و مات معاویہ المزنی بالمہینۃ فصلی علیہ (رواۃ البیہقی و دارقطنی) — **جوابات** اگر ان حضرات کی میت کو حضور انورؐ کے سامنے رکھ دیا گیا تھا جیسا کہ معراج کی صداقت کے لئے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے منکشف کر دیا گیا تھا۔ لہذا یہ غائبانہ نماز جنازہ نہ ہوا، اس بات کی تائید درج ذیل شواہد سے ہوتی ہے

۱۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں — مکشف للنبی عن سریر الجاشی حتی دأء و علی علیہ (رواۃ احمد و ابی داؤد) — سیدنا ابی امامۃؓ کی روایت میں ہے — عن جبریلؓ جبریل و دفع لہ سریرہ فصلی علیہ (رواۃ البیہقی وغیرہ) — علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ اس صورت میں درست ہے جب میت ایسے علاقہ میں فوت ہو جائے کہ وہاں کے لوگ میت پر اسلامی دستور سے نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں جیسا کہ حضرت نجاشیؓ پر حبشہ میں نماز جنازہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ادا نہ کی گئی۔ تو حضور انورؐ اور حضرات صحابہؓ نے غائبانہ نماز جنازہ قائم فرمائی، اس لئے امام ابو داؤد نے حدیث الباب پر باب الصلاة علی المسلم یموت فی بلاد الشریک — کا باب قائم فرمایا ہے۔



۳۔ ائمہ اہل بیتؑ: نجاشی کا غائبانہ نماز جنازہ ادا کیا۔ اتحر کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ کسی نہج معلومت

کی وجہ سے قائم کیا گیا۔ ورنہ اس کے لئے کوئی ضابطہ شرعیہ مستعین نہیں۔ البتہ جواب اول ہی احق معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت نجاشی اور سیدنا معاویہؓ المزنی کی اپنی خصوصیت تھی جس کی کوئی نظیر نہیں خداک فضل اللہ ولا مناقشۃ فی الفضل۔ کیونکہ حضور انورؐ اور سادات خلفاء کے نورانی اودار میں میسوں اہل اصحابہ و مظلومانہ انداز کے شہید کئے گئے اور ان پر ظالموں نے نماز جنازہ نہ ہی خود ادا کی اور نہ ہی مسلمانوں کو ادا کرنے دی، لیکن پھر بھی کسی روایت سے ان عظیم شہداء کا غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں

۴۔ ضعیف :- ہیں کان یضع الحدیث امام ذہبیؒ لکھتے ہیں لا نعلم فی الصحابۃ معاویہ بن معاویہ المزنی۔ اتحر کے نزدیک بلا ریب احادیث صحیحہ سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہے جس کا الکار اور ترک ممکن نہیں نیز بلا شک حضور انورؐ اور سادات صحابہ کے اقوال و افعال سے غائبانہ نماز جنازہ کی سنت مستقرہ بھی ثابت نہیں ہوتی لہذا دونوں طرح کے دلائل و روایات کے پیش نظر ایک ضابطہ یوں متعین کیا جائے کہ فطری موت مرنے والا شخص جس کا جنازہ امام وقت یا دلی اقرب یا صحیح العقیدہ مسلمان ادا نہ کر سکیں ایسے افراد کے لئے غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کرنا درست اور مشروع ہو۔ اور باقی افراد کے لئے جائز نہ ہو، اس ضابطہ سے بحمد اللہ درج ذیل فوائد حاصل ہونگے۔ تمام احادیث معمول بہا ہو جائیں گی کیونکہ حضور انورؐ اور سادات خلفاءؓ نے حضرات مرحومین صحابہ کا غائبانہ نماز جنازہ اس لئے ادا کیا کہ وہ حضرات مرحومین میدان کارزار میں شہید ہونے والے خوش نصیب تھے جن پر اگر انہم کے نزدیک نماز جنازہ مشروع ہی نہیں، یا وہ حضرات تھے جن کے جنازہ کی امامت خود حضور انورؐ یا حضرات خلفاءؓ یا امیر قافلہ نے کی ان کے لئے بھی نماز جنازہ غائبانہ کی ضرورت نہ تھی کما هو الظاہر :-

۵۔ احادیث معمول بہا ہو جائیں گی۔

۶۔ حضور انورؐ کی سنت مقدسہ کو حیات ثانیہ نصیب ہوگی سبحان اللہ۔

۷۔ در ثار و اولیاء کو نماز جنازہ ادا کر کے قلبی تسکین میسر ہوگی

۸۔ اتحر کا ناقص رائے میں دوسرے ملک کے افراد کے لئے غائبانہ نماز جنازہ جائز ہونا چاہیے جیسا کہ حضور انورؐ نے مدینہ طیبہ میں حبشہ کے حکمران حضرت نجاشی کا غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمایا۔

**فائدہ** | نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا اقصیٰ ملک روم کے فرماں روا کا، کسریٰ ملک فارس ایران کے شہنشاہ کا، خاقان ترک کے وال کا اور خلیفہ مسلمانوں کے امیر کا لقب ہے۔

الرواد وغیرہ  
نسائی ۲۲۱ ص ۲۳۶

## ۳۲۔ صلاۃ العید

طحاوی: ص ۲۶۵  
سویات: ص ۱۹۳  
مواہم: ص ۱۳۱

۱۔ مذہب امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرات صاحبینؒ، امام بسفیان ثوریؒ، جمہور صحابہ و تابعینؒ اور اکثر اہل مسلم فقہاء و محدثین کے نزدیک نماز عید میں تکبیر زوائد چھ ہیں جن میں سے تین تکبیریں پہلی رکعت میں قرآن سے قبل ہیں اور بقیہ تین تکبیریں دوسری رکعت میں قرآن کے بعد اور رکوع سے پہلے ہیں گویا پہلی رکعت میں چار تکبیریں ہیں ایک تکبیر تحریریہ اور تین زائد تکبیریں جبکہ دوسری رکعت میں بھی چار ہیں تین زائد تکبیریں اور ایک تکبیر برائے رکوع۔ امام مالکؒ اور فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک عیدین میں زائد تکبیرات گیارہ ہیں چھ رکعت اولیٰ میں اور پانچ رکعت ثانیہ میں نیز تکبیرات دونوں رکعتوں میں قرآن سے قبل ہیں۔ ۳۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور علماء حجاز کے نزدیک تکبیرات زوائد بارہ ہیں، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور یہ تکبیرات قرآن سے قبل ہونگی

اس حدیث الباب: قال ابو موسیٰ الاشعریؒ کان النبیؐ یکتب اربعاً مثل تکبیرہ علی الجنائز فقال حذیفہؒ صدق — (رواد ابو داؤد وغیرہ) امام ابو داؤد ۴

## ۲۔ دلائل اخاف

نے اس روایت کی سند پر سکوت فرمایا ہے جس سے اس کا حسن ہونا ظاہر ہے ایہ حدیث کئی وجوہ سے مسلک حنفیہ کی تائید کرتی ہے۔ ۱۔ تین سادات صحابہ کی موجودگی میں فقیہ الامت سیدنا ابو موسیٰ اشعریؒ کا اعلیٰ شریعہ کو بیان فرمانا جو یقیناً ثلاثہ جماعہ کی رو سے اجماعی مسئلہ ٹھہرا۔ ۲۔ ایک صحابی رسول کا استفسار اور دو حضرات صحابہ کی تصدیق یقیناً استفسار و افتاء میں صورت مسئلہ یقینی اور قطعی ہو چکی ہے۔ ۳۔ تکبیرات جنازہ کے ساتھ تشبیہ، بلاریب تشبیہات سے بات ذہن میں زیادہ راسخ ہو جاتی ہے چار تکبیرات میں سے ایک تکبیر تحریریہ اور تین تکبیرات زوائد ہیں۔ ۴۔ عن القاسم قال حدثنی بعض اصحاب النبیؐ قال صلی بنا النبیؐ یوم عید فکتب اربعاً شراً بعباء — (رواد الطحاوی بسند حسن) — ہر رکعت میں چار چار تکبیرات ہیں تین زوائد اور ایک تحریریہ تکبیر یا تکبیر رکوع۔ ۵۔ عن سعید بن العاصیؒ قال ابن مسعودؓ ینکب اربعاً فقال ابو موسیٰ الاشعریؒ وحذیفہ صدق ابن مسعودؓ (رواد الطحاوی وابن حزم و اسناد صحیح) حدیث اول کی طرح یہ اثر بھی کئی طرح سے مسلک حنفیہ کی تائید کرتا ہے۔ کما هو الظاہر ان کے علاوہ سیدنا حذیفہؓ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ اور سیدنا ابو سعود انصاریؓ کے آثار سے بھی مسلک احنق کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ ۶۔ عن ابن اہم الغنی ان الصحابة و التابعین اجعلوا علی اولیٰ تکبیرات فی الاضنی و العطر۔ (رواد الطحاوی وغیرہ) سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں حضرات صحابہ کی موجودگی میں تکبیرات عیدین اور تکبیرات جنازہ پر اجماع منعقد ہو گیا جیسا کہ اثر صحیح سے واضح ہے۔



۳۔ **دلائل ائمہ** | حدیث الباب: بر من کثیر ان النبی کبر فی العبدین فی الادلی سبعا و فی الاخرۃ خمساً  
 قبل الترامدة (رواہ ابوداؤد) امام مالک کے نزدیک چھ ہجرات زوائد میں اور ساتویں ہجرت  
 تحریر ہے جبکہ حضرات شوافع کے نزدیک ساتویں ہجرت زائدہ ہیں۔ ۲۔ حدیث الباب: بر من عالشیۃ ان رسول اللہ  
 کان یکبر فی الادلی سبع تکبیرات و فی الثانیۃ خمساً (رواہ ابوداؤد وغیرہ)  
 ۴۔ حدیث الباب: عن عمر بن شعیب عن ابيه عن جدته انا النبی کان یکتب فی الادلی سبعا ثم  
 یکتبر اربعاً (رواہ ابوداؤد وغیرہ)

۴۔ **جوابات** | آہ ضعیف: تنول احادیث بالاسناد الضعیف میں کیونکہ پہلی روایت میں کثیر بن عبد اللہ  
 دوسری روایت میں ابن لعیجہ اور تیسری روایت میں عبد اللہ الطائفی ضعیف الکذاب اور  
 سحر الحدیث رداۃ ہیں جیسا کہ محدثین کے اقوال سے ظاہر ہے

حضرات محققین نے پہلی روایت کے بارے میں امام ترمذی کی تحسین کو مسترد کیا ہے اور  
 ائمہ حدیث کے اجماع سے ثابت کیا ہے کہ کثیر بن عبد اللہ ایک خیر قوی اور ضعیف راوی ہے، اسناد امام ترمذی کا  
 فرمان شاذ ہے کما هو معلوم — ۲۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ اختلاف دلتویہ میں ہے ورنہ جائز تینوں صورتیں  
 ہیں چونکہ حضرات حنفیہ کے دلائل قوی اسناد آثار ہیں نیز سیدنا عبد اللہ بن مسعود کا قول دلیل بھی حضرات حنفیہ میں نص ہے  
 اس لیے ترجیح قول اول کو ہی ہوگی۔ — ۳۔ احقر کے

نزدیک چونکہ حضرات حنفیہ قواعد وضوابط شرعیہ کو ترجیح دیتے ہیں اور اخبار آماد کی تاویل و توجیہ کرتے ہیں اس لئے،  
 مسئلہ الباب میں بھی حضرات احناف نے کم سے کم ہجرات عیدین کا انتخاب فرمایا اور دوسرے مضطرب المتن  
 ضعیف روایات کو ترک کر دیا کیونکہ نماز میں اصل طاعت و عیم حرکت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہجرات کم سے کم ہوں کیونکہ  
 ہجرات نماز میں خلاف اصل ہیں۔ کما هو الظاہر — ۴۔ علامہ شیخ الہند فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت راوی  
 کو تکبیر جماعت کے سبب ہجرات عیدین کی تعداد میں اشتباہ ہو گیا ہو اور راوی نے دوسروں کی تکبیر کو امام کی تکبیر سمجھ  
 کر زیادہ ہجرات شمار کر لی ہوں۔ — ۵۔ احقر کی ناقص تحقیق میں مسلک جمہور کی تائید پہلی صف کے رداۃ  
 سے ہوتی ہے جیسے سیدنا ابن مسعود، سیدنا ابو موسیٰ الاشعری اور سیدنا فاروق اعظم جبکہ دلائل ائمہ کے رداۃ  
 صیان کے صفوں کے مقتدی ہیں جیسے سیدۃ عائشہ اور سیدنا ابن عمر — ۶۔ دلائل ائمہ متنا مضطرب  
 ہیں جیسا کہ پہلی دو روایتوں میں پانچ ہجرات کا ثبوت ہے اور آخری میں چار کا۔ کما هو الظاہر۔

۵۔ **مسئلہ** | امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک ہجرات کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا جائے جبکہ  
 امام مالک کے نزدیک ہجرات کے وقت رفع یدین نہ کیا جائے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# أَبْوَابُ الرِّكْوَةِ

و  
العشر



الطبعة الأولى: ١٣٩٠ هـ - ٢٠٠٩ م

مَكْتَبَةُ بَيْتِ الْإِسْلَامِ

فَجْزٌ بِرِيشَةٍ ٠ قَدِيرٌ أَبَا ٠ مَلِكٌ ٠ بِكَ أَنْ



# فهرست

صفه	
۳۹۵	۱. زکوة اہل درجہ و تفریق
۴۰۲	۲. زکوة الفیل
۴۰۵	۳. مسائل العشر
۴۱۰	۴. زکوة مال مستفاد
۴۱۳	۵. زکوة المولیٰ
۴۱۸	۶. زکوة مال الیتیم
۴۲۱	۷. مسئلہ ارکان زکوة الکفر
۴۲۶	۸. الزم

البداء و دوصہ  
سنائی ۳۳

# ۱۔ زکوٰۃ اہل اربع و تفریق (۱۱) (ترمذی)

مارس ۲۲۴  
مئی ۲۸۹  
جولائی ۲۹۴  
ستمبر ۱۸۳

ایک سو بیس تک زکوٰۃ اہل کی تفصیل: پانچ اونٹوں میں (نو تک) ایک بکری واجب ہے (پانچ سے کم میں کچھ نہیں) اس میں (چودہ تک) دو پندرہ میں (تیس تک) تین بکریں میں (چوبیس تک) چار بکریں میں (بیس تک) پانچ بکریں میں ایک بنت لبون یا ایک بنت لبون کا چھپالیس سے ساٹھ تک ایک حقیر یا اسٹھ سے چوبیس تک ایک جندہ یا چوبیس سے نو تک دو بنت لبون اور کیا نو سے ایک سو بیس تک دو حقے واجب ہیں۔

حضرات ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین ایک سو اونٹوں تک کی زکوٰۃ میں متفق ہیں۔ لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو پھر اگر میں اختلاف ہے تو حسب ذیل ہے۔

۱۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام مالک فی روایت، حضرات صاحبین، علماء عراق اور جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک یہ ہے (وہ بقول جبر اللہ صیدنا ابن مسعود، صیدنا علی و صیدنا عمر فاروق) کہ ایک سو بیس کے بعد دو استیناف از سر نو

شرع ہوں گے۔ ۲۔ استیناف ناقص ایک سو بیس کے بعد متعلقاً شروع ہو جائے گا جبکہ استیناف کامل ایک سو پچاس کے بعد جاری ہوگا۔ استیناف ناقص کی صورت یہ ہے کہ ایک سو بیس کے بعد ہر پانچ میں نو تک ایک بکری (شامل دو حقے)

اس سے چودہ تک دو پندرہ سے تیس تک تین اور بیس سے چوبیس تک چار بکریاں اور چوبیس سے انیس تک ایک بنت فخاص گویا

ایک سو بیس سے ایک سو پچاس تک دو حقے اور ایک بنت فخاص اور کرنا ہوگا ایک سو پچاس پر تین حقے لازم ہو جائیں گے اب ایک سو پچاس کے بعد استیناف کامل شروع ہوگا وہ یوں ہے کہ ایک سو پچاس کے بعد حسب باقی ۱۵۵ میں ایک بکری

۱۱۰ میں دو ۱۶۵ میں تین ۱۸۰ میں چار ۱۹۵ میں بنت فخاص ۱۸۶ میں بنت لبون اور ۱۹۶ سے دو سو تک چار حقے واجب ہوں گے

پھر اسی حساب کے مطابق عمل ہوتا ہے گا جو حساب ایک سو پچاس سے دو صد تک بیان ہوا یعنی ہر پچاس پر ایک حقہ اور پچاس سے پہلے حسب باقی بکریاں پھر بنت فخاص پھر بنت لبون۔ استیناف اول کو استیناف ناقص اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں مالک

نصاب پر بنت لبون کی ادائیگی اور اس کا وجوب نہیں آتا۔ ۲۔ امام دارالہجرت امام مالک امام اسحاق اور امام احمد کا مسلک ہے کہ ایک سو بیس کے بعد

استیناف نہیں بلکہ اربعینات (ہر چالیس) اور خمسینات (ہر پچاس) پر ملار ہوگا لیکن یہ اصول ایک سو بیس سے شروع ہوگا اور اس سے قبل ایک سو انیس تک صرف دو حقے ہی لازم ہوں گے نصاب میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی مثلاً ایک سو بیس سے ایک سو انیس



تک چوتھے دو مرتبہ اربعین اور ایک مرتبہ خمیس ہے اس لئے دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہوگا اسی طرح ہر عشر پر چھ اربعین ہوں گے اتنے بنت لبون اور چھتے خمیس ہوں گے اتنے حقہ واجب ہوں گے چلے جائیں گے ۳۰ امام شافعی، امام مالکی اور زہری کا مسلک ہے کہ ایک سو بیس پر اگر ایک اونٹ بھی زائد ہو تو اربعینات و تیسینات کا ضابطہ لاگو ہو جائے گا۔ چنانچہ ۱۲۱ سے ۱۲۹ تک تین بنت لبون واجب ہو جائیں گے کیونکہ اس میں تین مرتبہ اربعین متکرر ہوتا ہے جب کہ ۱۳۰ کے بعد امام مالک کے مسلک کے مطابق پھر اصول قابل عمل ہوگا۔ علامہ ابن جریر کے نزدیک مقصد کو اختیار ہے چاہے تو عمل استیناف کے مطابق زکوٰۃ وصول کرے گا قال الاحناف چاہے تو اربعینات و خمینیات کے حصول کے مطابق ماکال المالکیۃ

۳۔ دلائل احناف۔ ابن عمر بن حزمؒ فاذا كان في ذلك (عشرين واثنتين) ففني كل خمسين حققة فما فضل فانه يعاد الى اول فرجة من الابل (رداء الطحاوی) واسحاق بن داہود (ابوداؤد فی مراسیلہ والنسائی) یہ حدیث مسند حنفیہ میں مضی ہے۔ ۲۔ حدیث مسند ناہلیؒ عن علیؓ قال اذا زادت الابل علی عشرين ومائة تستقبل بها الفريضة (الخروجۃ البیہقی ص ۱۲۰ ابن ابی شیبہ ص ۳۸۵) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نورانی دور میں زکوٰۃ و صدقات وصول فرمایا کرتے تھے نیز آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے آپ اپنے پیام میں رکھا کرتے تھے اس میں خصوصیت سے زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کے احکامات درج تھے اس صحیفہ کے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں کئی مقامات پر اقتباسات ملتے ہیں اسی صحیفہ کے متعلق سیدنا علیؓ کا فرمان ہے ما کتبنا عن رسول الله الا القرآن وما في هذه الصحيفة (رداء ابوداؤد ص ۲۶۹ وغیرہ) یہ اثر یقیناً حدیث مرفوعہ ہے نیز غیر مد رک بالقیاس ہونے کا وجہ ہے یقیناً حسب قاعدہ حدیث مرفوعہ ہی کے حکم میں ہوگا حدیث سیدنا ابن مسعودؓ عن ابن مسعودؓ قال فاذا بلغت العشرين ومائة استقبلت الفريضة بالغنم في كل خمس شاة (رداء الطحاوی ص ۳۲۲ والامام ابو یوسف و محمد فی کذا سند حسن ۴۔ اثر ابراہیم النخعی عن ابراہیم النخعی قال اذا زادت الابل علی عشرين ومائة ردت الى اول الفرض (رداء الطحاوی ص ۳۲۹)

۴۔ جوابات حدیث الباب۔ اضعیف۔ حدیث (باب سفیان بن عیینہ عن الزہری کی سند سے مروی ہے اور سفیان بن عیینہ کا یہ سلسلہ سند محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے ہاں سلیمان بن کثیر کتب حدیث میں ان کے متابع ہیں جن کی سند درج حسن پر فائز ہے ۲۔ جامعیت مذہب حنفیہ :- حضرات احناف کثر اللہ سواد ہم کا یہ ہمیشہ معمول رہا ہے کہ ہر مسئلہ میں جملہ احادیث پر عمل کرتے ہیں تو اسی ضابطہ و معمول کے تحت مسئلہ باب میں بھی دونوں احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہ ترجیح فرماتے ہیں کہ دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ حدیث الباب بحمل سہادر احادیث استیناف من فصل وہ اس طرح کہ حدیث الباب اربعین و خمیس سے کم میں ساکت ہے جبکہ احادیث استیناف ناطق تو اربعین و خمیس سے کم استیناف کا قاعدہ نافذ العمل ہوگا اور اربعین و خمیس میں بنت لبون و حقہ کا بحمد اللہ مسلک حنفیہ میں استیناف کامل کے تحت ہر اربعین میں بنت لبون اور ہر خمیس میں حقہ واجب ہوتا ہے نیز حضرات اصولیین و محدثین کے ہاں یہ تین اصول اجماعی ہیں احادیث مفصلہ، ناطقہ اور مثبتہ زیادہ دوسری احادیث سے راجع ہوا کرتی ہیں۔

## وجہ ترجیح مسلک حنفیہ

مسلک حنفیہ مندرجہ ذیل وجوہ سے ترجیح ہے ۱۔ احادیث

ناطقہ ۱۔ احادیث اپنے مدعی کے ثبوت میں ناظرین دھریک ہیں ۲۔ زیادتی ثقات ۳۔ احادیث مضمر اور مثبت زیادہ ہیں اور بالجامع فقہ کی زیادتی معتبر ہے ۴۔ جامعیت مسلک حنفیہ ۵۔ تمام احادیث معمول بہ ہیں کوئی حدیث صحیح مسلک حنفیہ کے معارض نہیں ۶۔ توازن و تعامل ۷۔ حضور اکرم کے زمانہ میں سیدنا عمر بن حزم سیدنا علی اور دوسرے عالمین اسی ضابطہ کے تحت زکوٰۃ وصول فرماتے تھے سیدنا علی اور خلفاء راشدین نے اپنے دور میں اسی ضابطہ کو رائج رکھا سیدنا ابن مسعود امام نہری اور جملہ فقہاء اہل کوفہ اسی ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ دیتے تھے مگر بایں ضابطہ ثبوت کے اعتبار سے متواتر ہے ۔

۵۔ سند صحیح یا حسن ۶۔ سند کے اعتبار سے صحیح اور حسن کے درجہ پر فائز ہیں ۔

## وافق المدارس (ترمذی)

مسئلہ ۳۸۴ :- اثبتوا فريضة الابل الى مائة وعشرين ثم نقول هذا لا الكلمة من حديث ابن عمر فاذا زادت على عشرين ومائة ففي كل خمسين حقة وفي كل اربعين سنة لبون مما المراد من هذه الزيادة الواحد مائة زيادة العشر وما هي اقوال الائمة الاربع فيها زادوا على مائة وعشرين لاسيما قول الحنفية في الاستيناف الاول والثاني والفرق بينهما مع مستلهم الحديث المذكور بظاهرة ويرد على الحنفية فارجوكم الجواب بما يشي بياني ۔

ترمذی کا رد ۳۹۵ :- قال عليه السلام لا يجمع بين متفرقا ولا يفرق بين مجتمع مخافة الصدقة وما كان من خيلطين فانهما يتراجعان بالسوية يتواضوس اربعة للجسم والمفرق بالامثلة الواضحة ما للفرق بين المخلط الجوار والمخلط الشيوع ارجو امساك البخاريين ومساك الاحناف ايضا كما كافي ۔

(ترمذی)

مسئلہ ۳۸۳ :- اخرج المؤلف من حديث الزهري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب كتابا بالصدقة فلم يخرج الى عماله حتى قبض ثمنه بسيفه فلما قبض عمل به ابو بكر حتى قبض وعمر حتى قبض وكان فيه في خمس من الابل شاة الى ان قال صلى الله عليه وسلم لا يجمع بين متفرقا ولا يفرق بين مجتمع مخافة الصدقة وما كان من خيلطين فانهما يتراجعان بالسوية

۲

ترجمہ الحديث ثم يتواضوس اربعة بالجسم والمفرق بالامثلة الواضحة ما للفرق بين المخلط الجوار والمخلط الشيوع ارجو امساك البخاريين ومساك الاحناف ايضا كما كافي

ان پر جواب میں دس بہات مل طلب ہیں ۔

۱۔ ایک سو بیس تک زکوٰۃ اہل کی تفصیل ۲۔ عدد مذکور کے بعد زکوٰۃ اہل میں اقوال ائمہ ۳۔ دلائل اخاف

۴۔ جوابات حدیث الباب ۵۔ حدیث الباب ترجمہ ۶۔ غائب ائمہ کی روشنی میں اہل حق و جمع کی چار صورتیں ۷۔ ہمشیہ الصدقة کا تعلق یہ



اور تقدیر عبارت ہے: "مطابق" کا جامع بحث مع اختلاف و کثرت و شرائط و منہلہ ۹۔ مسائل ۱۰۰ کے تحت شخص تہا جی خلیفین کی مثلہ ۱۰۔ لفظ تیرا جہان سے دھجہ ترجیح نہ بہت خفیہ ۔

**الحل** ۱۔ دس اہمات بالا میں سے ہر پر ہے۔ سے قبل تحریر ہو چکے۔ آخری چھ درجہ ذیل ہیں۔

۵۔ حدیث الباب کا ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے صدقات کے مسائل پر ایک کتاب لکھوائی اور اسے آپؐ نے اپنی تلوار کے ساتھ رکھ لیا لیکن ابھی آپؐ نے اس کتاب کو گورنروں کی طرف نہ بجا تھا کہ آپؐ اس دیرانی سے شریف ہو گئے۔ آپؐ کے وصال کے بعد خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ اور خلیفہ ثانی سیدنا عقیلؓ اپنے اپنے ایام خلافت میں اس کتابچہ کے مطابق عمل فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات بھی وصال فرما گئے۔ اس کتابچہ میں مذکور تھا کہ پانچ آدمیوں میں ایک بکری ہے۔ اسی کتابچہ کے آخر میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے خوف سے متفرق مولشیوں کو جمع نہ کیا جائے اور یکجا جمع شدہ کو علیحدہ علیحدہ نہ کیا جائے اور دو شرکا کے مولشیوں میں جو زکوٰۃ ادا ہو وہ ایک دوسرے سے برابری کی سطح پر رجوع کریں۔

۶۔ مذاہب ائمہ کی روشنی میں تفریق و جمع کی چار صورتیں: حضرات احناف کے نزدیک چونکہ لا یجمع اور لا یفرق زکوٰۃ کے لئے مدار صرف ایک ہے کہ اس اعتبار سے منہلہ ۱۰ میں چار صورتیں ہوں گی ارجح بین المتفرق مخافة سقوط الصدقة :- دو افراد کی ہر ایک بکری ایک جگہ جمع ہوں تو اخذ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دونوں کے ملک کو جمع کر کے مجموعہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری لے لے کیونکہ یہ جمع متفرق ہے مخافة ای لا یجمع الصدقة ہے جو شرعاً ممنوع

۲۔ تفریق بین المجتمع مخافة فکلة الصدقة :- ایک شخص کی دو چراگاہوں میں ایک سو بیس بکریاں ہوں جن کے مجموعہ پر شرعاً مالک نصاب پر ایک بکری لازم آتی ہے اب سائی دانہ کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اسے دو یا تین حصوں میں تقسیم کر کے مالک سے دو یا تین بکریاں لے لے کیونکہ یہ تفریق مجتمع ہے مخافة فکلة الصدقة جو شرعاً اخذ کے لئے ممنوع ہے ۳۔ جمع بین المتفرق مخافة کثرة الصدقة :- دو اشخاص کی انہی بکریاں مشترک ہیں جن کے مجموعہ پر ہر مالک کے اعتبار سے ایک ایک بکری واجب ہوتی ہے اب مالکوں کے لئے جائز نہیں کہ دونوں حصوں کو ایک ملک قرار دے کہ ایک بکری ادا کریں کیونکہ یہ جمع متفرق ہے مخافة کثرة الصدقة جو شرعاً ممنوع ہے ۴۔ تفریق بین المجتمع مخافة وجوب الصدقة :- ایک آدمی کی چالیس بکریاں دو چراگاہوں میں ہیں جس کی وجہ سے اس پر ایک بکری واجب ہے اب مالک کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ان کو دو مالکوں کے لئے الگ الگ ظاہر کرے تاکہ کسی ملک پر زکوٰۃ واجب نہ ہو کیونکہ یہ تفریق مجتمع ہے مخافة وجوب الصدقة جو شرعاً کی طرف سے منع ہے ۵۔ مالک کے نزدیک چونکہ ہر مالک صرف ارباب مویشی کے لئے ہے اس لئے ان کے ہاں صرف آخری دو صورتیں متحقق ہوں گی ۱۔ انہی مالک کے ہاں ملک کی طرح جب









۱۰۔ لفظ تراجعان سے وجہ ترجیح مذہب حنفیہ اگر نظر دینا دیکھا جائے تو دماغ ان من خلیطین خاصہما تیراجعان بالسویۃ کا جملہ اخاف کا مؤید ہے کیونکہ تراجیع باب تفاعل سے ہے اور باب تفاعل کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں فعل جانیں ہوتا ہے کففاعلۃ تو تراجیع کا تفاعل یہ ہے کہ رجوع دونوں جانب سے ہو اور یہ صوت صرف مسک حنفیہ میں ممکن ہے وہ یوں کہ مثلاً دو شرکار کے درمیان ۶۱ اونٹ مشترک ہیں ایک شریک کے ۲۵ اونٹ ہیں اور دوسرے کے ۳۶ اونٹ تو اب حضرات اخاف کے نزدیک اس مال مشترک سے ایک بنت لبون اور ایک بنت مخاض لے لے کیونکہ ۲۵ اونٹوں پر ایک بنت مخاض اور ۳۶ اونٹوں پر ایک بنت لبون فرض ہے بعد میں دونوں شریک دونوں اونٹوں کی قیمت لگا کر ایک دوسرے پر رجوع کر لیں گے جبکہ حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ۱۱ اونٹوں پر رجوع مشترک و خلطہ ایک جذعہ دینا ہو گا صرف صاحب جذعہ اپنے دوسرے شریک پر رجوع کر لگا اور دوسرے شریک کا رجوع صاحب جذعہ پر ممکن ہی نہیں یہ رجوع اب جانب واحد سے ہوا جانیں سے نہیں جبکہ حضرات اخاف کثر اللہ سواد ہم کے نزدیک صاحب بنت لبون صاحب بنت مخاض پر اور صاحب بنت مخاض صاحب بنت لبون پر قیمت کا رجوع کریں گے اور باب تفاعل کے بالفاق النفاذ یہ خصوصیت ہے کہ تراجیع جانیں سے ہو گا ہوا نظر ہے۔

# السیرۃ النبویۃ

## المراۃ الیومیۃ

( زیر تالیف )

تالیف: مؤلف موضوع مفتی قاضی محمد عابد التوی صاحب ثنائی سید ولد آدم نبی مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر روز کی سیرت پر انوکھے انداز میں لکھی جائیوال پہلی منفرد کتاب جو کہ درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہوگی :

- ۱۔ مفسر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ہر ذرا کی نورانی تفسیر ایام و ایال کے غریب میں چھن کر قلوب شائق کو منور کریں۔
- ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات مقدسہ پر ایک مستند تاریخی
- ۳۔ ہجری عیسوی ماہ و سال کے آئینہ میں ایک مجدد دل نقشب سیرت
- ۴۔ غیر القرون کے شب و روز پر حسب استطاعت تعارفی نو



## ٢- زكاة الخيل

سکے اسباب میں تین صورتیں اجمالی ہیں اور ایک تفصیلی حسب ذیل ہے۔

۱۔ مذاہب  
۱۔ وہ گھوڑے (اور نلام) جو تجارت کی نیت سے رکھے جائیں، ان میں بالاجماع زکوٰۃ مال تجارت کی طرح ہے۔  
۲۔ ایسے گھوڑے جنہیں سواری یا بوجھ برداری اور غزوہ کے لئے پالا جائے ان میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں۔  
۳۔ نر یا مادہ گھوڑے جو نسل برصاۃ کی غرض سے رکھے جائیں یہ بھی بالاجماع زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔  
۴۔ ایسے گھوڑے جو حصول بارود یا قوالہ و تناسل کے لئے پالے جائیں اور وہ سائہ دہرنے والے ہوں تو ان میں اختلاف ہے۔  
۵۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام حماد، امام زہری، امام ابوالحسن، جہول صحابہ اور علماء اہل کوفہ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ مال تجارت کے حساب سے واجب ہے یا ہر گھوڑے کے بارہ میں سالانہ ایک دینار یا دس درہم بطور زکوٰۃ ادا کرے۔  
۶۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد حضرات صاحبین اور جہول فقہاء و محدثین کے نزدیک ایسے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں۔  
۷۔ اہل نواہر کے نزدیک کسی صورت میں کسی گھوڑے پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

**۲۔ دلائل احناف**

آر عن ابی ہریرہ ان النبی قال رجل لم یسن حق اللہ تعالیٰ فی رقاب الخیل وظہورھا (رواہ بخاری و ترمذی و دیگر صحاح) یعنی وہ آدمی جو گھوڑے کی گردن اور پیٹ پر رب کائنات کا حق نہیں ٹھجولا حتیٰ رقاب زکوٰۃ اور حتیٰ ظهور ہے انسان کو سوار کرنا مراد ہے یہ حدیث سند صحیح اور معنی صریح ہے، بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۰۹ میں بھی اسطور مرقوم ہے ف الحدیث دلیل علی ان فی الخیل الزکوٰۃ ۲۔ ان عمر اخذ من کل فرس عشرة دراهم بعد الامت مع الصحابة (رواہ احمد والطحاوی و دارقطنی) یہ اثر مسلک حنفیہ کے لئے شاہد عدل ہے ۳۔ عن حارثہ ان عمر استشار اصحابہ النبی وقالوا حسن (رواہ دارقطنی و ذیلی) مذکور بالا دونوں اثر سیدنا عمر اور حضرات صحابہ کے باہمی مشاورۃ اور اجماع پر ناظر ہیں یہ اجماع سکوتی نہیں بلکہ حضرات صحابہ کے حسن فرمانے پر اجماع قوی ہے تم عن عائشہ عن الزہری عن سائب بن یزید قال رأیت ابی یرفع صدقة الخیل الی عمر (رواہ دارقطنی و ذیلی وابن عبد البر اکثر محدثین نے اس اثر کی سند کو صحیح قرار دیا ہے بلکہ سند بالاجماع المحدثین سلسلة الذهب ہے علامہ کشمیری کی تحقیق یہ ہے کہ عہد نبوت اور عہد صدیقی میں گھوڑے سواری کے لئے پائے جلاتھے لیکن عہد فاروقی میں جب ملک شام فتح ہوا تو وہاں کے لوگ گھوڑے تناسل و افزائش نسل کے لئے رکھتے تھے تو اس نے حضرت صحابہ کے مشرور سے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی گئی ۴۔ ابو حنیفہ عن حماد عن غصن انه قال قال الخیل السائمة دینارا (رواہ محمد بن اسماعیل اس اثر کی سند قوی اور مالی ہے کہا ہوا ظاہر آ۔ دلیل عقلی جس وقت خمول ساگر مال نامی ہو تو حسب قیاس زکوٰۃ ہونی چاہئے

۳۔ دلیل ائمہ

۱۔ حدیث الباب - عن ابی هريرة ان النبی قال لیس علی مسلم فی عبد لا ولا فی قوسہ مقدہ

(رواہ النسائی و الترمذی و غیرهما)

## ۴. جوابات

۱۔ خدمت کے لئے ۲۔ حدیث الباب میں جن گھوڑوں سے زکوٰۃ کی نفی کی گئی ہے ان سے سواری اور بوجھ برداری کے گھوڑے مراد ہیں جس کی تائید مندرجہ ذیل تین قرآن سے ہوتی ہے آ۔ بالاجماع حدیث الباب میں جہ سے جہ خادم مراد ہے لہذا خیل سے بھی خیل رکوب و خدمت مراد ہوگا تا۔ سیدنا زید بن ثابتؓ نے جب حدیث الباب کو سنا تو فرمایا۔ صدق البیہ دکنہ اراد فوس الغازی رواہ الامام ابو یوسف فی الاسرار حضرت صحابی کی توجہ یقیناً جامع ہے تا۔ قال ملاؤ من سائلہ ابن عباسؓ عن الخیل قال لیس علی فوس الغازی صدقہ (رواہ الحافظ فی الدرر المصنوع) ہاں جامع (رئس الحدیث کا نفی تطبیق احادیث میں نہیں ہے۔ ۲۔ علامہ ابن حاتم فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ دیانۃً فرض ہے قضاءً نہیں لہذا جن احادیث میں اثبات ہے وہاں دیانۃً مراد ہے اور جہاں نفی ہے وہاں قضاءً تو گویا اموال باطنہ کے حکم میں ہے اور قاضی وقت جہ زکوٰۃ وصول نہیں کر سکتا۔ آ۔ مسلک حنیفہ احادیث مرفوعہ پر مبنی ہے تا۔ اجماع صحابہ سے اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے تا۔ غلطی غلطی کا عمل اخذ زکوٰۃ کا رہا ہے تا۔ اصیاط کا تقاضا بھی زکوٰۃ لینے میں ہے تا۔ مشروعیت کا اصل منشاء تعاون مساکین و فقرہ ادائیگی زکوٰۃ ہی میں مضمحل ہے تا۔ دلائل قیاسیہ سے ہماری ہی تائید ہوتی ہے تا۔ تمام احادیث معمول رہا ہو جاتی ہیں۔

## ۵. وجوہ ترمیم

۱۔ چونکہ امام طحاویؒ کی رائے مسئلہ الباب میں حضرت صاحبینؓ سے متفق ہے اس لئے قبول سائمہ کے عدم زکوٰۃ پر نظر طحاویؒ نظر پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۔

آ۔ مسلک اول کے قائلین کے نزدیک اس صورت میں قبول پر زکوٰۃ واجب نہیں جب صرف زیادہ کوئل بٹھانے کی غرض سے پالا جائے جیسا کہ اوپر تیسری صورت بیان ہوئی لیکن جب انہی زیادہ کوئل بٹھا کر یا جائے تو ان حضرات کے ہاں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے جو قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اونٹ، گائے اور بکریوں میں تذکیر و تانیث کا لحاظ کئے بغیر زکوٰۃ واجب ہے لہذا گھوڑوں میں بھی زیادہ کی تقسیم کے بغیر زکوٰۃ کا عدم واجب ہوگا۔ تاکہ مسئلہ میں یحسانیت پیدا ہو جائے اور تذکیر و تانیث کا اعتبار ختم ہو۔ ۲۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بالاجماع خمر اور گدھے میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ سائمہ (حرنے والے) ہی کیوں نہ ہوں دوسری جانب اونٹ، گائے اور بکری میں زکوٰۃ واجب ہے ہاں اگر سائمہ ہوں جبکہ گھوڑوں میں اختلاف ہے تو اب ہم فوراً کہتے ہیں کہ گھوڑے دو اقسام بالا میں سے کسی زیادہ مشابہ ہیں تاکہ انہیں کا حکم ہم قبول سائمہ میں نافذ کریں تو ہم نے دیکھا کہ گھوڑا ذوات اسموں والا ہے جیسا کہ خمر اور گدھا جبکہ اونٹ، گائے اور بکری ذوات خفاف (کھروں والا) ہیں یقیناً ذات خوافر آپس میں دوسروں کی نسبت زیادہ مشابہ ہیں۔ لہذا ان کا حکم بھی یکساں ہوگا کہ جیسے خمر اور گدھے میں زکوٰۃ نہیں تو قبول میں بھی زکوٰۃ نہ ہوگی۔

وفاق الملاہ



(نسائی)

۳۸۳ھ بر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی السلم فی عجدہ ولا فی فرسہ صدقہ  
 کیا گھوڑوں میں زکوٰۃ کسی صورت میں بھی واجب نہیں ہوتی؛ اگر کوئی صورت وجوب زکوٰۃ کی ہے تو پھر اس  
 حدیث کا مطلب کیا ہوگا؟ اس بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک کیا ہے؟ یہ حدیث حضرت امام ابو حنیفہؒ  
 کے قول کی تائید میں ہے یا اس کے خلاف ہے؟ امام صاحبؒ کے مسلک کی دلیل کیلئے مفصل لکھئے؟

**الحل** :- پرچہ بالا میں پانچ امور دریافت کئے گئے ہیں جنہیں حسب ترتیب حل کر دیا گیا ہے۔

## حُوقُ اللّٰهِ وَالْعِبَادِ

لَا صَدَاحَ الْبَنَاتِ وَالْأَوْلَادِ  
 (زیر ترتیب)

تالیف: مؤلف موصوف مفتی قاضی محمد عابد القوی مآلفان

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت پر لکھی جانے والی ایک عجیب و غریب کتاب جس میں  
 مذہبہ ذیل نکات پر تفصیلی نوٹ ہوگا:

۱۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا باہم مربوط و منضبط ہونا۔

۲۔ ہر دو کے ایک دوسرے پر اثرات

۳۔ ہر دو کی اہمیت شرعیہ پر جامع نوٹ

۴۔ ایک مکلف انسان کے جذبہ عمل کو صحیح نہی بہا بھالنے کے لئے مختصر مگر جامع دستاویز۔

ابوداؤد ۳۲  
نسائی ۳۳۳  
ترمذی ۱۱۳

## ۳۔ مسائل العشر

طہاری ۳۴۴  
سرخس ۳۶  
سرخس ۱۴

۱۔ بیان مراد حدیث :- حدیث الباب میں اونٹ، چاندی اور غلہ کی زکوٰۃ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان تین اشیاء میں نصاب زکوٰۃ کی تعیین کی گئی ہے خلاصہ درج ذیل ہے۔ ستینا ابو سعید خدری ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ نیز پانچ ادریسے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ایسے ہی پانچ دسق (پچیس من) سے کم غلہ میں زکوٰۃ نہیں۔

۲۔ ہر دو مسائل میں اقوال ائمہ :- ۱۔ زمین کی جملہ پیداوار پر عشر ہے یا بعض پر ہے بعض پر نہیں؟ ۲۔ عشر کا کوئی نصاب شرعاً مقرر ہے یا نہیں؟

والف، نصاب عشر میں اقوال ائمہ :- امام اعظم امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، حضرات صاحبین اور جمہور علماء و مجازین زعفر اور سیدنا جبرائیل بن عباس اور جمہور فقہار کا مسلک ہے کہ زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ اسی عشر واجب ہے (بشرطیکہ وہ پیداوار کاشت کی جلتے خود رو گھاس وغیرہ پر عشر نہیں) امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، حضرات صاحبین اور جمہور علماء و مجازین کے نزدیک زرعی پیداوار پر وجوب عشر کے لئے پانچ دسق یعنی پچیس من کا نصاب مقرر ہے اس سے کم پیداوار میں عشر واجب نہیں۔

۳۔ دلائل ائمہ الف، دلائل احاف :- ۱۔ آیات قرآنیہ :- ارشاد باری تعالیٰ ہے و اتوا حقہ یوم حصادہ الایہ ۲۔ قرآن مجید میں ہے انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخذنا لکم من الارض ۳۔ آیت قرآنیہ خذ من اموالہم صدقۃ الایہ ان ینزل آیات سے صراحت ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ اسی عشر واجب ہے نیز وجوب عشر کے لئے نہ ہی کسی نصاب (نمستہ دسق) کی شرط ہے اور نہ ہی کسی خاص پیداوار کی تفصیل، بلکہ ہر قسم کی زرعی پیداوار میں کمی بیشی کے بغیر مدد عشر واجب ہے ۴۔ حدیث الباب :- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ فیما سقت السماء والعیوی العشر و فیما سقی بالنظم نصف العشر رواہ الترمذی و البخاری و مسلم و غیرہم

۵۔ عمل شارح :- عن ابن عمر عن رسول اللہ انہ سن فیما سقت السماء العیون او کان عشراً یا العشر رواہ البخاری و مسلم و مسلم ۶۔ اللفظ للترمذی قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن صحیح ۶۔ قول شارح :- عن جابر بن عبد اللہ فیما سقت السماء و العیون العشر رواہ مسلم ۷۔ ابوداؤد ۲۲۵ و غیرہم

۸۔ قول شارح :- عن معاذ بن جبل قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن فامرنی ان اخذ مما سقت السماء العشر رواہ ابن ماجہ ابو سعید فی کتاب الاموال ۸۔ قول شارح :- عن ابی حنیفہ عن ابان بن ابی عیاش عن رجل عن رجل عن رجل عن رسول اللہ فیما سقت السماء العشر رواہ ابن ماجہ و صاحب نصاب الراۃ ۳۵۵ مندرجہ بالا تمام احادیث صحیحہ و جید الاسناد قطعی الدلائل میں کلمہ "عام





حضرات صحابہ و تابعین کا یہ معمول تھا کہ زیادہ پیرا دار کا عشر حکومت یا کرتی تھی اور معمولی پیرا دار کا عشر ارباب زرعت اپنی معاشرت پر تقسیم کیا کرتے تھے ۵۔ محمول بر عتدایا : — علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے یہ توجیہ فرمائی کہ حدیث الباب عریۃ رعیۃ کے بارے میں ہے اور عریۃ پانچ ذوق کا ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے ۱۔ من جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ رخص فی الحرۃ فی الوسق والوسقین والثلاثہ والأربعۃ وقال فی کل عشرۃ اقناجر قنوا رواہ ابن جابر وعالم وحمادی وغیرہم وقال ابن جابر وابن خزیمہ انہ صیح ۲۔ عن محمول مرسلاً خففوا فی الصدقات فان فی المال العربیۃ والوصیۃ رواہ الطحاوی ۳۔ عن عمرو موقوفاً ایضاً رواہ ابو عبیدہ فی کتاب الاموال ۶۔ صدقات متفرقہ :۔ حدیث الباب صدقات متفرقہ یعنی چندہ کے بارے میں ہے جو بوقت عزت نافذ کیا جاتا تھا۔

۵۔ وجوہ ترجیح :۔ — ۱۔ علامہ ابو بکر بن عربیؒ مالکی عارضۃ الاخذی میں تحریر فرماتے ہیں اقوی المذاهب فی ہذا المسئلۃ مذهب ابی حنیفہ دلیلہ واحوطھا للمساکین وادلاھا قیاماً لشکر النعمۃ وعلیہ یدل مجموع الایۃ والحديث ۲۔ علامہ ابو بکر رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں دو قسم کی روایات ہوں آہم و خاص ان میں سے کسی ایک نوع کی احادیث پر امت متفق ہو جائے اور دوسری نوع کی روایات پر مختلف تو متفق علیہ روایات پر عمل کرنا مستحب ہو جاتا ہے جیسے یہاں احادیث عموم متفق علیہ ہیں اور احادیث خصوص مختلف فیہ تو احادیث عموم راجح ہوں گی ۳۔ آہم علماء کی اور علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ تعارض احادیث کے وقت قیاس و نظر و جہ ترجیح ہوا کرتے ہیں مسئلہ الباب میں قیاس احادیث عموم کا مؤید ہے کیونکہ رکاز اور اموال غنیمت کی طرح عشر میں بھی بالا جماع حوالان حول شرط نہیں تو رکاز اور اموال غنیمت کی طرح عشر میں مقدار اور نصاب کا اعتبار بھی نہ ہونا چاہیے نہ بالا جماع احکام شرعیہ میں عشر خراج کے مشابہ ہے نہ کہ اموال زکوٰۃ کے تو قیاس دفعاً ہٹ جائے مقتضی یہی ہے کہ خراج کی طرح عشر میں بھی قلیل و کثیر برابر ہو کیونکہ بالاتفاق خراج کا کوئی نصاب نہیں ۵۔ صاحب ہدایۃ قنطر میں کہ عشر پیداوار پر واجب ہوتا ہے خواہ اس پیداوار کا مالک نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو تو جب صاحب شریعت نے مالک کا اعتبار ہی نہیں کیا تو اسکی صفت یعنی ملک نصاب اور مملوک پیداوار کا بھی شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اور قلیل و کثیر میں عشر واجب ہوگا ۶۔ تعارض احادیث کے وقت رجوع الی القرآن ہوتا ہے بحمد اللہ کئی آیات قرآن میں مسئلہ صنفہ کی مؤید ہیں ۷۔ علماء اصولیین کا متفق فیصلہ ہے کہ جب عاریت کا ایجاب اور عدم ایجاب میں تعارض ہو جائے تو اصیلاً احادیث ایجابیہ کو ترجیح ہوگی۔

۱۔ آہم اعظم آہم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کی زرعی پیداوار میں عشر واجب ہے اقوال علماء اشیاء و عشویہ میں :۔ بشرطیکہ اس کے حصول میں انسانی محنت صرف ہوئی ہو ۲۔ آہم مالکؒ امام شافعیؒ کے نزدیک جو پیداوار غذائیت کے کام آتی ہو اور اس کا ذخیرہ ممکن ہو تو اس میں عشر ہوگا باقیوں میں نہیں جیسے چاول گندم پھنسا، ماش اور مکی وغیرہ ۳۔ آہم احمد اور حضرات صاحبین کا قول یہ ہے کہ ہر اس فصل میں عشر واجب ہے جس میں ذخیرہ ہونے کی صلاحیت موجود ہو خواہ خشک ہونے کے بعد ہی اس کا ذخیرہ کیا جائے اور وہ غذا ہو یا نہ ان حضرات کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہوگا یا ان



حضرات کے نزدیک صرف آذکار اور تائیں مسک ثانی کے نزدیک اقیات اور آذکار دونوں واجب عشر کے لئے شرط ہیں۔  
۴۱۰۴ اوزاعی امام ثوری اور امام ابن ابی سیئی کے نزدیک صرف ان اشیر میں عشر واجب ہے جن میں نص وارد ہوئی ہے جیسے کھجور  
کشش، انگزم اور جو وغیرہ۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

۳۸۸۵ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسة ذود  
عندقة و لیس فیما دون خمس اواق صدقة و لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة .  
و عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما سقت السماء والعیون العشر  
و فیما سقی بالنضح نصف العشر .

ہر دو روایات میں باہمی تعارض ہے۔ اس کے دفع کی کیا صورت ہے؟ حضرات حنفیہ کس روایت پر عمل کرتے ہیں؟  
دوسری روایت کا کیا جواب دیتے ہیں؟ ہر دو روایت کی مفصل شرح بھی لکھئے؟ (ترمذی)

۳۸۸۴ عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما سقت السماء والعیون العشر  
فیما سقی بالنضح نصف العشر .

هذا الحديث يدل بظاهرها على وجوب الزكاة في كل ما خرج من الارض بلا شرط نصاب  
ولا فرق بين الخضراوات وغيرها و بزيادة حديث لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة  
و حديث نفی الزكاة فی الخضراوات فما المخلص عن هذا الورطة وما هي اقوال الائمة الاربعة  
و ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فی هذا المقام دبائی شئ تمسکوا وما هو الراجح عندكم۔

۳۹۱۳ عن ابی سعید الخدریؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسة  
ذود صدقة و لیس فیما دون خمسة اواق صدقة و لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة بینوا  
مراد الحديث و اختلاف الائمة و مسک اما من ابی حنیفة فی العشر ما استدله؟ و ترجیح الراجح  
و توجیہ هذا الحديث؟

## تنظیم المدارس

(مسلم)

۴۰۰۶ عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسة  
اوسق صدقة و لا فیما دون خمسة ذود صدقة و لا فیما دون خمسة اواق صدقة .

ان ابا حنیفۃ یقول فیما یشہد من الخمر والعشر وهذا الحديث الصحيح بخلافه فما الجواب عن  
فما الترمذی عندک لا یس حنیفہ ؟

۱۳۹۷ھ (طحاوی)

امام طحاوی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون  
خمسہ اربع صدقۃ و لیس فیما دون خمسۃ ذرہ صدقۃ و لیس فیما دون خمسۃ اواق صدقۃ۔  
حدیث کا ترجمہ کیجئے ؟

اس حدیث کے تحت امام اعظم اور امام شافعی کا اختلاف بیان کیجئے ؟

(ترمذی ۱۳۹۵ھ، ۱۳۹۶ھ)

**الحل :-** ان پرچوں میں حذفِ تکرار کے بعد کل پانچ امور پوچھے گئے ہیں۔  
۱۔ بیان مراد حدیث ۲۔ ہر دو مسائل میں اقوالِ ائمہ ۳۔ دلائلِ ائمہ (الف) دلائلِ احناف (ب) دلائلِ فقہاء  
۴۔ جوابات ۵۔ وجوہ ترجیح ————— مسئلہ پانچوں امور پرچوں سے قبل تحریر ہو چکے۔

**نظرِ طحاوی** بالا جماع مال اور موشی میں وجوبِ زکوٰۃ کے لئے نصاب بھی متعین ہے اور وقت بھی یعنی حولانِ حول لیکن عشر  
میں بالا جماع وقت کا تعین نہیں جیسے ہی جس زمانہ میں فصل پیدا ہو اسی وقت عشر واجب ہو جائے گا البتہ  
ہی نصاب کی قید اور تعین بھی نہ ہوگی کہ بستی متدار میں فصل پیدا ہو اس پر اسی حساب سے عشر واجب ہو جائے گا۔

## مشائخ و آباء السنۃ

عند  
عمائد اہل السنۃ

تالیف : حضرت مولانا قاضی محمد عبد القوی صاحب مدظلہ مدرسہ العلوم بمیدان رحمان

زیر تالیف کتاب میں حقائق و واقعات کے روشنی اور اجملہ علمائے اُمت  
کے عبارات معتبرہ کے تحت یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خاندانِ عبید بن رحمانہ  
کے اسلاف اُمتِ مسلمہ کے مجمعِ علیہم، فرقِ اسلامیہ کے معتمد علیہم اور علمائے اہل سنت  
کے ہر سرگروہ، دیوبندی، بریلوی اور اہل احادیث کے علم و فضل کا



## ۴ - زکوٰۃ مال مستفاد ۱۱۵ ترمذی

مال مستفاد کے لغوی معنی صاحب قنات نے ان کلمات سے بیان فرمائے استفادہ ما لا وجہاً و  
 ۱۔ مفہوم مال مستفاد: حصہ و اکتساب ابتدائی یعنی وہ مال جو ارباب اموال کو مشروع ہی میں مل جائے۔ اصطلاح شریعت  
 میں فقہاء محققین سے دو تعریفیں منقول ہیں آری وجہاً ما لا فی اشتغال حول عندہ نصاب یعنی نصاب زکوٰۃ کے مالک ہونے کے بعد  
 مالک کو دوران سال کسی قسم کے مال کا مل جانا ۲۔ وہ مال جو دوران سال حاصل ہو خواہ تکمیل نصاب کے بعد یا اس سے قبل پہلی تعریف  
 حضرات فقہاء کے ہاں زیادہ مشہور ہے اس تعریف کا رد سے مال مستفاد کی تین قسمیں ہیں جبکہ دوسری تعریف کے اعتبار سے چار  
 تین مندرجہ ذیل ہیں چوتھی قسم یہ ہے کہ آدمی کو ابتدائی مال حاصل ہو اور اس سے قبل وہ صاحب نصاب ہو یا اس کا مال اول نصاب  
 سے کم ہو تو اس قسم میں بالاتفاق وجوب زکوٰۃ کے لئے حولان حول شرط ہے۔ ۳

۲۔ اقسام مال مستفاد مع بیان اقوال: اصطلاح فقہ میں مال مستفاد کی تین قسمیں ہیں ارباب نصاب شخص کو سال کے  
 حیوانات کے بچے پیدا ہو گئے یا مال تجارت تھا اس سے نفع حاصل ہو گیا تو اس قسم کے مال مستفاد کو بالاتفاق مال سابق میں ضم کر کے  
 زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور مال مستفاد کے لئے مستقل حولان حول ضروری نہیں ۲۔ دوران سال صاحب نصاب شخص کو کہیں سے  
 جدید مال ملے لیکن وہ مال سابق کی جنس سے نہ ہو جیسے پہلے وہ صرف اونٹوں کا مالک تھا اور اسے دوران سال بکریاں وغیرہ مل  
 گئیں ۱۔ اس مال مستفاد کو بالا جماع مال سابق سے نہ لایا جائے گا بلکہ دونوں مالوں کا سال الگ الگ شمار کیا جائے گا ۳۔ دوران سال  
 سابق کی جنس سے مال مستفاد حاصل ہو جائے لیکن وہ سابق مال سے نفع اور تجارت کے طور پر حاصل نہ ہو بلکہ کسی سبب جدید جیسے  
 وراثت، ہبہ، وصیت یا خریداری کی وجہ سے مل جائے (جملہ اموال تجارتیہ اور سونا چاندی ایک ہی جنس ہیں جبکہ سوانم باہمی الگ الگ جنس  
 ہیں) اس قسم میں علماء امت اور فقہاء ملت کے اقوال ایک دوسرے سے مختلف ہیں امام ابو حنیفہ امام مالک فی روایہ سیدنا  
 حسن بصری امام سفیان ثوری امام اوزاعی امام ابو ثور حضرات صاحبین اور جہود فقہاء اصل کو فہ کا مسلک یہ ہے کہ مال مستفاد کو مال سابق  
 میں ضم کر دیا جائے گا اور اس مال میں مستقل حولان ضروری نہیں بلکہ مال مستفاد اصل مال کے تابع ہو کر دونوں کا حولان حول ایک ہی  
 شمار ہوگا ۲۔ امام مالک فی روایہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کے نزدیک مال مستفاد کو مال اصل میں ضم نہ کیا جائے گا۔  
 بلکہ اسپر مستقل حولان حول ضروری ہے اور ہر مال کی زکوٰۃ الگ الگ ہوگی (علامہ ابن قدامہ نے الغنی میں امام مالک کا مسلک سوانم  
 میں حضرات حنفیہ کے مثل اور اثنان میں حضرات شوافع کے مثل نقل کیا ہے)

۱۔ دلائل المہملہ دلائل اخاف :- آیات قرآنیہ و اقوال النکاة ایثار زکوٰۃ کا معنی اس بات کا معنی ہے کہ

ایثار زکوٰۃ کے لئے حوالان حول کی قید نہ ہو لیکن جہاں احادیث صریحہ موجود ہیں وہاں حوالان

حول کی شرط ہے اور جہاں احادیث ضعیفہ یا غیر صریحہ ہوں وہاں حوالان حول کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ۲۔ قول شامی :-

قال رسول اللہ ان من السنۃ شہراً قد دون فیہ ذکوٰۃ اموالکم فمما حدثنا بعد ذلک فلا ذکوٰۃ فیہ حتی

بھی راس الشہر رواۃ الترمذی وغیرہ اس حدیث سے صراحت معلوم ہو رہی ہے کہ مخاطب جس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرے اسے مال حادث

یعنی مال مستفاد کی زکوٰۃ بھی اسی مہینہ کے شر مال سابق سے ملا کر ادا کرے گو یا کہ مال مستفاد کے لئے مستحق حوالان حول شرط نہیں۔

۳۔ دلیل نظری :- مال مستفاد کو مال سابق سے ملانے کی علت تہائس و تشابہ ہے یہ علت پہلی صورت کی طرح تیسری قسم

میں موجود ہے اس لئے دونوں اموال کو صنف کو نافذوری ہے اور تیسری قسم میں پہلی قسم کی طرح بالاتفاق حوالان حول کی شرط نہ ہونی چاہئے

۴۔ دلیل عقلی :- قرآنی آیات اور متعدد احادیث سے دین کا آسان ہونا معلوم ہوتا ہے تیسری صورت میں مال مستفاد کے لئے حوالان

حول کی شرط لگانا بداحت و مشاہدہ بسر کے خلاف ہے آج کے اہل حرفہ و صنعت اور تجارت لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ روزانہ

کے مال مستفاد کے حساب کتاب کو شمار کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔

(ب) دلائل فقہیہ :- حدیث الباب :- عن ابن عمر من استفاد ما لا فلا زکوٰۃ علیہ حتی یحول علیہ الحول ثم اہم الترمذی

۱۔ ضعیف :- حدیث الباب کی سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے جس کے بارے میں اہل ترمذی

۲۔ جوابات :- فرماتے ہیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم ضعیف فی الحدیث صنفہ احمد بن حنبل و علی بن المدینی و غیریہ

من اہل الحدیث و دھوکہ شیوا غلط ترمذی ص ۱۰۱ بعض طرق میں یہ حدیث سیدنا ابن عمر کا ایک اثر موقوف ہے جس کی سند

قد کے صحیح ہے ۲۔ عام مخصوص منہ البعض :- صاحب رد المحتار لکھتے ہیں کہ قسم اول بالاتفاق حدیث الباب کے عموم سے

مستثنیٰ ہے تو حضرات اخاف تیسری قسم کو بھی عموم حدیث سے مخصوص کرتے ہیں کیونکہ قسم اول اور قسم ثالث میں علت ایک ہے

یعنی تہائس ۳۔ اعتبار معنی لغوی :- علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ مال مستفاد کو لغوی معنی پر محمول کریں گے اور لغت مال

مستفاد کے معنی ہیں کہ وہ مال جو ابتداء ہی میں مالک کو مل جائے اس پر بالاتفاق حوالان حول شرط ہے گو یا حدیث الباب کا تعلق چوتھی

صورت سے ہے کامینا چنانچہ حدیث سیدنا ابن عمر کو فقہاء کی مخصوص اصطلاح پر محمول کرنا تکلف سے خالی نہیں ۴۔ الف لام عہد

حتی یحول علیہ الحول کے جملہ میں الحول پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مال اصلی کا سال (حول) مراد ہے نہ کہ

مال مستفاد کا ۵۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ مال مستفاد مال اصلی کے تابع ہے تو حوالان حول مال اصلی پر

حقیقہً اور مال مستفاد پر تبعاً اور حکماً ہو جاتا ہے گو یا حوالان حول عام ہے کہ اصلاتاً ہو یا تبعاً۔

آہ احادیث اخاف ۱۔ اپنے مدعی کے ثبوت میں صریح ہیں جبکہ حدیث الباب مجمل صریح تو وہ مسلک یقیناً

۲۔ وجہ ترجیح :- راجح ہوگا جس کے دلائل نص اور صریح ہوں ۲۔ سر اور عدم حرج کا پہلو مسلک حنفیہ میں نمایاں ہے کہ



ہوا نظر تو آیات و احادیث کی رو سے مسلک حنفیہ نہیں رائج ہوگا ۳۔ دلائل نظریہ و قیاسیہ بھی مسلک حنفیہ کے مؤید ہیں جن سے یقیناً مسلک حنفیہ کو ترجیح ہوگی ۴۔ حضرات احناف نے منہم کی علت تجانس کو قرار دیا ہے اور حضرات اکر نے تو والد کو جبکہ علت تو والد علت قاصر قہ ہے جو صرف قسم اول کے ساتھ مخصوص ہے اور علت تجانس علت مستدیر ہے جو قسم اول اور قسم ثالث کو شامل ہے تو حسب ضابطہ علت مقتدرہ وجہ ترجیح ہے۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

۱۳۹۳ھ (الف) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من استفاد مالا فلا نكوة عليه حتى يحول عليه الحول۔ ما المراد بالمال المستفاد؟ بلینوا اقسامه وادخلوا اختلاف العلماء ومیّزوا اقسامها متفقا عليه ومختلفا فيه وفتحوا مذهب الاحناف كثرهم الله برحمة بالاین درجہ ذیل دو امور قابل استفسار ہیں۔

الحل

۱۔ مفہوم مال مستفاد ۲۔ اقسام مال مستفاد مع بیان اقوال ————— یہ دونوں امور تحریر ہو چکے۔

## شخصیۃ الرجال (زیر ترتیب)

على حسب الطبقات عند العلماء الثقات

تالیف : مولف موصوف مفتی قاضی محمد عبد القوی صاحب ملتانی

اسماہ الرجال پر لکھی جانے والی ایک منفرد کتاب جس میں:

- ۱۔ رواد کا تعارف اور ان کی صحیح حیثیت کا ذکر
- ۲۔ معدلین و جارجین کے اعتبار سے رواد حضرات کا علمی مقام
- ۳۔ مصنفین کتب حدیث سے مددین حضرات تک مشائخ و تلامذہ کے اعتبار سے ایک علمی نسب نامہ
- ۴۔ رواد کی شخصیت کو حفظ مراتب کے اعتبار سے جداول میں منضبط کرنے کی سعی جمیل۔





اس حدیث حسن کا ایک ایک جہ ثبوت مسلک حنفیہ میں نص ہے، حدیث الباب: اس کے علاوہ سیدہ فاطمہ بنت قیس، سیدنا ابن مسعودؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی مرفوع احادیث مسلک حنفیہ کی تائید کرتی ہیں۔

قول شاذ: عن جابر عن النبی قال یس فی الحلی ذکوۃ ردوہ ابن الجوزی فی تحقیق۔

(ب) دلائل فقہاً ۲۔ دلیل عقلی: زیورات، اکڑوں اور دوسرے استعمالی اشیاء کے مانند ضروریات و خواجگی میں شامل ہیں لہذا ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہونی چاہیے اس کے علاوہ اثر سیدہ عائشہؓ، اثر سیدنا ابن عمرؓ اور اثر سیدنا انس بن مالکؓ دارقطنی مؤطا وغیرہ میں منقول ہیں جن میں لازکوٰۃ فی الحلی کا جملہ صراحتاً موجود ہے۔

۱۔ جوابات دلائل: بیہقی شافعی فرماتے ہیں اس حدیث کا اصل لے دخیہ عافیۃ بن ایوب دھو مجھو لے رسن کبریٰ بیہقی

۲۔ موقوف: حدیث مذکور اضعف ہونے کے ساتھ ساتھ موقوف ہے مرفوع نہیں حضرات محدثین نے جہاں ضعف کی صراحت کی ہے وہاں لے موقوف بتلایا ہے مثلاً علامہ ابن الجوزی اپنی تصنیف لطیف التحقیق میں تخریج حدیث کے بعد متعلق فرماتے ہیں ان حدیث جابرؓ حدیث ضعیف مع انہ موقوف علی جابرؓ ۲۔ ام شافعی لکھتے ہیں: فمن احتج بہم مرفوعاً کان مغروراً بدینہ رسن کبریٰ بیہقی ص ۱۳۸) یعنی حدیث مذکور کو مرفوع نقل کرنا الاحفاظ و محدثین کی نظر میں معتوب اور لائق وعید ہے۔

۳۔ مصداق الحلی خاص ذیل آیت: یہ حدیث اگر سنداً صحیح اور مرفوع بھی ہو تو اس میں الحلی سے موتیوں اور جواہرات کے زیورات مراد ہیں جن پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں اس بات کی تائید مندرجہ ذیل دوشواہد سے ہوتی ہے

۱۔ نفی حلی قرآن مجید میں موتیوں کے معنی میں مستعمل ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے ولتخرجن حلیۃ تلبسونہا الا ان

۲۔ حضور اکرمؐ اذ حضرات صحابہؓ سونا چاندی کے استعمال کو قبیح سمجھتے تھے جیسا کہ کتب سیرت سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے سیدہ فاطمہ کے لئے موتیوں کا اور غریب فرمایا اور سونے چاندی کے ہار کے متعلق سیدنا بلال حبشیؓ کو فرمایا کہ اسے بازار میں بیچ دو نیز سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرا ہر موتیوں کا ٹھکانہ کہ سونا چاندی کا۔ دلیل قیاسی بھی صحیح نہیں کیونکہ زیورات کو ثیاب بذاتہ (مستعمل) پر قیاس کرنا غلط ہے وہ یوں کہ سونا چاندی مال نامی ہیں جبکہ اشیاء مستعملہ مال نامی نہیں ہیں احادیث صریحہ اور روایات صحیحہ کے مقابلہ میں تنہا قیاس بالاجماع عرج مردود اور ناقابل اعتبار ہوتا ہے آثار صحابہؓ بصورتہ صحیحہ یقیناً احادیث و آیات کے مقابلہ میں مرجوح ہیں نیز مندرجہ بالا جوابات سے مؤول تا کہ آثار احادیث صحیحہ و صریحہ سے متناقض نہ رہیں۔

۲۔ وجوہ ترجیح: ۱۔ اقوال ائمہ و محققین: علامہ ام رازیؒ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں اصح عندنا وجوب الزکوٰۃ فی الحلی کے چل کر فرماتے ہیں کہ دم زکوٰۃ فی الحلی پر قرآن، حدیث اور قیاس میں کوئی دلیل نہیں ۲۔ علامہ ابن حزمؒ ظاہریؒ نظر ازہی الزکوٰۃ واجبة بظاہر الکتاب والسنة دیم قال ابن المنذرؒ شمس العلماء ام سرکھیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ نے جس ذہب و فضہ پر زکوٰۃ واجب کی ہے جو بالاتفاق زیور اور برتن میں ڈھال لینے سے بدلتی نہیں بلکہ وہی منس رہتی ہے اس لئے اسکے

حکام بھی باقی رہیں گے۔ ۳۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ زیورات اگر مرد کی ملک میں ہوں تو اس پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے ایسے ہی وہ اگر عورت کی ملکیت ہوں تو زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے جیسا کہ دراہم و دنانیر جس کے ملک میں بھی ہوں زکوٰۃ واجب ہوتا ہے۔ ۲۔ قاضی احادیث۔ ۳۔ احادیث صحیحہ صحت اور صرف حضرات حنفیہ کے موافق ہیں باقی ائمہ کے پاس کوئی حدیث صحیح یا صحیحہ موجود نہیں۔ ۳۔ مؤید القرآن و بالقیاس۔ ۴۔ قرآنی آیات اور دلائل قیاسیہ کی تائید بھی بحمد اللہ مسلک حنفیہ ہی کو حاصل ہے کیا ہوا ظاہر۔ ۵۔ الفع للفقراء۔ ۱۔ مسلک جمہور فقراء و مساکین کے لئے الفع ہے اس لئے یقیناً راجح ہوگا۔

## وفات المدارس (ترمذی)

۱۔ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ان امرأتين اتتا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي ايديهما جواران من ذهب فقال اتعديان زكوته فقال لا قال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... اديا زكوته . قال ابو عيسى ..... ولا يصح في هذا عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء بئني اتحقق الاكمة الاربعة في مثله زكوة الحل من الذهب والفضة مبرهنا ومدلل

واعلموا ان حديث الباب حجة للحنفية ومن وافقهم في وجوب زكوة الحل ذلكن اللامام الترمذی قال ولا يصح في هذا عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء۔

فبیتوا ان نقد الترمذی مطلقاً صحیح اور مؤول ادخلاً . فتفکروا وادلا تستعجلوا . والیہذا اوضحوا السند المذكور المخطوط وما المراد من لفظة عن جده ؟ وهل هذا السند حجة عند المحدثین ام لا ؟ پرچہ بالا میں درج ذیل پانچ امور حل طلب ہیں ۔

۱۔ مساک ائمہ ۲۔ دلائل ائمہ ۱ الف ۱ دلائل جمہور رب ۱ دلائل دیگر فقہاء ۲۔ ۳۔ امام ترمذی کی تنقید مع جوابات ۴۔ عن جده کا مصداق مع بیان سند ۵۔ سند مذکور محدثین کا آراء میں ۔

## الحل :- پانچ امور میں سے ابتدائی دو پرچہ سے قبل اور آخری تین پرچہ کے بعد مرتبہ میں ہیں۔

۲۔ امام ترمذی کی تنقید مع جوابات | حفاظ حدیث اور محققین علمائے امام ترمذی کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور اسے معنی عمومی کے اعتبار سے خطا کہا ہے چنانچہ درج ذیل تاویلات کی ہیں ۱۔ امام ترمذی فرماتے ہیں مراد

بقول لا یصح فی هذا الباب شیء ہو هذا ان الطریقان یعنی جن دو طریق سے امام ترمذی نے حدیث الباب کو نقل کیا ہے یہ رائے انہیں کے پاس میں ہے ۲۔ علامہ ابن حاتم فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام ترمذی کا یہ قول یا تو مؤول ہے یا خطا ۔

۱۔ امام حاکم ۳۔ امام نسائی ۵۔ امام ابوداؤد ۱۔ علامہ ابن القطان نے اس مسئلہ میں کئی احادیث کی تصحیح کی ہے اور انہیں صحیح اسناد عرق سے نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ امام ترمذی کا یہ فرمان یا تو اپنی سند کے متعلق ہے یا اپنے علم کے





زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے اور سیدنا شعیب کی تعلیم و تربیت ان کے دادا بزرگوار سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کی تھی۔ لہذا حدیث مذکور سنداً متصل ہے اور قابل استدلال۔ اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا شعیب نے اپنے عہد امجد سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے تمام کا تمام یعنی آٹھ سو احادیث سنیں ہیں یا بعض نہیں اور بعض کو وجاہدہ کے طور پر سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص کے صحیفہ صادقہ سے نقل کیں۔ علماء و محققین و محدثین و اصحاب جرح و تعدیل کا محققانہ فیصلہ یہ ہے کہ چند احادیث کے علاوہ جن میں سہادت کا تصریح ہے باقی احادیث کو سیدنا شعیب صحیفہ صادقہ سے دیکھ کر روایت کیا کرتے تھے اور اس طرح روایت کرنا محدثین کے ہاں درست ہے معیوب نہیں جبکہ صاحب صحیفہ نے اجازت دی ہو لیکن یہ صحیح کے اعلیٰ اقسام میں سے نہیں اس لئے حضرات شیعین نے ایسی روایات کو نقل نہیں کیا اور امام ترمذی نے صرف حسن کا حکم لگایا ہے صحیح کا نہیں۔

بہر حال سند مذکور درجہ حسن پر فائز ہے اور قابلِ بھت ہے۔

# التَّائِيفُ لِلَّذِي يُطَالَعُ التِّرْمِذِي

(زیر ترتیب)

تالیف : مؤلف و مصنف مولانا محمد عبد القوی صاحب ملانی۔

۱۔ انتہائی قیمتی مواد پر مشتمل ۲۔ علماء و فضلاء طلباء کے لئے یکساں مفید، جس کی کمی کا احساس اساتذہ و محدث اور طلباء علم حدیث مدت و شدت سے کر رہے تھے۔ زیر ترتیب و تالیف اس کتاب میں احکام اربعہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کے مباحث عمداً حذف کر دیئے گئے ہیں اور ابواب النکاح سے آخر کتاب تک تمام مباحث احکام کو اسی بسط و تفصیل سے، تقابلاً بحث کی گئی ہے جس بسط و تفصیل کے ساتھ متقدمین شراح نے احکام اربعہ پر بحثیں فرمائی ہیں۔





## ۲۔ جوابات حدیث الباب

۱۔ ضعیف ۱۔ حدیث الباب کے ضعف پر خود امام ترمذی نے تصریح فرمائی ہے لکھتے ہیں فی اسنادہ مقال لان المثنیٰ بن الصباح یضعف ۲۔ امام الحدیث امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یٰ ابا دی شیشاً ۳۔ رئیس الحدیث امام بیہقی بن مسیین کہ رائے ہے یس بشی ۴۔ امام نسائی کا فرمان ہے ترک الحدیث ۵۔ اس کے علاوہ حدیث الباب گئی اور اسانید سے مروی ہے لیکن جملہ طرق ضعیف ۶۔ انا بل استدل اور لایعاب کے درجہ میں ہیں ۷۔ صدقة بمعنی نفقة ۸۔ تمس لائے امام شری فرماتے ہیں کہ اگر ضعف سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو پھر بھی حدیث الباب نفقات واجبہ پر مکمل ہے جسکی تائید درج ذیل تین قرآن سے ہوتا ہے ۱۔ حدیث الباب کے آخر میں ہے حتیٰ تاکثر الصدقة اور ادائیگی زکوٰۃ سے مال بھیجی بھی شتم نہیں ہو

یو کہ نصاب زکوٰۃ سے مال کم ہو جانے کے بعد بالاتفاق پھر زکوٰۃ واجب نہیں رہتی اور نفقہ سے پورا مال ختم ہو سکتا ہے کما ہوا نظارہ و البیہ ۲۔ احادیث میں کئی مواقع پر لفظ صدقہ کو کر نفقات مراد لئے گئے ہیں جیسے ایک حدیث صحیح میں ہے نفقة المرء علی عیالہ صدقة وغیرہ وغیرہ ۳۔ قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ صدقہ و زکوٰۃ مال کو کم نہیں کرتے بلکہ زیادہ کرتے ہیں جیسے ارشاد باری ہے ۴۔ درج ذیل الصدقات اور ایک حدیث مرفوعہ میں ہے ما نفقت صدقة من مال الحدیث اور نفقات سے یقیناً مال کم اور ختم ہو جاتا ہے ان قرآن ٹکڑے سے ظاہر ہے کہ صدقہ سے اقارب اصحاب و عیال پر نفقہ مراد ہے ۵۔ انہی قرآن کو دیکھتے ہوئے علامہ رکن الدین امام زارہ فرماتے ہیں الصدقة ہی النفقة وہی التی تا کل جمیع المال ۶۔ بمعنی صدقہ فطر ۷۔ صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ جملہ احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ صدقہ سے صدقہ فطر مراد ہو اور صدقہ فطر کے لئے بالاتفاق عقل اور بلوغ شرط نہیں ہے بمعنی بالغ لا یعقل ۸۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض حدیث الباب کو صحیح مان بھی لیا جائے تو صدقہ سے زکوٰۃ ہی مراد ہو تو حدیث مذکور مطلب یہ ہے کہ یتیم بچہ کے بالغ ہو جانے کے بعد بوجہ کم عقل ہونے کے دل اس کے مال میں تجارت جاری رکھے تاکہ اب جو زکوٰۃ واجب ہو رہی ہے اس سے کہیں مال ختم نہ ہو جائے۔

۱۔ من حیثۃ اثر موقوف ۲۔ احادیث صحیحہ و مرکیہ کے مقابلہ میں اثر موقوف مرجوح ہے ۳۔ وہم تالعی ۴۔ جوابات اثر عائشہ ۵۔ سید عائشہ کا اثر موقوف سیدنا قاسم بن محمد کے غم پر موقوف ہے کہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ میرے اور میرے جھوٹے بھائی کے مال سے زکوٰۃ ادا کیا کرتی تھیں ۶۔ وہم تالعی ۷۔ یقیناً احادیث صحیحہ و قولیہ کے مقابلہ میں مرجوح ہے ۸۔ عمل ہے کہ دونوں بھائی بالغ ہوں اور یتیم کا اطلاق باعتبار عرف یا مجاز کے کر لے ہو ۹۔ اگر سیدہ عائشہ زکوٰۃ ادا کرتی بھی ہوں تو ان کا اپنا ایک مجتہد از عمل ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں مرجوح ہے ۱۰۔ دلیل عقل کا جواب ۱۱۔ یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ حقوق مالیہ میں سے ہوتی تو غیر مسلم ذمی پر بھی واجب ہوتی کیونکہ بالاتفاق حقوق مالیہ غیر مسلموں پر واجب ہوتے ہیں زکوٰۃ کا غیر مسلموں پر واجب ہونا اس بات کی بن دلیل ہے کہ زکوٰۃ عبادت مالی ہے اور عبادات بالاتفاق نا بالغ بچہ پر واجب نہیں ۱۲۔ وجوب ترجیح ۱۔ اجماع صحابہ ۲۔ امام حلسنت سیدنا حسن بصری کا فرمان ہے لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ نیز آپ نے نا بالغ



پتہ کے مدم زکوٰۃ پر صماہ کا جماع نقل فرمایا ہے۔ (ادبہ ۲۔ قول ابن المسیب ۱۔ مشہور تابعی سیدنا سعید بن المسیب  
فرماتے ہیں لا تجب الزکاة الا على من وجبت عليه الصلوة والصيام ۳۔ احادیث صریحہ ۱۔ مسکب احناف  
کی ترجمانی میں احادیث صریحہ بھی ہیں اور صحیحہ بھی لہذا راجح ہوں گی ۴۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود کا فتویٰ یقیناً سیدنا قاسم بن محمد کے غلطی سے  
راجح ہے حضرات محمد بن اور اصحاب حفاظ کا اجماعی فیصلہ ہے ان کی ابن مسعود اولیٰ بالاتباع ۵۔ احادیث قولیہ ۱۔ مسکب منیر  
کی مؤید احادیث قولیہ بھی ہیں اور اپنے دعویٰ کے اثبات میں نفس بھی اصولیین کے نزدیک وہ احادیث بالہ اتفاق راجح ہیں جو قولی بھی ہوں  
اور نفس فی الباب بھی ۶۔ علامہ حافظ احمد بن ابی المنذر فرمایا کرتے تھے لایزکی الصبی حتی یصلی ویصوم لان الزکوٰۃ عبادۃ کا خلافت  
على الصبی لا یتقام انعم عنه کالج والصلوة (اوجز ص ۱۶۹)

## وفات المدارس (ترمذی)

سن ۳۱۱ھ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم خطب الناس فقال الا من  
ولي يتيماله مال فليمتجرفه ولا يتركه حتى ياكله الصدقة هل تجب الزکوٰۃ فی مال الصبی ام لا؟ بینوا تحقیق  
الائمة الاربعة فی هذه المسئلة مع دلائلکم۔

وما توجه الاحديث المذكور عند مشايخ الاحناف كثرهم الله؟ ثم اوضحوا السند المذكور  
بینوا مصداق "عن جده" دهل هذا السند حجة عند المحدثين ام لا۔  
اس پرچہ میں درج ذیل چار امور زیر بحث ہیں۔

۱۔ اقوال الائمہ ۲۔ دلائل ائمہ الف براہین احناف ۱۱۱ دلائل دیگر مساک ۲۔ جوابات حدیث الباب ہم بسند  
عمرو بن شعيب کی مکمل تحقیق۔

## الحل

۱۔ چار امور میں سے ابتدائی تین پرچے سے قبل تحریر میں نمبر ۳ درج ذیل ہیں۔

۲۔ سند عمرو بن شعيب کی مکمل تحقیق | اسکی مکمل تحقیق پچھلے مسئلہ الحلی کے ذیل میں آچکی ہے۔  
۳۔ تمام پر ملاحظہ فرمائیں

## مسئلۃ الرکاز والکنز

۱۔ مراد حدیث :- حدیث بالا میں چار مسائل بیان کئے گئے ہیں جن میں سے پہلے تین کا تعلق عفو منہان سے اور آخری کا تعلق وجوہ  
کو زخمی کرنا یا کسی فصل کو نقصان پہنچانا معاف ہے۔ ترجمہ و تشریح حسب ذیل ہے حضور اکرم کا ارشاد گرامح ہے کہ جانور اور چوپایہ کا کسی انسان  
والے شخص کا خون لغو اور معاف (چنانچہ مالک کاں اور صاحب زمین پر قصاص نہیں) اور دُفینہ جاہلیت میں خمس واجب ہے۔

۲۔ رکاز اور معدن کی تعریف مع بیان فرق :- زمین سے جو مال نکالا جائے اسکی دو قسمیں ہیں اور لغت عربیہ میں ان دو  
اقسام کے لئے تین قسم کے الفاظ ہمیں ملتے ہیں ۱۔ معدن ۲۔ کنز ۳۔ رکاز

۱۔ معدن :- وہ مال ہے جسے رب کائنات نے زمین میں اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہو جیسے سونا چاندی۔ لغوی اعتبار سے  
معدن ہر اس مکان کو کہتے ہیں جس میں واسطہ قرار کی کیفیت ہو لیکن اہل میں اس کا اطلاق ہر اس مستقر شئی پر ہونے لگا جو قدرۃ  
خلقہ زمین میں بصورتہ دھات یا کان مستور ہو جیسے سونا، چاندی لوہے وغیرہ کی کان۔ علامہ عینی فرماتے ہیں المعدن المستقرۃ  
التي رکبها الله تعالى في الارض يوم خلق الارض (تعلیق البیہ ص ۳۲) پھر معدن کی دو قسمیں ہیں ۱۔ مالک ۲۔ جامد ۱۔ معدن

مالک یعنی بننے والی چیز جیسے پٹرول، مٹی، کاتیل وغیرہ — ۲۔ معدن جامد جی ہوئی چیز پھر اسکی دو قسمیں ہیں ۱۔ وہ معدن جامد  
جس میں آگ کی وجہ سے پگھلنے کی صلاحیت ہو جیسے سونا چاندی لوہا تانبا جس سرمہ پتیل وغیرہ ۲۔ وہ معدن جامد جو پگھلانے سے نہ  
پگھلے جیسے جواہرات، موتی، نمک، چونا اور تمام قیمتی پتھر (کایا قوت والزمرد والفیروزج و نحوہا) ۲۔ کنز :- وہ مال جسے کسی  
انسان نے اپنے ہاتھ سے زمین میں دفن کر دیا ہو اسے دُفینہ بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اسکی دو قسمیں ہیں ۱۔ دُفینہ جاہلیت ۲۔ دُفینہ اسلام  
۱۔ دُفینہ جاہلیت :- وہ مال جس پر زمانہ جاہلیت و کفر کی کوئی علامت ہو ۲۔ دُفینہ اسلام :- جس پر کوئی اسلامی علامت ہو۔ بالاتفاق  
دُفینہ اسلام لفظ کے حکم میں ہوتا ہے مالک کے مل جانے پر یہ مال اسی کے سپرد کیا جائیگا مالک کے نہ ملنے کی صورت و اجدال اگر  
فیقر ہو تو استعمال کر سکتا ہے اور دُفینہ جاہلیت بالاتفاق مال غنیمت کے حکم میں ہے جس میں خمس کی ادائیگی واجب ہے۔

۳۔ رکاز :- یہ لفظ کنز پر کنز سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین میں گاڑنے یا دفن کرنے کے ہیں۔ صاحب منہجہ لکھتے ہیں  
رکاز الرمح و نحوہ رکز آہی غرضہ فی الارض و دُفینہ و اُثبتہ، رکاز مرکز کے معنی میں ہے یعنی دفن کی ہوئی یا گاڑی ہوئی  
چیز حضرات فقہاء کے مابین رکاز کی تفسیر میں اختلاف معنی رکاز کے اختلاف پر مبنی ہے جو درج ذیل ہے۔

لہ علامہ عینی فرماتے ہیں المعدن من العدن و هذا لا قامة و معناه يقال عدن بالمكان اذا اقام فيه و منه دُفینہ و من دُفینہ معدن  
صاحب منہجہ لکھتے ہیں کہ المعدن مکان کل شئی فیہ اصل و مرکزہ و منہ فلاں معدن الخیر و الکرم



۱۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام سفیان ثوریؒ، حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء  
 ۲۔ اختلاف ائمہ ہدایہ :- فرماتے ہیں کہ کنز رکاز عام ہے معدن اور کنز دونوں کو شامل ہے لہذا معدن اور کنز دونوں میں  
 خمس واجب ہوگا۔ ۱۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد اور جمہور اہل حجاز کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز (مال مدفون ہے معدن  
 و مال مخلوق) رکاز میں شامل نہیں لہذا ان حضرات کے نزدیک صرف کنز میں خمس ہوگا معدنیات (جمع معدن) میں نہیں بلکہ حوالان حوالہ  
 زکوٰۃ واجب ہوگا۔ گویا جمہور فقہاء اور حضرت عراقیین کے نزدیک رکاز عام ہے اور کنز اس کا ایک فرد جبکہ حجازیین کے نزدیک  
 کنز اور رکاز دونوں شے واحد ہیں اور معدن رکاز کا قسم و تفضیل گویا لفظ رکاز میں کنز تو بالاتفاق شامل ہے اختلاف صرف  
 معدنیات کے متعلق ہے۔

۱۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف :- مسئلہ الباب میں بحمد اللہ لغت، روایت، درایت اور سیاق و جوارح آیات سے علی  
 احناف ہی کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے :- لغوی دلائل :- پہلے تحریر  
 کیا جا چکا ہے کہ رکاز، رکز یا کنز سے ماخوذ ہے جس کے معنی دفن کرنے یا گاڑنے کے ہیں اور رکاز بمعنی مرکوز ہے یعنی دفن کی ہوئی یا  
 گاڑی ہوئی چیز۔ گویا لغوی اعتبار سے رکاز عام ہے جو کنز اور معدن دونوں کو شامل ہے چنانچہ اگر کسی مال کو کسی انسان نے زمین میں دفن  
 کیا ہو تو وہ بھی رکاز ہے اور اگر رب ارض و سما نے کسی مال کو زمین میں پیدا فرمایا ہو تو وہ بھی رکاز ہے۔ ائمہ لغت کی تائیدی عبارتیں  
 ملاحظہ ہوں ۱۔ قول ابن الانبیر :- علامہ ابن الاثیر جزریؒ فرماتے ہیں المعدن وال رکاز واحد (یعنی منہ)  
 ۲۔ قول امام زنجیزی :- ائمہ لغت اور مشہور مفسر امام زنجیزی سے منقول ہے رکاز واحد کنز اللہ فی المعادن  
 من الجواهر (علامہ السنن ص ۴) ۳۔ قول ابو عبیدہ :- علم ادب کے امام اور مشہور محدث علامہ ابو عبیدہ ہری فرمایا کرتے تھے رکاز العظام  
 العظام من الذهب والفضہ والوحد رکز کتاب الاموال ص ۳۱ ۴۔ قول صاحب قاموس :- علامہ صاحب قاموس شافعی اپنی کتاب  
 قاموس میں تحریر فرماتے ہیں رکاز هو ما کنز اللہ فی المعادن و دھین اهل الجاہلیۃ ایک اور موقع پر لکھتے ہیں رکاز المعدن :-  
 ۵۔ قول صاحب لسان العرب :- ائمہ لغت علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن الاعرابی کے حوالہ سے لسان العرب میں لکھا ہے رکاز  
 ما اخرج المعدن (لسان العرب ص ۲۲) قول صاحب منہی الادب :- امام ابو علامہ صاحب منہی الادب رقمطراز ہیں رکاز کالجبال  
 ملے کہ حق تعالیٰ در کاہنا پیدا ساختہ و مال نہاں کرد و اہل جاہلیۃ در زمین (التقریر للترمذی ص ۲) مندرجہ بالا اقوال کی تائید علامہ صاحب  
 مجمع الغرائب، علامہ امام ابن الاثیر جزریؒ، علامہ تورنیشی صاحب شرح المصابیح اور علامہ صاحب المغرب کے کتب لغت سے ہوتی ہے  
 جن میں انہوں نے ان کلمات سے رکاز کی تعریف کی ہے رکاز هو الاشیاء فی الارض اما مخلوقا من الارض و هو المعدن او  
 موضوعا فی الارض و هو الكنز۔ ان جملہ اہل لغت، اہل علم اور مشہور مصنفین کی عبارات سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ رکاز کا مصداق  
 آدمین معدن ہی ہے جبکہ کنز پر رکاز کا اطلاق ثانوی درجہ میں ہے ۲۔ دلائل قوانینہ و روایات :- ارشاد باری :- قرآن مجید  
 میں ہے و اعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسہ الا یہ غنیمت میں جس طرح مال منقولہ حاصل ہوا ہے سب طرح غیر منقولہ  
 ال زمین بھی کفار کے قبضہ سے و اگر اراکائی جاتی ہے لہذا جس طرح غنیمت کے مال منقولہ میں خمس واجب ہے اسی طرح غیر منقولہ مال

زمین سے جو مال حاصل ہو اس میں بھی خمس واجب ہونا چاہیے ۲۔ حدیث الباب :- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال وفی  
الوکاذا الخمس رداء النجاری وسلم والترمذی وغیرہم اصل لسان محققین فن کے اقوال سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ رکاز کا مصداق  
اول معدنیات ہی ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۳۔ حدیث قولی :- عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده مرفوعاً قال خفیہ (کنز)  
وفی الوکاذا الخمس رداء الوداد وادواکم والشافعی والبیہقی وغیرہم بسند صحیح اس حدیث میں وفی الوکاذا کا عطف فی کنز  
پر کیا گیا ہے جو مغایرۃ کا مقتضی ہے جس سے معلوم ہوا کنز کے علاوہ رکاز یعنی معدن میں بھی خمس واجب ہے ورنہ نفی الکنز کے بعد وفی  
الوکاذا کے اضافہ کے کیا معنی؟ ۴۔ حدیث قولی :- عن ابی ہریرۃ مرفوعاً فی الوکاذا الخمس قیل وما الوکاذا قال الذہب الذی  
خلقه اللہ تعالیٰ فی الارض یوم خلقت وفی روایۃ الوکاذا الذہب الذی ثبت بالارض رداً لالامام ابو یوسف فی کتاب  
الخروج فی البیہقی والداقطنی یہ حدیث مختلف ضعیف اسناد سے کتب حدیث میں مروی جسے بوجہ کثرتہ طرق تأیید میں پیش کیا جا  
سکتا ہے نیز یہ مفہوم اور کئی احادیث میں مروی ہے اور اصولیین کے نزدیک ضعیف حدیث کثرتہ طرق سے قوی ہو جایا کرتا ہے۔ ان روایات  
کے علاوہ حدیث سیدنا ابن عمرؓ اثر موقوف سیدنا علیؓ اور سیدنا عمرؓ کتب احادیث میں موجود ہیں جو قطعاً اور روایت مسلک حنفیہ کی تائید  
ہیں ۲۔ دلائل عقلیہ :- دفیئہ جاہلیہ (کنز) میں وجوب خمس کی علت یقیناً آپ کے مال دفیئہ جاہلیہ کا مال غنیمت ہونا ہے بعینہ  
یہی علت معدن میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے معدن میں بھی زکوٰۃ کی بجائے خمس واجب ہونا چاہیے ۲۔ شریعت مطہرہ نے مقدار زکوٰۃ وصدقہ  
کے تعین میں اس بات کو مد نظر رکھا ہے کہ بتنی تکلیف و مشقت سے جو مال حاصل ہو اسی نسبت سے صدقات کو مقرر کیا جائے چنانچہ  
سب سے پہلے محصول مال کنز اور معدن ہے اسی لئے جناب شارع علیہ السلام نے صدقہ کی سب سے زیادہ شرح ان دو پر مقرر فرمائی یعنی  
خمس مال پھر اسی طرح زرعی بارانی پیداوار پر اس میں عشر کو متعین فرمایا۔ پھر نہری پیداوار پر اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ اور  
سب سے زیادہ جمع محصول مال مال تجارت ہوا کرتا ہے اس لئے اس میں سب سے کم شرح خمسہ درہم فی مائتین یعنی چالیسواں  
حصہ عائد فرمایا۔

(ب) دلائل ائمہ ثلاثہ :- حدیث الباب :- عن ابی ہریرۃ مرفوعاً قال والمعدن جبار وفی الوکاذا الخمس رداء الترمذی  
طریق استدلال یوں ہے کہ رکاز کا معدن پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرۃ کا تقاضہ کرتا ہے لہذا وفی الوکاذا الخمس کے  
حکم سے معدن خارج ہوگا اور معدن میں خمس واجب ہوگا بلکہ جبار فرما کر خمس کو معاف فرما دیا۔ نیز اگر رکاز سے  
معدن مراد ہو تو حضرت شارع وفیہ خمس فرماتے جب وفیہ کی بجائے الوکاذا اہم ظاہر فرمایا تو معلوم ہوا کہ رکاز اور معدن دو الگ الگ  
جز ہیں نہ کہ معدن رکاز کا ایک فرد ہے ۲۔ عمل شارع :- عن ربیعۃ ان رسول اللہ قطع لبلال بن الحارث معدن القلیۃ  
فقلت المعدن لا یؤخذ منها الی الیوم الا الزکوٰۃ رداء الامام مالک فی الموطا ۳۔ دلیل لغوی :- لغت میں رکاز کنز  
کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہذا کنز میں خمس واجب ہوگا۔



۱۔ جبار بمعنی عفو ضمان : علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں جبار کے معنی عفو ضمان  
 ۲۔ جوابات دلائل : حدیث کے میں عفو خمس کے نہیں کیونکہ اس جملہ کے قبل اور بعد والے دونوں متصل جملوں (انجوار  
 جرحھا جبار اور البزجسب اد) میں بالاتفاق دیت کے احکام کا بیان ہے چنانچہ المعدن جبار کے معنی ہوں گے کہ اگر  
 کوئی مزدور کان میں گر کر ہلاک یا زخمی ہو جائے تو مالک معدن پر خون بہا مافات ہے اس پر کوئی ضمان نہیں ۲۔ ذہب و  
 فضہ میں بالاجماع عدم عفو اگر سیاق و سباق کے خلاف یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جبار کے معنی عفو خمس کے ہیں تو پھر بھی  
 مسلک ائمہ حدیث الباب سے مؤید نہیں ہوتا کیونکہ معدن فتنہ اور معدن ذہب بچہ حضرات ائمہ وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں عفو زکوٰۃ  
 کے قائل نہیں گویا حضرات ائمہ کا حدیث الباب میں اپنی محتمل تشریح پر بھی عمل نہیں اگر جبار بمعنی ہدر اور عفو کے ہیں تو پھر  
 حضرات ائمہ وجوب زکوٰۃ کا قول کیسے فرماتے ہیں ۳۔ ائمہ لغت کے اقوال سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ رکاز کے معنی میں عموم  
 ہن کنز و معدن دونوں کو شامل ہے اور دونوں میں خمس واجب ہے اب اسم صغیر و فیه کی جگہ دنی الرکاز اسم ظاہر مندرجہ ذیل وجوب  
 سے فرمایا گیا معدن کے بعد لفظ ہن مذکور ہے اب اگر و فیه کہا جاتا تو یقیناً معنی غلط ہو جاتے اس لئے دنی الرکاز فرمایا  
 ۴۔ فیه الخمس کہنے سے صرف معدن میں خمس واجب ہوا لہذا عموم کے لئے کہ کنز اور معدن دونوں میں خمس واجب ہو دنی الرکاز  
 فرمایا ۳۔ کلمہ معدن سے مراد کان ہے اور کان سے وہ اشیاء مراد ہیں جو ان کانوں میں مرکوز ہیں گویا اولاً ظرف و محل کا اور ثانیاً  
 مفرد و حال کا حکم مذکور ہے۔ جوابات حدیث ثانی : ۱۔ ضعیف، مندرجہ ذیل حفاظ و اصحاب حدیث کی نظر میں  
 یہ حدیث صحیح نہیں علامہ ابن عبد البر کی فرماتے ہیں انہ منقطع ۲۔ علامہ ابو عبیدہ کتاب الاسوال میں تحریر فرماتے ہیں :

هذا حديث منقطع ومع النقاش ليس ان النبي امر بذلك كانه حديث منقطع ہونے کے ساتھ اس میں لایوخذ منہا  
 الا الزکوٰۃ کا جرح جناب تابعی کا اجتہاد ہے جو یقیناً مرجوح ہے ۳۔ خود امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں ليس هذا مما  
 يثبتہ اهل الحديث کہ زکوٰۃ فی المعدن نبی اکرم سے ثابت نہیں گویا یہ حدیث ان کے ہاں سنداً ضعیف اور منقطع ہے۔  
 ۴۔ حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک لفظ زکوٰۃ کا اطلاق خمس پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ امام مالک نے الموطا میں زکوٰۃ الرکاز کا باب  
 بالخط ہے جواب دلیل لغوی، لفظ رکاز عام ہے کنز و معدن دونوں کو شامل ہے جس کا ثبوت کتب اہل فن سے دیا چکا  
 ہے۔ برہ حال حضرات اہناف کا مسلک ہر پہلو سے راجح ہے نیز انفع للمساکین و الفقراء ہونے کے اعتبار سے بھی وجہ ترجیح  
 اس مسلک میں ہے۔

## وافق المدارس (ترمذی)

۳۹۲ھ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الجماع جرحھا جبار والمعدن  
 جبار والبیر جبار و فی الرکاز الخمس اوضحوا معنی الحدیث و بینوا حقیقۃ الرکاز ما الفرق  
 بین الكنز والرکاز هل هما متحدان او مفترقان ؟ و حرروا الاختلاف الائمة الاربعہ  
 و مذہب الامام الہمام ابی حنیفۃ النعمان۔

۱۳۹۵ھ: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البعہا وجرہا جبار  
والمعدن جبار و البیر جبار و فی الرکاز الخمس بدینوا مراد الحدیث والفرق بین المعدن والکنز والرکاز واختلاف  
الائمة وأجیبوا عن ایرادات الکماظم البخاری علی مسلك الاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ.

## تنظیم المدارس

(موظا امام محمد)

۱۳۹۴ھ

کنز کی تعریف بیان کریں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ آپ کی بیان کردہ تعریف صحابہ کرام میں سے کس سے مروی ہے؟

پرچوں میں درج ذیل چار ابکات حل طلب ہیں۔

۱۔ مراد حدیث ۲۔ رکاز اور معدن کی تعریف مع بیان فرق ۳۔ اختلاف ائمہ ہدایہ ۴۔ اعتراضات امام بخاری

مع جوابات

**الحل:** مذکورہ بالا چار ابکات میں سے پہلے تین تحریر ہو چکے نمبر ۴ درج ذیل ہے۔

۱۔ اعتراضات امام بخاری مع جوابات (یہ سوال درحقیقت صحیح بخاری سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور جامع ترمذی سے کم اس لئے آپ تفصیلی سوالات و جوابات ہماری تصنیف لطیف مفتاح النجاح

جلد دوم میں دیکھ سکتے ہیں یہاں حسب ضرورت تحریر کیا جاتا ہے)

امام بخاری نے حضرات احناف اور مجاہد فقہاء پر دو اعتراضات وارد کئے ہیں۔ ۱۔ آپ کا رکاز کے لغوی معنی سے استدلال درست نہیں ۲۔ آپ کے مسلک میں تناقض ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ابطال استدلال لغوی: امام بخاری نے مسلک ضعیفہ پر الزام عائد کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو شہہ کیا جائے نا تجارت میں بہت زیادہ نفع حاصل ہو یا کسی کے باغ میں بکثرت پھل ہوں تو اسے محاورہ عرب میں کہا جاتا ہے کہ اُرْکُزْتَ یعنی جس طرح رکاز کا لفظ معدن پر بولا جاتا ہے اسی طرح رکاز کا لغوی اطلاق ان تین صورتوں میں بھی ہے کہ پھر چاہئے کہ شہی ہو ہو تب درج

اور پھل پر بھی رکاز کا اطلاق صحیح ہو اور ان چیزوں میں بھی غش واجب ہو مالا کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ محض اُرْکُزَ الْمَعْدِنُ کے لغوی اطلاق اور فقط اسی و لغوی اشتراک سے علمی اشتراک یعنی وجوب غش پر حضرات احناف کا

لے ماخوذ از ما ینفع الناس



استدلال قطعی درست نہیں ذیلاً قُلْنَا عَلَیْکُمْ مَا یَنْزِلُمْ جَوَاب :- یہ استدلال خود امام صاحب سے نہیں بلکہ صرف اُن کے بعض تلامذہ سے منقول و ثابت ہے اور وہ بھی محض تائید و تقویت کے درجہ میں جبکہ حضرات حنفیہ کا اصل استدلال امارتِ مرفوتہ سے ہے جو بالکل خلاف میں گزرتے اور یہ محض تائیدی دلیل ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے اقوال میں تناقض ہے وہ یوں کہ اُن کے نزدیک معدن کو چھپانا اور اس کا اثبات تناقض، خمس بیت المال کو ادا نہ کرنا جائز ہے تو پہلے خمس معدن کو امام اعظم نے واجب قرار دیا اور پھر کتمان کر جائز جس سے یقیناً وجوب خمس کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ واجب ہوتا تو چھپانے کو جائز نہ کہتے اور یہ میرا تناقض ہے۔ جواب :- علامہ قسطلانی مشافہی اور علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ کے یہاں صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر رکاز کا پانچواں محتاج و فقیر ہو اور اس کو براہِ راست بیت المال سے حصہ نہ ملنے کا ظن غالب ہو تو وہ بیت المال کا مصرف ہونے کی حیثیت سے بیت المال کی جانب سے نائب ہو کہ بذاتِ خود وہ خمس اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے حکومت کو دینا لازم نہیں، الغرض وہ خمس تو نکالے گا لیکن مصرف ہونے کی حیثیت سے بذاتِ خود خرچ کرے گا لہذا اس سے وجوب خمس کی نفی قطعاً نہیں ہوتی۔ اس بات کو امام طحاوی نے امام ابو حنیفہ سے یوں نقل کیا ہے: "من وجد رکازاً فلابأس ان یعطى الخمس للمساکین وان محتاجاً جازله ان یأخذ لنفسه"۔

# القول الجامع فی اختلاف المطالع

(ذریہ ترتیب)

تائیف : مولانا محمد عبد القوی صاحب ملتان

ذریہ ترتیب رسالہ اختلافِ مطالع پر علمی اعتبار سے جامع، سائنسی نکتہ نظر سے نافع ہے۔ اختلافِ مطالع کے مسئلہ دقیق پر سیر حاصل بحث اور اتنی اہمیت کے لئے اس رسالہ کو ذریعہ

بنانے کی مخلصانہ سعی کی گئی ہے

الجمہوریہ، ۲۱۶  
نسائی، ۳۳۳  
محمدی، ۳۶۵

## ۸۔ الخرص (پیداوار کا تخمینہ) ص ۱۱۷

۱۔ وضاحت مفہوم حدیث :- سیدنا عبدالرحمن بن سوط بن یسار فرماتے ہیں کہ سیدنا سہیل بن ابی صخر ہماری مجلس میں تشریف لائے اور حدیث مذکور بیان کی کہ حضور اکرم فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی چیز کا تخمینہ لگاؤ تو تہائی حصہ چھوڑ کر ابقا لے لیا کرو۔ اور اگر تہائی نہ چھوڑ سکو تو چوتھائی بہر حال سند میں ضرور چھوڑ دیا کرو۔

۲۔ خرص کی لغوی و اصطلاحی تحقیق :- کتاب صحاح میں ہے الخرص بفتح الخاء وقد تكرر من بابي لنصرف ضربا من الخرد ما على الخلد من الرطب تمرأ یعنی خرص نصر اور ضرب دونوں ابواب سے مستعمل ہے اور اس کی معنی ہیں کہ درخت پر لگے ہوئے تازہ کھجور کے متعلق یہ اندازہ لگانا کہ تازہ کھجور خشک ہونیکے بعد کتنی ہوگی (ب) تعریف اصطلاحی :- حضرات فقہاء کی اصطلاح میں یہاں دو کتاب از کلاہ میں اخرص کا مطلب ہے کہ حاکم یا بادشاہ وقت کھیت یا باغ میں پھل پکنے سے قبل کسی ماہر آدمی کو بھیجے جو جا کر یہ اندازہ لگائے کہ اس سال پھل کی مقدار کتنی ہے یا نیز وہ غار میں رہا ہر آدمی اس تمام پیداوار میں عشر و صدقہ کا اندازہ کر کے مالک زمین کو بیت المال کے لئے عشر کی مقدار سے آگاہ کرے تاکہ مالک اس میں خیانت نہ کر سکے۔ وجز المساک فیہ ۲ میں ہے الخرص هو حرد ما على الخلة من الرطب تمرأ یعرف مقدار عشر فیثبت علی مالکہ و یخلى بینه و یؤخذ ذلک المقدار وقت الجداد۔

۳۔ اقوال ائمہ :- مختلف ہیں ان مباحث میں سے جناب مخمّن نے نفس خرص کے جواز اور عدم جواز کے متعلق پوچھا لہذا وہی دُج ذیل ہے۔ اہم اہم عظیم اہم ابو حنیفہؒ حضرات ماجہینؒ اہم سفیان ثوریؒ اہم شعبیؒ اور جمہور فقہاءؒ کے نزدیک خرص اعتبار شرعاً جائز ہے اور خرص تضمین ناجائز اور غیر معتبر۔ خرص اعتبار یہ ہے کہ لوگوں کو ڈرانے کے لئے تخمینہ اور اندازہ کیا جائے تاکہ عشر کی تشخیص صحیح ہنچ پر ہو سکے اور لوگ خیانت کر سکیں اور خرص تضمین کی تعریف یہ ہے کہ غار میں جتنی پیداوار کا اندازہ لگا کر آئے مالک ارض سے بطور ضمان تخمینہ کے مطابق اتنا عشر وصول کر لیا جائے خواہ پھل کے پکنے کے بعد پیداوار تشخیص اور تخمینہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ گو یا حضرات احنافؒ کے نزدیک خرص جائز ہے لیکن عشر کے لئے مدار نہیں لہذا اگر غار میں اور مالک ارض کے درمیان اختلاف ہو جائے تو غار میں کا قول باطل اور غیر معتبر ہوگا (علامہ ابن قدامہؒ نے معنی ص ۱۷۷ میں حضرات فقہاء اہل کوفہ کا مسلک یوں نقل کیا ہے الخرص فطن و تخمین لا یلزم بہ حکم دایما کان الخرص تخولفاً لئلا یجنوا) ۲۔ اہم مالک، اہم شافعی، اہم احمد اور جمہور مجاہدین کے نزدیک خرص خیانت اور نقصان کی صورت میں واجب اور عام حالات میں مستحب ہے نیز بصورت اختلاف غار میں کا قول حجت اور قابل اعتبار ہوگا پھر ان حضرات کے اقوال میں آٹھ وجوہ سے اختلاف ہے جن میں سے بعض مشہور وجوہ حسب ذیل ہیں ۱۔ خرص کن کن چیزوں میں معتبر ہے اہم شافعی اور احمد کے نزدیک صرف کھجور اور انگور میں خرص جائز ہے ۲۔ اہم مالک کے نزدیک زیتون میں بھی جائز ہے ۳۔ اہم بخاری کے نزدیک ہر اس پھل میں جو خشک اور تر



دونوں حالتوں میں قابل انتفاع ہو غرض معتبر ہے ۲۔ ملائم دواؤں کا ظاہری دغیرہ کے نزدیک صرف کھجوروں میں غرض محبت ہے ۲۔ بخار ص کے قول کا اعتبار ہو گا یا نہیں ۱۔ ام مالک اور بعض فقہاء کے نزدیک غرض کا قول قابل محبت ہو گا خواہ خشک ہونے اور پکنے کے بعد کی پیداوار تھینے سے زیادہ ہو یا کم جبکہ ام شافعی کے نزدیک مال کا اعتبار ہو گا نہ بخار ص ایک ہو یا دو ۱۰۔ ام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ہر قابل اعتبار غرض کافی ہے ام شافعی کے نزدیک غرض کے لئے دواؤں کی ضرورتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۔ قول شارح ۱۔ عن جابر بن رسول اللہ منہ عن الخرص وقال رأیتہم ان ھک  
**دلائل فقہاء (الف) دلائل احناف** الثمرا یحب احدکم ان یا کل مال اخیه بالباطل رواہ الطحاوی اس حدیث میں صراحت ہے  
 کہ غرض کے تخمینہ کے مطابق بطور ضمان مالک ارض سے عشر وصول کرنا حرام اور منہی عنہ ہے ۲۔ قول شارح ۱۔ عن جابر بن سمرة قال  
 ان السبئی منہ عن یحییٰ بن عمر عن یحییٰ بن رداء الطحاوی وغیرہ ۳۔ قول شارح ۱۔ عن ابی ہریرۃ منہ عن رسول اللہ عن المحاقلة والمزابنة  
 رواہ البخاری ومسلم والترمذی وغیرہ مزابنة اور محاقلة کی ممانعت میں احادیث حدیثہ کو پہنچی ہوئی ہیں اصطلاح فقہ میں مزابنة کہتے  
 ہیں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے عوض میں بیچنا۔ اگر غرض قصین کو شرفاً محبت قرار دیا جائے تو منہجہ ذیل منہی عنہ حرام  
 بیوع کا ارتکاب لازم آتا ہے کیونکہ غرض قصین میں غرض مالک ارض سے درخت پر کھڑی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں کھجور لے لیتا ہے۔ بیع  
 مزابنة ۲۔ بیع الرطب بالنرسینۃ ۳۔ بیع الحاضر للغائب بالاتفاق یہ تینوں بیوع احادیث صحیحہ اور قواعد شرعیہ فقہیہ کی رو سے باطل ہیں۔  
 ۲۔ دلیل اصولی ۱۔ ایک جس کو ادھار بیچنے میں شرعی اصول یہ ہے کہ نسیمۃ (ادھار) نہ ہو بلکہ نقد موجود یہاں نہیں لہذا فقہاء ان شرط  
 سے غرض ناجائز اور باطل ہو گا ۵۔ غرض ایک تخمینی عمل ہے جس میں کمی بیشی کا احتمال ہے جو قواعد شرعیہ کی روشنی میں رہنا ہوتا ہے جیسے  
 کہ مزابنة کو احتمال تفاضل اور ربوا کے پیش نظر ناجائز قرار دیا گیا۔

۱۔ حدیث الباب ۱۔ عن سہل بن ابی حمۃ مرفوعاً اذا خرصتم فخذوا رواہ الترمذی وغیرہ ۲۔ عن  
**(ب) دلائل حجازیین** عتاب بن أسید مرفوعاً قال فی زکوۃ الکروم انہا تخصص کمای تخصص النخل رواہ الترمذی والبداد  
 ۳۔ عن عائشة قالت کان النبی یبعث عبد اللہ بن رواحہ الی یحوز خیبر فیخص النخل رواہ البداد و ۴۔

۲۔ **جوابات** ۱۔ تصنیف ۱۔ احادیث بالا میں سے حدیث الباب میں عبد الرحمن بن سعید بن یزید ایک متکلم فیہ راوی ہے اسی وجہ سے امام  
 ترمذی نے حدیث الباب پر نہ تو صحت کا حکم لگایا ہے اور نہ ہی حسن کا حدیث سیدنا عتاب بن اسید  
 سنداً منقطع ہے کیونکہ سیدنا عتاب بن اسید کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی اور سیدنا سعید بن المسیب کی ولادت ۱۵۷ھ یا ۱۵۸ھ میں ہوئی لہذا الفاؤ  
 سماع ثابت نہیں بلکہ محال ہے۔ کہا ہوا ظاہر اور حدیث سیدنا عائشہ کے اسناد میں ایک راوی مجہول ہے اسی لئے علامہ ابو بکر بن العربی مالکی  
 نے جملہ احادیث میں غور و فکر کے بعد یہ فتویٰ صادر فرمایا و لیس فی الخرص حدیث صحیحہ (شرح المہذب ۱/۴۴) ۲۔ تخصص اعتبار ۱۔  
 حدیث بالا میں غرض سے غرض اعتبار مراد ہے کیونکہ بالاتفاق غرض کا اصلی فائدہ یہ ہے کہ حکومت پیداوار کے پکنے سے قبل یہ اندازہ کر سکے کہ اس  
 مال پیداوار کتنی ہوگی اور کتنا عشر بیت المال کو وصول ہو گا تاکہ زمیندار اور مزارعین خیانت کر سکیں ۳۔ اس وجہ سے جملہ احادیث معمول یہاں

ہو جائیں گی اور روایات کا آپس میں تعارض رفع ہو جائیگا نیز رہا دیگرہ کا احتمال رفع ہو جائے گا ۲۔ منسوخ: حکم غرض حرمت سے قبل پر محمول ہے لہذا تحریم ربطہ کے بعد غرض کا حکم منسوخ ہو گیا اور خصوص ربوا غرض کے لئے نسخ ٹھہریں کیونکہ ربوا کی حرمت حجتہ اوداع میں ہوئی تھی نیز سیدنا جابرؓ کی حدیث (رداء الطحاوی) میں نسخ کی تصریح ہے (بذل الجہود ص ۴) م یخصر مخصص بغیر المسلمین ۱۔ علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ یہودیہ و نصیرہ جو کہ فاسق اور غیر امین تھے اس لئے صرف انہیں ڈرانے اور خیانت کے سد باب کے لئے ان کے ساتھ غرض کا معاملہ کیا گیا کسی عجمی دین سے مسلمانوں کے ساتھ غرض کا معاملہ ثابت نہیں لہذا غیر مسلم خائنین کے حق میں اب بھی غرض اعتبار جائز ہے ولا خلاف فیہ علامہ صنیؒ لکھتے ہیں لم یثبت عندہ خصوص النخل الا علی الیہود لا منہم کافوا غیر اہلنا واما المسلمون فلم یخص علیہم امین ص ۱۵۱۔ غیر غرض میں عدم ثبوت خصوص ۲۔ اگر احادیث کی صحت تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی احادیث بالا میں غرض صرف کھجوروں میں ثابت ہے حالانکہ اس زمانہ میں زیتون وغیرہ کثرت سے ہوتے تھے اور ان میں کھجور کے علاوہ کسی بھی پھل میں کسی روایت سے غرض ثابت نہیں۔ (اس بات پر اجماع ہے کہ مزارعت اور مساقات میں نہ تو غرض اعتبار جائز ہے اور نہ ہی غرض تصنیف نیز مالک اور مزارعہ اسی طرح مالک اور کاشتکار کے درمیان بھی غرض ناجائز ہے صرف اور صرف اختلاف حکومت اور کاشتکاروں کے مابین ہونے والے غرض میں ہے)۔

## وفاق المدارس

(ترغی)

۱۴۰۰ھ عن عبد الرحمن بن مسعود بن نيار جاء سهل بن ابی حنيفة الى مجلسنا فحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول اذا اخرصتم فخذوا ودعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربيع، اذ ضحوا مراد الحديث وبيان حقيقة الخوص لغة واصطلاحاً واختلاف الأئمة فيه، ما مسك الامام الشافعي وما يقول ساداتنا الحنفية كثر الله جمعهم۔  
اس پرچہ بالا میں تین امور زیر بحث ہیں۔

۱۔ وضاحت مفہوم حدیث ۲۔ غرض کی لغوی و اصطلاحی تحقیق ۳۔ اقوال ائمہ

**الحل:** تینوں امور پرچہ سے قبل حل ہو چکے اور فرمایا۔



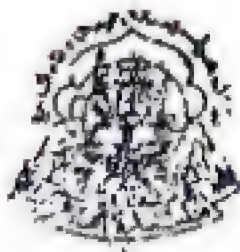
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# اَبْوَابُ الصَّوْمِ

فَهْرَسْت

- ۲۳۱ ۱- اختلاف مطالع  
۲۳۶ ۲- صوم سفر  
۲۳۸ ۳- جماعت صائم

أَرْبَعُونَ ۳۱۸-۱۱۰۳



مكتبة دارالعلوم

عجید پور • قندھار آباد • ملتان • پاکستان

مولانا مالک ص ۲۲۵  
مولانا محمد ص ۱۸۸  
ابن جریر ص ۱۲۰

البدایہ ص ۲۱۹  
نسائی ص ۳۰۰  
بخاری ص ۲۵۵  
مسلم ص ۲۲۴

## ۱۔ مسئلہ اختلاف مطالع

ترذی ص ۱۲۴

سیدنا کریم بیان فرماتے ہیں کہ سیدہ ام الفضل بنت حارثؓ نے مجھے مکہ شام سیدنا امیر معاویہؓ کے سلیس ترجمہ ہاں بھیجا۔ میں شام آیا اور میں نے سیدہ ام الفضل کا کام پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ میں وہیں تھا کہ مجھے ماہ رمضان کے چاند کا خبر دی گئی اور یہ چاند جمعہ کی رات کو دکھائی دیا۔ پھر ماہ رمضان کے آخر میں میں واپس مدینہ منورہ پہنچا تو سیدنا ابن عباسؓ نے مجھ سے خیریت دریافت کی اور ماہ رمضان کے چاند کے بارے میں پوچھا کہ تمہارا چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا جمعہ کی رات کو سیدنا ابن عباسؓ نے دوبارہ سوال کیا کہ کیا تم نے چاند جمعہ کی رات کو دیکھا تھا؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ چاند شام نے دیکھا اور انہوں نے جمعہ کا روزہ رکھا اور خود سیدنا امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا ہے اسی اعتبار سے ہم تو تیس روزے مکمل کریں گے یا پھر ہم تیس کی رات کو ماہِ شوال کا چاند دیکھ کر انتیس روزے رکھیں گے۔ میں نے کہا کہ کیا سیدنا امیر معاویہؓ کا چاند دیکھنا اور روزہ رکھنا آپ کے لئے حجت نہیں آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ رسول اکرمؐ نے ہمیں یہی تعلیم دی تھی۔

۲۔ اختلاف مطالع کا مفہوم :- علاقوں سے مختلف ہوا کرتا ہے نیز یہ بات بھی بدیہی اور واقعی ہے کہ سورج اور چاند دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں موجود رہتے ہیں اگر دنیا کے کسی کونے میں چاند اور سورج غروب ہو چکے ہوتے ہیں تو دوسری جگہ وہی سورج اور چاند طلوع ہو کر ظاہر ہوتے ہیں ایسے ہی اگر ایک چاند ہلال بن کر مدہم دکھائی دیتا ہے تو دوسرے کئی مواضع میں وہی حلال پورا چاند بن کر چمک رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ ماہرین علم ہیئت، افلاک اور سائنس کی یہ متفقہ رائے اور یہ تجرباتی فیصلہ ہے کہ مشرق و مغرب کے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر سورج کے طلوع اور غروب میں ایک گھنٹہ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ ایسے ہی بائیسویں پر آدھ گھنٹہ کا اور ڈھائی سو میل پر پندرہ منٹ کا۔ بہر حال اختلاف مطالع ایک بدیہی اور واقعی چیز ہے جس کا انکار خلاف عقل اور بدیہی البطلان ہے حضرات ائمہؒ میں اختلاف اقوال کی وجہ یہ نہیں کہ یہ ائمہؒ رشد و ہدایت ایک بدیہی اور واقعی امر کو تسلیم نہیں فرماتے یا ان حضرات کے نزدیک دنیا میں ایسا اختلاف موجود نہیں بلکہ اختلاف مطالع کو مد نظر رکھتے ہوئے اختلاف اس امر میں ہے کہ شرعی احکام میں اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟

لے یہ بات محل نظر ہے تفصیل حضرت مولف موصوف کے رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔



۱۰۳ احکام شرعیہ میں اختلافِ مطالع کی حیثیت :- اجماع ہے کہ سوائے صوم رمضان کے تمام مسائل اور احکام شرعیہ میں اختلافِ مطالع معتبر ہے۔ چنانچہ نماز کے اوقات خمسہ، ماہ رمضان میں افطار و سحور، مسائل زکوٰۃ، قربانی، عیدین اور عدت وغیرہ کے لئے اپنے مطالع کا اعتبار ہوگا اور ہر بستی کے لوگ اپنے مطالع کے اعتبار سے نماز اور افطار وغیرہ پر عمل کریں گے۔  
 ہذا بعض عید الفطر بھی اجماع سے مستثنیٰ ہے۔

۴ مسئلہ الباب میں اختلافِ ائمہ :- اہم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام لیث بن سعد مصریؒ، امام شافعیؒ (فی ردایہ) اور جمہور فقہاء کا صوم رمضان کے لئے مسئلہ ہے کہ جب کسی ایک بستی یا شہر میں رویتِ ہلال ہو جائے تو دنیا کے تمام دوسرے شہروں میں وہی رویت معتبر ہوگی گویا اہل مغرب اگر چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق کے لئے اُن کی رویت حجت ہے چنانچہ ان حضرات کے نزدیک اس خاص صورت میں اختلافِ مطالع کا بالکل اعتبار نہیں بلکہ روئے زمین کے جملہ مطالع وفاق بمنزلہ ایک مطالع وفاق کے شمار ہوں گے اور ساری زمین بلد واحد کی طرح جس بلد میں چاند پہلے نظر آئے گا اُسکی رویت بعد از ثبوت شرعی جملہ مکینانِ روئے زمین کے لئے مطلقاً حجت اور قابلِ تنفیذ ہوگی۔ اولیٰ مقامات میں خواہ کتنا ہی فیصلہ کیوں نہ ہو یہاں تک کہ اُسٹریلیا اور امریکہ میں پہلے والے باشندگان کی رویت سے اہل پاکستان اور اہل مشرق بعید پر روزہ لازم ہو جائے گا۔ ۲۔ امام ابوحنیفہؒ (فی ردایہ) امام شافعیؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام طاووسؒ، سیدنا عکرمہؒ اور سیدنا مجاہدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اختلافِ مطالع معتبر ہے یعنی ہر شہر کا مطالع دوسرے علاقے سے جدا ہے اور ہر علاقہ کے باشندوں کے لئے انکی اپنی رویت حجت معتبر اور قابلِ تنفیذ ہے پیشگی رویت دالۃ مقامات کی رویتِ حلال دوسرے مقامات کے لئے قطعاً حجت نہیں۔ ۳۔ امام زبیریؒ، علامہ ماجشونؒ اور بعض فقہاء اہل سنت محمدیہ کے نزدیک بلاد متباعدہ میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے لیکن مقاماتِ قریبہ یا مملکت واحد یا اقلیم واحد میں اختلافِ مطالع اعتبار نہیں گویا ایک ملک اور سلطنت کے تمام بلاد بمنزلہ بلد واحد کے ہیں اور ان میں اختلافِ مطالع معتبر نہیں چنانچہ رویت میں بسنے والے لوگوں کی رویت دوسرے سلطنت کے باشندگان کے لئے حجت نہ ہوگی۔ مندرجہ بالا تینوں مسائل کے قائلین میں چاروں ائمہ کے بعض مشہور مقلدین فقہاء ہمیں ہر طرف نظر آتے ہیں اور ہر قول کے قائل۔

۵۔ دلائلِ اختلاف :- ارشادِ باری تعالیٰ :- قرآن مجید میں ہے فمن شهد منكم الشهر فليصمه (الایۃ) علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ شہود رمضان روزہ کا سبب اور کلمہ من ہر اس آدمی کو شامل ہے جس کے ہاں شرعی طریقہ سے رویتِ حلال ثابت ہو جائے پس روئے زمین پر اگر کہیں بھی رویت ہو جائے تو شہود شہر ہو جائے گا اور ایک مقام کی پیشگی رویت ہر مقام کے لئے مطلقاً کافی ہے۔ ۲۔ قولِ شارح :- عن ابی ہریرہؓ مرفوعاً قال سمعنا رسول اللہؐ وافرأیتہ رواہ البخاریؒ، ۳۲ مسلم وصاب السنی یہ بات ظاہر ہے کہ ہر



انسان کے لئے فرداً فرداً چنانہ کا بکھنا محال اور ناممکن ہے لہذا یہاں خطاب عام ہوگا اور رویت مطلق اگر کہیں بھی رویت  
فی الجملہ ہو جائے تو دوسرے تمام مقامات پر جملہ مسلمانوں کے لئے وہی رویت مطلقہ نافذ العمل ہوگی۔ اور اختلاف مطالع  
کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۳۔ دلیل عقلی: تمام احکام شرعیہ میں ایک علاقہ کے رہنے والے باسیوں کی شہادت دوسرے علاقہ والوں  
کے لئے معتبر ہوتی ہے لہذا شہادتِ رویت بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کے بغیر مطلقاً معتبر اور نافذ العمل ہوگی۔  
۴۔ قولِ مشارع: سن ابن عمر قال قال رسول الله لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا  
رواہ البخاری و مسلم والبداء و دھشتک وغیرہم یہاں بھی خطاب عام ہے۔ جو اختلاف  
مطالع کے عدم اعتبار پر زیادہ ظاہر اور صریح ہے۔

۱۔ دلیل فریق ثانی :- احادیث الباب :- فقال (عبد الله بن عباس) لكن رأينا ليلة السبت فلا نزال  
حتى تكمل ثلاثين يوماً اذ نزلنا فقلت الا تكفينا برؤية معاوية وصيامه قال لا هكذا  
امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۔ اجتہاد صحابی :- علامہ شوکانی اپنی تصنیف لطیف میل الادبار میں لکھتے ہیں کہ اہل شام اور سیدنا معاویہ  
۲۔ جوابات :- کی رویت کا اعتبار نہ کرنا سیدنا ابن عباس کا اپنا اجتہاد تھا اور ان کا مسلک یہ تھا کہ اختلاف مطالع  
کا شرعاً اعتبار ہے لہذا حدیث مرفوعہ کے مقابلہ میں سیدنا ابن عباس کا اجتہاد یقیناً مفضل ہوگا۔ ۲۔ عدم اعتبار الرویۃ  
لخبر واحد: علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں اور علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں رقمطراز ہیں کہ شرعاً صوم رمضان کے اثبات کے لئے  
چار طریقے ہیں ۱۔ دو مائل بالغ آزاد مسلمان رویتِ ہلال کی شہادت دیں (شہادۃ بالرویۃ) ۲۔ ایسے اوصاف کے حاملین  
انسان شہادۃ رویت پر شہادۃ دیں ۳۔ ایسے اوصاف سے موصوف مسلمان قاضی کے اثباتِ رویت کے فیصلہ پر شہادت دیں  
(شہادۃ علی القضاء) ۴۔ رویتِ ہلال کی خبر مستفیض مشہور ہو جائے اور یہ خبر حد تو اترے کو پہنچ جائے یہاں سیدنا ابن عباس  
کو اہل شام کی رویت مندرجہ بالا شرعی طریقوں میں سے کسی طریق سے بھی نہیں مل رہی بلکہ رویتِ ہلال محض سیدنا کریم کی خبر

تھی جو شرعاً بالاتفاق حجت ملزمہ نہیں۔ ۳۔ عدم اعتبار الخبر لیوم الفطر: علامہ ابن قدامۃ منبلی منفی میں  
اور حضرت شیخ ابن ہند فرماتے ہیں کہ بظاہر تو یہ سوال وجواب صوم رمضان کے بارے میں تھا لیکن درحقیقت  
اس کا اثر ہلال شوال پر پڑنا تھا جیسا کہ درج ذیل قرآن سے ظاہر ہے اور بالاتفاق ہلال شوال کے ثبوت کے لئے دو ثقہ افراد  
کے شہادت کی ضرورت ہے جو یہاں مفقود ہے اس لئے سیدنا ابن عباس نے سیدنا کریم کی خبر کو قبول فرمایا۔  
۱۔ رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے والا تھا جیسا کہ قدمت المدینۃ فی اخرا الشہر کے جملہ سے ظاہر ہے۔ اور  
بالاتفاق دوسرے مقام کی رویت کا اعتبار اس صورت میں ہے جبکہ شروع ماہ ہی میں بروقت شرعی شہادت مل جائے  
۲۔ اجتہادی امور میں کوشش کے باوجود اگر غلطی ہو جائے تو وہ غلطی بالاتفاق معاف ہے اور وہ عمل صحیح ہوتا ہے



لہذا اصل مدینہ کا صوم رمضان میں ایک دن بھیجے ہونا شرعاً صحیح تھا جس کا فیصلہ آخر رمضان میں رؤیہ حلالی شوال سے ہو جائیگا ۳۔ خبر داعد سے قاضی رؤیہ حلال کا فیصلہ شرعاً نہیں کر سکتا اس لئے سیدنا ابن عباس نے اس خبر کو قبول نہ کیا۔

## وفاق المدارس

۳۰۳ھ میں اخرج المؤلف الامام (من حدیث کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بن الشام قال فقدت الشام فقضيت حاجتها واستهل على هلال رمضان وانا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني ابن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم فقالت رأينا ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقالت رأاه الناس واما وصام معاوية فقال لكن رأينا ليلة السبت فلا نزال حتى نكمل ثلثين يوما او نراه فقالت الا تكتفي بروية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم) ۲  
ترجمہ الحدیث ترجمہ صحیحہ حسنة ثم اوضحوا اختلاف المطالع هل هو معتبر في الاحكام الشرعية كلها او بعضها ام لا واختلاف الفقهاء في تلك المسئلة وعليكم ان تبرهنوا مسلک الامام ابی حنیفہ بالجہم القویۃ المرجحة وما المراد باختلاف المطالع۔ وابتجوا فيه بحثا مشبعا۔ اقامكم الله۔

۱۳۸۹ھ (صحیح مسلم)

فقال ابن عباس قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله املة لرويته فان اعني عليكم فاعملوا العدة ..... فحقروا مسئلة لا عبرة لا اختلاف المطالع سيما في هذا الزمان مع بيان اختلاف ائمة فيه وحققوا ما هو الحق عندكم واجيبوا عن هذا الحديث

## تنظيم المدارس

(نسائی)

۱۳۹۴ھ : امام نسائی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں :۔ کریب ان ام الفضل بعثت الى معاوية بالشام قال فقدت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ..... قال لكن رأينا ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل يوما او نراه ..... قال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم

اس حدیث کا ترجمہ کیجئے۔

اخاف اور شوائع کا مذہب صحیح دلائل بیان کر کے مسلک اخاف کو ترجیح دیجئے۔  
حضرت ابن عباس نے جمعہ کی رویت بول کر کرب کی شہادت اور امیر معاویہ اور ان کے اصحاب کی  
رویت کے باوجود کیوں قبول نہیں کیا؟

پرچہ جہات بالا میں درج ذیل پانچ ابیات حل طلب ہیں۔

۱۔ سلیس ترجمہ ۲۔ اختلاف مطالع کا مفہوم ۳۔ احکام شرعیہ میں اختلاف مطالع کی حیثیت ۴۔ مسئلہ الباب  
۵۔ دلائل احناف

**الحل:** قابل استفسار جملہ امور تحریر ہو چکے ہیں۔ دلہ الحمد

حق کی ناقص رائے میں سوائے صوم رمضان کے باقی تمام احکام شرعیہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا اور صوم رمضان کو اجماع  
سے مستثنیٰ کرنا نہ ہی کسی دلیل عقلی سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی دلیل نقلی سے ایسے ہی لا عبرہ لا اختلاف مطالع کے قول کو بلاد  
مستقارہ یا سلطنت واحدہ سے مقید کرنا بلکہ یہ دونوں امور خلاف عقل ہیں  
ہاں اگر فرق ہے تو وہ شمس و قمر کے اعتبار سے ہے نہ کہ کسی اور اعتبار سے یہ کیسے ممکن ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں  
سے گیارہ مہینوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہو اور صوم رمضان کے لئے اختلاف مطالع غیر معتبر ہو بہر حال اس بارے میں  
مکمل تحقیق احقر کے مستقل رسالہ میں عنقریب آرہی ہے جس میں علمی اور سائنسی رد سے ثابت کیا گیا ہے کہ لا عبرہ  
لا اختلاف مطالع کے عموم کو بلاد مستقارہ یا سلطنت واحدہ سے مقید کرنا نہ ہی دلیل نقلی کے موافق ہے اور نہ ہی دلیل عقلی  
کے ایسے ہی سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ماہ رمضان کو لا اعتبار لا اختلاف مطالع سے مخصوص کرنا۔ بلکہ اختلاف مطالع کے  
اعتبار اور عدم اعتبار کی بنیاد شمس و قمر کے اعتبار سے ہے واللہ اعلم

لے القول الجامع فی اختلاف المطالع



۲۔ صوم سفر

102

سورۃ النور ۲۴

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک عالمت

از مذاہب

آدم احمد بن حنبل

وزہ رکھتے تو جائز

ہر ایک کے لئے روزہ رکھا

100

۔ دلائل جمہور

طراز سے نقشہ بنوگا۔

11

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور لوداؤں کے لیے

100

عبدالمجید بن عبدالمطلب

م. ر. ضیاء حیات

۱۰۰

کتابخانه

من النبي قال ان امة

ن کے کئی آثار جمع فر

10

وللأمة

4076

اور

شادی باری ہے

میں نے کجالت اقامت

مل نہیں کیونکہ

100

النبیؐ لیس من البر الصیام فی السنی (رواہ ابو داؤد و الطحاوی و غیرہما) صحیح مصنون سیدنا جابرؓ اور سیدنا  
کعبہؓ سے کتب حدیث میں مروی ہے جو سنداً صحیح اور متناً صحیح ہیں۔ جب بھالت سفر روزہ رکھنا واجب اجرو ثواب نہیں  
تو روزہ رکھنے کا کیا فائدہ؟ ————— م۔ عن جابرؓ قال بلغ النبیؐ ان الناس صاموا فقال اولئك العصاة  
رواہ ابو داؤد و غیرہ واجب مائیں سفر کو آپؐ نے عامی قرار دیا تو یقیناً بھالت سفر روزہ رکھنا بہت بڑی نسلبی ہوگی۔

۴۔ جوابات | کیت بالا میں جہور مفسرین کے نزدیک قافطر کا جہد محذوف ہے یعنی اگر بھالت سفر افطار کیا تو  
قضا لازم ہوگی ورنہ نہیں ————— آ۔ بصورتہ ضرو۔۔۔ ام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام  
بالاکامحل وہ اشخاص ہیں جن کے لئے صوم فی السفر موجب کلفت ہو جیسا کہ احادیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے خیریت  
کے سایہ میں ایک روزے دار کو بیہوشی کی حالت میں پایا اور اس پر پانی چھڑکا جابرؓ اس تھا آپؐ نے سوال فرمایا کہ:

ما بالیٰ هذا قالوا صائم۔۔۔ (رواہ الطحاوی و ابو داؤد و غیرہما)

۵۔ منکر رخصت۔۔۔ ام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مصیان کی روایات ان لوگوں کے لئے ہیں جو بھالت سفر افطار کو ناجائز  
سمجھیں۔۔۔ م۔ برائے مجاہد۔۔۔ بعض علماء نے یہ توجیہ کی کہ احادیث بالا مجاہدین کے بارے میں ہیں اور  
یقیناً حالت عرب میں روزہ رکھنا مجاہدین کے لئے گناہ ہے۔

۵۔ مسئلہ مذاہب | امام انعم ابو حنیفہؒ حضرات صاحبین کے نزدیک مسافر روزہ دار دوران یوم افطار نہیں کر  
سکتا بلکہ اسے اپنا فرضی روزہ مکمل کرنا ہوگا۔۔۔ آ۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور  
علاء ہجازین کے نزدیک روزہ دار کے لئے اجازت ہے کہ سفر شروع کرتے ہی روزہ توڑ دے۔

## وفاق المدارس العربیہ

۱۲۹۲ھ (طحاوی)۔۔۔ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی  
سفر فرأى رجلاً ماورجل قد اظل علیہ نساء ما هذا؟ فقالوا صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس من  
الایمان تصور موا فی السفر۔

صوم فی سفر کے متعلق بجز الطحاوی آثار و افکار فقہانیہ لوں کے میں نظر تقریر قلمبند کیجئے مختصراً ان کے مذاہب مع اولہ بیان کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ  
کا مسلک بیان کیجئے؟

## تنظیم المدارس

(طحاوی)

۱۲۹۳ھ۔۔۔ مندرجہ ذیل حدیث کا ترجمہ کیجئے، فقہی احکام بتائیے۔ اور وجہ استدلال بیان کیجئے۔  
کان رسول اللہ فی سفر فساى رجلاً ما هذا فقال رسول اللہ لیس من البر ان تصور موا فی سفر۔

الحل۔۔۔ تمام اہم امور تحریر کر دیئے گئے ہیں۔



## ۳۔ حجامتِ صائم

ابن ماجہ ص ۱۷۹  
طہاری ص ۲۳۹  
ویلیام ص ۱۸۵

۱۔ مذاہب | آ۔ امام انصاری ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک خون نکلوانا یا خون نکالنا نہ ہی مفسدِ صوم ہے اور نہ ہی مکروہ۔ ————— ۳۔ امام احمدؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور علماء مجازین کے نزدیک حجامت مطلقاً مفسدِ صوم ہے یعنی خون نکلانے اور خون نکلوانے والے دونوں طرح کے شہام کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ————— ۴۔ سیدنا حسن بصریؒ اور علامہ ابن سیرینؒ کے نزدیک خون نکلانے کا عمل روزہ کے لئے مکروہ ہے۔

۲۔ دلائلِ جمہور | آ۔ حدیث الباب:۔ عن ابن عباسؓ قال احتجم رسول اللہؐ وهو صائم (رواہ البخاری)۔ مسلم وغیرہما | یہ حدیث سندِ صحیح اور متواتر ہے۔ حضرات محدثین کی تحقیق میں حضور اکرمؐ کا نہ کورہ عمل حجامتِ مجتہ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ یو یقیناً آپؐ کی حیا طیبہ کا آخری سال ہے۔ ۴۔ عن ابی سعید الخدریؓ ان النبیؐ رخص فی الجماعۃ للصائم (رواہ النسائی وغیرہ) یقیناً سیدنا ابوسعید خدریؓ کی خبر رخصت، حضور اکرمؐ کے قول و عمل کی بناء پر ہوگی۔ ————— ۵۔ حدیث الباب:۔ عن انسؓ ان اباطیبہ حجم رسول اللہؐ وهو صائم (رواہ الطحاوی وغیرہ) یہ حدیث آئندہ جمہور میں نص ہے۔ نیز اسی مضمون کی ایک روایت سیدنا جابرؓ سے نسائی وغیرہ میں منقول ہے۔ ————— ۶۔ دلیلِ نظری:۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ خضوع دم بول اور غائط کی طرح ناقضِ طہارۃ اور موجبِ محدث ہے جب بول و غائط مفسدِ صوم نہیں تو حجامت بھی مفسدِ صوم نہ ہوگی۔ ۷۔ دلیلِ عقلی:۔ بالاجماع جسم کے کسی حصہ سے خون نکلنا شروع ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لہذا البصیرۃ حجامت خون رکنے سے بھی روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (رواہ الطحاوی وغیرہ) ————— ۸۔ دلیلِ قیاسی:۔ مسئلہ الباب میں آمدہ تمام امارات سے ایک ضابطہ حضرات فقہاء نے اخذ کیا ہے۔ ۱۔ ادخال الشیء فی البطن موجبِ فسادِ صوم ہے۔ ۲۔ اخراج الشیء نہیں صورتِ مذکورہ میں چونکہ اخراج الشیء ہے اس لئے مفسدِ صوم نہ ہوگا۔

۳۔ دلیلِ ائمہ | آ۔ حدیث الباب:۔ عن ابی داؤدؓ قال سمعت رسول اللہؐ یقول افطر الحاجم والمجموع (رواہ الترمذی والطحاوی وغیرہما) یہ حدیث تقریباً بائیس صحابہ سے مروی ہے جن میں سے بارہ کے اسماء گرامی امام ترمذیؒ نے وفی ابواب کے تحت بیان فرمائے ہیں۔ اور ان روایات میں سے تین روایات بالاجماع سنداً صحیح ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ عاقل و مجہول دونوں عملِ حجامت سے مفسر ہو جائیں گے۔ قائلینِ مسلکِ ثالث حدیثِ بالا کے حکمِ افطار کو کراہت پر اور احادیثِ جمہور کے حکمِ رخصت کو جواز پر محمول فرماتے

ہی۔ تاکہ تمام احادیث معمول بہا ہو جائیں۔ — اتحرکناقص رائے میں یہ قول اختیار کرنا اولیٰ ہے کیونکہ حدیث افطار  
قول بھی ہے اور مشہور بھی۔ نیز ضعف سے اندیشہ موت بھی ہے اور ضابطہ یسر کی نفی بھی۔

۲۔ جوابات | آ۔ منسوخ۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حدیث افطار احادیث جمہور سے منسوخ ہے جس پر درج ذیل  
تین شواہد دال ہیں آ۔ بالا جماع حدیث الباب، حدیث سیدنا ابن عباسؓ میں نقل کردہ عمل ہجۃ النواہ  
کے موقع پر پیش آیا جو یقیناً حدیث ابو رافعؓ سے منقطع ہے۔ — ب۔ حدیث مذکور میں نسخ کی تصریح ہے۔ ج۔ عن  
النس قال ان رسول اللہ احتجم وهو مسلم بعد ما قال افطر الحاجم والمحجوم (رواہ احمد و ابو حنیفہ)  
ت۔ یقیناً حکم رخصت، حکم عزیمت کے بعد شروع ہوا کرتا ہے اور عدم افطار لاریب رخصت ہے تو یقیناً منقطع ہونے  
کے سبب ناسخ ہوگا۔

۴۔ جو جلد غیبت۔ ا۔ اہم ٹھادی فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کے استقصاء کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بوقت مجامع  
حاجم اور محجوم غیبت کر لے تھے اس لئے ان دونوں پر حکم افطار لگاتے ہوئے انظر الحاجم والمحجوم فرمایا اور افطار کے  
استباط اجبر صوم مراد ہے گویا یہ ایک واقعہ جزئیہ ہے قانون کلی نہیں۔

۵۔ قریب افطار۔ ا۔ حاجم اس خطر کے پیش نظر کہ کہیں خون مطلق میں نہ چلا گیا ہو قریب افطار ہوا اور محجوم بوجہ  
ضعف کے قریب افطار ہوا جیسا کہ سیدنا انسؓ کا فرمان ہے لا تمکروا الجماعۃ الا من اجل الضعف رواہ الطحاوی  
ت۔ حکم آخری:۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حکم افطار آخرت کے اعتبار سے ہے یعنی افطار یعنی عدم اجبر صوم  
جیسا کہ غیبت وغیرہ پر افطار کا حکم لگایا۔

اتحرکناقص رائے میں حدیث الباب کو اجازت افطار پر محمول کیا جائے یعنی آپ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر حاجم و محجوم  
افطار کرنا چاہیں تو شرعاً انہیں اجازت ہے وہ یوں کہ اگر حجامت کے بعد افطار کر لیا تو ان دونوں پر صرف قضاء صوم ہوگی۔  
کفارہ نہ ہوگا۔ اس توجیہ کے ذیل میں غیبت وغیرہ کی احادیث بھی معمول بہا ہو جائیں گے نیز آجکل ٹیکہ کے ذریعے خون  
لکھوانے والے لوگوں کیلئے ایک آسان پہلو شرعی نقطہ نظر سے سامنے آئے گا جس کے اپنانے میں یقیناً رخصت اور یسر

## حفاق الملائع

(ٹھادی)

۱۳۸۵ھ عن ابی سرافع قال وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقول انظر الحاجم والمحجوم — یہ حدیث مجامع کے مفسد صوم



ہونے میں لیس مرتب ہے۔ یہ کن حضرات کا مسلک ہے اور احناف اس کے قائل ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کا کیا جواب ہے مگر جواب میں امام طحاویؒ کے طرز کو ضرور سامنے رکھیں۔

(ابن ماجہ ۳۸۴ ھ)

## تنظیم المدارس

(ابوداؤد) ۳۹۴ ھ :- حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے۔ انظر الحاجو والمجوم ابن عباس کا روایت ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وهرصائم۔ دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر قطعاً کیجئے!

۳۹۵ ھ (ابوداؤد)

حضرت ثوبان سے روایت ہے انظر الحاجو والمجوم مگر اکثر فقہاء کانتروی اس کے خلاف ہے۔ اس اختلاف کی معقول وجہ بیان کیجئے!

**الحل** :- پرچہ جاتِ بالا میں قابلِ حل امور تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

**نظر طحاوی** | جسم کے کسی حصہ سے خون کا خروج زیادہ سے زیادہ موجبِ حدث ہے جب دوسرے موجباتِ حدث یعنی بول اور غائط کے خروج سے بالاجماع روزہ نہیں ٹوٹتا تو حجامت سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
۲۔ بالاجماع جسم کی کسی رگ سے خون نکلنا شروع ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لہذا بصورتِ حجامت خون نکلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# أَبْوَابُ الْحَجَّ

## فهرست

۴۴۲	در اقسام حج
۴۴۶	در مسئله الاحصار
۴۵۰	۳- سبی
۴۵۲	۴- اشعار و تعلیقات
۴۵۵	۵- نکاح محرم

الطبعة ۱۰۳۰-۱۰۳۱



مکتبہٴ آیت الله العظمیٰ الخوئی

کتابخانهٴ آیت الله العظمیٰ الخوئی



## ۱۔ اقسام حج

نسائی ص ۱۲ تا ص ۱۴ بلذاری  
بلذاری ص ۲۱۵  
ترمذی ص ۱۴۱

(۱) قرآن تمتع اور افراد کی تعریفات: حج کی تین قسمیں ہیں ۱۰۔ افراد ۲۰۔ تمتع ۳۰۔ قرآن اما افراد اصطلاح شریعت میں افراد کی تعریف ان کلمات سے مروی ہے (۱) اَلْاَفْرَادُ اَنْ يَحْرُمَ بِالْحَجِّ فِقْطُ الْمَيْقَاتِ یعنی آیام حج میں میقات سے صرف حج کا احرام باندھ کر فقط افعال حج بجالائے (۲) الافراد ان یھلّ بالعمرة فقط من الميقات یعنی آیام حج کے علاوہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے ایسے حاجی اور معتمر کو مفرد کہتے ہیں (اس کے علاوہ کتب فقہ میں افراد کی اور دو صورتیں بھی ہیں فلیراجع ثلثہ) (۲) تمتع ۱۰ ان یحرم من المواقیات احرام العمرة في شهر الحج فيؤدى افعالها ويتحلل ثم ان يحرم بالحج في يوم التروية ويحج من علمه وهو على نوعين الاول ان يسوق الهدى والثاني ان لا يسوقه: یعنی اشہر حج میں میقات سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر افعال عمرہ ادا کرے پھر سات یا آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے اسی سال حج کا احرام باندھے اور مفرد کی طرح تمام ارکان حج بجالائے ایسے حاجی کو اصطلاح شریعت میں تمتع کہا جاتا ہے۔ تمتع کی دو حالتیں ہیں (۱) تمتع بدون سوق الهدی۔۔۔ یعنی وہ تمتع حاجی جو ہدی اپنے ساتھ لے کر جائے (۲) تمتع مع سوق الهدی: یعنی وہ جو سرزمین حرم میں ہدی اپنے ساتھ لے کر گیا ہو۔ (۳) قرآن: اَنْ يَحْرُمَ الرَّجُلُ مِنَ الْمَيْقَاتِ لِلْعَمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا وَلَا يَتَحَلَّلُ اِلَى اَنْ يَفْرُغَ عَنْ اَفْعَالِهِمَا۔ یعنی آیام حج میں میقات سے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھے اور ارکان عمرہ اور حج بالترتیب بجالائے۔ تمام افعال مفرد کی طرح کرے۔ ایسے حاجی کو شرعاً قارن کہتے ہیں (کتب فقہ میں حج قرآن کی تین صورتیں منقول ہیں۔ فلیراجع ثلثہ)

(۲) اختلاف ائمہ: اس بات پر حضرات ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ مندرجہ بالا اقسام میں سے جس صورت کو اختیار کرے جائز ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مذکورہ بالا اقسام حج میں سے کون سی قسم افضل ہے۔ درحقیقت اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے کہ آیا حجتہ الوداع میں حضور اکرمؐ فداء ابی و اُمّی کے حج کی کیفیت کیا تھی؟ اور آپؐ کا حج کون سا تھا؟ (۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اسحاق بن ہرویہؒ اور جمہور فقہاء و محدثین کا مذہب یہ ہے کہ سب سے افضل حج قرآن ہے پھر تمتع پھر افراد (وہو قول جماعة من الصحابة کا بن عباسؓ وابن مسعودؓ وجابر بن عبد اللہؓ وعمر بن الخطابؓ وانس

بن مائت ومن التابعتین وغیر واحد من اهل العلم کا لنووی وابن حجب من الشافعیہ (یعنی شیخ)  
 (۲) امام دار البیہرہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور بعض فقہاء کے نزدیک فضیلت کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے افراد پھر  
 تنجہ اور آخر میں قرآن (گویا حضرات احناف کے برعکس) (۳) امام المحدثین امام احمدؒ اور حجازیین علماء  
 کے راستے یہ ہے کہ قمتع بدوں سوق المحدثی تمام اقسام خج سے افضل ہے پھر افراد اور آخر میں قرآن (۴) امام  
 محمدؒ اور متاخرین فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایک ہی سال میں دو مستقل سفروں سے پہلے عمرہ اور پھر حج افراد کرنا قرآن  
 سے بھی افضل ہے۔ اگلی ترتیب حسب سابق ہے۔ بہر حال ان ائمہ رشد و ہدایت کے ہاں افضلیت کا انحصار اس  
 بات پر ہے کہ حجۃ الوداع میں محبوب کبریاء حضور انورؐ کے حج کی کیفیت کیا تھی۔ فیلئے وق للائمۃ الہدایۃ  
 رضی اللہ عنہم وارضوا صرنا صرنا لہم رحمۃ اللہ رحمة واسعة ۛ

**۱۳ تطبیق روایات متعارضہ:** حضرات احناف کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرمؐ حجۃ الوداع کے موقع پر تھیں  
 امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ ابتداء میں تو مفرد تھے۔ پھر آپؐ  
 قرآن کر لیا تھا۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کا فرمان یہ ہے کہ احادیث سے یہی اوفق بالحق معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ  
 تھے تو قرآن۔ لیکن آپؐ نے حج قرآن کی نیت کرنے کے بعد خواہش اور اگر وہ اس بات کی فرمائی کہ میں حج  
 تنجہ بدوں سوق المحدثی کرتا۔

امام عینیؒ فرماتے ہیں کہ کتب احادیث میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضور انورؐ کے  
 حج افراد کے راوی سادات صحابہ کی تعداد چار ہے۔ جن میں سے سیدنا ابن عمرؓ کی روایت (متفق علیہ) (۲) سیدنا  
 جابرؓ کی حدیث۔ (۳) سیدہ عائشہؓ کی حدیث رواۃ الشیخان اور (۴) سیدنا ابن عباسؓ کی روایت صحیح مسلم  
 میں منقول ہیں۔ آپؐ کے متمتع ہونے کی روایات پانچ حضرات صحابہ سے مروی ہیں (۱) سیدنا ابن عمرؓ الشیخین۔  
 (۲) سیدنا حضرت علیؓ عند صحابہ۔ (۳) سیدنا سعدؓ عند مسلم (۴) سیدنا ابن عباسؓ عند الترمذی (۵) سیدنا عمران بن  
 حصینؓ عند الشیخین۔ جب کہ حج قرآن کی منقولہ احادیث کے رواۃ حضرات صحابہ کی تعداد بیش ہے (۱) سیدنا ابن  
 عباسؓ صحیح بخاری میں۔ (۲) سیدنا جابرؓ صحیحین میں (۳) سیدنا علیؓ سنن نسائی و ابوداؤد میں۔ (۴) سیدنا عمران  
 بن حصینؓ دارقطنی و طحاوی میں۔ (۵) سیدنا ابن عمرؓ صحیح مسلم میں۔ (۶) سیدہ عائشہؓ سنن ابوداؤد میں (۷) سیدنا جابرؓ  
 بن عازبؓ سنن نسائی و ابوداؤد میں (۸) سیدنا صبی بن عبد سنن ابوداؤد و نسائی میں۔ (۹) سیدنا انس بن مالکؓ  
 صحیح مسلم اور سنن نسائی میں (۱۰) سیدنا سراقہؓ ابوداؤد میں (۱۱) سیدہ ام سلمہؓ عند احمد میں (۱۲) سیدنا عمر بن الخطابؓ صحیح  
 بخاری میں (۱۳) سیدنا عثمانؓ بیہقی و طحاوی میں (۱۴) سیدہ حفصہؓ ابوداؤد میں (۱۵) سیدنا البرقادہؓ طحاوی میں (۱۶) سیدنا  
 عبد اللہ بن ابی اوفیؓ بیہقی و طحاوی میں۔ (۱۷) سیدنا ابو طلحہؓ طحاوی میں۔ (۱۸) سیدنا ہریرؓ بن زبیرؓ دارقطنی میں (۱۹) سیدنا سعد  
 بن ابی وقاصؓ طحاوی میں (۲۰) سیدنا ابوسعید الخدریؓ بیہقی میں۔ ان تمام صحیح و حسن احادیث میں علماء امت اور محققین



مقت نے مندرجہ ذیل تطبیق دی ہے (۱) اختلاف بوجہ اختلاف سماعِ تلبیۃ: علامہ ابن ہاشم اور علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ بالاتفاق قارن کے لیے تین طرح کا تلبیۃ درست ہے (۱) التلبیۃ بحجۃ (۲) التلبیۃ بعمرۃ (۳) التلبیۃ بحجۃ وعمرۃ جب کہ متمتع کے لیے صرف التلبیۃ بحجۃ اور مفرد کے لیے التلبیۃ بحجۃ کہنا کافی ہے۔ چوں کہ حضرات صحابہ نے تینوں طرح کا تلبیۃ آپ کی لسان مبارک سے سنا۔ اس لیے ہیکل بیکھ کے الفاظ سننے والے سادات صحابہ نے اپنے سماع کے اعتبار سے یہ زعم فرمایا کہ آپ مفرد تھے اور ایسے ہی ہیکل بعمرۃ کے کلمات سننے والے حضرات صحابہ نے آپ کو متمتع قرار دیا۔ درحقیقت آپ قارن تھے اور آپ نے قرآن ہی کا احرام باندھا تھا۔ تو گویا اختلاف روایات سماعِ تلبیۃ کے اختلاف کی وجہ سے ہے یہ مفرد و متمتع بوجہ حکم و اذن: علامہ خطابی معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے خود قرآن کا احرام باندھا۔ لیکن آپ نے بعض صحابہ کرام کو حج افراد کرنے کی اور بعض سادات صحابہ کو حج متمتع کرنے کی اجازت فرمائی اور حکم فرمایا تو اس اعتبار سے آپ کی طرف مفرد اور متمتع ہونے کی نسبت امر بالا افراد اور امر بالمتمتع ہونے کی وجہ سے مجازاً کی گئی۔ جبکہ آپ درحقیقت قارن ہی تھے۔ (۴) ابتداء واحداً: علامہ ابن العربی مالکی عارضۃ الاسودی ص ۳ میں رقمطراز ہیں کہ حضور اکرمؐ نے میقات سے بغیر مراحۃ کے حج کا احرام باندھا۔ اور آپ نے کیفیت حج کی تعیین نہ فرمائی۔ اس لیے آپ دوران سفر تینوں قسم کے تلبیۃ پڑھتے رہے لیکن بالآخر جب آپ وادی عقیق میں پہنچے تو رب کائنات نے فرشتہ بزرگ کے واسطے سے قطعی طور پر حکم فرمایا۔ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِ الْمُبَارَكِ رَكْعَتَيْنِ قُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ رَوَاةُ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَؓ تَوَاسَّحُمَا رَهَانِي كَيْفَ تَحْتَ أَفِئَةِ النَّبِيِّ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَيْفَ نَسِيتَ فَرَمَانِي - حضرات صحابہؓ نے دوران سفر سنے ہوئے تلبیۃ کی رو سے حج افراد و حج متمتع کا خیال فرمایا۔ (۵) افراد ابتداء و متمتع لغۃ اعلیٰ: نووی شافعی فرماتے ہیں کہ آپ نے ابتداء میں حج افراد کا احرام باندھا لیکن بعد میں آپ نے عمرہ کی نیت فرمائی اور آپ قارن ہو گئے تو ابتداء کے اعتبار سے آپ مفرد، انجام کار کے لحاظ سے قارن اور ایک ہی سفر میں دونوں عبادتوں کی بجا آوری کے اعتبار سے متمتع تھے کیونکہ لغۃ لفظ متمتع عام ہے قرآن اور متمتع اصطلاحی دونوں کو شامل ہے جیسا

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ - بالاتفاق یہاں لفظ متمتع کا اطلاق حج قرآن پر ہو جہے حضرات صحابہ کو نقل روایات میں مندرجہ ذیل دو وجوہ سے اختلاف ہوا۔ (۱) حضور اکرمؐ چونکہ قارن تھے۔ اور بالاتفاق قارن کے لئے تینوں طرح کا تلبیۃ پڑھنا درست ہے

### ۴: منشأ اختلاف:

لہذا جب حضرات صحابہؓ نے لسان نبوت سے بیک بکجۃ کے کلمات سنے تو آپ کو مفرد اور جب التلبیۃ بعمرۃ سنا تو متمتع اور جب التلبیۃ بحجۃ وعمرۃ سنا تو قارن قرار دیا۔ (۲) حضور اکرمؐ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا اور حضرات صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی جن سے بعض کو حضور اکرمؐ نے حج افراد کی اور بعض کو متمتع کی اور بعض کو قرآن کی اجازت مرحمت فرمائی تو اس اعتبار سے تینوں طرح کی روایات کتب حدیث میں منقول ہیں اس کے

علامہ منہج بالا اور جو تبلیغ بھی غشا اختلاف بن گئے ہیں۔ کما گھو الفناہرہ

۵۔ وجوہ ترجیح : (۱) علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حج قرآن میں چونکہ مشقت زیادہ ہے اس لیے زیادتی ثواب کی وجہ سے قرآن افضل ہے لِقَوْلِهِ أَجْرُكُمْ عَلَىٰ قَدَرٍ مِّمَّا كَسَبْتُمْ (۲) علامہ حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرات خبابہ کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے کیونکہ یہ بات بیش احادیث صحیحہ و مرسلہ سے ثابت ہے (۳) علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ احادیث حج قرآن مثبت زیادہ ہیں اور افراد کی احادیث نافی تو قواعد کے اعتبار سے احادیث صحیحہ مثبتہ مقدم ہوں گی۔ (۴) قرآن کی احادیث صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح بھی ہیں کیونکہ اُن میں قرئت کا صیغہ منقول ہے جب کہ کسی روایت میں تَعْتَمِدُتْ یا أَفْرَدَتْ کا لفظ موجود نہیں۔ (۵) امام طحاوی نے کثرت طرق اور کثرت احادیث قرآن کی وجہ سے شہرت حج قرآن میں ایک ہزار صفحہ کی کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ بات بھی یقیناً وجہ ترجیح ہے۔

وفاق الملائس

آرمندى

۳۸۔ قرآن و جمع و افراد کے اصطلاحی مفہومات لکھیے۔ ان میں حضرات ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟ حضرات خلیفہ کا منہ کیا ہے؟ روایات متعارضہ کے جمع اور تطبیق کی کیا صورت ہے؟ فرضیت ع کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک ہی حج کیا ہے پھر اُس میں حضرات صحابہؓ کے اتنے شدید اختلاف کا منشا کیا ہے؟ سوچ کر تحریر فرمائیے؟

(1)

عن جابر بن عبد الله قال اهلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحج  
 ١٣٤٨ هـ. عن جابر بن عبد الله قال اهلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحج  
 اباعتمروا اقسام الحج من الافراد والتمتع والقران ا.ج. اى قسم من اقسام الحج افضل  
 عنده ، د. اخبروني عن حجة النبي صلى الله عليه وسلم اكان افلا دأ او تمتعاً او قلناً .

پرچہ جات بالا میں درج ذیل چار ابحاث حل طلب ہیں۔

۱۰ قرآن، تفسیر اور افراد کی تعریفات (۲)، اختلافِ ائمہ (۳)، تطبیقِ روایات (۴)، منشاءِ اختلاف صحابہ کرامؓ —

**الحلُّ** | چاروں ابحاث با ترتیب پرچوں سے قبل مرقوم ہیں۔ ذہن نشین فرمائیں۔



## ۲۔ مسئلہ الاحصار

الرداؤد ص ۲۵۷  
مردی نام مالک ص ۳۷۵

۱۔ مذاہب | امام غفرلہ ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ہر وہ چیز جو مجرم کو حج اور عمرہ کی ادائیگی سے روک دے وہ احصار میں داخل ہے خواہ وہ بیماری ہو یا دشمن، نان و نفقہ کا خستہ ہو یا ہمو یا کسی عضو کا ٹوٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔ امام احمدؒ اور علماء حجازین کے نزدیک احصار صرف دشمن کے روکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس کے ہوا کسی عذر سے نہیں (لہذا محرم جب تک حج نہ کر لے اس کے لئے احرام کھولنا جائز نہ ہوگا)۔

۲۔ دلائل احاف | آ۔ ارشاد باری ہے: فَإِنْ أُحْصِرَ قُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ الایہ  
حدیث الباب ۱۔ عن ابن عباس قال ابدل الہدی فان رسول اللہ  
امرا صحابہ ان یبدلوا الہدی و رواہ البوداؤد

یہاں لفظ احصار عام ہے جو ہر مانع کو شامل ہے مشہور امام لغت علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ لفظ احصار عام ہے اور مصر خاص ۳۔ حدیث الباب ۱۔ قال قال رسول اللہ من کسی او عرج ففتحل و علیہ الجدة الاخری و رواہ البوداؤد و الترمذی و حدیث سیدنا ابو ہریرہؓ اور سیدنا ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام البوداؤد فرماتے ہیں۔ قال عکرمہ فضا لبت ابن عباس و اباحیۃ عن ذالک فقال صدق (رواہ البوداؤد ص ۲۵۷)  
۴۔ عن ابن عباس و ابن ذبیر و علیؓ اجمعوا فی معبد بن حرامۃ و کان اصابہ جدہ بنی رملہ و محمد بن جدری پیچک کو کہتے ہیں یعنی معبد بن عرۃ کو چپک بچکنے کی وجہ سے ان اکابرین صحابہ نے انہیں مصر قرار دیا۔  
مندرجہ بالا دلائل مسئلہ احاف میں مبارکہ النص میں جن سے مسلک جمہور کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

۳۔ دلیل ائمہ | ارشاد باری ہے: فَإِنْ أُحْصِرَ قُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (الایہ) یہ آیت حدیبیہ کے واقعہ میں سنہ ۶ کو نازل ہوئی جس وقت حضور اکرمؐ اور حضرات صحابہ کو مشرکین مکہ نے دشمنان اسلام نے عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ احصار صرف اور صرف دشمن کے روکنے کا نام ہے:

۴۔ جوابات و وجوہ ترجیح | علماء اصولیین کا یہ ایک مستقاعہ ہے کہ العبۃ اعموم اللفظ لانیصوص المسود۔ یعنی عموم لفظ کا اعتبار ہوگا کسی خاص میں نزول کا نہیں اسلئے احصار عام ہوگا خواہ کسی سبب سے ہو۔ ۲۔ آیت مذکورہ اگر خاص بھی ہو پھر بھی احادیث سے عموم معلوم ہوتا ہے جو یقیناً آیت قرآنی کی تفسیر ہے۔

**۵۔ مذاہب** | حرم محصر ہو جانے کے بعد جانور کو کسی جگہ ذبح کرے اس میں دو قول ہیں — امام انطس ابوحنیفہؒ اور جہور اہل علم کے نزدیک حصر جانور کو کسی آدمی کے ذریعہ تاریخ مقرر کر کے حرم مکی کی طرف بھیجے جس وقت جانور حرم میں ذبح ہو جائے تو حصر احرام کھول سکتا ہے نیز اس پر حج یا عمرہ کی قضاء بھی لازم ہے۔ امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک محصر مقام احصار پر ہی قربانی کر دے اور احرام کھول لے گویا ان ائمہ کے نزدیک قربان کے لئے حرم مکی متعین نہیں — ان حضرات کا استدلال حدیث الباب سے ہے۔

**۶۔ دلائل احناف** | ارشاد باری ہے ولا تخلقوا زواجاکم حتی یبلغ الہدی حملہ (الایہ) یہ آیت تائید حنفیہ میں نص ہے جس پر حتی یبلغ کے کلمات دال ہیں — قرآن مجید میں ہے والہدی ممکن فان یبلغ حملہ (الایہ) اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ محل ذبح حرم ہے تمام مفسرین نے ان دونوں آیات سے مسلک حنفیہ کو مؤید کیا ہے۔

**۷۔ جوابات** | آخر کی ناقص رائے میں دلائل احناف کے ذیل میں آمد آیات قرآنیہ اور دلائل ائمہ میں سے احادیث نبویہ و روایہ مدنیہ کے موقع پر حضرات صحابہ کا مقام احصار پر قربانی کر کے حلال ہو جانا اور حدیث الباب وغیرہ میں درج ذیل دو طرح سے تطبیق ممکن ہے تاکہ متضاد دلائل میں جمع مفہوم ہو جائے۔

**۸۔ حکم مطلق** | محصر مقام احصار میں قربان کر کے حلال تو ہو جائے لیکن مطلق راس اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ خود یا اپنے کسی غلام کے طرف سے قربان حرم محصر میں ذبح نہ کر لے میری اس توجیہ کی تائید درج ذیل تین دلائل سے ہوتی ہے۔

**۱۔ آیت قرآنی کا منطوق** | ارشاد باری ہے فان احصوتم فدا مستیس من الہدی ولا تخلقوا زواجاکم حتی یبلغ الہدی حملہ (الایہ) اگر تم محصر بن جاؤ تو جو قربان میسر ہو کر لو ظاہر کہ استیساہدی کا حکم محصر ہی کو ہے اور استیساہدی وہی ممکن ہے جہاں اس وقت محصر موجود ہے لہذا مقام احصار ہی میں قربان کر کے حلالی ہو جانا درست ہوگا البتہ مطلق راس اس وقت تک درست نہیں جب تک ہدی ثانی حرم محصر میں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے ہاں اگر کوئی عذر لاحق ہو جائے تو پھر سر منڈا سکتا ہے لیکن بطور جرمانہ نذیر احدہ یا قربانی کرنا ہوگی جیسا کہ آیت بالا کے بعد ہے فمن کان منکم مرلینا اذیہ اذی من داسم فذنیہ من صیام او صدقہ او نسک (الایہ) یہ آیت بھی بحمد اللہ میری دو طرح سے تائید کرتی ہے — اس کے جملہ آیات مجہول کے لئے ہیں ان میں مسئلہ احصاری کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے — حلالی ہونے کا حکم استیساہدی پر ختم ہو چکا ہے البتہ مطلق راس کا حکم جاری ہے جو اس آیت پر اعتقاد پذیر ہو جس پر اذیہ اذی من داسم کے کلمات نص میں فاذا امنتم فمن منع الی آخذ (الایہ) کہ اگر احصار سے امن مل جائے تو پھر اس صورت میں دم شکوہ ہوگا کہ اگرچہ منع یا منع قرآن نصیب ہو جائے جیسا کہ تمتع بالعمرة الی الحج فدا مستیس من الہدی کے جملہ سے ظاہر ہے گویا محصر کے لئے قین جانور ذبح کرنا ہوں



۱۔ مقام احصار میں بوجہ حلال ہونے کے۔ ۲۔ حرم مہترم میں بوجہ خلقِ راس کے۔ ۳۔ ایک تشریف میں بوجہ حج تمتع یا حج قرآن کے اگر حج نصیب ہو جائے۔

۱۱۔ دلیل عقل۔ چونکہ جنایتیں دؤ ہیں اس لئے دم بھی دؤ ہوں گے۔ آ۔ ادا عمرۃ یا حج سے قبل احرام کا اُتار دینا اور بے ہوشے کپڑوں کا پہن لینا ہذا یہ ہدی تو مقام احصار ہی میں ذبح کرنا ہوگا۔ ۱۲۔ عمرۃ یا حج کی ادائیگی سے قبل سر کے بال منڈوا لینا اس لئے اس جنایت کے لئے عیدۃ ہدی ہوگا اور اگر سر کے بال نہ ہی منڈولے کہ اسے مانعاً حرمین کی اجازت مل جائے تو پھر ہدی ساقط ہو جائے گا کیونکہ جنایت سرزد نہیں ہوئی۔

۱۳۔ یُسْر و عمل بالجمیع :- امت مسلمہ کے لئے آسانی کا پہلو بھی اسی میں مضمر ہے کہ مقام احصار ہی میں قربانی کر کے انسان حلال ہو جائے کیونکہ ارشادِ شائع ہے :- یُسْر و لا تَعْسِرُوا الْمُحْدِثِ نِزْتِمَامِ احادیث و آیات قرآنیہ میں تعارض بھی اس توجہ سے رفع ہو جائے گا کہ ہوا الظاہر۔

۱۴۔ لفظ برائے سائن ہدی :- وہ محصر تو وہیں مقام احصار ہی میں استیبار ہدی کر کے حلال ہو جائے جس کا ہدی ساتھ ہو اور جو بغیر ہدی کے چل رہا ہو وہ اس وقت تک حلال نہ ہو سکے جب تک کہ جانور حرم مہترم میں ذبح نہ ہو جائے واللہ اعلم و علمہ اتم و اکمل۔

## وفات المدارس

(البرداؤد) ۱۳۹۳ھ :-

۱۔ عن عمرو بن ميمون قال سمعت ابا حنيفة النخعي يحدث ابى ميمون بن مهران قال خرجت معتمرا عام حاصر اهل الشام ابن الزبير بمكة وبعث معي رجال من قومي بهدي فلما انتهينا الى اهل الشام منعونا ان ندخل الحرم فنحرت الهدي مكاني ثم احللت فم راجعت فلما كان من العام المقبل خرجت لا تقضي عمركي فابيت ابن عباس فساكته فقال ابدل الهدي فان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر اصحابه ان يبدلوا الهدي الذي نحروا عام الحدي ببئته في عسرة القضاة ترجموا الحديث ثم اذكروا اختلاف الائمة في مسئلة الاحصار و ترجموا ما هو الراجح عندكم وما معنى بدل الهدي وهل هذا الحديث يخالف ابا حنيفة ام لا فافقه وما هو جوابه ان كان مخالفاً كتبوا بالامعان والتفكير التام۔

## الحل :-

۱۔ ہج بالامین در ذیل جہ امور دریافت طلب ہیں۔ آ۔ ترجمہ حدیث آ۔ اختلاف ائمہ ۲۔ دلائل اخلاف آ۔ دلیل ائمہ ۳۔ جوابات ۴۔ بدل الهدی کا ترجمہ۔ ان جہ امور میں سے ہمارے بیان ہر پیکے ۲۔ اور ۳۔ در ذیل ہیں۔

۸۔ ترجمہ حدیث | آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے میں نے کان لگایا تو ابو حانزہ الحمری فرمایا ہے تھے کہ جس سال اہل شام نے سیدنا عبداللہ بن زبیر کو مکہ مکرمہ میں قید کیا تو اس سال میں عمرہ کی نیت کئے گھر سے روانہ ہوا اور میرے ساتھ میری قوم کے کچھ لوگ بھی جانور لئے عازم عمرہ ہوئے جس وقت ہم ملک شام پہنچے تو ہمیں حرم محترم میں داخلے سے روک دیا گیا میں نے وہیں مقام احصار میں قربانی کی اور حلالی ہو کر گھر واپس لوٹ گیا۔ آمدہ سال عمرہ کی قضاء کے لئے دوبارہ گھر سے روانہ ہوا تو سیدنا ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کیا آپ نے جواباً فرمایا کہ جانور کے بدلہ میں یا اور قربانی یہاں حرم محترم میں ذبح کرو کیونکہ نبی مکرم نے حدیبیہ والے سال عمرۃ القضاء کے موقع پر اسی طرح حضرات صحابہ کو حکم فرمایا تھا۔

۹۔ بدل الہدی کا ترجمہ | مقام احصار پر ذبح کئے جانے والے جانور کے بدلہ میں حرم محترم پہنچ کر ایک اور جانور ذبح کرنا کیونکہ محصر کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانور حرم محترم پہنچائے جو وہیں ذبح ہو تو پھر وہ محصر احرام کھولے اب جو جانور مقام احصار میں ذبح کیا گیا وہ چونکہ درست نہ تھا اس لئے اس کے بدلہ میں جانور حرم میں ذبح کیا جائے گا۔

نظر طحاوی | دشمن کے روک دینے سے بالا جماع انسان محصر ہو جاتا ہے البتہ اختلاف مرض میں ہے کہ کیا مرض وجہ محصر ہے یا نہیں جیسا کہ مذاہب میں تفصیل گزری لیکن جب ہم مسائل شریعیہ میں دیکھتے ہیں تو دشمن اور مرض کو عذر و ضرورت کی حیثیت سے برابر تسلیم کیا گیا ہے مثلاً ایک شخص قیام پر تو قدرت رکھتا ہے لیکن دشمن نے اسے قیام سے روک دیا یا کھڑے ہونے پر قتل کی دھمکی دی تو بالا جماع ایسے مسئلے سے بوجہ عذر قیام ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی مرض لاحق ہوئے تو پھر بھی بالا جماع قیام کی فرضیت ختم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ شرعاً مرض اور عذر کا حکم یکساں ہے اور اگر یہی صورت پانی کے حصول میں واقع ہو جائے مثلاً دشمن روک دے یا مرض تو پھر بھی بالا جماع تیمم کرنا ہوگا و منوہ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی لہذا حکم احصار میں بھی دشمن اور مرض ہمیشہ حکم یکساں ہوں گے اور ان دونوں اذکار سے حاجی اور مسافر محصر ہو جائیں گے۔



ابوداؤد و مسند  
سری امام محمد رحمہ اللہ

## ۳۔ سعی بین الصفا والمروة

نصاب مسند  
جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۱  
سری امام محمد رحمہ اللہ

### ۱۔ مذاہب

امام اعظم ابوحنیفہ حضرات صاحبین امام سفین ثوری امام مالک (فہرست روایات) اور علماء کوفہ کے نزدیک صفا و مروه کے درمیان سعی کرنا واجب ہے فرض نہیں اور اگر کوئی غرض بھول کر اسے چھوڑ دے تو اس پر دم واجب ہے چچ ہوجائے گا۔ امام شافعی امام مالک (فہرست روایات) امام احمد اور علماء حجازین کے نزدیک سعی حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج صحیح نہیں۔ ۱۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (فی روایات) اور بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک صفا و مروه کے مابین سعی سنت ہے۔

### ۲۔ دلائل احناف

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ مِنْهَا أَيَّامًا مِنْهَا بَعْضٌ مِنَ الْيَوْمِ فَالْأَمْرُ بِاللَّحْيِ الْمَرْفُوعِ ۚ ۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ مِنْهَا أَيَّامًا مِنْهَا بَعْضٌ مِنَ الْيَوْمِ فَالْأَمْرُ بِاللَّحْيِ الْمَرْفُوعِ ۚ ۳۔ قال النبي يا أيها الناس اسعوا ۚ (رواد احمد) کی موافقت کے سبب وجوب ثابت ہوا۔ یہاں سعی کا حکم دیا گیا ہے جس سے یقیناً وجوب ہی ثابت ہوگا۔

### ۳۔ دلیل ائمہ

۱۔ عن عائشة مرفوعاً ما أتم الله حج من لم يطف بين الصفا والمروة (رواد مسلم) اس حدیث سے صراحتاً سعی کی رکنیت ثابت ہوتی ہے۔

### ۴۔ جوابات

۱۔ حدیث مذکور سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ ثبوت رکنیت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے جبکہ خبر واحد بالا جماع غنی ہے قطعی نہیں۔ ۲۔ واجب کی ادائیگی کے بغیر بھی حج مکمل نہیں ہوتا بلکہ ناقص رہتا ہے لہذا تمام احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تمام کو وجوب کے معنی میں لیں گے۔

### ۵۔ ترجمہ

سیدنا عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں ابھی مکہ میں تھا میں نے سیدہ عائشہ سے سوال کیا کہ آپ مجھے ارشاد خداوندی ان الصفا والمروة الآية کا مطلب بتائیے جبکہ میرے خیال میں صفا و مروه کے مابین طواف نہ کرنے سے کسی شخص پر کوئی جنایت نہیں (میرے ہاں سعی ضروری نہیں) سیدہ عائشہ نے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ اگر آیت کے وہ معنی ہوتے جو آپ نے سمجھے ہیں تو آیت یوں ہوتی

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ إِلَّا يَطُوفَ بِرِمَامَا (الایہ)

درحقیقت یہ آیت ان انصار کی شان میں نازل ہوئی جو مناء نامی بت کے لئے احرام باندھتے تھے اور مناء مقام قدید کے سامنے رکھتے تھے فاجس کے سبب یہ انصار صفا و مروه کے مابین طواف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے جس وقت اسلام کا نور کائنات میں پھیلا اور یہ لوگ ایمان لائے تو ان حضرات نے صفا و مروه کے مابین طواف کرنے کی شرعی حیثیت حضور اکرمؐ سے پوچھی تو رب کائنات نے یہ نیت نازل فرمائی۔

## وفاقت المدارس

(البوداؤد) ۱۳۹۳ھ :- من هشام عن ابيه قال

قلت لعائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وانا يومئذ حديث السن ارايت قول الله عز وجل ان  
الصفاء المردة من شعائر الله فما اراي علي احد شيئا الا يطوف بهما قالت عائشة رضي الله عنها  
كلا لو كان كما تقول كانت فلا جناح عليه الا يطوف بهما الآية انما انزلت هداة الآية في الاضمار  
كانوا يهلون لمناة وكانت مناة احد وقد يدركا نوايتهم يخرجون ان يطوفوا بين الصفاء المردة فلما  
جاء الاسلام ساء لوامر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فانزل الله عز وجل ان الصفاء المردة  
من شعائر الله ترجعوا للحديث ثم اذكروا خلاف الآية وفتفاء الامصار في امور السعي وما هو المختار  
عند الخليفة رحيم الله تعالى مع سرد الادلة في تاييد مذهبيهم -

## تنظيم المدارس

۱۳۹۵ھ :-

(ترنہ)

عن عروۃ قال قلت لعائشة ما ادى علي احد لم لطف بين الصفاء المردة شيئا وما ابا لي ان لا اطوف بهما فقالت  
بئسما . . . . .

ترجمہ بیان کیجئے اور ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ اس سے لال کو وضاحت سے بیان کیجئے۔

**الحل** :- پرچہ بالا میں پانچ امور مل طلب ہیں - ۱۔ مذاہب ۲۔ دلائل اصناف ۳۔ دلیل ائسر تم حیوانات  
۴۔ ترجمہ حدیث۔ یہ پانچوں امور ترجمہ الباب کے تحت مذکور ہیں۔



## ۴۔ اشعار و تقلید

اشعار کے لغوی معنی خبر دینے، بتانے اور علامت لگانے کے ہیں فتح القدر میں ہے :

## ۱۔ اشعار کی وضاحت

الاشعار لغة هو الاعلام مأخوذ من الشور وهو العلم بالشيء

اصطلاح شریعت میں اشعار کی صورت یہ ہے کہ اڈنٹ کے کوہان پر نیزہ مار کر کچے خون نکال لیا جائے پھر وہ خارج شدہ خون اس کی پیچ پر مل دیا جائے لیکن چھ نیزہ مارنے سے نہ کٹے۔

تقلید قلابی حائے ماخوذ ہے جس کے معنی قلابہ پہنانے کے ہیں شرعی صورت یہ ہے کہ جانور کی کھان

## ۲۔ تقلید کی وضاحت

میں کوئی چیز لٹکا دی جائے تاکہ پہچان ہو سکے کہ یہ جانور حاجی کا ہے۔ اصل عرب تقلید کہتے ہیں کہ تر ہڈی، ٹکڑی یا جوتے کو استعمال میں لاتے تھے۔

لفظ احلال کئی معانی میں مشترک ہے جن میں سے ایک معنی تیسرے کے وقت آواز بلند کرنے کے ہیں۔

## ۳۔ احلال کے معنی

منجد میں ہے۔ اَحْلَلَ الْمَلْبُوعِي لَمْ يَرْفَع صَوْتَهُ بِالتَّبْيِيتِ۔

۴۔ تقلید و اشعار کا فائدہ : مشرکین عرب ایسے جانوروں پر حملہ آور نہ ہوتے تھے جنہیں قلابہ پہنا دیا جائے یا جن کا اشعار تاکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اڈنٹ حاجی کا ہے بصورتہ گمشدگی واپس مل جائے اور اگر ہلاکت کے قریب پہنچ جائے تو ذبح کر کے مساکین میں تقسیم کیا جائے۔

۵۔ مذاہب : امام غنیم ابو حنیفہ، امام ابراہیم نخعی، امام زفر اور جمہور فقہاء حنفیہ کے نزدیک اگر اشعار میں زخم کھال ہے بڑھ کر گوشت تک پہنچ جائے تو مکروہ ہے اور اگر صرف کھال پر زخم کئے اور گوشت محفوظ رہے

تو یہ اشعار مسنون ہے لیکن پھر بھی تو کب اشعار اشعار سے رائج ہے۔ ۲۔ امام مالک، امام محمد اور علماء حجاز میں کے نزدیک اشعار صرف کوہان والے اڈنٹوں میں مسنون ہے اور اشعار کے لئے نیزہ جانب پسائے مارے ۳۔ امام شافعی اور حضرات حاشین کے نزدیک اشعار مطلقاً سنت ہے لیکن نیزہ دائیں جانب سے مارے ۴۔ امام احمد بن حنبل اور امام المومنین سیدہ عائشہ کے نزدیک اشعار میں اختیار ہے یعنی اشعار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

۶۔ دلائل اخاف : عن عمران بن حصین ان النبی صلی علیہ وسلم (رواہ مسلم والبوداد)

## ۲۔ دلائل اخاف

اڈنٹ کی کوہان کو زخمی کرنا موجب ہلاکت بھی ہے اور ایک طرح کا شکر بھی لہذا ترک اشعار اولیٰ ہے۔

۲۔ حدیث الباب : عن ابن عباس ان النبی صلی علیہ وسلم (رواہ النسائی وغیرہ)

اجماع المؤمنین حضورؐ انور اپنے ساتھ چھتیس یا پینتیس جانور لے گئے لیکن آپ نے صرف ایک بدنہ میں اشعار کیا جیسا کہ جہنہ کی نیکر سے واضح ہے۔ لہذا ترک اشعار راجح ہے کما ہوا نظر۔ نیز حضرات صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت شکر بزرگ صحابہ کی (حضور اکرمؐ کے ساتھ تھی صرف تین صحابہ سے اشعار منقول ہے) (قالہ الواقدی) ۱۔ دلیل عقلی: ۲۔ اہل عرب اور مسلمان طویل راستہ میں اونٹوں سے حفاظت کی خاطر اشعار کیا کرتے تھے کیونکہ اس زمانے کے چور موسم حج میں فوج ہونے والے جانوروں کا احترام کرتے ہوئے ان پر کسی نہ ڈالتے اب چونکہ علت باقی نہیں رہی اس لئے حکم اشعار بھی لازم نہ رہا جیسا کہ سعد بنی باب غنیمت میں متروک ہے اور مؤلفہ (الفتوح) اس حکم سے بدنام فاروقی اعظم نے عدم ضرورت کی بناء پر ترک کر دیا۔

حدیث الباب: عن ابن عباس ان النبی اشعر فسناعھا (رواہ النسائی وغیرہ)

۷۔ دلائل ائمہ

اشعار حضورؐ انور سے منقول ہے لہذا مسنون ہوگا۔ ۲۔ عن عائشة ان النبی قلل البدنہ و

اشعرھا۔ (رواہ البخاری وغیرہ) حضورؐ کے عمل سے اشعار ثابت ہے یقیناً مسنون ہوگا۔

۸۔ سنت و اشعار: محدثین کے نزدیک سنت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ سنن بدنی جنہیں حضورؐ

۸۔ جوابات

اکرم فداء ابی دہی نے بطریق عبادت کیا ہو جیسا کہ نماز وغیرہ کی سنتیں ۲۔ سنن زائدہ جن کو آپؐ نے بطریق

مادت کیا ہو مثلاً کسی جگہ آپؐ اٹھنا بیٹھنا بول دہرا کرنا اشعار بھی سنت زائدہ ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ کے قول سے واضح ہے، ان

سنت فاشعروا ان شئت فلا (رواہ ابن ابی شیبہ) ایسے ہی وادی محصب میں اترنے کے بارے میں فرماتی ہیں: التخصیب لیس

بشیء یعنی وادی محصب میں اترا بھی سنت زائدہ ہے ۳۔ مبالغہ فی الاشعار: امام طحاویؒ فرماتے

ہیں کہ اہل کوفہ اشعار میں مبالغہ کرتے تھے جس کی بناء پر حجاز مقدس کی گرمی میں جانوروں کے ہلاک ہونے کا خوف تھا۔ لہذا آپؐ

ان غلطی اور مبالغہ کے سد باب کے لئے ترک اشعار کو ترجیح دی ۴۔ جیسا حدیث وقاعدہ شریعی رو سے اشعار میں سنت اور مثلہ ہونے

کے اعتبار سے تعارض پیدا ہو تو حسب قاعدہ حضرات حنفیہ نے اصول حرمت کو ترجیح دی۔

۹۔ مقام احرام نبوی: حضور اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کہاں سے احرام باندھا؟ اس بارے میں حضرات صحابہ سے چار

اقوال منقول ہیں ۱۔ رکعتین سے فراغت کے بعد جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا ابن مسرک کے فرامین ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہیں۔

۲۔ مقام بیدامیں: بیدار بستی مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر مکہ مکرمہ کے راستہ میں آتی ہے جو ذواللیفہ میں واقع ہے

وادی کل میر علی کے نام سے معروف ہے اس بارے میں سیدنا جابرؓ کی روایت کتب حدیث میں مرقوم ہے ۳۔ درخت کے سایہ میں جو مسجد

نوک کے قریب واقع ہے۔ اس مقام کے لئے دو طرح کی روایات منقول ہیں ۱۔ اہل عند الشجرة (رواہ احمد بن مسرک)

۲۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۵۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۶۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۷۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۸۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۹۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۱۰۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق

۱۱۔ اہل اذان استوت بہ الناقة (رواہ ابو داؤد وغیرہ) یعنی درخت کے سایہ میں جب اونٹنی مستوی ہوئی ۴۔ وادی عقیق



۱۰۔ دفع تعارض | در اصل مقام احرام کے تعین میں اختلاف کی وجہ حضرات صحابہؓ کا سہما تبیہ ہے۔ ہر صحابی رسول نے جس مقام پر آپ کے لسان مبارک سے تبیہ سنا اُسے موضع احرام قرار دیا جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ کی تحقیق سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں انما العلم الناس بذات الحسدیث - کہ میں حجۃ الوداع کے احوال کے بارے میں حضرت صحابہؓ سے زیادہ واقف ہوں آپ نے حقیقتاً احرام رکعتین سے فراغت کے بعد باندھ لیا تھا پھر آپ نے متعدد مقامات پر تبیہ بلند آواز سے پڑھا جس عاشق نے جہاں سے تبیہ سنا اُسے مقام احرام قرار دیا۔ (رواہ ابو داؤد ص ۲۲۱ عن سعید بن جبیر)

۱۱۔ مذاہب | حضرات حنفیہؒ کے نزدیک رکعتین سے فراغت کے بعد متلاً وہیں بیٹھے بیٹھے تبیہ پڑھ کر احرام کی نیت کر لے۔ حضرات حجازیہ کے نزدیک جب اپنی سواری پر قدم رکھے تبیہ پڑھ کر نیت باندھے تمام فقہاء روایت کا استدلال حدیث الباب سے ہے اور مسلک حنفیہ سیدنا ابن عباسؓ کی تأییدی حدیث سے راجح ہے کما یحیٰ نظامہ۔ نیز ابو داؤد میں سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے دایم اللہ لقد اوجب فمصلتہ کہ دائرہ آپ نے اپنے مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے احرام کی نیت کر لی تھی۔

## وفاق المدارس

۱۳۸۹ھ: (نسائی)

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کان بذی الحلیفۃ امر بیدۃ فاشعرو فی منامہا من الشق الا ین تمہلت عنہا وقلدھا فعلن لما استوت بہ علی البید امر اہل اشعار و تملید اور اہل کلمات کیجئے لہذا اس روایت سے اشعار کی مسنونیت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ اخاف اشعار کوہ سمجھتے ہیں جیسا کہ ہر ایک کی عبارت ہے (والاشعار مکروہ) اُن حضرت سے اللہ علیہ وسلم نے مزید ایک بد نہ کا اشعار کیا تھا یا سب کا: نیز اس روایت سے اہل عند البیدار معلوم ہوتا ہے اور دیگر روایات سے اہل عند استواء الناقۃ یا بعد الصلوۃ ثابت ہے آپ ﷺ تطبیق کیجئے۔

الحل :- پچہ بالا میں جو امور قابل حل میں نہیں بالترتیب لکھ دیا گیا ہے۔

طحاوی ص ۵۱  
جلد اول  
نصاب ص ۲۶  
جلد اول

## ۵۔ مسئلہ نکاح محرم

ردی امام محمد ص ۲۴  
ردی امام مالک ص ۳۶  
ابوداؤد ص ۲۵۵

الترمذی  
ص ۱۴۲

۱۔ اختلاف ائمہ :- اس بات پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ بحالت اعرام خطبہ نکاح اور انکاح کے امور میں مشغولیت ایک ناپسندیدہ اور مکروہ تنزیہی عمل ہے البتہ نکاح اور انکاح میں حضرات فقہاء کے مابین اختلاف جواز اور عدم جواز میں ہے جو درج ذیل ہے :- امام انظم البوصیفہ، حضرت صاحبین امام بخاری، امام سفیان ثوری، امام ابراہیم نخعی، سیدنا عکرمہ، امام عطاء امام مسروق، سیدنا عمرو بن دینار، امام لیث بن سعد مصری، اکثر اہل علم فقہاء و محدثین اور مجتہد صاحبہ و تابعین کا مذہب ہے کہ حالت اعرام میں محرم کے لئے نکاح کرنا اور انکاح کرنا دونوں جائز ہیں اور شرعاً معتبر ہیں۔ البتہ خلاف اولیٰ اور غیر مناسب ہیں نیز جماع اور دوامی جماع فراغت احرام سے قبل حرام ہیں (وہ قال من الصحابة ابوہریرۃ و عائشہ و ابن عباس و ابن عمر و عمر بن الخطاب و علی و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم و ارضاء ہم ۲۔ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق، امام داؤد، امام سیدنا سعید بن اسیب، امام ابن سیرین و سیدنا حسن بصری اور جمیع اہل علم مجتہدین کے نزدیک حالت احرام میں نکاح اور انکاح دونوں ناجائز، باطل اور غیر معتبر ہوں گے۔ اور اس عقیدہ نکاح کے بعد مباشرہ شرعاً حرام اور زنا مستقور ہوگی۔ البتہ خطبہ نکاح کی اجازت ہے لیکن وہ بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

۲۔ دلائل ائمہ و دلائل احناف :- ا۔ حدیث الباب : عن ابن عباسؓ ان النبیؐ تزوج ميمونة وهو محرمٌ رواہ البخاری و مسلم و ترمذی و غیر ہم یہ حدیث حضرت محمدؐ کے نزدیک

صحیح الی الباب ہے چنانچہ امام بخاری و صحیح بخاری میں اسے دو مقامات پر لکھے :- نزدیک المحرم ۲۔ نکاح المحرم۔ اس حدیث کو سیدنا ابن عباس سے پندرہ فقہاء اور محدث کبار تابعین نے نقل فرمایا جن میں سے چند درج ذیل ہیں :- سعید بن جبیر ۲۔ سیدنا عطاء ۲۔ امام طاؤس ۳۔ سیدنا عکرمہ ۵۔ سیدنا جابر بن زید ۶۔ امام ابن سعد اور حضرات فقہاء اہل مدینہ حدیث مذکور مسکت کی تائید میں شاہد عدل ہے۔

۳۔ دلائل ائمہ ثلثہ :- ا۔ حدیث الباب : قال ابان بن عثمانؓ ان المحرم لا ینکح ولا ینکحہ رواہ الترمذی یہ ایک اگر موقوف ہے ۲۔ جمل شارح : عن ابی رافعؓ قال تزوج رسول اللہ ميمونة وهو حلال و بنی ہاشم و حلال و کنت انا الرسول فیما بینہما رواہ الترمذی بسند حسن ۳۔ عمل نبوی : عن یزید بن الاعمش عن ميمونة قالت تزوجنی رسول اللہ وهو حلال رواہ الترمذی و مسلم ابوداؤد سیدنا ميمونة صاحب واقعہ ہیں لہذا ان کا اپنا فرمان یقیناً راجع ہوگا ۴۔ قول شارح : عن عثمانؓ ان النبیؐ قال لا ینکح المحرم ولا ینکحہ ولا یخطب رواہ مسلم ابوداؤد وقال الترمذی حدیث عثمانؓ حدیث حسن صحیح۔ یہ حدیث قولی ہے لہذا راجع ہونی چاہیے۔

۴۔ جوابات اور روایات متعارضہ میں تطبیق :- اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ مضمون انور اور سیدنا ميمونة کا نکاح لکھا



احرام ہوا یا بحالت عدم احرام حضرات حجاز میں اور بعض تابعین کی تحقیق میں آپ اور سیدہ میمونہ بوقت نکاح غیر محرم تھے جبکہ حضرات  
 احناف اور جمہور فقہاء و محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ بوقت نکاح محرم تھے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ  
 میں سادات کبار صحابہ کی آراء ایک دوسرے سے مختلف ہوں وہاں کسی ایک رائے کو اس طرح ترجیح دینا کہ دوسرے مسلک بالکل ختم اور بدلتا ہو  
 نظر کرنے سے بہت مشکل ہے۔ علامہ ابو زید دہلوی لکھتے ہیں کہ کبار صحابہ و تابعین کے مختلف فیہ مسلک میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا  
 امر نہیں بہر حال حضرات احناف کثر اللہ سوا اہم نے جمہور صحابہ و تابعین کے مسلک کو ترجیح دی اور دوسرے فرقے کے دلائل کے جوابات دیے  
 جو درج ذیل ہیں جو ابیات حدیث اول و بالغ: حدیث اول ایک اثر موقوف ہے جو سیدہ ناعمان کی حدیث مرفوعہ سے مؤید  
 ہے اور یہ دونوں احادیث مفہوم مترادف ہیں لہذا دونوں کے جوابات یکساں ہیں اگر پہلی تنوع میاں: جملہ احادیث کو معمول بہا بنانے اور  
 ان میں تطبیق کے لئے لایکھ الحرم کی نفی کراہتہ تزییہ پر محمول کی جائیگی جس کی تائید قرینہ داخلیت سے بھی ہو رہی ہے کیونکہ لایخطب  
 میں بالاجماع نفی کراہتہ تزییہ کے لئے ہے۔ ۲۔ سند ذرائع: نکاح الکاح اور خطبہ کی ممانعت سے مقصود سند ذرائع اور عدم اشتغال ہے  
 کیونکہ یہ امور محرم کی شان کے مناسب نہیں تزییہ امور میمان بہت کے ددعی میں سے ہیں جن کی بجائے آدمی بحالت احرام قابل تمسک  
 نہیں ۳۔ ضعف: علامہ ابن العربی مالکی کی تحقیق یہ ہے کہ حدیث سیدہ ناعمان غنی اہم بخاری کے نزدیک مرتبہ مصمت پر فائز نہیں  
 بلکہ ضعیف ہے مولانا ادریس صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں قال ابن العربی ضعف البخاری حدیث عثمان و صحیح حدیث ابن  
 عباس (التعلیق الصبح ص ۴۴) جوابات حدیث ثانی: ۱۔ ضعیف بوجہ اضطراب: اس حدیث کے مسند اور مرسل ہونے  
 نیز متصل اور منقطع ہونے میں خاصا اختلاف ہے جس کی طرف دوسرے اصحاب علم و فضل کی طرح خود اہم ترمذی نے بھی اپنی سنن میں اشارہ  
 فرمایا ہے اور ارسال کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں لا نعلم احد ائسندہ غیو حماد بن زید و رواۃ مادک مرسلہ و رواۃ ایضا یلمن  
 عن ربیعہ مرسلہ لہذا یہ حدیث یقیناً مرجوح اور مفضول ہوگی نیز علامہ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں حدیث ابی رافع فی ہذا الباب غیر  
 متصل ۲۔ ضعف بوجہ راوی: حدیث مذکور میں مطر الوراق نامی ایک صاحب موجود ہیں جن کی شخصیت اصحاب حفاظ کا نظر  
 میں کچھ یوں ہے ۱۔ اہم نسائی لکھتے ہیں انه لیس بالقوی ۲۔ اہم المحدثین سیدنا احمد بن حنبل فرماتے ہیں کان فی حفظہ سوء۔  
 ۳۔ علامہ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں و ہذا عندی غلط ۳۔ خلاف واقعہ: اس بات پر حضرات مؤرخین اور سادات محدثین کا  
 اتفاق ہے کہ حضور انور نے سیدہ میمونہ سے نکاح عمرہ القضا کے موقع پر فرمایا یہ نکاح مقام سرف میں ہوا نیز مقام سرف مقامات  
 کے اندر واقع ہے اور مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ سے آتے ہوئے نکاح فرمایا  
 یا جلتے ہوئے کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ نکاح مکہ مکرمہ سے واپسی پر ہوا تو حضرات ائمہ ثلاثہ کا قول بلا شک یقینی اور راجح ہوگا۔  
 اور اگر یہ بات مؤید ہو جائے کہ آپ نکاح مبارک مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے ہوا تو حضرات ضعیف کا قول یقیناً راجح اور قوی ہو جائے گا۔  
 مندرجہ ذیل دو قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ میمونہ کے نکاح کا واقعہ مدینہ منورہ سے آتے وقت کا ہے۔

۱۔ احادیث صحیحہ میں یہ بات تعجب سے بیان کی ہے کہ سیدہ میمونہ کا نکاح

بھی مقام سرف میں ہوا اور قرآن (سریل) بھی مقام سرف میں اور وفات بھی مقام سرف میں اگر زمینوں و اوقات ایک ہی وقت میں ہو  
ہوں تو کوئی تعجب نہیں لہذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ تین واقعات تین مستقل وقتوں میں ہوئے لہذا یہ بات واقعی قابل تعجب ہوگی۔

۲۔ تین واقعات تین وقتوں میں ہوئے — اس سے بظاہر معلوم ہوا کہ سیدہ میمونہ کا نکاح جلتے وقت ہوا اور قرآن  
مکرمہ سے دلہن کے وقت سیدنا ابن عباس سے مروی ایک صحیح روایت میں ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے مکہ مکرمہ میں تین روز

قیام فرمایا تو مشرکین مکہ نے آپ کو دایس جانے کو کہا آپ نے فرمایا کہ میں نے نکاح کیا ہے اگر مزید رہنے کی اجازت ہو تو میں یہیں  
قرآن کریم کو لے کر رہوں۔ کفار نے انکار کیا اور آپ حسب وعدہ دایس ہوئے اس روایت سے بھی صراحت معلوم ہوا کہ آپ نے نکاح بحالت احرام

مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے فرمایا۔ ان قرآن بالا سے نکاح بحالت احرام قبل کچھ ہونا ثابت ہوا جس کی بنا پر حضرات احناف اور  
جمہوفقیہ نے تزوج دھو حلال کی مندرجہ ذیل توضیحات فرمائیں۔ ۱۔ تنوُّج بمعنی وظی۔ علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ کلام عرب میں

تزوج اور نکاح بمعنی جماع شائع ذائع ہے لہذا یہاں بھی مجازاً تزوج وظی اور شمار کے معنی میں ہوگا نیز تزوج بالاتفاق  
سبب جماع ہے اور سبب بولکر مستبب لینا کثیر الوقوع ہے اس بات کی تائید صراحتاً ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا

نزد جادھو صدم و دینی بہادھو حلال۔ ۲۔ تنوُّج بمعنی ظہور امر تنوُّج۔ سیدہ میمونہ سے آپ نے نکاح بحالت احرام  
فرمایا لیکن امر تزوج کی شہرت بحالت حل ہوئی کیونکہ نکاح کا ظہور ولیمہ کے وقت ہوتا ہے اور ولیمہ یقیناً بنا کر کے وقت ہوتا ہے اور بناء

الاتفاق مکہ مکرمہ سے دلہن پر ہوتی ۳۔ حلال بمعنی داخل حل۔ ۱۔ مقام سرف بالاتفاق حد حرم سے خارج ہے تو یقیناً حضور  
اکرمؐ کا نکاح داخل میقات بحالت احرام اور خارج حرم یعنی داخل حل ہوا۔ ۴۔ تنوُّج بمعنی خطبہ: مجازاً تزوج بمعنی قطب سے

اسکا تائید درج ذیل دو قرآن سے ہوتی ہے۔ ۱۔ نسائی شریف کی ایک حدیث سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں پیغمبرؐ نکاح بجا ہوا  
سیدنا ابورافعؓ تھے بعد میں امر نکاح سیدنا عباسؓ کو سونپا گیا اور سیدہ میمونہ کی طرف سیدنا عباسؓ وکیل بنے اور سیدنا ابورافعؓ

نکاح میں موجود نہ تھے اور نہ ہی سیدہ میمونہ بوقت نکاح موجود تھیں لہذا دونوں روایات میں یقیناً تزوج خطبہ پر محمول ہوگا۔  
۲۔ علامہ ابن سعدؒ نے الطبقات میں سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ کا ایک خط نقل فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے گورنر کو بھیجا تھا اس میں

استفسار کیا گیا تھا کہ سیدنا زید بن احم سے پوچھا جائے کہ سیدہ میمونہ کا نکاح بحالت احرام ہوا یا بحالت عدم احرام تو سیدنا زید  
انہم نے فرمایا خطبہ میمونہ دھو حلال۔

۵۔ وجہ ترجیح: — اپنی اپنی مکتب میں تحریک فرمایا ہے اور اسے صحیح مانی الباب قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں۔  
الامام البخاری لم یذکر فی الباب شیئاً عنیو حدیث ابن عباس دلم یخرج حدیث المنع لانہ لم یثبت عندہ علی شرط

حدیث سیدنا ابن عباس مندرجہ ذیل وجہ سے راجح ہے۔ ۱۔ حضرات صحاح ستہ اور دیگر تمام محدثین مشیوخ  
۲۔ وجہ ترجیح: — اپنی اپنی مکتب میں تحریک فرمایا ہے اور اسے صحیح مانی الباب قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں۔

الامام البخاری لم یذکر فی الباب شیئاً عنیو حدیث ابن عباس دلم یخرج حدیث المنع لانہ لم یثبت عندہ علی شرط



۲۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں سیدنا ابن عباسؓ جبرالامہ ہیں اور آپ کا مرتبہ علم، تقویٰ، فقاہتہ، اتقان اور حفظہ کے اعتبار سے سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا یزید بن الکرمؓ سے کہیں اُدنی ہے اور فقاہتہ و حفظہ میں آپ کے ہم عصر صحابہ میں سے کوئی بھی آپ کے معادل نہیں ہے۔  
 حسب ضابطہ فقہار رواۃ کی حدیث راجح ہوتی ہے اور آپ فقہار صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۔ مؤید بالقیاس: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احرام عتق و مالیت سے مانع نہیں جب محرم بیع و شرا و غیرہ کر سکتا ہے تو عقد نکاح کا بھی اجازت ہونی چاہیے۔

۴۔ ترجیح احادیث محکمہ: حضرات احناف کی مؤید احادیث محکم ہیں جبکہ ائمہ ثلاثہ کی مستدلات محتمل تو احادیث محکمہ یقیناً راجح ہوں گی۔ ۵۔ اس حدیث کو نفع کریموالے حضرات تابعین سب فقیہ پیراں سے روایت کر نیوالے ان کے تلامذہ اپنے زمانہ کے مشہور مجتہدین فقہاء میں سے ہیں۔ لہذا قاعدہ کے مطابق حدیث مذکور یقیناً راجح ہوگی۔ ۶۔ سیدنا عباسؓ اس سیدہ یمونہ کی طرف سے اس نکاح کے دلیل تھے اور انہوں نے سیدہ یمونہ کا نکاح آپ سے کیا۔ مسلک حنفیہ کی مؤید حدیث سیدنا عباسؓ کے صاحبزادے سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ قاعدہ ہے صاحب البیت اور بی بی بکافہ لہذا ان کی حدیث یقیناً راجح ہوگی۔ ۷۔ کتب تاریخ و سیرت سے یہ بات عیاں ہے کہ آپ کا نکاح حج کی طرف جاتے ہوئے مقام سرف میں ہوا۔ اگر حالت احلال کی احادیث کو تسلیم کیا جائے تو مجاوزۃ عن البیعت بغیر احرام لازم آتا ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے اور آپ سے یہ امر ممکن نہیں۔ لہذا حدیث سیدنا ابن عباسؓ راجح ہوگی۔ ۸۔ سیدنا عباسؓ کی روایت کئی احادیث سے مؤید ہے کما ہوا لظاہر راجح ہوگی۔ ۹۔ سیدنا ابن عباسؓ کی روایت سے سیدہ یمونہ کی قابلِ تعجب خصوصیت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کا نکاح بھی مقام سرف میں ہوا۔ وصال نبویؐ قربان بھی یہیں اور وصال رب زنا متعال بھی یہیں۔ تو یقیناً وہ روایت راجح ہوگی جس سے سیدہ یمونہ کی خصوصیت نکھر کر سامنے آئے۔ ۱۰۔ حدیث سیدنا عباسؓ قیاس، تاریخ اور نظر و فکر سے مؤید ہے لہذا راجح ہوگی۔

## رفاق المدارس

(ترمذی)

۱۲۸۴ھ عن نبیہ بن وہب قال: اراد ابن معمر ان ینکح ابنہ فبعثنی الی ابان بن عثمان وهو امیر الموسم فقلت ان اخاک یرید ان ینکح ابنہ فاحب ان یشہدک ذلک فقال: لا امر الا اعرابیا جافیا انما الحرام لانیکم ولا ینکم وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج یمونہ وهو محرم. ترجمہ الحدیثین: ... بالاردویہ و بینوا اختلاف الا ثمة فی مسئلۃ نکاح المحرم هل یجوز ام لا مع دلائلہم ثم نقضوا امرکم یمونہ تزوجها محرماً ام حلالاً بحیث تستفق الروایات المتغلغة المتعارضة فیہ ثم بینوا انقول القول عندکم مع ادلة الترجیم۔  
 (ترمذی)

۲۰۲۳ھ اخبر الامام الترمذی عن حیث نافع عن نبیہ بن وہب قال اراد ابن معمر ان ینکح ابنہ فبعثنی الی ابان بن عثمان وهو امیر الموسم فاتیہ فقلت ان اخاک یرید ان ینکح ابنہ فاحب ان یشہدک ذلک فقال: لا امر الا اعرابیا جافیا ان المحرم لا ینکح ولا ینکح او كما قال ثم عن عثمان مثله یرفعہ

ابوہذا الفضل توجہوا الحدیث ثم اذکروا مذاہب الاسماء فی جوان نکاح المحرم وعدمہم دلائلہم ودحوہ الترجیح منہم بالذکر چوں میں چھ مورز پر بحث ہیں۔

۱۔ ہر دو احادیث کا ترجمہ ۲۔ اختلاف ائمہ ۳۔ دلائل ائمہ ۴۔ دلائل اخلاف ربہم دلائل ائمہ مختلفہ

۵۔ جوابات اور روایات متعارضہ میں تطبیق ۵۔ وجوہ ترجیح ۶۔ مقام و تاریخ نکاح میمونہ

چھ امور بالا میں سے آدھ ۶ نیچے تحریر ہیں۔ بقیہ چار پرچہ سے قبل لکھ دیئے گئے ہیں۔

## الحل

۱۔ ہر دو احادیث کا ترجمہ: سیدنا نبیہ بن دحبّ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر نے اپنے صاحبزادے کے نکاح کا ارادہ فرمایا تو مجھے اس سلسلہ میں سیدنا ابان بن عثمان کے پاس بھیجا جو اس وقت امیر الحجّاج تھے۔ میں انکی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ آپ کے بھائی رباعہ بن اسلمؓ کے اپنے صاحبزادے کے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ آپ بھی ہمیں شمولیت فرمائیں۔ سیدنا ابان بن عثمان نے جواباً فرمایا کہ میں تو ابن عمر کو سنت رسول سے ناواقف ایک دیہاتی خیال کو راہوں کیخو کہ محرم نہ خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی کا نکاح کر سکتا ہے۔ یا اسی کے مثل فرمایا پھر سیدنا ابان بن عثمان نے اپنے قول کی تائید میں اسیدنا عثمان غنیؓ کی اسی مفہوم کی حامل حدیث مرفوعہ کو بیان فرمایا ۲۔ سیدنا ابن عباس روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے سیدہ میمونہؓ سے نکاح فرمایا تو آپ بحالت اعرام (مہر) تھیں۔

۶۔ مقام و تاریخ نکاح میمونہ: علامہ ابن عبد البرؒ کی اپنی تصنیف لطیف التہذیب میں رقمطراز ہیں کہ حضور اکرمؐ مدینہ منورہ سے عمرہ کی قضاء کے لئے شعبہ کو روانہ ہوئے۔ آغاز سفر سے قبل سیدنا ابو رافعؓ اور سیدنا اس بن خولہؓ کو خطبہ نکاح دے کر مکہ مکرمہ سیدہ میمونہؓ کے پاس بھیجا۔ سیدہ میمونہؓ نے اپنی طرف سے سیدنا عباسؓ کو وکیل نکاح بنایا کیونکہ آپ بیوہ تھیں اور آپ کوئی ولی اقرب اس وقت وہاں موجود نہ تھا جب حضور اکرمؐ مقام سرف پر پہنچے تو بحالت اعرام سیدنا عباسؓ نے سیدہ میمونہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر عمرہ سے فارغ ہو کر آپ نے واپسی پر مقام سرف ہی میں قربان فرمایا اور دعوتِ ولیمہ فرمائی جس سے حضراتِ صحابہ میں آپ کے نکاح اور تزوج کی خبر شہرت پائی۔

نظرِ طحاوی | بالا جماع محرم کے لئے جماع حرام ہے لیکن نکاح کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا محرم عقد نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جیسا کہ مذاہب کے ذیل میں بیان ہوا اب ہم جب مسائلِ شرعیہ میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بالا جماع محرم بیع و شراء کر سکتا ہے مثلاً محرم باندہی خرید سکتا ہے لیکن اس سے وہی عرام ہے خوشبو وغیرہ محرم کے لئے حلال ہے لیکن استعمالِ ناجائز اور کپڑا خرید سکتا ہے لیکن بیلا ہو اکپڑا بننا ناجائز لہذا ثابت ہوا عقد نکاح درست ہے اور محرم کے لئے جماع حرام۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# أَبْوَابُ النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالرَّضَاعَةِ

فَهْرَسْت

۴۹۱	۱. لانكاح الاولی
۴۹۸	۲. غیر مفروضہ و مدخلہ کا حکم
۴۶۰	۳. مہر نکاح
۴۶۱	۴. مسائل متفرقہ
۴۶۴	۵. نکاح شغار
۴۶۶	۶. منزل
۴۶۸	۷. حرمت رضاعت
۴۸۲	۸. النفقہ و السكنی للطلقة
۴۸۶	۹. مطلقہ منصوبہ و غیر منصوبہ

انوار - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۳



مکتبہ انوار العارفین

لاہور • پٹنہ • تھانہ آباد • ملتان • پاکستان

ابوداؤد ص ۲۸۵  
مسند ص ۲۸۵  
مسند ص ۲۸۵

مرقاۃ المفاتیح ص ۲۵۹

ترمذی ص ۱۷۶

## ۱۔ لانکاح الابی

مسند ص ۲۸۵  
مسند ص ۲۸۵  
مسند ص ۲۸۵  
مرقاۃ المفاتیح ص ۲۵۹

۱۔ ولایت اور عبارت نسائیں اختلاف ائمہ کی عبارت دوسرے عقود و معاملات کی طرح عقد نکاح میں معتبر نہیں۔ درج ذیل اختلاف حرہ عاقلہ بالغہ کے متعلق ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ امام بخاری امام زفر امام زہری امام محمد بن سیرین امام شعبہ ہستی نقادہ امام لیث بن سعد مصری امام ابراہیم نخعی اور جمہور فقہاء اہل کوفہ کا مسلک ہے کہ ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر بالغ عورت خود اپنا نکاح بھی کر سکتی ہے۔ اور دوسری عورت کا ایجاب و قبول بھی البتہ غیر کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح باطل ہے درست نہیں۔ گویا حضرات احناف اور جمہور فقہاء کے نزدیک بالغ عورت کی عبارت اور اسکی ولایت سے نکاح منع ہو جاتا ہے (یہ مفتی بہ روایت ہے اس کے علاوہ ایک ظاہر روایت میں ہے کہ غیر کفو میں کئے ہوئے نکاح پر صرف ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے جس کے ذریعہ اس نکاح کو قصاص قاضی سے نسخ کر دیا جاتا ہے گویا اس روایت کے اعتبار سے کیا ہوا نکاح خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں درست ہے ۲۔ حضرات صاحبین کے نزدیک بالغ عورت کی تعبیر سے نکاح منع ہو سکتا ہے بشرطیکہ ولی کی اجازت اور اسکی رضا شامل حال ہو۔ ورنہ بلا اجازت ولی نکاح باطل ہوگا ۳۔ امام مالک کے نزدیک بالغ عورت اگر معتز زخاندان سے تعلق رکھتی ہو تو اس کے لئے ولی کا وجود شرط کے درجہ میں ہے اس کے اپنے قول سے نکاح منع نہ ہوگا ہاں عام خاندان کی عورت کے لئے ولی ضروری نہیں اسکی اپنی عبارت اور ایجاب و قبول شرعاً صحیح ہے۔ ۴۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل امام اسحاق بن راہویہ اور جمہور حجازین علماء کے نزدیک بالغ عورت کی عبارت اور اس کے ایجاب قبول سے مطلقاً نکاح صحیح نہیں خواہ کفو میں ہو یا غیر کفو میں ولی کی رضامندی سے ہو یا اسکی رضا کے بغیر ولی مجلس عقد میں موجود ہو یا غائب۔ گویا ان حضرات کے نزدیک صحت نکاح کے لئے وجود ولی شرط ہے اور اسی ہی کی عبارت نکاح منع ہونا ضروری ہے ۵۔ امام داؤد ظاہری اور بعض اہل ظواہر کے نزدیک باکرہ عورت کے لئے ولی ضروری ہے اور اس کا اپنا نکاح اپنی عبارت سے صحیح نہیں البتہ ثبوت عورت کا ایجاب و قبول امور نکاح میں معتبر ہے۔

۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف :- ارشادات باری تعالیٰ درج ذیل آیات و نصوص میں صراحتاً عقد نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے اور ولی کی اجازت اور اسکی رضا کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ارحتی تنکھ زوجاً غیرۃ الا یہ اس آیت میں عقد نکاح کا اسناد عورت کی طرف ہے اور باب اسناد میں یہ



اصول ہے کہ فعل کا اسناد حقیقی فاعل کی طرف ہوا کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ امور نکاح میں عورتوں کی تغییرات شرعاً معتبر ہیں۔ نیز اسی آیت کے آخر فلا جناح علیہا ان یتراجعا میں یتراجعا کی ضمیر زوج اور زوجہ دونوں کی طرف راجع ہے جس سے یہ بات مستفقت ہوئی کہ نکاح اور رجوع کا حق خود عورت ہی کو حاصل ہے اس میں ولی کی رضا اور اس کے وجود کو کوئی دخل نہیں ۲۔ فلا تفسلوا آن ینکحن ان ذلک من الایۃ اس آیت میں غائب کی جملہ ضمیریں عورتوں کی طرف راجع ہیں اور عقد نکاح کی اضافہ اذن ولی کی شرط عامہ کے بغیر نہیں ہی کی طرف کی گئی ہے۔ نیز عورت اور مرد کے باہمی رضا کی صورت میں ولی کو عقد نکاح میں رکاوٹ نہ لگانے سے منع کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شرعاً اس کے اختیارات کی کوئی حیثیت نہیں ۳۔ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف والایۃ یہاں بالاتفاق معروف سے نکاح مراد ہے یعنی عورتیں فعل نکاح میں با اختیار ہیں انکے لئے ولی کی رضا شرط نہیں ۴۔ وامرأۃ متوہنۃ ان وہبت نفسها للنبی الایۃ آیت مذکورہ میں وہبت نفسها سے بالاتفاق نکاح ہی مراد ہے اس آیت سے مراد معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے اپنے کلمات سے نکاح صحیح ہے اور عقد نکاح کے لئے ولی ضروری نہیں۔

۵۔ قول شارح: عن ابن عباسؓ ان النبیؐ قال الایم اتق بنفسہا من ولیہا اخرجه مسلم والنسائی والترمذی وغیرہم صاحب منہ لکھتے ہیں ام یتیم ائیمۃ: فقد الرجل ذجۃ او فقدت المرأة ذجہا انہی ام جمہۃ ائیمۃ یعنی بغیر بیوی سے مرد اور بے شوہر عورت یا بغیر شادی شدہ مرد یا بغیر شادی شدہ عورت مجروح عورت خواہ کنواری ہو یا بیوہ مطلقہ ہو یا راضیہ متوفی غنا زوجہا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں الایم کل امواۃ لا زوج لہا صغیرۃ کانت او کبیرۃ بکرا کانت او شیباً علامہ ابن حجر لکھتے ہیں الایم ہی الشیبۃ الی فرقت زوجہا بوط اوطلاق اس حدیث میں صراحت ہے کہ بالغ عورت ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور امور نکاح میں خود مختار ہے کیونکہ اسباب جبر (رقیۃ صغیر اور جنون) معدوم ہیں۔ اگر نکاح عورتوں کی بار سے منع نہ ہو سکتا تو الایم اتق بنفسہا کے کیا معنی؟ ۶۔ عمل شارح: بسیدنا بربیعہؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضورؐ کے پاس درخواست لائی اس کے والد نے اس کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے فبعل رسول اللہ الامر لیہا یعنی حضورؐ اگر مرنے سے اس عورت کا نکاح نسخ کر دیا نیز اسی حدیث کا آخری جملہ مسلک حنفیہ کی تصدیق میں از حد واضح ہے۔ ان لیس الی الاباء من الامر شیئ رواہ النسائی و احمد وابن ماجہ ۱۳۔ قول شارح: عن ابی ہریرۃ عن النبیؐ قال لا تنکح الشیبۃ حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال ابو یوسفؒ هذا حدیث حسن صحیح۔ اس حدیث میں حکم ہے کہ اذن مرآۃ کے بغیر نکاح نہ کیا جائے۔

۴۔ مزید دلائل احناف: ار قول شارح: عن ابن عباسؓ ان رسول اللہؐ قال لیس للولی مع الشیبۃ امر رواہ ابوداؤد ۲۸۔ یہاں شیب سے بالغ مراد ہے جس سے ثابت ہوا کہ نکاح بالغ میں ولی کی کوئی حیثیت نہیں بالغ عورت ہی خود مختار ہے ۲۔ عمل شارح: عن ابن عباسؓ ان جاریۃ بکرات النبیؐ فذکرت ان اباها زوجہا دہی کا دھتہ فخیبرھا النبیؐ رواہ ابوداؤد ۲۸۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث نسیدہ غنائی سے مروی ہے جسے



۲۔ قول شارح: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: دونوں احادیث مسکحہ حنفیہ کی تائید میں شاہد عدل ہیں۔

رسول الله فقلت يا رسول الله ليس أحد من أوليائي شاعداً  
رواه الطحاوي وأحمد وأبو داود  
نكوه معلوم هو اگر اگر عوت النكار کرے تو اسپر خبر و تشہد شرعاً روا نہیں ۵۔ عمل شارح: عن أم سلمة قالت خطبني

تائید میں نص ہے کہ ان دن دلی کے بغیر عورت کی مہارت سے شرعاً نکاح درست ہے۔ یہی مضمون ستیدہ خنساہ کی روایت میں بھی موجود ہے (رداء الطحاوی و عبد الرزاق) ۱۔ ۷۔ اشرع الشہداء: عن عائشہ بنت ابی بکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: لا نکاح الا بوليها او بموافقة من یؤمر بہ من عہدہا

ناید میں نص ہے کہ اذن دلی کے بغیر عورت کی عبارت سے شرعاً نکاح درست ہے۔ یہی مضمون ستیدہ و خفسار کی روایت میں بھی موجود ہے (رواہ الطحاوی و عبد الرزاق) ۷۔ اشرع الشہداء: عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا اذعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول: لا نکاح الا بالاذن۔

وكان عبد الرحمن غاميا بالشام رواة ما كتبت في المطاوع المطاوع في مستيد عائشة في نكاح فراكه اس بات في طرف اشار  
فراياك ولي في موحوكي اور اس كے اذن کی شرعا كوني ضرورت بنيم راجع مضمون كرك

ابن مہر دہجد علی شارب: عن سہل بن سعد قال رجع النبی امواة ولم یسألنا اهل لہلوی ام لا. (رواہ الطبرانی)

عبد الرزاق بن حنبلہ ————— اس کے علاوہ ایسی کئی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جو مسلک حنفیہ کی آثار میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ دلائل نظر یہ قماست سے بھی مسلک حنفیہ کی صداقت سامنے آتی ہے۔

۹۔ دلیل نظر کی: علامہ ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو بالاتفاق ولی کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔

لڑکی میں بھی موجود ہے لہذا بلوغت کے بعد اس پر بھی ولایت ولی نعمت ہو جانی چاہئے اور اسے خود مختار ہونا چاہئے۔ ۱۰۔

یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ "دلیل عقلی" درحقیقت امرأۃ ولایت کے منافی ہے لہذا ولایت سبالتضرر

مکدود ہے۔ جب نابالغ عورت بالغ ہوگی اس پر ولایت ولی بھی ختم ہو جائے گی ۱۲۔ دلیل خکری :- علامہ ابن الہمامؒ

لایت حاصل ہونی چاہیے جیسے وہ چاہے تصرف کرے۔

۲۔ دلائل دیگر ائمہ سادات ائمہ ثلاثہ اور حضرات صاحبین ان تمام نصوص کو اپنی تائید میں پیش فرماتے ہیں جن

اولیاءِ رب کو مخاطب بنایا گیا ہے کہ اے ارسادِ باری تعالیٰ ہے ولا تسبوا المشرکین

Scanned with CamScanner

۴۔ دلائل دیگر ائمہ :- سادات ائمہؑ اور حضراتِ صاحبینؑ ان تمام نصوص کو اپنی آئید میں پیش فرماتے ہیں جن میں اولیاءِ رب کو مخاطب بنایا گیا ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَا تَنْكُحُوا الشَّرِکِیْنَ حَتَّىٰ



یومئذینا (اپنی مسلمان عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو مگر جبکہ وہ ایمان لائیں) ۲۔ فلا تعضلوهن ان ینکحن ان ذلک  
الایۃ (عورتوں کو نکاح سے مت روکو) ۳۔ وانکحوا الا یاہنی منکم الایۃ آزاد عورتوں کے نکاح کر دیا کر د ۴۔ حدیث الباب  
عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہؐ ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیہا فکاحا باطل باطل (رواہ ابن ماجہ) (۱)  
حضرات صاحبین نے سیدہ ام سلمہ کی حدیث کے تحت فقہان رسول اللہؐ سے منہم شاہد ولا غائب یکفیک ذلک  
رواہ الطحاوی کو بایں طور اپنی تائید میں پیش فرمایا کہ اپنے ولی کی کراہت اور عدم رضا کی قید لگائی ہے گویا ولی کی رضا نکاح  
کے لئے ضروری ہے۔

۵۔ جوابات حدیث الباب :۔ ضعیف بوجہ اضطراب :۔ حدیث الباب کی سند میں شدید اضطراب ہے سیدنا  
شعبہؒ اور سیدنا سفیانؒ جو روایت میں سے اولیٰ اور اقویٰ ہیں وہ اسے اصل روایت  
کہتے ہیں نیز اس کے اتصال اور القطاع میں بھی اضطراب ہے اسی اضطراب کے پیش نظر حضرات شیخین نے اسے تحریر نہیں  
فرمایا اور امام ترمذی نے اسے تفصیلاً کلام فرمایا ہے لیکن صحیح یحییٰ کا حکم نہیں لگایا ۲۔ ضعیف بوجہ اقوال محدثین ۱۔ امام احمد بن  
یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ یمن احادیث اسی ہیں کہ جن کی کوئی اصل نہیں جن میں سے لاکھ الالبولی کی حدیث سمر فرست ہے۔  
(قال یحییٰ بن سعید مثلاً شہ احادیث لم یصح ذہبنا شیئ منہا لاکھ الالبولی) ۲۔ رئیس المدین امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں  
کہ مجھے رضا دلی کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملی اور نہ ہی کوئی صحیح حدیث اس بارے میں موجود ہے فرماتے ہیں : ما  
ثبت ذہب من شیئ من البی ۳۔ نفی کمال :۔ اگر صحت حدیث کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر احادیث میں تطبیق کی خاطر  
وجہ لگائے گی کہ یہاں نفی کمال کی ہے صحت کی نہیں اور ذخیرہ احادیث میں اسکی کئی نظائر موجود ہیں جیسے لاصلاۃ

بجاء المسجد الا فی المسجد وغیرہ وغیرہ ۴۔ محمول بر صغیرۃ :۔ جملہ احادیث کو محمول بہا بنانے کے لئے حدیث الباب صغیرہ پر  
محمل ہے ۵۔ محمول بر مجنونہ :۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث مذکور کا یہ حکم مجنونہ کے متعلق ہو ۶۔ محمول بر امة :۔ یہ حدیث  
(بندی) کے نکاح پر محمول ہے، غیور کفو کے لئے :۔ لاکھ الالبولی کا حکم عام مخصوص منہ البعض ہے اس صورت کے متعلق  
ہے جب بالغ عورت غیر کفو میں نکاح کرے گویا حکم عام مخصوص منہ البعض ہے اور مخصوص البعض صغیرہ، کنیزہ، مجنونہ یا  
بالغہ منکوحہ فی غیر الکفو ہیں ۸۔ مصداق ولی بالغہ بذات خود :۔ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں کلمہ نکاح نکرہ  
تحت النفی لایا گیا ہے لہذا معنی کے اعتبار سے اس جملہ میں عموم ہوگا تو ولی سے مراد ہر وہ ذات ہے جو با اختیار ہو اور  
اس کا قول شرعاً معتبر ہو اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بالغ عورت اپنے نفس میں تصرف کرنے کے اعتبار سے خود مختار ہے  
لہذا بالغ عورت اگر اپنا نکاح خود کرے تو وہ بلا ولی نہیں کیونکہ وہ اپنے نفس کے بارے میں خود دلی ہے ۸۔ حدیث الباب  
فقط مؤید صاحبین :۔ اگر تمام امور سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر بھی حدیث الباب حضرات صاحبین کی تائید کرتی ہے آپ  
کی نہیں کیونکہ حضرات صاحبین کے نزدیک اذن ولی ضروری ہے جو حدیث الباب سے ثابت ہوتا ہے اس میں یہ کہیں مذکور







تویدات میں سے ہیں۔ اگر یہ اشکال کیا جائے کہ ممکن ہے کہ باکرہ صغیرہ ہو تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ صغیرہ کو بالاجتماع اعتبار حاصل نہیں ہے۔ دلیل عقلی: تمام معاملات و عقود میں ولایت حتم کا دار و مدار صغیر پر ہے۔ بکر پر نہیں لہذا عقد نکاح میں بھی ولایت اجبار کی علت صغیر ہونی چاہیے۔ ۲۔ عن ابن عباس مرفوعاً البکر تستأذن فی نفسها۔ ۳۔ داؤد سلم والنسائی والبودادک وغیرہم

۸۔ دلائل حجازین: ————— (رداد الزمندی وغیرہ)۔ دلیل عقلی: باکرہ عورت ثواب بالغہ ہو یا صغیرہ مصالحت نکاح سے بے خبر ہوتی ہے جبکہ ثیبہ تجربات کے پیش نظر امور نکاح سے واقف ہوتی ہے لہذا ولایت اجبار کی علت بکارت ہو۔

۹۔ جوابات: حدیث الباب تطبیق لحدیث کی خاطر ثیبہ بالغہ پر محمول ہے نیز اسی حدیث کا اگلا بلد ولا تلک البکر من بالانفا باکرہ بالغہ مراد ہے لہذا یہاں بھی ثیبہ بالغہ مراد ہوگی۔ ————— ۲۔ ہماری احادیث منطوق ہیں آپ کی آئید ایک حدیث مفہوم مخالف سے ہو رہی ہے یقیناً احادیث منطوقہ کو ترجیح ہے۔ نیز حضرات احناف کے نزدیک مفہوم مخالف حجت نہیں۔

۱۰۔ ایک مسئلہ: دل اب ہو، جد ہو یا وراثت میں ترتیب عصبات کے اعتبار سے کوئی۔ امام شافعی کے نزدیک ولایت اجبار صرف اب اور جد کو حاصل ہے۔ امام مالک کے نزدیک صرف اب کو۔ حضرات احناف کی دلیل سیدنا علی کی حدیث اور ان کا ارشہ: عن علی مرفوعاً وموقوفاً النکاح الح العصبات:

## وفاق المدارس

(ترمذی ۱۳۹۳) عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی۔ ما احم ابی موسیٰ ونسبته؟ اذکر وانبذاً من احوالہ هل یصح النکاح بولاية النساء وعبارتها اذھو المذاھب الثلاثة دبینوا صور ولایة الاجار وعدم ولایة الاجبار۔ (ترمذی) سنن ۲۰۰۸۔ عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی هل یعقد النکاح بعبارۃ النساء ام لا بینوا تحقیق الانعمۃ الاربعة فی هذه المسئلة وفصلوا ولا تلهم من القرآن والحدیث۔ واکتبر اتوجیه الحدیث المذکور عند الاحناف متعنا اللہ بعلومہم۔

## تنظیم المدارس

امروا نام محمد  
۲۰۶

خبرنا مالک اخبرنا رجل عن سید بن السیب قال قال عمر

بن الخطاب لا يصلح لامرأة ان تنكح الا باذن وليها الذي رافق من اهلها اذ السلطان  
بين بالتفصيل ان نكاح الامورة بنيراذن وليها جازم لا  
من هو ولي وما هو الترتيب بينهم ؟

ان زوجت بنفسها من غير كفوف للولي منع ذلك ام لا ؟ وايضا ان زوجت باقل  
من مهر مثلها هل يجوز الخضم للولي ام لا ؟ (علامہ رحمہ اللہ)

ان دو پرچوں میں درج ذیل پانچ ابجاث قابل استفسار ہیں۔

## الحل

۱۔ ولایۃ اور عبارتہ نسار میں اختلاف نمبر ۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف (ب) دلائل دیگر  
مسامک ۳۔ حدیث الباب کے جوابات ۴۔ ولایۃ اجبار اور عدم ولایۃ اجبار کی صورتیں ۵۔ حالات سیدنا ابو موسیٰ

۵۔ حالات سیدنا ابو موسیٰ اشعری : اسمہ : حضرت ابو موسیٰ اشعری کا اسم گرامی عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حصہ  
بن عرب تھا مگر کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔

احوالہ : حضرت کی ہجرت الی الحبشہ کے بارے میں اختلاف ہے اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ کم میہاجر الی الحبشہ  
نہی خبر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے حسن اتفاق سے ان کی کشتی اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی کشتی جو کہ حبشہ  
سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تھے ایک وقت کناے لگیں۔

حضور علیہ السلام کی طرف سے مین کے بعض علاقوں پر عامل ہے پھر حضرت عمر کی طرف سے بصیر پر عامل ہے اس  
دوران آپ نے اہواز و اہمان کو فتح فرمایا پھر حضرت عثمان غنی کی طرف حاکم کو فرمایا سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدنا معاویہ کے  
ماہن حکم کے وقت آپ حضرت علیؓ کے غماز تھے۔ آپ بہت ہی حسین آواز کے مالک تھے ایک دفعہ آپ قرآن پاک کی  
تلاوت فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے تلاوت کس کر فرمایا لقد اوتیٰ مزمارا من مزامیر آل داؤد حضرت ابو  
عثمان النہدی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی بھی آل غنا کی آواز آپ کی تغنی بالقرآن سے زیادہ حسین نہیں سنی۔ حضرت عمرؓ آپ کو  
دیکھ کر فرماتے ذکرنا بنایا ابابا موسیٰ۔ ابن مدینی فرماتے ہیں قضاء الامۃ اربعۃ عمر و علی و ابو موسیٰ و زید بن ثابت  
تلامذتہ : آپ کی اولاد صحابہ کرام میں سے حضرت ابوسعید۔ حضرت انس اور حضرت طارق بن شہاب اور کبار تابعین  
نے آپ کی روایت کی جن میں سے سعید بن المسیب اور زر بن حبیش اور ربیع بن خراش حضرات بھی ہیں۔

وفاتہ : آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے ۵۵ھ یا ۵۶ھ یا ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ یا ۶۰ھ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں صحیح  
یہ کہ آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کو فہ میں فوت ہوئے یا مکہ مکرمہ میں رضی اللہ عنہ

نظر طحاوی : ہم دیکھتے ہیں کہ بوجہ سے قبل عورت کے مال اور بضع کا اختیار عورت کے والد کو ہے جب عورت بالغ  
ہوتی ہے تو بالاجماع اپنے مال میں تصرف کرنے کا اختیار اُسے مل جاتا ہے لہذا اُسے بضع میں بھی تصرف کرنے  
کا اختیار حاصل ہوگا۔



## ۲۔ غیر مفروضہ اور غیر مدخولہ کا حکم ۱۸۴

۳۹۴ھ میں ابن مسعودؓ نے سئل عن رجل تزوج امرأة ولم يفرض لها صداقا ولم يدخل بها حتى مات فقال ابن مسعودؓ لها مثل صداق نساءها لا ركس ولا شطط وعليها العدة ولها الميراث. فقام معقل بن سنان الأشجعي فقال قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في بروع بنت واشق امرأة مما مثل ما قضيت ففرح بها ابن مسعودؓ. أو نحو مواد الحديث وبينوا اختلاف الأحناف والشوافع وحرر وأصبر الأربعة بالمثل الواضح وإن بنيت الفرق بين هذه الصورة والمطلقة الغير المخر من لها المهر وغير مدخول بها فله دركم ثم لله دركم وزادكم الله فقها ودراية.

پرتچہ بالا میں درج ذیل چار مباحث قابلِ مسئلہ ہیں۔

**الحل** ۱۔ مراد حدیث ۲۔ اختلاف رائے ۳۔ صور اربعہ مع بیان امثلہ ۴۔ وفاة اور طلاق کے اعتبار سے عدت کا فرق۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ مراد حدیث: صحبت کی ہو کہ وہ بیوہ ہو جائے۔ یہی سوال سیدنا ابن مسعودؓ سے کیا گیا جس کا ماحصل درج ذیل ہے۔ سیدنا علقمہ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے مہر مقرر کئے بغیر نکاح کیا ابھی وہ اس کے پاس نہ ہی گیا تھا کہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا تو ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ سیدنا ابن مسعودؓ نے جواباً فرمایا کہ اس عورت کے لئے دوسری عورتوں کے برابر مہر مثل ہو گا نہ ہی اس میں کمی جائز ہے اور نہ ہی زیادتی۔ نیز اس پر عدت بھی واجب ہے اور خاندان کے مال سے اسے ترکہ بھی ملے گا۔ سیدنا معقل بن سنان الأشجعی مجلس استفتاء میں موجود تھے فوراً کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہماری قوم کی ایک عورت سیدۃ بروع بنت واشق کے متعلق سیدی رسول اللہؐ نے ایسے ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے فتویٰ کی مصدقہ اکرم کے فرمان سے تائید ملنے پر خوش ہو گئے۔

۲۔ اختلاف رائے: سیدنا فقہ الامام عبد اللہ بن مسعودؓ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت صاحبینؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ، جہو صحابہؒ تابعینؒ اور اکثر اہل علم کا مسلک ہے کہ ایسی عورت جو غیر مدخول بہا ہو اور غیر مفروضہ ہو اگر بیوہ ہو جائے تو اسے مہر مثل بھی دیا جائے گا نیز اس پر عدت وفات واجب ہے اور اپنے شوہر کے وراثت کی حقدار بھی بنے گی۔ سیدنا علیؒ، سیدنا ابن عباسؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی عورت کو مہر مثل نہیں ملے گا۔ البتہ صرف وراثت کی مستحق ہوگی۔ مال عدت وفات اس پر واجب ہے۔

۳۔ صور اربعہ مع بیان امثلہ :- وفا یا طلاق کی مہر اور صحبت کے لحاظ سے چار صورتیں متصور ہیں ۱۔ غیر مقرر کیا اور نہ ہی نکاح کے بعد جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت آئی کہ عورت پر طلاق واقع ہوگئی یا شوہر مر گیا ۲۔ مفروض لہا وغیرہ مدخول بہا :- یعنی بوقت نکاح مہر تو مقرر کیا گیا لیکن خلوت و صحبت قبل یا تو عورت مطلقہ ہوگئی یا بیوہ ۳۔ مفروض لہا و مدخول بہا :- عورت کا مہر بھی بوقت نکاح متعین کیا گیا اور اس سے خاوند نے صحبت بھی کی ۴۔ غیر مفروض لہا و مدخول بہا :- عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا لیکن اس سے صحبت ہوئی پھر خاوند نے اسے طلاق دے دی یا بیچارہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ مہر نہیں ملے گا صرف عطیہ واجب ہوگا جیسا کہ لاجنہ ۳ علیہم ان طلقتم النساء الایہ سے واضح ہے۔ دوسری صورت میں شرعاً نصف مہر دینا ہوگا جیسا کہ دوسری آیت (وان طلقتموهن الایہ) سے واضح ہے تیسری صورت میں پورا مہر دینا پڑے گا اور چوتھی صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

۴۔ وفا اور طلاق کے اعتبار سے فرق :- بصورت وفا حضرات احناف اور جمہور فقہاء کے نزدیک مہر مثل بھی دینا پڑے گا اور ترک بھی جبکہ بصورت طلاق بالاجماع مرن متہ النکاح یعنی ایک متوسط قسم کا تین کچڑوں پر مشتمل جوڑا ہوگا۔ اور ترک طے کا تو سوال ہی نہیں کیونکہ خاوند زندہ ہے۔

## التحقیقُ الخَریری فی قید لحم الخنزیر

امت دہوت کیلئے بالعموم تالیف : مولانا مفتی عبدالقوی مسئلہ اباب میں انوکھی تہنیتی اور امت مسلمہ کے لئے بالمخصوص دلچسپ جدید اور حیرت انگیز معلومات مسلم ممالک کے باسیوں کے لئے عموماً اور دیار غیر کے مکینوں کے لئے خصوصاً قابل مطالعہ، قابل عمل قابل دعت اور سبب عزیت و سیرا جسے قرآن و سنت اور اقوال مفسرین اور محدثین کی روشنی میں، ابھی بصورت استفسار ترتیب دیا گیا ہے۔ بین الاقوامی یونیورسٹیوں کے محققین و مفتیان کرام کی تائید کے بعد انشائے انگریزی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں شائع کر دیا جائے گا۔

انشاء فرمائیے اور حضرت مؤلف سے موصوف کے لئے دست بدعا رہے !



نسائی حدیث جلد ثانی  
مولانا امام محمد محدث

## ۳۔ مہر نکاح

لمعاوی ص ۱۱  
جلد ثانی

**۱۔ مذاہب** امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد و ابن روایہ حضرات صاحبین اور جمہور فقہائے دین کے نزدیک مہر کے لئے مال منقوم ہونا شرط ہے۔ غیر مال جسے تعلیم قرآن اسلام اور عبادت دین وغیرہ کو مہر بنانا شرعاً جائز نہیں ایسی صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ امام شافعی امام احمد (ابن روایہ) اور علماء ہجاز کے نزدیک مہر کا مال منقوم ہونا ضروری نہیں لہذا تعلیم قرآن اور عبادت دین مہر بن سکتے ہیں۔ آ۔ ارشاد باری: قرآن مجید میں ہے اَنْ تَبْتَغُواْ بِمَوَاسِمِہِمْ (الاحیہ) یہاں صراحتہً مال کو مہر کے لئے شرط مقرر کیا گیا ہے۔ حکم باری: قرآن مجید میں ہے

فَنَصِفُ مَا فَرَضْتُمْ (الایات)

یقیناً تصنیف مال مفروض کی ہوتی ہے غیر مال کی نہیں۔ آ۔ وہ جملہ احادیث جن میں دراہم اور اشیا مالیتہ کا ذکر ہے آ۔ حدیث الباب: عن سهل بن سعد ان النبی قال ذر جنکھا بما معک من الفرائد رداً البھاری: مسلم و ابوداؤد وغیرہم یقیناً بار زیادہ سے زیادہ کے لئے استعمال ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن نکاح کا عوض ہو سکتا ہے۔

**۲۔ جوابات** آ۔ خصوصیت: حدیث الباب مذکورہ شخصیت کی خصوصیت پر محمول ہے جیسا کہ امام محمول کا فرمان ہے لیس ذالک لا یحید بعد رسول اللہ ﷺ۔ بار سببیت: تمام دلائل میں تطبیق کی خاطر حدیث الباب میں بار سببیت کیلئے ہے معاوضہ کیلئے نہیں تو حاصل یہ ہے کہ قرآن کی وجہ سے تیرا نکاح کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور روایت میں ہے فکان صداق ما بینہما الاسلام اخرجہ البھاری وغیرہ بالاجماع اسلام سبب نکاح تو بن سکتا ہے مہر نہیں لہذا حدیث الباب میں بھی قرآن سبب نکاح ہوگا مہر نہیں اس کی نظیر عرف میں بھی ملتی ہے کہا جاتا ہے عالم ہونے کی بنا پر آپ کا نکاح کیا جاتا ہے بلاریب عالم ہونا مہر نہیں بلکہ سبب نکاح ہے۔

## ۴۔ مسائل متعہ

۱۔ مذاہب اربعہ حضرت امام اربعہ جملہ علماء اہل سنت اور تمام فقہاء و محدثین کے نزدیک نکاح متعہ حرام ہے۔  
 ۲۔ رافضی کے نزدیک متعہ جائز ہے بلکہ سبب برکت اور ایمان و بزرگی کی علامت ہے۔

۳۔ دلائل اہل سنت ارشاد باری ہے: ﴿لَا تَقْرَبُوا مَا نَهَىٰ عَنْهُ﴾ (الباقی)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف ۲ قسم کی عورتوں کو مردوں کے لئے حلال قرار دیا ہے ۱۔ نکاح کی ہوئی بیوی ۲۔ مملوکہ باندی۔ ظاہر ہے کہ متعہ والی عورت نہی بیوی ہے اور نہ ہی باندی کیونکہ احکام نکاح مثلاً میراث نسب اور طلاق بالاجماع متعہ والی عورت کے لئے ثابت نہیں بلکہ اختتام وقت سے خود بخود زوجین کے درمیان تفریق ہو جائے گی نیز متعہ کر نیوالے مرد اور عورت بالاتفاق زوج اور زوجہ نہیں کہلاتے۔ حدیث الباب عن علیؑ مرفوعاً ان النبیؐ نہی عن متعۃ النساء یوم خیر متفق علیہ۔ عن سلمہ بن الاکوع قال رخص رسول اللہ ﷺ ایاماً ثم نہی عنہا (رواہ مسلم) عن ربیع بن مسعر ان رسول اللہ ﷺ قال ان الله قد حرم المتعة المعلوم القيمة (رواہ مسلم) یہ تینوں احادیث مرآۃ ان روایات کے لئے ناسخ ہیں جن سے کسی زمانہ میں متعہ کی اباحت معلوم ہوتی ہے ۴۔ اجماع صحابہؓ: تمام محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے در خلافت میں تمام حضرات صحابہ متعہ کی حرمت پر متفق ہو گئے تھے ۵۔ دلیل عقلی: شرع و عیت نکاح کی بنیادی حکمت تحفظ نسل اور تدبیر منزل ہے متعہ کی صورت میں یہ دونوں چیزیں لغو ہو جاتی ہیں لہذا ان دو عظیم مصلحتوں کے فوت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ متعہ ناجائز ہونا چاہیے ۶۔ متعہ سے زنا اور بے حیائی کا دروازہ کھل جاتا ہے لہذا زنا و اوارہ فاشی کے سبب اب کے لئے ضروری ہے کہ متعہ حرام ہو ۷۔ عن علیؑ قال حرم رسول اللہ ﷺ نکاح المتعة۔ یہ روایت روافض کی دو مشہور کتب الاستبصار والانتہایب میں مکتوب ہے۔ لہذا روافض خواہشات نفسانی کو چھوڑ کر مراۃ مستقیم پر عمل پیرا ہوں۔

۴۔ دلائل رافضی ارشاد باری ہے: ﴿مَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاُولَٰئِكَ اَجْرُهُنَّ﴾ (الباقی) آیت مذکورہ

نہیں اور استمتاع متعہ ہی کا دوسرا نام ہے ۲۔ اس آیت میں عورت کو اجرت دینے کا حکم دیا گیا ہے اور اجرت متعہ میں ہوتی ہے کیونکہ متعہ عقد ایسا ہے نکاح میں نہیں کیونکہ وہاں مہر دیا جاتا ہے ۳۔ آیت مذکورہ میں استمتاع کے بعد ایشہ اجر کا حکم ہے کیونکہ تالیف مع الوصل کے لئے ہے اور یقیناً متعہ چونکہ عقد ایسا ہے۔ اس لئے بصورت متعہ استمتاع پہلے ہوتا ہے اور



اجرتہ بعد میں جبکہ ہر عقد نکاح ہی سے واجب ہو جاتا ہے نہ کہ استمتاع کے بعد ۲۔ سیدنا ابن عباس جواز متعہ کے قابل تھے ایسے ہی سیدنا ابن مسعود اور امام مالکؒ بھی متعہ کی اباست منقول ہے۔

**۲۔ جوابات** آیت مذکورہ میں استمتاع کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی نفع حاصل کرنا اور یہ معنی نکاح میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس پر قرینہ آیت مذکورہ کا سیاق و سباق ہے جیسا کہ اس سے قبل محرمات نکاح کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد ان میں سے محرمات کا جملہ مذکور ہے لہذا اس سے منکوحہ بیویاں ہی مراد ہوں گی۔ وجہ ثانی کا جواب ہے کہ اجرت کا اطلاق ہر پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے و اقوتھن اجورھن یہاں بالا جماع انجورھن ہر مراد ہے ایسے ہی ایک اور آیت میں ہے ان واجک السی اتیت اجورھن ائے تھوھن وجہ ثالث کا جواب یہ ہے کہ باقی آیات اور احادیث کے قرینہ سے آیت کا معنی یہ ہوگا اذا ار دتم الاستمتاع فاتوھن یقیناً اردہ استمتاع عقد نکاح کے وقت ہوتا ہے۔ دلیل ثانی کا جواب یہ ہے کہ جن حضرات سے متعہ کا جواز منقول ہے ان سے رجوع بھی ثابت ہے جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ کا فرمان ہے کل نسوج سواھما (اے ازواجہما او صامکت ایمانہما) فیہم حرام (رواہ الترمذی) چونکہ امت مسلمہ صریح متعہ پر متفق ہے لہذا بعض نفس پرست انسانوں کا اختلاف قابل التفات نہیں۔ اور نہ ہی ان اصحاب صوری کی مخالفت قابل اعتبار ہے۔

**۵۔ متعہ اور نکاح موقت میں فرق** اس امر میں تو دونوں متحد ہیں کہ دونوں میں ایک خاص معین مدۃ کا تعین کیا جاتا ہے۔ لیکن جمہور علماء کے ہاں دونوں میں تین اعتبار سے فرق ہے۔ ۱۔ متعہ میں لفظ متعہ یا استمتاع بولا جاتا ہے۔ لیکن نکاح موقت کے لئے لفظ نکاح مستعمل ہوتا ہے۔ ۲۔ متعہ میں دو گواہ مقرر نہیں کئے جاتے جبکہ نکاح موقت میں دو گواہ ہوتے ہیں۔ ۳۔ متعہ میں احکام نکاح مثلاً عورت کے لئے نفقہ، سکنی وراثت نسب طلاق اور خلع وغیرہ جاری نہیں ہوتے جبکہ نکاح موقت میں یہ تمام احکامات جاری ہوتے ہیں بعض علماء کے نزدیک متعہ اور نکاح موقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے چنانچہ حضرات ائمہ اربعہ کے نزدیک متعہ کی طرح نکاح موقت بھی بالا جماع حرام ہے جبکہ امام زفر کے نزدیک نکاح موقت میں عقد نکاح صحیح ہے اور تعین وقت کی شرط باطل ہے یعنی نکاح موقت میں وقت کی قید باطل ہو جائے گی اور نکاح علی الدوام واقع ہو جائے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد نکاح شرط باطلہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے۔ اور نکاح ہو جاتا ہے۔ لہذا نکاح موقت میں بھی نکاح برقرار ہے گا اور وقت کی شرط باطل ہو جائے گی۔

**۱۔ متعہ کا پس منظر** تحریم متعہ کے وقت کے بارے میں چھ قسم کی روایات کتب حدیث میں منقول ہیں۔ ۱۔ غزوہ خیبر سے ۲۔ عن علی ان النبی منہی عن متعۃ النساء یوم خیبر (بخاری وغیرہ) ۳۔ فتح مکہ رمضان ۴۔ عن مسہرک ان رسول اللہ منہی یوم الفتح عن

متعة النساء (مسلم) ۱۰۰۰ : غزوہ حنین شوال ۶۰۰ھ عن علیؓ ان النبیؐ منی عن المتعة زمن حنین (نسائی)  
 ۱۰۰۰ عام او طاس شوال ۶۰۰ھ عن سلمہ بن الاکوع قال رخص رسول اللہ عام او طاس فی المتعة ثم  
 من عنها (مسلم) ۱۰۰۰ : غزوہ تبوک رجب ۶۰۰ھ عن ابی ہریرۃؓ انھا نسخت فی غزوہ تبوک (ابن حبان)  
 ۱۰۰۰ حجة الوداع منہ ۶۰۰ھ عن الربیع بن سبرة ان المتعة نزلت حرمها حجة الوداع (ابوداؤد)

## تطبیق

امام نووی اور جمہور محدثین کے نزدیک متعہ کی اباحت و تحریم دو مرتبہ واقع ہوئی ہے یعنی نکاح متعہ زمانہ مجاہدیت  
 میں مرنے والا اور جنگ خیمہ تک ایسی اجازت رہی جس میں غزوہ خیبر کے موقع پر اسکی حرمت کا اعلان  
 کیا گیا جیسا کہ سیدنا علیؓ کے فرمان سے ظاہر ہے پھر فتح مکہ کے موقع پر جسے عام الاوطاس بھی کہا جاتا ہے صرف تین دنوں کے  
 لئے متعہ کی اجازت دی گئی پھر قیامت تک کیلئے اسے حرام قرار دے دیا گیا جیسا کہ سیدنا سلمہ بن الاکوع سیدنا علیؓ اور سیدنا  
 سہرہ بن معبد الجہنی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے چونکہ غزوہ حنین اور عام او طاس سے فتح مکہ ہی مراد ہے اس لئے فتح مکہ پر  
 زمن حنین اور عام او طاس کا اطلاق کیا گیا۔ غزوہ تبوک اور حجة الوداع کے موقع پر چونکہ حضورؐ نے دوبارہ دوسرے بار بطور تاکید تحریم  
 متعہ کا ذکر فرمایا تھا اس لئے سیدنا ابو ہریرہؓ جو ابھی قریب زمانہ میں اسلام لائے تھے اور سیدنا ربیع بن ہبیرہؓ نے تحریم متعہ کا  
 وقت غزوہ تبوک اور حجة الوداع نقل کر دیا ہے۔

(۲) امام بیہقی علامہ ابن قیم اور علامہ ابن عیینہ کی تحقیق یہ ہے کہ متعہ کی تحریم صرف اور صرف فتح مکہ ہی کے موقع پر ہوئی ہے۔  
 خیبر کے موقع پر نہیں یعنی نسخ اباحت متعہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے پھر حضور اکرمؐ کی مقامات پر اس حرمت کو بیان  
 فرماتے ہیں جسے حضرات صحابہ نے اپنے اپنے علم کے مطابق نقل فرمایا۔ باقی سیدنا علیؓ کی روایت میں ازمنہ جب وہم راوی ہے  
 (۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا خیال یہ ہے کہ متعہ کی حرمت مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی جب حضور اکرمؐ نے ہجرت فرمائی تو آپؐ نے  
 ہجرت کے بعد بارگاہ

غزوہ خیبر، فتح مکہ اور حجة الوداع کے موقع پر اسکی حرمت کو بیان فرمایا جسے حضرات صحابہؓ نے اپنے اپنے سماع کے مطابق روایت  
 فرمادیا۔ باقی عام او طاس میں حضورؐ نے جو تین دن کی اجازت مرحمت فرمائی تھی وہ نکاح موقت تھا متعہ اصطلاحی نہیں تھا۔  
 اس پر متعہ کا اطلاق مجازاً و تشبیہاً کیا گیا ہے۔

## ۳۸۲ سلمہ: (ابوداؤد) وفاق المدارس

متعہ کے بارے میں چار طرح کی روایات ملتی ہیں اُبَیحت ثم نُسخت فی غزوہ خیبر۔ اُبَیحت ثم نُسخت فی فتح مکہ۔ اُبَیحت  
 ثم نُسخت فی غزوہ تبوک۔ اُبَیحت ثم نُسخت فی حجة الوداع الی الابد۔ فرمائیے متعہ جیسی وہابیات چیز کی کس طرح چار  
 مرتبہ اجازت ہوئی اور پھر ساتھ ہی ساتھ منسوخ بھی ہوئی گئی

الحل :- اہم امور تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ بقیہ مباحث جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔



## ۵۔ نکاح شغار

**۱۔ شغار کی تعریف** شغار، شَغْرٌ یَشْغُرُ سے مصدر ہے جس کے معنی اٹھانا، پھینکنا اور ملک بدر کرنے کے ہیں صاحب قاموس فرماتے ہیں الشغار ماخوذ من شغور البلد اذا خلا ستمتی بہ تخلوہ عن الصداق یعنی شغار شغور البلد سے ماخوذ ہے جس کے معنی شہر کے خالی ہو جانے کے ہیں چونکہ نکاح شغار حتی مہر سے خالی ہوتا ہے اس لئے یہ نکاح، نکاح شغار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ شرعی صورت درج ذیل ہے۔

**۲۔ نکاح شغار کی صورت** کتب احادیث میں نکاح شغار کی تعریف سیدنا ابن عمرؓ سے باری کلمات مروی ہے ان ینکح الرجل بنتہ علی ان ینکحہ الآخر ابنتہ لیس بینہما صداق (رواہ امام محمد یعنی زید اپنی بیٹی زینب کا خالد سے بایں شرط نکاح کرے کہ خالد اپنی بیٹی یا کسی قریبی رشتہ دار عورت کا زید سے نکاح کرے جس میں دونوں جانب سے کوئی مہر نہ ہو گا بالا جماع اس طرح کی صورت شرعاً حرام ہے البتہ اگر اس طرح کا عقد ہو جائے تو حضرات فقہاءؒ سے تین مندرجہ ذیل اقوال مروی ہیں۔

۱۔ امام غنیم ابو حنیفہ، حضرات صاحبین، امام سفیان ثوری، فقہاء اہل کوفہ اور جمہور فقہاء رومی ثن کے **۳۔ مذہب** نزدیک عقد نکاح صحیح ہو گا اور مہر نہ دینے کی شرط باطل ہو جائے گی جس کے سبب مہر مثل واجب ہو جا۔ ۲۔ امام مالکؒ اور علماء اہل مدینہ کے نزدیک ایسا نکاح دخول سے قبل واجب الفسخ ہے اور بعد سے صحیح البتہ مہر مثل دینا ہو گا۔ ۳۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور بعض اہل علم کے نزدیک نکاح شغار باطل ہے خواہ عورت سے دخول کیا جائے یا نہ۔

**۴۔ دلائل حنفیہ** اقوال ائمہ ۱۔ علامہ عینیؒ نے امام سفیان ثوری، امام زہری، سیدنا کچول اور ائمہ اہل مدینہ کا یہ قول نقل کیا ہے لصل واحد منہما صداق المثل (رواہ عینی وغیرہ) کہ عقد شغار کی صورت میں ہر ناک پر مہر مثل کی ادائیگی لازم ہوگی اور یقیناً مہر مثل نکاح درست ہو جانے کی صورت ہی میں ہو کہے۔ ۲۔ دلیل عقلی: عقد شغار کی صورت میں دوسری عورت کی بضع کو مہر بنا یا گیا ہے جبکہ بالا جماع دوسری عورت کی بضع مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جب کسی ایسی چیز کو مہر بنا دیا جائے جو مہر بننے کے قابل نہ ہو جیسے خنزیر اور شراب وغیرہ تو بالا جماع عقد نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا پڑتا ہے لہذا عقد شغار کی صورت میں بھی مہر مثل دینا ہو گا اور عقد درست ہو جائے۔

**۵۔ دلائل ائمہ** ۱۔ حدیث الباب ۱۰ عن ابن عمرؓ عن النبیؐ عن الشغار (رواہ امام محمد وغیرہ من اصحاب السنن) حضور اکرمؐ کی ممانعت سے عقد شغار کا بطلان ظاہر ہے اور یقیناً جب عقد باطل ہو گا تو مفید للک

نہیں ہو سکتا۔ ۴۔ دلیل عقلی: مقدمہ شغار میں، ہر عورت کی بضع منکوح بھی ہوتی ہے اور مہر بھی یقیناً  
بہ اشتراک شرعاً ناجائز ہے۔ امام مالکؒ نے دونوں طرح کے دلائل کو جمع فرما کر دخول سے تفریق کر دی کہ قبل الذی  
نکاح واجب البضع ہے اور بعد الذی دخول ناقابل بضع۔

۱۔ جوابات | آپ کی دلیل ہمارے دعویٰ کے معارض نہیں کیونکہ حدیث الباب کے آخر میں نکاح شغار کی تعریف یوں  
مروی ہے: لیس بینہما صدقاً، بلکہ ہمارے نزدیک ہر مثل واجب ہے جب ہر مثل واجب ہوا  
دلیل عقلی بھی درست نہیں کیونکہ وجوب مہر کے بعد اب بضع صرف منکوح اور معقود علیہ  
ہو ہی مہر نہ ہو سکی جبکہ حرمت اُس وقت تھی جب بضع معقود علیہ بھی ہو اور مہر بھی۔

۲۔ تنبیہ: مہر علیحدہ متعین کیا جاتا ہے اس لئے ایسا عقد شرعاً درست ہے البتہ بعض شرائط فاسدہ اور  
نوربات مذکورہ کے سبب مکروہ، غیر اولیٰ اور قابل ذمہ ہے۔

## ۱۳۸۵ مہر موطا امام مالک وفاق المدارس

عن عبد الله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم فحی عن الشغار الشغار  
ان يزوجه الرجل ابنته علی ان يزوجه الاخر ابنته لیس بینہما صدق  
لکم شغار میں احناف اور جمہور کا کیا اختلاف ہے، اولہ احناف معہ اجوبہ اولہ جمہور وضاحت سے لکھیں۔

## ۱۳۸۶ مہر (ابوداؤد) تنظیم المدارس

عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فحی عن الشغار  
اكتب تفسير الشغار وبين خلاف الفقهاء في مسئلة نکاح الشغار مع بيان وجوه الترجيح امذهب الاحناف

## (۱۳۹۴ مہر ابوداؤد)

الحل: مہر مذکورہ بالا پوچوں میں چھ امور دریافت طلب ہیں۔ آشتار کی تعریف آ۔ شغار کی صورت۔ تم مذاہب

تم۔ دلائل احناف ۴۔ دلائل ائمہ ۶۔ جوابات۔

مذکورہ بالا چھ امور حسب ترتیب لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔



## ۶۔ مسئلہ عزل

جماع کرتے وقت جب انزال ہونے لگے تو انسان ذکر کو کھینچ کر منی کے ابتدائی قطرات کو خارج فرج ڈال دے تاکہ رحمِ مرآۃ میں لطیفہ نہ ٹھہرے۔

### ۱۔ عزل کی صورت

علامہ ابن عبد البر اور بعض محققین کی تحقیق میں آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل کرنا شرعاً درست نہیں اور یہ مسئلہ آئمہ اربعہ کے ہاں اجماعی ہے البتہ باندی کی اجازت کے بغیر عزل کرنا بالاجماع شرعاً درست ہے کوئی قباحت نہیں۔ البتہ بعض شراح کی تحقیق میں آزاد عورت کے اذن اور عدم اذن کے بارے میں دو اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد، حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک آزاد عورت اگر عزل کرنے کی اجازت دے تو جائز ہے وگرنہ جائز نہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔

۲۔ امام شافعی اور بعض اہل علم کے نزدیک باندی کی طرح آزاد عورت سے بھی عزل کے بارے میں اجازت لینا ضروری نہیں اگر مرد چاہے تو عزل کر سکتا ہے خواہ بیوی کی اجازت دے یا نہ۔

عن عمر بن الخطاب عن النبی ان یعزل عن المحلۃ الا باذنہا (رداء ابن ماجہ)

### ۳۔ دلیل جمہور

اسی طرح کی ایک روایت سیدنا ابن عباس سے بایں کلمات مروی ہے تستامرو المحلۃ فی العزل ولا تستامرو الا ما (رداء البیہقی وغیرہ) جو تائید جمہور میں نص ہے۔

ایسی بیوی جو کسی غیر شخص کی باندی ہو وہاں عزل کے لئے اجازت ضروری ہے یا

### ۴۔ مسئلہ

نہیں اور اگر ضرورت ہے تو کس کی؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد کے نزدیک عزل کے لئے مولیٰ کے اجازت ضروری ہے۔

۲۔ امام مالک، حضرات صاحبین کے نزدیک عزل، بیوی کی اجازت پر موقوف ہے۔ مولیٰ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک زوج کو کسی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ وہ عزل کرنے کے لئے مختار ہے۔

۴۔ عزل کے بارے میں جواز اور عدم جواز میں چونکہ متعدد مختلف المراد احادیث مروی ہیں اس لئے حضرات فقہانہ نے تطبیق کے طور پر بلا ضرورت عزل کو مکروہ قرار

### ۵۔ متفرق مسائل

دیا اور ہر وقت ضرورت جائز

۱۔ قضاؤ جائز ہے اور دینا "ناجائز"۔

۲۔ تاکہ دونوں طرح کی احادیث معمول بہا ہو جائیں

۳۔ بچہ میں روح آنے سے قبل رحمِ مادر سے





## ۱۔ حرمت و مقدار رضاعت

۱۔ **مسائل ائمہ :-** امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام احمدؒ فی روایہ حضرات صاحبین  
 امام سفیان ثوریؒ، سیدنا حسن بصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، امام عبد اللہ بن المبارکؒ، امام دیمجیہ و صحابہ  
 تابعین اکثر اہل علم فقہاء و محققین کا مسلک یہ ہے کہ مطلق دودھ پلانے سے حرمت رضاعت متحقق ہو جاتی ہے  
 خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ پہلے ایک مرتبہ چوسے یا ایک سے زائد مرتبہ بشرطیکہ دودھ بچہ کے پیٹ میں پہنچ جائے  
 (دیکھ قال من الصحابة ابن عمر بن عباس دخی و ابن مسعود ومن التابعین سعید بن المسیب و جماعة  
 من اهل العلم) امام شافعیؒ، امام احمدؒ فی روایہ امام اسحاقؒ، سیدنا سعید بن جبیرؒ اور بعض  
 جہازین کے نزدیک کم از کم چار مرتبہ چوسنے یا دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی  
 امام نوویؒ اور دوسرے حضرات شوافع نے حرمت رضاعت کے لئے اپنا مسلک ان  
 کلمات سے بیان فرمایا ہے ان المحرم خمس رضعات مشعاب خمسة اوقات جائعات  
 ۲۔ امام احمدؒ فی روایہ امام داؤد ظاہریؒ، ابو ثورؒ، علامہ ابو عبد اللہؒ اور اہل ظواہر کے نزدیک  
 تین بار چوسنا موجب حرمت ہے ایک مصر یا مقآن سے حرمت پیدا نہ ہوگی۔

۲۔ **دلائل ائمہ (الف) دلائل جمہور** ۱۱۱ ارشاد باری قرآن مجید میں ہے دأْمِھَانِکُمْ  
 النِّیْ اُدْعِیْکُمْ الْاِیَۃ۔ اس آیت میں مطلق رضاعت  
 کا ذکر ہے اور کسی عدد کی قید نہیں لہذا حرمت رضاعت کے لئے قلیل و کثیر برابر ہیں۔

۲۔ **حدیث الباب :-** عن علی قال رسول اللہ ان اللہ حرم من الوضاع ما حرم من النسب  
 (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح وخرجہ البخاری و سلم و غیر ہما) (۴) قول شامع :- عن عائشہ  
 قالت قال رسول اللہ ان اللہ حرم من الرضاۃ ما حرم من الکادۃ (رواہ البخاری و الترمذی و غیرہما  
 بسند صحیح) (۴) قول شامع :- عن ابن عباس ان ابنی قال یحیی من الوضاع ما یحیی من النسب  
 (رواہ البخاری و سلم و غیر ہما) یہ تینوں احادیث صحیحہ عام بھی ہیں اور مطلق بھی جن میں مطلق رضاعت کو  
 موجب حرمت قرار دیا گیا ہے اور قلیل و کثیر کی تفسیر نہیں کئی گئی نیز نہ ہی کسی عدد کو بیان کیا گیا  
 ہے۔ (۵) قول شامع :- سیدنا عقبہ بن عامرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح  
 کیا سیدہ سوداؓ حضورؐ

خدمت میں شریف لائیں اور فرمایا کہ عقبہ بن عامر اداسی بیوی رضاعی بہن بھائی ہیں فالبنی اعرض عنہ (عقبہ بن عامر) و نکاح  
 عنہا (زوجہ) و فی روایتہ قال دھا عنک رواہ البخاری و سلم و غیر ہما یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عقبہ بن عامر



کے نکاح کو نسخ فرمایا اور علی الاطلاق مباشرۃ سے منع فرمایا۔ اگر مستان یا خمس مصات کی قید ہوتی تو آپ تحقیق فرماتے کہ کتنی مرتبہ  
 زور دیا گیا؟ اور رضاعت کی تعداد کیا تھی۔ جب آپ نے رضاعت کی قید لگائے بغیر مطلق رضاعت کو موجب حرمت  
 قرار دیا تو مطلق رضاعت ہی وجہ حرمت ہوگی؟ اذلیس التقیید فلیس التحدید۔ (۶) قول شارح :- عن ام سلمہ  
 قالت قال رسول اللہ لا یحرم من الرضاع الا ما اُفتق الا معار فی الشدی رواہ الترمذی وغیرہ وقال ہذا حدیث  
 حسن صحیحہ حدیث مذکور میں بھی مطلق رضاعت کو وجہ حرمت قرار دیا گیا ہے (۷) قول شارح وایضاً جب الامۃ  
 عن ابن مسعود عن النبی قال لا رضاع الا ما اُفتق الا معار رواہ ابو داؤد ورواہ ابن ماجہ حدیث مر فوج  
 سینا جبر الامۃ ابن مسعود سے موقوف بھی مروی ہے۔ کتاب الرضاع کے تحت آنے والی بیسیوں احادیث بحمد اللہ مسلک حنفیہ  
 ہی کی مؤید ہیں۔ کیونکہ ان بیسیوں احادیث میں مطلق رضاعت کا حکم ہے جن میں نہ ہی کسی عدد معین کا تذکرہ ہے اور نہ ہی قلیل و  
 کثیر کی تفریق (اذلیس فلیس) یقیناً مسئلہ الباب میں حضرات احناف اور سادات جمہور فقہاء کا مسلک متواتر المعنی احادیث  
 سے ثابت ہے۔ ہم نے چند احادیث کو بطور نمونہ تحریر کئے۔ جملہ تائیدی احادیث کو صحاح ستہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

دلیل قائلین مسلک ثانی و ثالث | قائلین مسلک ثانی اپنی تائید میں اثر عائشہ کو پیش فرماتے ہیں :-

(۱) اثر عائشہ :- قالت عائشہ انزل فی القران  
 خمس رضعات فنسخ من ذلك خمساً وصار الى خمس رضعات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 ولا امر على ذلك رواه الترمذی وسلم وابدؤا و :- قائلین مسلک ثالث حدیث الباب کو پیش فرماتے ہیں :-  
 (۲) حدیث الباب :- عن عائشہ عن النبی قال لا یحرم المصاة ولا المصتان رواہ الترمذی۔

رفع اختلاف جوابات اور وجوہ ترجیح (۱) منسوخ :- حرمت رضاعت کا حکم درحقیقت مدیہ  
 نازل ہوا ہے پہلے عشر رضعات کا حکم تھا جو بالاتفاق بعد میں

منسوخ ہو گیا اور علماء و فقہاء میں سے کوئی بھی کسی زمانہ میں اس کا قائل نہیں رہا۔ پھر خمس رضعات کا حکم ہوا۔ جو حضرات شوافع کے بغیر  
 جمہور محققین کے نزدیک منسوخ ہے پھر ثلثہ مصات کو وجہ حرمت قرار دیا گیا جسے اہل ظواہر نے مسلک اختیار کیا اور جمہور نے قرآنی آیات  
 اور بیسیوں احادیث صحیحہ و صحیحہ کے تحت مطلق رضاعت کو موجب حرمت قرار دے کر مستان و ثلث مصات کے حکم  
 کو بھی منسوخ قرار دیا۔ حضرات ائمہ میں سے امام شافعی دوسرے حکم میں اہل ظواہر تیسرے حکم میں کھڑے رہ گئے جبکہ حضرات احناف  
 اور جمہور صحابہ و تابعین آخر تک ساتھ رہے اور انہوں نے مطلق رضاعت کو محرم قرار دے کر جملہ احادیث کو معمول بہا بنالیا۔

اس بات کی تائید حضرت فقیہ صحابہ سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابن عمر کے آثار سے بھی ہوتی ہے (۱)  
 قول سیدنا ابن عباس :- قال ابن عباس وکان ذلک خمساً نسخ (ہدایہ ص ۲۲ ج ۲) (۲) قول سیدنا ابن مسعود  
 قال ال (ربیع) امر الرضاع الى ان قلیک وکثیرہ محرم (فتح القدیر) (۳) قول سیدنا ابن عمر :- ان ابن عمر

قال قضاء الله اولی من قضاء ابن النبی حیث قال تعالی واما حکم التي ارضعکم الایۃ۔



## ۱) فقط اثر موقوف غیر مقبول

سیدہ عائشہ کا ایک اثر موقوف ہے جو کہ نہ نفی قرآنی ہے اور نہ ہی تفسیری  
 شارع وہ یوں کہ خبر واحد سے قرآنیت ثابت نہیں ہوتی اس کے لئے اتفاق  
 اخبار متواترہ کی ضرورت ہے جبکہ اس روایت کو نہ ہی کوئی اور صحابی نقل کرتا ہے اور نہ ہی تابعی بلکہ یقیناً یہ قول خلاف اجماع  
 شاذ ہے۔ نیز حدیث شارع بھی نہیں جو نہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد دگر ہی نہیں۔ کما ہوا الخاھر۔ اسی بات کو علامہ عابدی بھی  
 عسقلانی نے فتح الباری میں تحریر فرمایا ہے۔ (۳) مرجوحۃ ۱۔ سیدہ عائشہ کے دونوں فرمان غیر واحد کے درجہ  
 ہیں اور کتاب اللہ کے متباد میں خبر واحد یقیناً مرجوح ہے۔ (۴) اضطراب ۱۔ سیدہ عائشہ حدیث کی روایت میں غلط  
 ہے ایک روایت میں خمس رضعات اور دوسری روایت میں المقتہ والمستان اور دیگر روایات میں کہیں دس، کہیں اسی  
 کہیں سات یا پانچ رضعات کے الفاظ منقول ہیں لہذا الاضطراب باقی وجہ کان یورث الضعت کے قاعدہ کے تحت  
 یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں۔ علامہ ابن حجر شافعی اسی اضطراب کے پیش نظر لکھتے ہیں:۔ ہذا الروایۃ مرجوحہ  
 (۵) مرجوحۃ صبیحہ ۱۔ سیدہ عائشہ کی دونوں روایات نہیں ہیں اور دلائل جبور محترم بوقت تعارض دلائل ہمزو  
 ترجیح ہوتی ہے (۶) مقتان بالفعل رضاعت نہیں: عموماً اجتہاد میں بچہ جب ایک یا دو مرتبہ  
 چوستا ہے تو دودھ نہیں اترتا بعد میں اترنے لگتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ المقتہ والمستان کے کلمات سے بطریق کتبہ  
 اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ عورت اس وقت متحقق ہو گی جب بچہ کے پیٹے میں دودھ یقیناً پہنچ جائے۔

## ۲۔ استثنائی صورتیں اور انکی علت

کا اجماع ہے کہ دودھ پینے سے عورت رضاعت مستحق ہو جاتی ہے اور عورت نسب کی طرح عورت رضاعت  
 میں بھی عورت مؤبدہ ہوتی۔ (۱) نہ کہ عورت عارضہ یعنی کسی وقت بھی محرمات رضاعیہ حلال نہ ہونگی۔ کیونکہ دونوں کی  
 علت ایک ہے یعنی جو ریت و بعثیت۔ نیز وہ تمام عورتیں جو عورت نسب اور عورت مضاہرہ کی وجہ سے کسی ان پر  
 حرام ہو جاتی ہیں وہ عورت رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جائیں گی۔ چنانچہ حضرات فقہاء کا مشہور ضابطہ ہے۔  
 مکلف من تحرم بالقرابة والصهر تية تحرم بالرضاع۔ اس قاعدہ کی رو سے مرضعہ کے تمام رشتہ دار  
 رضیع (دودھ پینے والے بچہ) کے بھی رشتہ دار ہو جائیں گے۔ مثلاً (۱) رضیع کیلئے:۔ مرضعہ خود رضاعی ماں (۲) مرضعہ کا شوہر  
 رضاعی باپ (۳) مرضعہ کی ماں رضاعی نانی (۴) مرضعہ کی بہن رضاعی خالہ (۵) مرضعہ کی بیٹی رضاعی بہن (۶) مرضعہ کی  
 بیٹی کی بیٹی بھانجی۔ اسی طرح (۷) رضاعی باپ کی ماں رضاعی دادی (۸) رضاعی باپ کی بہن رضاعی بھوپھی (۹) رضاعی باپ  
 کی بیٹی رضاعی بہن (۱۰) رضاعی باپ کی بیٹی رضاعی بھانجی ہو جاتی ہیں لہذا یہ سب رضیع پر حرام ہوں گی۔ صاحب زادہ الخاھر  
 اور صاحب حندیہ فرماتے ہیں یحرم علی الرضیع ابوا ذمن الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب  
 و الرضاع جمیعاً حندیہ ص ۲۹۴ لیکن رضیع کے رشتہ دار مرضعہ کے رشتہ دار نہیں بنتے تو گویا عورت رضاعت  
 رضیع کے رشتہ داروں میں نہیں ہوگی۔ حالانکہ عورت نسب مولود بچہ کے رشتہ دار بھی اپنی ماں کے رشتہ داروں پر حرام  
 ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت رضاعت میں وجہ تحریم مرضعہ کے اجزاء، ایں جو دودھ کے توسط سے رضیع

کی غذا اور اس کے بدن کے اجزاء بنتے ہیں اس لئے مرضعہ کے تمام رشتہ داروں میں حریمیت کا رشتہ ہو جاتا ہے جبکہ یہ بات رضیع کے رشتہ داروں میں موجود نہیں کیونکہ رضیع کے رشتہ داروں اور مرضعہ کے درمیان نہ ہی نسب کا رشتہ ہے اور نہ ہی رشتہ و حریمیت کا محرمات و مناعہ کی مندرجہ بالا تفصیل کو درج ذیل ایک شعر میں ایک بندہ باندھنے کیا ہی خوب انداز میں جمع کر دیا ہے۔

از جانب شیر دہ ہم خویش شونہ      و از جانب شیر خوار زو جان مسترف

لیکن پہلے قاعدہ (یعنی مرضعہ کے تمام رشتہ دار رضیع پر بوجہ رشتہ داری حرام ہو جاتے ہیں) سے چار عورتیں مستثنیٰ ہیں جو درج ذیل ہیں: ۱۔ گویا یہ عورتیں نسب سے حرام ہوتی ہیں لیکن رضاعت سے حرام نہیں ہوتیں۔ (۱) رضاعت سے بھائی کے صاحبہ نہ نسب بھائی کی ماں حرام ہے کیونکہ وہ یا تو بچے کی والدہ ہوتی ہے یا موطورۃ الأب لیکن رضاعت میں کبھی اجنبی عورت ایک بھائی کی مرضعہ ہوتی ہے لیکن دوسرے بھائی سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ لہذا وہ حرام نہ ہوگی (۲) رضاعتی پوتے یا نواسے کی ماں: نسب پوتے یا نواسے کی ماں بالا جماع حرام ہے کیونکہ وہ بیٹی یا بیٹے کی بیوی ہوتی ہے لیکن رضاعت میں حرام نہیں۔ کیونکہ کبھی اجنبی عورت پوتے یا نواسے کو دودھ پلا دیتی ہے اور وہ اس کے دادا پر کوئی رشتہ نہ ہونے کی وجہ سے حرام نہیں ہوتی۔ (۳) رضاعتی بیٹے کی جدۃ: بیٹے کی جدۃ نسب لحاظ سے حرام ہے کیونکہ وہ ماں ہوتی ہے یا بیوی کی ماں لیکن رضاعت میں کبھی اجنبی عورت بچے کو دودھ پلا دیتی ہے تو وہ اس کے والد پر حرام نہیں کیونکہ ان کا آپس کوئی تعلق نہیں (۴) رضاعتی بیٹے کی بہن: نسب میں بیٹے کی بہن یقیناً حرام ہے کیونکہ وہ بیٹی یا بیوی (مترکبی بیٹی) ہوتی ہے لیکن رضاعت میں وہ کبھی اجنبی ہوتی ہے اس لئے حرام نہ ہوگی۔

## وفاق المدارس (ترمذی)

۱۳۸۳ھ :- عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب  
 هذا حدیث صحیح۔ وعن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما تحرم المصۃ والمصتان۔ ان دونہن حدیثوں میں نقل  
 ثبت الرضاع کے بارے میں اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو رفع اختلاف کی توجیہ کھراویر بتاؤ کہ محرمات رضاعیہ اور نسب  
 میں کئی یکسانیت ہے یا کچھ مستثنیات ہیں تو کونسی اور کیوں۔

## تنظیم المدارس (موطا امام مالک)

۱۴۰۶ھ :- مالک عن یحییٰ بن سعید انه قال سمعت سعید بن المسیب یقول لا رضاع الا ما کان  
 فی العہد والا ما انبت اللحم والدہم۔ ما مدۃ الرضاعۃ ان کان فیہ اختلاف بین الاثنین  
 فبینہ مع ادلتھم (مسلم ۱۴۹۷ھ)

الحل | پرچہ چہارم میں درج ذیل چار امور قابل حل ہیں: ۱۔ مسالک آئمہ (۲) دلائل آئمہ (۳) دلائل نقل جمہور (۴) دلائل دیگر مسالک (۵) رفع اختلاف (۶) استثنائی صورتیں۔ یہ چاروں امور مرقوم ہیں۔



## ۸۔ النفقة والسكنی المطلق

طحاوی ص ۱۹  
جلد ثانی

امام عظیم ابوحنیفہ، حضرات صاحبین، امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام ابن ابی سیلی، علامہ شریح جمہور صحابہ و  
۱۔ اختلاف فائزہ :- تابعین اور اکثر اہل علم و محققین فقہاء کے نزدیک اختتام تک ایسی عورت کو جو مبتوتہ حاملہ ہو سکونت  
کے لئے مکان بھی ملے گا اور خرچہ کے لئے نفقہ بھی۔ (دہر قال من الصحابہ سیدنا عمر بن الخطاب و ابن مسعود و عائشہ و جابر بن الانبیین  
سیدنا سعید بن المسیب و عمر بن عبدالعزیز و غیرہ) و امیر بن الصحابہ و التابعین ۲۔ امام مالک، امام شافعی، امام لیث اور جازمین کے  
زادیک سکونت کے لئے مکان تو ملے گا لیکن عدت کے زمانہ کا نفقہ نہیں ۳۔ امام احمد، امام اسحاق، سیدنا حسن بصری، سیدنا عطاء  
امام داؤد ظاہری اور امام اوزاعی کے نزدیک ایسی عورت کے لئے نہ تو سکونت ہوگی اور نہ ہی زمانہ عدت کا خرچہ ۴۔ امام احمدی روایت  
اور بعض تابعین کا مسلک یہ ہے کہ ایام عدت میں یہ عورت مستحق نفقہ ہے سکونت نہیں (بحر الرائق)

حضرات احناف اور جمہور فقہاء کا مسلک بحمد اللہ دیگر مسائل کی طرح مسئلہ اباب  
۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف :- میں بھی اصول و ماخذ شرع یعنی آیات قرآنہ، احادیث نبویہ، اجماع صحابہ و تابعین اور  
قیاس فقہاء و محققین سے مؤید ہے تفصیل حسب ذیل ہے ۱۔ آیات و نصوص :- ۱۔ و للمطلقات متاعاً بالمعروف (الایہ ۳)  
یہاں کلمہ مطلقات عام ہے جو اپنے عموم کے اعتبار سے جملہ مطلقات کو شامل ہے نیز لفظ متاع کا لغوی اطلاق نفقہ و سکنی دونوں کو شامل  
ہے ۲۔ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن — لا تحرجوهن من بیوتہن الا یہ آیت مذکورہ مطلقات کو سکونت کی  
مہولت دینے کے بارے میں نص ہے ۳۔ اُسکنوهن من حیث مسکنکم ۴۔ اس آیت کے عموم سے قائلین مسکن ثانی نے بھی عورت  
موصوفہ (مطلقہ مبتوتہ حاملہ غیر حاملہ) کے لئے اثبات سکونت کو تسلیم کیا ہے درحقیقت یہ آیت مطلقات کو سکنی فراہم کرانے کے بارے  
میں واضح اور صریح ترین استشہاد ہے نیز سیدنا ابن مسعود کی قرأت میں اُسکنوهن کے بعد و انفقوا علیہن من وجہ کم کے کلمات  
منقول ہیں جو وجوب سکنی کے ساتھ ساتھ وجوب نفقہ پر مسلک حنفیہ کی بہترین دلیل ہے

۳۔ لا تضاروهن لتضيقوا علیہن الا یہ۔ مطلقات کو نفقہ و سکنی نہ دینا یقیناً  
ضرر ہے اس لئے اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ لا تضاروهن ای المطلقات فی النفقة والسكنی۔ ان آیات  
کے علاوہ وہ تمام نصوص قرآنیہ بھی مسلک جمہور کی تائید کرتی ہیں جن میں زوجات اور امہات اولاد پر انفاق و عطا نفقہ کا حکم دیا گیا ہے  
کیونکہ بالا جماع ایسی مطلقہ کے لئے نکاح ثانی ایام عدت کے اختتام تک جائز نہیں ۲۔ احادیث نبویہ :- ۵۔ قول شافعہ :-  
عن عمر قال سمعت رسول اللہ یقول للمطلقة ثلاثاً النفقة والسكنی (رواہ دارقطنی و ابی ہریرہ و طحاوی) اسی مضمون کا ایک اثر  
سیدنا ابن مسعود سے طحاوی میں منقول ہے ۶۔ قول شافعہ :- عن جابر عن النبی قال المطلقة ثلاثاً لہا السكنی و النفقة رواہ  
الدارقطنی و صاحب الحدایۃ ۷۔ حدیث الباب :- قال عمر لا تدع کتاب ربنا و سنة نبینا بقول امرأۃ لا ندری احفظ

ام نہایت فکان صمد شعیب لہا السکنی والنفقة رداء مسلم والترندی وغیرہا سیدنا فاروق اعظم کما اس فتویٰ پر مجبور فقہار نے اپنے  
مسک کی بنیاد رکھی ہے اور مسک مجبور یقیناً قرآن و احادیث کی رو سے اقویٰ ہے ۱۔ اثر عائشہ ۱۔ عن عائشہ رکت قالت  
ما لفاطمة ان تذکر هذا یعنی قولہا لا سکنی ولا نفقة رداء مسلم ام بخاری نے ان کلمات سے اثر کو تخریج فرمایا ہے قالت  
لفاطمة الا تتقی الله یہ اثر مسک حنفیہ کے شاہر عدلیہ ۲۔ اجماع صحابہ ۱۔ جب سیدنا فاروق اعظم نے حضرات  
صحابہ کے سامنے سیرۃ فاطمہ کی روایت پر رد فرمایا تو کسی صحابی رسول نے انکار نہیں کیا تو گو یا مطلقہ مبتوتہ خاتکہ کے عدم نفقہ و  
سکنی پر روایات صحابہ متفق ہیں ۲۔ نیز سیدنا عمرؓ کا صیغہ مشکم مع الغیر سے اپنے فتوٰ کا کو بیان فرمانا بھی اجماع صحابہ کی طرف  
مشیر ہے ۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کا یہ فرمان کہ لے فاطمہ تم خدا سے نہیں ڈرتی ہو جو لا نفقہ ولا سکنی کو نقل کر رہی ہو یقیناً خلاف  
اجماع قول کے بارے میں ہی ہو سکتا ہے ہم قیاس و لفظ سے علامہ انور شاہ صاحب تحفیری فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ  
جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کے لئے جائز نہیں گھر سے باہر نکلے تو گو یا معتدہ بالوفاء کے لئے سکنی ہے حالانکہ نکاح  
بالکفۃ منقطع ہو چکا ہے تو ایسے ہی مطلقہ بانہ کے لئے بھی سکنی ہوگا اور نفقہ بھی اس لئے کہ اسے نکاح ثانی سے منع کر دیا گیا نیز  
نفقہ و سکنی کا آپس میں گہرا ربط ہے ہاں بویہ کو اس لئے نفقہ نہیں ملتا کیونکہ اسے وراثت ملتی ہے ۲۔ اختتام عدۃ تک مطلقہ عورت  
حق زوج میں مجبوس ہوا کرتی ہے تو اسے نفقہ اور سکنی خاوند سے وجوباً ملنا چاہیے جیسا کہ سرکاری موظفین بوجہ ملازمت اور  
نوکری کے حکومت وقت سے حق انصراف لیتے ہیں (ہدایہ ج ۲۱۳)

تاکہ مسک ثانی وجوب سکنی کے لئے ان قرآنی آیات سے استدلال فرماتے ہیں جو دلائل احاف کے  
(ب) دلائل دیگر فقہاء ۱۔ ذیل میں گزریں مثلاً ۱۔ سکنو حق من حیث سکنتم اور لا تخزجو حق من حیث سکنتم اور عدم وجوب نفقہ  
کے بارے میں حدیث الباب سے نیز قرآن مجید میں ہے : وان کن اولات حمل فالنفقوا علیہن الایہ اس کے مفہوم مخالف سے  
مراحہ معلوم ہوا کہ حائل یعنی غیر حاملہ کے لئے نفقہ نہیں درہ اولات حمل کی قید اور تخصیص لغو ہو جائے گی۔ تاکہ مسک ثالث  
اپنی تائید میں حدیث الباب کو پیش فرماتے ہیں قالت فاطمة طلقت زوجی ثلاثاً علی عہد النبی فقال رسول اللہ لا  
سکنی لب ولا نفقة رداء الترندی وغیرہ قائلین مسک رابع وجوب نفقہ میں دلائل احاف سے اور عدم وجوب سکنی میں  
حدیث الباب سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ مطعون: خبر واحد کے تحت اور قابل اجتماع ہونے کے لئے حضرات اصولیین کے  
۳۔ حدیث الباب کے جوابات ۱۔ نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ علماء سلف میں سے کسی نے اس پر طعن و کیر نہ کیا ہو  
جبکہ حدیث الباب پر سیدہ عائشہؓ سیدنا عمرؓ سیدنا زید بن ثابتؓ سیدنا اسامہؓ اور سیدنا جابرؓ جیسے فقہاء صحابہ نے انتہائی  
قابل جرح کلمات سے طعن فرمایا جب ایک حدیث متقیہ محدث و فقیہ سے متروک ضعیف اور ناقابل استدلال ہو جاتی ہے تو  
حضرات صحابہ کی تنقید کے بعد حدیث الباب کی حیثیت کیا ہوگی لان الصحابة کلہم عدول وامناء نیز سیدنا عمرؓ کے قول اور اس پر  
حضرات صحابہ کے عدم انکار سے تو حضرات صحابہ کا صنف حدیث پر اجماع معلوم ہوا ہے ۲۔ واقعہ جزئیہ محتملہ: سیدہ



فائل کے حدیث ایک واقعہ جو یہ ہے جس میں کئی احتمالات داغدار ہیں جن کی وجہ سے انہیں سکنی و نفقہ نہ ملا۔ ۱۔ فاشترقا، صاحب  
بحر الائق اور امام طحاوی نے لکھا ہے کہ فاطمہ بنت قیس ناشترقا (خاوند کی بات نہ ملنے والی) تھیں اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر  
گھر سے زائے قدرت میں چلی گئیں اور بالاتفاق ناشترقا کے لئے شرطاً تو نفقہ ہے اور نہ ہی مکان کی سہولت ۲۔ طول لسان و  
شدید الطبع استیدنا سعید بن المسیب رئیس ابن بعین فرماتے ہیں انما فعلت فاطمة طول لسانها (رواہ ابو داؤد و صاحب سنن  
السنة و ابن دمیہ العیدی فی کتاب الامکام ص ۲) یعنی عدم سکونت کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ فاطمہ تیز زبان تھیں ان سے تمام اہل خاندان  
آگے تھے انکو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اسکی تأیید امام شافعیؒ کے فرماں سے بھی ہوتی ہے جسے امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا ہے  
لم يجعل لها ان سكنت لما كانت مبدوا الى اهليها ۳۔ غیث آباد مکان، سیدہ عائشہ صدیقہ سے منقول ہے ان فاطمة كانت  
في بيت وحيش و لذا رخص النسبي في النفقة رواه البخاري و ابو داؤد ص ۳۱۳ یعنی نقل مکان کی وجہ شہر سے دوری اور خوف  
تھا ریل ص ۳۱۹ م۔ غیبیہ زوج، بعض شراح حدیث یہ توجیہ فرمائی کہ نفقہ اس لئے نہ دیا گیا کہ سیدہ فاطمہ کے خاوند  
طلاق دینے کے بعد شہر سے چلے گئے تھے اور بالاتفاق قضا علی الغائب جائز نہیں لہذا حضورؐ نے قضا فرمایا لا سکنی لک و النفقة  
کہ آپ کے غائب خاوند کے لئے نہ ہی اعطاء نفقہ ضروری ہے اور نہ مسکن ۵۔ وفات زوج، علامہ النور شاہ صاحب کشمیری فرماتے  
ہیں کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد ان کے خاوند شہید ہو گئے تھے اس لئے انہیں نہ ہی نفقہ ملا اور نہ ہی سکنی کا  
رویہ مسلم ص ۲۰۰ قالت فاطمة ان زوجي استشهد فخطبني معاوية بن جندب بن جندب فخطبني معاوية بن جندب فخطبني معاوية بن جندب فخطبني معاوية بن جندب  
شہادت کی توثیق کہ ہے ۶۔ عدم تحفظ، امام مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض  
کیا کہ میں وجود گھر میں غیر محفوظ ہوں تو اس لئے حضورؐ اکرمؐ نے فرمایا لا سکنی لک و النفقة روایت یوں ہے قلت يا رسول الله  
زوجي طلقني ثلثا و اخاف ان يقتل علي فامرها فتولت (رواہ مسلم ص ۲۰۰) وغیرہ ۳۔ نفی زیادت نفقہ، امام مسلم  
اور امام طحاوی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کے خاوند نے اپنے وکیل کی وساطت سے پانچ سیر شعیرا ہوا اور  
پانچ سیر گندم یا کچھ بھی جس پر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور مزید مطالبہ کیا اس پر حضورؐ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا لا نفقة لك ولا  
سکني لے زائدة علی هذا۔ صحیح مسلم ص ۱۰۱۔ سل معہ الوکیل، خمسۃ اصم فقالت مالی نفقة الا هذا  
(رواہ مسلم ص ۲۰۰) الغرض حدیث الباب میں نفقہ سکنی کی نفی سیدہ فاطمہ کے خاص حالات و اعذار کی بنا پر تھی اور نہ انکی اپنی حالت  
تھی کوئی قاعدہ کلیہ اور حکم شہدائی نہ تھا۔

تائین مسک ثانی نے عدم وجوب نفقہ پر حدیث الباب سے استدلال کیا جس پر سیر حاصل بحث ہو چکی۔  
جواب دلائل دیگر مساک، ان حضرات کی دلیل ثانی کے جوابات درج ذیل ہیں، حضرات منفیہ کے اس مفہوم مخالف حجت نہیں اور  
مترادف قابل استدلال ہے ۲۔ اگر حجت تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی بالاجماع لصوص ہر کہ اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں مفہوم مخالف  
موجب و غصہ ہے ۳۔ مگر جصاص احکام القرآن امام نسفی مارک، اور شیخ آلوسی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن آیت  
میں اوقات حمل کا ذکر تخصیص اور قید احترازی کے طور پر نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ حاملہ عورت کی مدت عدۃ غالباً طویل ہوتی ہے تو





## ۹۔ مطلقہ منصوبہ و غیر منصوبہ (ترمذی) ۱۹۰

۱۔ منصوبہ اور غیر منصوبہ کے معنی کی لغوی و معنوی تحقیق: کلمہ منصوبہ دونوں طرح درست ہے۔ ۱۔ بالصدا منصوبہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے وہ عورت کہ جس کی قبیلہ یا شہر کی طرف نسبت کی جائے۔ امام شاہ دلی اللہ محدث و ہلوی المصنفی میں لکھتے ہیں کہ زنی نسبت کردہ شود بقبیلہ یا شہرے کہ گفت مردی کہ اگر نکاح کنم فلانی زن را کہ از قبیلہ فلان یا در فلان شہر است اطلاق است اگر بالصدا ہو تو اس کے معنی تعین کی ہوئی عورت کے ہوں گے بہر حال دونوں اعتبار سے معنی یہ ہے کہ وہ عورت کہ جس کی کسی نہ کسی درجہ میں کچھ تعین ہو جائے۔ اور غیر منصوبہ سے وہ عورت مراد ہوگی جس میں کسی اعتبار سے بھی تعین نہ ہو۔

۲۔ توضیح عبارت: سیدنا عبداللہ بن مسعود کا فرمان کتب حدیث میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی معین عورت کو یا منصوبہ عورت کو نکاح سے قبل طلاق دیک جائے تو نکاح ہوتے ہی وہ عورت مطلقہ ہو جائے گی یعنی مثلاً کسی آدمی نے یوں کہا کہ میں اگر فلان قبیلہ یا فلان شہر کی عورت سے یا فلانی عورت سے نکاح کروں تو طلاق والی ہوگی تو اس صورت میں نکاح ہوتے ہی وہ منصوبہ یا منصوبہ عورت مطلقہ ہو جائیگی سیدنا ابراہیم نخعی، امام شعبی اور دوسرے اہل علم حضرات سے یہ بات مروی ہے کہ جب کوئی آدمی طلاق کو کسی وقت سے موقت کر دے تو اس وقت کے اندر کئے ہوئے نکاح پر طلاق واقع ہو جائے گی مثلاً کہے کہ ان نکحت الیوم او عندی طالق تسیدنا سفیان ثوری اور امام دیلمی و ابوالحجیر مالک بن انس کا بھی مسلک یہی ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی خاص معین عورت کا نام لے یا کوئی وقت مقرر کر دے یا یہ کہے کہ اگر میں فلان شہر کی پہننے والی عورت سے نکاح کروں تو ان تمامی صورتوں میں نکاح کرتے ہی وہ عورت مطلقہ ہو جائے گی۔ ہاں امام عبداللہ بن المبارک نے اس مسئلہ میں نرم رائے اختیار کی ہے فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے مندرجہ بالا امور کا اعتبار کر لیا تو میں یہ فتویٰ نہیں دیتا کہ وہ عورت اس آدمی پر حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر ایسا آدمی نکاح کر لے تو میں اسے حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنی عورت کو اپنے سے جدا کر لے بلکہ وہ اسکی منکوحہ ہے اسے اپنے ہاں رکھ سکتا ہے۔ امام اسحاق بن راہوی اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود کے فرمان کی بناء پر کسی شہر یا قبیلہ کی طرف منصوبہ عورت یا کسی معین عورت کے متعلق میں جواز و بقا پر نکاح کا فتویٰ دیتا ہوں۔ اور اگر ایسی عورت سے نکاح کر لیا جائے تو میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عورت اپہر حرام ہے ایسے ہی غیر معین اور غیر منصوبہ عورت کے بارے میں بھی آپ نے گنجائش کو مد نظر رکھا ہے۔

۳۔ مسلک حنفیہ مع دلائل۔ اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح سے پہلے اگر کسی اجنبی عورت کو طلاق منہجہ سے تو طلاق نہیں ہوگی اور اس کے کلمات طلاق لغو ہوں گے مثلاً "یوں کہے کہ ظانی عورت (زائدہ) مطلقہ ہے تو طلاق بالاجماع واقع نہ ہوگی لیکن اگر طلاق کو نکاح سے متعلق کر دے تو اس صورت میں حضرات فقہاء کے اقوال مختلف ہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود، امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابراہیم حنفی، حضرات صاحبین امام زہری اور جہور فقہاء کے نزدیک تعلیق کی صورت میں نکاح ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی خواہ تعلیق کلمات عامہ سے ہو یا کلمات خاصہ سے مثلاً "یوں کہے کہ ان تزوجت فسلطنت فنی حاتی یہ تخصیص کی مثال ہے یا کل امراۃ اتز وجہا فنی طالق یہ تعمیم کی مثال ہے تخصیص کی چار صورتیں ہیں ۱۔ کہ اجنبی اشارہ کرے مثلاً ان تزوجت ہذا ۲۔ نام لے لے جیسے ان تزوجت ہذا ۳۔ یہ دونوں منصوبہ میں داخل ہیں ۴۔ قبیلہ کی طرف نسبت کرے جیسے ان تزوجت امراۃ قبیلتہ ۵۔ شہر کی طرف منسوب کر دے جیسے ان تزوجت امراۃ ملکیتہ یہ دونوں منصوبہ میں داخل ہیں۔

۴۔ دلائل احناف۔ راہ اشرا بن مسعود، عن ابن مسعود انہ قال فی المنسوبۃ انھا تطلق رداء الرندی وغیرہ اس میں منصوبہ کی تصریح ہے غیر منصوبہ کو منصوبہ پر قیاس کیا جانے گا ۵۔ اشعثی کسی آدمی نے کسی عورت کے نکاح کو معلق کر دیا اس نے سیدنا عمر سے مسئلہ پوچھا تو فاروق اعظم نے فرمایا ان تزوجتھا لا تقص بہا حتی تنکف کفارتہ الظہار رداء الام مالک والام محمد اسکے علاوہ امام حنفی نے کئی آثار کو نقل کیا ہے جو مسلک حنفیہ کی تائید میں شاہد مل ہیں۔

## وفاق الملاس

(ترمذی)

۱۳۸۱ھ محدثی عن ابن مسعود قال فی المنسوبۃ انھا تطلق۔ وشرعی عن ابراہیم الحنفی الشیبی غیر ہا من اهل العلم انہم قالوا اذا وقت نزل ہر قول سفیان الثوری مالک بن انس انہ اذا سمی امراۃ بعینہا او وقت وقتا او قال ان تزوجت من کونہ کذا فانہ ان تزوج ناھا تطلق واما ابن المبارک فشد فی هذا الباب قال ان فعل لا اقول ہی حرام قال احمد ان تزوج لا مرا ان یفارق امراۃ وقال سحنی انا اجیز فی المنسوبۃ لحدیث ابن مسعود ان تزوجھا لا اقول یحرم علیہ امراۃ وسع احق فی غیر المنسوبۃ منصوبہ اور غیر منصوبہ سے کیا مراد ہے اور یہ لفظ ص سے ہے یا س سے یا دونوں طرح اور اس کے کیا معنی ہیں تمام بابت بالا کی توضیح مطلوب ہے؟ نیز اس مسئلہ میں حنفی مذہب کی تفصیل بمع دلیل بھی بیان فرمادیں؟

الحل۔ اس پر چہ بالا میں تین امور محل طلب ہیں۔  
۱۔ منصوبہ اور غیر منصوبہ کے معنی کی لغوی و معنوی تحقیق ۲۔ توضیح عبارت ۳۔ مسلک حنفیہ مع دلائل  
یہ تینوں امور ترجمۃ الباب کے تحت تحریر ہو چکے۔





# فہرست

صفحہ	
۲۹۰	۱۔ بیع کی غیر شرعی اقسام
۳۹۳	۲۔ بیع الحيوان بالحيوان
۳۹۷	۳۔ بیع بعد اقبالیہ
۳۹۹	۴۔ بیع بالخيار مجلس
۵۰۵	۵۔ بیع مصلوۃ
۵۱۰	۶۔ بیع بالشرط
۵۱۵	۷۔ انتفاع بالمرهون
۵۱۸	۸۔ بیع قسودۃ ذهب
۵۲۰	۹۔ مسئلہ افلاس مشتری
۵۲۳	۱۰۔ الخراج بالضمان
۵۲۵	۱۱۔ رجوع من الحبس
۵۲۹	۱۲۔ عسری
۵۳۱	۱۳۔ رقبی
۵۳۲	۱۴۔ غاریۃ
۵۳۳	۱۵۔ احتکار
۵۳۶	۱۶۔ حکم عرایا
۵۳۹	۱۷۔ مسائل شفیعہ
۵۴۱	۱۸۔ مزارعت و مساقات



# ۱۔ بیع کی غیر شرعی اور ممنوعہ اقسام (ترمذی) ص ۱۹

۱۔ بیع کی تعریف مع بیان اقسام — بیع کے لغوی معنی مبادلۃ اشیا یا شئی کے ہیں۔ صاحب منہج لکھتے ہیں:

البیع هو بذل الثمن واخذ الثمن او اخذ الثمن وبذل الثمن وهو

من الاضداد یعنی بیع امداد میں سے ہے اور اس کے معنی خریدنے کے بھی ہیں اور بیچنے کے بھی جیسے بحث ہذا اثبات مطلب بھی ہے کہ میں نے یہ کپڑا خریدا اور یہ بھی کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اس طرح لفظ شراب بھی امداد میں سے ہے نیز بیع کے لغوی معنی مطلقاً مبادلۃ کے ہیں خواہ مبادلۃ المال بالمال ہو یا مبادلۃ المال ببدن المال جیسا کہ ارشاد ربانی ہے و مشروہ بثلثین بجنس دراصل محدود و مطلقہ الایہ یہاں بیع مستینا و مفسد تھے جو یقیناً بوجہ حر ہونے کے مال نہ تھے گو یا دراصل محدود یعنی مال کے بدلے میں غیر مال کا تبادلہ ہوا۔ بیع کے شرعی معنی بیع المال بالمال بالتراضی کے ہیں ام زلیعی فرماتے ہیں کہ تراضی عام ہے خواہ بالقول ہو یا بالفعل جیسے آج کل عام بیع ہوتی ہے جسے تعالیٰ کہا جاتا ہے۔ ام عینی نے مبادلۃ اشیا مرغوباً فیہ بثلث سے بیع شرعی کی تعریف ہے دونوں تعریفوں کا ماحصل ایک ہی ہے میتہ دم اور خنزیر وغیرہ کی بیع ان دونوں تعریفوں سے خارج ہے کیونکہ یہ اشیاء مال بھی نہیں اور مرغوب فیہ نہیں کما ہوا للظاہر۔ بیع کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے کچھ ذیل ہیں ۱۔ بیع تام۔ وہ عقد جو تمام اعتبارات سے درست ہو اور اس کے نفاذ میں کوئی امر شرعی مانع نہ ہو ۲۔ بیع فاسد۔ وہ بیع جو اصل کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن کسی وصف کی وجہ سے اس میں فساد پیدا ہو جائے جیسے بیع کے ساتھ کوئی شرط لگا دی جائے ۳۔ بیع باطل۔ بیع جسکی شریعت کی رو سے بنیاد ہی غلط ہو اور وہ شرعی اطلاق سے بیع کہلاتے ہی نہیں جیسے دم یا شراب وغیرہ کی بیع اس کے علاوہ حضرات فقہار نے سترہ اقسام اور ذکر کئے ہیں فلیراجع ثمر

۲۔ غیر شرعی بیوع کی تحقیق مع بیان علل ۱۔ بیع الحاضر للبادی۔ حاضر کے معنی شہری شخص کے ہیں اور بادی کے

ہیں ۱۔ کوئی دیہاتی شخص کسی چیز کو بیچنے کے لئے شہر میں لائے اور شام کو گھر واپس جانے کی خاطر اپنے مبیعہ کی قیمت کم کر دے کوئی شہری آدمی اس دیہاتی کو کہے کہ آپ اپنی چیز میرے ہاں رکھ لو صبح میں آپ کے لئے اسے اچھی قیمت پر بچوں گا یا شہری شخص مطلقاً دیہاتی کو مشورہ دے کہ آج کل نہ بچو قیمت کم ہے میرے ہاں جمع کر لو پھر میں بچوں گا — یعنی شہری دیہاتی کے مال کا دلال بن جائے

اور اس کے مال کو آہستہ آہستہ زیادہ قیمت سے شہر میں بیچا ہے گو یا دیہاتی! لے ہے اور شہری مشتری یہ صورت عام حالات میں نہ تو حرام ہے اور نہ ہی مکروہ صرف خلاف اولیٰ ہے جبکہ قوط کے زمانہ میں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں نفاق اور غبار شہریوں کا استحصال ہے نیز اگر شہر بیع ہو اور اس میں اس بات سے اثر نہ پڑے تو جائز ہے اور اگر چھوٹا شہر ہو تو پھر بوجہ ضرر مکروہ اس صورت میں حدیث کے کلمہ بادی کلام اجلیہ ہو گا کما ہوا للظاہر ۲۔ شہری آدمی شہر سے سامان خریدے اور دیہات میں جا کر زیادہ قیمت پر اپنے مال

کو بیچ یعنی اس صورت میں شہری بالغ ہوگا اور دیہاتی مسکری اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس ال کے لئے بلانے میں شہریوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو یہ صورت بلا کر اہت جائز ہے اور اگر اس فعل سے شہر میں گرانی بڑھے یا شہریوں کو ضرورت ہو لیکن انہیں نہ تو اس صورت میں یہ بیع حرام اور منہی عنہ ہے کیونکہ ہمیں شہریوں کا نقصان ہے اور شریعت کا یہ مسئلہ ضابطہ ہے لا ضرر ولا ضرار الاسلام اس صورت میں بجا کلام بمعنی من ہوگا کا ہوا اظہار

۱۔ المحی قلة والمزانبہ :- مادام اخضر یعنی وہ کھیتی جو سرسبز و شاداب ہو محاقلة کے معنی ہیں بیع الزرع فی سنبہ قبل بدو حرا یعنی کھیتی کو پکنے سے قبل بیچ دینا۔ حضرات فقہار کے ہاں محاقلة کی مختلف صورتیں ہیں جو درجہ ذیل ہیں۔  
۱۔ اکثر الارض بالمحظہ کہ گندم وغیرہ کے بدلہ میں زمین کو کرایہ پر دینا۔

۲۔ المزارعة علی نصیب معلوم کالثلث والرابع ونحوہا کہ مالک زمین کا اپنی زمین کو ثلث یا ربع وغیرہ کی مقدار پر کاشت کے لئے دینا۔

۳۔ بیع الطعام فی سنبہ کہ معلوم اشیاء کو اسکے خوشوں ہی میں بیچ دینا۔

۴۔ بیع الزرع قبل ادراکہ کہ کھیتی کے پکنے سے قبل ہی اسکی بیع کر دینا۔

۵۔ بیع الزرع بالمحظہ خوشہ میں موجود گندم وغیرہ کو خشک گندم سے بیچنا۔ یہ تمام صورتیں شریعت میں ناجائز اور منہی عنہ ہیں کیونکہ ایک جنس کی اشیاء کا باہمی تبادلہ میں برابری و مساوات ضروری ہے ورنہ ربوا لازم آئے گا اور مندرجہ بالا صورتوں میں کمی بیشی کا احتمال ہے لہذا یہ بیع ناجائز ہوگی۔ نیز گندم اموال ربویہ میں سے ہے جس میں مساوات ضروری ہے اور تفاضل حرام۔

۶۔ مزانبہ ازبن سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی دفع کرنے اور پھل کو درخت پر موجود بھیپے کے ہر سجدہ میں ہے ذبن یعنی بٹن ڈھالنے دفع و باع العشر علی شجرہ اور مزانبہ کی لغت تعریف ہے بیع ما لا یعلم حیلہ او عدد او وزنا بمعلم المقدر کہل المقدر کی بیع معروف المقدر کے بدلہ میں کرنا۔ اسکی بھی محاقلة کی طرح کئی اقسام ہیں جو درجہ ذیل ہیں دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مزانبہ پھلوں میں ہوتا ہے اور محاقلة کھیتی وغیرہ میں۔ بیع الغر بالربط یعنی جو پھل درخت پر لگا ہوا ہے جیسے آم، کھجور، انار وغیرہ اسے پکے ہوئے پھل سے بیچنا اندازہ کے طور پر آہر وہ پھل کہ جس کا کیل، وزن یا عدد معلوم نہ ہو اسے اسی چیز کے بدلہ میں بیچا جائے جس کا کیل یا وزن وغیرہ متعین ہو یہ بیع بھی بالاجماع ناجائز اور حرام ہے کیونکہ محاقلة کی طرح اس میں بھی ربوا لازم آتا ہے جسکی وجہ سے ان اشیاء میں مساوات ضروری ہے اور تفاضل حرام۔

۷۔ بیع جبل الجبلۃ :- جبل بفتح الجاء اور بفتح الباء مصد ہے بمعنی اجم مفعول یعنی جانا ہوا پتھر منجمد میں ہے۔  
جبلت المرأة فجبلت لہ حملت جنیناً۔

حیلہ عاقل کی جمع ہے جیسے ظالم کی جمع ظلمۃ یعنی عالمہ عوالت یا عالمہ جانور اس ترکیب کی تفسیر میں علماء



سے چار اقوال منقول ہیں ۱۔ حمل سے بچہ اور جملہ سے حاملہ مراد ہے یعنی حاملہ جانور کے بچہ کو جینا مثلاً ایک گائے حاملہ ہے اسکو اس طرح جینا کہ جب گائے بچہ دے تو یہ بچہ مشتری کا ہوگا جو ابھی اس کے پیٹ میں ہے یہ صورت بالاجتماع حرام اور ناجائز ہے کیونکہ یہ بیع معدوم ہے اور بیع معدوم بوجہ فرمان نبوی لا تبع ما لیس عندک بالاجتماع حرام ہے نیز اسمیں غرر اور دھوکہ ہے جس کے متعلق حدیث صحیح وارد ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخرب ۲۔ حمل اور جملہ دونوں سے ولد اور جنین مراد ہے یعنی جانور کے حمل کے مل کو جینا مثلاً مشتری بائع کو کہے کہ آپ کی بھینس جب بچہ دے اور پھر وہ بچہ بھینس بن کر جب بچہ دے گی تو وہ بچہ اتنی قیمت میں میرا ہوگا یعنی کسی جانور کے حمل کے حمل کو جینا یہ بھی بالاجتماع حرام ہے کیونکہ اسمیں بھی بیع معدوم اور بیع غرر لازم آ رہی ہے ۳۔ حمل حاملہ کو اجل مقرر کرنا یعنی جب فلاں گائے بچہ دے گی تو اسوقت آپ کے بیع کی قیمت ادا کر دینگا گویا کسی جانور کے وضع حمل کو ادائیگی قیمت مبیعہ کا معیار مقرر کرنا یہ صورت بھی بالاجتماع حرام ہے کیونکہ اس میں جہالت فی الاجل ہے ۴۔ حمل حمل حاملہ کو اجل مقرر کرنا یعنی فلاں اونٹنی کا حمل جب بڑا ہو کر حاملہ ہوگا اور پھر وہ بچہ دے گی تو اسوقت بیع کی قیمت ادا کروں گا یہ صورت بھی مسبب بالاجتماع حرام ہے کیونکہ اسمیں اجل مجهول ہے پہلا قول مستیضاح المظلم اور امام احمد بن حنبل سے منقول ہے اور تفسیر قول امام شافعی اور امام مالک سے مرفی ہے۔

(۷۰) بیع الغرر: بیوع جو شرعاً ناجائز ہیں ان میں کسی نہ کسی طرح کا دھوکہ و فریب پایا جاتا ہے اس کا عنوان الگ اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ ایک الگ بیع نہ داکرئی تھی جس میں جہالت اور دھوکہ غالب ہوا کرتا تھا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ ایک عام ضابطہ ہے جس میں مآقرین کے لئے ایک قاعدہ متعین کیا گیا ہے۔

خصاۃ کی جمع مصیات ہے چھوٹے پتھر اور کنگریوں وغیرہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اسکی کئی صورتیں ہیں۔ (۷۱) بیع الخصاۃ ۱۔ بائع یا مشتری کہے کہ جب میں لکڑی ماروں بیع لازم ہو جائے گی گویا ایجاب یا قبول کا اظہار لکڑی پھینکنے سے کیا جائے ۲۔ بائع مشتری کو کہے کہ تم لکڑی پھینکو جس مبیعہ پر لکڑی واقع ہو وہ اتنے ثمن سے تمہاری ہوگی ۳۔ مشتری بائع کو کہے کہ میں لکڑی مارا ہوں جس مبیعہ پر یہ لکڑی گرے وہ میں اتنی قیمت پر لوں گا (عکس انسانی ام)۔ بائع کہے کہ میں زور سے لکڑی پھیلتا ہوں جہاں لکڑی گرے وہاں تک تمہاری زمین ہے ۵۔ مشتری کہے کہ میں لکڑی پھینکتا ہوں جہاں جا کہ لکڑی گرے وہاں تک اتنی قیمت میں میری زمین ہوگی یہ سب صورتیں شرعاً ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ ان میں دھوکہ اور فریب ہے نیز ثمن یا مبیع مجهول ہے زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی غریب و فربخت ہوئی تھی جس سے حضور اللہ نے روک دیا۔

بدو صلاح کی تفسیر میں حضرات ائمہ سے تین اقوال منقول ہیں ۱۔ بدو والحلاوة: امام شافعی (۷۱) بیع الثمرة قبل بدو صلاح کے نزدیک پھل کا اتنا پک جانا کہ تیار و نچہ ہو جائے اور اس کا سٹھاس ظاہر ہو۔

۲۔ ان تأمن الفساد امام المظنم اور حضرات صاحبین کے نزدیک پھل کا اس حد تک پک جانا کہ ظاہری آفات و مفاسد سے محفوظ ہو۔

جائے ۳۔ ان کو کل : بیعتنا ابن عباسؓ اور ام عطیہؓ کے نزدیک اس مدت تک پھل کپ جائے کہ کھایا جانے لگے ہر حال اسکی دو صورتیں ہیں۔  
 ۱۔ پھل سے ہی پہلے بیچ دینا یہ بیع بالاجماع ناجائز اور فاسد ہے کیونکہ یہ معذوم کی بیع ہے ۲۔ پھل پھل کے بعد غریہ و فرخت کرنا پھر اسکی  
 دو صورتیں ہیں ۱۔ بدو صلاح کے بعد ۲۔ بدو صلاح سے قبل جبکہ علماء و فقہاء کے نزدیک بدو صلاح کے بعد پھل وغیرہ کی بیع جائز ہے اور  
 قبل ابد و ناجائز کیونکہ ایک چیز کی بیع ہے جو عرام ہے۔

حضرات محدثین نے اسکی تین صورتیں بیان کی ہیں ۱۔ نقداً لائحہ اور نسیئہ لائحہ : مثلاً بائع کچھ کریں  
 (vii) البیعتان فی بیعتہ : یہ کچھ بطور نقد دے دیں اور بقیہ روپے میں بیچا ہوں پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ  
 مشتری کسی ایک جانب کو متعین کرے یا نہ پہلی صورت صحیح ہے اور دوسری صحت بالاجماع ناجائز ہے کیونکہ بائع کے کلمات سے یہ معلوم نہیں  
 ہوتا کہ کچھ کا ثمن دے دیں روپے سے یا پندرہ روپے لیتا جسٹن مجہول ہوا تو بیع باطل ہوگی یہ تفسیر امام ترمذی نے ان کلمات سے نقل فرمائی ہے۔  
 بیعت هذا الثوب بنقد عشرة و نسیئة بعشرين ۲۔ میں اصبیح اتنے کا اور آپ کا لائحہ کا یعنی بائع مشتری کو کہے کریں  
 غلام بیس ہزار روپے میں بیچا ہوں بشرطیکہ تم اپنا گھر مجھے دس ہزار روپے میں بیجو یہ بیع بالاجماع فاسد ہے کیونکہ ہمیں ایک ایسی  
 ضرورت لگتی ہے جو اتفاقاً عقد کے ثمنانی نیز مبیعہ کی قیمت مجہول ہے کیونکہ بائع نے گھر لینے کی وجہ سے اپنے غلام کی قیمت کم یا زیادہ مانگی  
 ہے ۳۔ بیع مسلم : بائع و مشتری آپس میں بیع مسلم کریں کہ ایک ہزار روپے کے بدلے میں ایک مہینہ بعد میں دس من گندم دوں گا جب بدو  
 متعین ہو گئی تو وہ گندم نہ دے سکا پھر دوسرا نقد کہے کہ اب تم مجھے دس من گندم کی بجائے لگے ماہ سین من گندم دے دینا اس صورت میں بیع  
 ناجائز نہیں من گندم والی عقد میں اول (دس من گندم) میں داخل کی گئی ہے تو اس صورت میں بیع ناجائز ہوگی اور فقط دس من گندم کی  
 ادائیگی ضروری ہوگی واللہ اعلم۔

## وفاق الملائس

۴۰۲۔ اذکر و اعنی البیوع المنہی عنھا المذكورة ف ما بعد مع بیان علت نہیھا  
 بیع الحاضر للبادی والمحاقلة والمزابنة و بیع جبل المحبلة و بیع الغرر و بیع الحصة الثمرة  
 قبل بدو الصلاح والبیعتان فی بیعة :

پہلے یا میں صرف ایک بات ہی دریافت کی گئی ہے۔ جو تحریر ہو چکی ہے۔  
**الحل** ۱۔ غیر شرعی بیوع کی تحقیق مع بیان عمل را بیع الحاضر للبادی (۱)، المحاقلة والمزابنة (۲)، بیع جبل المحبلة  
 (۳)، بیع الغرر (۴)، بیع الحصة (۵)، بیع الثمرة قبل بدو الصلاح (vi)، البیعتان فی بیعتہ  
 (۷) (بخاری ۴۰۴) —



## ۲۔ بیع الحيوان بالحيوان

نسائی ص ۲۲۵ جلد ثانی  
ابوداؤد ص ۱۲۱  
ترمذی ص ۱۹۵

- ۱۔ بیع الحيوان میں اختلاف :- مختلف فیہ تفصیل حسب ذیل ہے ۱۔ بیع الحيوان بالحيوان یداً بیداً :- جانور کو جانور کے بدلے میں نقد بھد بچا جائے یہ صورت بالا جماع جائز ہے خواہ بیع و شرا میں مساوات ہو یا کمی بیشی مثلاً ایک کے بدلے میں دس حیوانات ایک جنس کے ہوں یا مختلف اجناس کے تو گویا اس صورت میں تفاضل جائز ہے کیونکہ بالا جماع حیوانات اشیاء ربویہ میں سے نہیں ۔
- ۲۔ بیع الحيوان بالحيوان نسبتاً :- حیوان کی آپس میں خرید و فروخت ادھار سے کی جائے یہ صورت بالا جماع عوام ہے خواہ مثل : برابر برابر ہو یا تفاضلاً مثلاً بائع مشتری کو کچھ کر میں ایک بھینس ایک ماہ بعد دوں گا جس کے بدلے میں ایک سال بعد تم مجھے دو بھینس دینا اسے اصطلاح شریعت میں بیع المعدم اور بیع الکالی بالکالی کہتے ہیں جو بالا جماع عوام ہے ایک حدیث میں ہے : نهی رسول الله عن بیع الکالی بالکالی ۳۔ بیع الحيوان بالحيوان نسبتاً باحد الطرفين :- حیوان کو حیوان کے بدلے میں بچا جائے اس طرح کہ ایک طرف سے نقد کا معاملہ ہو اور دوسری جانب سے ادھار کا مثلاً بائع آج ایک بھینس دے اور کل دوسرے فریق سے بھینس کے بدلے میں ایک یا دو بھینس خریدے اس میں اختلاف ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے ۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ حضرات صاحبین ، امام احمد امام سفیان ثوری جملہ فقہار اہل کوفہ جہو صحابہ و تابعین اور اکثر اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ یہ صورت مطلقاً ناجائز ہے خواہ حیوانات ایک ہی جنس کے ہوں یا مختلف انواع کے اور خواہ برابری کی صورت ہو یا کمی بیشی کی اس مسلک کے قائلین کے ہاں نسبتاً خواہ دونوں اطراف سے ہو یا طرف واحد سے مطلقاً حرام ہے نہ مثلاً مثل جائز ہے اور نہ ہی تفاضلاً تو گویا دوسری اور تیسری صورت کا حکم ایک ہی ہے ۲۔ امام دارالجمہ ام مالک اور بعض حجازی علماء کے نزدیک اس صورت میں اگر حیوانات کی جنس ایک ہو تو پھر کمی بیشی جائز نہیں اگر جنس مختلف ہو تو پھر جائز ہے (خواہ کمی بیشی سے ہو یا برابری سے) ۳۔ امام شافعی ، امام اسحاق بن راہویہ اور اکثر حجازیہ فقہاء کے نزدیک یہ صورت مطلقاً جائز ہے خواہ مثلاً مثل ہو یا تفاضلاً حیوانات ایک جنس کے ہوں یا مختلف اجناس کے ۔

- ۴۔ دلائل ائمہ لالہ دلایل احناف :- ۱۔ حدیث الباب :- عن سمرة أن النبي منی عن بیع الحيوان بالحيوان نسبتاً رواه الترمذی والنسائی و ابوداؤد وقال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث تائید جمہور میں صریح ہے ۲۔ قول شارح :- عن جابر قال قال رسول الله الحيوان اشئین بواحدة لا یصلح نساً ولا بائناً بیداً بیداً رواه ابوداؤد وابن ماجہ و الترمذی وقال هذا حدیث حسن یہ حدیث مبارک مسلک حنفیہ کی ترجمانی میں اصرار ہے کیونکہ نسبتاً کے مقابلے میں یداً بیداً ہے تو نسبتاً کے عمومی معنی کو لیں گے کہ نسبتاً خواہ من البائین ہے یا ایک ہی جانب سے اور صرف نسبتاً من البائین کو خاص کر تا ترجیح بلا مرجح ہے ۳۔ قول شارح :- عن ابن عباس أن النبي منی عن بیع الحيوان بالحيوان نسبتاً رواه الطحاوی و الترمذی فی کتاب اعلل ۴۔ دلیل نظری :- یہ بات واقعی اور بدیہی ہے کہ حیوانات میں خلقة

بہت فرق ہوتا ہے اور ایک حیوان دوسرے حیوان کے مماثل نہیں ہوتا خواہ اس کے وصفات کی تعیین بھی کر دیجئے تو یہ امر باعث نزاع ہے شریعت مطہرہ ایسی اشیاء میں جہاں جہالت پائی جائے اور اس سے سکھانوں میں نزاع کا مشاہدہ ہونا جائز قرار دیتی ہے۔ دلائل دیگر مذکور ہیں۔ تاہم مسکرات ثانی اپنی آئید میں درج ذیل روایات پیش فرماتے ہیں۔

۱۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں فکان یاخذ البعیر بالبعیر بن الی ابل الصدقة ردا و ابو داؤد و احمد بسند حسن ۲۔ عمل سیدنا علیؑ۔ عن علیؑ انه باع جملًا بعشرین لبعیراً الی اجل رداً الی امام مالک فی الموطا۔

۳۔ جوابات :- علامہ تورطی فرماتے ہیں کہ آیت ربوا اور احادیث بالا سے یہ روایات منسوخ ہیں کیونکہ آیات ربوا بالاتفاق حضور اکرمؐ کے نورانی دور کے آخر میں نازل ہوئی ہیں نیز سیدنا سمرہ بن جندبؓ کی حدیث میں لفظ ہنئی بھی نسخ کی طرف مشیر ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ نہی اس فعل سے ہوتی ہے جو پہلے لوگوں میں رائج و مشروع ہو پھر اس سے روک دیا جائے۔ یقال النہی عن الفعل دال علی انہ کان یفعل قبل النہی ۲۔ محمول بس ضرورت و عذر۔ جملہ احادیث کو معمول بہا بنانے اور تطبیق کی خاطر علمائے نے یہ توجیہ فرمائی کہ یہ دونوں روایات ابتر اور اسلام یا ضرورت و مجبوری پر محمول ہیں۔

۵۔ وجوہ ترجیح :- ۱۔ احادیث قولیہ۔ مسکرات کے نزدیک یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ وہ مسکرات افضل مراجع ہوا ہے جس کی احادیث قولیہ مؤید ہوں۔ بحمد اللہ مسکرات حنفیہ کے جملہ مآئیدی شواہد احادیث قولیہ ہی ہیں۔ ۲۔ ترجیح محترم :- یہ بھی ایک اجماعی ضابطہ ہے کہ محرم و مبیح کے تعارض کی صورت میں احادیث مجرّمہ راجح ہو کرتی ہے۔ ۳۔ اہم مافی الباب :- علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ مسئلۃ الباب میں مینوں اصح احادیث مسکرات حنفیہ ہی کی تائید کرتی ہیں لہذا یہی مسکرات یقیناً دوسرے مساکت افضل و اولیٰ ہوگا ۴۔ احادیث صریحہ :- دوسرے ائمہ کی روایات میں احتمال نسخ و ضرورت کا قوی امکان ہے بخلاف احادیث اخاف کے کہ وہ اپنی مدعی میں محکم اصرار ہیں جن میں احتمالات کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا حسب ضابطہ احادیث محکمہ کو ترجیح ہوگی ۵۔ مؤید بالقیاس :- نظر و قیاس سے بھی مسکرات مجبوری کی تائید ہوتی ہے کما ہوا لفظاً ہر۔

## و خاق المدا رس

(ترمذی)

۱۳۸۹ھ عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الحيوان بالحيوان نسيئة  
بينوا علة منع الربوا يداً ابدياً ومنع ربوا النسيئة ثم بينوا الاختلاف في هذه  
المسئلة وبينوا وجوه ترجيح مذهب سيدنا ابي حنيفة ر بحيث يتضم المرام۔



# الحل

پرچہ بالا میں تین امور قابل دریافت ہیں۔

۱۔ محالعت ربوا کی علل اجتہادیہ مع حقیقت ربوا ۲۔ بیع ایحوان میں اختلاف ائمہ ۳۔ وجوہ ترجیح

جن میں سے فہرہ ۱ اور نمبر ۲ تحریر ہو چکے نمبر ۳ درج ذیل ہے

ربوا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں قرآن مجید میں ہے اھترت

۱۔ محالعت ربوا کی علل اجتہادیہ مع حقیقت ربوا ۲۔ بیع ایحوان میں اختلاف ائمہ ۳۔ وجوہ ترجیح

وہبت (وہ ابھرتی ہے اور بھولتی ہے) اصطلاح شریعت میں

ربوا کہتے ہیں ایسے مال کی زیادتی کو جس کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہو۔ مثلاً میں ہے الربوا شرعا فاضل خالی عن عوض مشروط

لاحد المتعاقدين في المعادضة۔ بالفاظ دیگر ربوا تفاضل فی البیع یا تفاضل فی القرض کا نام ہے حضرات ائمہ مجتہدین کا اس بات پر اجماع

ہے کہ حدیث مبارک کی رو سے اشیاء رستہ میں جو حرمت ربوا کا حکم ہے وہ معلول بالعتہ ہے اور جن اشیاء میں وہ علت موجود ہوگی انکا

بھی یہی حکم ہوگا۔ تعین علت میں حضرات ائمہ اور سادات فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ حضرات صاحبین امام

احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک علت ربوا قدریہ و نسبیہ ہے۔ چنانچہ قدر عام ہے جو کیل اور وزن دونوں کو شامل ہے۔ حضرت امام

نے ذهب و فہم سے وزن اور باقی چار اشیاء سے کیل کے علت ہونے کا استنباط فرمایا ایسے ہی حدیث کے آخری کلمہ مثلاً بمثل سے

اتحاد جس کے علت ہونے کو مستنبط فرمایا۔ اب چاول، آجرو، آلو اور پتل وغیرہ بھی اشیاء ربویہ میں سے ہیں کیونکہ یہ اشیاء یا تو

وزنی ہیں یا کیلی ۲۔ امام مالک کے نزدیک ربوا کی علت ثمنیہ اور اقیات و ادخار ہے۔ ذهب و فہم سے ثمنیہ کو اور باقی اشیاء ربویہ

سے اقیات و ادخار کو علت قرار دیا ثمنیت کے معنی ہیں کہ قدرتی طور پر اشیاء کا قیمت والا ہونا اور اقیات و ادخار کی تفسیر ہے کہ

چیز کا فائدہ اہونا اور ذخیرہ کرنے کے قابل ہونا ۳۔ امام شافعی کے نزدیک ان اشیاء میں ثمنیت و طعمیہ علت ہے چنانچہ ذهب و فہم

سے علت ثمنیت اور باقی اشیاء سے علت طعمیہ کا استنباط فرمایا جبکہ اتحاد جس شرط ہے علت نہیں القرض چاول کو چاول

کے بدلے میں تفاضلاً بیچنا بالاتفاق حرام ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک علت قدریہ امام مالک کے نزدیک اقیات و ادخار اور امام

شافعی کے نزدیک طعمیہ موجود ہے لیکن اندھے کو اندھے کے بدلے میں تفاضلاً بیچنا امام صاحب کے نزدیک تو جائز ہے کیونکہ نہ

کیل ہے اور نہ ہی وزنی ایسے ہی امام مالک کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ نہ ثمن ہے اور نہ ہی قوت مع الادخار جبکہ امام شافعی

کے نزدیک حرام ہے کیونکہ مطلوبات میں سے ہے نیز اگر کسی چیز میں دونوں علتیں پائی جائیں تو بوقت بیع اس میں تفاضل یعنی کمی بیشی بھی

حرام ہوگی اور نسبیہ و ادخار بھی۔ اور اگر دونوں علتیں مقدم ہوں تو تفاضل و نسبیہ دونوں جائز ہوں گے اور اگر ایک علت پائی جائے

اور دوسری نہ ہو تو تفاضل حلال ہوگا اور نسبیہ حرام مثلاً شعیر (جو کوہڑ (گندم) کے بدلے میں بیچنا اب چونکہ دونوں کیلی، اقیاتی اور طعمی ہیں تو

تفاضل جائز ہوگا لیکن نسبیہ حرام۔ تو گویا ربوا کی دو قسمیں ہیں ۱۔ ربوا فی التفاضل مثلاً ایک طرف سے ایک من ہو اور دوسرے طرف سے

دو من یعنی کمی بیشی سے بیع و شرار ۲۔ ربوا فی النسیہ یعنی ایک جانب سے چیز نقد دی جائے اور دوسری جانب سے ادھار۔

### ۳۔ بیع بعد التأبیر (بیوند کاری) (ترمذی ۱ ص ۲)

۱۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد اور فقہار مجازین کا مسلک ہے کہ عمل تأبیر کے بعد اگر کھجور کے درخت کو بیجا جائے تو اس کا پھل اور اس کی قیمت بائع ہی کو ملے گی مشتری کا اس میں کچھ حصہ نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ مشتری پھل وغیرہ کی شرط لگائے اور اگر عمل تأبیر سے پہلے ہی کھجور کے درخت کی خرید و فروخت ہو جائے تو پھر پھل اور اس کی آمدنی مشتری ہی کے لئے ہوگی بائع تمہیں حصہ دار نہ ہوگا مگر اس وقت کہ بائع پھل یا قیمت کی شرط لگائے۔ ۲۔ امام اعظم ابو حنیفہ، حضرات عاصم بن امام اور امام حنفیہ کو فہم اور جہولہ، حنفیہ کا مسلک ہے کہ کھجور کا پھل ہر حالت میں بائع ہی کے لئے ہوگا کھجور کے درخت کے بائع نہ ہوگا خواہ عمل تأبیر سے پہلے کھجور کے درخت کی بیع واقع ہو یا عمل تأبیر کے بعد خواہ پھل قابل انتفاع ہو یا نہ مگر اس صورت میں کہ مشتری بوقت عقد پھل کے تسق کسی قسم کی کوئی شرط لگائے۔

۳۔ امام ابی سیفی اور بعض محدثین کے نزدیک پھل ہر حال میں مشتری ہی کے لئے ہوگا۔ خواہ عمل تأبیر سے قبل بیع و ثمرہ ہو یا عمل تأبیر کے بعد مگر اس صورت میں کہ مشتری بوقت بیع شرط لگائے۔ گویا اس بات پر جہولہ پھل علم فقہاء و محدثین کا اجتماع ہے کہ بوقت بیع اگر مشتری نے پھل وغیرہ کی شرط لگائی تو پھر کھجور کے درخت کے ساتھ ساتھ اس کا پھل بھی عقد بیع میں تھا مشتری ہی کے لئے ہوگا۔ گویا مندرجہ بالا اختلاف بیع مطلق میں ہے بیع مشروط میں نہیں۔

۴۔ ایک مشہور حدیث ہے انقرة لبائع ان یشترط المبتاع (رواہ امام محمد بن الموطا وغیرہ) ایک حدیث دیگر دلائل اضافہ مذکور عام ہے جس میں مؤخر اور غیر مؤخر کی کوئی تفریق نہیں، بلکہ فرمایا کہ ہر حالت میں پھل بائع ہی کے لئے ہوگا۔ دینے قیاس میں۔ بالاجماع بائع اگر زمین فروخت کرے تو کھیتی بائع ہی کی ہوتی ہے ایسے ہی کھجور کا پھل بائع ہی کے لئے ہونا چاہیئے۔

۵۔ حدیث الباب :- عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ یقول من ابتاع ۳۔ دلیل قائلین مسلک ثانی :- بخلاف الحدیث

۶۔ جوابات :- ۱۔ حدیث الباب کے مفہوم منطوق سے ہماری آئندہ ہوتا ہے وہ ہمارے خلاف نہیں باقی جو آپ نے حدیث الباب کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا وہ ہمارے مضر نہیں کیونکہ مفہوم مخالف حضرات اخلاف کے ہاں حجت نہیں۔

۲۔ علامہ کشمیری اور امام طیبی فرماتے ہیں کہ تأبیر ظہور ثمر سے کنایہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر کھجور کے درخت پر پھل ظاہر نہ ہوا ہو تو اس سال کا بھی اور اگلی سال کا بھی پھل مشتری کے لئے ہوگا اور اگر پھل ظاہر ہو گیا ہو تو وہ بائع کے لئے ہے مگر اس صورت میں کہ مشتری کوئی شرط نہ لگائے۔



# وفاق المدارس

مسئلہ ۱۲۰۱ عن سالم عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر فمشتها للذي باعها الا ان يشترط المبتاع ومن ابتاع يد اوله مال فماله للذي باعه الا ان يشترط المبتاع بينوا من الحديث والاختلاف بين الاعناف والشوافع :

پرسش بالا میں درج ذیل دو ابھاث دریافت طلب ہیں ۔

۱۔ مراد حدیث ۲۰۲ اختلاف نمبر

**الحل :-** دریافت طلب دو ابھاث میں سے نمبر درج ذیل سے نمبر تحریر ہو چکا ۔

ترجمہ : سیدنا عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کھجور کے درخت میں پونہ  
۱۔ مراد حدیث :- کے بعد جو شخص کھجور کا درخت خریدے تو اس کھجور کے درخت کا پھل بائع کے لئے ہوگا مگر اس صورت میں کہ  
مشتری بائع کو نہ دینے کی شرط لگائے اور اس طرح جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور وہ غلام مالدار صاحب ثروت ہو تو غلام کا سارا  
مال بائع ہی کے لئے ہوگا مگر اس صورت میں کہ مشتری کا نہ دینے کی شرط لگائے

۲۔ لفظی تحقیق :-

جمل عرب کا عام طور پر یہ دستور تھا کہ نہ کھجوروں کے خوشے مارے کھجوروں کے خوشوں میں ڈال دیا کرتے تھے جس سے پھل بڑھ جاتا ہے اس  
عمل کو عربی میں نابیر کہا جاتا ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ حدیث الکلبۃ تستعمل بالتخفيف کے ثرا من نصیب ضرب و هو  
اصلاح الفحل و تنقیحہا یعنی کلمۃ نابیر باب نصر اور ضرب دونوں میں استعمال ہے نیز مجرد و مزید میں کس کے معنی ایک ہی ہیں صاحب  
منہج لکھتے ہیں اُمر الزرع اُمر الصلحۃ والقحۃ یعنی کھیت کو پونہ لگانا اور اصلاح کرنا ۔

## ۲۔ خیار مجلس اور اقسام تفرق

**۱۔ ترجمہ و تشریح:** جبکہ کرم فرماتے ہیں کہ بائع اور مشتری بیع میں با اختیار ہیں جب تک کہ وہ بدلہ نہ ہو جائیں یا یہ کہ آپس میں اختیار کی شرط لگائیں راوی فرماتے ہیں کہ ابن عمر کسی چیز کو خریدتے اور آپ بیٹھے کہتے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے مگر بیع قائم تھا حدیث کے جملے مال مرتفقاً او یختاراً کے کلمہ آؤ میں تین احتمالات ہیں ۱۔ حرف عطف یعنی احد الثانیین ۲۔ یعنی ان یعنی غایت تفرق اقوال یا ابدان کے لیے ۳۔ یعنی الا ان کہ جملہ اول سے استثناء کے لیے پھر اس کی تفسیر تشریح میں بھی دو اقوال ہیں ۱۔ عاقدین تفرق ابدان سے قبل اختراختر کہہ دیں تو ختم مجلس سے قبل ہی خیار مجلس ختم ہو جائے گا اور یہ خیار آخر مجلس تک معتد نہ ہوگا یہ تفسیر حضرات شوافع سے مروی ۲۔ ۱۱۲۱ کلمہ سے خیار شرط کی طرف اشارہ ۳۔ کہ اگر خیار شرط لگائے تو پھر اختتام مجلس اور تفرق اقوال کے بعد تک بھی اسے تین دن مزید خیار ملے گا۔ یہ توجیہ حضرات حنفیہ و مالکیہ سے منقول ہے۔ ایک اور روایت میں الا بیع الخیار کا جملہ منقول ہے تو اس کے ”تین“ معنی حضرات فقہاء سے مروی ہیں۔ دو معانی وہی جو اوپر تحریر کئے گئے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ہر بیع میں اختیار ہے مگر ایسی بیع کہ جس کی ابتداء میں یہ کہہ دیا جائے کہ عاقدین میں سے کسی کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا بمعنی ثانی کے اعتبار سے تقدیر عبارت یوں ہوگی انہما اذا تفرقا بالاقوال سقط الخیار ولزم العقد الا بیع شرط فیہ الخیار۔ گویا الا بیع الخیار کا جملہ مفہوم غایت سے استثناء ہے۔ معنی ثالث میں تقدیر عبارت یہ ہوگی: مال مرتفقاً الخیار ثابت الا اذا شرط عدم الخیار۔ معنی اول میں تقدیر عبارت کچھ یوں ہوگی۔ الخیار ثابت مال مرتفقاً بالابدان الا بیعاً۔ بقول احد المتبايعين للاختراختر: مصممین کی ایک روایت میں او یقول احدهما لصاحبه اختر کے کلمات ہیں جن سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔

**۲۔ اختلاف ائمہ:** ۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، حضرات صاحبین، امام ابو ہریرہ، امام ربیعہ، امام سفیان ثوری، امام لیث بن سعد مصری، اور جمہور فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک ایجاب قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ عاقدین میں سے کسی کو دوسرے کی رضائے بغیر بیع کا خیار حاصل نہیں۔ اگرچہ مجلس قائم بھی ہو اور تفرق ابدان نہ ہوا ہو۔ ۲۔ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، سیدنا حسن بصری، امام ادناعی اور بعض حجازیوں کے نزدیک ایجاب قبول کے بعد جب تک بائع اور مشتری مجلس میں موجود رہیں انہیں بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر بائع منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس کے احکام لازم نہیں ہوتے۔ جب تک کہ تفرق ابدان نہ ہو جائے۔ ۳۔ اہل ظواہر اور بعض محدثین کے نزدیک تفرق ابدان سے قبل بیع منعقد ہوتی ہی نہیں خواہ ایجاب قبول ہو ہی چکے۔



اس اختلاف کی تعبیر اس طرح بھی ہو سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کے نزدیک حدیث الباب میں تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے یعنی بائع اور مشتری کا کلام ایجاب قبول کو مکمل کر لینا۔ چنانچہ عاتقین میں سے کسی ایک کو بھی اختیار مجلس حاصل نہیں ہو گا۔ (۲) امام شافعی، امام احمد اور بعض حجازیین کے نزدیک یہاں تفرق سے تفرق ابدان مراد ہے۔ جس سے عاتقین میں سے ہر ایک کو اختیار مجلس حاصل رہے گا۔ گویا تفرق کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ تفرق اقول جس کے حضرات جمہور قائل ہیں۔ (۲) تفرق ابدان جس کے بعض حجازیین فقہاء قائل ہیں؛

مسئلۃ الباب میں بھی مسلک حنفی قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال قیاسیہ

۳: وَلَا تَلَّاكُمُ الْمَالَ مِنْ جِهَتِ الْبَيْعِ وَلَا الْإِنَّمَا لِلْجَمْعِ مَوَدَّةٌ ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱: آیات قرآنیہ: ارشاد باری ہے اَنْ تَكُوْنُ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ اَلَاٰیةِ اس آیت سے صراحت معلوم ہوا کہ فریقین کی رضا مندی سے تجارت تام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مشتری کو تصرف کا اختیار کلیتہً حاصل ہو جاتا ہے خواہ تفرق ابدان ہوا ہو یا نہ۔ نیز لفظ تجارت کا اطلاق اختیار مجلس یا تفرق ابدان پر نہ ہی لغتاً ہوتا ہے اور نہ ہی شرعاً بلکہ ایجاب و قبول کا نام تجارت ہے۔ چنانچہ تکمیل عقد اور اختتام تجارت کے لئے اختیار مجلس یا تفرق ابدان کی شرط لگانا آیت کے مفہوم منطوق کے خلاف ہے۔ نیز نص قطعی کی تخصیص خبر واحد سے لازم آئے گی جو صحیح نہیں، اور فوا بالعقود الاٰیة آیت مذکورہ میں تکمیل عقد کے بعد ایفاء عقد کا حکم دیا گیا ہے اور ایفاء عقد کے معنی لزوم بیع کے ہیں۔ اب تفرق ابدان سے قبل بیع کو لازم نہ ٹھہرانا آیت قرآنی کے منافی ہے نیز اس آیت میں اختیار مجلس (تفرق ابدان) کا کوئی ذکر نہیں (۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اَشْهَدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ اَلَاٰیةِ اگر اختیار مجلس کو تسلیم کر لیا جائے تو اس آیت پر عمل ممکن نہیں کیوں کہ اگر اشہاد تفرق ابدان سے پہلے ہو تو بوجہ عدم لزوم بیع یہ اشہاد علی البیع نہ ہو گا نیز یہ اشہاد مفید نہیں۔ اور اگر تفرق ابدان کے بعد ہو تو یہ اشہاد فی غیر محلہ ہو گا۔ اور اس پر اشہاد بیع کا اطلاق بھی صحیح نہ ہو گا۔ کیوں کہ بیع ہوئی ہے تفرق ابدان سے پہلے اور اشہاد کا عمل وجود میں آ رہا ہے تفرق ابدان کے بعد۔ (۴) احادیث نبویہ۔ (۵) حدیث الباب: عن عمرو بن شعیب مرفوعاً وَلَا یَحِلُّ لَهٗ (لِاحِدٍ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمَشْتَرِیِّ) اَنْ یُّفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشِیَةً اَنْ یَّسْتَقِیْلَهُ، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ وَ ابُو دَاوُدَ وَ قَالَ ابُو عِیْسَى هَذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ، یہ حدیث تائید مسلک جمہور میں شاہد عدل ہے کیونکہ بالا جماع اقالہ عقد کے مکمل ہو جانے کے بعد ہوا کرتا ہے تو حدیث مذکور میں تفرق ابدان سے قبل خشیۃ اَنْ یَّسْتَقِیْلَهُ فرمانا اس بات میں اصرح ہے کہ بیع ایجاب قبول سے تام ہو جاتی ہے خواہ تفرق ابدان ہو یا نہ۔ (۵) قول شارح: عن ابن عباس اَنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ نَهَى اَنْ یَّبِیْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰی یَسْتَوْنِیْہُ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَ غِیْرُہُمَا۔ اس حدیث مبارک میں مشتری کے لئے صرف قبض طعام کو ضروری قرار دیا گیا ہے جس سے صراحت

معلوم ہوا کہ قبضہ کے بعد انسان مبیعہ کا مالک ہو جاتا ہے اور اس کے لیے مبیعہ میں تصرف روا ہے خواہ تفرق ابدان  
 ہو یا نہ۔ اس مضمون کی روایات صحیحین وغیرہ میں متعدد اسانید سے مروی ہیں۔ جن کے مفہوم مخالف سے خیاریہ مجلس  
 اور تفرق ابدان کے قول کی نفی ہوتی ہے (۱) دلائل نظریہ و قیاسیہ (۲) خلاف ضابطہ شریعتہ امام  
 ابو بکر صائغ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی شیء کے جملہ ارکان پاسے جائیں تو اس شیء کا ثبوت  
 اور وجود بھی محقق ہو جاتا ہے۔ بالاجماع مع کے ارکان ایجاب قبول ہیں لہذا ان کے پاسے جاسنہ پر مع کا تحقق و لزوم  
 ہو جانا چاہیے۔ اب لزوم مع کے لئے خیاریہ مجلس یا تفرق ابدان کی شرط لگانا قواعد و ضوابط کے منافی ہے۔  
 ..... (۳) قیاس علی سائر الحقوق: تمام عقود میں بالاجماع خیاریہ مجلس نہیں تو عقود مع میں بھی خیاریہ مجلس نہ ہونا چاہیے  
 (۴) تفرق ابدان ایک بھول امر ہے۔ جس میں عائدین کے مابین خاصہ کا قوی امکان موجود ہے۔ لہذا تکمیل مع کی بنیاد  
 ایک امر بھول پر نہ ہونی چاہیے اور اسباب خاصہ کے اجتباب بھی شرعاً ایک مستحسن عمل ہے:

(۱) حدیث الباب: عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 (ب) دلائل حجازیین يقول البیتان بالخیار، مالہ یفترقا۔ رواة الترمذی وغیرہ۔ حدیث مذکور میں  
 تفرق سے تفرق ابدان مراد ہے۔ جس کی تائید سیدنا ابن عمرؓ کے عمل سے ہوتی ہے۔ کان ابن عمر اذا ابتاع  
 بیعاً و هو قاعد قام لیجب (البیع) لہ رواة الترمذی وغیرہ: چنانچہ تفرق ابدان کے لازمی معنی یہ ہیں  
 کہ خیاریہ مجلس کو تسلیم کیا جائے۔ اسی مضمون کی احادیث سیدنا حکیم بن حزامؓ سے سنن ترمذی میں اور سیدنا  
 ابو جریرۃ الاسلمیؓ سے ترمذی وغیرہ میں منقول ہیں۔ جن سے یہی معنی متبادر ہیں کہ تفرق سے تفرق ابدان مراد ہو  
 (۲) تفرق بمعنی تفرق اقوال: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں تفرق سے تفرق  
 جوابات: بالا اقوال مراد ہے کیونکہ تفرق کا اطلاق تفرق قولی اور بدنی دونوں پر ہوتا ہے بلکہ بالاجماع تفرق کا  
 زیادہ استعمال عرفاً و شرعاً تفرق بالا اقوال ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔ نیز اس دعویٰ کی تائید درج ذیل قرآن سے  
 بھی ہوتی ہے (۱) بعض احادیث میں مالہ یتفرقا کے بعد عن بیعہا کے الفاظ مروی ہیں جن سے صراحتہ خیاریہ  
 مجلس کی نفی ہو جاتی ہے اور خیاریہ قبول کی توثیق (۲) امام ابراہیمؒ نے جب مالہ یتفرقا کے کلمہ کی ترمیم کے  
 بارے میں سوال ہوا تو فرماتے لگے مالہ یتفرقا عن منطق البیع یعنی تفرق سے تفرق اقوال ہی  
 مراد ہے (۳) نصوص و احادیث میں تفرق بمعنی تفرق اقوال شائع ذائع ہے چند ایک مثالیں حسب ذیل  
 ہیں (۱) و اعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (۲) وان يفرقوا يغن الله كلاً من سعته الآية  
 (۳) وما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا یہ (۴) ستفرق امتی سبعین فرقاً الحدیث۔ ان تمام نصوص  
 میں تفرق سے تفرق بالا کلام مراد ہے یعنی نظریات و عقائد وغیرہ (۵) متبايعان اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے



حقیقی معنی متشاغلان بالبیع کے ہیں کیوں کہ باتفاق النہاء ایچ فاعل زمانہ حال میں حقیقی ہوا کرتا ہے اور زمانہ ماضی و مستقبل میں مجازی۔ امام عینی فرماتے ہیں بالاجماع کسی ایک عاقد کے ایجاب کے بعد دوسرے عاقد کے قبول سے قبل کے زمانہ تک کی کیفیت پر متبایعان کا اطلاق حقیقی ہوگا۔ اور قبول کے بعد باعتبار ماکان کے یا ایجاب سے قبل باعتبار مایزول کے مجازی۔ چنانچہ حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ قبول سے پہلے پہل جب تک عاقدین بھانڈے کرنے میں مشغول ہیں و دونوں کو اختیار ہے کہ بیع کو باقی رکھیں یا رد کریں مگر یا تفرق سے تفرق اقوال اور خیار سے خیار قبول مراد لینے سے متبایعان کے حقیقی معنی۔ لیئے جائیں گے۔ کما قال الاخاف۔ جبکہ تفرق ابدان اور خیار مجلس مراد لینے سے معنی مجازی کما قال الشوافع۔ تو یقیناً کسی کلمہ کو حقیقت پر حمل کرنا اولیٰ ہوا کرتا ہے عن الجمل علی المجاز۔ (۲) امام ابو یوسفؒ نے یہ توجیہ فرمائی کہ تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے کما قال الشوافع۔ لیکن خیار سے خیار مجلس مراد نہیں بلکہ خیار قبول مراد ہے اور جب کہ عالم یتفرقاً سے خیار قبول کی مدت بتلائی گئی ہے کہ مدت قبول تفرق بالابدان تک ہے تاکہ موجب کو زیادہ انتظار کی کوفت برداشت نہ کرنی پڑے۔ (۳) حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ تفرق سے تفرق ابدان اور خیار سے خیار مجلس ہی مراد ہے۔ لیکن یہ حکم محض استحباباً ہے واجب و لازم نہیں۔ متعاقبین کے لیئے بہتر اور مستحب یہ ہے کہ تفرق ابدان سے قبل تک وہ ایک دوسرے کی مرضی کا لحاظ رکھ لیا کریں۔ اس کی تائید درج ذیل شواہد سے ہوتی ہے (۱) بعض روایات میں مالع یتفرقاً کے ساتھ او اختیاراً ثلثاً منقول ہے جسے حضرات شوافع بھی تبرع و استحباب پر عمل کرتے ہیں۔ وگرنہ وجوب خیار مجلس کے قول کی طرح اختیار ثلث کے وجوب و شرط کا قول کرنا پڑے گا۔ جس کا بالاجماع کوئی بھی قائل نہیں۔ (۲) خیار مجلس کو واجب اگر مانا جائے تو پھر بعد از پھر سیدنا ابن عمر کا عمل ترک وجوب اور ارتکاب حرام کا ہوگا کیونکہ ایک حدیث میں ہے لا یحل لہ ان یفارق صاحبۃ الخ جو ہر اعتبار سے محال ہے ہاں اگر خیار مجلس اقالہ کی طرح مستحب ہو تو پھر سیدنا ابن عمر کا عمل مبارک سے ترک تبرع لازم آئے گا۔ جس میں کوئی قباحت نہیں۔ (۳) سیدنا ابو ہریرہؓ اسلمیؓ کی روایت سے بھی استحباب کی تائید ہوتی۔ اگر وجوب کے معنی لیئے جائیں تو حضرات شوافع کے ہاں بھی اس کا مفہوم درست نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ دن رات گزرنے کی مدت میں مجلس باقی نہیں رہ سکتی لہذا سیدنا ابو ہریرہؓ کی یہ بات استحباباً ہو سکتی ہے کما هو الظاہر (۴) جملہ احادیث قواعد کلیات پر عمل بھی اسی صورت میں ہی ممکن ہے کہ خیار مجلس کو مستحب مانا جائے۔

(۵) علامہ کشمیریؒ نے یہ توجیہ فرمائی کہ تفرق سے تفرق ابدان ہی مراد لیئے جائیں لیکن یہ تفرق کناہ ہے تفرق اقوال اور تکمیل بیع سے کیونکہ عاقدین تکمیل عقد کے بعد عموماً ترک مجلس اور تفرق ابدان کر لیا کرتے ہیں۔ گویا حدیث الباب میں تفرق ابدان مکنی ہم ہے اور تفرق بالاقوال مکنی اعنہ۔

## ۵: وجوہ ترجیح

(۱) مرجوحیۃ خبر واحد استیفاء ابن عمر کی روایت خبر واحد ہے جو یقیناً انصوح قلعینہ کے مقابل میں  
 (۲) مزید بالقرآن: بحمد اللہ دیگر مسائل کی طرح مسئلۃ الباب میں بھی قرآنی آیات  
 مسلک حنفیہ کی ہی تائید میں ہیں۔ (۳) تعامل اہل مدینہ: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کا تعامل تفریق اقوال ہی کا ہے  
 اور اہل مدینہ کے نزدیک خیار مجلس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ بالا جماع تعامل اہل مدینہ ایک وجہ ترجیح ہے جبکہ  
 امام مالکؒ اور اکثر جہانزمین کے نزدیک تو تعامل اہل مدینہ ایک قوی حجت ہے۔ (۴) مؤید بالقیاس: نظر فکر  
 سے بھی مسلک حنفیہ ہی کی تائید ہوتی ہے (۵) ترجیح قواعد: اصول وقواعد کی رو سے بھی یہی قول مانع  
 ہے کہ دوسرے عقود کی طرح عقیدہ بیع میں بھی خیار مجلس نہ ہو۔ (۶) ترجیح محکمہ: حضرات احناف کے  
 جملہ دلائل محکم ہیں جن میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب کہ قائلین مسلک ثانی و ثالث کی دلیل کئی احتمالات کو  
 اپنے میں لئے ہوئے ہے کما یکتا: (۷) عمل فقہاء سبعا: حضرات فقہاء و محدثین کے نزدیک عمل فقہاء  
 سبب بھی وجہ ترجیح ہے ان حضرات کے نزدیک خیار مجلس ثابت نہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن ابی ذئبؒ نے سیدنا امام مالکؒ  
 سے پوچھا تو آپ نے جواباً فرمایا لیس العمل علیہ فی بلدنا

- (۱) اقسام خیارات: حضرات فقہاء نے کتب فقہ میں خیار بیوع کی سترہ اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں سے  
 مشہور مع تعریف و حکم درج ذیل ہیں۔ ۱۔ خیار شرط: بائع یا مشتری یا دونوں بوقت عقد یہ شرط لگائیں کہ ہمیں  
 اس بات کا اختیار ہے۔ کہ ہم اتنے دنوں میں عقد کو فسخ کر دیں گے۔ یا اسے باقی رکھیں گے۔  
 امام اعظمؒ کے نزدیک صرف تین دن تک یہ خیار حاصل رہے گا۔ اور حضرات صاحبین کی رائے میں ایام کی کوئی  
 تحدید نہیں۔ بتنا چاہیں باہمی رضا سے تعین ایام کر سکتے ہیں۔  
 (۲) خیار عیب: عقیدہ بیع مکمل ہو جانے کے بعد مبیع میں کوئی ایسا عیب معلوم ہو جائے جو عقد سے قبل  
 بائع کی ملکیت میں پیدا ہوا تھا۔ جس کا اظہار بائع نے بوقت عقد نہیں کیا۔ تو مشتری کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے  
 کہ یا تو ادا کئے ہوئے ثمن سے اپنے ہاں مبیع رکھ لے یا قضاہ قاضی سے بیع کو فسخ کر دے۔  
 (۳) خیار رؤیۃ: اگر مشتری بن دیکھے کسی چیز کو خرید لے تو دیکھنے کے بعد مشتری کو خیار ہے کہ مبیع کو اسی  
 ثمن سے باقی رکھے یا بیع کو فسخ کر دے۔ ہاں اختیار رؤیۃ صرف مشتری کو حاصل ہے۔ بائع کو نہیں (فی القول المنان)  
 (۴) خیار قبول: عاقدین میں سے کسی ایک شخص کے ایجاب کے بعد دوسرے کو اختیار ہے  
 کہ اس کے ایجاب کو قبول کرے یا رد کر دے۔  
 (۵) خیار تعیین: بائع مشتری کو دو یا تین چیزیں دکھائے۔ جن میں سے غیر معین طور پر مشتری



ایک یا دو چیزیں خرید لے تو اب مشتری کو شرعاً اختیار حاصل ہے کہ ان میں سے کسی ایک یا دو کو متعین کر لے۔  
 اختیار تعین زیادہ سے زیادہ تین اشیاء میں جائز ہے زیادہ میں نہیں۔  
 (۶) اختیار ایجاب: عاقدین میں سے کسی ایک کے ایجاب کے بعد دوسرے کے قبول سے قبل  
 موجب کو اختیار حاصل ہے کہ اپنے ایجاب پر قائم رہے یا اسے فسخ کر دے۔

(۷) اختیار اجازت: عاقدین کی اجازت کے بغیر کوئی فضولی عقد کرے تو عاقدین کو اختیار حاصل ہے۔  
 کہ اس عقد کو باقی رکھیں یا فسخ کر دیں۔ ان کے علاوہ اختیار نقد، خیار کسیت، خیار استحقاق کا ذکر بھی کتاب فقہ  
 میں مذکور ہے۔ (۸) خیار مجلس، ایجاب قبول سے بیع مکمل ہو جانے کے بعد تفرق ابدان سے قبل عاقدین  
 میں سے ہر ایک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بیع کو باقی رکھے یا فسخ کر دے۔ اس کے جواز و عدم جواز میں حضرات  
 ائمہ کے اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل مسئلۃ الباب میں گزری:

## وفاق المدارس

سنہ ۳۸۹ھ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول البیتان  
 بالخیار ما لم یتفرقا او یختارا قال فکان ابن عمر رضی اللہ عنہما اذا ابتاع بیعاً وھو قاعد  
 قائم لیجب لہما۔

اس حدیث شریف کی مفصل شرح لکھئے۔ اس میں کیا اختلاف ہے۔ تفرق کی کتنی قسمیں ہیں۔ حنیفہ کس  
 تفرق کے قائل ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ کا عمل کس کا مؤید ہے؟

سنہ ۳۸۹ھ: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیتان بالخیار  
 ما لم یتفرقا ھل المراد بالتفرق تفرق الاحوال ام تفرق الابدان۔ اوضحوا ما یتفرع علیہ  
 من ثبوت خیار المجلس للمتبايعین وعدمہ واختلاف المذاھب ووجوہ ترجیح  
 مذاھب ابی حنیفہؒ،

والجواب عما استدلل الترمذی بحديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده  
 ولا يحل له ان يفارق صاحبه خشية ان يستقيله على ثبوت خیار المجلس وقال  
 كوله يكن له خيار بعد البيع لم يكن لهذا الحديث معنى حيث قال ولا يحل  
 له ان يفارقه خشية ان يستقيله۔ (صحیح مسلم ۳۹۸ھ)

الحل ان پرچوں میں درج ذیل پانچ اسماث قابل استفسار ہیں: جو تحریر ہو چکے۔  
 ۱۔ ترجمہ و تشریح حدیث ۲: اختلاف ائمہ ۳: دلائل ائمہ (الف) دلائل جہنور (ب) دلائل حجازیہ  
 ۱۴ جہا بات - ۱۵ دھو ترسیح

## ۵۔ بیع مصراۃ

۱۔ بیان مفہوم حدیث :- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایسا جانور خریدا جس کے تھنوں میں دودھ جمع کر دیا گیا ہو تو ایسے مشتری کو تین دن تک اختیار ہے کہ دودھ کے بعد اگر چاہے تو اس جانور کو واپس کرے اور اس کے ساتھ گندم کے علاوہ ایک صاع غلہ کا بھی لے اور اگر چاہے تو اُصیلے پاس رکھنے لاسمراء ولا یرید یعنی گندم کی نفی میں علماء سے دو اقوال مروی ہیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف گندم متعین نہیں بلکہ کھجور اور جو وغیرہ میں جو ادا کرے درست ہے اشعۃ اللمعات ص ۲۴ میں ہے ان الحنظۃ غیر واجبة علی التبعین ۲۔ یعنی گندم سے مراد صرف تری ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے صاعاً من تمر کیونکہ اصل عرب کا غالب طعام تمر ہے (التعلیق بفتح یاء) ولا یجوز ان یعطى غیرہ

۲۔ مصراۃ کے لغوی و شرعی معنی :- تصریہ کے لغوی معنی روکنے اور دور کرنے کے ہیں صاحب منجد لکھتے ہیں کہ صریٰ انشیء یصری صریاً : دفعہ و ابعداً یقال صری اللہ عنہ الشرائع البعداء اگر یہی کلمہ باب سبع سے ہو تو اس کے معنی پانی کو کہیں زیادہ دیر تک روکنے کے ہیں یقال صری الماء صریاً اے طال کلثہ باب تفسیل میں اس کے معنی ہیں صری انشاء تصریۃ : لم یجلها حتی یتکثر ضرعها السبأ یعنی بکری وغیرہ کو نہ دودھ نہ تاکہ اس کے تھنوں میں کئی دن کا دودھ جمع ہو جائے۔ امام عینی فرماتے ہیں کہ اصل التصریۃ حبس الماء یقال صریۃ الماء لے جستہ اور اسکی اصطلاحی تعریف حضرات فقہاء نے یوں کی ہے التصریۃ حبس اللبن فی الضرع حتی یجتمہ لبنہا فیکثر فیظن المشتري ان ذلک عادۃ الخبث فیزید فی ثمنہ لما یؤثر من کثرة اللبن یعنی اونٹنی لگائے۔ بھینس بکری وغیرہ کے تھنوں میں دو تین یوم تک دودھ روک لیا جائے تاکہ تھنوں میں دودھ زیادہ جمع ہو جائے اور مشتری کو یہ گمان ہو کہ زیادہ دودھ دینا اس جانور کی عادت ہے اور مشتری اسکی زیادہ قیمت ادا کرے۔ اس عمل کو تصریہ کہتے ہیں ایسے جانور کو مصراۃ نیز اس عمل پر تفسیل اور جانور پر تحفظ کا اطلاق بھی ہو سکتا ہے۔

۳۔ اختلاف فاسکۃ مع تفتیح مسلک حنفیہ :- امام ابو ثور اور جہول حجاز میں کے نزدیک مشتری کو بیع مصراۃ کے صورت میں دودھ دودھنے کے بعد اختیار ہے کہ جانور کو ادا کر کی ہوئی قیمت رکھ لے یا بشمول ایک صاع کھجور یا دوسرے ہوئے دودھ واپس کرے اور جانور کی قیمت بائع سے واپس لے لے۔ ان حضرات سے مندرجہ ذیل اقوال بھی مروی ہیں ۱۔ بائع سے دودھ لے لے یا ایک صاع کھجور ۲۔ اختیار ہے کھجور دے یا گندم وغیرہ ادا کرے ۳۔ دودھ کی قیمت لے فقط یا وہی دودھ ہو اور دودھ تم۔ حضرات مالک کے نزدیک مطلقاً رد کر نیا اختیار ہے زمانہ کی تحدید نہیں جبکہ حضرات شوافع کے ہاں تین دنوں میں رد کرنا ضروری ہے ۲۔ امام عظیم البزوف، امام محمد، امام ابن ابی سلیمان، امام مالک فی ردایہ، امام ابو یوسف فی ردایہ اور جہول فقہاء کہ فہم (اصل عراق) کے نزدیک بیع مصراۃ میں



مشتري کو خیار عیب کی بنا پر جانور واپس کرنے کا اختیار نہیں مگر بالغ سے رجوع بالنقصان کر سکتا ہے اس طرح کھجور وغیرہ کی داپسی کا حکم بھی محض استیجاباً ہے وجوباً نہیں اس کے علاوہ کتب فقہ میں حضرت امام اعظم سے مندرجہ ذیل اقوال بھی مروی ہیں اگر مشتری کو نہ تو بیس زد کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی رجوع بالنقصان کر سکتا ہے یہ امام کرخی کی روایت ہے ۲۔ بیس کو واپس کر نیکاً اختیار ہے کما قال الامام الشافعی البتہ کھجور وغیرہ کی ادائیگی مشتری پر ضروری نہیں ار واء النودی فی شرح مسلم، متأخرین فقہاء احناف کے ہاں یہی قول معمول ہے جس میں تمام نصوص و احادیث معمول بہ بن جاتی ہیں جو حضرات حنفیہ کا طرہ امتیاز ہے۔

۱۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف مسئلہ آباب میں بھی مسلک حنفیہ بحمد اللہ درج ذیل تین طرح کے دلائل سے مؤید ہے ۱۔ آیات قرآنیہ ۲۔ احادیث نبویہ ۳۔ اقوال نظریہ تفصیل درج ذیل ہے۔  
آیات قرآنیہ: ۱۔ اَوْضُوا بِالْعَقُودِ الْاَلَايَةَ رِجَابًا وَقَبُولًا يَقِينًا عقد نام ہو چکا ہے لہذا مشتری کو بیس واپس کرنے کا خیار نہ ہونا چاہیے ۲۔ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ مِثْلَ مَا عْتَدَى عَلَيْكُمْ الْاَلَايَةَ ۳۔ وجزاء سيئة سيئة مثلها الاية

۴۔ وَاَنْ عَاقِبْتُمْ فَاَقْبُوا بِمِثْلِ مَا عَاقِبْتُمْ بِهِ الْاَلَايَةَ ان نصوص سے صراحت معلوم ہو کہ جسے ضمان میں ممانعت ضروری ہے جبکہ بالاجماع قریباً گندم دودھ کے مماثل نہیں ضمان بالمثل کی دو قسمیں ہیں ۱۔ وری جیسے دودھ کا ضمان دودھ سے۔

۲۔ معنوی مثلاً دودھ کی قیمت (لے ضمان بالیقینہ بھی کہتے ہیں) ۲۔ احادیث نبویہ: ۱۔ قول شاذع: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ رَسُلَ اللّٰهُ قَضَى اَنْ الْخُرَاجَ بِالضَّمَانِ رِوَاةُ ابُو دَاوُدَ وَصَاصِبُ الشُّكُوَّةِ ۲۹۹ خراج کے لغوی معنی نفع کے ہیں یعنی جو چیز جس آدمی کے ضمان اور ذمہ داری میں ہو اس کا نفع ضامن ہی کو ملے گا مسئلہ آباب میں مشتری نے جو جانور کا دودھ استعمال کیا ہے وہ شرعاً اسی ہی کی ملکیت ہے کیونکہ بالاجماع اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا تادان مشتری پر ہی ہوگا تو پھر قریباً گندم کی ادائیگی کے کیا معنی؟ یہی روایت جامع ترمذی میں ابن عباس سے بھی مرفوعاً مروی ہے ۲۔ قول شاذع: ایک حدیث پاک میں ہے:

اِنْ النَّبِيُّ قَالَ الْغَنَمُ مِمَّ الْغَنَمِ الْحَدِيثُ جَبْ دُودُھِ مُشْتَرِي كِي مَلِكِيَّةٍ اَوْ ضَمَانٍ مِّنْ حَاصِلٍ هُوَ اَنْ تُوَدَّهَ يَقِينًا اِسْ حَدِيثُ بَارَكٍ كِي رُوشَنِي مِّنْ مُّشْتَرِي هِي كَالْمَلِكِ هُوَ تُوَا سَكِي ضَمَانٍ كَيْسِي ۳۔ قول شاذع: عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِي بِالْكَالِي الْحَدِيثُ اَمُّ طَمَادِي فَرَاتِي هِي كَالْكَالِي كَيْ مَعْنَى دِينَ كَيْ هِي اَوْ دِينَ كِي تَعْرِيفُ حَضْرَاتِ فُقَهَاءِ سَيُورِ مَقُولُ هُوَ۔ الدِّينُ مَا حُجِبَ فِي الذَّمَّةِ مَسْئَلَةُ مَذْكُورَةِ هِي مَصْرَافَةُ جَانُورٍ كَا دُودُھِ يَقِينًا مُشْتَرِي كَيْ ذَمَّةُ دِينَ هُوَ اَوْ اِسْ دُودُھِ كَيْ بَدَلٍ مِّنْ صَارِعٍ قَرِيًّا بَرَكَا اَدَايَ كِي مُشْتَرِي كَيْ ذَمَّةُ دِينَ هُوَ كُوَا اِلَا زَمَّ اَنْ كَا كَر دِينَ كَا تَبَادُلُ دِينَ سَيُورِ شَرَعًا نَهَى عَنْهُ هُوَ ۴۔ قول شاذع: مشہور حدیث میں ہے۔ نَبِيٌّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ بِالطَّعَامِ نَسِيئَةً الْحَدِيثُ مَسْئَلَةُ مَذْكُورَةِ مِّنْ مَّطْعُوْمَاتٍ كَا تَبَادُلُ اَرْحَارٍ سَيُورِ اَسْ تَبَدُّلِ اِسْ حَدِيثُ كِي رُوَا سَيُورِ عَنْهُ هُوَ ۳۔ اقوال نظریہ: ۱۔ جو اشیا رخصت ہلاک ہو جائیں ان کے ضمان میں شریعاً قائمہ متعین ہے کہ ان کے بدلہ میں ضمان یا تو بالمثل ہوا کرتی ہے یا بالقیمت ظاہر ہے کہ دودھ کے بدلہ میں کھجور یا گندم کا

دینا نہ ہی ضمان بالمثل کے قبیل سے ہے اور نہ ہی ضمان بالیقینہ کے۔ لہذا مسئلہ الباب میں بھی قواعد شرعیہ کو ترجیح ہوگی۔ ۲۔ شرعاً طعام جمہول کی بیع ایسے طعام کے بدلہ میں جس کی مقدار متعین ہو جائز نہیں مسئلہ الباب میں دودھ کی مقدار متعین نہیں ظاہر ہے کہ بھینس کا دودھ بکری سے کہیں زیادہ ہوتا ہے نیز مشتری ایک وقت دودھ نکالے یا تین دن تک نکالے ہے لیکن دونوں کے دودھ کے لئے کھجور اور گندم وغیرہ کی مقدار متعین ہے۔

۳۔ بوقت بیع دودھ جانور کے تھنوں میں ہوتا ہے جو اسکے بمنزلہ جزر کہے۔ یقیناً دوسرے اجزاء کی طرح بیع میں داخل ہے اب کسی جزر کا انک معاوضہ دینا یقیناً اصول شرعیہ کے منافی ہے لہذا ادائیگی تریا گندم کے کوئی معنی نہیں م ضمان میں ایک ضابطہ شرعاً متعین ہے کہ ہمیشہ ضمان تلف اور ہلاکت کے بقدر ہوا کرتا ہے مسئلہ مذکورہ میں دودھ کی مقدار یقیناً مستفاد ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف ضمان صرف ایک صاع تریا متعین ہے جو تلف کے مساوی نہیں لہذا ضابطہ شرعیہ کے پیش نظر ایک صاع تریا ادائیگی دو جو باڑھونی چاہئے (۵) قائلین مسلک اول کے ان تصریح عیب ہے اور خیار عیب کی اجماعاً ایام کے اعتبار سے کوئی تحدید نہیں جبکہ مسئلہ الباب میں بیعہ کو رد کر نیک خیار تین ایام سے مقید کیا گیا ہے جو یقیناً خلاف قاعدہ ہے لہذا واجب نہ ہوگی ۶۔ اگر مثلاً بکری کی قیمت ایک صاع کھجور کے برابر ہو تو بالغ کو بشمول ایک صاع کھجور کے بکری واپس کرنا ایک حیثیت سے عوض اور عوض غنہ کو ملک واحد میں جمع کرنا ہے جو خلاف ضابطہ شرعیہ ہے لہذا ادائیگی کھجور وغیرہ مشتری پر واجب ہونی چاہئے۔

۱۔ ضعیف بوجہ اضطراب ۱۱۔ حدیث الباب کے متن میں کئی دہوہ سے اضطراب ہے۔  
۲۔ جو اباب حدیث الباب ۱۱۔ علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں صرف تریا کا ذکر ہے کما فی الترمذی  
۳۔ بعض میں صرف برکا گندم ۴۔ بعض میں فقط لبن کا ۵۔ ایک روایت میں مدت کی تحدید نہیں مطلقاً رد تریا و بیعہ کا بیان ہے ۵۔ ایک اور روایت میں ثلثہ ایام سے حکم کو مقید کیا گیا ہے ۶۔ بعض طرق میں ادائیگی ضمان کی تعیم ہے کہ گندم و سمر ۱۰ کے مساوی جو کچھ چاہے دے سکتا ہے۔ ۷۔ بعض اسانید میں مفہوم کے اعتبار سے تضاد ہے مثلاً رد کھا صاعاً من برکا سمر ایسی بیث رواۃ ابن زبیر جبکہ لغت سمر گندم ہی کو کہتے ہیں ۸۔ ایک روایت میں بطور شک مردی ہے یعنی رد معا صاعاً من تریا و شعر رواۃ ابن زبیر ۹۔ ایک طریق میں متن یوں ہے کہ مثل لبنھا جبکہ دوسرے طریق میں ہے مثل لبنھا یہ ایک سہ قاعدہ ہے کہ اضطراب کی نوع بھی کیفیت کسی حدیث میں موجود ہو وہ ضعیف اور ناقابل عمل ہو جاتی ہے ۲۔ ضعیف بوجہ علل ۱۔ خبر واحد کی جہت کے لئے حضرات اصولیین کا اجماعی ضابطہ ہے کہ وہ حدیث قابل احتجاج ہوگی جو معلول نہ ہو جبکہ حدیث الباب نصوص ذمیرہ، احادیث مثبوتہ اور قواعد کلیات کے مفہوم منطوق کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلول ہے لہذا مرجوح ہوگی حضرات اجل علو امر بھی اس حدیث کو متروک سمجھتے ہیں جو کہ شریعت سے ثابت شدہ قواعد کلیہ کے خلاف ہو ۳۔ منسوخ ۱۱۔ اگر صحت حدیث کو تسلیم کر لیا جائے تو مندرجہ ذیل احادیث حدیث الباب کے لئے ناسخ ہیں ۱۔ ام عیسیٰ بن ابان فرماتے ہیں کہ ابتداء



اسلام میں دیون کے اندر مقبوضہ بالمال جائز تھی جب آیت ربوا نازل ہوئی تو عقوبات بالیہ جہاں منسوخ ہونے ساتھ ہی بیع مضرۃ کا یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ صاعِ قرکی ادائیگی ایک مالی سزا ہے ۲۔ علامہ محمد بن شجاع کی تحقیق یہ ہے کہ

حدیث مضرۃ کیلئے البیان بالخیار کی روایت ناسخ ہے۔

تفرق بمآقین کے بعد کسی قسم کا کوئی خیار نہیں رہتا لہذا مشتری کو بیع کے رد کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہیے۔ یہ تحقیق حضرات

علماء کے اہلِ محدثش ہے کیونکہ بیع مضرۃ میں جو رد کر نیک خیار مشتری کو ملتا ہے وہ خیار عیب ہے اور خیار عیب بالاجماع تفرق سے ختم نہیں ہوتا (الخیار المجهول فی المضرۃ انما هو خیار عیب وخیار العیب لا تقطع الفرقۃ) ۳۔ سیدنا ابن عمرؓ کی

حدیث نبی رسول اللہ عن بیع الکالی بالکالی الحدیث حدیث مذکور کیلئے ناسخ ہے کیونکہ لبن مضرۃ مشتری کے ذمہ دین ہے ایسے ہی صاعِ قر بھی دین لہذا ادائیگی قر کی صورت میں مبادلۃً الدین بالدین لازم آئے گا جو ممنوع ہے ۴۔ حکم استیجابی ہے۔

حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ جملہ نصوص و احادیث میں تطبیق کیا نظر حدیث الباب کا حکم استیجاب پر محمول ہے جیسا کہ آقاؐ شرعاً مستحب ہے یہ حکم وجوبی یا قانون شرعی نہیں وہ یوں کہ بیع کی داپسی سے بائع کو جو غم لاحق ہو گا اور اس کی دشمنی ہو گی تو اس کے

ازالہ اور دل کو خوش کرنے کیلئے بطور استیجاب کے فرمایا کہ مشتری بائع کو مبیعہ کے ساتھ ایک صاع کھجور وغیرہ بگاڑے اس کو حبیہ سے جملہ روایات و قواعد میں تعارض رفع ہو جائے گا۔

۵۔ حکم دیانۃً لا قضاءً:۔۔۔۔۔ علامہ کشمیری کی رائے انیق یہ ہے کہ اگر حدیث الباب کا حکم وجوباً بھی ہو تب

بھی یہ حکم دیانت کے طور پر ہے قضااً نہیں کیونکہ قاضی و مفتی کو یہ معلوم نہیں کہ بائع نے بیع میں تصریح ارادۃً کیلئے یا بغیر ارادۃً کے خود جانور ہی دودھ دینا کم کر گیا ہے نیز بالاجماع یہ ایک مسلم اصول ہے کہ دیانۃً و قضااً کے اعتبار سے مسائل کے

احکام ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں نیز تصریح ایک قسم کا دھوکہ ہے جس کا تعلق قلب ارادے سے ہوتا ہے جس پر مطلع ہونا محال ہے لہذا یہ حکم دیانۃً ہو گا قضااً نہیں (التصریۃ خدیعۃ والخدیعات اشیاء مستودۃ فلا یکن ان تدخل تحت

القضاء لانہ لیس الی علمہا سبیل) ۵

۳۔ فقہانۃ البوہرۃ اقوال فقہاء کی روشنی میں: عیسیٰ بن ابان کا یہ قول مرئی ہے کہ غیر مجتہد صحابی کی روایت جب

قواند و قیاس جلی کے معارض ہو تو ایسی روایت مفضول ہوگی اور قواعد شرعیہ اور قیاسات فقہیہ راجح ہوں گے مسئلہ مذکور

میں حدیث الباب سیدنا ابوہریرہؓ سے منقول ہے جو غیر مجتہد تھے لہذا حدیث الباب مرجوح ہوگی۔ یہ قول مندرجہ ذیل وجوہ

سے غلط ہے۔ سیدنا ابوہریرہؓ ایک مجتہد صحابی ہیں اور آپ حضرات صحابہ کے نورانی دور میں بحیثیت مفتی فتویٰ دیا کرتے تھے اور یہ بات حضرات اصولیین کے ہاں مسلم ہے کہ اس خیر برکت کے دور میں وہی صحابہ مفتی ہوا کرتے تھے جو اجتہاد و فائز

کے منصب بریں پر فائز تھے مسائل و احکام کی جتنی احادیث کتب فقہ میں ہمیں ملتی ہیں ان کی نصف مقدار حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مرئی ہے جس سے آپ کا شیخ المجتہدین اور منبع العلوم والخیرات ہونا ظاہر ہے۔ یقیناً آپ ایک عظیم محدث اور مدبر فقہ

ہیں (فصول فی شرح الاصول) علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حضرات احناف خواہ متقدمین محققین ہوں یا متاخرین فقہاء سب کا ایمانی فیصلہ ہے کہ حدیث صحیح خواہ کسی فقہ راوی سے مروی ہو یا کسی اعرابی صحابی سے قیاس و نظر سے کہیں، انج ہے اب اعظم ابو حنیفہ کا مشہور قول ہے اذا استمر الحدیث فهو مذہبی۔ قول بالانہ تو حضرات شیخین سے مروی ہے اور زہبی سادات صحابی<sup>۱</sup> اب اعظم کے دیگر تلامذہ یہ علامہ عیسیٰ بن ابان سے منقول ہے جو انکی اپنی رائے ہے جسے حضرات فقہاء متقدمین کی آسبہ حاصل نہیں<sup>۲</sup>۔ حدیث الباب حضرات احناف کے ہاں معمول ہے کیونکہ استنباطِ حکم ہے وجوہ نہیں۔ اب اعظم ابو حنیفہ کا یہ ایک طرہ امتیاز ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں جو انصوص قطعیہ یعنی قرآنی آیات اور قواعد شرعیہ سے مؤید ہو جبکی وجہ سے جملہ احادیث معمول بہا ہو جاتی ہیں جبکہ اب اعظم سادات احناف مدینہ کے تعامل کو اور امام شافعی حضرات اہل مکہ کے فتاویٰ کو ترجیح دیتے ہیں۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

۳۸۵۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشتری مصراً فہو بالخیار ثلثۃ ايام فان ردھا رد معها صاعاً من طعام لا سمرأ معنی لا سمرأ لا یترک هذا حدیث حسن صحیح۔ ما المصراً؟ لغة شرعاً و بینوا مراد الحدیث و نقوا مذهب الاحناف بعد بیان اختلاف الائمة وما اشتهر فی کتب اصول الاحناف صحیح ام لا؟ اوضحوا مسلکهم تحقیقاً استحقوا الاجرا الجزیل بارک اللہ فی علمکم۔

۳۹۵۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشتری مصراً فہو بالخیار ثلثۃ ايام فان ردھا رد معها صاعاً من طعام لا سمرأ معنی لا سمرأ لا یترک هذا حدیث حسن صحیح ما حقیقۃ التصریح لغة واصطلاحاً اوضحوا مراد الحدیث و مدللان الاحناف (کثر اللہ شہمہم مسلکاً تحقیقاً لا کما هو المشہور

## تنظیم المدارس

(ترمذی)

۳۹۶۔ من اشتری مصراً فہو بالخیار ان حلبہا ان شاء ردھا رد معها صاعاً۔

اس حدیث مذکورہ کا ترجمہ کریں اور حنفیہ کا فتویٰ دلیل کے ساتھ بیان کریں۔

ان تین پرچوں میں درج ذیل تین ابجاث قابل حل ہیں۔ جو تحریر ہو چکے  
۱۔ بیان معنوم حدیث ۲۔ مصراۃ کے لغوی و شرعی معنی ۳۔ اختلاف ان کے معنی متقیع مسلک حنفیہ۔

الحل



## ۶۔ بیع بالشرط (ص ۲۰۱ ترمذی)

۱۔ اختلاف ائمہ :- حضرات ائمہ اور سادات فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر بیع میں دو شرطیں لگائی جائیں تو شرطیں بھی باطل ہوگی اور بیع بھی باطل جیسے باع مشتری سے کہ میں بیع کو اگر نقد بیچوں گا تو اس کی قیمت ایک صد روپے ہوگی۔ اور اگر ادھار سے بیچوں تو دو صد روپے یا مشتری سے اس شرط پر باع کہ بیچنے کے مشتری نہ ہو اس کی قیمت کو بیچنے کا اور نہ ہی جبہ کرے گا۔ اگر ایک شرط لگائی جائے تو پھر حضرات ائمہ کے اقوال مختلف ہیں تفصیل درج ذیل ہے (۱) امام اعظم ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک اور جمہور فقہاء و محققین کے نزدیک بیع میں اگر ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضای عقد کیلئے لازم ہو تو بیع اور شرط دونوں لغو اور باطل ہوں گے خواہ ایک شرط لگائی جائے یا ایک سے زائد۔ (۲) مقتضای عقد کے خلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عقد سے جو حکم مرتب اور ثابت ہوتا ہے وہ شرط لگانے سے لغو ہو جاتا ہے یا غلط پذیر ہے (۳) امام مالک (فی ردایہ امام احمد امام ابو حنیفہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شرط بھی صحیح ہوگی اور بیع بھی صحیح خواہ وہ شرط مقتضای عقد کے موافق ہو یا خلاف (۴) امام ابن ابی بکر اور بعض حجازیہ کے ہاں بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل۔

۲۔ دلائل ائمہ (الف) **دلائل جمہور** (۱) قول شارع :- عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: **بيع بالشرط** الحديث اس حدیث میں صراحت ہے شرط لگانے کی صورت میں بیع بھی منہی ہے اور شرط بھی (۲) قول شارع ایک مشہور حدیث میں ہے **منهى رسول الله عن التثنية** الحديث فقہ کے معنی کسی حکم سے کسی چیز کو مستثنیٰ کرنے کے ہیں اور شرائط لگانا یقیناً استثنای ہی ہے (۳) قول شارع :- عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله لا شرطان في بيع رواه ابو داود و الترمذی وغیرہما۔ جمہور محدثین کی نزدیک یہاں مطلقاً شرط کی نفی ہے صیغہ تثنیہ اتفاقاً ہے احترازاً نہیں (۴) دلیل عقلی ايجاب وقول سے بیع تام ہو جاتی ہے اور بالاجماع بیع مشتری کے ملک میں آجاتا ہے۔ اب مشتری مختار ہے جیسے چاہے بیع میں تصرف کرے یقیناً اس پر شرائط لگانا مقصد عقد کے منافی ہے لہذا شرائط کا لگانا لغو اور ناجائز ہونا چاہیے۔

۳۔ **دلائل فقہاء** :- **قائلین مسلک ثانی کی دلیل** الحدیث الباب ہے عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: **بيع بالشرط** رواه الترمذی و ابو داود و غیرہما (۲) قول شارع :- عن عبد الله بن عمرو بن العاص مرفوعاً لا شرطان في بيع الحديث یہاں شرطان کی قید استثنائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک شرط لگانے کی اجازت ہے قائلین مسلک ثالث کی دلیل سیدۃ عائشہ کی روایت ہے ان النبي قال لعا اشتري بدينار واشترطوا لهما الحديث اس واقعہ میں حضور اکرمؐ نے آخری شرط کو باطل فرما دیا تھا اور بیع کو باقی رکھا جس سے ظاہر ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل۔

۴۔ **جوابات دلائل** :- جوابات دلیل اول، (۱) ضعیف بوجہ اضطرابان :- حدیث مذکور کے کلمات میں شدید اضطراب ہے جن میں سے بعض طرق میں شرط کا ذکر بعض میں نہیں ہے اور آئے والے جوابات کے ذیل میں اختلاف کلمات

کی قدرے تفصیل آ رہی ہے۔ انہی اختلافات کے پیش نظر امام ابن قریق العید نے فرمایا کہ بوجہ اختلاف روایات حدیث الباب قابل استدلال نہیں۔ (۱۲) بطور عدلیہ بعد العقد :- امام طحاوی فرماتے ہیں کہ گھر تک سواری کی اجازت اصل عقد میں نہ تھی بلکہ عقد جو جانے کے بعد رضا عاقدین سے محض ایک وعدہ اور عید و عطیہ کی شکل تھی جس میں بالاجتماع کوئی قباحت نہیں کیونکہ مشتری اپنے رضا سے اجازت دیتا ہے اس پر قرینہ صحیح بخاری اور ابن ماجہ کی حدیث کے کلمات میں انقلیہ ظہور الی الدینہ (مجھے سواری کی اجازت مرمت فرمائی) افتار کے منوی معنی کسی کو بطور عطیہ سواری کرنے کے ہیں عقد میں ہے انقلیہ لے امدارہ ایک اور حدیث میں عاریہ و صبیح کی تصریح ہے۔ خدا عز وجل ظہور الی الدینہ (۱۳) عقد صبیح و عید حقیقی ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اور سیدنا جابرؓ کے مابین جو عقد ہوا وہ بیع نہ تھی بلکہ بیع کی صحت میں عید تھا اور درحقیقت مجبوراً سیدنا جابرؓ کا مالی تعاون فرمایا جانتے تھے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے فرمایا ما کنٹ لاخذ جلتک فخذ جلتا گویا حدیث الباب سیدنا جابرؓ کی خصوصیت ہے اور یہ واقعہ ان کی عظمت شان پر دل سے (۱۴) منسوخ :- حدیث الباب تحریم شرائط سے قبل کی ہے اور اس کے لئے تحریم شرط کی روایات ناسخ ہیں۔

جوابات دلیل ثانی: (۱۵) قید اتفاتی :- حدیث مذکور میں شرط ان کی قید محض اتفاتی ہے احترازی نہیں اس بات کی تائید ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں شرط ان کی بجائے لا بشرط فی بیع کے کلمات ہیں منہی رسول اللہ عن بیع و شرط کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں مطلقاً شرط لگانے کو نفی اور باطل قرار دیا گیا ہے اس میں کسی عید کی قید نہیں کہ ایک شرط ہو یا ایک سے زائد۔ جوابات دلیل مسلک ثالث: (۱۶) صنعت وجہ شاذ :- امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جواب دیا ہے کہ اس حدیث کے جو طرق صحیح ہیں ان میں اشترطی کا جملہ نہیں اور جس میں اشترط کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں۔ سیدنا مردہ کے لفظ میں سے سوائے سیدنا ہشام کے کوئی بھی اشترطی کا جملہ نقل نہیں کرتا۔ گویا یہ روایت شاذ ہے۔

(۱۷) لام معنی علی :- امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اشترطی ہم میں لگتی ہے لے اشترط علیہم الولاء یعنی ان پر وصولی ولاء کی شرط لگاؤ اور ولاء کی وصولی مقتضی عقد کے موافق ہے اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی ہے ارشاد باری ہے وان اساتم فلہا ان فعلیہا یہی توجیہ امام خطابی اور امام مزنی سے بھی مروی ہے (۱۸) انفاذ بیع و ابطال شرط بطور جبر :- حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے بطور توجیح اشترطی ہم کا جملہ فرمایا کیونکہ سیدۃ بریت کے خاندان اور حضرات صحابہ کو معلوم تھا کہ شیخ و ولاء کی شرط لگانا باطل ہے تاہم جب انہوں نے شرط لگالی تو آپؐ نے بطور زجر تعذیب فرمایا ما بال رجال! بیشتر شرطیں حدیث اس حدیث سے بیان جواز مراد لینا صحیح نہیں (۱۹) مولانا مکی فرماتے ہیں کہ شرط کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ شرط جس کو پورا کرنا انسان کے بس میں ہے جیسے حدیث الباب میں سواری کی شرط ہے اور ایک وہ جیسے پورا کرنا مخلوق کی قدرت میں نہیں جیسے ولاء کی شرط ان دونوں اقسام کے احکام میں فرق ہے قسم اول کے قبیل سے اگر کوئی شرط ہو تو شرط بھی فاسد ہوگی اور بیع بھی اور اگر قسم ثانی کے قبیل سے ہو تو بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل چنانچہ ولاء ایک ایسی چیز ہے جسے باطل اور نافذ کرتا مخلوق کے بس میں نہیں لہذا یہاں شرط لگانا بیع کی صحت کے منافی نہیں



**وجہ ترجیح** (۱) ترجیح قواعد: سیدنا جابرؓ اور سیدہ بریہؓ کی روایات خاص روایات

میں جو قواعد کے منافی ہیں جب کہ وہ ان کے جہود کی بنا قواعد و ضوابط پر ہے لہذا ان کو ترجیح ہوگی

(۲) ترجیح احادیث قولیہ: سیدنا جابرؓ کی حدیث الباب ایک فعلی روایت ہے جس کا قاری مفہوم احادیث قولیہ کے معانی ہے لہذا سب ضوابط قولی روایات کو ترجیح ہوگی (۳) ترجیح دلائل شکیہ: سیدنا جابرؓ اور سیدہ بریہؓ کے روایات میں متعدد استحالات ہیں جو اوپر گزرتے ہیں جب کہ مزید توجہ پر معنی محکم ہیں سب قواعد احادیث محکمہ راجح ہوئی ہیں لہذا مسلک جہود ہی یقیناً راجح اور افضل ہوگا۔

(۲) **لطیف حکایت :-** امام حاکم نے اپنی تصنیف الطبیع "معرفۃ علوم الحدیث" میں امام بیہقی نے اپنی سنن میں اور علامہ ابن حزم نے المحلی میں نقل فرمایا ہے کہ فقہاء و معارف کے تین ماجدار بادشاہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ امام ابن شبرہ اور امام ابن ابی لیلیٰ ایام حج میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ سیدنا عبدالوارث بن سعید نے مسئلہ الباب کے متعلق پہلے امام اعظم سے دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا: الشرط باطل والبیع باطل کہ شرط اور بیع دونوں باطل ہیں پھر ان کی ملاقات امام ابن شبرہ سے ہوئی ان سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: الشرط صحیح والبیع صحیح آخر میں سیدنا عبدالوارث امام ابن ابی لیلیٰ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تو ان سے بھی مسئلہ الباب دریافت کیا، آپ نے جواباً فرمایا البیع صحیح والشرط باطل سیدنا عبدالوارث خا صا پریشان ہوئے کہ تین عظیم تہذیبیہ ایک ہی مسئلہ میں مختلف مسائل کے حامل ہیں اور آپ فرماتے لگے کہ یا سبحان اللہ نقباء ثلاثہ من ائمة الدین مختلفون فی مسئلہ واحدة۔ آپ واپس سیدنا امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں مسئلہ الباب کے ان جوابات سے آگاہ کیا جو امام ابن ابی لیلیٰ اور امام ابن شبرہ نے فرماتے حضرت امام صاحب نے فرمایا لا درى بماذا قالوا ذمما کبھی معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کو کیا فتویٰ دیا اور ان کے قول کی مستدل روایت کونسی ہے میں تو اس قول کو پابند تھا جسے میں نے بیان کیا ہے مجھے سیدنا عمرو بن شیبہ کی روایت سنائی ہے بھی رسول اللہ عن بیہ و شرط پھر وہ امام ابن شبرہ کے پاس گئے انہوں نے بھی انہی جیسے کلمات کے بعد فرمایا حدیثی عبارات عن جابرؓ تو معلوم ہوا کہ یہی وہ شرط دونوں صحیح ہیں اس کے بعد وہ امام ابن ابی لیلیٰ کے خدمت میں تشریف لائے تو انہوں نے بھی جواباً یہی فرمایا ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔

۲۰) علامہ ابن الہمام نے فرمایا کہ تیغوں آئمہ حداد کے اقوال مبارکہ درست ہیں جس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر بوقت بیع ایسی شرط لگائی جائے کہ جس کا خود عقد تھا مٹا کر ہو تو اس صورت میں شرط صحیح ہوگی اور بیع بھی جیسے قیمت کی ادائیگی اور مبیعہ کی پیرنگی وغیرہ کی شرط لگانا اگر ایسی شرط لگائی جائے کہ جس کا عقد تھا مٹا کر ہو تو پھر اگر اس شرط لگانے میں عاقدین میں سے کسی کو منفعت حاصل ہو تو اس صورت میں بیع بھی باطل ہوگی اور شرط بھی جیسے باقی مشتری پر یہ شرط لگاتے کہ مشتری خریدنے کے بعد مبیعہ کو آگے نہ بچے گا اور اگر کسی کو فسخ پہنچا ہو تو شرط باطل ہوگی اور بیع صحیح۔

## وفاق المدارس

(ترمذی) سن ۳۹۲ھ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا انہ باع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعیرا واشترط ظفیرا الی ہلہ۔ ہذا الحدیث صحیح فی جواز البیع مع الشرط فلم تنکح الاحناف؛ بلیلوا واقعة لیلۃ البعیر کیف وقعت؛ ومتی وقعت؛ واین وقعت؛ وان ضحوا جمیع مظان الحدیث بارک اللہ فی علمک۔

پرجہ بالا میں درج ذیل چار امور محل طلب ہیں (۱) اختلاف آئمہ (۲) دلائل آئمہ (الف) دلائل جمہور (ب) دلائل فقہاء (۳) جوابات دلائل (۴) تفصیل واقعہ (۵) تاریخ و محل واقعہ (۶) کیفیت واقعہ

**الحل :-** چار امور میں سے ابترائی تین پرچے سے قبل مرقوم ہیں آخری تم درج ذیل ہے۔

تفصیل واقعہ :- تاریخ و سیر کے امام علامہ محمد بن اسحاق سیدنا جابر سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرمؐ کی قیادت میں غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر مدینہ منورہ کی طرف آرہے تھے اذ میں ایک بوڑھے ضعیف قسم کے اونٹ پر سوار تھا جو کہ میرا اونٹ ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے سست رفتار تھا تو میں قافلہ کی روانگی سے قبل چل پڑا تھا۔ ایک دن حسب معمول قافلہ سے آگے چلا کہ پیچھے سے حضور اکرمؐ بمع حضرات صحابہؓ کے آہٹنے تو مجھ سے حضور انورؐ نے فرمایا کہ جابر خیر ہے میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ سست رفتار ہے اس نے میں قافلہ سے پہلے چل پڑا تو آپؐ نے فرمایا اُغذ یعنی اپنے اونٹ کو بٹھا دو اور حضور علیہ السلام نے بھی اپنی سواری بٹھا دی اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ کسی درخت سے ایک لکڑی کاٹ کر لاد تو میں ایک چھڑی لایا آپؐ نے اس سے اونٹ کو چھک ماری اور اس چھک کی برکت سے وہ اونٹ ایسا تیز رفتار ہوا کہ قافلہ والوں سے آگے گزر گیا حضور اکرمؐ نے اپنے اونٹ کو تیز چلا دیا اور آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ لے جابر اپنے اونٹ کو مجھ سے بیچتے ہو تو میں نے عرض کیا کہ میں بیچنے کی بجائے آپؐ کے حضور بطور ہدیہ پیش کرنا ہوں آپؐ نے فرمایا نہیں میرے پاس بیچ دو پھر آپؐ نے قیمت پوچھی تو سیدنا جابر نے فرمایا کہ اس کی قیمت آپؐ درہم عطا فرمائیں حضور انورؐ نے فرمایا نہیں قیمت نہ عطا تو میں نے عرض کیا حضور انورؐ درہم آپؐ نے پھر عطا کیا حتیٰ کہ ایک اوقیہ آپؐ نے قیمت میں فرمائی تو آپؐ مجھ سے شرفنا



پر پہنچنے لگے کہ جاہل راہنی ہو میں نے عرض کیا حضور آپ پر میرے ماں باپ قرآن اُتوں احمد سے زیادہ راہنی ہوں۔  
 پھر میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مدینہ منورہ تک اس پر سفر کر سکوں۔ آپ نے فرمایا اجازت ہے پھر  
 آپ نے شادی کے بارے میں پوچھا میں نے عرض کیا بی بی اہل قریب زمانہ میں شادی کی ہے فرمایا بیوی بکرہ ہے یا ثقبہ میں نے  
 عرض کیا ثقبہ آپ فرماتے تھے۔ ہلا بکرہ تلو معھا و تلو جلد میں نے عرض کیا کہ میرے والد ماجد جنگ احد میں شہید  
 ہو گئے ہیں بعد میری سات بہنیں ہیں جن کا میں اکیلا کفیل ہوں اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی جو میری بہنوں  
 کی ٹگلی کر سکے تو آپ نے مجھے اس پر دعا کی۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد دوسرے روز صبح کو میں اونٹ لے کر بارگاہ رسالت میں  
 حاضر ہوا آپ گھر سے تشریف لاتے اونٹ کو دیکھا فرمایا ماہذا میں نے عرض کیا کہ یہ وہی سفر والا اونٹ ہے جس کے آپ  
 غریب وار بنے تھے اور میں باق آپ نے فرمایا جاہل یہ اونٹ بھی لے جاؤ اور سیدنا بلال سے ایک اونٹ قبہ سے زادہ اس کی قیمت بھی کر  
 قاریح و محل واقعہ۔۔۔ تہجد اہل سیر کی تحقیق یہ ہے کہ لیلة البعیر کا واقعہ منورہ ذات الرقاع سے وہی کے وقت پیش آیا  
 جبکہ غزوہ سے مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لارہے تھے یہ سلمہ یا سلمہ کا واقعہ ہے۔  
 کیفیت واقعہ۔۔۔ یہ سفر کا واقعہ ہے جب آپ غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لارہے تھے۔

## إِقَاطُ خَلْقِ اللَّهِ لِلْإِعْتِصَامِ بِحَبْلِ اللَّهِ

تالیف : حضرت مولانا قاضی محمد عبدالقوی صاحب مدرسہ دارالعلوم بیروت دارالافتاء

اہل سنت علماء کرام کے ہر طبقات دیوبندی بریلوی اہل حدیث حضرات کو مستعد و متفق کرنے کی ایک مخلصانہ علمی کوشش  
 جسمیں ہر حضرات کے اکابر علماء کی عبارات و نظریات کو مفہوماً و معنی مستعد بتایا گیا ہے۔ اور ان کے  
 سلسلہ کلام کو ان متقدمین و محققین علمائے امت کے نظریات کے ساتھ مربوط و ظاہر کیا گیا ہے جو ہر گز  
 فریق کے نزدیک حجت و سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

## ۷۔ انتفاع بالمرہون (ترمذی ص ۳۱)

(۱) مذہب اکثر  
امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، حضرات صاحبین، امام اوزاعی، مجہور، اجل علم صحابہ  
و تابعین اور اکثر فقہاء محدثین کے نزدیک مرہون کے لئے مرہون چیز سے نفع اٹھانا جائز نہیں  
صرف راجح یعنی مالک شیشی مرہون سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور (ابوہ مالک ہونے کے) مرہون کا خرچہ و مؤنتہ بھی راجح ہی کے  
زمرہ ہوگا۔ (۲) امام احمد، امام شافعی اور بعض اجل علماء ہر کے نزدیک مرہون راجح کی اجازت کے بغیر بقدر غرضہ شیشی مرہون  
سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔

## ۱۲۱ دلائل احناف

(۱) قول شافع: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لا یخلق الرهن  
الرهن من صاحب الذی رهنه رواہ الطحاوی وغیرہ۔ لفظ رهن مصدر ہے جس کے معنی میں گروی رکھنا۔ امام  
طیبی اور مجہور اجل علم کے نزدیک پہلا لفظ رهن سے مرہون یعنی وہ آدمی جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی جائے اور دوسرے رهن  
مرہون قرار ہے (مصدر بمعنی اکم مفعول ہے) صاحب بجنہ نے رهن کے معنی شیشی المرہون اور الفاسم دونوں کے لئے دیے ہیں۔  
چنانچہ روایت مذکور کے معنی ہوں گے کہ مرہون شیشی مرہون کو اس کے مالک (راجح) سے نزدیک یعنی شیشی مرہون کا مالک راجح  
ہی ہوگا۔ اب جبکہ مالک راجح ہی ہے تو مرہون چیز سے وہی نفع حاصل کر سکتا ہے اگر مرہون نفع اٹھانا چاہے تو راجح کی اجازت  
ضروری ہے۔ والا لا جیساکہ ضابطہ شرعیہ ہے (۲) قول شافع: عن سعید بن السیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قال لا یخلق الرهن الرهن من صاحب الذی رهنه (لہ شہید وعلیہ عندہ) رواہ الشافعی وصاحب الشکوۃ  
لہ کامرین بادشاہ راجح ہے۔ اس حدیث میں صراحت ہے کہ منافع بھی راجح ہی کے لئے ہوں گے اور خرچہ و مؤانہ بھی راجح ہی کے لئے  
یعنی اگر مرہون چیز مرہون کے ہاتھوں میں ہو جائے تو راجح ہی کا نقصان ہوگا۔ اگر مرہون نفع اٹھانا چاہے تو حسب قاعدہ رهن  
سے اجازت ضروری ہے۔ کہا ہوا اظہار یہ حدیث اگرچہ مرسل منقول ہے لیکن مجہور سنیین کے نزدیک مقبول و حجت ہے۔  
(۳) قول شافع: عن ابن عمر مرفوعاً قال لا تحاب ما شیتہ اسری بذیر اذ نہ رواہ البخاری و مسلم  
وغیرہما۔ اس حدیث میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کوئی آدمی اس کی مملوکہ چیز سے منفعت  
حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی قاعدہ مسئلہ الباب میں بھی نافذ ہوگا چونکہ مرہون مالک نہیں اس لئے وہ مالک یعنی راجح سے بلا اجازت شیشی مرہون  
سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ ۴۔ دلیل عقلی: یہ بات بدیہی ہے کہ مرہون چیز کا مالک بلا شرکت غیر راجح ہی ہے  
لہذا مرہون کے منافع و ثمرات بھی صرف راجح ہی کے لئے ہوں گے (۵) دلیل نظری: مرہون اگر مرہون چیز سے  
نفع حاصل کرے تو یہ قواعد شرعیہ کی رو سے راجح ہے کیونکہ مرہون نے رجن کے بدلے میں شیشی مرہون سے نفع حاصل کیا ہے۔ جبکہ مرہون  
رجح بھی پورا وصول کر لے گا۔ اور یہ نفع ایک انسانی امر ہے اور حضرات فقہاء کا اجماعی فیصلہ ہے کہ قرض جس نفعاً فہو ربوا



لہذا مرہون کو نفع حاصل کرنا تو حد شرعیہ اساسیت کی رو سے حرام ہے۔

(۳) دلیل مسلک ثانی :- حدیث الباب :- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الفلہ یجب کسب

اذا کان مرہوناً و بعض الدار یشریب اذا کان مہصوناً و علی الذی یرکب و یشرب لفقنہ

رواہ الترمذی و غیریہ — حدیث الباب میں غلبہ سے مرکوب (سواری) نہ اڑ ہے۔ یعنی جانور جب مرکوب کی جائے تو اس پر سواری کی جائے اور اس طرح دودھ والے جانور کا دودھ پیا جائے اور جو شخص سواری کرے اور دودھ پئے اس پر اس سواری یا جانور کا خرچہ ہوگا۔ اس حدیث کے ظاہری کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرہون مرہون چیز سے بقدر خرچہ منافع حاصل کر سکتا ہے کیونکہ حدیث مبارکہ کلیہً و علی الذی یرکب یشریب لفقنہ (کہ جو غنی کرے اسے مرہون کے استعمال کرنے کا حق ہے) اس بات پر دال ہے کہ اس سے مرہون مراد ہے۔ کیونکہ یہ بات صرف مرہون میں پائی جاتی ہے ورنہ راجح کا حق ہلکا جاتا ہے جو ملکیت کے ہے نہ کہ نفقہ و خرچہ کی بنا پر۔

(۱) معلقہ :- علامہ ابن عبد البر مائی فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک

حدیث الباب کا ظاہری مفہوم اصول شریعت اور قواعد کلیہ کے منافی ہے۔

کیونکہ یہ نہیں مستند روایات کی رو سے اس صورت میں مرہون کا شیئی مرہون سے نفع حاصل کرنا یقیناً بوجہ منافی ہے لہذا حدیث الباب معلقہ ہے اور اس کی توجیہات نہ وہی ہیں ورنہ حدیث الباب مترکک ہوگی۔

(۲) منسوخ :- حدیث الباب آیت ربوا و ران احادیث صحیحہ کی رو سے جن میں حرمت ربوا کا بیان ہے منسوخ ہے۔ لہذا مرہون شیئی مرہون سے راجح کی اجازت کے بغیر نفع نہیں اٹھا سکتا۔ امام شعبی اور امام عطاء بنی فرماتے ہیں انہ بحصول علی اللہ کان قبل تحريم الربوا اخذ الحديث منسوخاً۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۲۸)

(۳) بوجہ اجازت راجح :- بعض محدثین نے حدیث الباب کو راجح کی اجازت سے مقید فرمایا ہے اور وجہ تقید ان احادیث سے ہے جن میں صرف راجح کے انتفاع کا ذکر ہے۔ مرہون چیز سے بقدر خرچہ نفع اٹھا سکتا ہے بشیر طیکہ راجح اسے اجازت دے و لا فلا۔ (۴) امام شوکانی لکھتے ہیں کہ یہاں رکوب و مشرب کا فاعل متعین نہیں کر راجح ہے یا مرہون لہذا حدیث الباب مفہوم منطلق کے اعتبار سے مجمل ٹھہری۔ اب اس اجمال کی تفصیل ہمیں ان احادیث سے ملتی ہے جن میں حصول منافع کے لئے راجح کی متعین کیا گیا ہے تو یقیناً یہاں بھی رکوب و مشرب کا فاعل راجح ہو گا نہ کہ مرہون۔

(۵) اہم شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ مرہون کو اگر شیئی مرہون کی سواری یا استعمال کی ضرورت پڑے تو راجح اسے نہ روکے بلکہ بقدر نفقہ اسے نفع حاصل کرنے دے۔ (۶) امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں مرہون کو اجازت دی گئی ہے کہ جب راجح مرہون چیز کے اخراجات برداشت نہ کرے۔ تو مرہون مرہون کی حفاظت اور بقا کے لئے اس پر خرچہ کر سکتا ہے اور اس کے بدلہ میں بقدر خرچہ شیئی مرہون سے استماع بھی کر سکتا ہے۔

۷۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں مرہون سے اصطلاحی مرہون مراد نہیں بلکہ اس سے لغوی مرہون بمعنی مینوۃ مراد ہے اور مینوۃ کے معنی ہیں وہ جانور جو کسی شخص کو بطور استعارہ دیا جائے منہج میں ہے قنحۃ الشئ اے اعطایا ایتاہ تو ایسے جانور کا لاجماع ذودھ پینا بھی جائز ہے اس پر سوار ہونا بھی صاحب ناموس سمجھتے ہیں کہ رامن یعنی مانع کلام عرب میں بہت متعل ہے تو گویا رامن سے عطیہ دینے والا اور مرہون سے عطیہ دی جوتی چیز مراد ہوگی۔

۸۔ امام ترمذی اور اکثر محدثین کے نزدیک حدیث الباب موقوف ہے نہ کہ مرفوع جیسا کہ امام ترمذی نے تصریح فرمائی تو یقیناً اثر موقوف احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں مرجوح ہوگا۔

وجہ ترجیح | ۱۱ احادیث کلیمہ ۱۔ بحمد اللہ مسئلہ الباب میں بھی مسلک احناف قواعد شرعیہ اور ضوابط اساسیہ پر مبنی ہے لہذا راجح ہوگا۔ (۲) احادیث محکمہ دلائل اضاف اپنے مدعی کے بیان میں صریح ہیں جن میں احتمالات کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ حدیث الباب جمہور کے نزدیک مؤول ہے۔ (۳) مؤید بالقرآن مسلک جمہور نصوص قطعیہ سے مستنبط مضامین سے مؤید ہے لہذا یقیناً راجح ہوگا۔ (۴) کثرت احادیث صحیحہ متعدد احادیث سے مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے جبکہ قائلین مسلک ثانی کے ہاں صرف ایک حدیث ہے جس کے وقف و رفع میں اختلاف ہے لہذا احادیث احناف کما اور کیفاً راجح ہیں۔ (۵) مؤید بالقیاس قیاس و نظریہ بھی مسلک جمہور ہی کی تائید ہوتی ہے۔ لہذا یہی مسلک راجح ہوگا۔

## وفاق المدارس

ترمذی

۹۸۳ھ عن اب ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر یرکب اذا کان مرہوناً ولبن الدریشر ب اذا کان مرہوناً علی الذی یرکب ویشرب نفقۃ ہل یجوز للمرکب الا انتفاع بالرہن ؟ اذکر واما مذاہب الائمة فی هذا الصور ان کان الحدیث یخالفکم فاجیبوا عنہ تحرن عن التاویلات الرکیکۃ والمعانی الغیر المرضیہ۔

پرنچہ بالا میں درج ذیل دو مباحث محل طلب ہیں۔ (۱) مذاہب ائمہ (۲) جوابات حدیث الباب

مذکورہ بالا دونوں امور ترجمہ الباب کے ذیل میں پہلے پہل مرقوم ہیں۔

الحل



## ۸۔ بیع قلادہ ذهب (تذکرہ ص ۲۱)

۱۔ مراد حدیث: "کاتھا اور اس میں قیمتی لکینے کندہ تھے۔ جب میں نے موتیوں کو سونے سے الگ کیا تو مجھے اسیں بارہ دینار سے زیادہ کا سونا ملا۔ میں نے اس چیز کا ذکر سرکارِ دو عالم سیدنا حضورؐ انورؑ سے کیا تو آپؐ فرمایا کہ بارہ سو قنطار تک بچا جائے۔ جب تک کہ اس کے سونے کو اس کے قیمتی موتیوں سے علیحدہ نہ کر لیا جائے۔

۲۔ اقوال اکملہ: اہم عظیم ابو حنیفہؒ، اہم سفیان ثوریؒ، بعض صحابہؓ و تابعینؒ اور جمہور فقہائے نزدیک ہر وہ چیز جس میں سونا یا چاندی کی دوسری چیزوں سے مخلوط ہو اسے سونا یا چاندی سے علیحدہ علیحدہ کر کے اور علیحدہ کئے بغیر دونوں طرح سے بیچا جائز ہے بشرطیکہ اس چیز میں جتنا سونا چاندی ہے اس کے بدلہ میں مشتری بالغ کو زیادہ سونا چاندی دے کر سونا چاندی سولے چاندی کے بدلے میں ہو جائے اور زیادہ سونا یا چاندی اس چیز کے بدلہ میں جس میں سونا یا چاندی کندہ ہے مثلاً ہار میں دو تولہ سونا ہو تو اس کے بدلہ میں دو تولے سے زیادہ سونا دینا چاہیے تاکہ دو تولے سونا دو تولہ کے عوض میں ہو اور زائد سونا ہار کے بدلہ میں اور اگر مبیعہ و من دونوں میں سونا چاندی برابر ہو یا مشتری کم سونا چاندی دے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ مگر اس مسئلہ کے فائین کے ہاں لاتباع حتی تفصل کا حکم مذہب و ارشاد کے لئے ہے و وجوب کے لئے نہیں اصل مقصود ہوا سے احتراز ہے جیسا کہ بعد میں آ رہا ہے۔

۳۔ اہم دار الحجۃ اہم مالکؒ اور بعض فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک ایسی اشیا میں اگر سونا ایک تہائی یا اس سے کم ہو تو سونے کے بدلے میں جائز ہے خواہ اسے علیحدہ کیا جائے یا نہ گویا ان کے ہاں بھی لاتباع حتی تفصل کا حکم مذہب و ارشاد کے لئے ہے و وجوب کے لئے نہیں۔ اہم شافعی اہم احمدؒ اور جمہور مجازین کے نزدیک ایسی اشیا میں جب تک سونے یا چاندی کے اجزاء کو دوسرے اجزاء سے علیحدہ نہ کیا جائے اس وقت تک اسے سونے یا چاندی کے بدلہ میں بیچا جائز نہیں خواہ سونا چاندی ان اشیا میں قلیل ہو یا کثیر گویا ان حضرات کے نزدیک حضور اکرمؐ کا فرمان لاتباع حتی تفصل و وجوب کے لئے ہے۔

۳۔ تطبیق روایات: متحدہ صحیح احادیث میں حضرت شاری کا یہ حکم بطور ضابطہ موجود ہے کہ سونا یا چاندی کو سونے یا چاندی کے بدلہ میں بیچا جائز ہے خواہ نقد ہو یا برابر خواہ کسی چیز سے مخلوط ہو یا نہ اب ان احادیث صحیحہ اور حدیث الباب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات اخافؒ نے یہ مسلک اختیار کیا کہ ہر ایسی چیز جس میں سونا یا چاندی مخلوط ہو تو اسے اگر زائد سونے کے بدلہ میں بیچا جائے تو جائز ہے کیونکہ سونا چاندی سونے کی مساوی ہوں گے اور زائد سونا یا چاندی مخلوط چیز کے بدلہ میں حدیث الباب میں سیدی حضور اکرمؐ کا لاتباع فرمانا موجب سے تھا کہ ہار میں بارہ دینار سے زیادہ کا

سونا ہو کر رہا تھا

جیسا کہ سببہ نافعہ کے فرمان کی بنا پر یہ حال کہ ہر کی قیمت کی بارہ دینار اور لگائی تو  
 شرماء۔ بوجہ اس لئے حضور اکرم نے فرمایا ابناء کہ اس قسم کی بیع نہیں ہے جائز نہیں اور حتیٰ تفصیل کا فرمان تیز کر کے  
 لئے کہ خریدنے سے قبل مکمل تیز کر لی جائے کہ مخلوط چیز میں سونا کتنا ہوگا اور دیگر اشیاء میں کتنے تاکہ جو ازبے حسی طور  
 پر اجزاء مخلوط کو الگ الگ کرنا مراد نہیں ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے امتیاض کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ حکم فرمایا ہو جس کے  
 تحت یہ نفعی حکم مذکور وارشاد ہی کے لئے ہوگا وجوب کے لئے نہیں۔

## (ترمذی) وفاق المدارس

۱۳۹۸ھ میں عن فضالہ بن عبید قال اشتریت یوم خیبر قلاباً باشتی عشرہ دیناراً ایضاً ذهب وخرقہ فضلاً ما فرجحت  
 فیہا اکثر من اثنتی عشرہ دیناراً اذ کوفت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تباع حتی تفصل۔

علیکم بیان الحدیث وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباع حتی تفصل للرجوب ام للندب والا رشاد۔

پرتعہ بالا میں دو امور دریافت کئے گئے ہیں۔  
 الحل: امراد حدیث ۱۔ اقوال ۱۸۸۰

## دروس انقاضی لمباحث السراجی

ترتیب ۱ مولانا مفتی عبدالقوی

حضرت مؤلف موصوف جس علمی خانوار سے تعلق رکھتے ہیں اُس نجیب و زکی خاندان کے  
 رگ دریشہ میں ربّ ارض و سمار نے موردی طور پر علم میراث کی ماہرانہ انداز سے خدمت کو شال فرما  
 دیا ہے صد سال سے پلانٹریو مسلک ملک کے گوشہ گوشہ سے تشنگان فرائض خانقاہ عبید اللہ  
 میں حاضر ہو کر فیضانِ سقایہ و بہام سے اپنے فکر و نظر کو سیراب فرما رہے ہیں اس علمی فیض  
 کو عام کرنے کے لئے جس کے بارے میں ارشاد شائع ہے "کہ علم فرائض کو سب سے پہلے  
 دینا ہے اُٹھا لیا جائے گا۔ حضرت مؤلف موصوف نے اپنے والد مکرم، استاذِ مہترم، ماہر  
 علوم و فرائض شیخ ربّانی جامع شریعت و طریقت حضرت ایشیخ مفتی محمد عبدالقادر صاحب بریلوی  
 متبع الشریعہ و العلماء بحفظ و جودہ و طولِ حیاتہ کے پیچیں سالہ تحقیقی محاضرات کے بخور کو جمع فرمایا ہے  
 طلباء دینی مدارس فارغ التحصیل علماء، مفتیان کرام اور اساتذہ فقہ و حدیث کے لئے

کتاب مذکور یکساں مفید ہے۔ ان دروس سے مشافہہ استفادہ کے مجمع فرمایا۔

دارالعلوم کے سالانہ دورہ میں تشریف لائیں اور کما حقہ مستفیض ہوں۔



## موطائے امام مالکؒ ۹- مسئلہ افلاس مشتری (ترمذی ص ۲۰۲)

۱۔ اختلاف ائمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس کسی آدمی کا مال بطور رہن یا عاریہ (بطور عطیہ) پڑا ہو تو پھر اس آدمی کے پاس بطور امانت ہوئی ہے وہ اس کا مالک نہیں ہو تا۔ لہذا اگر مرخص یا سودیہ کا دیوالیہ ہو جائے تو رخص یا سودیہ دینے کا مالک اور دوسرے قرض خواہوں کے مقابلہ میں اپنی ملکیتی چیز کا زیادہ حقدار ہوگا۔ ایسے ہی اگر مشتری نے بیع کر اپنے قبضہ میں نہیں لیا کہ دیوالیہ ہو گیا تو بائع دوسرے قرض خواہوں کے مقابلہ میں یقیناً زیادہ حقدار ہوگا۔ اور دوسرے قرض خواہ اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بطور ادھار خرید کرے اور بیع کو بھی اپنے قبضہ میں لے لے اور وہ بیع بعینہ مشتری کے ہاں موجود بھی ہو پھر دیوالیہ ہو جائے یا ترکہ کو قرضہ سے کم چھوڑ کر مر جائے جبکہ اس شخص نے کئی دوسرے لوگوں کا بھی قرض ادا کرنا تھا تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام اہل سنت سیدنا حسن بصریؒ، امام نخعیؒ، سیدنا مرثد بن عبد العزیزؒ، امام زہریؒ، امام ابن شبرہؒ اور جہود فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک بائع دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہوگا اور مال مذکور میں تمام قرض خواہ برابر کے حصہ دار ہوں گے اور بیع کو قرض کے حساب کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ امام داراللمعہ امام مالک اور بعض فقہاء اہل مدینہ کے نزدیک اگر بائع نے قرض کا کچھ حصہ لے لیا تو پھر وہ بقیہ قرض خواہوں کے برابر ہوگا کما قال الحنفیہ اور اگر اس نے بالکل قرض نہ لیا ہو تو پھر وہ بیع کا زیادہ حقدار ہوگا نیز اگر مشتری مر جائے تو پھر دوسرے قرض خواہوں کی طرح برابر کا حصہ لے گا کما قال الاحناف اور اگر دیوالیہ ہو جائے تو پھر بائع زیادہ حقدار ہوگا۔ مگر بعض حضرات مالک نے قول وسط اختیار فرمایا۔ امام شافعیؒ، امام حنبلؒ، امام اسحاقؒ، امام داؤدؒ، ظہریؒ اور جہود محمد ثن کے نزدیک بائع بیع کا زیادہ حقدار ہے خواہ مشتری دیوالیہ ہو جائے یا انتقال کر جائے خواہ مکمل قرض لے چکا ہو یا کچھ بھی نہ لیا ہو۔

۲۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف: اوشاد باریؒ ۱۔ قرآن مجید میں ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ (نصوم قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے یہ قاعدہ ثابت ہے کہ بیع پر قبضہ کے بعد بائع کا بیع سے کچھ بھی تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور وہ چیز مشتری کی ملکیت ہوتی ہے۔ لہذا تمام قرض خواہ اپنے اپنے حصص کے مطابق برابر کے حقدار ہوں گے۔ ۲۔ اثر علیؒ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ هُوَ (الْمُشْتَرِي) فِيهَا (الْمَبِيعَةُ) أَسْوَدُ لِلْعَوْدَةِ إِذَا وَجَدَهَا بِعَيْنِهَا (أَرَادَ الْطَّهَادِي وَغَيْرَهُ) یہ اثر موقوف مسلک منصفہ کی تائید میں اصرح ہے۔ ۳۔ اثر عمر بن عبد العزیزؒ: عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اخْلَسَ الْمُشْتَرِي فَمِنْهُ (الْبَائِعُ) وَالْعَوْدَةُ فِيهِ سَوَاءٌ (أَرَادَ الْطَّهَادِي وَغَيْرَهُ) بِسَنَةِ حِينَ ۱۰۳۔ اثر نخعیؒ: ۱۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ هُوَ وَالْعَوْدَةُ فِيهِ سَوَاءٌ (أَرَادَ الْطَّهَادِي وَغَيْرَهُ) بِسَنَةِ حِينَ ۴۔ دلیل نظر سے: قواعد شرعیہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ مشتری کے مفلس یا مر جانے کے بعد مشتری کے سارے مال میں سب قرض خواہ برابر ہیں یقیناً مشتری کے قبضہ کے بعد یہ بیع بھی مشتری ہی کی ملکیت ہے لہذا اس بیع کا حکم بھی دوسرے اموال کا سا ہونا چاہیے کہ سب قرض خواہ برابر کے حق دار ہوں گے۔ دلیل قیاسی: مشتری کے خریدنے کے بعد بیع: بائع بائع کے ملک سے نکل چکا ہے لہذا باقی قرض خواہوں کی طرح یہ بھی برابر کا حصہ دار ہوگا۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں حق نہ

۳۔ دلیل دیگر مسالک :- احدث البابیہ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال ایما امرأ افلس ووجہ رجل سلعتہ عندہ بعینہا فہو اولی بھما من غیرہ رواہ الترمذی وغیرہ۔

۴۔ جوابات :- دو علت ہے اس پر درج ذیل تین قرآن شاہد عدل ہیں اور کلمۃ بعینہا :۔ حدیث الباب میں مال موجود پر بعینہا کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے بات ظاہر ہے کہ بائع اس مال کا مالک ہے حالانکہ بیع کر نیچے بعد بائع بالاجماع بیع کا مالک نہیں رہتا بلکہ صرف اور صرف بیع کی قیمت کا اقتدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حدیث الباب میں بیع و شرائ کی صورت مذکور نہیں بلکہ یہ حکم غصب غاریہ دو علت یا رہن کے متعلق ہے تاہم یہ بات مسلم ہے کہ تبدل ملک سے شرائ تبدل میں ہو جائے اب بعینہا فرمانے کا مطلب یہی ہے کہ حدیث الباب کے متعلق نہیں بیعنا فرمانا صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث میں صراحت سرقہ کا ذکر ہے عن سمرة انه قال من سرق لہ متاعاً رجل بعینہ فہو احق بعینہ رواہ الطبرکاء والحدادی بسند حسن یقیناً یہ حدیث حدیث اولیٰ عمل کی تشریح ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں بیع کی تصریح ہے چنانچہ اگر حدیث الباب کو بیع کے متعلق تسلیم کر لیا جائے تو دوسرے قواعد شرعیہ در حدیث الباب میں تطبیق کی خاطر درج ذیل توضیحات علماء راست اور فقہار ملت سے منقول ہیں۔ ۱۔ مجموعہ روایات :۔ مسلم کشمیری فرماتے ہیں کہ بیع کی صورتوں میں یہ حکم دیانہ پر محمول ہے یعنی مشتری اور غلام پر دیانہ مفردی ہے کہ وہ بصورت اطلاق بائع کو دی چیز جو پہلے اسکی ملکیت تھی واپس کر دیں ۲۔ محمول بر بشرط خیاب :۔ بعض فقہار نے حدیث الباب کو بخیار شرط پر محمول کیا کہ جب کسی شخص نے بشرط خیاب کوئی چیز فروخت کی اور پھر مشتری مفلس ہو گیا تو بائع بیع کو فسخ کر کے اپنا مال بعینہ لے لے۔ ۳۔ محمول بر عدم قبضہ حدیث الباب میں اس صورت کا حکم ہے جبکہ مشتری سامان پر قبضہ سے پہلے دیوالیہ ہو جائے یا مر جائے اس پر اہل اؤد شریف کی حدیث قرینہ ہے جس میں مذکور ہے کہ بائع نے کچھ ثمن پر قبضہ کر لیا ہو تو اس کا استحقاق نہیں ہے گا جس سے یہی مترشح ہوا ہے کہ مشتری نے ابھی بیع کو قبضہ میں نہیں لیا۔ ۴۔ قبضہ برائے جائزۃ :۔ حدیث مذکور میں اس بیع کا حکم بیان کیا گیا ہے چہر خریداری سے پہلے تجربہ کے لئے قبضہ کر لیا گیا ہوگا۔

۵۔ وجوہ ترجیح :- مؤید بالقواعد شرعیۃ :۔ قواعد شرعیۃ سے مسلک حنفیہ ہی کی تائید ہوتی ہے ۲۔ عمل علی الجمع :۔ تمام دلائل اساسیہ پر کسی قول سے عمل ہوتا ہے جسے حضرات احناف نے اختیار کیا ہے مؤید بالقیاس :۔ محققین میں :۔ کا نظرو فکر بھی مسلک حنفیہ ہی کا مؤید ہے۔

## حفاق المذاہب

(ترمذی)

۱۳۹۹ھ عقد الترمذی باب ما جاء اذا افلس للرجل غريم فيجد عندہ متاعه واخرج فيه حدیث ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ایما امرأ افلس ووجد رجل سلعتہ عندہ بعینہا فہو اولی بھما من غیرہ۔



عندكم شرح الحديث وبيانہ وتحقیق الاختلاف ودر الادلة مع ذكر ما هو الراجح عندكم قوله سلعة عندنا  
يأتى عن تاديل العنيفة فان اللفظ صريح في المبيع مع انهم يحلون على ما عدا المبيع .

۱۷۰۲ھ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ایما امرأ افلس ووجد رجل سلعة  
عنده بعینہا ففعل علیہا من غیلة وفي الباب عن سمرة وابن عمر حدیث ابی ہریرۃ حدیث  
حسن صحیح والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم وهو قول الشافعی وأحمد واستحق وقال  
بعض اهل العلم هو اسوة الغرماء وهو قول اهل الكوفة بینوا حقيقة الافلاس ویراد الخوة .

(صحیح مسلم ۴/۱۷۰۱)

**الحل :-**

ان پرچوں میں درج ذیل پانچ امور دریافت طلب ہیں ۔  
۱۔ حدیث کی مراد و تشریح مع توضیح افلاس ۲۔ اختلاف ائمہ ۳۔ دلائل ائمہ (الف) دلائل اخاف (ب) دلیل مساکم ۔  
۴۔ جوابات و توضیحات ۵۔ وجود ترمیم ————— جن میں سے نمبر درج ذیل ہے ۔  
جب کہ بقیہ چار امور پرچوں سے قبل مرقوم ہیں ۔

۱۔ ترجمہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی کو نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے  
۱۔ حدیث کی مراد و تشریح :- فرمایا کہ جو شخص مفلس اور دیوالیہ ہو جائے پھر کوئی شخص اپنا سامان بعینہ دیوالیہ آدمی کے  
ہاں موجود دیکھے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کے مقابلہ میں اس مال کا زیادہ مستحق اور حقدار ہوگا ۔  
(۱) لفظ تحقیق : فلس کے معنی پیر اور مال کے ہیں اسی کلمہ سے افلاس اخذ ہے جو باب افعال پر ہے بسا اوقات باب افعال  
کا ہمزہ سلب نافذ کے لئے آتا ہے جیسے اغراب انظار اور اطاعت ۔ ایسے ہی فلس الربل افلاس کے معنی ہیں اذا لم یبق لہ مال  
یعنی وہ آدمی جو مال و دولت سے محروم ہو جائے (دیوالیہ ہو جائے) غریم سے دیون مراد ہے اسکی جمع غرامہ آتی ہے بعض اوقات غریم کا اطلاق  
وہاں پر بھی ہوتا ہے ۔

(۲) تشریح : اس حدیث کی رو سے حضرات فقہاء کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے تو اگر اسکے پاس اتنا  
مال ہو کہ سب قرض خواہوں کا قرض ادا ہو سکے تو سب قرض ادا کر جائے گا اور اگر اتنا مال نہ ہو بلکہ قرض سے کم ہو تو سب قرض خواہوں  
کو ان کے قرض کے مطابق حصہ کے تناسب سے ادا کیا جائے گا لیکن اگر یہ صورت ہو کہ کسی قرض خواہ کی چیز بعینہ دیوالیہ شدہ شخص کے ہاں موجود ہو  
تو وہ اپنی چیز واپس لے سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب اختلاف ائمہ میں پتھر ہو چکا ۔

# ۱۰۔ الخراج بالضمان

۲۰۵ ترمذی

۱۔ خراج بالضمان کی تحقیق مع تفریعات و امثلہ : کلمہ خراج بفتح الخاء مکسر لفظاً اور ضم النون طرہ درست ہے یہ خراج نہ خرچ نہ خرچ سے اخذ ہے جس کے معنی نکلنے کے ہیں صاحب قاموس نے خراج کی امریت مایضج و يحصل من غلة العین یعنی زمین وغیرہ کی آمدنی ملامہ ابو بن العربی مکی فرماتے ہیں الخراج عبادۃ عن کئی خارج من شیعہ یعنی خراج کا مفہوم عام ہے ہر قسم کی آمدنی اور منافع پر خراج کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسے زمین کی پیداوار جانور مکان اور زمین کا کھدائی یا جانور کی کھدائی، درختوں کا پھل جانور باندی کی اولاد وغیرہ وغیرہ، مصباح اللغات میں ہے کہ الخراج مثلہ الخاء ہے جس کے معنی جزیرہ اور زمین کا محصول اور ٹیکس وغیرہ کے ہیں اسکی جمع اخراج، اخرجہ اور اخارج آتی ہے۔ ضمان کے لغوی معنی کفالت مادان اور ڈنڈ کے ہیں یہ صیغہ یضمن منہ سے اخذ ہے جس کے معنی کفیل ہونے اور ضمان ہونے کے ہیں بالضمان کی بار میں عمار کے دو اقوال ہیں ۱۔ بار سببیتہ کی ہے اور اس کا متعلق مستحق محمد دف ہے تو تقدیر عبارت یوں الخراج مستحق بسبب الضمان ۲۔ بار مقابلہ و تقابل کے معنی میں ہے اور یہ افعال عامہ میں سے کسی ایک کے متعلق ہے مثلاً تقدیر کلام یوں ہوگی الخراج یکران فی مقابلہ الضمان حدیث الباب کا مطلب ہے کہ جس شخص کی ذمہ داری میں جو چیز ہوگی اس کے منافع کا مالک بھی وہی ہوگا۔ اس ناعدہ کے تحت حضرات فقہار نے درج ذیل تفریعات متفرعات کی ہیں امثال کے طور پر زید نے بھینس خریدی اور اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھینس مر جائے تو یہ نقصان بالاجماع مشتری کا ہوگا۔ سیطرہ بھینس کے ذریعہ جو دودھ وغیرہ کی آمدنی ہوگی اس کا مالک بالاجماع مشتری ہی ہوگا۔ ۲۔ اگر کچھ ایام گزرنے کے بعد کسی ایسے عیب کا بوجہ خریدنے سے پہلے اس بھینس میں موجود تھا تو مشتری بوجہ خیار عیب اس بھینس کو شراً بالاجماع بائع کو واپس کر سکتا ہے اور اس عرصہ میں جو کچھ آمدنی دودھ وغیرہ سے حاصل ہوئی ہے وہ مشتری ہی کی ہوگی۔ بھینس کیساتھ لگے واپس نہیں لیا جائے گا۔ ۳۔ ہاں اگر عقد بیع کے بعد مبیعہ میں کچھ اضافہ و زیادتی ہو جائے تو اس میں کچھ تفصیل ہے۔ ۱۔ اگر زیادتی مبیعہ کے ساتھ منتقل ہو جیسے بھینس وغیرہ کا موٹا ہو جانا یا کسی جانور کا مشتری سے کسی قسم کا فیسیکھ لینا تو اس صورت میں بالاجماع بوجہ عیب مشتری مبیعہ کو رد کر سکتا ہے۔ ۲۔ اگر دران ایام میں حاصل شدہ منافع مشتری ہی کے لئے ہوں گے بائع کا اس میں کچھ دخل نہ ہوگا۔ ۳۔ اگر زیادتی منفضل ہو تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں ۱۔ وہ زیادتی ذات مبیعہ سے پیدا ہوئی یا نہ اگر پیدا نہ ہوئی ہو جیسے بھینس وغیرہ سے دودھ کی آمدنی تو اس صورت میں بھی حکم وہی ہوگا جو اوپر گزرا اور اگر وہ زیادتی مبیعہ کی ذات سے پیدا ہوئی جیسے باندی سے اولاد حیوانات سبکے اور درخت سے پھل تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ ۲۔ امام اعظم ابو حنیفہ حضرات صاحبین، امام سفیان ثوری، امام ابوالحسن نخعی اور حماد و فقہائے نزدیک اس قسم کی زیادتی کے بعد مشتری مبیعہ کو رد نہیں کر سکتا صرف بائع بوجہ خیار عیب رجوع بالنقصان کر سکتا ہے۔ ۳۔ امام مالک اور فقہائے اہل مدینہ کے نزدیک اگر پھل پیدا ہونے ہوں تو وہ مشتری کے ہوں گے انہیں مشتری مبیعہ کے ساتھ رد نہیں کریگا اگر اولاد پیدا ہوئی ہو تو اسے مبیعہ کیساتھ واپس کرنا ہوگا



اور مشتری نے اپنی قیمت واپس لینی ہوگی۔ امام شافعی اور بعض فقہاء جہازین کے نزدیک یہ زیادتی مشتری کی ہوگی جب بوجہ خیار عیب  
سبب کو واپس کیا جائے گا تو ساتھ اس زیادتی کو واپس نہیں کیا جائیگا اور یہ مشتری ہی کی نملو کہ ہے گی۔

## وفاق المدارس

مسند احمد ۳۸۱۔ عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضاه ان الخراج  
بالضمان. الخراج بالضمان کی مکمل تفسیر اور تفریحات مع امثلہ کے لکھی ہیں نیز اس حدیث کو جو رہنے بھی روایت کیا ہے۔  
قال الترمذی حدیث جریں یقال فیہ تدلیس تدلیس ذہبہ من ہاشم بن عروکہ تدلیس کہتے  
ہیں۔ ایسی روایت کا جس میں تدلیس ہو گئی ہو کیا حکم ہے؟

پرچہ بالا میں تین امور قابل ملاحظہ ہیں۔ جن میں سے نمبر ۱ اور نمبر ۲ درج ذیل میں نمبر پرچہ سے قبل۔  
**الحل** ۱۔ خراج بالضمان کی تحقیق مع تفریحات و امثلہ ۲۔ تعریف تدلیس ۳۔ حکم تدلیس۔

تدلیس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں منہدی میں ہے دلس البائع لے کتم سبب ما یبعہ عن مشتری یعنی  
۲۔ تعریف تدلیس ۱۔ بائع کا اپنے سامان کے عیب کو چھپانا۔ حضرات محدثین کے نزدیک تدلیس ایک عیب ہے جس کی تعریف  
ان کلمات سے مراد ہے کہ کسی راوی کا اپنے استاذ یا استاذ الاستاذ کے نام کو چھپا دینا مثلاً عن فلان یا قال فلان کے کلمات  
استعمال کرنا ایسے راوی کو مدلس کہتے ہیں۔

مدلس راوی کی روایت کے مقبول اور عدم مقبول ہونے میں حضرات محدثین کے تین اقوال ہیں۔  
۲۔ حکم تدلیس ۱۔ مطلقاً مقبول ۲۔ ایک فرقہ کے نزدیک مدلس کی روایت مطلقاً مقبول ہے ۳۔ مطلقاً نامقبول  
ایسے ہی بعض محدثین کے نزدیک تدلیس ایک جرح ہے اور مدلس راوی کی روایت مطلقاً مردود ہے۔ ۳۔ حضرات محدثین کے نزدیک  
تفصیل ہے کہ اگر مدلس راوی صرف ثقہ و معروف راویوں سے تدلیس کرنا ہے تو اس کی روایت بلا ریب مقبول ہے اور اگر کسی کوئی  
قباحت نہیں اگرچہ وہ مادتا ہی کیوں نہ کرنا ہو جیسے سیدنا ابن مسینہ کے وہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے ہیں ضعیف راوی  
نہیں اور اگر وہ ثقہ راوی اور غیر ثقہ راوی دونوں ہی سے تدلیس کرنا ہے تو پھر ایسے راوی کی روایت قطعاً مقبول نہیں  
جب تک کہ سماع و تہمید کی صراحت نہ کرے۔

۳۔ اقسام تدلیس ۱۔ تدلیس الشیوخ اپنے استاذ کے ہم مشہور کو غیر مشہور کنیت سے یا ان کی کنیت مشہورہ کو اسم  
۲۔ اقسام تدلیس ۲۔ سے نقل کرے تاکہ استاذ صاحب مجہول رہیں ۳۔ تدلیس الاسناد ۱۔ ایک راوی اپنے  
ہم عصر ساتھی سے حدیث کی سماعت تو نہ کر سکے مگر اس طریقے سے حدیث نقل کرے کہ اس سے سماع کا وہم پڑے۔

۳۔ تدلیس المتبویۃ ۱۔ کوئی راوی اپنے سے اوپر والے راوی میں سے کسی ضعیف راوی کو حذف  
کر دے تاکہ حدیث مبارک کے جملہ راوی ثقہ اور ایک ہی مرتبہ پر فائز نظر آئیں۔ ان اقسام ثلاثہ میں سے آخری دو  
قسمیں قبیح اور ناپسندیدہ ہیں مگر سب سے زیادہ قبیح اور غیر مستحسن ہے۔

## ۱۱۔ رجوع فی الہیہ حرزی ص ۲۰۶

**۱۱ اختلاف مذاہب:** امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، سیدنا حسن بصریؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، تاضی شریحؒ اور فقہاء اہل کونہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اجنبی آدمی سات صورتوں کے سوا باقی جملہ صورتوں میں کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے تو جائز ہے لیکن یہ رجوع مکروہ تنزیہی اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ اگر والد اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس کو واپس لینا ناجائز اور حرام ہے۔ (وبہ قال سیدنا عثمان و سیدنا علی و سیدنا ابو ہریرہ و سیدنا فضالہ و سیدنا سعید بن المسیب و سیدنا حماد بن عبد العزیز و سیدنا اسود بن یزید) صاحب در المختار فرماتے ہیں ان الرجوع فی الہیہ مکروہ بحریمًا لا تنزیہًا (۲) امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام افزاعی اور جہور حجازیین کے نزدیک کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے لینا ناجائز اور حرام ہے۔ پھر ان حضرات کے اقوال مستثنیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں را امام شافعی کے نزدیک صرف والد اور دادا کے لئے رجوع عن الہیہ جائز ہے۔ (۲) امام مالک کے ہاں صرف والد اور ماں رجوع کر سکتے ہیں باقی نہیں؛

**۱۲ جوابات حدیث الباب:** (۱) حدیث الباب اور مذکورہ بالا جملہ نصوص میں تطبیق کی خاطر لا یحل کے معنی لا ینبغی یعنی کراہت اور عدم استحباب کے ہیں۔ کلام عرب میں لا یحل کا کلہ جس طرح حرمت اور عدم جواز کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح کراہت اور نفعی یا امت کے لیے بھی مستعمل ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں ہے لا یحل للغنی رد السائل، اور لا الوالد کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ والد بوقت ضرورت و حاجت اپنی اولاد کا مال مطلقاً استعمال کر سکتا ہے خواہ وہ مال ہبہ شدہ ہو یا عام غیر ہبہ شدہ اس کی تائید ایک اور حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے اَنْتَ وَصَالُکَ لِإِیْکَ یعنی والد اپنی اولاد کے مال سے جو کچھ لے گا یہ لینا رجوع عن الہیہ نہ ہوگا۔ بلکہ اپنے حق کو لے رہا ہے جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے۔

**۱۳ ممنوعیہ رجوع کے مواقع:** حضرات احناف کے نزدیک و اھب کے لئے مطلقاً رجوع جائز مع الکراہۃ نہیں۔ بلکہ صحت رجوع کے لیے سات قیود و موانع کا نہ پایا جانا ضروری ہے۔ مجرد ذیل میں ان میں سے اگر کوئی مانع پایا جائے تو واجب قطعی طور پر رجوع نہیں کر سکتا۔ ان سات موانع کا طرف دوم غزقہ کے حروف میں اشارہ کیا گیا ہے امام نسفیؒ نے انہیں اپنے ایک شعر میں اس طرح جمع فرمایا ہے

یمنع الرجوع فی فصل الہیہ ۝ یا صاحبی حروف و مع خرقہ



(۱) دال کے دال سے زیادتی متصلہ مراد ہے یعنی مویوب لڑ مویوب چیز میں کسی قسم کا کوئی ایسا اضافہ کر دے جسکے مویوب چیز کی قیمت بڑھ جائے۔ مثلاً اگر زمین ہبہ کی گئی تو مویوب لڑ اس میں درخت لگا دیے یا کھانا تعمیر کر دے۔ (۲) ہیکھر: یہ کلمہ موت احد العاقدین پر دال ہے یعنی مویوب لڑ یا واپس ہیں سے کسی کی موت واقع ہو جاتے۔ (۳) عین: کلمہ عین عوض پر دال ہے یعنی مویوب لڑ ہبہ کے عوض میں واپس کو کوئی چیز دیدے۔ (۴) خآء: اسکی خروج عن الملک مراد ہے یعنی مویوب لڑ ہبہ کا مالک نہ رہے خواہ مویوب لڑ مویوب چیز کو کٹے ہبہ کر دے یا بیچ دے (۵) خآء: اس کلمہ سے زوجیت کی طرف اشارہ ہے یعنی واپس اور مویوب لڑ میں زوجیت کا تعلق ہو کہ مثلاً اگر خاوند بیوی کو کوئی چیز ہبہ کرے یا بیوی خاوند کو تو ان کا ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں۔ (۶) قاف: کلمہ قاف قرابت میں العاقدین پر دال ہے یعنی واپس اور مویوب لڑ ایک دوسرے کے نیکو رحم محرم قریبی رشتہ دار ہوں اگر عاقدین میں قرابت رضاعیہ... ہو یا قرابت مصاہرہ تو پھر واپس کے لئے رجوع عن ہبہ جائز ہے گویا دونوں قرابتیں مانع عن الرجوع نہیں (۷) خآء: اس سے ہلاکت مویوب مراد ہے کہ مویوب ہبہ ہونے کے دن ہلاک ہو جائے۔

۲: دلائل مذاہب (الف) دلائل احناف: قول شارح: عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الواجب احق بھبتہ رواہ ابن ماجہ والبیہقی والدارقطنی بسند حسن: اس حدیث میں رجوع عن الہبۃ کے جواز کی تصریح ہے اگر ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا حرام ہوتا تو حضور پر نور آحق بھبتہ نہ فرماتے۔ (۲) قول شارح: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وهب ہبۃ فهو آحق بہا اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین وقال ابن حزم الحدیث صحیح: یہ حدیث بھی مضمون اول ہی کی تائید کرتی ہے (۳) قول شارح: عن ابن عباس مرفوعاً قال من وهب فهو آحق بھبتہ رواہ الطبرانی بسند حسن یہ تینوں احادیث صریحہ رجوع فی الہبہ کے جواز میں شاہد عدل ہیں۔ (۴) قول شارح: عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كانت الہبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیہا رواہ البیہقی والدارقطنی والحاکم قال صحیح علی شرط الشیخین: حدیث مذکور... مسلک حنفیہ کے شیعہ ثانی میں نص ہے۔ (۵) تصدیق امام ترمذی: امام ترمذی کی تحقیق کے مطابق حضرات صحابہ اور سادات تابعین کی ایک جماعت اسی مسلک کی قائل ہے جسے حضرات احناف نے اختیار فرمایا ہے لکھتے ہیں والعلم علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی وغیرہم رواہ الترمذی فی الباب (۶) حدیث الباب: عن ابن عباس ان رسول اللہ قال لیس لنا مثل السوء العائد فی ہبتہ کا لکھیں یعوذ فی قبیئہ رواہ الترمذی وغیرہ بسند حسن و صحیح اس حدیث میں رجوع عن الہبۃ کے عمل کو کئے کے ایک بیج نسل سے تشبیہ دی گئی ہے جسکے ظاہر ہے کہ رجوع

عن الہیۃ ایک غیر مستمن اور بیع عمل ہے حرام نہیں۔ کیوں کہ کتے کا فعل بیع تو کہاں لکھا ہے حرام نہیں اس لئے کہ وہ طلال و حرام کا مکلف ہی نہیں۔ اس کے علاوہ کتے کا اپنی قے کو ہانڈا دیکھنے والے کو تو بیع معلوم ہوتا ہے کتے کو نہیں تو یہاں بھی دوسرے انسان رجوع عن الہیۃ کو ایک بیع عمل تصور کریں گے خود رجوع کرنے والے کے لئے اتنی قباحت نہیں۔ نیز لیس لٹا کا جملہ بھی مسلک حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے۔

احقر کے نزدیک امام ترمذی کی مصنفانہ رائے سے مراعات اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ حدیث الباب مسلک حنفیہ کی تائید میں ہے مسلک شافعیہ کی نہیں جب کہ حضرات احناف اسے مسلک شافعیہ کے خلاف قرار دیتے رہے۔ حضرات علمائے مؤدبانہ گزارش ہے کہ عبارت جامع ترمذی کا بغور مطالعہ فرمائیں تو پہلے ہی مطالعہ میں ان سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ امام ترمذی کے باب کو بغور دیکھا جائے تو مسلک حنفیہ ہی کی تائید ہوتی ہے۔ بحسب ثم الحسب: تمام تخریج حدیث حدیث الباب کو مسلک حنفیہ کے بخلاف تصور کرتے ہوئے تکلفات جوابات میں پھنسے رہے۔ جو طلباء مدرسین اور اساتذہ حدیث حدیث الباب کو قائلین مسلک ثانی کی دلیل سمجھتے ہیں اپنی اصلاح فرمائیں۔ اور جوابات کے تکلفات سے احتراز فرمائیں (۱) قول شارح: عن ابن عباسؓ انہ قال العائد فی حبسہ کالکلب یعود فی قیثہ رواہ البخاری و مسلم وغیرہا۔ یہ حدیث بھی مسلک حنفیہ کی تائید میں اصرح ہے لہذا علماء و طلباء اس لطیفہ سے باخبر ہیں ان کے علاوہ حدیث ابن عمرؓ مستدرک حاکم میں اور اثریہ درون سیدنا عمرؓ مسند عبدالرزاق میں موجود ہیں جن سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۳) دلائل حجازیین: (۱) حدیث الباب: عن ابن عمرؓ عن النبیؐ انہ قال لا یحل لاسی ان یعطى عطیۃ فیہا الا الوالد رواہ الترمذی وابن ماجہ والنسائی۔

سیدنا ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے جسے امام نسائی اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے امام ترمذی کی تحقیق میں مذکور حدیث قائلین مسلک ثانی کی تائید کرتی ہیں اور حدیث الباب اہل کوفہ اور ابوسفیان ثوری کی مؤید ہے جو مسلک حنفیہ کے کما الظاہر (۱) العمل علی الجمیع امام اعظمؒ اور حضرت حنفیہ نے بیک وقت دونوں طرح کی احادیث پر عمل کیا ہے رجوع عن الہیۃ کے جواز کا قول فرما کر ان احادیث پر عمل کیا جو دلائل احناف کے ذیل میں پہلے پہل گتے رہیں اور کراہت رجوع کا حکم لگا کر ان احادیث پر عمل فرمایا جنہیں کالکلب یعود فی قیثہ کے کلمات مذکور ہیں جب کہ قائلین مسلک ثانی نے رجوع کو حرام فرما کر ان جملہ احادیث کو ترک فرمایا جنہیں رجوع ہبہ کی اجازت ہے فلنہ دتا اما منا الاعظم ثم لم تبعینہم (۲) احادیث صحیحہ و مسلک حنفیہ کی مؤید احادیث جہاں کثیر ہیں وہاں اپنے مدعی کے بیان میں اصرح ہیں جب کہ قائلین مسلک ثانی کی مؤید احادیث کما بھی کم ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بھی مختل :-



# وفاق المدارس

۳۸۳ھ: عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس لنا مثل التسوء العائد في هبة كالكلب يعود في قيئه رجوع في الهبة کے جواز و عدم جواز میں نقل مذاہب کے بعد یہ بتاؤ کہ یہ حدیث حنفی مذاہب کے مطابق ہے یا مخالف اگر مخالف ہے تو حدیث کی ایسی تشریح کر دو کہ مخالفت باقی نہ رہے نیز رجوع فی الهبة میں قضاء قاضی کی ضرورت ہے یا نہیں اور کن صورتوں میں حنفی مذاہب میں رجوع فی الهبة ممنوع ہے

۳۹۹ھ: عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس لنا مثل التسوء العائد في هبة كالكلب يعود في قيئه وفي رواية اخرى عن ابن عمر الا الوالد فيما يعطى ولده۔

مسئلة الرجوع في الهبة مسئلة خلافية كما تعلمون اذكروا مذاہب الاثمة المتبعين في هذا المصدر ما هو مذهب ساداتنا الحنفية في هذا الباب واللہی صلی اللہ علیہ وسلم يمنع عن الرجوع في الهبة مع تقبیح و تشنیع فكيف يجوز صجوز ما هي من العوانع عن الرجوع في الهبة ثم ما هو محمل حدیث ابن عمر عند الحنفية ؟

ان دو پرچوں میں درج ذیل چار امور قابل استفسار ہیں ؟  
**الحل** ۱) اختلاف مذاہب (۲) جوابات حدیث الباب (۳) ممنوعیت رجوع کے مواقع (۴) رجوع ہبہ میں قضاء قاضی کی بحث۔

قابل استفسار چار مباحث میں سے تین پرچہ جات سے قبل  
 بالتفصیل تحریر ہو چکے جبکہ نمبر ۴ قضا و قاضی کی بحث تسلی بخش  
 مواد فراہم نہ ہونے کے سبب رقم نہ ہو سکی آئندہ ایڈیشن میں  
 ملاحظہ فرمائیں۔ مکتبہ معذرت خواہ ہے۔

## ۱۲ - عمری

**۱۔ عمری کی تعریف** عمری بروزن خبیثی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کہ کوئی شخص کسی کو بیہ کرتے ہوئے یہ کہے کہ اے عمریک  
ہذا الدار لمی اعطیتک هذا الدار مدة عمرک کہ میں تجھے عمر بھر کے لئے یہ جگہ دیتا ہوں  
یہ بیک ایک قسم ہے جو عرب میں کسی کو مکان بیہ کرتے ہوئے اپناتے تھے۔

اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ واہب یعنی معزز بہ کے وقت موزحوت لہ یعنی معزز  
عمری کے اقسام اس کو یوں کہے کہ عمریک هذا الدار یعنی میں عمر بھر کے لئے آپ کو مکان بھرتا ہوں۔

۲۔ اس طرح کہے کہ عمریک هذا الدار فاذا امت فہی لورشتک یا یوں کہے کہ اعمرک هذا الدارک ولعقبک  
یعنی میں یہ مکان آپ کو بیہ کرتا ہوں اور آپ کے بعد آپ کے ورثہ اور اولاد کو ۳۔ واہب یہ الفاظ استعمال  
کرے اعمریک هذا الدار فاذا امت فہی لمی ولورشتی یا یوں کہے کہ هذا الدارک فی حیاتک ویرثہ الی بعدک  
یعنی جب تک تم زندہ ہو یہ مکان تمہارا ہے اور تمہاری وفات کے بعد دوبارہ یہ گھر مجھے یا میرے ورثہ کو مل جائے گا۔

**۲۔ مذاہب المکر** ۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ حضرات صاحبین امام شافعی امام احمد و جہور فقہاء و محدثین کے نزدیک عمری تملیک شئی  
یعنی بیہ ہے جس سے مویہوب لہ مکان کا مالک ہو جائیگا نیز یہ مکان اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ  
کی کوٹے گا اور واہب کی عرف اس مکان کی ملکیت نہیں لوٹے گی اور واہب کی یہ شرط کہ مویہوب کی موت کے بعد مکان مجھے یا میرے  
ورثہ کو ملے گا، فاسد اور لغو ہو جائے گی ۲۔ امام مالک اور بعض اہل علم کے نزدیک عمری تملیک منافع یعنی عاریت  
ہے لہذا عمری کی وفات کے بعد مکان دوبارہ معمر کی طرف عود کر آئے گا۔ اگرچہ معمر لہ اور اس کے ورثہ دونوں کے لئے عمری کے  
الفاظ استعمال کرے ۳۔ بعض اہل علم کے نزدیک عمری ہے تو مویہوب لیکن اگر معمر نے موت معمر لہ کے بعد مکان کے واپس  
کی شرط عامہ کردی جیسا کہ تیسری قسم سے ظاہر ہے تو مکان دوبارہ معمر کو واپس مل جائے گا۔

**۳۔ دلائل احناف** ۱۔ آحدیث الباب ۱۔ عن جابر عن النبی قال العمری لمن وحب لہ (رواہ ابوداؤد)  
حدیث عمری کے بیہ ہونے میں نص ہے ۲۔ عن جابر ان النبی قال من اعمر عمری  
فہی للذی اعمرها حیا و میتاً ولعقبہ (رواہ مسلم)

اس حدیث میں صراحت ہے کہ ہر حالت میں معمر لہ اور اس کے ورثہ مکان مذکور کے مالک رہیں گے یہ مکان واہب کی طرف لوٹ کر  
نہیں جائے گا ۳۔ عن جابر ان النبی قال ان العمری میراث لا ھلکھا (رواہ مسلم)  
یعنی مویہوب لہ کی وفات کے بعد اس کے ورثہ کے لئے عمری ہوگا ان کے علاوہ کئی ایک احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معمر لہ عمری کے





## ۱۲۔ رقبی

## ۱۔ رقبی کی تعریف

رقبی۔ روزن فعلی من لفظ یعنی انتظار سے ماخوذ ہے جس کے معنی انتظار الموت صمد یعنی دوسرے شخص کی موت کے انتظار کرنے کے ہیں یہ بھی حبہ کی ایک قسم ہے جو زائد مصطفویٰ میں رائج تھی۔

## ۲۔ رقبی کی صورتیں

رقبی کی صورتیں ہیں۔ — ۱۔ یوں کہ ارقبک هذه الدار فان مت قبلت فھم لی وان مت قبلت فھم لی۔ یعنی میں یہ مکان تجھے نبشتہ ہوں مگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہوئے تو یہ مکان میری طرف لوٹ آنے کا اور اگر میں پہلے مر گیا تو یہ مکان آپ کا ہے گا۔ — ۲۔ آدمی ارقبک کے لفظ سے متنبہ نہیں کرتا بلکہ یوں کہتا ہے ان مت قبلت فھم لی وان مت قبلت فھم لی یعنی اگر میں پہلے مر جاؤں تو یہ جی بہاؤ ہے اور اگر آپ پہلے فوت ہو جائیں تو یہ چیز میری ہے یا یوں کہے کہ تم اس مکان میں رہو مگر تم پہلے مرے تو یہ مکان میرا اور اگر میں مر گیا تو یہ مکان آپ کا۔ —

## ۳۔ مذاہب

۱۔ امام غنیم ابو صیف، امام مالک، امام محمد اور اکثر اہل مسلم کے نزدیک رقبی باطل ہے۔  
۲۔ امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رقبی بھی عمری کی طرح تسلیم ذات یعنی صہ ہے

## ۴۔ دلائل احناف

۱۔ عن شریح ان النبیؐ اجاز العمری والبطی الرقبی (رواہ الطحاوی) اس حدیث میں ابطال رقبی کی صراحت ہے۔ — ۲۔ رقبی میں ہر آدمی دوسرے کی موت کا انتظار کرے جو

یقیناً ایک ممنوع شرط ہے لہذا رقبی ناجائز ہونا چاہیے۔ — ۳۔ عن النبیؐ قال لا تقبوا شیئاً (رواہ احمد)

یہاں صراحت رقبی سے روکا گیا ہے۔ — ۴۔ رقبی ایک طرح کا جوا ہے اور جوا بالاجہات حرام ہے

۵۔ ہر آدمی دوسرے کی آرزو کرے گا جو معصیت ہے۔

حدیث الباب۔ عن جابر ان النبیؐ قال الرقبی جائزۃ لاهلہا (رواہ ابو داؤد) یہ حدیث

۵۔ دلائل ائمہ | جواز رقبی میں نص ہے۔ — ۱۔ عن جابر ان النبیؐ اجاز العمری والرقبی (رواہ الدارقطنی)

۲۔ عمری کی طرح یہاں بھی شرط باطل ہو جائے گی اور صہ صحیح ہوگا۔

۱۔ منسوخ جن احادیث سے جواز رقبی معلوم ہوتا ہے وہ ابتداء پر محمول ہیں اور صحت میں صہ کی نصوص سے منسوخ ہیں

## ۶۔ جوابات

۱۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جن روایات میں رقبی کو جائز قرار دیا گیا ہے ان میں پہلی صورت مراد ہے اور

جن میں رقبی کو باطل کہا گیا وہ دوسری صورت پر محمول ہیں کیونکہ پہلی صورت میں رقبی صہ ہے اور واپسی کی شرط باطل۔ لہذا کوئی

تعارض نہ رہا بلکہ یہ اختلاف اختلاف تفسیر پر مبنی ہے۔ — ۲۔ یہ عرف پر محمول ہے۔



## ۱۴۔ عاریہ

۱۔ تعریف عاریہ عاریہ کے معنی ہیں تمیک المانع یعنی کسی شخص کو کسی چیز کے بغیر معاوضہ لئے منافع کا مالک بنانا جیسے کسی شخص کو مکان دیا کر تم آئیں اتنی مدت تک رہائش کرو۔ اسی طرح عاریہ میں بھی تمیک المانع ہوتا ہے لیکن بالعوض مثلاً مکان کرایہ پر دینا اس صورت میں دینے والے کو مستعار نہ لینے والے کو مستعیر اور چیز کو مستعار کہا جاتا ہے۔

۲۔ مذاہب فقہاء متقدمین کے نزدیک عاریہ ایک طرح کی امانت ہے اگر کسی مستعار خود بلا اختیار اور بلا تعدی مستعیر ہلاک ہو جائے تو مستعیر ضمان نہیں اور اگر مستعیر کے عمل دخل سے ہلاک ہو تو ضمان ہے۔ آ۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرات صاحبینؒ۔ امام شافعیان ثوریؒ۔ امام ابراہیم نخعیؒ مستیدنا حسن بصریؒ اور جہور اگر کسی مستعیر خود بلا اختیار اور بلا تعدی مستعیر ہلاک ہو جائے تو مستعیر ضمان نہیں اور اگر مستعیر کے عمل دخل سے ہلاک ہو تو ضمان ہے۔ آ۔ امام مالک اور علماء اہل مدینہ کے نزدیک اگر کسی مستعیر کا ہلاک ہونا ظاہر ہے تو اس میں ضمان نہیں جیسے جانور وغیرہ کا مر جانا اور اگر اسکی ہلاکت مخفی ہے تو آئیں ضمان ہے جیسے کپڑے وغیرہ کا ضائع ہو جانا بہر حال قول اول اور قول ثانی کا ماخصل ایک ہی ہے کہ ہلاک کی صورت میں ضمان ہے اور ہلاک کی صورت میں نہیں ہے۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور علماء حجازین کے نزدیک ہلاک اور ہلاک دونوں صورتوں میں مطلقاً ضمان واجب ہے۔

۳۔ دلائل احناف آ۔ حدیث الباب: عن صفوان بن یعلیٰ عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعاریۃ مضمونۃ اوعاریۃ مؤدۃ قال بل مؤدۃ ۱۰

(رواہ ابوداؤد) حدیث مذکور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمونہ کی نفی اور مؤدۃ کا اثبات فرما کر دو طرح سے مسلک منفیہ کی تائید فرمائی، کلمہ لا فرما کر اس بات کی تصریح کی کہ ہلاکت کی صورت میں ضمان نہیں تا۔ مؤدۃ ادا سے ماخوذ ہے ادا اور قضا میں یہ فرق ہے کہ ادا کے معنی ہیں بعینہ کسی چیز کو دینا اور قضا کے معنی ہیں چیز کے مثل کو دینا العاریۃ مؤدۃ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر عاریہ بعینہ موجود ہو تو معیر کو دیا جائے۔ اور اگر ہلاک ہو جائے تو اسکی ادا یعنی ضمان نہیں کیونکہ اگر اس کی ضمان ادا کی جائے۔ تو یہ ادا عاریۃ نہیں بلکہ قضا عاریۃ ہے۔ حدیث مذکور میں العاریۃ مؤدۃ فرمایا عاریۃ مقضیۃ نہیں فرمایا تا۔ ارشاد باری ہے۔ ان اللہ یا مریکھ ان تؤدوا الامانات الخ اہلہا۔ (الایہ یہاں بھی ادا امانت کا حکم ہے جس سے ظاہر ہے کہ اگر امانت تلف ہو جائے تو قضا امانت نہیں کیونکہ بالاجماع قضا ادا بالثل کو کہتے ہیں۔ ۳۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جددہ مرفوعاً قال لا علی المستعیر المضل (الخائن) ضمان) (رواہ دائقینی) یہ حدیث تائید مسلک حق میں نص ہے ان کے علاوہ مستیدنا عمرؒ اور مستیدنا عبد الرحمن بن سعید کی روایات سے مسلک منفیہ کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

۴۔ دلیل ائمہ آ۔ حدیث الباب: عن صفوان بن یحییٰ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال





## ۱۵۔ احتکار

حکمر کے معنی ذخیرہ اندوزی روکنے اور جمع کرنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے :-

۱۔ **حکرة کے معنی** | الحکر والاحتکار الجمع والامساک اصطلاح شریعت میں احتکار اور حکرہ کا مقصد یہ ہے کہ ہنگامی کے زمانے میں کسی چیز کو خرید کر کے اس نیت سے رکھ لینا کہ جس وقت قیمت بڑھے گی۔ مارکیٹ میں اُسے لاؤں گا۔

۲۔ **حکرة کا حکم** | روکنا احتکار ہے جو منہی عنہ ہے۔ ۱۶۔ امام مالک رحمہ اللہ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور علماء اہل بیت

کے نزدیک خوراک، طعام اور برہ چیز جس سے انسانی ضرورت وابستہ ہو وہ احتکار میں داخل ہے ہاں فروٹ میں احتکار نہیں۔ ۱۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بعض محدثین کے نزدیک احتکار صرف اور صرف مطعومات میں ہے دوسرے اشیاء میں نہیں۔

۱۸۔ حضرات صاحبین علماء اہل کوفہ اور جہور اہل علم کے نزدیک ہر وہ چیز کہ جس کے روکنے سے عام لوگوں کو ضرر پہنچے وہ احتکار میں داخل ہے خواہ سونا ہو یا چاندی کپڑا ہو یا کوئی اور استعمال کی چیز۔

۲۔ **دلائل النہ** | قائلین مسلک ثانی اور رابع کا استدلال — آریستید نامہ کی حدیث سے ہے کہ :-

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الاحتكار منكر» (رواہ ابن ماجہ) یہاں مطلقاً ذخیرہ اندوزی سے روکا گیا ہے۔ ۱۹۔ احتکار سے روکنے کی علت انسانیت کو ضرر سے محفوظ رکھنا ہے لہذا جس چیز کی ذخیرہ اندوزی سے بھی

مخلوق خدا کو ضرر پہنچے وہ احتکار میں داخل ہے۔ قائلین قول اول و ثالث کا استدلال حدیث الباب سے ہے۔ ثلث البعید بن المسیب یا نیک تحت کرم قال ومعسر کان جنک (رواہ ابو داؤد) یعنی مشہور تابعی ستیدنا سعید بن المسیب اور معروف

فقیر ستیدنا سمر احتکار کیا کرتے تھے جبکہ امام ابن عبد البر اسکی فرماتے ہیں کہ ستیدنا سعید اور ستیدنا سمر زبیتون کے تیل میں احتکار کیا کرتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ احتکار مطلقاً منہی عنہ نہیں بلکہ ان اشیاء میں ہے جو یا مطعومات میں داخل ہو یا جنہیں قوت

انسانی یعنی خوراک کہا جاتا ہے نیز المحتکر ملعون کی حدیث کے راوی ستیدنا سعید بن المسیب اور ستیدنا سمر ہیں جس سے معلوم ہوا کہ المحتکر ملعون کی حدیث میں مطلقاً احتکار کی نفی نہیں کیونکہ یقیناً حدیث مبارک کا راوی اپنی روایت کردہ حدیث

کے مفہوم و مقصد سے زیادہ واقف ہوا کرتا ہے۔

۲۔ **مدۃ احتکار** | ذخیرہ اندوزی اور چیز کو روکنے کی مدت اگر ایک ماہ سے کم ہو تو احتکار میں داخل نہیں اور اگر ایک ماہ یا چالیس دن سے زیادہ کسی چیز کو ہنگامی کی نیت سے روک کر رکھا جائے تو بالاجل

احتکار میں داخل ہے۔ کیونکہ ستیدنا ابن عمر نقل فرماتے ہیں :- ان النبی صلی علیہ وسلم قال من احتکر طعاماً

اربعین یومایرید بہ الغلاء و فقد برئ اللہ عنہ (رواد احمد)

## ۵۔ ترجمہ

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن یونس سے سنا ہے کہ میں نے سیدنا سفیان سے جانوروں کے چارہ میں ذخیرہ اندوزی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرات محدثین ذخیرہ اندوزی کو مکروہ سمجھتے تھے (لہذا چارہ کو روکنا بھی ذخیرہ اندوزی ہے اس لئے مکروہ ہوگا)

## وفاق المدارس

(ابوداؤد)

۱۳۹۴ھ عن قتادہ قال لیس فی التمر حکم

قال ابوداؤد وكان سعيد بن المسيب يحتكر النوى والخبث والبنزر قال ابوداؤد سمعت احمد بن يوسف قال سألت سفیان عن كبس الفت قال كانوا يكرهون الحكرة - ما معنى الحكرة وما حكمها عند الأئمة المبتوعين ، ترجموا عبارة ابی داؤد بلفظكم ثم اوضحوا مراد ابی داؤد من ایراد تلك الاقوال -

**الحل :-** پرچہ بالا میں پانچ امور دریافت کئے گئے ہیں جنہیں پرچے سے قبل حل کر دیا گیا ہے۔

## ذریعہ افتاء

وفاق المدارس اور تنظیم المدارس

کے زیر نگرانی، شہادۃ العالمیہ کے امتحان میں، اعلیٰ نمبرات حاصل کرنے والے باصلاحیت فضلاں کو ذریعہ افتاء کے ایک

سالہ تربیتی کورس میں شرکت فرما کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اس دورہ میں بطور خاص ایک یومیہ لیچر موجودہ رائج الوقت حکومتی قانون کے بارے میں ہوگا تاکہ فضلاں دینی مدارس قوانین شرعیہ کے ساتھ ساتھ قانون وضعیہ سے بھی متعارف ہو سکیں۔ انشاء اللہ العزیز بفضل ایزدی یہ ڈپلومہ رکھنے والے طلباء، مستقبل کے قاضی اور شرعی حاکم ہوں گے۔ نیز شرعی کورٹس اور دیگر عدالتوں میں بطور وکیل و حامی پیش ہو سکیں گے۔ یومیہ پانچ گھنٹے تعلیم ہوگی۔ نصاب اور دیگر معلومات کوائف وغیرہ کے لئے

ناظم دارالعلوم سے رابطہ قائم فرمائیں:



## ۱۶۔ حکمِ عرایا

۔ عریہ کی لغوی تحقیق عریہ بروزن فعلیۃ بمعنی مفعولۃ عری العیور سے ماخوذ ہے جس کے معنی قصد کرنے اور درخت پر اہم لہجۃ غمار الخلیل ۔

شرعی تفسیر :- عریہ کی شرعی تعریف ان کلمات سے مروی ہے عطیۃ الغنل لاحد لا کل الثمرۃ ۔ یعنی کسی شخص کو تازہ پھل جبہ کرنا کہ وہ اپنے استعمال میں لائے لیکن اسکی تفسیر و توضیح میں حضرات مجتہدین کے آراء ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ آ۔ اہم اعظم ابو حنیفہ حضرات صاحبین اہم مالک (فی ردایہ) اور اشراہل علم کے نزدیک عریہ کی تفسیر یہ ہے کہ باغ کا مالک اپنے باغ میں سے چند متعین درخت کسی آدمی کو بطور حصہ کے دے جب موصوب لہ باغ میں آنا بنا شروع کرے تو اس سے واجب یعنی مالک باغ پر پریشانی اور تکلیف لاحق ہو تو واجب موصوب لہ کو ان درختوں کے پھل کے بدلہ میں خشک پھل دے گویا باغ کے مالک نے اپنے حصہ کی نوعیت کو بدل ڈالا کہ تازہ پھل کی بجائے خشک پھل دے دیتے ۔ لہذا یہ واجب اور موصوب لہ کے مابین کوئی بیع نہیں بلکہ مالک کا ایک حصہ سے رجوع کر کے دوسرا حصہ کو بدلے ۔ جبکہ امام

مالک کے نزدیک یہ بیع کی ایک صورت ہے دراصل اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صنفیہ کے نزدیک جب تک موصوب لہ موصوب کو قبض نہ کرے اس کا ملک ثابت نہیں ہوتا اور جب کہ امام مالک کے نزدیک قبض موصوب شرط نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب ملک ثابت نہ ہوا تو بیع نہ ہوتی بلکہ ایک حصہ کی تکمیل سے قبل دوسرا حصہ کر دیا گیا ۔

آ۔ اہم مالک فی ردایہ اور بعض علماء اہل مدینہ کے نزدیک اس کی صورت یوں ہے کہ ایک باغ میں دو یا دو سے زائد آدمی شریک ہوں جن میں سے ایک شریک کو درخت زیادہ ہوں اور باقیوں کے کم زیادہ درخت والا تکلیف کے پیش نظر دوسرے شریک کو کہے کہ ان درختوں کے پھل کے بدلہ میں خشک پھل لے لو اور باغ میں نہ آیا کرو لہذا اس قول کے مطابق بیع مزایہ سے استثنائی صورت ہے کہ بیع مزایہ ناجائز ہے اور یہ جائز ۔ آ۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ عرایا ان درختوں کو کہتے ہیں کہ جن کے تازہ پھل کو خشک پھل کے بدلے میں بیع دیا جائے ۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ غریب قسم کے لوگ (جنہ لے پاس دینار اور درہم نہ ہو کرتے تھے) تازہ کھجور کھانے کے شوق سے باغ کے مالکان سے تازہ کھجور کے درخت خشک کھجور کے بدلے میں خرید لیا کرتے تھے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اوسق تک جائز قرار دیا ہے گویا اس قول کے مطابق یہ بھی بیع مزایہ ہی ہے جو شرعاً ناجائز ہے لیکن شریعت مطہرہ نے غریب کے لئے پانچ اوسق تک اس کی بجا دی ہے ۔

الحاصل حضرات صنفیہ کے نزدیک عریہ جب ہے اور باقی آئمہ کے نزدیک بیع ۔

۴۔ **دلائل احناف** — تمام اہل اہانت اس بات پر متفق ہیں کہ عریۃ کے معنی بھلوں کو جبہ کرنے کے  
 ہیں۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں العریۃ من العار اسم لہبۃ ثمار الخلیل  
 ۲۔ سیدنا زید بن ثابتؓ کا فرمان ہے دخن فی العرایا اے فی الخلة والخلین قوجبان للرجل ارواء الطراوی  
 سیدنا زید بن ثابتؓ خود مدینہ منورہ میں ایک باغ کے مالک تھے لہذا ان کا فرمان یقیناً صاحب البیت ادری بما فیہ  
 کی حیثیت سے راجح اور اول ہے۔

اگر اے بیع تسلیم کیا جائے تو ہمیں کئی قباحتیں ہیں (۱) ہوا ہے (۲) تعاضاً عقد کے خلاف ہے (۳) بیع مع الشرط ہے۔

۴۔ **دلائل ائمہ** — ان حضرات کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں عریۃ کو بیع سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یا عریۃ پر بیع کا  
 اطلاق ہوا ہے۔

۵۔ **جوابات** — بیع مزبذ سے عریۃ کا استثناء استثناء منقطع ہے کیونکہ بالتعلق ائمہ لغت عریۃ ہے — ۲۔ عریۃ چونکہ  
 صورتہ بیع ہے لہذا مجازاً بیع کہا گیا ہے

اشکالی — اگر عریۃ جبہ ہے تو اسے ختمہ اوسق سے مقید کیوں کیا گیا؟ بلکہ بالاجماع متناہیہ زیادہ کیا جائے اتنا بہتر ہے  
 جواباً — علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ چونکہ اس زمانہ میں ختمہ اوسق سے کھم میں عریۃ کرتے تھے تو اس لئے اسے خاص طور پر ذکر کیا گیا

## وفاق الملک ارس

(البدادود ۱۳۸۴ھ)

## تنظیم الملک ارس

(موطا امام مالک ۱۳۹۲ھ)

(موطا امام محمد ۱۳۹۲ھ)



**الحل :-** پرچہ جات مذکورہ میں مسائل عرایا کے ساتھ انواع بیوع کا تعارف  
پوچھا گیا ہے۔ مسائل عرایا تحریر ہو چکے۔ انواع بیوع کا تعارف  
درج ذیل ہے

- ۱۔ انواع بیوع کا تعارف | آ۔ مزاینة بیع الثمر بالتمر خروفاً درخت لگے ہوئے پھل کو خشک پھل کے بدلہ میں بیچنا اسکی مزید تفصیل گزر چکی۔
- ۲۔ محاقلہ : درخوشہ میں موجود غلہ کو خشک غلہ کے بدلہ میں بیچنا
- ۳۔ مخابرۃ :- زمین بٹائی پر دینا اسکی جامع بحث اکی کتاب میں ملاحظہ ہو۔
- ۴۔ معاد مہ :- لفظ معاد مر عام بمعنی سال سے ماخوذ ہے جیسا کہ مسانفہ، سنن، مشاہیر، شہرے مشتق ہے اس کی تعریف فقہاء اہل سنت سے یوں منقول ہے بیع الشرق قبل وجودہ لعاصیر و اکثر یعنی درخت کے پھل کو ظاہر ہونے سے قبل ایک سال یا اس سے زائد مدت کیلئے بیچ دینا یہ بیع بالاجماع باطل ہے جیسے حاملہ جانور کے بچہ کو پیدائش سے قبل بیچ دینا وغیرہ کیونکہ اس میں کئی قباحتیں جمع ہو جاتی ہیں آ۔ شئی معذوم کی بیع لازم آتی ہے۔
- ۵۔ مالک فی الحال تسلیم شئی پر قادر ہی نہیں ——— آ۔ مسید کا ابھی عاقد مالک نہیں ہوا۔
- ۶۔ ثنی لفظ استنثار سے بردار دنیا اہم مصدر ہے اسکی صورت حضرات محدثین نے یوں بیان فرمائی ہے کہ کسی زمین یا باغ کا پھل وغیرہ بیچنا لیکن اس کے غیر معتین حصہ کو مستثنیٰ کر دینا یہ صورت بالاجماع باطل ہے۔ اور اگر مستثنیٰ حصہ معلوم ہو تو پھر بالاجماع بیع جائز ہے۔

طلباء، دانشور اور خصوصاً اہل مضامین کے لئے نادر تحفہ

ایک نئے اُبھرنے والے اہل قلم

ادیب و عالم مولانا عبد الغنی شکیل — کے تراشے

— رابطہ کے لئے :- پرنس کتب خانہ - ۱۱۲۲، قدیر آباد - ملتان

## ۱۷- مسائل شفعہ

۱۔ مذاہب

امام اعظم ابو حنیفہ حضرات معاہدین امام سفیان ثوری، امام بخاری، ستینا حسن البصری، قتیبہ، اجل کو فائدہ  
اکثر اہل مسلم کے نزدیک شفعہ کا آفتاق میں قسم کے لوگوں کے لئے ہے آ۔ وہ شخص جو غیر شفعہ کے لئے  
بہ شریک ہو ۲۔ وہ شخص جو حقوق مبیعہ میں شریک ہو مثلاً بائع اور شفعہ ذرائع آب پاشی، راستہ یا دروازہ میں شریک ہو ۳۔  
۴۔ وہ شخص جو پڑوسی ہو۔ یہ تینوں اشخاص علی الترتیب شفعہ کے مستحق ہیں یعنی پہلے شریک فی نفس البیت پھر شریک فی حق البیت  
۵۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل امام ابو زری اور علماء حجازین کے نزدیک صرف پہلی قسم کے لوگوں کو  
حق شفعہ حاصل ہے، ہمسایہ شفعہ کا مستحق نہیں، گویا اختلاف شفعہ حجاز کی منہورت میں ہے۔

۲۔ دلائل اخصاف

۱۔ حدیث الباب عن سمرة بن جندب عن النبی قال جاز الدار احق بالدار  
رواہ الترمذی و ابو داؤد والنسائی وغیرہم بسند حسن صحیح ۲۔ عن ابی رافع تسمیہ النبی یقول  
الجار احق بسقیم قیل وما السقیم قال الشفعة (رواہ البخاری وغیرہم) سیدنا ابو رافع نے اسی حدیث پاک کی وجہ سے  
اپنے دو مکانات سیدنا سعد بن ابی وقاص کے ہاں بوجہ جار ملاحق ہونے کے صرف پچاس ہزار درہم میں فروخت کر دیئے باوجودیکہ  
انہیں دوسرے مشتری کے ہاں پانچ سو دینار ملتے تھے۔ اس واقعہ کو امام بخاری نے اس تائید میں نقل کیا ہے۔ کہ  
جار ملاحق بھی اسی طرح شفعہ کا مستحق ہے جیسا کہ شریک۔ یہی ایک روایت کئی وجوہ سے مسلک حق کی تائید کرتی ہے  
فلله در الامامنا الاعظم والمتبعیہ من الفقہاء والمحدثین اذ تمسکین بالکتاب والسنة رضى الله عنهم  
۳۔ حدیث الباب عن جابر ان رسول اللہ قال الجار احق بشفعة جارہ (رواہ الترمذی و ابو داؤد وغیرہم)  
یہ تینوں احادیث صحیحہ تائید مسلک حنفیہ میں شاہد عدل ہیں

۴۔ دلیل عقلی۔ بشرطیت شفعہ کی حکمت ہی دفع ضرر ہے اور ضرر جس طرح شریک سے متوقع ہے اسی طرح  
ہمسایہ سے بھی لہذا دونوں کا حق شفعہ ہونا چاہیے۔

۱۔ حدیث الباب عن جابر ثم رفعاً قال اذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة  
۲۔ دلیل ائمہ ۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله اذا قسمت الارض وحدت فلا شفعة فیہا  
ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حق شفعہ شرکت کی بنا پر ہوتا ہے حجاز کی بنا پر نہیں لہذا جار کو حق شفعہ نہیں ملے گا نیز فلا  
شفعة میں نکتہ حکمت النفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شرکت کے بارے کوئی شفعہ نہیں۔



**۴۔ جوابات** تمام احادیث کو معمول پر جانے کے لئے یہ توجیح ضروری ہے کہ ان دو احادیث میں مطلق شفعہ کی نفی نہیں بلکہ شفعہ شرکت کی نفی ہے جس کا تذکرہ ماقبل میں ہوا یعنی تقسیم اور عہد بندی کے بعد شرکت کے اعتبار سے شفعہ نہ ہوگا بلکہ۔۔۔ حق جوار کے اعتبار سے ہوگا۔ گویا ان دو احادیث میں مطلق شفعہ کی نفی نہیں بلکہ شفعہ شرکت کی نفی ہے۔ ہر ممکن ہے کہ شرکت سے جو حق ثابت ہوتا ہے اُسے حضور نے شفعہ سے تعبیر کیا ہو اور پڑوس سے ثابت ہونے والے حق کو حق جوار سے یعنی دونوں صورتوں میں شفعہ کے لئے حق ثابت ہے صرف نام کا فرق ہے۔ ۳۔ ان دو احادیث کو اگر مسموم پر حمل کریں تو ان سے ہمسائے کے لئے شفعہ کی نفی معلوم ہوتی ہے جبکہ دلائل احاف ہمسایہ کے لئے اثبات حق شفعہ میں عبارت النس میں لفظ صاحب ضابطہ انہیں ترجیح ہوگی۔ ۴۔ ثقہ رواۃ کی زیادتی بالا جماع حجت ہے چونکہ ہمارے دلائل مثبت زیادہ ہیں لہذا راجح ہوں گے۔ ۵۔ ہماری احادیث سہل و صحیح اور گنا کثیر ہیں لہذا راجح ہوں گی۔

## وفاق المدارس

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قسمت الحرمین وحدت فلا شفعة  
یہ حدیث جارا صحت کے حق شفعہ کی قطع نفی کرتی ہے اگر آپ شفعہ فی الجوار کے قائل ہیں تو احادیث صحیحہ سے  
اسے ثابت کریں راوی ابو ہریرہؓ اور جابرؓ کی روایات کا دل جواب دیں؟

**الحل** :- پرچہ بالا میں چار امور مل طلب ہیں۔ جنہیں پرچے سے قبل تحریر کر دیا گیا ہے۔

نوٹ۔ مسئلہ الباب چونکہ صحیحین سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔  
اس لئے مزید اہم مباحث کے لئے جلد ثانی کی جانب رجوع فرمائیں۔  
میں نوازش ہوگی۔

## ۱۸۔ مزارعت و مساقات

ابوداؤد ۱۲۵۱ تا ۱۲۵۲ جلد ثانی

۱۔ مزارعت مخابرت اور مساقاة کی تعریف | مزارعت زرع یعنی کھیتی سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کرایہ پر دینے کے ہیں اصطلاح شریعت مزارعت اُس عقد کو کہتے ہیں جو مالک زمین اور مزارع کے مابین اس شرط پر ہوتا ہے کہ مزارع زمین کی اصلاح و تربیت کرے گا اور مالک اس کے بدلہ میں اُسے اُبرت دے گا اسے مخابرت بھی کہا جاتا ہے ۲۔ مساقاة سقی سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی پلانے اور سیراب کرنے کے آتے ہیں اصطلاح شریعت میں مساقاة کے معنی ہیں کہ اپنے باغ کو اصلاح اور خدمت کی نیت سے کسی دوسرے آدمی کو اُبرت پر دینا گویا مساقات باغات میں ہوتی ہے اور مزارعہ و مخابرہ زمین میں۔

۲۔ اقسام مزارعت مع احکام | مزارعت کی تین صورتیں ہیں ۱۔ زمیندار اور مزارع عقد مزارعت نقد پر کرتے ہیں جیسے کہ زمیندار مالک کچے کہ میں اپنی زمین ایک سال کے لئے پانچ ہزار روپے پر دیتا ہوں یہ صورت بالاجماع جائز ہے ۲۔ زمیندار اور مزارع کے مابین یوں عقد ہوا کہ کاشتکار زمیندار کو ہر حالت میں دس من گندم یا کپاس وغیرہ دے گا خواہ زمین سے اتنی پیداوار ہو یا نہ ہو یہ صورت بالاجماع ناجائز ہے ۳۔ مالک زمین مزارع سے یوں معاہدہ کرے کہ فلاں زمین کی پیداوار مالک کی ہوگی اور فلاں بقیہ زمین کی کاشتکار کی یہ صورت جہو کے نزدیک جائز ہے ۴۔ زمیندار اور کاشتکار کے درمیان یہ طے ہوا کہ زمین کی پیداوار سے ثلث یا نصف یا ربع کاشتکار یا مالک کی ہوگی اس صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے جو درج ذیل ہے۔

۳۔ مذاہب | ۱۔ امام عظیم ابو حنیفہ امام شافعی علامہ ابن حزم ظاہری علماء اہل کوفہ اور جہو علماء کے نزدیک مساقاة اور مزارعت کی یہ صورت مکروہ ہے جائز نہیں ۲۔ امام احمد حضرات صاحبین فقہائے حنفیہ اور اکثر تابعین کے نزدیک مساقاة اور یہ صورت مزارعت دونوں بلاکراہت جائز ہیں ۳۔ امام مالک امام شافعی اور علماء حجاز میں کے نزدیک مساقاة مطلقاً جائز ہے اور مزارعت کی یہ صورت ناجائز ہے۔ البتہ اگر عقد مزارعت مساقاة کے ضمن میں کی جائے تو جائز ہے۔ ۴۔ عن جابر قال ان النبی نہی عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة۔

۴۔ دلائل مذہب اول | (رداء مسلم وغیرہ) ۲۔ حدیث الباب | عن زید بن ثابت قال نہی رسول اللہ من المحابرة قلت وما المحابرة قال ان تاخذ الارض بنصف او ثلث او ربع (رداء ابوداؤد) یہ حدیث قائلین قول اول کی تائید میں نص ہے کیونکہ منھی عن مخابرہ کی تعریف خود راوی حدیث سے ویسی ہی منقول ہے جیسا کہ قائلین قول اول نے بیان کی ہے ۳۔ عن ابن عمر قال کنا نغایر حتی زعم رافع بن خدیج ان النبی



نہی عنہ فسترکنا (رواہ مسلم وغیرہ) یہ عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ ﷺ لا یکاد یجاء بثلث ولا برابع ولا بطعام ہستی (رواہ ابو داؤد) یہ حدیث آئید مسلک اول میں شاہد عدل ہے۔ ان احادیث کے علاوہ (۱) ابو داؤد ترجمۃ الباب کے ذیل میں کئی ایسی مفصل احادیث لائے ہیں جن سے یہ قول مؤید بالاحادیث ہو کر راجح اور ادلی معلوم ہوتا ہے۔  
 ۱۔ عن جابرؓ مرفوعاً قال من لم یذر الخابرة فلیؤذ من یریب من اللہ ورسولہ (رواہ ابو داؤد) اس طرح کی وغیرہ قرآن حدیث میں ہر قسم کے اشخاص کے لئے وارد ہوئی ہے، رسولؐ و خلیفہ کے لئے ارشاد باری ہے: فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (الایۃ ۲) معاند اولیاء کے لئے حدیث قدسی ہے: من عادى لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب ۳۔ عقد مزارعت کرنے والے شخص کے لئے حدیث بالا ہے ۴۔ دلیل عقلی: مذکورہ صورت میں عومن اور اجرت ایسی پیداوار کو بنایا گیا ہے جو عقد العقد موجود نہیں یقیناً یہ صورت شرعاً ناجائز ہے ۵۔ عقد مزارعت میں پیداوار کو بطور عوض معین کیا گیا ہے وہ مجہول ہے یا بطور آفت معدوم اور یہ دونوں صورتیں مفید عقد ہیں ۶۔ دلیل فکری: یہ تفسیر الطحان (جو تہذیب الحیر کے محل سے حاصل ہوئی ہے اس میں سے جبر کو اجرت دینا کے قبیل سے ہے جو بالا جماع ناجائز ہے۔

آ۔ حدیث الباب ۱۔ عن ابن عمرؓ ان النبیؐ عامل اہل خیبر لبشر ما ینخرج من ثمر او ذرع (رواہ البخاری وغیرہ) ۲۔ عن ابی جعفرؓ قال ما بالمدینۃ اہل بیت لا یزرعون علی الثلث والربع ۳۔ احادیث سے سیدنا علیؓ، سیدنا ابن مسعودؓ، سیدنا عمر بن عبد العزیزؓ وغیرہم حضرات صحابہ و تابعین کا عقد مزارعت ثابت ہے ۴۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ مزارعت شرکت مضاربہ کی مانند ہے اور مضاربہ بالا جماع درست ہے کو مزارعت بھی درست ہونی چاہیے۔

۶۔ جوابات آ۔ امام ابو بکر رازی فرماتے ہیں کہ اہل خیبر کے ساتھ ہونے والا معاہدہ بطور جزیہ کے تھا نہ کہ بطور مزارعت کے جس پر دلیل یہ ہے کہ حضور اکرمؐ سیدنا مسیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظمؓ نے آیت جزیہ نازل ہونے کے باوجود اہل خیبر سے جزیہ نہیں لیا بلکہ اسی معاہدہ پر عمل ہوتا رہا۔ اگر یہ معاہدہ بطور مزارعت ہوتا تو جزیہ علیحدہ لیا جاتا کہ ہوا ظاہر ۲۔ حضور اکرمؐ نے جس وقت اہل خیبر کو زور بازو سے فیخ فرمایا تو حسب ضابطہ اہل خیبر آپ کے غلام و مملوک ہو گئے اور زمین خیبر غنیمت کی ہو گئی تو اب آپ نے یہودیوں پر احسان و تبرع فرماتے ہوئے ان سے یہ معاہدہ فرمایا۔ لہذا یہ معاملہ تبرع کا تھا مزارعت کا نہ تھا جس پر قرینہ یہ ہے کہ عقد مزارعت بالا جماع غیروں سے ہوتا ہے غلاموں سے نہیں ۳۔ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ اگر مسلمان کسی علاقہ کو فیخ کر لیں تو اس علاقے میں بسنے والے باشندوں کے لئے دو قسم کے ٹیکس لگائے جاتے ہیں: جزیہ جو ان لوگوں کی ذات سے وصول کیا جاتا ہے ۴۔ خراج جو ان کی زمین اور پیداوار پر قائم ہوتا ہے لہذا حضور اکرمؐ نے اہل خیبر کے ساتھ یہ معاہدہ بطور خراج کے فرمایا نہ کہ بطور مزارعت و مساقاۃ کے جس پر قرآن درج ذیل ہیں: ۱۔ بالا جماع عقد مزارعت مالک اور

کاشت کار کے درمیان ہوتا ہے جو وفات مالک سے ختم ہو جاتا ہے جبکہ یہ معاہدہ حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد بھی بدستور باقی رہا۔  
۲۔ عقد مزارعت کے جواز کے لئے تعین بذات بالاتفاق ضروری ہے جبکہ یہاں مدت کا تعین ہوا ہی نہیں تھا۔ اگر یہ عقد مزارعت ہے تو خراج کیوں وصول نہیں کیا گیا۔ یہ بہت اجماع اشکالات میں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاہدہ بطور خراج تھا نہ کہ بطور مزارعت۔  
جوابات دلائل سے قول اول: صاحب ہدایہ اور دوسرے حنفی علماء کے ہاں چونکہ مفتیؒ نے قول حضرات صاحبین کا ہے لہذا ان حضرات نے عقد مزارعت کی نفی کے متعدد جوابات دیئے ہیں آ۔ یہ بھی تنزیہ بھی ہے۔ یہ بھی مطلقاً مزارعت کے بارے میں نہیں بلکہ اس عقد کے بارے میں ہے جہاں مالک اچھی زمین کی پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر لے اور باقی زمین کی پیداوار کو کاشت کار کے لئے اور یہ صورت بالاجماع ناجائز ہے اس پر قرینہ تسلیم ناراض بن خدیج سے مروی یہ کلمات ہیں **هذه القطعة ليس وهذا لك (رواؤ ابوہاری)**

۱۔ وجوہ ترجیح | متاخرین فقہاء نے عقد مزارعت کے جواز کا فتویٰ مندرجہ ذیل وجوہ ترجیح کی بنا پر دیا ہے۔ ۱۔ عقد مزارعت پر تعامل امت ہے ۲۔ حضرات صحابہ نے عقد مزارعت کیا ہے ۳۔ جمہور تابعین جواز مزارعت کے قائل و عامل تھے ۴۔ سنائیت کے لئے سرکار پہلو بھی جواز مزارعت ہی میں ہے ۵۔ تجارت میں عقد مضاربت کا جواز بھی غیر منقولہ بانیاد میں جواز عقد مزارعت کی قوی ترین دلیل ہے ۶۔ قائلین قول اول کے ہاں بھی عقد مزارعت جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے لہذا اختلاف سے بچتے ہوئے جواز کا قول راجح ہے۔

## وفاق المدارس اس

۱۳۸۲ھ (ابوداؤد)

مختارہ (مزارعت) کے بارے میں اختلاف ائمہ کی تفصیل اور اس کی انواع و اقسام اور ہر قسم کا حکم جداگانہ لکھئے؟

(ابوداؤد ۳۹۱ھ)

**الحل** :- پرچہ جات بالا میں تین مباحث قابلِ بحث ہیں ۱۔ اختلاف ائمہ ۲۔ اقسام مزارعت ۳۔ دلائل احناف — انہی تین امور کو پرچے سے قبل نہایت تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے جنہیں ازبر کر لیں۔

مزید اہم مسائل سے واقفیت کے لئے جلد دوم کا مطالعہ فرمائیں۔



# کتاب الجنائز مسائل تکفین

۱۔ مذاہب — امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے جن میں ایک کفن ہو اور دولہی چادر میں یعنی ازار اور لفافہ — امام مالک اور بعض محدثین کے نزدیک مردہ کیلئے پانچ طرح کے کپڑے ضروری ہیں ایک کفن، ایک عمامہ اور تین لفافہ نما چادریں۔  
۳۔ امام شافعی، امام احمد اور علماء حجازین کے نزدیک تین کپڑوں میں کفن دیا جائے اور تینوں کپڑے لفافہ نما لمبی چادریں ہوں گویا امر نکاشہ کے نزدیک تین کپڑے کافی ہیں جبکہ امام مالک کے ہاں پانچ کپڑے ضروری ہیں — ۲۔ قیص یعنی کفن دی جائے یا نہ حضرت حنفیہؒ مالک کے ہاں میت کے لئے قیص ضروری ہے اور شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک ضروری نہیں صرف چادریں ہی کافی ہیں۔

۲۔ دلائل اخاف — ۱۔ حدیث الباجی: عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ قال المیت لیقسم بوجہ ذر و یکتف (رواہ محمد و مالک و غیرہما) اس حدیث میں قیص کا ثبوت بھی ہے اور تین کپڑوں کی صراحت بھی — ۲۔ عن ابن عباسؓ قال کفن رسول اللہ فی ثلاثۃ اثواب احدها قیصہ (رواہ ابوداؤد وغیرہ) یہ حدیث دونوں مسائل یعنی تعدد اثواب اور قیص کے بارے میں نص ہے — ۳۔ عن عبد اللہ بن المغفل انہ قال کفنونی فی قیصی فان رسول اللہ کفن فی قیصہ (رواہ ابیہقی وغیرہ) یہ حدیث کئی طرح سے مسلک حق کی تائید کرتی ہے ۱۔ صحابی رسول کا فرمان ۲۔ سنت نبویؐ پر عمل صحابی ۳۔ صحابی رسول کا مشاہدہ نیز اسی مضمون کی احادیث سیدنا ابوہریرہؓ سے دار قطنی میں اور سیدنا ہارثہؓ ابن عدی میں منقول ہیں۔

۴۔ عن جابرؓ قال ان النبی اعطی ابن عبد اللہ بن ابی قیسۃ لیکفنه فید (رواہ البخاری و اصحاب السنن) یہ حدیث مرفوع حضور اکرمؐ کے اُس عمل مبارک کو نقل کر رہی ہے جو آپؐ نے اپنی حیات طیبہ میں امت کے لئے پسند فرمایا کہ قیص کے ساتھ مردہ کو دفن کیا جائے۔ ایسے ہی آپؐ نے سید عبد اللہ بن رباحؓ اور دیگر سادات صحابہ کے کفن کے لئے اپنی قیص مبارک عطا فرمائی یقیناً آپؐ کی عمل مبارک افعال صحابہؓ سے رائج ہے

۵۔ عن شداد بن ابی کفہنؓ رجلاً من الاعراب فی حبشہ (رواہ النسائی وغیرہ) یہ حدیث حضور اکرمؐ کے عمل مبارک پر دال ہے۔ ایسے ہی سید صدیق اکبرؐ نے مرض الوصال میں سیدہ عائشہؓ کو فرمایا کفنونی فی قیصی (رواہ الطحاوی وغیرہ) بہر حال امارت بالاسے قیص کا کفن کیلئے مسنون ہونا بلا ریب ثابت ہوتا ہے لہذا جو بے حضرات اخاف و حضرات مالک نے مرد کیلئے قیص (کفن) کو لازم قرار دیا ہے۔

۲۔ دلیل قیاسی :- صاحب پر ایہ فرماتے ہیں کہ انسان عادتاً اپنی زندگی تین کپڑوں میں ملجوس رہ کر گزارتا ہے۔ ابتدا بوقت موت بھی تین کپڑے پہنائے جائیں۔

۳۔ دلیل تاریکی :- عن ابن عمرؓ امة کفن اہلۃ فی خمسۃ اقواب، منها قمیص و عمامۃ و ثلث لفاائف (رواہ ابن المنصور و معنی) یہ حدیث تائید تاریکی میں نفی سے تیز حضرات اہل احناف کے دو دکان بن میں قمیص کا ذکر ہے۔ مثبت زیادہ ہونے کے سبب حضرات مالکیہ کا مستدل ہیں۔

۴۔ دلیل ائمہ :- ۱۔ حدیث الباب :- عن عائشۃؓ ان رسول اللہ ﷺ کفن فی ثلثۃ اقواب، اللبس فیہا قمیص و لا عمامۃ (رواہ البخاری و صحابہ السنن) یہ روایت مسلک ائمہ کی دونوں طرف سے آئی کر رہی ہے۔ ۲۔ کپڑوں کی تعداد میں ۲ قمیص کی نفی میں تیز یہی مسنون سیدہ عائشہ کے واسطے مستند ناگہی اور سیدنا ابو بکرؓ سے ملاحظہ امام مالک میں مروی ہے۔

۵۔ جوابات :- ۱۔ امام مالکؒ کی دلیل ضعیف السند ہونے کے سبب متروک ہے تیز اگر اسکی موت تسلیم کر لی جائے تو بعض متاخرین مطلقہ نے علماء کو میت کے لئے مسخن قرار دیا ہے کیونکہ یہ ایک حضرت مراد کا مل ہے جو باقی صحابہ کے قول و عمل سے ثابت نہیں لہذا مستحسن ہی قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ واجب۔

۱۔ دلیل ائمہ کے جوابات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ نفی قمیص جدید :- تمام احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرات فقہاء نے یہ توجہ فرمائی ہے کہ مطلق قمیص کی نفی نہیں بلکہ قمیص جدید کی نفی ہے کہ آپ کے لئے کوئی علیحدہ قمیص نہیں بنائی گئی تھی بلکہ جس قمیص میں وفات ہوئی اسی میں کچھ دفن کیا گیا جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کفن النبیؐ فی قمیصہ الذی مات فیہ (رواہ ابو داؤد و غیر) ۲۔ نفی قمیص معتاد :- علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ قمیص کا ثبوت احادیث میں ہے تو یہ ہے اس لئے قمیص معتاد کا نفی ہے مطلق قمیص کی نہیں۔ گویا وہ قمیص کفن کے لئے ممنوع ہے جسکی دونوں جانب آستین ہو اور وہ ہر جانب سے بدل ہوا کہ ۳۔ نفی قمیص مفصول :- جن احادیث میں نفی ہے ان سے اس قمیص کی نفی کی گئی ہے جس میں مفصول اکرمؐ کو غسل دیا جاتا تھا۔

۴۔ اہم مسائل :- ۱۔ جہور کے نزدیک تین سے زیادہ کپڑے کفن میں پہنا نا جائز بلکہ مکراہ ہے بشرطیکہ تعداد وتر ہو جیسا کہ سیدنا ابن عمرؓ کے عمل سے ظاہر ہے۔

۲۔ بالاجماع بوقت حاجت ایک کپڑے پر اکتفا درست ہے جیسا کہ سیدنا حمزہؓ اور مصعب بن عمیرؓ کے واقعات سے ظاہر ہے۔ ۳۔ سفید کپڑوں میں کفن دینا اولیٰ ہے جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ کی روایت میں ہے :- ان النبیؐ قال السواشب البیض فانہا اطیب و کفوا فیہا موتا کما کف (رواہ النسائی و غیر)



۱۔ ائمہ ثلاثہؓ کے نزدیک عورت کے لئے پانچ کپڑے ہیں ایک قمیص، دو خمار، ایک انزار۔۔۔ اور ایک کپڑا جس سے دونوں پستانوں کو ران تک بانڈھا جائے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک سات کپڑے ہوں گے یعنی مزید ایک دوپٹہ اور ایک لمبی جالہ سین پر منہ اور فمہ دونوں درست ہیں، علماء سے اس بارے میں تین اقوال منقول ہیں۔

۲۔ بحولیۃ آریہ ملک یمن میں بحول نامی ایک بستی کی طرف نسبت ہے جہاں کا کپڑا عرب میں معروف تھا۔

۳۔ بفتح السین بستی کا نام ہے اور بضم السین کپڑے کا نام۔

۴۔ بضم السین بستی کا نام ہے اور بفتح السین دھوئی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو دھو کر سہل بنا دیتا ہے۔

## وفاق المدارس

موطا امام مالک

۱۳۸۳ھ من عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی ثلثة اثواب بیض سجور لیتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جن تین کپڑوں کا کفن دیا گیا اُن کی تفصیل لکھئے کیا اُس میں قمیص بھی تھا؟ اگر نہیں تو امام مالکؒ یا احنافؒ نے قمیص اور عمامہ کو کیوں مستحب قرار دیا۔ شمولیۃ کی تشریح کیجئے؟

## تنظیم المدارس

بخاری

۱۳۰۶ھ : من عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی ثلثة اثواب لیس فیہا قمیص ولا عمامۃ۔ بیتین ہذا الحدیث حجة للحنیفة ام حجة علیہم فی مسئلة الکفن؟ وایضاً ان کفن السنۃ والكفاية للرجل والمرءۃ ماذا؟ وكيف یکفن الرجل والمرءۃ بیتین بالتفصیل۔

الحل :- پوچھ جات بالا میں سات امور دریافت کئے گئے ہیں جو تحریر ہو چکے۔

# الذی یصلحہ

نسائی ۱۲۵  
جلد ثانی

**۱۔ مذاہب** | آ۔ امام اعظم ابو حنیفہ، حضرات صاحبین، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور مشہور صحابہ و تابعین کے نزدیک اگر کوئی شخص قسم اٹھا کر معصیت کی نذر مان لے تو اس کا ایفاء ناجائز ہے البتہ یسین منعقد ہو جاتی ہے لہذا کفارہ واجب ہے۔ ۲۔ امام مالک، امام شافعی اور بعض اہل علم کے نزدیک نذر معصیت منعقد بھی نہیں ہوتی بلکہ اس بات کو جو جاتی ہے لہذا ایسی نذر کا نہ ہی ایفاء ضروری ہے اور نہ ہی کفارہ فقہ کی بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حنفیہ کا مسلک بھی عدم ادا کفارہ کا ہے لہذا قول ثانی مجمع علیہ ہوا اور اختلاف باقی نہ رہا بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ نذر کی دو صورتیں ہیں آ۔ نذر بالمیسین یعنی قسم اٹھا کر نذر ماننا ۲۔ نذر بدوالمیسین پہلی صورت میں کفارہ ہے دوسری صورت میں نہیں بہر حال مشہور قول ہر حالت میں ادا کفارہ کا ہے لہذا اختلاف مسلک باقی ہے۔

**۲۔ دلائل احناف** | آ۔ حدیث الباب: عن عائشة ان النبی قال لا نذر فی معصیۃ وکفارۃ یحییٰ (رواہ ابو داؤد) یہ حدیث نذر فی المعصیۃ کے کفارہ میں نہیں ہے نیز حدیث کے پہلے در آخری جہ میں تناقض بھی نہیں کیونکہ لاند کے معنی لا وفاء نذر کے ہیں یعنی نذر معصیت کا ایفاء ضروری نہیں جس کی تائید اور احادیث سے بھی ظاہر ہے ایک حدیث میں ہے لا وفاء لنذر فی معصیۃ (الحديث) اور دوسرے جملہ کا معنی ترک ایفاء پر ادائیگی کفارہ ہے۔ ولا یناقض ۲۱ عن عقبۃ بن عامر ان النبی قال کفارۃ النذر کفارۃ الیین وکان منہ لفظ نذر عام ہے نذر فی المعصیۃ ہو یا نذر فی الطاعة بہر صورت عند الحنفیہ کفارۃ یحییٰ ادا کرنا ہوگا۔

**۳۔ دلیل قیاسی** | نذر کی تعریف جس طرح نذر فی الطاعة میں پائی جاتی ہے اسی طرح نذر فی المعصیۃ میں بھی موجود ہے لہذا دونوں کے لئے ادائیگی کفارہ کا حکم ایک ہوگا ۳۔ ان عقبہ بن عامر سے انہی عن اخت نذر ان تمحہا فید غیر مخترة فقال مروه فلتختم ولتضم ثلاثہ آیام (رواہ ابو داؤد) امام ابو داؤد اس حدیث کو مزید اور آٹھ احادیث کی طرح باب کفارۃ اذا کان فی معصیۃ کے ذیل میں لائے ہیں جس سے مسلک حنفیہ کا تنوید بالا حدیث ہونا ظاہر ہے۔ یقیناً بغیر دوپڑے اور شے ج کی نذر ماننا معصیت ہے لیکن حضور اکرم نے نذر کو ترک کرتے ہوئے ادا کفارہ کا حکم دیا جس سے مسلک حنفی کی تخصیص واضح ہو جاتی ہے۔

**۴۔ دلیل ائمہ** | عن عائشة ان النبی قال من نذر ان یعصی فلا (رواہ البخاری وغیرہ) اگر نذر فی المعصیۃ کے ترک ایفاء میں کفارہ واجب ہو تو منسور انور یقیناً بیان فرماتے جب بیان نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ترک ایفاء میں کفارہ واجب نہیں۔



۲۔ جواب | ستیہ عائشہ کی حدیث کفارہ کی نفی و اثبات سے سکت ہے اور ہماری احادیث مشکوٰۃ ائینا احادیث مشکوٰۃ راجع ہیں ۲۔ ثقات کی زیادتی جہت سے لہذا زیادہ ثقات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

۵۔ ترجمہ | امام ابو داؤد احمد بن شیبہ کے واسطے سے عبد اللہ بن المبارک کے فرمان کا اصل نقل فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ امام نصری نے ستیہ ابو سلمہ سے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔ امام ابو داؤد احمد بن حنبل سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث ابابک متن ہم تک صحیح طریقہ سے نہیں پہنچا کیونکہ امام زہری نے تلمیس سے کام لیا ہے تو آپ پر اعتراض ہوا کہ کیسے۔ جب کہ اسی حدیث کو ستیہ نا ابن ابی اویس کے علاوہ ستیہ یونس نے امام زہری سے نقل کیا ہے تو امام احمد بن حنبل نے جواباً فرمایا کہ ابو بکر بن ابی اویس اگرچہ ایک مختلف فیہ راوی ہے لیکن اس سے ایوب بن سلیمان حدیث اباب کو نقل کرتے ہیں جو یقیناً ثقہ ہیں۔ لہذا پہلی تلمیس والی روایت دوسری سے راجح ہے اور تلمیس ثابت ہے جو اباب سے ۱۰ امام زہری ثقہ راوی ہیں ان کا تلمیس مضر نہیں ہے۔ امام زہری کا سماع دونوں (ابو سلمہ ۲ سلیمان بن ارقم) سے ثابت ہے۔

## وفاق المدارس

(ابو داؤد)

۱۳۸۵

عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا نذر في معصية وكفارة كفارة يمين . . . . .

وما هي اقوال الائمة الفقهاء في حكم الكفارة في نذر المعصية ؟ وكيف  
القناع عما قال ابو داؤد في الموضوعين موضعاً مفصلاً تجيئ لا تبقئ خبايا في زوايا .

الحل :- پرچہ بالا میں پانچ امور تحریر کئے گئے ہیں۔ جنہیں بالترتیب لکھ دیا گیا ہے۔

# الکفارة قبل الحنث

(۱) **مُرَادِ حَدِيثِ** سیدنا عبدالرحمن بن عمرؓ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے  
عبدالرحمن! حکومت مت مانگو اگر یہ نہیں مانگے گئے گی تو تم اسی کو سوئپ دیے  
جاؤ گے۔ اور اگر حکومت و امارت تمہیں بغیر طلب کے ملے گی۔ تو اس پر تمہارے خدا کی لعنت نصرة و عانت آئے گی اور جب  
تم کسی کام کے کرنے کی قسم کھاؤ پھر اس کام کے خلاف کرنے کو اچھا دیکھو تو جو اچھا ہے و ذکر کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔  
(۲) **اِخْتِلَافِ اُكْمَةٍ** امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرات صاحبینؒ، امام سفیان ثوریؒ اور فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک حنث ہونے  
سے قبل کفارہ دینا جائز نہیں (اصحاب میں ہے۔ وَ اِنْ قَدَّمَ الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحَنْثِ لَمْ  
يَجْزِهِ) امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور اہل علم کے نزدیک قسم اٹھانے کے بعد حنث ہونے سے قبل کفارہ دینا  
جائز ہے۔

**دَلَالِ اُكْمَةٍ (الف) دَلَالِ اِحْثَانِ** حلیۃ الباب عن عبد الرحمن بن سمرة مرفوعاً اذا  
حلفت على بيمين فرايت غيبها خيراً منها فالت  
الذي هو خير وانتكضت عن عيمينك رواه الترمذي والبوداودي وغيرهما - مديۃ الباب حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فالت الذي هو خير مسلک حنفیہ کی تائید میں مخرج ہے۔ کیونکہ فالت الذي هو خير فادخل ہے اور  
اور فناء بالاتفاق تعقیب کے معنی میں استعمال ہوتی ہے جس سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوئی کہ عانت ہونے پر کفارہ دیا  
جائے۔ عانت ہونے سے قبل کفارہ کی ادائیگی درست نہیں (۲) دلیل عقلی و لغوی :- کفارہ کفر سے ماخوذ  
ہے جس کے معنی ستر کے آتے ہیں۔ منعمہ میں ہے کفر الشیئی اے سترہ و غطاء نیز لغات کی کتابوں میں کفارہ  
کے لغوی معنی ہی ما یُعْطَى بہ الاثم (ستر جنایت) کے آتے ہیں لہذا کفارہ کی ادائیگی جنایت کرنے (عانت ہونے) کے بعد  
ہونی چاہیے۔ بالاجماع قبل الحنث تو کوئی جنایت ہی نہیں لہذا کفارہ قبل الحنث کے کیا معنی ہوں گے؟ ۴ ایہ میں ہے۔  
ان الکفارة لستر الجنایة ولا جناية قبل الحنث (۳) دلیل نظر سے :- بالاجماع بيمين جنایت نہیں  
کیونکہ حضرات انبیاءؑ حضور اکرمؐ نے بارہا قسم اٹھائی جبکہ حنث جنایت ہے کیونکہ انہیں نقیض عہد اور اللہ کے ہم کے حرمت کی  
شک لازم آتی ہے۔ لہذا کفارہ کا ترغیب حنث پر ہوگا بيمين پر نہیں۔

(ب) **دَلَالِ اُكْمَةٍ ثَلَاثَةٍ** ارشاد باریؑ۔ قرآن مجید میں ہے۔ ۱۔ وَلَكِنْ يَوَاحِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ بِالْإِيمَانِ  
فَكَفَّارَتُهُ أَلَمْ تَذَكَّرُوا ۚ آیت مذکورہ میں مقدمین کے بعد کفارہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جس میں  
مانث ہونے کا ذکر نہیں (۲) آیت قرآن۔ ارشاد باریؑ ہے۔ ۱۔ ذَالِكْ كَفَّارَةُ إِيمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ (آیت) یہاں ادائیگی



کفارہ کا حکم حلف اٹھانے پر دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ کفارہ قبل الحنث جائز ہے (۲) قول شارح: عن ابی بردہ عن ابی مرفوعا قال کفرت یمنی و دواءہ ابوداؤد حدیث مذکور میں کفارہ کی نسبت یمن کی طرف کی گئی ہے حنث کی طرف نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ بعد یمن قبل الحنث کفارہ دینا جائز ہے۔

(۲) جوابات علامہ ابو بکر رازی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ جملہ روایات میں تطبیق کی خاطر آیات میں کلمہ حنث کو محذوف ماننا پڑے گا اور اس کی قرآن و حدیث میں کئی نظائر موجود ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے من کان مریضاً او علی سفر فعدت من ایام أخر۔ یہاں بالاجماع کلمہ فافطر محذوف ہے کیونکہ فعدت من ایام أخر کا حکم افطار کی صورت میں ہے مطلقاً سفر و مرض کی صورت میں نہیں۔ حدیث کا جواب یہ ہے کہ کفارہ کی یمن کی طرف نسبت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفارہ کے لئے یمن سبب ہو جبکہ کفارہ فطر کی اضافہ صیم کی طرف اور کفارہ دم کی نسبت حج کی طرف ہوتی ہے لیکن بالاجماع صیم و حج سبب نہیں۔ ایسے ہی مسئلہ الباب میں سبب کفارہ حنث ہے یمن نہیں۔ نیز تعارض احادیث کے وقت وہ روایات رائج ہوتی ہیں جو قواعد و قیاس کے موافق ہوں۔ چنانچہ حضرات حنفیہ کی مؤید روایات رائج ہوں گی۔ کیونکہ لغت و قیاس اور ضابطہ کا تقاضا یہی ہے کہ کفارہ حنث کی وجہ سے لازم آئے جو جنایت ہے یمن کی وجہ سے نہیں۔

## وفاق المدارس

ترمذی ۴۰۱۸ عن عبد الرحمن بن سمرہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عبد الرحمن لا تسأل الأُمارة فانك إن اتاك عن مسألة وكلت اليها وإن اتاك من غير مسألة اعت علىٰ عليها فإذا حلفت علىٰ يمين فرأيت غيرَهَا خيراً منها فأت الذي هو خير و لتكفر عن يمينك! او ضحوا مراد الحديث و هل تصم الكناصرة قبل الحنث؟ ما يقول امامنا ابو حنيفة وما سلك الشوافع۔ بارك الله في علمكم!

پرچہ بالا میں صرف دو باتیں دریافت کی گئی ہیں (۱) مراد حدیث (۲) اختلاف ائمہ۔

اِخْلُ | دونوں امور پرچے سے قبل تحریر ہیں۔

مرقاۃ المفاتیح جلد ۲  
نصاب مسند  
مرقاۃ المفاتیح جلد ۲

# کتاب الضحایا

## ۱۔ زکوٰۃ الجنین

۱۔ مذاہب ائمہ: ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام مالک، امام شافعی، امام زفر، امام حماد اور علماء اہل کوفہ کے نزدیک اگر حلال جانور کے پیٹ سے ذبح کرنے کے بعد مردہ بچہ نکلے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر زندہ ہو تو اسے ذبح کرنا واجب ہے اور اسکے بعد کھانا حلال گویا ماں کو ذبح بچہ کے لئے کافی نہیں بلکہ بچہ کو مستقل طور پر طہیہ ذبح کیا جائے گا۔ ۲۔ امام شافعی، امام احمد، حضرات ساجین اور جمہور فقہاء کے نزدیک مردہ بچہ کو کھانا حلال ہے گویا ماں کا ذبح بچہ کے لئے کافی ہے۔ ۳۔ امام مالک، امام اوزاعی اور علماء اہل مدینہ کے نزدیک مردہ بچہ کو کھانا حلال ہے بایں شرط کہ اس کے جسم پر بال آگ آئیں اور اسکی خلقت مکمل ہو جائے۔ گویا یہاں دو صورتیں ہیں ایک جماعی اور ایک اختلافی۔ جماعی صورت یہ ہے کہ جانور کے پیٹ سے جبین زندہ نکلے اسے بلا جماع از مہر نو ذبح کیا جائے گا۔ گویا ماں کا ذبح بچہ کے لئے کافی نہیں اختلافی صورت یہ ہے کہ پیٹ سے مردہ بچہ نکلے قول اول میں وہ حرام ہے قول ثانی میں حلال اور قول ثالث میں تفصیل۔

## ۲۔ دلائل اخاف

۱۔ ارشاد باری ہے حسرت علیکم المیستة الایة یقیناً جنین مردار ہے لہذا حرام ہونا چاہیے اس کے علاوہ بھی کئی آیات سے میت کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے ۲۔ احادیث میں ذبح کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں ۳۔ گردن کی رگیں کاٹی جائیں ۴۔ جسم کے کسی حصہ سے خون بہایا جائے۔ اور یہ دونوں صورتیں جنین میں نہیں پائی جاتیں لہذا حرام ہونا چاہیے۔ ۴۔ حدیث الباب: عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ قال ذکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امۃ (رواہ ابوداؤد) یہاں زکوٰۃ منصوب بنزع النافض ہے لے کر زکوٰۃ امۃ یعنی ماں میں بطرح ذبح شرط ہے ایسے ہی بچہ کو مستقل طور پر ذبح کرنا ضروری ہے بعض روایات میں حرامۃ ذکوٰۃ امۃ النصیب جس سے مسلک حنفیہ ہی کی تائید ہوتی ہے ۵۔ فرمان نبوی ہے احملت لئلا المیتان الجسد والسمک (رواہ ابوداؤد) اس حدیث کا منشا یہ بھی یہی ہے کہ جنین حرام ہو۔ ۶۔ عن ابراہیم النخعی قال لا یكون ذکوٰۃ نفس ذکوٰۃ نفسین (رواہ محمد بن النوفلی) اس ضابطہ سے بھی مسلک حنفیہ کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ ۷۔ جنین جب مردہ نکلا تو ہمیں دو احتمال ہیں کہ وہ ماں کے ذبح کرنے سے مردہ ہو یا ذبح سے پہلے مر چکا تھا۔ لہذا جو حرامت کو ترجیح دیتے ہوئے جنین حرام ہونا چاہیے۔

۳۔ دلیل ائمہ: ۱۔ حدیث الباب: عن ابی سعید قال قال رسول اللہ: ان ذکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امۃ (رواہ ابوداؤد) یعنی بچہ ماں کے تابع ہے جس وقت ماں کو ذبح کیا گیا تو طبعاً بچہ بھی ذبح ہو گیا لہذا اس کا کھانا جائز

ہونا چاہیے

۲۔ جوابات: (۱) بعض محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند میں سقم ہے اس لئے حضرات شیخین نے اس کی تخریج



نہیں فرمائی۔ ۴۔ حدیث الباب آپ کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ بعض روایات میں زکوٰۃ اتمد منصوب ہے جس سے مراد ثابت ہوا کہ مقصود تشبیہ ہے قرآن و حدیث میں اس کے کئی نظائر ہیں جیسے ارشاد باری ہے: *عَرْضُهَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ* اے عرضہا کا سموات والارض ۵۔ امام نوویؒ کا ابن جنی فرماتے ہیں کہ حضرات ائمہ کا استدلال اس وقت صحیح ہوتا اگر حدیث کے کلمات یوں ہوتے زکوٰۃ اتمد زکوٰۃ جینیم لہذا حدیث الباب ان کا مستدل نہیں بن سکتی تہ۔ حدیث الباب پر آپ بھی مائل نہیں۔ وہ یوں کہ اگر۔ جنین زندہ رکھے تو آپ بھی زکوٰۃ جندید کے قائل ہیں ضاھو جو ابکم خضر جو ابنا۔ ۶۔ اصولاً محرم کو بھیج پر ترجیح ہے۔ ۷۔ حدیث ضعیف نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یقیناً مرجوح ہے۔ ۵۔ وجوہ ترجیح ۳۔ دلائل محکمہ دلیل متصل سے راجح ہیں۔

## تنظیم المدارس

(ابن ماجہ)

۱۳۹۲ھ

۱۔ مندرجہ ذیل عنوانات میں سے تین کی تشریح کیجئے دوران تشریح سٹن ابن ماجہ پیش نظر رہے۔  
زکوٰۃ الجنین

الحل :۔ پرچہ مذکور میں پانچ امور دریافت کئے گئے ہیں جنہیں علما نے ترتیب تحریر کر دیا گیا ہے۔

طلباء کیلئے

عظیم خوشخبری

حکومت پاکستان نے مدارس عربیہ کی سند فراغ (شہادۃ العالمیہ)

کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے نیز فضلاء مدارس عربیہ کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ طاقان پنجاب اور دیگر پاکستان کی یونیورسٹیوں

میں بی اے کی کسی دو مضامین کے امتحان لئے کر لیں گے۔ کس

سند حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے دو سال بعد کسی مضمون میں ایم اے کا امتحان

دے سکتے ہیں۔۔۔

===== اس سلسلہ میں =====

مؤلف مضمون کے تجربات سے استفادہ کیجئے اور اس ذریعے سے

فائدہ اٹھائیے۔۔۔

# کتاب الذبائح

## ۱۔ دانت و ناخن سے ذبح

۱۔ **مذاہب اہل بیت** | منہ میں موجود دانت اور ناخن سے پوست ناکھ سے کسی جانور کو ذبح کرنا بالاجماع ناجائز اور حرام ہے نیز وہ مذبح جانور حکیم میتہ میں ہو گا کیونکہ اس کو دانتوں سے مارا گیا ہے جو بالاجماع درست نہیں۔ البتہ اختلاف اس صورت میں ہے جب دانت کو منہ سے اور ناخن کو ناکھ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ۲۔ امام ائمہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد اور جمہور اہل علم فقہاء و محدثین کے نزدیک حیوان کے سن مزروع اور لفظ مزروع سے جانور کو ذبح کرنا جائز مع اگر استہ ہے ۲۔ امام مالک، امام شافعی، علماء اہل نطاہر اور بعض فقہاء کے نزدیک دانت اور ناخن خواہ مزروع ہو یا غیر مزروع مطلقاً ان سے ذبح کرنا جائز نہیں۔

۲۔ **دلائل احناف** | حدیث الباب | عن رافع بن خدیج مرفوعاً قال انہر الدم بما شئت (رواہ النسائی وغیرہ ۲) قال رسول اللہ ﷺ اخذوا جوارحکم بشئ منہ ان شئتم ان دونوں احادیث میں ہما شئت کا جملہ غصوم پر دال ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہر تیز دھار والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے۔

۳۔ **دلیل قیاسی** | بڑے جانوروں کے دانت اور ناخن یقیناً آکر جابر ہیں جن سے اخراج دم کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے لہذا ان سے مذبح جانور حلال ہو نا چاہیے۔ البتہ اگر استہ پاس وجہ سے ہے کہ اس سے ذبح کر کے جس جانور کو تکلیف اور تنگی ہوتی ہے۔

۳۔ **دلیل ائمہ** | حدیث الباب | عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ ﷺ کلوا مما لم یکن من او خلفہ (رواہ ابو داؤد یہاں مطلقاً دانت اور ناخن سے ذبح شدہ جانور کو کھانے سے منع کر دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں اعضاء سے ذبح شدہ جانور حکیم میتہ میں ہے۔

۴۔ **جوابات** | تمام احادیث پر عمل پیرا ہونے کے لئے حدیث الباب میں یہ توضیح کی جائے گی کہ یہاں دانت اور ناخن غیر مزروع دانت اور ناخن مراد ہیں تاکہ دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو جائے۔ نیز اس توضیح کی تأیید قاضی عہدی الحنفیہ کے جملہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ حبشی کفار اس زمانہ میں غیر مزروع دانت اور ناخن سے جانور کو ذبح کیا کرتے تھے جو بالاجماع حرام ہے ۲۔ اجماع اہمال حدیث سے اعمال راجح ہے۔

۵۔ **ترجمہ** | اللہ کے رسول! کل ہم دشمنان اسلام سے (مقاتلہ کی غرض سے) ملیں گے اور ہمارے پاس رہ جانور ذبح کرنے کے لئے پھریاں نہیں تو ہم جانوروں کو جس آلہ سے ذبح کریں کیونکہ اگر ہم تلواروں کو ذبح کے لئے استعمال کریں تو ہماری تلواریں گند پڑ جائیں گی حضور اکرمؐ نے جواباً فرمایا کہ تم ہر ایسے آلہ سے ذبح کر سکتے ہو جو خون بہائے نیز اللہ کا نام اس جانور پر پڑ جائے تو تم ایسے جانور کو کھالیا کر جبکہ وہ جانور دانت اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے حضور اکرمؐ



نے فرمایا کہ میں تمہیں اس مسئلہ کی تفصیل بتاتا ہوں کہ دانت (سے) اس لئے ذبح کرنا ناجائز ہے کہ دانت ہڈی ہے اور زانیہ  
جمشٹیوں کی چھڑی ہمارے ساتھیوں میں سے وہ لوگ جو آگے آگے چل رہے تھے انہوں نے پیش قدمی کی اور مال غنیمت حاصل  
کر لیا جبکہ حضور اکرمؐ قافلہ کے آخر میں پیچھے پیچھے تشریف لائے تھے سو حضرات صحابہؓ نے گوشت پکانے کے لئے دیگیاں  
آگ پر رکھ دیں حضور انورؐ پکٹی ہوئی دیگیاں کے پاس سے گزرے اور حکم فرمایا کہ انہیں اٹھل دیا جائے تو حسب فرمان  
دیگیاں کو اٹھل دیا گیا اس کے بعد حضور اکرمؐ نے مال غنیمت کو حضرات صحابہؓ کے مابین تقسیم کیا تو ہر صحابی رسولؐ کو دست  
بکریوں کے بدلہ میں ایک اونٹ ملا حضرات صحابہؓ میں تقسیم شدہ اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا اور ان کے پاس  
ایسا گھوڑا بھی نہ تھا کہ اس پر سوار ہو کر وہ حضرات اس اونٹ کو زندہ پکڑ لاتے تو ایک ساتھی نے اس اونٹ کو تیر مارا جس کی  
خوار پر اللہ نے اسے روک لیا اور وہ پکڑ گیا تو حضور انورؐ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں وحشی قسم کے جانور بھی ہوتے ہیں لہذا  
ان جانوروں میں سے جو بھی یہ معاملہ کرے تو تم بھی جواباً اس طرح کا معاملہ کیا کرو۔

آ۔ اونٹ ۱۔ آ۔ یہ مصوز الفاء ہے باب جمع سے معنی جلدی کرنا ۲۔ یہ اجوف یائی ہے باب افعال سے معنی چوپایوں  
کا ہلاک ہونا سہنا قص و ادوی ہے باب نصر سے معنی ٹھکی بازہ کر دیکھنا سابقہ تینوں لغوی معانی کی مناسبت سے بالترتیب  
یہاں مرادی معنی جلدی کر ذبح کرنا توجہ رکھ لیکن و اقبل کے قرینہ سے پہلا معنی راجح ہے۔

۴۔ اُنھیں ۱۔ اجرئی و اسال یعنی اس نے بھایا ۲۔ سینتے ۱۔ دانت ۲۔ اسنان

انطفاء اور جمع منتھی الجموع اظافیر ہے ۵۔ مذ ۱۔ اے حزب بھاگ نکلا۔

۶۔ او ابد ۱۔ یہ ابدۃ کی جمع ہے یعنی وحشی قسم کے جانور۔

ذبح کی دو قسمیں ہیں آ۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری۔

ذبح اختیاری و اضطراری ۱۔ ذبح اختیاری یہ ہے کہ جانور کو گردن سے ذبح کیا جائے خواہ درمیان سے ہو یا علیٰ  
اسفل کہیں سے ۲۔ ذبح اضطراری یہ ہے کہ جانور کو گردن کی بجائے کہیں اور جگہ سے زخمی کر دینا جیسے جانور بھاگا جا رہا ہو۔  
اُسے گولی مار دینا، شرملاً ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے حکم میں ہے جیسا کہ حدیث الباب سے ظاہر ہے۔

## وفاق المدارس

عن أنس بن خدیج قال أئیت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انما تلقى الصلاة  
عندنا ليس معنا مذی فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ان او اجعل  
بعد شرح معنی الحدیث وحل لغات العریصة بدینوا حاکم الذبح بالیس الظفر عند الائمة مع  
المستدللات ونحوها شرط الذبح الا اضطراری منسلاً موضحاً۔

**الحل** :- پرچہ بالا میں دریافت طلب پانچوں اسد قبل از پرچہ مرقوم ہیں۔

# کتاب العقیقۃ

## ۱۔ مسائل عقیقۃ

**۱۔ عقیقۃ کی تعریف** لغت کے معروف کتاب المغرب میں ہے کہ عقیقۃ غشی الثوب یعنی غشاً سے بنی ہوئی ہے جس کے معانی بچاؤ اور کائنات کے ہیں۔ چونکہ نومولود بچہ کے بال ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں اس لئے وہ بال عقیقۃ کہلاتے ہیں۔ عقیقۃ معروف ہوا جو ولادت نومولود کے سبب فرج ہوا اور اس کی گردن کاٹ لی۔ قاضی میں ہے۔  
العقیقۃ الذبیحة التي تذبح عن المولود لانهما تشق حلقها ويقال للشعر الذي يخرج على رأس المولود من بطن أمه عقیقۃ لانها تحلق وتقطع عنه يوم اسبوعهم (مولانا امجد علی ص ۴۹۴)

**۲۔ مذاہب** ۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک حضرات صاحبین اور جہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ساتویں روز نومولود بچہ کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز اور مستحب ہے۔ ۲۔ امام شافعی اور علماء اہل حجاز کے نزدیک ساتویں روز عقیقۃ کرنا سنت ہے۔ ۳۔ امام احمد اور علماء اور اہل ظواہر کے نزدیک عقیقۃ واجب ہے۔ ۴۔ بالاجماع عقیقۃ ساتویں روز ہی شروع ہے اس سے قبل یا بعد غیر اولیٰ ہے۔

**۳۔ بعض اہم مسائل** ۱۔ آئمہ شیعہ کے نزدیک نومولود بچہ کے لئے دو تجریاں اور نومولود بچہ کے لئے ایک بکری شروع ہے جبکہ امام مالک کی تحقیق میں بچہ اور بکری کی کوئی تفریق نہیں دونوں کے لئے ایک ہی بکری ہے۔ کتب حدیث میں دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں مثلاً ابو داؤد میں سیدنا ابن عباس سے اور مشکوٰۃ میں سیدنا زین العابدین عقی النبی عن الحسن بشانہ کے کلمات مروی ہیں جبکہ دوسری جانب نسائی میں سیدنا ابن عباس سے کبشان مروی ہے نیز حضور اکرم کے قول روایات سے بھی تفریق بین الرجل والمرأة معلوم ہوتی ہے۔ ۲۔ بالاجماع مذکورہ جانوروں کا خون، نومولود کے سر پر ملنا ناجائز ہے۔ ۳۔ قربانی آدم شکرانہ اور عقیقۃ کے جانوروں کے شرائط یکساں ہیں اس لئے عقیقۃ میں کانا، لاغر اور معذور قسم کے جانور زبحہ کرنا درست نہیں۔

**۴۔ دلائل خلاف** ۱۔ حدیث الباب: عن رجل من بنی ضمرۃ عن ابیہ ان النبی قال من ولد له ولد فاحب ان یسک فلیفعل (رواہ مالک ومحمد وابوداؤد وغیرہم)

حضور اکرم کا عقیقۃ میں اختیار دینا یقیناً اباحت و استحباب پر دال ہے اگر عقیقۃ واجب ہوتا تو فاحب ان یسک کے کلمات نہ بولے جلتے۔ ۲۔ حن ابراہیم النخعی قال كانت العقیقۃ فی الجاہلیۃ ثم رخصت (رواہ محمد بن کتاب الاثر) اس مضمون کے کئی آثار امام محمد نے کتاب الاثر میں جمع فرمائے ہیں نیز اس طرح کی ایک روایت سیدنا علی سے دارقطنی میں مروی ہے جن سے صراحتاً اباحت عقیقۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عقیقۃ کو لازم سمجھا جاتا تھا لیکن ظہور اسلام کے بعد عقیقۃ کے وجوب کو منسوخ اور متروک قرار دے دیا گیا جیسا کہ حدیث اور آثار بالا سے ظاہر ہے۔ ۳۔ عن ابن عباس ان النبی عقی عن الحسین والحسن کبشاً کبشاً (رواہ النسائی وابوداؤد وغیرہ)



آپ کا عمل یقیناً اباحت پر دل ہے۔ تم۔ امام مالکؒ موطا میں فرماتے ہیں :-

لیست الحقيقة بواجبة ولكنها ليست بالعمل بها (موطا ص ۳۹۳)

۵۔ دلیل ائمہؒ ————— آء عن عائشةؓ قالت امرنا رسول الله ان لعق ————— (رداء الزرقی و ابن ماجہ وغیرہما) یقیناً الامر للوجوب کے قاعدہ سے حقیقہ واجب ہوگا۔ اسی طرح

کتب حدیث میں ایک روایت فاجر یقوعہ دیکھ کے کلمات سے مروی ہے جس میں اہراق دم کا حکم ہے جو وجوب کو مستلزم ہے۔ امام شافعیؒ نے دونوں طرح کے روایات کو سامنے رکھتے ہوئے سنت کا قول فرمایا تاکہ کوئی روایت چھوٹنے نہ پائے۔

۶۔ جواب :- آء امر استجابی :- حضرات احناف کثیر اللہ مودہم نے جملہ احادیث پر عمل پیرا ہونے ہوئے احادیث امر کو استجاب پر احادیث تنہی و نسخ کو عدم و نسخی وجوب پر معمول کیا۔

اور صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

۷۔ عبارت موطا کی توضیح ————— جب بالاجماع حقیقہ کرنا اقوال مختلفہ کے اعتبار مستحب استنت یا واجب ہے تو اسے منسوخ یا سترک قرار دینا کیسے صحیح ہوگا۔ ۱۔ نیز خود امام محمدؒ بھی اپنے شیخ اہل کے مسلک کے موافق استجاب حقیقہ کے قائل ہیں تو پھر ان کی عبارت بالا کا ماحصل کیا ہوگا۔ نیز قربانی کی مشروعیت سلسلہ میں ہوئی جبکہ حضور اکرمؐ نے سلسلہ میں حضرات حسنینؓ کریمین کا حقیقہ کیا ہے تو حکم متقدم سے نسخ کیسے درست ہے؟

چند توجیحات ملاحظہ ہوں ————— ۱۔ نسخ وجوب :- چونکہ زمانہ جاہلیت میں حقیقہ کو لازم سمجھا جاتا تھا اس لئے شریعت مطہرہ نے حکم وجوب کو قربانی کے حکم وجوب کے بدلہ میں منسوخ فرمادیا جیسا کہ صوم رمضان کی فرضیت نے دوسرے روزوں کے وجوب کو منسوخ کر کے فقط انھیں مستحب رہنے دیا ہے۔

۲۔ نسخ مراسم حقیقہ :- شریعت مطہرہ نے اُن تمام خرافات کو منسوخ قرار دے دیا ہے جو حقیقہ کے ضمن میں مشرکین مکہ کیا کرتے تھے۔ گویا نسخ سے مقصود ان خاص مراسم کا نسخ ہے جو اہل عرب نے اختیار کئے ہوئے تھے

۸۔ لایحب الحقوق کی توضیح ————— چونکہ حقیقہ اور حقوق کے حروف امیر ایک ہیں اور حقوق نافرمانی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے حقوق الوالدین تو آپؐ نے لفظ حقیقہ اس لفظی اشتراک کے پیش نظر ناپسند فرمایا کیونکہ آپؐ کی عادت طیبہ تھی کہ آپؐ اُن کلمات کو بدل دیا کرتے تھے جن کے معانی میں خیر کا پہلو نہ ہو اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ حقیقہ کی بجائے اُس کا نام نسیم یا ذبیحہ رکھا جائے نیز احقر کی ناقص رائے میں حقیقہ خود عنی الثوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی کاٹنے اور بچھاڑنے کے ہیں جبکہ شریعت مطہرہ جوڑاؤں کا پسند فرماتا ہے اس لئے حضور اکرمؐ نے اس لفظ کے بدلنے کا حکم فرمایا۔

دفاق المدارس ۱۳۸۲ھ موطا امام محمدؒ | تنظیم المدارس ۱۳۹۵ھ ابن ماجہ

# کتاب الجہاد

## ۱۔ جہاد و قتال

۱۔ تعریف جہاد اور قتال | آ۔ جہاد اور مجاہدۃ، باب مفاعله سے مصدر ہیں جس کے لغوی معنی مشقت اٹھانے اور طاقت خرچ کرنے کے ہیں جبکہ شرعی معنی ہیں کہ کفار کے مقابلہ میں اپنی جملہ مالی یا بدنی طاقتوں کو صرف کر دینا۔ قاموس میں ہے الجہاد لغۃً بمعنی المشقة وشرعاً بذل جہود فی قتال الکفار (آ۔ قتال) اور مترادف بھی باب مناعله سے مصدر ہیں۔ لغوی اعتبار سے قتال کے معنی ایک دوسرے سے لڑنا اور دشمنی کرنا ہے۔

۳۔ جہاد کے اقسام | حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جتنے جہاد ہوئے مدارِ سیرک میں انکی دو قسمیں ہیں آ۔ غزوہ ۲۔ سیرتہ۔ غزوہ اس جہاد کو کہتے ہیں جس میں مقصود کائنات حضور انور بنصرت نفیس شریک ہوئے ہوں جبکہ سیرتہ وہ معرکہ ہے جس میں آپ نے شرکت نہ فرمائی ہو اسے بعثت بھی کہتے ہیں۔ ۴۔ حکم الجہاد : آ۔ امت مسلمہ اور چھوڑا ہل علم کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہے ۲۔ امام سفیان ثوری اور بعض تابعین کے نزدیک جہاد ہر لمحہ فرض عین ہے کیونکہ ارشاد باری ہے، وقتا تکوہم حتی لا تکن فتنۃ ویكون الدین للہ (الایۃ) ۵۔ دفع تعارض : سیدنا معاویہؓ سے مروی ہے۔ ان النبی قال لا تنقطع الجہودۃ حتی تنقطع التوبۃ (رواہ ابوداؤد) یعنی قیامت تک ہجرت کا باب مفتوح ہے جبکہ حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت مشروع نہیں جواب یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل حضرات صحابہ چونکہ مدینہ منورہ میں ضعیف اور تعداد کے اعتبار سے کم تھے اس لئے مسلمانوں کی اعانت و نصرت اور کفار کے جبر و استبداد کو توڑنے کے لئے دار الکفر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا فرض عین تھا لیکن شہ میں فتح مکہ کے بعد جب مسلمان غالب ہوئے اور صورت حال بدلی تو اب ہجرت الی المدینہ فرض نہ رہی اس لئے فرمایا : لا ہجرت بعد الفتح اے الی المدینہ : لیکن جس ملک میں اب بھی فتنہ فساد عام ہو جائے اور ظلم و استبداد عروج پر پہنچ جائے تو اصل خیر و اصلاح کے لئے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے اور قیامت تک ایسے حالات میں ہجرت واجب رہے گی اس لئے فرمایا : لا تنقطع الہجرتۃ لہذا تعارض الی ذہاب۔ گویا لا ہجرتۃ کا محل ہجرت مدینہ ہے اور لا تنقطع الہجرتۃ کا محل عام ہجرت ہے۔

۲۔ قتال اور جہاد میں فرق | قتال اور جہاد میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جہاد عام مطلق اور قتال خاص مطلق ہے کیونکہ جہاد میں باہمی لڑائی ضروری نہیں بلکہ کبھی لڑائی ہوتی ہے اور کبھی نہیں جبکہ قتال میں لڑائی ضروری ہے۔

وفاق المدارس ۱۳۸۹ھ، ۱۳۹۹ھ ابوداؤد | تنظیم المدارس ۱۳۹۶ھ ابوداؤد



## کتاب القضاء ۱۔ قضاء باليمين والشاهد

۱۔ مذاہب ائمہ | امام غنیم ابو حنیفہؒ حضرات صاحبینؒ امام سفیان ثوریؒ اور جمہور اہل مسلم کے نزدیک مدعی کے لئے دو عادل گواہ اور مدعی علیہ کے لئے قسم ضروری ہے۔ اگر مدعی دو گواہ پیش نہ کر سکے تو اس سے دو یا ایک گواہ کے بدلے میں قسم نہ لی جائے گی بلکہ مدعی علیہ سے قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔  
۲۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور علماء اہل حجاز کے نزدیک معاملات و عقود میں مدعی کے پاس اگر ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کے بدلے میں قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ نہ ہوگا۔  
گواہ یاں تین صورتیں ہیں: دو اجامی ایک احملا فی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آ۔ مدعی کے پاس بیتہ یعنی دو گواہ موجود ہوں تو بالاجماع بیتہ پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور مدعی علیہ سے علف نہ لیا جائے گا۔  
ب۔ مدعی کے پاس ایک بھی گواہ نہ ہو تو بالاجماع مدعی علیہ سے علف

لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ آ۔ مدعی کے پاس صرف

ایک گواہ ہو تو حضرات منفقہ کے نزدیک مدعی علیہ سے علف لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدعی سے دوسرے گواہ کے بدلے میں قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۲۔ دلائل اخاف | آ۔ ارشاد باری ہے: **وَأَشْهِدُوا ذُنُوبَكُمْ وَأَنفُسَكُمْ وَأَسْرَارَكُمْ** یعنی اثبات مدعی کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ گواہی دیں اگر ایک گواہ اور دوسرے گواہ کے بدلے میں قسم اٹھانا کافی ہوتا تو یقیناً ایک مرد کے ساتھ عورتوں کی گواہی کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ قسم لے لی جاتی۔ نیز کسی صورت کا تذکرہ قرآن مجید میں ضرور ہوتا۔ اذیسے فلیسے ————— ۲۔ **فَرَأَىٰ خُذَّادٌ مِّنْهُ** ہے۔ **وَأَشْهَدُوا** اذوی عدلی منکبہ اس آیت میں بھی مدعی کے لئے دو گواہوں کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ۳۔ حدیث الباب ۱۔ **عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ**

**عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّبِيُّ عَلَى الْمَدْعَى وَالْيَمِينِ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ (رواه البخاری وغیرہ)** یہ حدیث ایک ضابطہ شرعیہ اور قانون گئی پر دل ہے جس میں شریعت مطہرہ نے تقسیم عمل کر دیا ہے کہ مدعی کے ذمہ بیانیہ ہیں اور مدعی علیہ کے لئے قسم اور مشہور قاعدہ ہے کہ التسمیۃ تنافی الشریکۃ نیز صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ البینۃ اور الیمین پر الف لام استغراقی ہے جس کا حاصل ہے کہ استنباط شہود مدعی کے ساتھ اور علف مدعی علیہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور حدیث الباب کے مشہور ہونے پر متحدین کا اجماع ہے۔ بلکہ بعض محدثین نے اسے حدیث متواتر قرار دیتے ہیں۔ ۴۔ **عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَّوٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ**

**لَمَعْصِي الْمَلِكِ بَيْنَتُهُ قَالَ لَا قَالَ فَلَمْ يَمِينْهُ قَالَ وَلَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا الْيَمِينُ (رواه ابوداؤد والترمذی وغیرہما)** اگر مدعی یکنے

ایک گواہ اور قسم کافی ہوتی تو یقیناً بیان فرماتے نیز لیسے لك هذه الايامين فرما کر اس بات کی تصریح کر دی کہ یمن ہجر اور ہجرت مدنی علیہ پر ہے مدنی کا اُس سے کوئی واسطہ نہیں۔

۲۔ دلیل ائمہ — آ۔ حدیث الباجیہ عن ابن عباس ان رسول اللہ قضی بيمين و شاهد (رواہ ابو داؤد و غیرہ) اس طرح کی ایک حدیث سیدنا ابو ہریرہؓ سے بھی ابو داؤد میں مروی ہے۔

۳۔ جوابات — آ ضعیف۔ علامہ یحییٰ بن معینؒ نے حدیث الباب کے جملہ اسانید کا تضعیف کی ہے اور اُسے ایک ضعیف حدیث قرار دیا ہے۔ — ۴۔ امام ترمذیؒ نے بھی غرابت کا حکم لگایا ہے یقیناً نصوص قرآنیہ اور احادیث مشہورہ کے مقابلہ میں حدیث غریب قابل استدلال نہیں۔ ۴۔ یہ ایک واقعہ جہیز ہے جو نصوص کلیہ کی وجہ سے یا تو منسوخ ہے یا منسل — ۵۔ علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ سنن ابو داؤد کی روایت کے جملہ طرق دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ مصالحت و تحکیم کا معاملہ تھا قضا کا نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے۔ — ۶۔ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ابو داؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقوق و عقود میں بحث نہ تھی بلکہ اسلام اور غنیمت کے بارے میں جھگڑا تھا اور غنیمت کے مسئلہ میں نرمی اور انسانی بُرائی جاتی ہے۔

۵۔ وجوہ ترجیح — نسخ درست نہیں۔ — ۶۔ دلائل محکمہ راجح ہیں۔ — ۷۔ دلائل کلیہ کو ترجیح ہوتی ہے۔ — ۸۔ عقل و نقل سے مسلک منفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

## (موطا امام محمد) تنظیم المدارس

۱۳۹۲ھ — ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالیمین مع الشاہد، ایک شاہد مع یمین پر قضا کے متعلق مذہب حنفیہ بیان کر کے احناف کی طرف سے حدیث بابہ کے عدم استدلال کے وجوہ بتائیے۔

الحل — پرچہ بالا میں تین امور حل طلب ہیں۔ ۱۔ مساکل ائمہ ۲۔ دلائل احناف ۳۔ جوابات حدیث الباب — یہ تینوں امور پرچے سے قبل مرقوم ہیں۔



## ۲۔ تنفیذ قضاء قاضی

الہدایہ جلد ۳۱

### ۱۔ تشریح حدیث

سیدنا ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے صحابہ! تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور بے شک میں ایک انسان ہوں ممکن ہے کہ تم سے کوئی اپنا مقدمہ دوسرے سے زیادہ اچھے انداز میں چرب زبانی سے بیان کرے اور میں اپنی سماعت کے مطابق اُس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو یہاں تک کہ جس شخص کے بارے میں کسی حق کا فیصلہ کروں جبکہ حقیقتاً اس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے وہ حق وصول نہ کرنا ہو تو یقیناً میرا یہ فیصلہ اُس شخص کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا ہوگا! ————— حدیث مذکور میں خلاف حق فیصلہ کرنے کی نسبت اگرچہ حضور انورؐ نے اپنی طرف فرمائی ہے لیکن مقصود امت کو تعلیم دینا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَقْلُ لِهٰمٰ اُفٍّ (الآیہ) کہ (اے نبی) والدین کو ایذا نہ پہنچائیں بالاجماع یہ بات مسلم اور متفق ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور انورؐ کے نہ ہی والد مبارک زندہ تھے اور نہ ہی والدہ مظلومہ (اس لئے یہ اصول نہ نظر رہے کہ احکام شرعیہ میں جہاں خطاب الی البنی ہو وہاں حقیقتاً خلاف امت ہی ہوا کرتی ہے) —————

### ۲۔ اقوال ائمہ

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ (مؤلف اور علامہ اہل کوفہ کے نزدیک املاک مقیدہ اور عقود و فسخ میں تاحی کا فیصلہ غلط اور ناحق مقدمہ میں جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر ظاہراً بھی نافذ ہوگا اور باطناً حقیقتاً بھی بشرطیکہ قاضی کو گواہوں کے جھوٹ کا علم نہ ہو نیز جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے وہ اُس فیصلہ کو عطا و عطا قبول بھی کرے ————— ۲۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور حضرات صاحبین کے نزدیک قاضی کا فیصلہ شہادۂ زور کی بنا پر صرف ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نہیں خواہ املاک مقیدہ میں ہو یا املاک مرسلہ میں۔ گویا املاک مرسلہ و مطلقہ میں باطناً عدم انفاذ قضاء پر ائمہ کا اجماع ہے گویا مندرجہ ذیل صورتیں اجماعی ہیں اور ان میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نہیں۔ ————— ۳۔ جب قضاۃ قاضی املاک مرسلہ (مطلقہ) میں ہو ————— ۴۔ قضاۃ قاضی ایسے محل میں ہو جو محل اُس فیصلہ کو قبول نہ کرے مثلاً کسی شخص کی منکوحہ بیوی یا کسی محرم عورت کے بارے میں قاضی کا فیصلہ کرنا کہ یہ فلاں شخص کی بیوی ہے ————— ۵۔ قاضی نے قسم اور چرب زبانی سے بغیر گواہوں کے فیصلہ کیا ہو۔ —————

۳۔ تعریف املاک مرسلہ و مقیدہ | املاک کی دو قسمیں ہیں ————— ۱۔ مرسلہ ۲۔ مقیدہ۔ املاک مطلقہ (مرسلہ) کا مطلب یہ ہے، کہ مدعی کسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کرے لیکن اس کا سبب بیان نہ کرے کہ یہ چیز کس طرح میرے ملک میں آئی مثلاً یہ مکان میرا ہے جبکہ املاک مقیدہ وہ ہیں کہ جن سبب ملکیت بیان کی جاتی ہے مثلاً یہ مکان میرا ہے کیونکہ میں نے فلاں شخص سے اتنی مالیت میں خریدا ہے یقیناً شرار سبب ملکیت ہے اسی طرح ہبہ، میراث وغیرہ سبب ملکیت ہیں۔ —————

۴۔ دلائل اخاف | ————— عن علیؓ قال شاہداک زوجاک ————— (رداء الہدایہ وغیرہ) سیدنا علیؓ کی عدالت میں ایک شخص نے اجنبی عورت کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اس کی بیوی ہے نیز اس پر گواہ بھی پیش کئے جس پر حیدنا علیؓ نے اس شخص کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ عورت کہنے لگی کہ حضور مرا نکاح تو کر دیجئے آپ نے جو مانا فرمایا کہ

نافذ کر دیا کہ ان دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے مزید نکاح کی ضرورت نہیں۔

۴۔ لیکن کی صورت میں بالا اجماع تفریق قاضی سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اور قاضی کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں طرح نافذ ہو جاتا ہے کیونکہ بالا اجماع بیوی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے جبکہ زوجین میں سے ایک یقیناً کاذب ہوتا ہے۔

۵۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری کے مابین مبیعہ کے مسئلہ میں اختلاف رائے رونما ہو جائے اور مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع سے قسم لے کر مبیعہ بائع کو واپس رو کر دیا جائے گا۔ نیز بائع اس مبیعہ سے بالا اجماع ————— نفع اٹھا سکتا ہے اور آگے اسے بیچ سکتا ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ قضاء قاضی آپ کے ہاں بھی ظاہر اور باطن دونوں طرح نافذ ہے۔

۶۔ قاضی کا فیصلہ قطع نزاع کے لئے ہوتا ہے اگر اس کا فیصلہ صرف ظاہر تسلیم کیا جائے تو نزاع میں مزید اضافہ ہوگا کہ ظاہر مثلاً گواہوں کی وجہ سے طلاق تو واقع ہو جائے لیکن وہ آگے نہ ہی نکاح کر سکے اور نہ ہی حقیقتاً اس کی طلاق واقع ہو۔

۷۔ یہ بات عقل و نقل کے بھی منافی ہے مثلاً اگر آپ کی بات تسلیم کی جائے تو قضاء قاضی سے عورت کا نکاح آپ کے ہاں تو ظاہر ختم ہو جائے گا لیکن باطناً نافذ ہونے کی وجہ سے وہ نکاح ثانی کر سکے گی اور بچے بھی حرامی ہوں گے جس سے اس کی زندگی معطل ہو کر رہ جائے گی جو قواعد شرعیہ کے اعتبار سے غلط ہے۔

۵۔ دلیل ائمہ | **آحادیث الباب:** عن ام سلمة قالت قال رسول الله عليه وسلم فعن قضيت له من حق اخيه شيئا فلا يأخذ منه شيئا فانما اطلع له قطعة من السماء۔

۱۔ یہ حدیث املاک پر مبنی ہے جس کا تفسیر ہے کہ قاضی کو املاک پر مسئلہ میں خیال نہیں اور عقد فسخ میں اختیار حاصل ہے۔ ۲۔ حدیث میں ہے الحسن یعنی وہ چرب زبان ہو۔

گویا کہ وہ اپنا دعویٰ کو چرب زبانی سے ثابت کرے گواہوں سے نہیں جب کہ ہمارا اختلاف شہادۃ زور کی بنا پر ہے۔

۳۔ ہمارے دلائل منطوق ہیں اور آپ کی دلیل تائید بدعی میں ساکت لہذا ہمارے دلائل رائج ہوں گے۔ ۴۔ ہمارے قول سے دونوں احادیث معمول رہا ہو جاتی ہیں۔ ۵۔ ہمارے دلائل کثیر ہیں۔

۶۔ عقل و نقل دونوں سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ ۷۔ اجماع امت بھی ہمارے موافق ہے۔

۸۔ مقصد قضاء قاضی بھی ہمارے ہی قول سے متحقق ہوتا ہے لہذا یقیناً رائج ہوگا۔

## وفاق المدائس

(ابوداؤد)

۱۳۹۱ھ عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ بعد نشر۔ بحر الحديث بيننا

ما يتعلق من الاحكام بهذا الباب مفصلا حسب اقوال الامة. قد المجتهدين في نفاذ قضاء القاضي حل ينفذ ظاهرا وباطنا ام لا. ما في طرق بيننا اذا حانت الدعوى في الاملاك المرسلة وبيننا حانت في العقود والفسوخ (مسلم ۱۳۸۵ھ)

الحل! تمام ستر امور ترجمۃ الباب کے تحت تحریر ہو چکے۔



طحاوی ص ۲۴۹  
نسائی ص ۱۹۵ جلد ثانی

## کتاب اللباس ۱۔ حکم حریر

۱۔ حدیث کا ترجمہ | سیدنا برائین عازب سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات احکام کے بجالانے کا حکم دیا اور سات اشیا کے استعمال سے روکا۔ ۱۔ سونے کی انگوٹھیاں۔ ۲۔ چاندی کے برتن۔ ۳۔ ریشمی چادر یا زین۔ ۴۔ ملک مصر کا ریشم۔ ۵۔ دبیر ریشم۔ ۶۔ خاص طرح کا ریشم۔ ۷۔ ریشم۔

۲۔ مذاہب | امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد اور فقہائے اہل کوفہ کے نزدیک مردوں کے لئے ریشمی کپڑے (وہ جس کا تانا بانا ہر دور ریشم کا ہو) کا استعمال مطلقاً حرام ہے خواہ جنگ اور ضرورت کے لئے پہنے یا عام حالات میں البتہ ایسا کپڑا جس کا بانا یعنی عرضی دھاگہ ریشم کا ہو اور تانا یعنی طولی دھاگہ غیر ریشم کا تو جنگ و ضرورت کے وقت اس کا استعمال جائز ہے نہ کہ عام حالات میں اور اگر برعکس تانا ریشم کا ہو اور بانا کسی اور چیز کا تو وہ مطلقاً ہر صورت میں جائز ہے۔ ۲۔ امام شافعیؒ حضرات صاحبین اور بعض علماء حجاز میں کے نزدیک ضرورت اور لڑائی کی بناء پر ریشمی کپڑے کا استعمال جائز ہے اور عام حالات میں ناجائز۔

۳۔ دلائل احناف | آحدیث الباب: عن البراء بن عازب قال نہما نارسول اللہ عن الدیبا ج والحویر (رواہ النسائی وغیرہ) ۲۔ عن حذیفۃؓ قال نہما نارسول اللہ عن لبس الحریر۔

والدیبا ج (رواہ البخاری وسلم وغیرہ) ۳۔ عن عبد اللہ بن عمرؓ ان النبیؐ خرج وقال هذا ان (الذهب والفضہ) معمران علی ذکرہ راقعی (رواہ النسائی وغیرہ) یہ حدیث لبس حریر کی حرمت پر بلا تخصیص دال ہے اور ان میں حاجت و مصلحت کا کوئی استثناء نہیں نیز مسئلہ الباب میں آمدہ احادیث حریر و دیبا ج کی حرمت میں مد شہرہ کوہ پنہی ہوئی ہیں جن کا شمار آسان نہیں۔ ۴۔ عن عمران بنی تمیمی عن لبس الحریر موضع اصبعین او ثلث ادا دلیم (رواہ البخاری وسلم) یہ حدیث مسلک منیہ کی تائید میں نص ہے کہ بصورت تانا اگر کچھ ریشم لگا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل اعتبار بانے کا ہے اور اس سے ثبوت متفق ہوتی ہے۔ ۵۔ ایک روایت میں ہے ان الصحابہؓ انوا یلبسون الخرز واداد واداد واطحاوی واحد / بالاجماع ثوب خرز کا تانا ریشم کا ہوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ تحقیق مسلک منیہ جامع بھی ہے اور دیش سے مؤید بھی۔

۴۔ دلائل ائمہ | آحدیث الباب: عن النبیؐ ان رسول اللہؐ رخص لبعید الرحمن والزیبیری قیص الحریر (رواہ النسائی وغیرہ) اس حدیث میں مارش کی وجہ سے ریشمی قیص پہننے کی اجازت دی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ضرورت اور جنگ کے وقت ریشم کا استعمال جائز ہے۔

۴۔ عن الشعبي ان النبي رخص لبس الحرير والديبا جف الحرب (رداؤ احمد وغيره)  
 ۴۔ دلیل عقلی :- ریشم ہتھیار کی شدت کو دفع کرتا ہے اور اپنی چمک سے دشمنوں کی آنکھ میں ہیبت ڈالتا ہے۔  
 لہذا عرب کے وقت اس کا استعمال درست ہونا چاہیے۔

۵۔ جوابات و وجوہ ترجیح | آ۔ تمام احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احادیث جواز کو ثوب مخلوط پر محمول کریں گے تاکہ  
 تعارض رفع ہو جائے۔ ۴۔ مسلک منفیہ کی تائید میں احادیث کثیر ہیں لہذا  
 یہی مسلک رائج ہو گا۔ ۳۔ احتیاط اور تقویٰ کا پہلو مسلک منفیہ میں منفر ہے لہذا اولیٰ ہو گا۔

## وفاق المدارس

انسائی (۱۳۸۵)۔ عن البراء بن عازب قال تخيننا من سبع عن خواتم  
 الذهب وعن امية الفضة وعن المياثر والقشية والاستبرق والديبا ج وعن الحرير  
 عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوف والزبير من العوام  
 في قميص الحرير من حكة بھما  
 بتلاشیج کہ ریشم کا پہننا مردوں کے لیے کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو دوسری حدیث کے مخالف ہے اور اگر  
 جائز ہے تو پہلی حدیث کے مخالف ہے۔

الحل :- پرچہ بالا میں پانچ امور قابل حل ہیں جنہیں ترتیب سے نقل کر دیا گیا ہے۔

(بخاری ۱۴۰۸ھ)

نوٹ :- حدیث بالا کے اہم مباحث جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں



## ۲۔ حکم اسبال

۱۔ اسبال کی توضیح | چونکہ اسبال اکثر ازار اور ردا (ادھر اور پھلی چادر) میں متعلق ہوتا ہے اس لئے اسبال کی زیادہ تر انصاف ازار و ردا کی طرف ہوتا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی آئی اسبال کا تذکرہ زیادہ ہے وگرنہ اسبال قیض، قبا اور عمامہ میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا سالم سے منقول ہے الا اسبال فی الازار والقمیص والعمامة

۲۔ اسبال کی تعریف | کسی کپڑے کا ضرورت سے زائد ہو کر خلاف سنت ہونا۔

۳۔ اسبال کی صورتیں | ازار اگر نصف بند کی تک ہو تو مطابق سنت و عزیمت ہے جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ ان الثبوتی قال ازارۃ المؤمن الی النصف ساقیہ (رداء ابوداؤد) اگر کعبین اٹھنے تک

ہو تو جائز اگر چادر کعبین سے بڑھ کر ٹخنوں سے نیچے لٹکے تو اسبال ہے اور خلاف سنت و ناجائز۔

اگر یہی فخر و کبر کی نیت سے ہو تو حرام۔ قبا و کرتہ میں بھی یہی چار صورتیں انہی احکام کے ساتھ متصور ہیں اسی طرح پگڑی کی دم اگر نصف کھڑک ہو تو جائز ہے اور اگر نصف سے بڑھ جائے تو اسبال کے تحت حرام ہے۔ کم از کم پگڑی کے دم کی مقدار چار انگلی مشروع ہے

۴۔ مسبل ازار کیلئے وعیدیں | ایک حدیث میں ہے کہ مسبل ازار اگر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہیں بلکہ نازک

اعادہ کرے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مسبل ازار کی دعا و شرب برأت میں بھی قبول نہ ہوگی

۵۔ قضیہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ | سیدنا صدیق اکبر نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ازار کی بسترخی کہ کبھی کبھار میری چادر ٹخنوں سے نیچے لٹک آتی ہے یکن میں اس سے بے خبر نہیں رہتا بلکہ جیسے ہی مجھے معلوم ہوتا ہے فوراً درست کر لیتا ہوں حضور اکرم نے فرمایا انت لست من الخیاء (رداء البخاری وغیرہ) کہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کجتر کے طور پر چادر لٹکاتے ہیں اس لئے آپ ان وعیدوں کے ذیل میں نہیں آتے جو مسبل ازار کے لئے ہیں۔

## وفاق المدارس

اسبال ازار کی تعریف شرعاً بیان کیجیے اور بتائیے کہ کیا کمرے اور عمامہ میں اسبال ہے؟  
بے تو کس حد تک اور کیوں کہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق کا تہبند کبھی ٹخنوں سے نیچے ہوتا تھا۔ یہ بھی اسبال میں داخل ہے یا نہیں؟

الحل :- پرچہ بالا میں پانچ امور قابل حل ہیں۔ آ۔ اسبال کی توضیح ۲۔ اسبال کی تعریف ۳۔ اسبال کی صورتیں ۴۔ مسبل ازار کیلئے وعیدیں ۵۔ قضیہ سیدنا ابوبکر۔ یہ پانچوں مباحث پرچے سے قبل مرقوم ہیں۔

# کتاب الخمر

ابو داؤد سنن

## ۱- استیصال خمر (سرکہ)

ترمذی ص ۲۰۳

**۱- اختلاف ائمہ** (۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت صاحبین، امام ابو داؤدؒ امام بیہقیؒ امام سعد مصریؒ اور جمہور فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک شراب میں پیاز، ٹک یا کوئی اور چیز ڈال کر سرکہ بنانا جائز ہے۔ نیز شراب کے سرکہ بن جانے سے وہ سرکہ ظاہر بھی ہے اور حلال طیب بھی۔ (۲) امام مالکؒ اور فقہاء اہل مدینہ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں جن میں سے مفتی بہ قول یہ ہے کہ شراب کو سرکہ بنانا حرام ہے اگر کسی شخص نے یہ عمل کیا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ لیکن سرکہ بن جانے کے بعد وہ ظاہر ہے اور اس کا استعمال حلال ہے (۳) امام شافعیؒ امام احمد اور جمہور حجازیوں کے نزدیک شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں۔

**۲- دلائل ائمہ (الف) دلائل احناف** (۱) حدیث: عَنْ عَائِشَةَ نَعِمَ الْإِسْلَامُ الْخَلْقُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ یہاں سرکہ کو بہترین مائل قرار دیا گیا ہے جو یقیناً اس بات پر دال ہے کہ سرکہ کو استعمال کرنا حلال ہے اور اس کا بنانا جائز۔ (۲) قول شارح: عَنْ عَائِشَةَ رَوَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ خَلْقٍ خَلَقَ خَمْرُكُمْ۔ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ۔ اس حدیث مرفوعہ میں کلمہ خیر فرما کر اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ شراب سے بنا ہوا سرکہ تمام سرکہ کے اقسام سے استعمال اور صلت کے اعتبار سے عمدہ ہے۔ یقیناً یہ حدیث تائید حنفیہ میں شاہد عدل ہے۔ (۳) دلیل قیاسیہ: فقہاء و محققین کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ تبدیلی ماہیت شئی سے حکم شئی بدل جاتا ہے۔ مسئلہ الباب میں بھی خمر کی چونکہ ماہیت بدل چکی ہے لہذا خمر کا استعمال جائز ہونا چاہیئے۔

**(ب) دلیل دیگر فقہاء** عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم لا. رواه صاحب الشكوة. بيان حضور صلى الله عليه وسلم الاستفتاء

کے جواب میں لا۔ فرمانا یقیناً عدم جواز پر دال ہے

**۳- جوابات** تطبیق روایات کی خاطر حضرات فقہاء نے یہ توجہ فرمائی کہ کلمہ لا نہی تنزیہی پر محمول ہے نیز یہ حکم اس زمانے کے بارے میں ہے جب طرست خمر کا حکم ابھی نیا نازل ہوا تھا اور قوم عرب کے طبائع مابک الی الخمر تھے۔ اس لئے حضور انورؐ نے نہی تنزیہی کے بعد پر استیصال خمر کے عمل کو لا فرما کر روک دیا۔ تاکہ استیصال خمر کے طریق سے کہیں



استعمالِ خمر کی ابتداء دوبارہ نہ ہو جائے۔ اب چونکہ یہ خوف نہیں تو اس لئے یہ حکم مکروہ تنزیہی بھی نہیں رہا۔  
 ۴۔ حدیث الباب کا ترجمہ | سیدنا ابو سعید خدری سے منقول فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم بچہ کی شراب تھی جب سورۃ نائدہ نازل ہوئی (جس میں عرستِ خمر کا حکم آیا) تو میں نے منغوراکرم سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا اور میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے برگزیدہ بنی! وہ شراب ایک یتیم لڑکے کی ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا اُسے بہنا دو۔

احقر کے نزدیک شریعتِ مطہرہ کے اصولی ضابطہ کے لحاظ سے اسراف حرام ہے لہذا شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کر لینا چاہیے تاکہ ان نصوصِ صریحہ متواترہ کا خلاف لازم نہ آئے جو اسراف اور تصنیع مال کی حرمت اور کراہت کے بارے میں ہیں۔

## وفاق المدارس (ترمذی)

مسئلہ ۴۰۴ عن ابی سعید قال کان عندنا خمر لیتیم فلما نزلت المائدة سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عنه وقلت انه لیتیم قال اهریقوه وفي الباب عن النضر بن مالك قال بهذا بعض اهل العلم وكرهوا ان يتخذ الخمر خلا واسأله من ذلك والله اعلم ان يكون للمسلم في بيته خمر حتى يصير خلا وكره بعضهم في خل الخمر اذا وجد قد صار خلا او ضموا الاختلاف بين الامّة في استئصال الخمر۔  
 | پرچہ بالا میں صرف ایک بات دریافت کی گئی ہے (۱) اختلاف ائمہ۔ —  
 | الحل  
 جسے پرچہ سے قبل تحریر کر دیا گیا ہے۔

نسائی ج ۳۳۳ بدشان  
موسلاہم مالک ۶۹۳

## ۲۔ حد شارب خمر

۱۔ **مسائل** :- (۱) امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، حضرت صاحبینؒ، سیدنا حسن بصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام سفیان ثوریؒ اور جہ فقہاء اہل کوفہ و اہل دین کے نزدیک شراب خوردگی کی حد اٹھ کوڑے ہے۔ (وہ قال من الصحابة سيدنا عمرؓ وعلیؓ ومعاويةؓ وخالد بن وليدؓ) (۲) امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ اور بعض فقہاء و محدثین کے نزدیک شراب خوردگی حد پچیس کوڑے (تازیانہ) ہے

۲۔ **دلائل ائمہ (الف) دلائل جمہور** (۱) اجماع صحابہ :- اتفق اجماع الصحابة في زمن عمرؓ على الثمانين في حد الخمر ولا يخالف لهم رواية الطحاوي وغيره۔

(۲) عمل علیؓ :- عن عبيد الله بن عدي ان علياؓ جلد ثمانين رواية البخاري وغيره (۳) عمل شارب :- ان النبيؐ ضرب رجلا بجر يدتين اربعين۔ رواية ابو داود والطحاوي وغيرهما۔ دو کڑوں کو اگر چائیس چائیس مرتبہ مارا جائے تو یقیناً سزا اسی کوڑے جتنی ہے (۴) قول شارب :- عن ابن عمرؓ قال قال النبيؐ فاجلدوه ثمانين رواية الطبراني بسند حسن (۵) عمل عمرؓ :- ان عمرؓ استشار علياؓ فقال اري ان يجلد ثمانين رواية ابن ماجه والطحاوي والدارقطني۔

۳۔ **دلیل دیگر فقہاء** عمل شارب :- عن انس ان النبيؐ كان يضرب في الخمر بالثغال والجراثد اربعين۔ رواه صاحب المشكوة۔

۴۔ **جوابات** :- (۱) اقلہ اربعین بعدہ اجماع ثمانین (۱) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ روایات کو بنظر غائر دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضور اکرمؐ فداء الی امی اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں چائیس چائیس کوڑے مارے جاتے تھے لیکن سیدنا فاروق اعظمؓ کے مبارک دور میں اسی کوڑوں پر حضرات صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ظاہر ہے

عن انس فلما كان عمر ودنا الناس من الريف قال عمر ما تريدون في جلد الخمر اربعين سیدنا عمر فاروقؓ معظمؓ کے زمانہ میں کثرت فتوحات کے سبب عیاش قسم کے لوگ اسلام لائے تو آپ نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا جس میں اجماع غایہ طے ہوا اگر عیاش و مشرک اور لہو و لعب کے سہ باب کے لئے اسی کوڑے سے تاقیاست مقرر کئے جائیں۔

(۲) سوجب لہ و اسان :- بعض فقہانے چائیس اور اٹھ کی روایات میں یوں تطبیق دی کہ چائیس تازیانے اس کوڑی سے مارے جاتے تھے جس کے دوہترے ہوتے تھے۔ اس کا ایک مرتبہ مارنا دو دفعہ مارنے کے قائم مقام ہے۔ تو مجموعہ اسی کوڑے ہی پڑے۔



# وفاق المدارس

۱۳۸۲ھ عن معاویہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر فاجلہ  
فان عاد فی الرابعة فاقتلہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شرابی کو کتنے کوڑے سزا دی جاتی تھی؟ اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں کتنی؟ اور اگر خلفاء راشدینؓ کے دور میں سزا نہ تھی تو کس دلیل سے؟ اس حدیث میں فان عاد فی الرابعة فاقتلہ کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ کس کا مذہب ہے اس میں اگر ائمہ اربعہؒ کچھ اختلاف ہے تو لکھئے۔ اہم ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں مختصر و در فقہاء ائمہ میں کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

**الحل** پرچہ بالا میں تین امور حل طلب ہیں (۱) سالک ائمہ (۲) دہل ائمہ (الف) دہل جمہور  
(ب) دلیل دیگر فقہاء (۳) جواب

تینوں امور پرچہ سے قبل تحریر کر دیئے گئے ہیں۔  
یاد فرما کر کامیابی کر یقینی بنائیں۔

# کتاب التفسیر

## ۱۔ حدیث الباب کا ترجمہ

۱۔ حدیث :- عن جدۃ قتادۃ بن النعمان قال کان اهل بیت منا یقال لہم بنو ابیرق بشر و بشیر و مبشر و کان بشیر رجلاً منا فقا یقول الشعر یدھجو بہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یجولہ لبعض العرب ..... و کان الرجل اذا کان لہ یسار فقد مت منا فطۃ من الشام فابتاع عمی رفاعۃ بن زید جملۃ من الدر مکن فجعلہ فی مشربۃ لہ و فی المشربۃ سلاح درع و سیف فعدی علیہ من تحت البیت فنقبت المشربۃ و اخذ الطعام ..... فأتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان اهل بیت منا اهل جفاء عمد و الی عمی رفاعۃ بن زید فنقبوا مشربۃ لہ و اخذوا سلاحہ و طعامہ فلیتروا و اعینا سلاحنا ..... واجتمع فی ذلک ناس من اهل الدار فقالوا یا رسول اللہ ان قتادۃ بن النعمان و عہدہ عمد الی اهل بیت منا اهل اسلام و صلاح یرمونہم بالسرقة من غیر بینۃ و لا ثبوت قال قتادۃ فأتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتہ فقال عمدت الی اهل بیت ذکر منہم اسلام و صلاح تو مہم بالسرقة علی غیر ثبوت و لا بینۃ قال فرجعت و لوددت انی خرجت من بعض مالی و لم اکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فاتانی عمی رفاعۃ فقال یا ابن اخی ما صنعت فاخبرته بما قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللہ المستعان فلعنہم ان نزل القرآن ۔

۲۔ حدیث الباب کا ترجمہ :- سیدنا قتادہ بن نعمان فرماتے ہیں کہ ہم اہل انصاریں ایک گھرانہ تھا جنہیں بنو ابیرق کے نام سے یاد کیا جاتا تھا یہ گھرانہ تین بھائیوں پر مشتمل تھا جن کے نام بشر، بشیر اور مبشر تھے ان میں سے ایک بھائی بشیر منافی آدمی تھا جو حضور اکرم کے صحابہ پر اشعار کے ذریعہ ہجو (طنز و تشنیع) کیا کرتا تھا اور ان اشعار کو بعض اہل عرب کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور اس آدمی کو جب کچھ میسر آجاتا اور وہ خوشحال ہوتا تو ملک شام سے میدہ لے آئیوں لے کسی باجر سے میدہ خرید لیا کرتا تھا اور اس سے خود اپنا گزر اوقات کرایا جبکہ اس کے محل و خیال کا کھانا پینا کھجور اور جوہر سے رہتا پس اس دوران ملک شام سے ایک باجر آیا جس سے میرے چچا رفاعۃ بن زید نے میدہ کی ایک بڑی بوری خرید لی اور اسے ایک ایسے کمرہ میں محفوظ کر دیا جس میں پہلے ہتھیار ہوا اور عوار بھی موجود تھے میرے چچا رفاعۃ بن زید کے گھر میں جڑی لگی اور اس کمرہ میں لقب لگی لگی جس سے اس کے میدہ کی بوری اور ہتھیار دونوں چوری کر لئے گئے ۔





## ۲۔ تشریح حدیث و شان نزول آیت

**تشریح حدیث** (۱) سیدنا ابن عباسؓ نقل فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ آپ نے آتم غلبت الروم الایہ کی پیشینگوئیوں پر شرط لگانے میں احتیاط کیوں کرتے؟ اسے ابوجبر یقیناً آپ کو معلوم ہے کہ کلمہ بقیع کا مصداق تین سے نو تک ہوا کرتا ہے اس لئے آپ ابی بن خلف سے شرط نو سال تک کی لگائیں۔

**خط کشیدہ کلمات کا ترجمہ مع لغوی تحقیق** (۲) **هُنَا حَبَلٌ**۔ اس کے معنی ہیں ایک ٹکڑے سے شرط لگانا۔ صاحب منجمتہ میں **نَا حَبَلٌ** الشیء **مُنَا حَبَلٌ** لے **وَا هُنَا** اور صاحب مجمع البحار تحریر فرماتے ہیں **الْمُنَا حَبَلٌ** المر **اَصْنَدٌ** یعنی کسی چیز پر شرط لگانا۔ یہ **نَحَبَ الرَّجُلُ** خبا سے ماخوذ ہے جس کے معنی نذر ماننے اور اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کرنے کے ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے۔ **فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ** اُسے نذر دے۔

(۳) **اِخْطَطْتُ**۔ آپ نے احتیاط سے کام لیا۔ یہ کلمہ **اِخْطِیَاطٌ** مصدر سے مشتق ہے اور میضی و امضی کا ترجمہ **اِخْطِیَاطٌ** کے معنی حوش و حواس سے کام کرنے کے ہیں۔ منجم میں ہے **اِخْطِیَاطُ الرَّجُلِ** اُسے **اِخْطَدَ الرَّجُلُ** فی اُمور **ہب** بالخزم الذی من لوازمہ المحافظة علی نفسه۔ یعنی سوچ سمجھ کر کسی کام کو کرنا۔

**شان نزول** (۴) سیدنا ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہؓ و تابعینؓ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے قبل جب حضور اکرمؐ ابھی مکہ مکرمہ میں تھے تو فارس اور روم میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرات صحابہؓ کی ہمدردیاں اہل روم کے ساتھ اور کفار مشرکین کی ہمدردیاں ایران کے مجوسیوں کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ اہل فارس ایرانی اہل مکہ کی طرح مشرک تھے جن میں سے ایک بُت پرست تھا دوسرا آتش پرست۔ اور حضرات صحابہؓ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب ہوں۔ اگرچہ اہل روم اور اہل فارس دونوں کافر تھے اور بظاہر کسی کی فتح اور کسی کی شکست اسلام اور مسلمانوں کے لئے کوئی دلچسپی کی چیز نہ تھی مگر ان دونوں کفار میں اہل روم نصائی اور اہل کتاب تھے اور ظاہر ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں سے نسبتاً قریب ہیں کیونکہ بہت سی اصولی باتیں مثلاً آخرت پر ایمان، رسالت و وحی پر ایمان اور اللہ پر ایمان دونوں میں قدر مشترک تھا۔ اس لڑائی میں اہل فارس غالب آئے اور اہل روم کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایرانیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسیحی دنیا پر قیامت پکڑ دی۔ نو سو ہزار عیسائی صرف بیت المقدس میں قتل کئے گئے ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا برباد کر دیا گیا اور وہ صلیب جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ ابن



سیدنا مسیحؑ نے جان دی ہے جو سیوں نے چھین کر مدائن پہنچا دیا۔ قسطنطنیہ میں ایرانیوں نے ایک آتش کدہ تعمیر کیا۔ سلطنت ہند کی شکست اور ایران کی فتح کا چرچا زبان پر تھا۔ مکہ مکرمہ کے مشرکین اس پر بغلیں بکھار رہے تھے اور حضرات صحابہؓ کو مار دیتے تھے کہ جنہیں تم چاہتے تھے وہ شکست کھا گئے اب ہمارے مقابلے میں تمہیں بھی شکست ہوگی۔ اس سے حضرات صحابہؓ کے دل بہت رنجیدہ تھے۔ ریت کائنات نے کفار قریش کا منہ بند کرنے کے لئے سورہ روم کی شروع کی آیتیں نازل فرمائیں۔ اور دو پیشین گوئیاں فرمائیں (۱) کہ رومی فی الحال اگرچہ مغلوب ہو گئے ہیں مگر اس مغلوبیت کے چند سال بعد اہل روم فارسیوں پر غالب آجائیں گے۔ (۲) کہ مسلمان چند برسوں میں کامیاب ہوں گے۔ اور اہل مکہ مشرکین مغلوب و ناکام بظاہر دور دور تک کہیں اس کے آثار موجود نہ تھے اور یہ بات کسی کے عقل میں نہ آ سکتی تھی اس لئے کہ روم کی سلطنت فارس کی سلطنت کے مقابلے میں چھوٹی اور شکست خوردہ تھی۔ دوسری طرف منٹھی بھر مسلمان مکہ معظمہ میں مظلومانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔

قرآن مجید کی جب یہ پیشینگوئیوں والی آیات (سورہ روم کی ابتدائی آیات) نازل ہوئیں تو کفار مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا اور دوسری طرف سیدنا صدیق اکبرؓ نے اطراف مکہ اور بازار میں جا کر ان پیشینگوئیوں کا اعلان کیا۔ اور جواباً ابی بن خلف نے کہا کہ اے ابو بکر تم جھوٹ بولتے ہو۔ اب نہیں ہو سکتا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے مجھے تو اپنے سچے نبیؐ کے فرمان پر اتالیقین پہنے۔ کہ اگر ۳ سال میں اہل روم غالب آئے تو دس اونٹ دس گاوے اور دس اونٹیاں تم کو دینی ہوں گے۔ ابی بن خلف نے یہ شرط مان لی۔ یہ معاملہ اگرچہ قمار کا تھا۔ مگر اس وقت تک مہمبت قمار کا حکم نہ آیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ یہ فرما کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو سنایا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں "فی بضع سنین" کے الفاظ وارد ہیں اور لفظ ستر بیتہ میں بضع کا اطلاق تین سے نو تک ہوا کرتا ہے اس لئے آپ جابن اور دس سال کے اندر کی شرط کہہ کے آئیں اور آپ اس سے کہہ دیں کہ دس اونٹینوں کی بجائے سو کی شرط لگاتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ابی بن خلف سے دوبارہ بات کی اور نئے ہرے سے آپ نے سو اونٹنیوں اور دس سال کے اندر گھر شرط کی۔ روایات حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا اور پورے سات سال ہونے پر غزوہ بدر کے وقت اہل روم نے ہر قل کی قیادت میں اہل فارس پر حملہ کیا اور آذربائیجان میں گھس گز ایرانیوں کے سب بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ تباہی اور اہل روم دوبارہ فارس پر غالب آ گئے۔ دوسری طرف حضرات صحابہؓ کو مقام بدر میں پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح دونوں پیشینگوئیاں جو سورہ روم کی ابتدا میں کی گئی تھیں۔ سات سال کے اختتام پر پوری ہو گئیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو دو بہری خوشی حاصل ہوئی۔ اس فتح و نصرت کے وقت ابی بن خلف مرجعاً تھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کے دشمنوں سے شرط کے مطابق سو اونٹنیاں لے لیں اور انہیں بارگاہ نبویؐ میں پیش کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان اونٹنیوں کو صدقہ کر دو کیونکہ اب انما الخمر والمیسر کی آیات نازل ہو چکی ہیں اس لئے آپ استعمال کرنے کی بجائے انہیں خیرات کر دیں۔ واللہ اعلم۔

# وفاق المدارس

(ترمذی)

۳۸۱ھ حدیث مذکورہ ذیل کی شان و رد بھی بیان کریں اور حدیث کی وضاحت بھی خصوصاً خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ مع لغوی تحقیق بیان کریں۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا بی بک فی مناجتہ الی غلبت الروم الا احتضت یا ابا بکر فان البضع ما بین ثلاث الی تسع۔

برج بالا میں درج ذیل تین مباحث قابل حل ہیں۔  
(۱) تشریح حدیث (۲) خط کشیدہ کلمات کا ترجمہ مع لغوی تحقیق۔ (۳) شان نزول۔  
تینوں امور تحریر ہو چکے۔

## الحل

## القول الجامع اختلاف المطالع

(زیر ترتیب)

تالیف : مولانا محمد عبد القوی صاحب ملتان

زیر ترتیب رسالہ اختلاف مطالع پر علمی اعتبار سے جامع، سائنسی نقطہ نظر سے نافع ہے۔ اختلاف مطالع کے مسئلہ دقیق پر سیر حاصل بحث اور امتداد امت کے لئے اس رسالہ کو ذریعہ بنانے کی غرض سے اسمی کی گئی ہے

— • —



## ۳۔ حدیث کا ترجمہ اور مسئلہ نکاح زانیہ

**۱۔ حدیث :-** عن عمرو بن شعيب عن أبيه قال كان رجل يقال له مرثد بن ابی مرثد وكان رجلاً يحمل الاسرى من مكة حتى يأتي بيهود المدينة وقال وكانت امرأة بغي بمكة يقال لها عناق وكانت صديقة له وانه كان وعد رجلاً من اسارى مكة بحملة فقال فجتحت حتى انتحيت الى ظل حائط من حوائط مكة في ليلة مقمرة قال فجاءت عناق فابصرت سواداً ظلمي بحجب الحائط فلما انتحيت الى عرفتني فقالت مرثد فقلت مرثد! فقالت مرحباً واهلاً هل رفيت عندنا الليلة قال قلت يا عناف حرم الله الزنا قالت يا اهل الحيا! هذا الرجل يحمل اسراكم قال فتبعني شائبة و سلكت الخندق مائة فانحيت الى غاسر ابرك هفت فدخلت فجاء واحتي قاموا على راسي فبالوا فظنوا به لعمري رأسي و عما هم الله عنى قال شعور حبسوا و رجعت الى صاحبى فحملته وكان رجلاً ثقيلاً حتى انتحيت الى الاذخر ففكرت منه اكبه فجعلت بحمله و يعينى حتى قدمت المدينة فاتيته رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انكم عناقاً فامسك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يرد على شيئاً حتى نزلت الزاني لا يتكلم الا زانية او مشركة الآية

## ۲۔ حدیث الباب کا ترجمہ :-

سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد ماجد سیدنا شعیب کے واسطے سے اپنے جد امجد عبد اللہ عمر دین العالم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے منہ مایا کہ ہمارے زمانے میں سیدنا مرثد بن ابی مرثد نامی ایک آدمی تھے جو قیدیوں کو مکہ مکرمہ سے اٹھا کر مدینہ منورہ منتقل کیا کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں عناق نامی ایک فاحشہ و زانیہ عورت تھی جو سیدنا مرثد بن ابی مرثد کے واقفین اور متعلقین میں سے تھی۔ سیدنا مرثد بن ابی مرثد نے مکہ مکرمہ کے ایک قیدی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے اٹھا کر مدینہ منورہ لے جائیں گے۔ سیدنا مرثد فرماتے ہیں کہ میں پچھلے رات میں مکہ مکرمہ کی دیواروں میں سے کسی دیوار کے سائے کے نیچے کھڑا تھا کہ اس دوران میری پڑائی واقف کار عناق آگئی۔ اس نے میرے سائے کے کانک کو دیوار کے ایک پہلو میں دیکھا تو وہ میرے قریب آئی اور مجھے پہچان گئی وہ کہنے لگی کہ تو مرثد ہے، میں نے جواب دیا ہاں! میں مرثد ہوں جو کہنے لگی خوش آمدید! تیرا آنا مبارک ہو۔ اور رات پہلے سے اس سرگود میں نے کہا اے عناق اللہ تبارک و تعالیٰ نے زنا حرام قرار دیا ہے۔ یہ جواب سننے ہی فوراً ہلکا

لے غیر والو پہنچی تھیں تو ہمارے قیدیوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے والا ہے۔ یہ آواز سننے ہی آٹھ نو دیر سے پیچھے بھاگنا شروع ہوئے اور میں خندہ منائی ایک بساڑی کی طرف چلی نکلا اور میں نے جاکر ایک غاریا ایک چٹا گاہ میں چٹا لی۔ پیچھے وہ بھی آگے پیچھے ہٹ کر وہ میرے سر کے پاس آگھرے ہوئے اور انہوں نے وہاں پشایاب کیا اور پشایاب میرے سر پر پڑنے لگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اندھا کیا اور وہ مجھے نہ دیکھ پائے آخر کار وہ واپس مکر مکر کی طرف نامزد ہو کر لوٹ گئے۔ میں بھی واپس کر مکر اپنے انیس دوست کے پاس آگیا جس سے میں نے مدینہ منورہ لے جانے کا وعدہ کیا تھا جس نے اُسے اپنے کندھوں پر اٹھایا وہ ایک بھاری بھر کوڑی تھا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں مقام افخو میں آ پہنچے میں نے وہاں اس کی رہنمائی وغیرہ توڑیں اور اسے دوبارہ اپنے کندھے پر لے لیا۔ اس کے بوجھ سے میں تھکا جاتا تھا مینا شک کہ میں مدینہ منورہ آ پہنچا اور میں نے بارگاہ نبوت میں حاضری کی اور عرض کیا کہ آپ میرا نکاح عناق سے کر دیجئے۔ آپ نہ سوچ رہے آپ نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ اسراف لایت کو آڈ زانیہ اور مشرک کی آیات نازل ہوئیں۔ کہ زانیہ سے نکاح نہیں کیا جاوے وہ شخص جو خود زانی ہوتا ہے اسی طرح مشرک سے مشرک ہی نکاح کرتا ہے۔

(۳) **آیت کا مفہوم** | زانیہ غیر ثابت شخص کے نکاح کے لئے اگر کوئی موزوں عورت ہے تو وہ زانیہ ہی ہے یا پھر مشرک۔ اسی طرح زانیہ غیر ثابت عورت کے رشتہ کے لئے اگر کوئی موزوں ہے تو انہیں کاہر و صنف زانی یا پھر مشرک۔ منومنین کے لئے یہ بات حرام کر دی گئی ہے کہ وہ ایسی جوہل عورتوں سے دانستہ نکاح کریں۔ جب انہیں ان عورتوں کی بدچلتی کا علم ہو۔

(۳) **مسائل فقہاء** | امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ حضرات صاحبین اور جمہور فقہاء محدثین کے نزدیک وہ زانیہ عورت جو زنا پر مصر ہو اس سے کسی ایمان والے شخص کا نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن وہ نکاح فی حد ذاتہ درست ہوگا اور زانیہ عورت اس مؤمن شخص کی منکوحہ بیوی شرعاً مقصور ہوگی۔ امام احمد بن حنبل اور بعض فقہاء بھی ان کے نزدیک مؤمن انسان کا زانیہ عورت سے نکاح منع ہوتا ہی نہیں۔ ایسے ہی زانیہ فرد کا سوائے عورت سے یہاں تک کہ وہ صبیح توہر کریں۔ یہی اختلاف اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے بارے میں ہے۔

(۴) **دلیل جمہور** | حضرات جمہور کا استدلال اس قاعدہ کلیہ سے ہے جو حضور اکرمؐ کے ارشاد گرامی سے ماخوذ ہے آپؐ نے فرمایا:۔ الحرام لا یجوز الحلال رواہ الطبرانی والدارقطنی وغیرہ۔ پسند صحیح کہ اگر حرام کسی عمل کو حرام نہیں کرتا یعنی ایک غیر قانونی وغیرہ شرعی فعل کسی دوسرے شرعی عمل کو غیر قانونی وغیرہ شرعی نہیں بناتا لہذا کسی زانی شخص کا عمل زنا اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ وہ نکاح بھی کرے تو اس کا نکاح زنا شمار ہو۔ نیز اس کی بیوی جو زانیہ اور بدکار نہیں وہ بھی اپنے شوہر کی وجہ سے بدکار اور زانیہ قرار پائے (۴) حضرات خلفاء راشدین اور سادات صحابہؓ سے متعدد ایسے نکاح کے واقعات ثابت ہیں (۳) امام التفسیر سیدنا ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی مسکب جمہوری کا مؤید ہے۔



آیت مذکورہ کی توجیہات | ۱۱ فطرۃ خبیثہ۔ آیت مذکورہ کوئی حکم شرعی اور قانونی نہیں بلکہ ایک عام تجربہ اور مشاہدہ کا بیان ہے کہ زنا و شرک کی وجہ سے

انسان کو اخلاقی راج بگڑ جاتا ہے اور اسے بھلے بڑے کی نیز نہیں رہتی۔ اس کا مقصود اصلی زنا کرنا اور عیاشی ہوتی ہے۔  
 (۲) عدم لیاقت۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ترانا ایسا سخت قبیح فعل ہے کہ اس کا مرتکب اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ مسلم معاشرہ کے نیک اور پاکہ امن لوگوں سے بڑھے اُسے یا تو ہمیشہ لوگوں میں جانا چاہیے یا ان مشرکوں میں جو سرے سے احکام خداوندی کے منکف ہی نہیں۔ (۳) منسوخ۔ امام محمدی فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ ہے کیونکہ آیت کا حکم ابتداً اسلام میں تھا بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا اور اس کے لئے درج ذیل نصوص و امور ناخ ہیں (۱) ارشاد باری ہے۔ وَاُخْلَفْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ (آیہ ۱) اس سے قبل آیت میں عقیقت مرد کا نکاح زانیہ سے اور زانی کا نکاح عقیقت سے حرام قرار نہیں دیا گیا۔ لہذا ان کا نکاح شرعاً حلال ہو گا (۲) قرآن مجید میں ہے وَاَنْكَحُوا لایَا حٰی مِنْكُمْ (آیہ ۱۰) یہ آیت عام ہے جس میں زانیہ و عقیقت کی تقسیم نہیں کی گئی (۳) اجماع امت محمدیہ۔ اس لا ینکح بمعنی لا یصلیٰ۔ آیت بالا میں جملہ نصوص قرآنیہ میں تطبیق کی خاطر لا ینکح بمعنی لا یصلیٰ ہے اور نکاح بمعنی دہی و جماع کا ہم سب میں شائع ذائع ہے۔ واللہ اعلم۔

## و خاق المدا رس

۳۹۹ھ سنہ عمرو بن شعیب عن ابیہ قال.....

ترجمہ الحديث الشريف ترجمۃ بلیغۃ و ما معنی الآیۃ و ما معنی مذاہب فقہاء الامصار فی نکاح الزانیۃ و ما معنی مذاہب فقہاء الحنفیۃ فی هذا الصدد و معنی ما یحملون هذه الایۃ النصرة المانحة من نکاح الزانیۃ۔ علیکم تحقیق المقام و تنصیح المرام و لکم الشکر و الامنة۔  
 اس پرچہ میں درج ذیل چار امور قابل استفسار ہیں۔

الحل | (۱) حدیث الباب کا ترجمہ (۲) آیت کا مفہوم (۳) مسالک فقہاء۔ (۴) آیت مذکورہ کی توجیہات

چاروں امور تحریر شد۔

## ۴۔ ترجمہ و تشریح حدیث

**حدیث ۱۰۰۰:** عن مرفوعہ بن مسعود المرادی قال انیت البقی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انما قال مناد بر من قومک بمن اقبل منهم فاخذ منی منی فکلمنا خرجت من عنده سال عنی ما فعل الغطفی فامنبر الی قد سرت قال فارسل فی امری فورد ان فاتیة وھو فی قعر من اصحابہ فقال ایہ القوم فمن اسمن منهم فاقبل منه ومن لم یسمن فلا یجعل حتی احدث الیک قال وانزل فی بسا ما انزل فقال رجل یا رسول اللہ ما بسا الرض او امرئ قال لیس بارض ولا امرأة ولکن تجعل ولد عشرة من العرب فقیما من منهم ستة وتشاءم منهم اربعة فاما الذین تشاءم فدنہم وحزلہم ومنان وما ملکہ واما الذین یتأمنوا فالا زدد والا شعرون وحیدون کندہ ومذحج فاما رفقہ قال رجل یا رسول اللہ ما انزل قال الذین منہم ختمہم بوجیلہ

**حدیث الباب کا ترجمہ:** - سیدنا مرفوعہ بن مسعود مروی بیان فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی اے اللہ کے برگزیدہ رسول کیا میں اپنے قوم کے جاننا مسلمان ساتھیوں سے ملکر اپنی قوم کے ان لوگوں سے قتال نہ کروں جنہوں نے اسلام سے منہ موڑا اور کفر کی راہ اختیار کی تو آپ نے مجھ سے قتال کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیا۔ پس اس کے بعد میں آپ کی ابا بکت، مجلس سے اٹھ گیا تو آپ نے حضرت صحابہؓ سے میرے بارے میں پوچھا کہ غطفی کہاں چلے گئے تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ مجلس سے اٹھ کر جا چکے ہیں۔ سیدنا غطفیؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے میری طرف کسی صاحب کو بھیجا اور مجھے طلب فرمایا جب میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو آپ حضرت صحابہؓ کے جگہ میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ نے کہ فرمایا کہ آپ اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا کام جاری کریں جو خوش نصیب ان میں سے شرف باسلام ہونا چاہیں تو انہیں حلقہ بگوش اسلام کر لینا اور جو لوگ اسلام نہ لائیں ان کے ساتھ کوئی معاملہ کرنے میں جلوئی نہ کرنا یہاں تک کہ میں تجھے کوئی نیا حکم کہلوں یا بھیجوں۔ سیدنا غطفیؓ فرماتے ہیں کہ اسی دوران قبیلہ سبا کے بارے میں کچھ قرآنی آیات نازل ہوئیں تو ایک صحابیؓ رسول نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی سبا کوئی زمین ہے یا کوئی عورت تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سبا نہ تو کسی علاقہ کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا نام۔ ہاں عرب کا ایک باشندہ تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ یمن میں آکر آباد ہوئے اور چار ملک شام میں جو ملک شام میں

آکر رہے ان کے نام یمن، جذام، غسان اور عامر تھے اور جو ملک یمن میں جا کر آباد ہوئے وہ 'اد'، 'شمران'، 'حیر' کہتے تھے اور انصار تھے۔ پھر ایک صحابیؓ رسول نے سوال کیا کہ اے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر انہار کو کتنا قبیح ہے آپ نے فرمایا یمن کی شاموں کا نام خثعم اور بجیلہ ہے



**خط کشیدہ الفاظ کی توضیح** (۱) ادیس :- اس مرد نے بیٹھ پھیری اور روگردانی کی۔ منجد میں ہے ادیس بر البر یعنی شجر سے دی (پیشہ پھیری اور روگردانی کا) (۲) اقبل :- وہ ایک شخص منجم ہوا اور اس نے پیشگوئی کی۔ منجد میں اقبل علیہ تفسیر اور بطلہ یعنی متوجہ ہو اور آیا۔ (۳) اقمرنی :- اس ایک مرد نے بے امیر و حاکم بنایا۔ منجد میں ہے اقمر الی :- ولایۃ الامارة وحکومت یعنی اس شخص کو امیر و حاکم بنایا۔ (۴) افعل :- اس ایک مرد نے بنایا کیا جمع الہما میں ہے افعل هو العمل والاسم :- افعل یعنی فعل (ف) افعل کے معنی میں کرا اور بنانا۔ اس کلمہ سے اسم افعل آتا ہے (۵) فاخضنی :- پس اس ایک شخص کو خبر دی گئی۔ کا موس میں ہے افعل الرجل الشیء : انباء و بدو علی انباء یعنی خبر اور کرنا، گاہ کرنا اور اطلاع دینا۔ (۶) افعل : میرے چچے۔ منجد میں ہے افعل جمعنا ثار و ائذ :- افعل من رسم الشیء (نشان)۔ علامت : کہا جاتا ہے سورج کی ٹرہ دن اٹھ کر وہ اس کے بعد ظہر (۷) افعل تعجل :- پس ترجمہ دی ہو کہ مصباح اللغات میں ہے افعل (من) افعل : افعل : ہلادی کرنا۔ (۸) افعل : میں بیان کرتا ہوں یا بیان کر دے گا یہ حمد و شے یا خود ہے اور حمد و شے کے معنی میں خبر دینا اور بیان کرنا۔ (۹) افعل :- دراصل یہ عرب کے ایک باشندہ کا نام ہے۔ جو بعد میں عرب کے ایک قبیلہ کا نام بنا۔ (۱۰) افعل : یہ اسم عدس ہے جس کے معنی "دس" کے ہیں (۱۱) افعل : پس وہ ایک مرد ملک یمن میں جا کر آباد ہوا یا خوش نصیب ہوا۔ کیونکہ تیان کے معنی جس طرح ملک یمن میں جانے کے ہیں اسی طرح دائیں طرف جانے اور برکت ہونے کے بھی ہیں (۱۲) افعل : وہ ایک مرد ملک شام میں جا کر آباد ہوا اور شام میں ہوا۔ مصباح اللغات میں ہے کہ شام کے معنی یہ قالہ پھرنے اور ٹھکانے پر لینے کے ہیں (۱۳) افعل : وہ سب لوگ ملک شام میں جا کر آباد ہوئے۔

و بعد جزام، عسنان، عاملہ، الازد، اشعرون، حمیرا، کنذہ، مذبح اور انصار :- یہ تمام مہاجرانی شخص کے بیٹوں کے نام ہیں جو بعد میں عرب کے مشہور قبائل بنے۔ اور یہ قبائل مشہور اکرم کے نورانی دور میں یمن، شام اور دیگر عرب علاقوں میں آباد ہوئے۔

## وفاق المدارس

(ترمذی)

۳۹۸ھ :- عن فردہ بن مسیک قال .....

(ترمذی) ۳۸۱ھ :- علیکم بیان معنی الحدیث بالادب والادب السلیمة مع تحقیق الالفاظ التي علیها الخط

لکم الشکر المجزئ

**الحل** :- ترجمہ حدیث اور خط کشیدہ الفاظ کی توضیح کو پرچے سے قبل لکھ دیا گیا ہے۔

## ۵۔ حدیثِ امانۃ

۱۔ **حدیث:** بہرمن جذبہٴ قال حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثین قد رأیت احدهما وانا انتظر الآخر حدیثا ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال ثم نزل القرآن فحملوا من القرآن وملوا من السنة ثم حدثت عن رقیع الامانة فقال یام الرجل الموصوفه تقبض الامانة من قلبه فیظلل اثرها مثل الوکت ثم نام نومة فتقبض الامانة فیظلل اثرها مثل اثر المجمل کجسود حرجته علی رجلك فتفطت فتزلا منتبرا ولیس فیہ شی ثم اخذ حصاة فذرحها علی رجله قال یصبح الناس یتبايعون لایکاد احد یؤدی الامانة حتی یقال ان فی بنی فلان رجلا امینا وحسب یقال الرجل ما اجلده واطرحه واعقله وما فی قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان قال ولقد اتی علی زمان وما ابالی بکم بالعت به لئن کان مسلما لیردنه علو دینه ولئن کان یهودیا او نصرانیا لیردنه علو ساعیه فاما الیوم فاکنت ایا یح منکم الا فلانا وفلانا۔

۲۔ **حدیث کا سلیس ترجمہ:** سیدنا خلیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سیدہ و دعات نے ہم و حضرات صحابہ سے دو حدیثیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک پر عمل ہوتا تو میں نے ہاشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری پر مشین گوئی کے پورا ہونے کا انتظار کر رہا ہوں پہلی بات تو آپ نے یہ بیان فرمائی کہ پہلے امانت و دیانت (مضمر کی تعلیمات کی برکت سے) لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن مجید نازل ہوا تو شروع ہوا تو حضرات صحابہ نے امانت کے بارے میں قرآن مجید سے اسکی اہمیت اور سنت سے اسکی مزید رہنمائی حاصل کی۔ پھر آپ نے دوسری بات امانت و دیانت کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے متعلق بیان فرمائی کہ ایک انسان ایک مرتبہ سوئے گا تو امانت کو اس کے دل سے اٹھایا جائے گا اور اس امانت کے اٹھ جانے کا اثر ایک پچھلے دھبہ کی طرح اس کے دل پر لگ جائے گا پھر دوسری مرتبہ جب سوئے گا تو اس کے دل سے امانت کئی طور پر سلب کر لی جائے گی اور اس کے دل پر ایک آبدی کی طرح کا نشان ثبت ہو جائے گا جیسے اے مخاطب تو کسی انگارہ کو اپنے پاؤں پر لڑھکائے جس کی وجہ سے کھال ابھر آئے تو کھال کے ابھرنے کو ایک اچھی بھری ہوئی چیز مقصود کرے حالانکہ اس میں اچھائی کی کوئی چیز بھی نہیں پھر حضور اکرم نے ایک کنکری اپنے دست مبارک میں لی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا اور فرمایا کہ لوگ! آپس میں خرید و فروخت کیلئے گراں ہوں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو امانت و دیانت سے کام لے یہاں تک کہ یہ بات لوگوں میں زبان زد ہو جائے گی کہ فلاں خاندان میں ایک فلاں آدمی دیانت دار ہے اور آخر کار یہ نوبت آجائے گی کہ کسی شخص کے متعلق یہ تو کہا جائے گا کہ وہ کس قدر بہادر ہے؟ وہ کتنا ظریف الطبع ہے؟ وہ دنیاوی امور میں کتنا ذہین و فطین ہے؟ لیکن اس کے دل میں رانی کے دانہ کے برابر نہ ہی امانت و دیانت ہوگی اور نہ ہی ایمان۔

سیدنا خلیفہ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ مجھے پڑا وہ ہوتی تھی کہ میں تم میں سے کس شخص سے عقد بیع کر رہا ہوں کیوں کہ اگر وہ شخص عائد سلمان شخص ہوتا تو اس کا ایمان اور اسکی امانت میرے ساتھ خیانت اور بے ایمانی کرنے سے آگے باز رکھتی۔ اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہوتا تو اس کا عالم اور سرپرست میری اشیاء کو مجھے لوٹا دیتا۔ لیکن آج تو میں چند گئے چنے افراد فلاں فلاں کے علاوہ کسی سے بھی عقد کرنے کو تیار نہیں۔





۱۔ ترجمہ حدیث :-

فرماتے ہیں کہ مجھے سیدنا یزید ذکفر (یعنی یزید کا لقب ہے) نے بتلایا کہ میں سیدنا عتبہ بن عبدالمسلمی کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ اے ابوالولید میں قربانی کے جانوروں کی تلاش میں لگاؤ تو مجھے کوئی بھی جانور پسند نہ آیا سوائے ایک جانور کے کہ جس کے دانت گر چکے تھے لیکن میں نے اُسے (اُس عیب کی وجہ سے) خریدنا مسکروہ سمجھا آپ کی اس بات سے میں کیا روتے ہے؟ سیدنا ابوالولید نے فرمایا کہ آپ سے میرے پاس لے کیوں نہیں آتے (ناکہ میں اُسے قربانی کے لئے ذبح کر دوں تو میں نے کہا ۔ سبحان اللہ کیا ایسا جانور آپ کے لئے ذبح کرنا جائز ہے اور میرے لئے ناجائز ہے؟ فرمایا ہاں کیونکہ آپ کو اس مسئلہ میں تردد ہے جبکہ مجھے اس جانور کے قربانی کے لئے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں بیشک حضور اکرمؐ فداء الی دامت نے پانچ قسموں کے جانوروں کو قربانی کیلئے ذبح کرنے سے روکا ہے ۔ ۱۔ وہ جانور جس کے کان کو چر سے کاٹ لیا گیا ہو یہاں تک کہ کان کا سوراخ نظر آنے لگے ۔ ۲۔ جس کا سینگ چر سے ٹوٹ گیا ہو ۔ ۳۔ وہ جانور جو اندھا ہو ۔ ۴۔ ایسا لاشہ جانور جو رلوٹ کے ساتھ نہ چل سکے ۔ ۵۔ لاشہ اگر جانور جو چلنے سے عاجز ہو ۔

آ۔ شرعاً :- ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کے ذراحت کوٹے ہوئے ہوں۔

۴۰ الفاظ کی وضاحت

۴۴ المتاعلہ : وہ حیوان جس کا سینک ٹوٹا ہوا ہو۔ النعناعہ : اندھا جانور

۵۔ المشیقۃ :- لا فرقتی کا جانور جو روڑ کے ساتھ جانے کے قابل نہ ہو ۶۔ منکر کا جانور جس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو۔

تنظیم امدادیں

(البوداود ۱۳۹۴ هـ)



## ۱. مسائل دیت

**تفصیل مقدار دیت** | ہمیں کی ابحاث ہیں تفصیل درج ذیل ہے ۔  
 ۱۔ لفظ دیت کی عینیت ہے ۔ دینے وعدہ کی طرح مصدر ہے جس کے معنی اٹھانا ہوتا ہے ۔

**انصاف دیت** حضراتِ حنفیہؒ کے نزدیک انصاف دیت تین چیزیں ہیں آستواونٹ ۲۰ ایک ہزار دینار ۳۰ دس ہزار درہم جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک دوستو کھڑوں کے چوڑے، ایک ہزار کے مال اور

**اقسامِ دیت** دیت کی دو قسمیں ہیں فہرہ، ہدیت، مخلطہ اور فہرہ۔ دیتِ مخلطہ یا مخلطہ۔ دیتِ مخلطہ میں فہرہ اور واجب ہوتے ہیں سونا اور چاندی دینا جائز نہیں اور یہ دیت قتلِ شیعہ میں ادا کی جاتی ہے اور

دیتے محققانہ :- وہ ہے جو سونے اور چاندی کی شکل میں آوا کی بجائے ہمارے نزدیک چاندی کی صورت دس ہزار درہم اور  
سونے کی صورت ایک ہزار دینار دینے والوں کے امام شافعیؒ کو کہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے سونے کی صورت دس ہزار درہم

## ۲۔ اقسام قتل

- ۱۔ اقسام قتل مع احکام | وہ قتل جس سے قصاص دیت، کفارہ یا دراشت سے محرومی جیسے شرعی احکام متعلق ہیں۔ اسکی پانچ قسمیں ہیں۔ ۱۔ قتل عمد، ۲۔ قتل شبه عمد، ۳۔ قتل خطا، ۴۔ قتل شبه خطا، ۵۔ قتل مجرم۔ مجرمی قتل کا سبب تعریف قتل غم۔ کسی شخص کو جان بوجہ کراہت سے قتل، ہتھیار یا کسی ایسی چیز سے قتل کرنا جو گوشت یا چمڑے کو کاٹ ڈالے۔ جیسے کہ بالوں کا چھلکا، بندوق کی گولی اور لوہے کے بٹے ہوئے آلات اور توپ کا گولا یا بم وغیرہ۔ حکم قتل عمد: قتل عمد کا دنیاوی حکم یہ ہے کہ قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ نیز وہ مقتول کی دراشت سے محروم ہو جائے گا۔ البتہ مقتول کے ورثاء اگر قاتل سے قصاص کے بدلہ میں صلح کر کے دیت لے لیں یا معاف کر دیں تو جائز ہے۔ عند الاحناف اس صورت میں کفارہ کی ادائیگی نہیں جبکہ حضرات شوافع کے نزدیک کفارہ بھی واجب ہے اور آخر دی حکم یہ ہے کہ قاتل جہنم کے طویل ترین اور سخت ترین سزا کا مستحق ہوگا نیز دنیا کے تمام اصل مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ قاتل کا انجام انتہائی بھیاںک اور اذیت کی ہوگا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک شبه عمد یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے آلہ سے قتل کیا جائے جو عام طور پر قتل کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو نیز اس سے گوشت اور چمڑا بھی نہ کٹتا ہو جیسے پتھر اور لکڑی وغیرہ حضرات صاحبین اور امام شافعیؒ کے نزدیک کسی کو ایسے پتھر اور لکڑی یا ہلکی چیز سے قتل کرنا جس سے موتِ ہلاکت واقع نہ ہو شبه عمد کہلاتا ہے۔ حکم: قتل شبه عمد کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے نیز دراشت سے بھی محروم ہو جائے گا۔ البتہ آئیں قصاص نہیں ہاں یہ یاد رہے کہ قتل عمد کی دیت صرف اور صرف قاتل پر لازم ہوتی ہے جبکہ شبه عمد کی دیت پوری عاقلہ اور برادری پر عائد ہوتی ہے۔ آخر دی اعتبار سے مستحق عذاب ہوگا۔ یہ وہ قتل ہے جو بلا ارادہ غلطی سرزد ہو جائے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔
- ۳۔ قتل خطا | (۱) خطاء فی القصد، (۲) خطائی النفس بھی کہتے ہیں (۳) خطاء فی الفعل۔ پہلی قسم کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی نے دوسرے شخص کو دوسرے شکار سمجھ کر تیر مارا اور ہلاک کر ڈالا یا کسی کو عربی کا فر سمجھ کر تیر مارا تو وہ مقتول مسلمان نکلا۔ دوسری قسم کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی نے تیر تو پھینکا نشانے پر لیکن وہ کسی آدمی کو مارا اور وہ مر گیا۔



**حکم :** قتل خطا کی سزا میں بالاجماع گناہ تو نہیں لیکن دیت اور کفارہ دونوں کی ادائیگی ضروری ہے اور یہ دیت بھی بالاتفاق عاقلہ پر ہوگی اور اسے تین سال میں ادا کیا جائے گا نیز وراثت سے محمدی بھی ہوگی۔

**۴۔ قتل شبہ خطا** | اسکی تعریف یہ ہے کہ فعل قتل قاتل کے قصد کے بغیر متحقق ہو جائے مثلاً کوئی شخص نیند میں کسی شخص پر گرے اور اسے ہلاک کرے یا پہلو بندے اور اپنے ہمسائے کو نیند میں اپنے بھاری پتھر کی وجہ سے پھیل ڈالے۔

**حکم :** اس کا حکم قتل خطا کی مانند ہے یعنی کفارہ دیت اور وراثت سے محمدی لازم ہو جائے گی۔

**۵۔ قتل بالسبب** | یعنی کسی شخص کے قتل کی وجہ بننا اسکی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص غیر مملوک و جگہ میں حکومت وقت کی اجازت کے بغیر کوئی کنواں کھودے یا کوئی رکاوٹ کھودی کرے جس سے کوئی انسان مر جائے (گویا یہ آدمی مقتول کی ہلاکت کا سبب بنا)۔

**حکم :** اس صورت میں صرف اور صرف عاقلہ پر دیت پر واجب ہوگی نہ ہی کفارہ دینا ہوگا اور نہ ہی مقتول دار کے ہونے کی صورت میں وراثت سے محمدی ہوگی۔

وفاق المذاہب

(البودادہ ۱۲۹۹ھ)

تنظیم المذاہب

(موطا امام محمد ۱۳۹۶ھ)

## ۳۔ مسائل قسامت

**۱۔ تعریف قسامت** | قسامت یا تو قسم سے مانو ذہب سے معنی کسی مقتول کے خون پر قسم اٹھانے کے ہیں۔ (۱) یا قسمت سے

مانو ذہب سے معنی تقسیم کرنا کہو کہ اولیاء قتل پر قسم کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ (۲) امام احمد بن حنبلہ نے میں کہ اصل اخت کے

نزدیک قسامت قسم اٹھانے والی ضمانت کا نام ہے جبکہ حضرات فقہاء کے نزدیک قسامت ایمان کا دوسرا نام ہے۔  
شرعی تعریف :- کوئی مقتول کسی قبیلے یا محلے میں پایا جائے اور قاتل معلوم نہ ہو نیز مقتول کے ورثہ یا اصل محلہ پر قتل کرنے کا دعویٰ

کریں تو اصل محلہ یا اولیاء قتل میں سے پچاس آدمیوں کو قسم اٹھانی پڑے گی اس محل کا نام اصطلاح شریعت میں قسامت ہے۔

**۲۔ مذاہب** | امام اعظم ابو حنیفہ حضرات صاحبین امام بخاری اور جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک قسم صرف اور صرف اصل محلہ

اور اولیاء قاتلین یعنی مدعی عیہم پر ہوگی ورثہ مقتولین یعنی مدعیوں پر نہیں۔ (۱) امام مالک امام شافعی

امام احمد بن حنبلہ اور علماء حجاز میں کے نزدیک قسم اولیاء مقتول یعنی مدعی پر ہوگی اور ان میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں گے کہ یہ تمام لوگ یا فلاں شخص قاتل ہے اور اگر انہوں نے قسم اٹھانے سے انکار کیا تو پھر مدعی عیہم یعنی اصل محلہ میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں گے کہ

نہم قاتل ہیں اور نہ ہی ہمیں قاتل کا علم ہے۔

**۳۔ دلائل اخاف** | مشہور حدیث ہے :- البیت علی الدعوی والیمن علی من اذکر (رواہ البخاری وغیرہ)

یہ حدیث ایک قانون کلی پر دلالت ہے اور اس میں امت اسلامیہ کے لئے ایک ضابطہ اور اصول متعین کیا

گیا ہے۔ حضرات صنفیہ کثر اللہ سواد جسم ہمیشہ احادیث اصولیہ پر اپنے مسلک حق کی بنیاد رکھتے ہیں اور احادیث عزیمہ کی تاویل و تطبیق

کرتے ہیں۔ چنانچہ ورثہ قاتل یعنی مدعی عیہم میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں گے کہ (ما قتلناہ وما علمنا لہ قاتلا)

نہ ہی ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں قاتل معلوم ہے۔ (۲) شریعت مطہرہ میں ہمیشہ کسی چیز کی نفی کے لئے تو قسم لی جاتی

ہے۔ اثبات شے کے لئے نہیں کیونکہ اثبات شے بیتیہ اقرار کے ذریعہ ہوا کرتا ہے اگر اولیاء مقتول پر قسم کو لازم کیا جائے تو اس

کے لازمی معنی یہ ہیں کہ قسم کو ہم نے مثبت قتل قرار دیا ہے جو اثر اربعہ کے بان سلم ضابطہ کے خلاف ہے۔ (۳) امام بخاری نے

سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ہونے والے مناظرہ کو انتہائی بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں سیدنا ابوقلاب نے وہی قول

اختیار فرمایا جو حضرات صنفیہ کا مسلک ہے سیدنا عمر بن عبدالعزیز سیدنا ابوقلاب کے قول کو پسند فرماتے ہوئے اس کی تصدیق کی

تو حاضرین مجلس تمام محدثین و تابعین نے اسی قول کی طرف رجوع فرمایا جو ایک طرح کا اجماع ہے۔

**۴۔ حدیث الباب :-** عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ فاخاروا منہم خمسين فاستحلواہم (رواہ ابوداؤد)



یہ حدیث مذہب منیفہ پر ماحول ڈال ہے کیونکہ اس میں مفسر اکرم علیؑ علیہ وسلم نے مدعی مجہم میں سے پچانچ کا انتخاب کر کے حلف لینے کا حکم دیا ہے۔ ————— ۵۔ امام بخاریؒ نے باب القسامت کے فہرست میں قسامت ابوالمطلب کو افضل کیلئے۔ یہ قسامت مسلک منیفہ کے موافق ہے جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ اس بات کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قسامت کو جو طریقہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ بعینہ اسی طرح اب بھی باقی ہے۔ ————— ۶۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں: حکم مسحر: لتخلف علی المدعی علیہم بعذرۃ اصحاب النبیؐ فلم ینکرو علیہم احد منهم۔ تو کرا سبہ اناروقی اعظم کے فیصلے پر منکرات صحابہ کا جناح ہوا اور یہ فیصلہ مسلک حق کے مطابق ہے۔ ————— ۷۔ فلاہ در لامنا الاختلاف وللفقہ وللاجتهاد والمصیب رضی اللہ عنہ وارضا لا۔

۴۔ دلیل آئمہ | آ حدیث الباب:۔ عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ یقسم خمسون منکم علو دجل منهم۔ (رواہ ابوداؤد وغیرہ) اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پہلے مدعی امداد لیا و مقتول سے قسم لی جائے گی۔

۵۔ جوابات | علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اولیاء مقتول پر آپ کا قسم پیش فرمانا حکم شرعی کے اعتبار سے نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ ان کے دلوں میں مسخر تھا اس کے انکشاف اور انظار رکھنے ان سے قسم لی گئی اس طرح کے کئی ایسی بڑی حدیث میں موجود ہیں۔ ————— ۶۔ یہ ایک واقعہ جزئیہ ہے جو حسب منالہ احادیث اصولیہ سے متعارض ہونے کے سبب مرتوج ہے۔

۶۔ مذاہب | امام اعظم ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ حضرات صاحبین سیدنا حسن بصریؒ اور جبہ اہل علم کے نزدیک قسم اٹھانے کے بعد اہل ملہ پر دیت لازم ہو جانے کی۔ خواہ دربار مقتول قبل عہد کا دعویٰ کریں یا قتل خطا کا۔ مگر اس صورت میں کسی متیقن قاتل کا علم ہو جائے تو اس وقت اس شخص کو قصاصاً قتل کر دیا جائے گا۔ نیز دیت بھی ادا کرنی ہوگی۔ ————— ۷۔ امام مالکؒ امام احمدؒ علامہ داؤد ظاہریؒ اور بعض اہل علم کے نزدیک اگر دربار مقتول نے قتل عہد کا دعویٰ کیا تو مدعی مجہم سے قصاص لیا جائے گا اور دیت نہ ہوگی۔ ————— ۸۔ بعض اہل علم کے نزدیک قسم اٹھانے کے بعد نہ ہی دیت ہوگی اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا۔

۹۔ دلائل اخاف | حدیث الباب:۔ عن رجال من الانصار ان النبیؐ جعل دية علی البہود۔ (رواہ ابوداؤد) یہ حدیث مائید مسلک منیفہ میں نص ہے۔

۱۰۔ من سعید بن المسیب انہ جعل الدیۃ علی البہود لوجود القیتل بین اظہرہم۔ (رواہ ابوزرارہ) ————— ۱۱۔ دلیل آئمہ | عن ابی یلی قال قال رسول اللہ و تستحقون دم صاحبکم۔ (رواہ ابوداؤد) ————— ۱۲۔ جوابات | حدیث مذکور کے سیاق و سباق پر غور کیا جائے تو استحقاق دم سے مقصود دیت ہے نہ کہ قصاص کیونکہ اسی حد

کی ابتداء میں ہے امان ید و اصحابکم — ۴۔ تمام احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ دیت کی قیاسی دیت کا قیاس کیا جائے — ۴۔ امام ابو داؤد نے ترك القود بالقسمۃ کا باب باندھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ استحقاق دم سے مراد دیت ہے قود یعنی قصاص نہیں ہے۔

۱۰۔ دیت کس نے دی **کتبہ احادیث میں دو قسم کی روایات ملتی ہیں آ۔ دیت یہود نے ادا کی ہے یا کہ فجعل النبی دیتہ**  
**اعلیٰ الیہود — (رواؤ ابو داؤد) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یعنی یہود جو حل محلہ تھے**  
 انہوں نے دیت ادا کی — ۴۔ حضور نے بیت المال سے ادا فرمائی حدیث میں ہے النبی اعطی الدیتہ من عندہ  
 یعنی دیت خود حضور نے بیت المال سے ادا فرمائی اس تعارض کو علماء نے یوں حل فرمایا ہے۔

آ۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا ہو ایک دفعہ یہود نے دیت دی ہو اور دوسری مرتبہ حضور نے — ۴۔ ملّاہ خطاب  
 فرماتے ہیں صحیحین کی روایت سے دوسری بات یعنی حضور کی دیت ادا کرنا معلوم ہوتا ہے لہذا یہی بات راجح ہے اور چونکہ یہود  
 کی دیت کی ادائیگی کے بارے میں احادیث منہضت ہیں لہذا کوئی تعارض نہیں — ۴۔ ابتداء آ۔ یہود نے کچھ دیت ادا کی اور  
 بعد میں بیٹے سے انکاری ہوئے تو حضور اکرمؐ نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لئے بقیہ دیت بیت المال سے ادا فرمادی۔ اب جس  
 راوی نے اخذ اللہ من الیہود کا الکار کیا اس سے کل دیت کے اخذ کا الکار مراد ہے اور جس راوی نے اخذ الدیت من الیہود کا اثبات  
 تو اس سے دیت کا کچھ حصہ لینے کا اثبات مراد ہے لہذا تعارض ختم ہوا۔

ح فاق المدا رس

(ابو داؤد ۱۳۹۷ھ)

تنظیم المدا رس

موطا امام مالک ۱۳۹۵ھ



## کتاب اللفظ ۱۔ مسائل لفظہ

۱۔ لفظ کی تعریف | اہل لغت کے نزدیک لفظ میں لام کا پیش ہے اور قاف میں سکون اور زبر دونوں اس کے معنی ہیں جیسے جان گم شدہ چیز جو کہیں بڑی ہوئی ہے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اگر گم شدہ چیز جاندار ہو تو اسے اصطلاح فقہ میں خائے کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے ضالۃ الابل والغنم اور اگر الدارث بچہ ہو تو اسے لفظ کہا جاتا ہے۔

۲۔ رفع لفظ کا حکم | مبسوط میں ہے کہ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔ کسی صورت میں بھی لفظ کو اٹھانا اطلاق نہیں۔ ۱۔ اٹھانا ناجائز تو ہے لیکن عدم رفع افضل ہے یہ قول بعض ائمہ و تابعین سے منقول ہے۔ ۲۔ خائے اور جمہور فقہاء محدثین کے نزدیک رفع لفظ ترک سے افضل ہے۔ ۳۔ صاحب بدائع نے مسکب حنفیہ کے متعلق کچھ تفصیل بیان کی ہے۔ آ۔ اگر مال کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو تو مالک کو دینے کی نیت سے اٹھالینا افضل ہے۔ ۴۔ اگر ضائع ہونے کا خوف ہو تو اٹھالینا مباح ہے۔ ۵۔ اگر مالک کو دینے کی بجائے اپنے لئے اٹھائے تو یہ اٹھانا حرام ہے۔

۳۔ مدت تشہیر میں انداز | امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام ابراہیم حنفی اور فقہاء اہل کوفہ کے نزدیک تشہیر کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ یہ سبکی پر کی رائے پر موقوف ہے لہذا اولیٰ یہ ہے کہ جس دریم یا اس سے زائد مال کے لئے ایک سال تین سے دس دریم تک کے لئے ایک ماہ اور تین دریم سے کم کے لئے ایک ہفتہ تک تعریف و تشہیر کی جائے۔ ۴۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام محمد، اور علماء حجاز میں کے نزدیک مال خواہ قلیل ہو یا کثیر مدت تشہیر ایک سال مقرر ہے کئی بیشی درست نہیں۔

۴۔ دلائل احناف | ۱۔ حدیث الباب: عن ابی بن کعب قال وجدت حذرة فانیت النبی فقال عرفہا۔ ۲۔ حوالہ فقہ فقہاء حوالہ غم انیت النبی فقال عرفہا حوالہ المحدث (رواہ ابو داؤد) آپ نے تین سال تک تشہیر کرنے کا حکم دیا جس سے مسکب حنفیہ واضح ہے۔ ۳۔ قال النبی عرفہا (رواہ مسلم) یہاں علی الاطلاق تعریف کا حکم ہے: باز کا کہنا اقصیٰ نہیں ہے سیدنا علیؑ کی روایت صرف تین دن تک تشہیر کرنے کا حکم ہے۔

۵۔ دلیل ائمہ | عن زید بن خالد ان النبی قال غم عرفہا سنۃ (رواہ البخاری، دیلمی)۔ ۱۔ ہماری حدیث مثبت زیادہ ہے اور ثقہ کی زیادتی بالا جماع حجت ہے۔ ۲۔ ممکن ہے کہ لفظ نسی مالیت کا ہو جس میں حضور اکرمؐ نے ایک سال کی تشہیر کافی سمجھی ہو۔ ۳۔ سنۃ کا ذکر اکثر مقامات کے اعتبار سے ہے درزیہ کوئی حد متعین نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب کی حدیث سے ظاہر ہے۔

۶۔ جوابات | ۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ، حضرات صاحبین، امام شافعیان ثوریؒ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک قطعاً (جس آدمی کو لفظ ملے) اگر فقیر ہو تو تعریف کے بعد لفظ کو استعمال کر سکتا ہے اور اگر



غنی ہو یا ہاشمی تو اس کے لئے استعمال جائز نہیں بلکہ صدقہ کرے۔ ۲۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور علماء مجازین کے نزدیک سقط خواہ امیر ہو یا فقیر، قریشی ہو یا غیر قریشی لفظ کو استعمال کر سکتا ہے

۲۔ **دلائل اخاف** | آ۔ عن ابی ہدیثۃ ان رسول اللہ قال ان لم یات صاحب اللقطة فلیتصدق بہا رواہ دارقطنی بطریق غیر ۲۔ عن یحییٰ بن النبی قال لیتصدق بہا الغنی ولا ینتقم بہا رواہ احمد یہ حدیث مشکک

ضیفہ میں نص ہے ۳۔ ایک حدیث میں حضور اکرمؐ نے لفظ کے بارے میں فرمایا:۔ ولکن دلیعۃ عندک (رواہ احمد) جس وقت لفظ لقطہ کے ہاں دلیلعت ہے تو شرعاً اُسے غنی استعمال نہیں کر سکتا ۴۔ ایک روایت میں فرمانِ شارع ہے کہ لفظ اللہ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے (رواہ ابن ماجہ) حدیث مذکور میں لفظ کی اضافت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ کا مستحق فقیر آدمی ہو۔

۳۔ **دلائل ائمہ** | عن ابی بن کعب ان النبی قال فاستمتع بہا (رواہ ابو داؤد) سیدنا ابی بن کعبؓ مالدار تھے انہیں حضور اکرمؐ نے استمتاع کا حکم دیا جس سے ثابت ہوا کہ غنی بھی لفظ کو استعمال کر سکتا ہے

۴۔ ان علیاً وجہ دیناراً فقال النبی حوزق اللہ فاکل رسول اللہ وعلی وفاطمہ۔ (رواہ ابو داؤد) اگر شرعاً لقطہ مالدار یا ہاشمی استعمال نہ کر سکتے تو حضور اکرمؐ اور سیدنا علی وفاطمہؓ اُسے کبھی اپنے تصرف میں نہ لاتے۔

۲۔ **جوابات** | آ۔ امام سرخسی فرماتے ہیں کہ سیدنا ابی بن کعبؓ مقروض تھے اس لئے آپؐ نے استمتاع کا حکم دیا ۲۔ سیدنا ابی بن کعبؓ پہلے فقیر تھے بعد میں غنی ہوئے جس کی دلیل یہ ہے کہ احادیث سے ثابت

ہے کہ سیدنا ابو طلحہؓ نے بلخ بیرھا حضورؐ کے حکم سے سیدنا ابی بن کعبؓ کو صدقہ کر دیا۔ دلیل ثانی کے جوابات: ۱۔ امام شوکانی فرماتے ہیں: فقہ اسنادہ رجل مجهول یعنی یہ حدیث سنداً ضعیف ہے ۲۔ یہ حدیث مضطرب ایک

روایت میں سائے سیدنا علیؓ ہیں اور دوسری میں سیدۃ فاطمہؓ نیز ایک روایت میں امراۃ منشد کے کلمات میں اور دوسری حدیث میں عبدینشد کے ۳۔ مکمل واقعہ کو پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے اُس دینار کو استعمال ہی نہ کیا تھا بلکہ اس کے بغیر ہی ان کی ضرورت پوری ہو گئی۔ لہذا آپؐ نے اصل مالک کو وہ دینار واپس کر دیا ۴۔ سیدنا علیؓ اور آپؐ کا پورا خاندان منحصر کی حالت میں تھا اس لئے اُس وقت ان کے لئے وہ دینار استعمال کرنا جائز تھا۔

۵۔ **اشکال** | سیدنا علیؓ نے دینار کو تشہیر سے قبل ہی خرچ کر دیا جب کہ بالاجماع تشہیر ضروری ہے۔

تشہیر کے لئے خاص الفاظ متعین نہیں جس وقت سیدنا علیؓ دینار کو لئے حضرات صحابہؓ کے سامنے حضورؐ کے ہاں شریف لائے تو تشہیر خود بخود ہو گئی۔ اور ایک دینار کے لئے اتنی تشہیر کافی ہے۔

۲۔ سند عبد الرزاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے سیدنا علیؓ کو فرمایا عرفة ثلثة ایام جس کی بناء پر سیدنا علیؓ نے تین یوم تک تشہیر کی۔ لہذا اشکال جاتا رہا ۳۔ یہ روایت سنداً ضعیف اور مضطرب ہے



## ۲۔ لاعدوی ولا صفر ولا هامة

۱۔ اعدوی :- عدوی لفظ اعداء مصدر ہے جس کے معنی ایک حیوان سے دوسرے حیوان کی طرف بیماری کے متعدی اور منتقل ہونے کے ہیں۔ قاموس میں ہے : عدوی سرایت المرض من صاحبه الى غيره۔ منجد میں ہے انتقال المرض من مريض الى سليم۔

۲۔ صفر :- اس کی تفسیر میں پکارا قوال ہیں، هو الشهر المعروف كان العرب يتشاءمون بدخوله یعنی اس سے ماہ صفر مراد ہے اور اہل عرب اسے آفات و مصائب کی بنا پر نموس گزانتے تھے۔ ۱۔ انه حية في البطن یعنی صفر ایک سانپ کا نام ہے اور اس کے بارے میں عرب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ بھوک کی وجہ سے انسانی پیٹ کو کاٹتا ہے جس سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔ ۲۔ انه الذئع کہ وہ ایک کیرا ہے جو پیٹ خالی ہونے کے وقت ڈستا ہے جس سے آدمی کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور انسان مر جاتا ہے۔ ۳۔ اراد به النسئ یعنی لفظ صفر سے محرم کو مؤخر مان کر ماہ صفر کو پہلے تسلیم کرنے کے ہیں اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے انما النسئ زيادة في الكفر۔ (الایہ نیز امام ابو داؤد نے اسی تفسیر کو امام مالک سے نقل کیا ہے۔ بہر حال جو تفسیر بھی کی جائے حاصل یہ ہے کہ ہر طرح کے جاہلی اعتقادات سے مسلمان کو محفوظ رہنا چاہیے۔ اور مؤثر حقیقی قادر مطلق ذات ہی کو مانا جائے۔

۳۔ هامة :- تخفيف الیم اور تشدید الیم دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ یہ الؤ پرندہ کا نام ہے۔ اس کے بارے میں اہل عرب متعدد نظریات کے حامل تھے۔ ۱۔ الؤ جس آدمی کے گھر پر بیٹھ کر آواز کرے اس گھر میں جلدی موت واقع ہونے والی ہوتی ہے۔ ۲۔ الؤ مردوں کی بوسیدہ ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے جو نحوست کی ایک علامت ہے۔ ۳۔ جس وقت کوئی انسان ناحق قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح الؤ کی شکل میں آواز لگاتی رہتی ہے۔ ۴۔ مقتول کے سر سے ایک پرندہ خارج ہوتا ہے جو ہر دم یہ آواز کرتا ہے استوفی استوفی مجھے ملاؤ یعنی میرے خون کا بدلہ لو، جب تک بدلہ نہ لے لیا جائے یہ آواز سنائی دیتی رہتی ہے۔ یہ آخری دو صورتیں اکثر علماء کے ہاں زیادہ مشہور ہیں۔ بہر حال شریعت مظہرہ نے اس کلمہ سے تمام طرح کے باطل عقائد کی نفی کر دی ہے۔

۴۔ طیرۃ :- طائر کی زیر ہے اور یا۔ میں فتح و سکون دونوں منقول ہیں۔ یہ بدخالی کو کہتے ہیں۔ یہاں نفی بمعنی نفی ہے یعنی بدخالی مت لو۔ قاموس میں ہے الفال حنة الطيرة والطيرة لا يستعمل الا في الشر کہ فال کا زیادہ تر استعمال غیر میں ہوتا ہے اور طیرہ کا شرہ میں نہایہ میں ہے کہ فال اور طیرہ میں نسبت غصوم خصوص مطلق کی ہے کہ فال عام ہے اور طیرہ شر کے ساتھ خاص طیرۃ طیرۃ سے منوز ہے اور طیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہل عرب کسی کام کو شروع کرنے سے قبل طیر پرندہ اڑانے اگر وہ دائیں جانب اڑتا ہوا جاتا تو اس کام کو مبارک سمجھتے اور اگر بائیں جانب جاتا تو نموس۔ شریعت مظہرہ نے اس طرح کی فال اور بدعتا دی سے روک رکھے۔

۵۔ نوء :- بغتم النون و سکون الواو جمعة انواء هو من الاضداد طالع نجم وغرب اہل عرب کا عقیدہ تھا



کہ جاننے کے انھیں منازل میں جن میں بعض منازل میں نزول تسلسلہ مرض کے لئے مؤثر ہے اسے یوں تعبیر کرتے تھے کہ مُطْلَعٌ بِأَخْوَالِہِ  
اس عقیدہ کو حضور نے رد فرمایا اور لا نود فرمایا۔

**تعدی متعدی امراض** کیا متعدی بیماری ایک انسان سے دوسرے انسان کی طرف منتقل ہوتی ہے اس میں دونوں نظریات

ہیں۔ ۱۔ مرض قطعاً متعدی نہیں ہوتا اور ۲۔ تعدی امراض کا نظریہ بالکل غلط ہے۔ ان حضرات کا استدلال حدیث الباب ہے

لاعدوی ولاصفرومن اعدی الاول یعنی اگر دوسرا جھوٹا پیسہ کی وجہ سے بیمار ہوا ہے تو پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ — یقیناً جواب یہی ہے کہ پہلے اور دوسرے کو بیماری اور شفا دینے والا وہی ہے جو قادر مطلق ہے۔ آری یہ بات بدیہی ہے کہ سیکڑوں انسان متعدی مریضوں کے پاس آتے جاتے ہیں لیکن بیمار نہیں ہوتے جیسے ڈاکٹر اور قریبی رشتہ دار وغیرہ جبکہ اجنبی لوگ مریض ہو جاتے ہیں سبحان اللہ ۲۔ ایک کا مرض دوسرے کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور سرایت باذن اللہ ہوتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر اور اطباء سات بیماریوں میں تعدی کے قائل ہیں اور انہیں متعدی امراض شمار کرتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال مندرجہ ذیل نصوص سے ہے۔

۱۔ رواۃ ابو داؤد وغیرہ یعنی متعدی امراض میں مبتلا انسان تندرست لوگوں سے مخالطت نہ کرے۔ ۲۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً

قال خذ من الجذوم خذک من الاسد (رواہ البخاری وغیرہ) اگر بیماری ایک دوسرے میں منتقل نہ ہوتی تو

راہ فرار کا حکم نہ دیتے ۳۔ **دلیل عقلی** یہ امر ثابت ہے کہ جراثیم کے پھیلاؤ سے بیماری ایک سے دوسرے

میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ۴۔ وفد ثقیف میں ایک مجذوم مریض تشریف لائے تو حضور انور نے ہاتھ پکڑ کر بیعت نہ لی بلکہ ہر طرف

زبان سے کلمات کہلا دیئے اور فرمایا انا قد بالعینا کفار حجہ (رواہ مسلم) ان دونوں نظریات میں تطبیق فقہاء امت

نے مندرجہ ذیل توجیحات سے دی ہے۔ ۱۔ پہلی قسم کی احادیث سے نظریہ سرایت کو باطنی طور پر باطل کرنا مقصود ہے کہ انہیں تعدی

امراض میں مؤثر مانا جائے اور مشیت ایزدی کی نفی کی جائے جبکہ دوسرے نوع کی روایات سے یہ تسلیم دی گئی ہے کہ اگر امراض

مندیہ سے انسان مریض ہو جائے تب بھی مؤثر حقیقی رب کائنات ہی کو سمجھنا چاہیے متعدی مرض کو نہیں۔ مولانا نذوقی

نے اسی مسئلہ کو یوں حل فرمایا ہے کہ پانی سے زمین سیراب ہو جاتی ہے اور پانی میں سیرابی کی تاثیر موجود ہے لیکن مؤثر اللہ تعالیٰ

ہے پانی نہیں۔ تو اگر متعدی امراض میں فی نفسہ تاثیر ہونے اور انہیں مؤثر نہ سمجھنے کو مندرجہ بالا دونوں طرح کی احادیث میں

کچھ ایسا ہے ولا تناقض۔ ۲۔ ابن سلاح فرماتے ہیں کہ دوسرے نظریات کی احادیث میں حکم کئی بیان نہیں کیا گیا بخلاف

پہلے نظریات کی احادیث کے لہذا وہ احادیث ضعیف الاعتقاد لوگوں پر محمول ہیں۔ ۳۔ امام غماوی فرماتے ہیں کہ لاعدوی جیسی

احادیث میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امراض میں طبعی حیثیت سے تعدی کا مادہ نہیں اور دوسری نوع کی احادیث میں سب بات

کا عرف اشارہ ہے کہ امراض سرایت کے اعتبار سے اسباب عادیہ ہیں کہ کبھی کبھار متعدی مریضوں کے اختلاط سے بیماری

بطور عادات ایک سے دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے اور کبھی باذن اللہ نہیں لہذا مؤثر حقیقی رب کائنات ہی کو جاننا

چاہیے۔ لافسہ ولا تعارض۔



## ترجمة الحديث

**۱۔ ترجمہ بموجہ مطلب** | سیدنا شبان القتبانی بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا مسلم بن مخلد نے سیدنا روایف بن ثابت کو ملک مصر کے مغربی علاقے یعنی ملک مغرب کا گورنر بنایا حضرت شبان فرماتے ہیں کہ ہم روایف بن ثابت کے ساتھ کوم شریک سے مقام علقا تک یا اس کے برعکس مقام علقا سے کوم شریک تک ہم سفر ہے سیدنا روایف بن ثابت مقام علقا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ دوران سفر سیدنا روایف نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے بعض ساتھی اپنے مسلمان بھائیوں سے ضیف قسم کی ادنیٰ اس شرط پر لے لیا کرتے تھے کہ مال غنیمت میں سے نصف اے سے گا اور نصف اس بھاد کو جو اس ادنیٰ کو لے کر میدان جنگ میں شریک ہوگا۔ اور یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہمارے بعض ساتھیوں کو مال غنیمت کی تقسیم سے تیر کی آئی اور پر اور دوسرے ساتھی کو تیر کی لکڑی ملا کرتی تھی۔ (سیدنا روایف اس بات سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں مقدم اسلام ہوں اور اب اسلام میں مسلمان انتہائی خستہ حال ہوا کرتے تھے) پھر سیدنا روایف نے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا کہ اے روایف! یقیناً میرے وصال کے بعد تو بہت دیر اس دنیا میں زندہ رہے گا تو لوگوں کو یہ بات بتلا دینا کہ وہ شخص جو (بیت حجرت) اپنی داڑھی میں گمرہ ڈالے یا آفات سے بچاؤ کے لئے کسی جانور کی گردن میں دھاگہ ڈالے یا کسی جانور کے فضلہ گوشت یا ہڈی سے استنجا کرے تو بے شک میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بری ہوں۔

**۲۔ الفاظ کی تشریح** | ۱۔ نضو اخیبہ۔ نضو کمزور ڈبلا اور نحیف قسم کی ادنیٰ کو کہتے ہیں یعنی اپنے مسلمان بھائی کی کمزور ادنیٰ — ۲۔ احدنا یسیطر الخ۔ ہم میں سے کسی ایک کو تیر کا لوہا دے۔ ۳۔ وہ شخص جو شکرانہ انداز میں اپنی داڑھی کو گمرہ ڈالے (تاکہ داڑھی چھوٹی نظر آئے) یا آفات سے بچاؤ کی خاطر جانور کی گردن میں دھاگہ وغیرہ ڈالے (یہ اس صورت میں ہے جب تعویذ اور دھاگہ کو موثر بالذات سمجھے) یا کسی حیوان کے فضلہ یا ہڈی سے استنجا کرے۔

تمت بالخیر وبک نستعین یا فتاح یا علیم

یا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم